تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ و علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحب

استاذ تفسیر دار العلوم دیوبند

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 021-32213768

تفسیر کمالین

شرح اردو

تفسیر جلالین

جلد دوم

پارہ ٦ تا پارہ ١٠

بقیہ سورۃ النسآء، المائدۃ

تا

سورۃ التوبۃ

تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ و علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحب مدظلہم

استاذ تفسیر دار العلوم دیوبند

مکتبہ

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : ایڈیشن جنوری ۲۰۰۸ء

ضخامت : ۶ جلد صفحات ۳۲۲۴

تصدیق نامہ

میں نے ''تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین'' کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔ اب الحمد للہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)
نمبر مجاریہ R.ROAUQ 2002/338
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ
23/08/06

...... ملنے کے پتے ......

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیپ روڈ لسبیلہ کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

اجمالی فہرست

جلد دوم، پارہ نمبر ششم تا دہم

www.ahlehaq.org

فہرست پارہ ❀ لَا یُحِبُّ اللّٰہ ❀

لَايُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ مِنْ اَحَدٍ اَیْ یُعَاقِبُ عَلَیْهِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ فَلَا یُؤَاخِذُهٗ بِالْجَهْرِ بِهٖ بِاَنْ یُخْبِرَ عَنْ ظُلْمِ ظَالِمِهٖ وَیَدْعُوْ عَلَیْهِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا لِمَا یُقَالُ عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ بِمَا یُفْعَلُ اِنْ تُبْدُوْا تُظْهِرُوْا خَیْرًا مِنْ اَعْمَالِ الْبِرِّ اَوْ تُخْفُوْهُ تَعْمَلُوْهُ سِرًّا اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ ظُلْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ بِاَنْ یُّؤْمِنُوْا بِهٖ دُوْنَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ مِنَ الرُّسُلِ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ مِنْهُمْ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ الْكُفْرِ وَالْاِیْمَانِ سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ طَرِیْقًا یَذْهَبُوْنَ اِلَیْهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا مَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهٗ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ ذَا اِهَانَةٍ هُوَ عَذَابُ النَّارِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ كُلِّهِمْ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ بِالنُّوْنِ وَالْیَاءِ اُجُوْرَهُمْ ثَوَابَ اَعْمَالِهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا لِاَوْلِیَائِهٖ رَّحِیْمًا ﴿۱۵۲﴾ بِاَهْلِ طَاعَتِهٖ یَسْئَلُكَ یَا مُحَمَّدُ اَهْلُ الْكِتٰبِ الْیَهُوْدُ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ جُمْلَةً كَمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُوْسٰی تَعَنُّتًا فَاِنِ اسْتَكْبَرْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ سَاَلُوْا اَیْ اٰبَاؤُهُمْ مُوْسٰٓی اَكْبَرَ اَعْظَمَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً عِیَانًا فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ الْمَوْتُ عِقَابًا لَهُمْ بِظُلْمِهِمْ حَیْثُ تَعَنَّتُوْا فِی السُّؤَالِ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ اِلٰهًا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ الْمُعْجِزَاتُ عَلٰی وَحْدَانِیَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ نَسْتَاصِلْهُمْ وَاٰتَیْنَا مُوْسٰی سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾ تَسَلُّطًا بَیِّنًا ظَاهِرًا عَلَیْهِمْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ بِقَتْلِ اَنْفُسِهِمْ تَوْبَةً فَاَطَاعُوْهُ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ الْجَبَلَ بِمِیْثَاقِهِمْ بِسَبَبِ اَخْذِ الْمِیْثَاقِ عَلَیْهِمْ لِیَخَافُوْا فَیَقْبَلُوْهُ وَقُلْنَا لَهُمْ وَهُوَ مُظِلٌّ عَلَیْهِمْ ادْخُلُوا الْبَابَ بَابَ الْقَرْیَةِ سُجَّدًا سُجُوْدًا اِنْحِنَاءٍ وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِیْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَتَشْدِیْدِ الدَّالِ وَفِیْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الدَّالِ اَیْ لَا تَعْتَدُوْا فِی السَّبْتِ بِاصْطِیَادِ الْحِیْتَانِ فِیْهِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا

غَلِيظًا ﴿۱۵۴﴾ على ذلك فنقضوه **فَبِمَا نَقْضِهِم** ما زائدة والباء للسببية متعلقة بمحذوف اى لعناهم بسبب نقضهم **مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ** للنبى **قُلُوبُنَا غُلْفٌ** لاتعى كلامك **بَلْ طَبَعَ** ختم **اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ** فلاتعى وعظا **فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا** ﴿۱۵۵﴾ منهم كعبد الله بن سلام واصحابه **وَبِكُفْرِهِمْ** ثانيا بعيسى وكرر الباء للفصل بينه وبين ماعطف عليه **وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا** ﴿۱۵۶﴾ حيث رموها بالزنا **وَقَوْلِهِمْ** مفتخرين **إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ** فى زعمهم اى بمجموع ذلك عذبناهم قال تعالى تكذيبا لهم فى قتله **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ** المقتول والمصلوب وهو صاحبهم بعيسى اى القى الله عليه شبهه فظنوه اياه **وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ** اى فى عيسى **لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ** من قتله حيث قال بعضهم لما رأوا المقتول الوجه وجه عيسى والجسد ليس بجسده فليس به وقال اخرون بل هو هو **مَا لَهُم بِهِ** بقتله **مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ** استثناء منقطع اى لكن يتبعون فيه الظن الذى تخيلوه **وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا** ﴿۱۵۷﴾ حال مؤكدة لنفى القتل **بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا** فى ملكه **حَكِيمًا** ﴿۱۵۸﴾ فى صنعه **وَإِن** ما **مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ** احد **إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ** بعيسى **قَبْلَ مَوْتِهِ** اى الكتابى حين يعاين ملئكة الموت فلاينفعه ايمانه او قبل موت عيسى لما ينزل قرب الساعة كماورد فى حديث **وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ** عيسى **عَلَيْهِمْ شَهِيدًا** ﴿۱۵۹﴾ بما فعلوه لما بعث اليهم **فَبِظُلْمٍ** اى بسبب ظلم **مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا** هم اليهود **حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ** هى التى فى قوله حرمنا كل ذى ظفر الاية **وَبِصَدِّهِمْ** الناس **عَن سَبِيلِ اللَّهِ** دينه صدا **كَثِيرًا** ﴿۱۶۰﴾ **وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ** فى التورة **وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ** بالرشى فى الحكم **وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا** ﴿۱۶۱﴾ مؤلما **لَّٰكِنِ الرَّاسِخُونَ** الثابتون **فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ** كعبد الله بن سلام **وَالْمُؤْمِنُونَ** المهاجرون والانصار **يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ** من الكتب **وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ** نصب على المدح وقرئ بالرفع **وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ** بالنون والياء **أَجْرًا عَظِيمًا** ﴿۱۶۲﴾ هو الجنة

ترجمہ: .... اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بری بات زبان پر لانا (کسی کا۔ یعنی اس پر سزا دیں گے) الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو (تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں اگر وہ ظالم کے ظلم کو برملا ظاہر کر کے بددعا کر دے) اور اللہ میاں خوب سنتے ہیں (جو بات کہی جائے) اور خوب جانتے ہیں (جو کچھ کیا جاتا ہے) تم کوئی بات کھلم کھلا کرو (ظاہر طور پر کرو) بھلائی (نیکی) یا چھپا کر کرو (پوشیدہ طریقہ پر عمل کرو) یا کسی کی برائی (ظلم) سے درگذر کرو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمانے والے، قدرت والے ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے برگشتہ ہیں

اور چاہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) میں تفریق کر دیں (کہ اللہ کو تو مان لیں اور اور رسولوں کو نہ مانیں) اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں) ان پیغمبروں میں سے) اور (ان میں سے) بعض کو نہیں مانتے، اور اس طرح چاہتے ہیں کہ اختیار کر لیں اس (ایمان وکفر) کے درمیان کوئی راہ (ایسا طریقہ جس کی طرف چل سکیں) تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں (لفظ حقا مصدر ہے پہلے مضمون جملہ کے لئے مؤکد ہے) اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے (توہین آمیز عذاب جہنم) اور جو لوگ اللہ اور اس کے (کل) رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کیا۔ سو ایسے ہی لوگ ہیں کہ ہم عنقریب ان کو عطا کریں گے (نون اور یاء کے ساتھ ہے) ان کے اجر (اعمال کا ثواب) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں۔ (اپنے دوستوں کو) اور رحمت رکھنے والے ہیں (اپنے اطاعت شعاروں پر) آپ سے درخواست کرتے ہیں (اے محمد (ﷺ)) اہل کتاب (یہودی) کہ آسمان سے کوئی کتاب ان پر نازل کرا دو (پوری کی پوری جس طرح کہ حضرت موسیٰ پر نازل کی گئی ہے۔ ان کا یہ سوال از راہ سرکشی ہے۔ پس اگر ان کی یہ فرمائش آپ کو شاق گذری ہو) تو فرمائش کر چکے ہیں (ان کے آباء واجداد) موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بات کا۔ چنانچہ انہوں نے کہا تھا دکھلا دیجئے ہمیں اللہ کھلم کھلا (آشکارا طور پر) تو ان کو پکڑ لیا بجلی نے (موت نے سزاءً) ان کی گستاخی کی وجہ سے (کیونکہ سوال کرنے میں سرکشی کا مظاہر کیا تھا) پھر بچھڑے کو لے بیٹھے (معبود بنا لیا) باوجود یہ کہ ان پر روشن دلیلیں واضح ہو چکی تھیں (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر معجزات آ چکے تھے) پھر بھی ہم نے ان سے درگذر کر دیا تھا (اور ان کو بالکلیہ ختم نہیں کر دیا تھا) اور موسیٰ کو ہم نے بڑا اقتدار دیا تھا (واضح رعب جو ان پر چھایا ہوا تھا۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو قتل توبہ کا حکم دیا تو انہوں نے اس کی تعمیل کر دی) اور ہم نے ان کے سروں پر (کوہ) طور معلق کر دیا تھا۔ ان سے قول وقرار لینے کے لئے (عہد و پیمان لینے کے لئے تاکہ ڈر کر احکام حق قبول کر لیں) اس کے بعد ہم نے انہیں حکم دیا تھا (طور پہاڑ ابھی ان کے سروں ہی پر تھا) کہ دروازہ سے داخل ہونا (شہر کے دروازہ سے) عاجزی سے (تواضع سے جھکتے ہوئے) اور ہم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تجاوز مت کرنا۔ (ایک قرأت میں فتح عین اور تشدید دال کے ساتھ ہے اور اس صورت میں اصل تاء کا ادغام دال میں ہو رہا ہے یعنی لا تعتدوا تھا) ہفتہ کے دن (مچھلیوں کا شکار کھیل کر) اور ہم نے ان سے پکے قول وقرار لئے تھے (اس بات پر۔ مگر انہوں اس کو توڑ دیا) سو ہم نے ان کی عہد شکنی (ما زائد ہے اور با سببیہ ہے محذوف سے متعلق ہے یعنی لعناھم بسبب نقضھم) اور اللہ کی آیتوں کے جھٹلانے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کرنے اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے (نبی سے) کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں (آپ کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں) بلکہ مہر لگا دی (بند لگا دیا) اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کفر کی وجہ سے (اس لئے آپ کا وعظ نہیں سمجھ سکتے) یہی وجہ ہے کہ گنے چنے چند آدمیوں کے سوا سب کے سب ایمان سے محروم ہیں (ان ہی چند آدمیوں میں عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی بھی ہیں) اور نیز اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر اختیار کیا۔ (دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور با کو معطوف علیہ اور معطوف میں فصل کرنے کے لئے مکرر لایا گیا ہے) اور مریم کے خلاف ایسی بات کہنے کی وجہ سے جو بڑی ہی بہتان کی بات تھی (کیونکہ ان پر زنا کی تہمت لگائی) اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے (شیخی بگھارتے ہوئے) کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو جو رسول ہیں اللہ کے قتل کر دیا (اپنے زعم میں۔ غرض کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے ہم نے ان کو عذاب دیا ہے۔ حق تعالیٰ ان کے دعویٰ قتل کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں (حالانکہ نہ تو انہوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھا کر ہلاک کیا بلکہ حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو گئی (مقتول اور مصلوب۔ جو ان کا رفیق تھا وہ حضرت عیسیٰ کی ہم شکل ہو گیا تھا یعنی اللہ نے مقتول کو بشکل عیسیٰ بنا دیا اور لوگ اس کو عیسیٰ خیال کرنے لگے) اور جن لوگوں نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بلاشبہ وہ شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں (قتل عیسیٰ کی بات۔ کیونکہ بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ اس کا چہرہ تو رخ عیسیٰ سے ملتا جلتا ہے لیکن اس کا جسم ان کے

جسم سے نہیں ملتا تو کہنے لگے کہ یہ شخص وہ نہیں ہے۔ مگر دوسروں کا کہنا یہ تھا کہ یہ تو وہی شخص ہے) ان کے پاس کوئی دلیل نہیں (ان کے قتل کی) بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے (یہ استثناء منقطع ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لکن یتبعون فیہ الظن الذی تخیلوہ) یقیناً انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا (یہ حال مؤکدہ ہے قتل کی نفی کے لئے) بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب رہنے والے ہیں (اپنے ملک میں) اور حکمت والے ہیں (اپنی صنعت میں) اور اہل کتاب میں سے (کوئی) نہ ہوگا جو تصدیق نہ کر لیتا ہو ان کی (عیسیٰ علیہ السلام) کی اپنی موت سے پہلے (یعنی کتابی جب کہ ملائکہ عذاب کو دیکھتا ہے۔ لیکن اس وقت اس کا ایمان لانا مفید نہیں۔ یا حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ایمان لانا مراد ہے جب کہ وہ قیامت سے پہلے نزول اجلال فرمائیں گے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے) اور قیامت کے روز وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ان پر گواہی دیں گے (جو کچھ ان یہود نے ان کے معبوث ہونے کے وقت ناشائستہ حرکتیں کی تھیں) سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے مظالم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں (جن کا ذکر آیت انعام حرمنا کل ذی ظفر میں آرہا ہے) ان پر حرام کردی ہیں اور اس لئے کہ وہ روکتے تھے (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ (دین) سے بہت زیادہ اور ان کے سودی کاروبار کرنے کی وجہ سے۔ حالانکہ ان کو اس سے روکا گیا تھا (تورات میں) اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کا مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے (فیصلوں میں رشوتیں لے کر) اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان تیار کر رکھا ہے۔ (جو تکلیف دہ ہوگا) لیکن ان میں سے جو لوگ پکے (پختہ) ہیں علم میں (جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ) اور جو ایمان لے آنے والے (مہاجرینؓ وانصارؓ) ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے اور آپ (ﷺ) سے پہلی (کتابوں) پر بھی اور نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں (یہ منصوب علی المدح ہے۔ اور ایک قراءت میں مرفوع بھی پڑھا گیا ہے) اور زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ اور اللہ اور قیامت کے دن پر یقین واعتقاد رکھنے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں۔ جنہیں عنقریب ہم عطا کریں گے (نون اور یا کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ثواب عظیم (جنت)۔

تحقیق وترکیب: .... **الجھر** یہ قید احترازی نہیں ہے بلکہ بیان واقع اور شان نزول کی وجہ سے ہے ورنہ مطلقاً غیر محبوب ہے جہراً ہو یا سراً۔ البتہ جہراً فحش ہے۔ **من احد**۔ یہ جہر مصدر کے فاعل کا بیان ہے اور **بالسوء** مفعول ہے اور **من القول** حال ہے سوء کا۔ اور عدم محبت سے مراد سزا دینا ہے تاکہ مظلوم کا استثناء صحیح ہو سکے دوسری صورت تقدیر مضاف کی بھی ہے ای **الا جھر من الظلم**۔ مظلوم کے لئے شکایت یا دوسروں کو بچانے کے لئے اظہار حال کی اجازت ہے اور ظالم متمرد ہو تو بددعا کی بھی اجازت ہے۔

بین احد لفظ بین کو احد پر اس لئے داخل کیا گیا کہ اس میں مذکر مؤنث، واحد، تثنیہ، جمع سب کی گنجائش ہے۔

غفورا رحیما۔ اس میں مرتکب کبیرہ کی عدم تخلید پر معتزلہ کے برخلاف استدلال ہو سکتا ہے نیز صفات افعال کو قدیم نہ کہنے والوں کے خلاف بھی آیت میں استدلال موجود ہے کیونکہ **کان اللہ غفورا رحیما** فرمایا گیا ہے یعنی ازل میں بھی وہ ان صفات کے ساتھ متصف تھے۔ **یسئلک** چونکہ اس قسم کے سوالات تعنت اور عناد کے لہجہ میں ہوتے ہیں اس لئے پورے نہیں کئے جاتے ورنہ استرشاداً جو سوالات ہوتے ہیں وہ قابل منظور سمجھے جاتے ہیں۔

فان استکبرت۔ اس میں اشارہ ہے **فقد سالوا الخ** کی شرط محذوف کی طرف اور ستر۷۰ نقباء کا سوال یہود موجود کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے وہ اپنے آبائی طریقوں پر رضامند تھے **فاطاعوہ** چنانچہ ایک ہی دن میں ستر ہزار آدمی مقتول ہوگئے۔

وھو مظل علیھم۔ غالباً جلال مفسر سے سہو ہوگیا ورنہ تاریخی اعتبار سے واقعہ رفع طور واقعہ تیہ سے پہلے ہو چکا تھا۔ اور واقعہ دخول قریہ بہت بعد کا ہے۔ اور قریہ سے مراد ریحا ہے۔

و کرر الباء معطوف علیہ بما نقضھم ہے اور بل طبع اللّٰہ اجنبی فاصل ہے المسیح چونکہ حضرت جبرائیل نے ان کو چھوکر برکت دی یا وہ خود مریضوں کو چھوکر اچھا کر دیتے تھے اس لئے مسیح کہا گیا۔ اول صورت میں مسیح بمعنی ممسوح اور دوسری صورت میں بمعنی ماسح ہے۔ رسول اللّٰہ ۔ یہود نے یا تو استہزاءً یہ لفظ استعمال کیا۔ اور یا خود حضرت عیسیٰ کے زعم اور دعویٰ کے لحاظ سے کہا ہے۔ اور یا اللہ تعالیٰ نے توصیفی جملہ ارشاد فرمایا۔ پس اس تیسری توجیہ پر اس جملہ کا تعلق حکایت سے ہوگا محکی عنہ سے نہیں ہوگا۔ ولکن شبہ لھم یہود نے جب حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو گرفتار کرلیا تو انہوں نے یہود کے حق میں بددعا فرمائی اللھم انت ربی و بکلمتک خلقتنی اللھم العن من سبّنی و سبّ والدتی چنانچہ بددعا کا یہ اثر ہوا کہ انکو بندر اور خنزیر بنادیا گیا۔ اور ایک منافق شخص ططیانوس ان کا شبیہ بنادیا گیا جو مقتول و مصلوب ہوا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف بچالئے گئے۔ الا الظن۔ ظن کو اگر علم میں داخل نہ کیا جائے تو استثناء منقطع ہوگا۔ اور علم سے مراد عام لی جائے تو پھر استثناء متصل ہوجائے گا و ان من اھل الکتب میں ان نافیہ ہے مخبر عنہ محذوف ہے۔ صفت اس کے قائم مقام ہوگئی ای و ما احد من اھل الکتب اور لفظ احد نفی استثناء کی صورت میں عام طور پر محذوف ہوتا ہے۔

الا لیؤمننّ یہ جملہ قسمیہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے و ان من اھل الکتب احد الا لیؤمنن بہ یعنی اپنی موت سے پہلے ان باتوں پر ایمان لاتا ہے مگر غرغرہ کا ایمان فرشتہ موت ظاہر ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہوں یعنی قیامت کے نزدیک وفات عیسیٰ سے پہلے سب ان پر ایمان لائیں گے اور وہ فی الحقیقت اسلام کو ماننا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیحین کی روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ نازل ہوکر صلیب توڑیں گے، خنزیر قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے۔ اور پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے ثبوت میں اس آیت کو پڑھا۔

الذین ھادوا۔ ھادوا بمعنی تابوا و رجعوا۔ چونکہ یہود نے گوسالہ پرستی سے رجوع کرلیا تھا اس لئے یہود کہلائے۔

لکن الراسخون۔ یہ استدراک ہے واعتدنا الخ سے، الراسخون مبتداء ہے اور فی العلم اس سے متعلق ہے اور منھم محذوف سے متعلق ہے اور راسخون سے حال ہے اولئک مبتداء ثانی سنؤتیھم اس کی خبر پورا جملہ پھر الراسخون کی خبر ہے والمقیمین بتقدیر مدح المقیمین یا ما انزل پر عطف کرتے ہوئے مجرور بھی ہوسکتا ہے اور رفع کی صورت میں راسخون یا یؤمنون کی ضمیر پر عطف ہوسکتا ہے یا پھر مبتداء مانا جائے اور اولئک سنؤتیھم الخ خبر ہو۔

ربط: .... پچھلی آیات میں کفار و منافقین کی عداوتوں کا تذکرہ تھا۔ چونکہ عداوت میں اکثر ایذا رسانی بھی ہوتی ہے اور ایذاء رسانی میں شکایت کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اس لئے آیت لا یحب اللّٰہ الخ میں اس کی حدود پر گفتگو کی جارہی ہے۔ اور ساتھ ہی معافی کی فضیلت بھی مذکور ہے اس کے بعد ان الذین الخ سے اعتدنا لھم عذاباً الیما۔ تک یہود کی مختلف نالائقیاں اور پھر ان کی پاداش اور سزائیں مذکور ہیں۔ اور لکن الراسخون سے ان کے مقابل اہل ایمان کی مدح سرائی کی جارہی ہے۔

شان نزول: .... ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے تخریج کی ہے کہ کسی شخص نے چند آدمیوں کی دعوت کی انہوں نے کھانا نہیں کھایا تو داعی صاحب ان کی شکایت کرتے پھرے اس پر عتاباً آیت لایحب اللّٰہ نازل ہوئی۔ اس صورت میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوگا نہ کہ خصوص سبب کا۔ اور خازن میں مقاتلؒ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی کہ آنحضرت (ﷺ) کی مجلس میں کسی نے ان کو برا بھلا کہا مگر وہ خاموش رہے اور برا بھلا کہنے والے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بعد میں صدیق اکبر نے

جب کسی بات کا جواب دیا تو آنحضرت (ﷺ) سن کر کھڑے ہوگئے۔ صدیق اکبرؓ نے شکایتی لہجہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ ان کی گالیوں کوتو خاموش سنتے رہے لیکن جب میں نے جواب دیا تو آپ کھڑے ہوگئے؟ فرمایا: جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا۔ اور شیطان درمیان میں آ گیا اس لئے مجھے بھی اٹھ جانا پڑا۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت ورفعنا کے متعلق ابن جریرؒ ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ یہود نے عناداً آنحضرت (ﷺ) سے فرمائش کی کہ آپ منجانب اللہ ہر ایک کے نام نوشتہ بھجوا دیجئے جس میں آپ کے رسول (ﷺ) ہونے کی اطلاع اور تصدیق درج ہو۔ ان خطوط اور پیغامات کے بعد ہم ایمان لاسکیں گے۔ یہ سن کر آنحضرت (ﷺ) کو بڑا رنج ہوا کہ اس قسم کی واہی تباہی فرمائشوں میں اپنا وقت عزیز برباد کرتے ہیں۔ اس پر تسلی کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور لکن الراسخون کا نزول عبداللہؓ بن سلام اور اسید اور ثعلبہؓ وغیرہ کے بارے میں ہوا ہے۔

﴿تشریح﴾: .... **کن مواقع پر برائی کے اظہار کی اجازت ہے اور کہاں نہیں:** .... آیت لا یحب اللہ میں حصر حقیقی نہیں ہے کہ صرف ظالم کے مقابلہ میں شکایت اور اظہار کی اجازت ہے۔ بلکہ حصر اضافی مراد ہے۔ یعنی اس شخص کے لحاظ سے حصر کیا جا رہا ہے جو بلا کسی معتبر اور شرعی مصلحت کے دوسرے کی شکایت زبان پر لائے۔ ورنہ ظالم کے علاوہ بعض اور مواقع بھی ہیں، جن میں شریعت برائی کے اظہار کی اجازت دیتی ہے مثلاً: اگر کسی سے کوئی دینی یا دنیاوی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے حالات سے لوگوں کو باخبر کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوگا۔ غرض کہ بغیر مصلحت وضرورت کسی کی عیب جوئی جائز نہیں ہے۔

ان آیات کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت ان الذین الخ خصوصیت سے یہود کے متعلق ہے اگر چہ الفاظ کے عموم کے لحاظ سے نصاریٰ بھی ضمناً داخل ہو سکتے ہیں اور رفعنا الخ کا حاصل مضمون یہ نکلا کہ آپ ان کی بے سروپا باتوں سے شکستہ دل نہ ہوں۔ کیونکہ اس قوم سے تو اس سے بھی زیادہ حماقت مآب اور بے تکی فرمائشیں سرزد ہو چکی ہیں کیونکہ دنیا میں پیغامات الٰہی اور وحی ربانی کا سلسلہ برابر جاری ہے اگر چہ غیر انبیاء کے لئے اس قسم کی توقعات بیجا ہیں۔ اور دیدار خداوندی کی دنیا ہی میں درخواست انتہائی درجہ کی جرأت بیجا ہے۔ کیونکہ دنیا میں کبھی رویت الٰہی واقع نہیں ہوئی...... اگر چہ آخرت میں ضرور اس کا وقوع ہوگا۔ اور اس لحاظ سے گوسالہ پرستی تو اس سے بھی زیادہ بعید ہے کیونکہ یہ محالات عقلیہ اور شرعیہ میں سے ہے کسی زمان ومکان میں اس کا امکان نہیں، چنانچہ لفظ ثم اسی استبعاد کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ تاخر زمانی مراد نہیں ہے۔ اسی طرح نقض میثاق میں مابعد کا پورا مضمون داخل ہے لیکن زیادہ برائی کے لئے معاملات کی تفصیل بھی کردی ہے اور ان آیات سے متعلق ضروری بحثیں پہلے گذر چکی ہیں۔

جرائم کی پاداش میں یہود گرفتار سزا ہوئے: .... یہود میں اگر چہ بعض صلحاء ان مذکورہ جرائم سے محفوظ تھے لیکن عادۃ اللہ کے مطابق بہت سی حکمتوں کے باعث جن کی طرف آیت واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ میں اشارہ ہے اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے کہ اس کے غیر ضروری سوال کی وجہ سے زمانۂ وحی میں کوئی چیز سب کے لئے حرام کردی جائے۔ غرض کہ اس قسم کی مصلحتوں کے پیش نظر یہود میں تحریم عام ہوگئی تھی۔ البتہ شریعت محمدیہ (ﷺ) میں جو چیزیں حرام ہیں وہ کسی جسمانی یا روحانی مضرت کے پیش نظر ہیں پس اس لحاظ سے ان کو غیر طیب سمجھنا چاہئے۔ غرض کہ یہود کے حق میں طیبات نافعہ کا حرام ہونا تو عقوبت وسرزنش ہے لیکن امت محمدیہ کے حق میں غیر طیبات ضارہ کا حرام ہونا باعث حفاظت ورحمت ہے۔

کفار شرعی احکام کے مکلف ہیں یا نہیں: .... بعض حضرات نے آیت فبظلم الخ سے کفار کے مخاطب بالشرائع

ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ تحریم حلال کی وجہ سے ان پر عاجلاً و آجلاً مواخذہ ہوا ہے لیکن یہ استدلال نا قابل اعتبار ہے کیونکہ اختلاف دربارہ عبادات ہے ورنہ کفار کے مخاطب بالمعاملات اور محرمات کے ارتکاب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہماری طرح ان پر بھی چوری اور زنا اور ڈاکہ زنی اور قذف کی حدود جاری کی جائیں گی۔ بہر حال ربوا اور زنا کا مطلقاً حرام ہونا معلوم ہوا۔ بخلاف شراب و خنزیر کے۔ **فان الخمر لهم كالخل لنا والخنزير لهم كالشاة لنا**.

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کفار ایمان، عقوبات، معاملات کے لحاظ سے تو مکلف ہیں ہی۔ عبادات میں بھی اخروی لحاظ سے مخاطب ہیں البتہ دنیا میں ادائیگی کے مکلف نہیں ہیں اگرچہ بعض علماء کے نزدیک ادائیگی دنیا کے اعتبار سے بھی مکلف ہیں۔ اسی طرح جو احکام خود ان کے مذہب میں بھی حرام ہوں بلا اختلاف ان کے مخاطب بھی ہوں گے۔ البتہ نکاح محارم، یا بغیر گواہوں کے نکاح، یا عدت کے اندر نکاح، یا بغیر مہر کے نکاح یا عدم مہر کی شرط پر نکاح، یا مردار جانور، یا شراب یا سور کے بدلہ میں نکاح۔ ان سب احکام کی تفصیل ہدایہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

لطائف آیات:.......... آیت **لا یحب الله الجهر** سے انتقام کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کی ایک فرد شکایت بھی ہے لیکن آیت **ان تبدوا خیرا الخ** سے صبر و عفو کا محبوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اول ضعفاء کی اور دوسرے اہل ہمت و عزیمت کی شان ہے۔ پہلے حکم کی مصلحت سینہ کا کینہ سے صفا ہونا ہے اور دوسرے حکم کی مصلحت عروج القلب الی القرب ہے آیت **یسئلك اهل الکتب الخ** سے قیاساً ایسے شخص کی مذمت معلوم ہوتی ہے جو برکات سماویہ کو شیخ کے اختیار میں سمجھ کر اس سے درخواست کرے۔ اور آیت **فقالوا ارنا الله** سے ایسے شخص کی مذمت معلوم ہوتی ہے جو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا معتقد ہو۔ اور آیت **فبظلم الخ** سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معاصی کے سبب سالک سے واردات کا قبض بھی ہو سکتا ہے۔

اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡكَ كَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَ كَمَا اَوۡحَیۡنَآ اِلٰٓی اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِبۡنَیۡهِ **وَیَعۡقُوۡبَ** ابۡنِ اِسۡحٰقَ **وَالۡاَسۡبَاطِ** اَوۡلَادِهٖ **وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ ۚ وَاٰتَیۡنَا** اَبَاهُ **دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۱۶۳﴾** بِالۡفَتۡحِ اِسۡمٌ لِلۡكِتَابِ الۡمُؤۡتٰی وَالضَّمِّ مَصۡدَرٌ بِمَعۡنٰی مَزۡبُوۡرًا اَیۡ مَكۡتُوۡبًا وَ اَرۡسَلۡنَا **رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَیۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَیۡكَ ؕ** رُوِیَ اَنَّهٗ تَعَالٰی بَعَثَ ثَمَانِیَةَ اٰلَافِ نَبِیٍّ اَرۡبَعَةَ اٰلَافٍ مِنۡ اِسۡرَائِیۡلَ وَاَرۡبَعَةَ اٰلَافٍ مِنۡ سَائِرِ النَّاسِ قَالَهُ الشَّیۡخُ فِیۡ سُوۡرَةِ غَافِرٍ **وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰی** بِلَا وَاسِطَةٍ **تَكۡلِیۡمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا** بَدَلٌ مِنۡ رُسُلًا قَبۡلَهٗ **مُّبَشِّرِیۡنَ** بِالثَّوَابِ مَنۡ اٰمَنَ **وَمُنۡذِرِیۡنَ** بِالۡعِقَابِ مَنۡ كَفَرَ اَرۡسَلۡنَاهُمۡ **لِئَلَّا یَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌ** ۢ مَقَالٌ **بَعۡدَ** اِرۡسَالِ **الرُّسُلِ ؕ** اِلَیۡهِمۡ فَیَقُوۡلُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَا اَرۡسَلۡتَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰیَاتِكَ وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فَبَعَثۡنَاهُمۡ لِقَطۡعِ عُذۡرِهِمۡ **وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیۡزًا** فِیۡ مُلۡكِهٖ **حَكِیۡمًا ﴿۱۶۵﴾** فِیۡ صُنۡعِهٖ وَنَزَلَ لَمَّا سُئِلَ الۡیَهُوۡدُ عَنۡ نُبُوَّتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَاَنۡكَرُوۡهُ **لٰكِنِ اللّٰهُ یَشۡهَدُ** یُبَیِّنُ نُبُوَّتَكَ **بِمَآ اَنۡزَلَ اِلَیۡكَ** مِنَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمُعۡجِزِ **اَنۡزَلَهٗ** مُتَلَبِّسًا **بِعِلۡمِهٖ ۚ** اَیۡ عَالِمًا بِهٖ اَوۡ وَفِیۡهِ عِلۡمُهٗ **وَالۡمَلٰٓئِكَةُ یَشۡهَدُوۡنَ ؕ** لَكَ اَیۡضًا **وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ﴿۱۶۶﴾** عَلٰی ذٰلِكَ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَصَدُّوْا النَّاسَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ دِیْنِ الْاِسْلَامِ بِکَتْمِہِمْ نَعْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُمُ الْیَھُوْدُ قَدْضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا ﴿۱۶۷﴾ عَنِ الْحَقِّ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَظَلَمُوْا نَبِیَّہٗ بِکِتْمَانِ نَعْتِہٖ لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَلَھُمْ وَلَالِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾ مِنَ الطُّرُقِ اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ اَیِ الطَّرِیْقَ الْمُؤَدِّیْ اِلَیْھَا خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ مُقَدَّرِیْنَ الْخُلُوْدَ اِذَا دَخَلُوْھَا اَبَدًا وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَیْ اَھْلَ مَکَّۃَ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ مُحَمَّدٌ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا بِہٖ وَاقْصِدُوْا خَیْرًا لَّکُمْ مِمَّا اَنْتُمْ فِیْہِ وَاِنْ تَکْفُرُوْا بِہٖ فَاِنَّ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِلْکًا وَخَلْقًا وَعَبِیْدًا فَلَا یَضُرُّہٗ کُفْرُکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا بِخَلْقِہٖ حَکِیْمًا ﴿۱۷۰﴾ فِیْ صُنْعِہٖ بِھِمْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ الْاِنْجِیْلِ لَاتَغْلُوْا تَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَاتَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْلَ الْحَقَّ مِنْ تَنْزِیْھِہٖ عَنِ الشَّرِیْکِ وَالْوَلَدِ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَآ اَوْصَلَھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ اَیْ ذُوْ رُوْحٍ مِّنْہُ اُضِیْفَ اِلَیْہِ تَعَالٰی تَشْرِیْفًا لَہٗ وَلَیْسَ کَمَا زَعَمْتُمْ وَابْنَ اللّٰہِ اَوْ اِلٰھًا مَعَہٗ اَوْ ثَالِثَ ثَلٰثَۃٍ لِاَنَّ ذَا الرُّوْحِ مُرَکَّبٌ وَالْاِلٰہُ مُنَزَّہٌ عَنِ التَّرْکِیْبِ وَعَنْ نِسْبَۃِ الْمُرَکَّبِ اِلَیْہِ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَاتَقُوْلُوْا الْاٰلِھَۃُ ثَلٰثَۃٌ اَللّٰہُ وَعِیْسٰی وَاُمُّہٗ اِنْتَھُوْا عَنْ ذٰلِکَ وَاْتُوْا خَیْرًا لَّکُمْ مِنْہُ وَھُوَ التَّوْحِیْدُ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗ تَنْزِیْھًا لَہٗ عَنْ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ خَلْقًا وَالْمِلْکِیَّۃُ تُنَافِی النُّبُوَّۃَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ﴿۱۷۱﴾ شَھِیْدًا عَلٰی ذٰلِکَ۔

ترجمہ: .... ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ پر اور ان کے بعد نبیوں پر وحی بھیجی ہے۔ اور (جس طرح) ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ (دونوں صاحبزادہ ابراہیمؑ ہیں) اور یعقوبؑ (صاحبزادہ اسحاقؑ) اور اولاد یعقوبؑ (یعقوبؑ کی نسل میں جو نبی ہوئے ہیں) اور عیسےؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ، سلیمانؑ پر بھیجی ہے اور ہم نے عطا کی (سلیمانؑ کے والد) داؤدؑ کو زبور (لفظ زبور بالفتح ہے عطا کردہ کتاب کا نام ہے۔ اور بالضم مصدر ہے بمعنی مزبور و مکتوب)۔ اور (بھیجا ہم نے) ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم اس سے پہلے آپ کو سنا چکے ہیں اور کچھ ایسے رسول جن کا حال ہم نے آپ کو نہیں سنایا ہے (مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث فرمائے تھے۔ چار ہزار انبیاء بنی اسرائیل اور چار ہزار اور باقی انسانوں میں شیخ جلال الدین محلیؒ نے سورۂ غافر میں اس کو ذکر کیا ہے) اور کلام فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے (براہِ راست) خاص طور پر۔ ان سب رسولوں کو (پہلے رُسل سے یہ لفظ بدل ہو رہا ہے) خوشخبری دینے والے (ایمان لانے والوں کو ثواب کی) اور ڈرانے والے (کفار کو عذاب کا۔ ان کو ہم نے بھیجا ہے) تا کہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت (معذرت) باقی نہ رہے ان پیغمبروں کے (ان کی طرف بھیجنے کے) بعد (چنانچہ یہی کہنے لگیں۔ اے اللہ آپ نے کیوں نہ بھیجا ہمارے پاس اپنا رسول تا کہ ہم آپ کی آیات کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں شمار ہوتے۔ غرض کہ قطع حجت کے لئے ان کے پاس ہم نے اپنے رسول بھیج دیئے) اور اللہ میاں (اپنے ملک میں) غالب اور (اپنی صنعت میں) حکمت رکھنے و

الے ہیں (یہود سے آنحضرت (ﷺ) کی نبوت کے بارے میں کسی نے سوال کیا لیکن جب انہوں نے انکار کر دیا تو یہ آیت نازل ہوئی) لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں (آپ کی نبوت ظاہر کر رہے ہیں) اس کتاب کے ذریعہ جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے (قرآن کریم مع اپنے اعجاز کے) اور بھیجا بھی اپنے کمال علم کے ساتھ (متلبس کر کے یعنی اس سے خود واقف ہے یا اس کتاب میں اس کا علم ہے) اور فرشتے بھی تصدیق کر رہے ہیں (نیز آپ کی) اور اللہ ہی کی شہادت کافی ہے (اس پر) جو لوگ منکر ہیں (اللہ تعالیٰ کے) اور روکتے ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے (دین اسلام سے۔ نبی کریم (ﷺ) کی صفات کو چھپا کر۔ مراد اس سے یہود ہیں) وہ بھٹک گئے دور دراز کی گمراہیوں میں (حق سے) بلا شبہ جو لوگ منکر ہیں (اللہ کے) اور ظلم کر رہے ہیں (نبی کریم (ﷺ) پر۔ ان کی خوبیاں چھپا کر) تو اللہ تعالیٰ انہیں کبھی بخشنے والے نہیں ہیں اور نہ انہیں راہ دکھلائیں گے (راہوں میں سے) بجز راہ جہنم کے (یعنی ایسا راستہ جو ان کو جہنم رسید کر کے رہے گا) جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے (دوام ان کے حق میں طے ہو چکا ہوگا) اسی جہنم میں (جب ایک دفعہ اس میں داخل ہو جائیں گے) دائمی طور پر۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ معمولی (سہل) بات ہے۔ اے لوگو! (مکہ والو!) بلا شبہ تمہارے پاس رسول (محمد ﷺ) تشریف لا چکے ہیں۔ سچی بات تمہارے پروردگار کی طرف سے لے کر۔ سو تم (ان پر) ایمان لے آؤ (اور اختیار کرو۔ ایسی چیز کو) جو تمہارے لئے بہتر ہو (تمہاری موجودہ حالت سے) اور اگر تم (ان سے) منکر رہے تو آسمان وزمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے (اسی کی ملک، مخلوق اور بندے ہیں لہٰذا تمہارا کفر کرنا اس کے لئے ضرور رساں نہیں ہو سکتا) اور اللہ پوری طرف سب کچھ جاننے والے ہیں (اپنی مخلوق کا حال) اور کامل حکمت رکھنے والے ہیں۔ (اپنی مخلوق کے تمام کاموں میں) اے اہل کتاب (نصاریٰ) غلو مت کرو (حد سے آگے نہ بڑھو) اپنے دین میں۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بجز حق (بات) کے اور کچھ نہ کہو (شریک اور اولاد کی براءت کے سوا) مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے حکم کا ظہور ہیں جو القاء کیا گیا (ڈالا گیا) تھا مریم پر نیز ایک روح ہیں (جاندار ہیں) جو اللہ کی طرف سے بھیجی گئی تھی (روح کی اضافت حق تعالیٰ کی طرف تشریفاً کی گئی ہے یہ نہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو کہ وہ اللہ کے فرزند ہیں یا اللہ کے ساتھ شریک الوہیت ہیں یا تین خداؤں میں سے ایک ہیں کیونکہ ہر جاندار چیز مرکب ہوتی ہے اور اللہ کی شان ترکیب سے اور مرکب کی نسبت اس کی طرف کرنے سے بالا ہے) پس چاہئے کہ اللہ پر اور ان کے رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ یہ بات نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں (ایک اللہ، دوسرے عیسیٰ تیسرے عیسیٰ کی والدہ) باز آ جاؤ (ایسی بات کہنے سے اور وہ کام کرو جو) تمہارے لئے بہتر ہو (بہ نسبت تثلیث کے اور وہ توحید ہے) فی الحقیقت اللہ ہی اکیلے معبود ہیں۔ وہ اس سے پاک ہیں (ان کے لئے تنزیہ ثابت ہے) کہ ان کے کوئی فرزند نہ ہو۔ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب اسی کے لئے ہے (اس کی مخلوق اور ملکیت ہے۔ اور ملکیت اور فرزندی میں ایک دوسرے سے تضاد ہے) اور اللہ ہی کافی وکیل ہیں (اس پر نگران ہیں)

تحقیق وترکیب: .... الی نوح. حضرت نوحؑ سے ابتداء کرنا یا تو اول نذیر ہونے کی وجہ ہے یا اس لئے ہے کہ ان کی امت سب سے اول معذب ہوئی ہے ان کے بعد بارہ نامور انبیاء جو عرب اور اہل کتاب کے) نزدیک مسلم رہے ہیں۔ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ واتینا جملہ معطوف ہے او حینا پر۔

والاسباط ۔ سبط کی جمع ہے بمعنی قبیلہ۔ یعنی خاندان کی شان۔ وحی کے معنی زجاج کے نزدیک ایماء اور اعلام علی سبیل الا خفاء کے ہیں۔ زبور بروزن فعول بمعنی مفعول جیسے۔ رکوب. حلوب. زبر سے ماخوذ ہے زبرت بمعنی کتبت۔ حضرت داؤد پر جو کتاب نازل ہوئی جس میں ڈیڑھ سو سورتیں تھیں ہر سورت کو زبور کہا جاتا ہے لیکن ان میں کوئی حکم حلال حرام سے متعلق نہیں تھا بلکہ سب مضامین تسبیح تقدیس اور حمد کے ترانوں اور مواعظ ونصائح پر مشتمل تھے۔ لفظ زبور کی دوسری قرائت حمزہ کے نزدیک مضموم ہے۔ پس

یہ مصدر یعنی اسم مفرد بروزن مفعول ہوگا جیسا کہ دخول، جلوس، قعود ہیں۔ لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ فعول ضمہ کے ساتھ مصدر لازم آتا ہے نہ کہ متعدی۔ الا یہ کہ محفوظ الفاظ ہوں جیسے لزوم نھوک۔ حالانکہ زبور متعدی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ یہ لفظ جمع ہو زبور بالفتح مصدر کی باب ضرب ونصر سے بمعنی کتب جیسے فلس کی جمع فلوس یا پھر زبور بالکسر کی جمع ہے جیسے حمل حمول، قدر قدور۔ روی حاکم نے روایت کی ہے اور ابو یعلیٰ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے **کان من خلاعن اخوانی من الا نبیاء ثمانیة الا ف نبی ثم کان ابن مریم ثم کنت انا.**

اور ابوسعید عن انسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں **بعثت علی اثر ثمانیة الاف من الا نبیاء منهم اربعة الاف من بنی اسرائیل.** لیکن متعین طور پر انبیاء کی تفصیلی معرفت شرط ایمان نہیں ہے ورنہ سب کا تذکرہ ضروری تھا۔

وکلم اللّٰہ یہ عطف قصہ علی القصہ ہے اور مصدر مؤکد لانے سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ نے حقیقۃً کلام الٰہی سنا قدریہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ نے کسی چیز میں کلام پیدا فرما دیا تھا اور اس سے موسیٰ علیہ السلام نے سنا۔

لئلا یکون اس کا تعلق **ارسلنا** یا **مبشرین** یا **منذرین** کے ساتھ ہے **یشهد.** اللہ کی شہادت اور گواہی یہ ہے کہ انبیاء کے ہاتھ پر خوارق ومعجزات ظاہر فرمائے جو ایک طرح کی تصدیق ہے ورنہ کاذب کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور نہیں ہوسکتا۔ **بعلمه** اس میں معتزلہ پر رد ہے جو منکر صفات ہیں کیونکہ حق تعالیٰ خود اپنے لئے صفت علم ثابت کر رہے ہیں مفسر علامؒ دو توجیہیں کر رہے ہیں۔ پہلی توجیہ پر جار مجرور فاعل سے حال ہوگا۔ اور دوسری توجیہ پر مفعول سے حال ہوگا اور جملہ محل تفسیر میں ہوگا ماقبل سے **خلدین** ۔ یہ حال مقدرہ ہے مفعول **یهدیهم** سے اور ہدایت سے مراد راہ جہنم کی طرف ہدایت ہے۔ یہ دونوں آیات صرف ان کفار کے بارے میں ہیں جن کا ہدایت پر نہ آنا علم آلٰہی میں مقدر ہو چکا ہے۔ **بالحق** ای **بالا سلام** یا یہ حال ہے ای **محقا**۔

خیراً یہ منصوب ہے فعل مضمر **قصدوا** کی وجہ سے اور بعض نے **لکن الا یمان خیر الکم** تقدیر مانی ہے لیکن بصری اس کی اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ اس صورت میں کان سے اسم محذوف ماننا پڑے گا۔ نیز شرط وجزا کا حذف کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔

فلا یضره اشارہ ہے کہ جواب محذوف ہے اور **فان الله** حال برجواب ہے۔ **الکتاب.** اس کے بعد **الا نجیل** سے اشارہ ہے کہ عام سے مراد خاص ہے۔ پہلے یہود کا ذکر تھا۔ اب نصاریٰ کا ذکر ہے۔ اور بعض نے عام اہل کتاب یہود ونصاریٰ مراد لئے ہیں۔ افراط وتفریط کر کے دونوں ہی غلو میں مبتلا ہوئے۔ ایک گروہ نے خدا بنا کر۔ دوسرے گروہ نے سولی چڑھا کر اور ولد الزنا قرار دے کر۔

انما المسیح ۔ یہ مبتدا ہے اور عیسیٰ بدل ہے یا عطف بیان اور ابن مریم اس کی صفت اور رسول اللہ خبر ہے اور **و کلمة** اس پر معطوف ہے لفظ مسیح عبرانی زبان کا ہے اصل میں مشیحا تھا جس کے معنی مبارک کے ہیں۔ اگرچہ سارے عالم کی تخلیق لفظ کن سے فرمائی گئی لیکن بالوسائط، برخلاف حضرت عیسیٰ کے، وہ والد اور نطفہ کے بغیر لفظ کن سے پیدا ہوئے اور ان کو کلمہ اس لئے کہا گیا کہ جس طرح وہ کلام سے ہدایت حاصل کرتے تھے کلمہ سے بھی ہدایت حاصل کرتے تھے۔ اور چونکہ احیاء موتی کا معجزہ ان کو عطا ہوا تھا اس لئے روح کہا گیا۔ قرآن کریم کو بھی اس لحاظ سے روح کہا گیا ہے **و کذالك اوحینا الیك روحاً** کیونکہ اس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں۔ اور لفظ منہ تبعیضیہ نہیں ہے جیسا کہ نصاریٰ کا گمراہانہ خیال ہے بلکہ من ابتدائیہ ہے ایک نصرانی طبیب ہارون رشیدؒ کے دربار میں حاضر ہوا اور واقدیؒ سے مناظرہ کا اس نے چیلنج دیا کہ قرآن بھی مسیح کو جزء اللہ مانتا ہے اور استدلال میں یہی آیت پڑھی۔ فوراً واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے دوسری آیت تلاوت کردی **و سخرلکم مافی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعاً منه** ۔ یہاں بھی لفظ **منه** استعمال کیا گیا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ کل عالم اللہ کا جزء ہے۔ یہ سن کر نصرانی طبیب مبہوت ہوگیا اور بالآخر اس کو مسلمان ہونا

پڑا جس پر ہارون رشیدؒ نے خوش ہوکر واقدی کو خلعت فاخرہ عطا کیا۔

اللہ کی طرف روح کی نسبت بیت اللہ ناقۃ اللہ کی طرح تشریفاً ہے۔اور کلام عرب میں روح وریح کے معنی نفخ کے آتے ہیں۔ دونوں لفظ متقارب ہیں گویا نفخ جبریلی سے حضرت عیسیٰؑ کا تولد ہوا یہ ایسا ہی ہے جیسے دوسری آیت میں ہے فنفخنا فیه من روحنا . لیس کما زعمتم۔عیسائیوں میں تین مشہور فرقے ہیں۔یعقوبیہ۔نسطوریہ۔ملکانیہ ان میں سے ہرایک فرقہ کی طرف اشارہ ہے جو تثلیث کا قائل ہے لان ذالروح شکل اول سے مرکب قیاسی ہے۔ عیسیٰؑ ذوروح وکل ذی روح مرکب۔نتیجہ یہ ہے کہ عیسیٰؑ مرکب اس نتیجہ کو پھر دوسرے قیاس کا صغریٰ بنا کر اس طرح شکل ثانی بنائی گئی۔عیسےٰ مرکب والالٰه لا یکون مرکباً۔نتیجہ یہ نکلا کہ عیسیٰ لیس باله لا مستقلاً ولا واحدا من الثلاثة ولا ابن الله ۔ثلاثة. یہ خبر ہے الالهة اس سے پہلے مبتدا محذوف ہے۔ انتهوا خیر الكم اول کے متعلق اور ثانی کے عامل محذوف ہونے کی طرف اشارہ کردیا۔ سبحنه . ای سبحه تسبیحاً۔یہ منصوب ہے۔ مصدر یا اسم مصدر یا علم مصدر ہے۔

ربط :............اہل کتاب چونکہ دوسری قوم کے اتباع میں عار محسوس کرتے تھے نیز عرصہ سے ان میں کوئی نبی نہیں آیا جس کی وجہ سے نبی کے بارے میں طرح طرح کے اوہام اور غلط خیالات کا شکار رہتے تھے۔کبھی یہود کہتے ان تنزل علیهم کتاباً من السماء الخ جس کا منشاء محض جہل تھا اس لئے آیت انا او حینا الیك سے بارہ مسلم انبیاءؑ کا ذکر کرکے اس کی تردید کی جارہی ہے کہ یہ حضرات بھی مختلف قوموں سے تعلق رکھتے تھے پھر ان کا اتباع کیسے کیا گیا۔نیز ان میں سے کسی پر بھی پوری کتاب ایک دم نازل نہیں کی گئی ہے۔ پھر آنحضرت (ﷺ) سے یہ بیجا فرمائش کیسی؟ اگر اثبات نبوت ان باتوں پر موقوف ہے تو تمام انبیاءؑ میں اس کا لزوم ہونا چاہئے حالانکہ لازم منتفی ہے پس توقف بھی باطل ہے غرض کہ جس دلیل سے دوسروں کی نبوت مانی ہے اسی دلیل سے آپ (ﷺ) کی نبوت بھی واجب التسلیم ہے۔اس کے بعد یا ایها الناس الخ سے خطاب عام ہے تصدیق نبوت کے سلسلہ میں۔اور پھر یا اهل الکتب سے خطاب خاص نصاریٰ کو جس میں ان کے غلو کا ابطال ہے۔

شانِ نزول:............یہود میں سے مسکین اور عدی بن زید نے آنحضرت (ﷺ) سے اعتراضاً کہا یا محمد ما نعلم ان الله انزل علی بشر من شئی من بعد موسیٰ ۔اس پر تردیداً ان آیات کا نزول ہوا ہے۔اور بعض کی رائے میں ان کا نزول یہود کے قول لن نومن لک حتیٰ تنزل علینا کتاباً کے سلسلہ میں ہوا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت جب آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ (ﷺ) نے فرمایا انی والله اعلم انکم تعلمون انی رسول الله یہود نے جواباً کہا مانعلم ذلك اس پر آیت لکن الله یشهدا لخ نازل ہوئی۔

دوسری روایت ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ جب آیت انا اوحینا الخ نازل ہوئی تو یہود نے کہا ما نشهد لك اس پر آیت لکن الله یشهد الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:............ **تمام مذاہب کی مذہبی تعلیم کا نچوڑ:**............وحدت دین کی اس اصل عظیم کا اعلان ہے کہ نوع انسانی کے لئے خدائی کی سچائی ایک ہی میں ہے اور تمام رہنماؤں نے اسی کی تعلیم دی ہے۔لیکن یہ پیروان مذاہب کی بے پرواہی

ہے کہ گروہ بندیاں کر کے الگ الگ دین بنالئے اور ایک دین کے بھی بہتر (۷۲) دین کر لئے اور لگے ایک دوسرے کو جھٹلانے۔ لیکن ہدایت الٰہی مندرجہ ذیل باتوں پر روشنی ڈال رہی ہے۔ (۱) قرآن کریم اگرچہ بعض پیغمبروں کا ذکر کرتا ہے اور بعض کا نہیں کرتا لیکن تصدیق سب کی کرتا ہے اور سب پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ (۲) کوئی عہد اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں خدا نے پیغمبر نہ بھیجے ہوں۔ (۳) جو لوگ سچے ہیں اور علم حقیقی میں پکے ہیں وہ جس طرح پچھلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن کریم پر بھی اسی طرح ایمان رکھتے ہیں۔ اور اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ خدائی دین ایک ہے اور جس طرح پہلے بے شمار پیغمبروں پر خدا کی سچائی نازل ہو چکی ہے۔ اسی طرح پیغمبر اسلام پر بھی نازل ہوئی ہے۔ (۴) یہود کا یہ گمراہانہ اعتراض غلط ہے کہ آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب کیوں نہیں اتار دی جاتی؟ کیونکہ یہ بے شمار نبی جو تورات کی مشہور شخصیتیں ہیں ان میں سے کسی پر بھی ایسی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ ایسا ہونا سنت الٰہی کے بھی خلاف ہے۔ پس جس طرح خدا نے نبیوں کو اپنی وحی سے نوازا ہے، اسی طرح اور اسی قسم کی وحی سے پیغمبر اسلام (ﷺ) کو بھی سرفراز فرمایا ہے۔

اہل مذاہب کا دینی غلو:.......... لیکن اہل کتاب بالخصوص نصاریٰ کی ایک بہت بڑی گمراہی دینی غلو ہے۔ یعنی حق و اعتدال سے ہٹ کر ادھر ادھر ہو جانا اور میانہ روی کو چھوڑ کر بہت دور نکل جانا۔ اگر کسی کی محبت و تعظیم پر آتے ہیں تو اتنے کہ خدائی کے منصب پر بٹھلا دیتے ہیں۔ اور مخالفت پر آتے ہیں تو اتنے کہ حد انسانیت و شرافت سے بھی گرا دیتے ہیں۔ زہد و عبادت کی راہ چلے تو اتنی دور نکل گئے کہ رہبانیت کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ اگر دنیا کے پیچھے پڑے تو اتنے بگٹٹ دوڑے کہ نیک و بد کی تمیز ہی نہ رہی۔ غرض یہ کہ یہود و نصاریٰ دونوں گمراہیوں کا شکار ہوئے، لیکن بالخصوص عیسائی اس درجہ غلو کا شکار ہوئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور ایک خدا کی جگہ تین خداؤں کا اعتقاد پیدا کیا۔ جس کا رد علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں خوب لکھا ہے کہ یہودی کا غلو تو یہ تھا کہ وہ ظواہر میں بہت تعمق کرتے اور باطن کی نفی کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مظہر صفات الٰہی ہونے سے انکار کرتے تھے اور نصاریٰ ان کے برعکس بواطن میں زیادہ تعمق کرتے اور ظواہر کے منکر تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو درجہ الوہیت تک پہنچا کر چھوڑا اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ موجودہ عیسائی اس میں سے بعض اقوال کا انکار کرتے ہیں، لیکن ممکن ہے کہ اس زمانہ کی عیسائی انکے قائل ہوں اور یا پھر یہ کہا جائے کہ ان اقوال سے یہ عقائد لازم آتے ہیں اور لازم بین مثل ملزوم ہوتا ہے۔ غرضیکہ ان آیات میں حسن الاستدلال سے کام لیا گیا ہے۔

نصاریٰ میں شرکیہ عقیدہ کا آغاز:.......... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا یا ابن اللہ ہونے کا عقیدہ حواریوں کے بعد پولوس کے اشارات سے پیدا ہوا تھا۔ جس کو بہت سے قدیم دیندار جو حواریوں کے معتقد تھے نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ آریوس وغیرہ محققین نے اسکندریہ میں اس عقیدے کا بڑے زور وشور سے بطلان کیا۔ ان کے بعد بھی یونی میرین وغیرہ فریق منکر رہے۔ لیکن زیادہ تر گروہ پولوس کے مریدین کا تھا۔ اس لئے دوسری صدی عیسوی میں اس عقیدے نے اکثر کلیساؤں میں بار پیدا کر لیا۔ آنحضرت (ﷺ) کے زمانہ میں بھی کلیسائی دنیا کا یہی عقیدہ تھا۔ جس کی قرآن تردید کر رہا ہے۔

ان کے بالمقابل یہود تھے جو ان کو حرامی اور عیاذاً باللہ ولد الزنا قرار دیتے تھے۔ قرآن نے اس باطل اور خلاف واقعہ بات کی بھی تردید کی۔ کلمۃ اللہ اور روح اللہ اور رسول اللہ کہہ کر دونوں کی تغلیط کر دی۔ یہود کی تو اس طرح کہ وہ ان کو حرامی، جھوٹا، جادوگر سمجھتے تھے۔ تو بتلا دیا کہ یہ باتیں منافی ہیں۔ ان کی رسالت و تقدیس کے بعد اور عیسائیوں کی تردید اس طرح کہ ان میں اوصاف بشریت ہیں

جو منافی ہیں الوہیت کے۔ پس انتفاء لازم مستلزم ہے انتفا ملزوم کو۔

نیچریوں کا اشکال:............بعض نیچریوں کا خیال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قرآن سے ثابت نہیں ہے، لیکن کلمة القها الي مريم وروح منه نص قرآنی اس خیال کی تردید کر رہی ہے۔ دوسری نصوص سے بھی اس آیت کی تائید ہوتی ہے اور عقلاً بھی ممکن بلکہ واقع ہے۔ جیسا کہ حشرات الارض ہیں۔ ان مثل عیسیٰ الخ میں نظیر پیش کر کے اسی کی تقریر کی گئی ہے۔

لطائف آیات:............آیت ولا تقولوا علی اللہ الا الحق میں توحید محمدی مراد ہے جس میں ظاہر و باطن کو جمع کرنا ہوتا ہے۔ آیت ولا تقولوا ثلاثة سے حلول واتحاد کا بطلان صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ جس سے جاہل صوفیوں کی اور حلولی فرقوں کی تغلیط ہو رہی ہے جو اوتاروں جیسا عقیدہ رکھتے ہیں۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ يَتَكَبَّرَ وَيَانِفَ **الْمَسِيْحُ** الَّذِىْ زَعَمْتُمْ اَنَّهٗ اِلٰهٌ عَنْ **اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ** عِنْدَ اللّٰهِ لَا يَسْتَنْكِفُوْنَ اَنْ يَّكُوْنُوْا عَبِيْدًا وَهٰذَا مِنْ اَحْسَنِ الْاِسْتِطْرَادِ ذُكِرَ لِلرَّدِّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ اَنَّهَا اٰلِهَةٌ اَوْ بَنَاتُ اللّٰهِ كَمَا رَدَّ بِمَا قَبْلَهٗ عَلَى النَّصَارٰى الزَّاعِمِيْنَ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدُ خِطَابُهُمْ **وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴿۱۷۲﴾** فِى الْاٰخِرَةِ **فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ** ثَوَابَ اَعْمَالِهِمْ **وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ** مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ **وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا** عَنْ عِبَادَتِهٖ **فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا** مُؤْلِمًا هُوَ عَذَابُ النَّارِ **وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ** اَىْ غَيْرِهٖ **وَلِيًّا** يَدْفَعُهٗ عَنْهُمْ **وَّلَا نَصِيْرًا﴿۱۷۳﴾** يَمْنَعُهُمْ مِنْهُ **يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ** حُجَّةٌ **مِّنْ رَّبِّكُمْ** عَلَيْكُمْ وَهُوَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴿۱۷۴﴾** بَيِّنًا وَهُوَ الْقُرْاٰنُ **فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِىْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا** طَرِيْقًا **مُّسْتَقِيْمًا﴿۱۷۵﴾** هُوَ دِيْنُ الْاِسْلَامِ **يَسْتَفْتُوْنَكَ** فِى الْكَلٰلَةِ **قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا** مَرْفُوْعٌ بِفِعْلٍ يُفَسِّرُهٗ **هَلَكَ** مَاتَ **لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ** اَىْ وَلَا وَالِدٌ وَهُوَ الْكَلٰلَةُ **وَّلَهٗٓ اُخْتٌ** مِنْ اَبَوَيْنِ اَوْ اَبٍ **فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ** اَىِ الْاَخُ كَذٰلِكَ **يَرِثُهَآ** جَمِيْعَ مَا تَرَكَتْ **اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ** فَاِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ ذَكَرٌ فَلَا شَىْءَ لَهٗ اَوْ اُنْثٰى فَلَهٗ مَا فَضَلَ عَنْ نَصِيْبِهَا وَلَوْ كَانَتِ الْاُخْتُ اَوِ الْاَخُ مِنْ اُمٍّ فَفَرْضُهُ السُّدُسُ كَمَا تَقَدَّمَ اَوَّلَ السُّوْرَةِ **فَاِنْ كَانَتَا** اَىِ الْاُخْتَانِ **اثْنَتَيْنِ** اَىْ فَصَاعِدًا لِاَنَّهَا نَزَلَتْ فِىْ جَابِرٍ وَقَدْ مَاتَ عَنْ اَخَوَاتٍ **فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ** الْاَخُ **وَاِنْ كَانُوْٓا** اَىِ الْوَرَثَةُ **اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ** مِنْهُمْ **مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ** شَرَائِعَ دِيْنِكُمْ لِ **اَنْ لَا تَضِلُّوْا**

وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴿۱۷۶﴾ وَمِنْہُ الْمِیْرَاثُ رَوَی الشَّیْخَانِ عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّھَا اٰخِرُ اٰیَۃٍ نَزَلَتْ مِنَ الْفَرَائِضِ ۔

ترجمہ:............ ہرگز عار (تکبر اور گھمنڈ) نہیں مسیح کو (جنہیں تم خدا بنائے بیٹھے ہو) کہ وہ خدا کے بندے سمجھے جائیں اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہوں (اللہ کے نزدیک اس بات سے ننگ و عار ہے کہ انہیں اللہ کا بندہ سمجھا جائے اور یہ بہترین استطراد ہے۔ ان مشرکین پر رد کرنا ہے جن کا گمان یہ تھا کہ ملائکہ خدا ہیں یا خدا کی بیٹیاں۔ جیسا کہ پہلا جملہ عیسائیوں پر رد تھا جو اس قسم کے گمان باطل میں بتلا تھے۔ اور مقصود ان ہی کو خطاب کرنا ہے) اور جو کوئی اللہ کی بندگی میں ننگ و عار سمجھے اور گھمنڈ کرے۔ تو وہ وقت دور نہیں کہ اللہ سب کو اپنے حضور (آخرت میں) جمع کریں گے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں تو ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ (ان کے اعمال کا ثواب) انہیں دے دیں گے اور اپنے فضل سے اس میں زیادتی بھی فرمائیں گے۔ (اتنی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوگی اور نہ کسی کان نے سنی ہوگی اور نہ کسی انسان کے دل میں کبھی اس کا خیال گذرا ہوگا) لیکن جن لوگوں نے بندگی کو عار سمجھا اور گھمنڈ کیا (اس کی بندگی سے) تو انہیں دردناک عذاب دیں گے (جو نہایت تکلیف دہ ہوگا یعنی عذاب جہنم) اور انہیں اللہ کے سوا (اللہ کے علاوہ) نہ کوئی رفیق ملے گا (جو اس عذاب کو دفع کر سکے) اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ (جو ان سے عذاب روک سکے) لوگو! تمہارے پاس آچکی ہے برہان (دلیل) تمہارے پروردگار کی طرف سے (جو تمہارے لئے قائم ہو چکی ہے یعنی نبی کریم ﷺ) اور ہم نے تمہاری طرف چمکتی ہوئی روشنی بھیج دی (جو بالکل واضح ہے یعنی قرآن پاک) پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کا سہارا مضبوط پکڑ لیا تو وہ انہیں عنقریب اپنی رحمت کے سایہ میں داخل کر دیں گے اور ان پر اپنا فضل فرمائیں گے۔ اور انہیں اپنے رب تک پہنچنے کی راہ دکھلائیں گے جو بالکل سیدھی ہے (یعنی مذہب اسلام) لوگ آپ سے (کلالہ کے بارے میں) حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا آدمی (یہ مرفوع ہے جس کی تفسیر آئندہ فعل کر رہا ہے) مر جائے (وفات پا جائے) کہ جس کی اولاد نہ ہو (اور نہ اس کا والد ہو۔ اس کو کلالہ کہتے ہیں) اور اس کے بہن ہو (حقیقی یا علاتی) تو اس کو آدھا ملے گا جو کچھ مرنے والے نے چھوڑا ہے اس میں سے اور خود وہ (بھائی بھی اسی طرح) سب مال کا وارث ہوگا اس بہن کے مال کا اگر بہن کی کوئی اولاد نہ ہو (لیکن اگر بہن کے نرینہ اولاد ہو تو پھر بھائی کا حصہ کچھ نہیں۔ اور لڑکی ہے تو پھر بھائی کو وہ ملے گا جو لڑکی کے حصہ سے بچے گا۔ لیکن اگر بہن بھائی اخیافی ہوں تو ان کا ترکہ چھٹا حصہ ہے جیسا کہ شروع سورت میں گذر چکا ہے) پھر اگر ہوں (بہنیں) دو (یا دو سے زیادہ۔ کیونکہ یہ آیت جابرؓ کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ کئی بہنیں چھوڑ کر انتقال کر گئے تھے) تو انہیں (بھائی کے) ترکہ میں سے دو تہائی ملے گا اور اگر (میراث پانے والے) بھائی بہن کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں تو پھر (ان میں سے) ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تم سے اس لئے بیان فرما دیتے ہیں (مذہبی احکام تاکہ) تم گمراہ (نہ) ہو اور اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا علم رکھنے والے ہیں (منجملہ ان باتوں کے میراث ہے شیخین براءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرائض کے سلسلہ کی یہ آخری آیت ہے۔)

تحقیق وترکیب:............ **ولا الملائکۃ** پوری عبارت اس طرح تھی **ولا الملائکۃ المقربون ان یکونوا عباد اللّٰہ** لیکن ایجازاً حذف کر دیا اور اس لئے کہ لفظ عباد اللہ پر دلالت کر رہا ہے۔ اس آیت سے معتزلہ تفضیل پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ ترتیب طبعی یہ ہے کہ ترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ ہوا کرتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے **فلان لا یستنکف عن خدمتی ولا ابواہ** یہ نہیں کہا جائے گا **ولا عبدہ** پس **ولا الملائکۃ المقربون** ایسا ہے جیسے **ولا من ھو اعلی منہ قدراً** کہہ دیا۔ چنانچہ لفظ **مقربون** اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس سے صرف ملائکہ کی تفضیل حضرت عیسیٰؑ پر ثابت ہوئی اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض اہل سنت اس کے بھی قائل ہوئے ہیں تو اثبات مدعا کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ دعویٰ تو عام ہے کہ تمام ملائکہ تمام انسانوں سے افضل ہیں مگر دلیل خاص نکلی کہ تمام ملائکہ صرف حضرت عیسیٰؑ سے افضل ہیں جو مفید مدعا نہیں۔ دوسرے اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ اگر

ملائکہ کو افضل نہ مانا جائے تو ترقی من الادنیٰ الی الا علیٰ نہیں رہتی بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اس صورت میں بھی یہ ترتیب طبعی باقی رہتی ہے۔ کیونکہ منشاء یہ ہے کہ اگر بے باپ ہونا بندگی کے منافی ہوتا تو بے ماں باپ ہونا بدرجہ اولیٰ بندگی کے منافی ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ ان دونوں قسموں کو اللہ کی بندگی سے عار نہیں جیسے حضرت عیسیٰ اور ملائکہ مقربین۔ غرض کہ اعجاز ولادت میں ملائکہ حضرت عیسیٰ سے بڑھ گئے۔ اس لئے اہل سنت کا عقیدہ ہی برحال رہا۔ اور اس سے عدول کا کوئی مقتضی نہ ہوا۔

من احسن الا ستطراد. استطراد کہتے ہیں کسی چیز کو کسی مناسبت کی وجہ سے بے محل ذکر کرنا۔ پس یہاں عیسائیوں پر ان کے شرکیہ افعال کے بارے میں رد کیا جارہا ہے اس مناسبت سے مشرکین پر بھی رد ہو گیا کیونکہ جرم تو مشترک ہے۔

ومن یستنکف پوری عبارت اس طرح تھی ومن یستنکف ومن لا یستنکف جیسا کہ عموم جواب فسیحشرھم اس پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ حشر تو متکبرین اور غیر متکبرین سب کا ہوگا۔ نیز فاما الذین الخ کی تفصیل بھی اس پر دلالت کر رہی ہے پس تفصیل میں آنے کی وجہ سے ہی اجمال سے حذف کر دیا گیا ہے۔

ویستکبر. استنکاف کہتے ہیں بلا استحقاق بڑائی کو۔ اور تکبر کہتے ہیں استحقاق کے ساتھ بڑائی کو۔ استنکاف تکبر سے بڑھا ہوا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے ہی ایک دوسرے پر عطف کیا گیا ہے۔ ما لا عین رات متعدد تفصیل کی نفی کرنی ہے ورنہ اجمالاً تو نعمائے جنت کا تذکرہ ہماری زبانوں پر بھی ہوتا ہے اور دلوں میں بھی خطور ہوتا ہے۔

یستفتونک یہاں سے الکلالۃ محذوف ہے جس پر ثانی الکلالۃ دلالت کر رہا ہے جو لوگ کلالہ میں صرف اولاد نہ ہونا کافی سمجھتے ہیں جیسے ابن عباسؓ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جریر کی روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن جمہور کے نزدیک کلالہ کہتے ہیں جس کے نہ اولاد ہو اور نہ باپ دادا۔ جیسا کہ ابوبکر نے ابن ابی شیبہ سے تخریج کی ہے۔ جلال مفسرؒ نے جمہور کی تائید کی ہے اور کلالہ اس وارث کو بھی کہتے ہیں جو نہ میت کے ماں باپ سے ہو اور نہ اولاد میں سے۔ یہ لفظ کل سے مشتق ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں چونکہ ایسے آدمی کو اپنی کفالت اور وراثت میں لینا انسان بار سمجھتا ہے اس لئے کلالہ کہا گیا ہے۔

آیت میں صرف اولاد نہ ہونے پر اس لئے اکتفاء کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ قریب اولاد کے نہ ہونے کی صورت میں جب بھائی میراث سے محروم نہیں تو باپ دادا جو بعید ہیں ان کے نہ ہونے سے بدرجہ اولیٰ محروم نہیں رہنا چاہئے تو گویا انتفاء ولد انتفاء والد پر بدرجہ اولیٰ دلالت کر رہا ہے۔ اس کا اطلاق کبھی ایسے شخص پر بھی کر دیا جاتا ہے جو علاوہ اولاد اور باپ دادا کے میراث سے محروم رہے۔

وقد مات حضرت جابرؓ کی وفات آنحضرت (ﷺ) کے بہت بعد ہوئی۔ حتی کہ تمام صحابہؓ میں وفات کے لحاظ سے ان کو آخری شخص مانا گیا ہے لان لا تضلوا کسائی نے اسی طرح تفسیر کی ہے اور آیت میں لا مبالغہ کی وجہ سے محذوف ہے گویا مفعول لہٗ ہے اور بعض نے تقدیر کراھۃ ان تضلوا نکالی ہے۔ حذف لا کے ساتھ کوفیوں کے نزدیک من الفرائض اس قید سے ابن عباسؓ کی روایت اب معارض نہیں رہی کہ اخر ایۃ نزلت ایۃ الربوا ثم سورۃ النساء۔

ربط :............ پچھلی آیت میں توحید کا اثبات اور تثلیث کا ابطال کیا تھا آیت لن یستنکف الخ میں اسی کی تاکید کے لئے ترقی ہے کہ عیسیٰ معبود تو کیا ہوتے وہ اور مقرب فرشتے سب اس کے عبد اور بندے ہیں تو گویا مدعی سُست، گواہ چست کا مضمون ہو گیا اس کے بعد مقرین ومنکرین کی جزا وسزا کا بیان ہے۔ پھر آیت یا ایھا الناس سے خطاب عام کے ساتھ پیغمبر (ﷺ) اسلام اور قرآن کی تصدیق ہے۔ اس کے بعد آیت یستفتونک میں ابتداء سورت کی طرح میراث سے متعلق ایک خاص صورت کا حکم بیان کر کے سورت کو ختم کر دیا گیا تا کہ مضمون کی بلاغت واہمیت بڑھ جائے۔

شان نزول:.......... حضرت جابرؓ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے آنحضرت (ﷺ) عیادت کو تشریف لائے تو جابرؓ نے عرض کیا یا

رسول اللہ (ﷺ) میں کلالہ ہوں۔ میرے لئے میراث کے سلسلہ میں کیا حکم ہے؟ لیکن صاحب کشاف نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت (ﷺ) حجۃ الوداع میں تشریف لے جارہے تھے کہ مکہ کے راستہ میں جابرؓ بن عبداللہ آئے اور عرض کیا کہ میری ایک بہن ہے مجھے اس کی میراث کتنی ملنی چاہئے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ان دونوں روایتوں میں یہ فرق رہا کہ اول صورت میں تو بہن کا حصہ دریافت کرنا مقصود تھا۔ اور دوسری صورت میں بھائی کا حصہ دریافت کرنا ہوا۔ امام زاہدؒ نے صرف دوسری روایت نقل کر کے کہا ہے کہ بہن کا ترکہ دریافت کرر ہے تھے مگر بہن سے پہلے خود انتقال کر گئے۔ پس حق تعالیٰ اول بھائی کا حصہ اور بعد میں بہن کا حصہ ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کرر ہے ہیں کہ انسان خود اپنی موت کے لئے تیار رہے نہ کہ مال کے لالچ میں دوسرے کے مرنے کی فکر میں رہے۔ اور لباب میں ابن مردویہ سے حضرت عمرؓ کا سوال کرنا بھی سبب نزول بیان کیا گیا ہے۔ اور تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ کلالہ سے متعلق پہلی آیت نساء موسم سرما میں اور یہ آخری آیت نساء موسم گرما میں نازل ہوئی ہے۔

﴿تشریح﴾: .... نبی کے اتباع سے استنکاف گویا اطاعت الٰہی سے استنکاف ہے: .... بظاہر آیت **فاما الذین استنکفوا** پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے زمانہ میں ان لوگوں کو نہ اللہ کی عبادت سے استنکاف تھا اور نہ تکبر۔ بلکہ صرف اس مضمون کے من اللہ ہونے یا جزو عبادت ہونے میں کلام تھا۔ پھر استنکاف کا الزام کیوں دیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ ان کے مجموعہ احوال سے یہ ثابت ہے کہ ان پر حق واضح ہو چکا تھا **یعرفون کما یعرفون ابناء ھم**۔ البتہ آنحضرت (ﷺ) کا اتباع ناگوار تھا حالانکہ آپ کا اتباع مامور بہ ہے اور ہر مامور بہ عبادت ہوا کرتا ہے پس آپ کے اتباع سے عار ہونا گویا اللہ کی عبادت سے عار ہے۔ آیت **فاما الذین امنوا الخ** میں ایمان اور عمل کی جزاء صراط مستقیم اور طریق رضا کی طرف ہدایت بتلائی ہے حالانکہ یہی طریق رضا ایمان وعمل ہے پس اس کو ثمرہ کہنا تحصیل حاصل ہے؟ لیکن کہا جائے گا کہ ایمان وعمل کی دوحیثیتیں ہیں زمانہ ماضی میں یہ دونوں چیزیں سبب تھیں اور زمانہ مستقبل میں یہی دو چیزیں مسبب اور ثمرہ ہوئیں اس طرح تو دونوں میں فی الجملہ مغایرت ہوگئی اس لئے تحصیل حاصل لازم نہیں آیا کیونکہ حاصل یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اطاعت پر ثبات نصیب ہوتا ہے۔

احکام میراث کے تکرار کا نکتہ: .... ابتداء سورت میں ایک رکوع گذرنے پر میراث و وصیت کے احکام بیان کئے گئے اس کے ایک پارہ بعد پھر احکام میراث کا اعادہ کیا گیا ہے اور اب اختتام سورت پر بھی اس کا اعادہ کیا جارہا ہے۔ اس طرح تین متفرق جگہ احکام میراث بیان کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس بارے میں اسلام سے پہلے جو کوتاہیاں عمل میں آرہی تھیں اب وہ نظر انداز ہوجانی چاہئیں اور بہن سے مراد یہاں یا حقیقی بہن ہوگی یا علاتی۔ اخیافی بہن بالا جماع مراد نہیں ہے۔ کیونکہ بھائی عصبہ ہوگیا ہے حالانکہ اخیافی بھائی عصبہ نہیں ہوا کرتا برخلاف اول صورت کی آیت کے وہاں بہن بھائی اخیافی مراد تھے کیونکہ وہاں چھٹا حصہ بیان کیا گیا تھا اور وہ ماں شریک اولاد ہی کے مناسب ہے۔ غرض کہ اس طرح کلالہ کی تینوں صورتوں کا حکم معلوم ہوگیا دو کا یہاں اور ایک کا پہلے۔ یعنی (۱) اگر کسی کی بہن یا بھائی مرے اور اس کے اولاد اور والدین نہ ہوں تو بہن کو نصف اور بھائی کو کل ترکہ ملے گا (۲) اگر لاولد مرنے والے کے دو بہنیں ہوں تو دو تہائی ترکہ ان کو اور بقیہ دوسرے وارثوں کو ملے گا۔ (۳) اور کئی بہن بھائی ہوں یا ایک بہن اور ایک بھائی کلالہ نے چھوڑے ہوں تو بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا حصہ دیا جائے گا۔

لطائف آیات: .... **لن یستنکف الخ** سے معلوم ہوا کہ عبدیت شرف کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔

سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً اَوِ اثْنَتَانِ اَوْ ثَلٰثٌ وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

ترجمہ:.........سورۂ مائدہ مدنیہ ہے جس میں ایک سو بیس یا بائیس یا تئیس آیتیں علی اختلاف الاقوال ہیں۔ اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ الْعُهُوْدِ الْمُؤَكَّدَةِ الَّتِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَوِ النَّاسِ **اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ** اِلْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اَكْلًا بَعْدَ الذَّبْحِ **اِلَّا مَايُتْلٰى عَلَيْكُمْ** تَحْرِيْمُهٗ فِيْ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الْاٰيَةَ فَالْاِسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مُتَّصِلًا وَالتَّحْرِيْمُ لِمَا عَرَضَ مِنَ الْمَوْتِ وَنَحْوِهٖ **غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ** اَيْ مُحْرِمُوْنَ وَنَصْبُ غَيْرَ عَلَى الْحَالِ مِنْ ضَمِيْرِ لَكُمْ **اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَايُرِيْدُ﴿۱﴾** مِنَ التَّحْلِيْلِ وَغَيْرِهٖ وَلَا اِعْتِرَاضَ عَلَيْهِ **يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ** جَمْعُ شَعِيْرَةٍ اَيْ مَعَالِمَ دِيْنِهٖ بِالصَّيْدِ فِي الْاِحْرَامِ **وَلَاالشَّهْرَ الْحَرَامَ** بِالْقِتَالِ فِيْهِ **وَلَا الْهَدْيَ** مَا اُهْدِيَ اِلَى الْحَرَمِ مِنَ النَّعَمِ بِالتَّعَرُّضِ لَهٗ **وَلَاالْقَلَآئِدَ** جَمْعُ قِلَادَةٍ وَهِيَ مَاكَانَ يَتَقَلَّدُ بِهٖ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ لِيَأْمَنَ اَيْ فَلَاتَتَعَرَّضُوْا لَهَا اَوْ لِاَصْحَابِهَا **وَلَآ** تُحِلُّوْا **اٰمِّيْنَ** قَاصِدِيْنَ **الْبَيْتَ الْحَرَامَ** بِاَنْ تُقَاتِلُوْهُمْ **يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا** رِزْقًا **مِّنْ رَّبِّهِمْ** بِالتِّجَارَةِ **وَرِضْوَانًا** مِنْهُ بِقَصْدِهٖ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِاٰيَةِ بَرَاءَةٍ **وَاِذَا حَلَلْتُمْ** مِنَ الْاِحْرَامِ **فَاصْطَادُوْا** اَمْرُ اِبَاحَةٍ **وَلَايَجْرِمَنَّكُمْ** يَكْسِبَنَّكُمْ **شَنَاٰنُ** بِفَتْحِ النُّوْنِ وَسُكُوْنِهَا بُغْضُ **قَوْمٍ** لِاَجْلِ **اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا** عَلَيْهِمْ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهٖ **وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ** فِعْلُ مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ **وَالتَّقْوٰى** بِتَرْكِ مَانُهِيْتُمْ عَنْهُ **وَلَاتَعَاوَنُوْا** فِيْهِ حُذِفَ اِحْدَى التَّائَيْنِ فِي الْاَصْلِ **عَلَى الْاِثْمِ** الْمَعَاصِيْ **وَالْعُدْوَانِ** التَّعَدِّيْ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** خَافُوْا عِقَابَهٗ بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ **اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴿۲﴾** لِمَنْ خَالَفَهٗ.

ترجمہ:.........مسلمانو! اپنے معاہدے پورے کرو (وہ مضبوط معاہدے جو تم نے اپنے اور اللہ کے۔ یا اپنے اور دوسرے لوگوں

کے درمیان کرر کھے ہیں) تمہارے لئے مویشی جانور حلال کر دیئے گئے ہیں (اونٹ، گائے، بیل، بھینسیں، بکری، بکرا، بھیڑ وغیرہ کو ذبح کے بعد کھانا) مگر وہ جن کی نسبت آئندہ حکم سنایا جائے گا (اس کی حرمت کا حکم آیت حرمت علیکم المیتة الخ سنایا جا رہا ہے اس لحاظ سے یہ استثناء منقطع ہوا اور استثناء متصل بھی ہوسکتا ہے اور تحریم سے مراد موت وغیرہ سے جو چیزیں عارض ہوتی ہیں) لیکن جب احرام کی حالت میں ہو تو پھر شکار کرنا حلال نہ سمجھ لو (یعنی درانحالیکہ تم محرم ہو۔ لفظ غیر منصوب علی الحال لکم کی ضمیر سے) بلاشبہ اللہ جیسا کچھ چاہتے ہیں حکم دے دیتے ہیں (حلال وغیرہ کرنے کا اس پر کچھ اعتراض نہیں کیا جا سکتا) مسلمانو! بے حرمتی نہ کرو اللہ کے شعائر کی (یہ جمع ہے شعیرہ کی یعنی نشانات دین کی بے حرمتی نہ کرو بحالت احرام شکار کھیل کر) اور نہ محترم مہینوں کی (ان میں جنگ و جدال کر کے) اور نہ قربانی کی (جانوروں کی جو ہدی حرم کی طرف روانہ کی جاتی ہے اس سے یا اس کے لے جانے والے سے تعرض نہ کرو) اور نہ ان جانوروں کی جن کی گردنوں میں پٹے ڈال دیئے جاتے ہیں (قلائد جمع قلادہ کی ہے حرم کے درختوں سے بنا کر بطور علامت جو پہنایا جاتا ہے جس کو دیکھ کر جانور سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ یعنی نہ اس جانور سے تعرض کرو اور نہ لے جانے والے سے) نیز ان لوگوں کی (بے حرمتی) نہ کرو جو ارادہ (قصد) رکھتے ہیں بیت الحرام کا (اس طرح کہ ان کو مار ڈالو) وہ ڈھونڈتے ہیں فضل (روزی) اپنے پروردگار کا (تجارت کر کے) اور (اس کی) خوشنودی (اپنے گمان کے مطابق بیت الحرام کا قصد کر کے۔ یہ حکم آیت براءت سے منسوخ ہو چکا ہے) اور جب تم (احرام سے) باہر آ جاؤ تو پھر شکار کر سکتے ہو (یہ حکم اباحتی ہے) اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں ابھار دے (اکسا دے) دشمنی (فتح نون اور سکون نون کے ساتھ دونوں طرح ہے مراد عداوت ہے) ایک گروہ کی (اس لئے کہ) انہوں نے مسجد حرام سے تمہیں روک دیا تھا اس پر (ان کے ساتھ) زیادتی کرنے لگو (ان کو قتل وغیرہ کر کے) اور تمہیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے نیکی پر (جس چیز کے تمہیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے) اور پرہیزگاری کی ہر ایک بات پر (جس چیز کے چھوڑنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کو چھوڑ کر) اور یہ تعاون نہ دو (اس کی اصل میں دو تا میں سے ایک حذف ہو رہی ہے) گناہ (نافرمانیوں) اور ظلم کی بات (اللہ کے حدود پھلانگنے) میں اور اللہ سے ڈرو (اس کے عذاب سے ڈر کر اس کی اطاعت کرو) یقیناً وہ سخت سزا دینے والے ہیں (جو ان کا خلاف کرتا ہے)۔

تحقیق وترکیب: .... **اوفوا**۔ وفاء اور ایفاء کے معنی موجب عقد کو قائم کرنا ہیں۔ اور لفظ عقد میں استعارہ بالکنایہ کیا گیا ہے رسی کی گرہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس میں تمام احکام دینیہ خواہ عقود و امانات ہوں یا معاملات وغیرہ سب آ گئے۔ عہد تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ خود آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ آیت کو عام رکھنا چاہئے حدیث ترمذی میں ہے **اذا وعد الرجل اخاہ ومن نیته ان یفی له فلم یف ولم یجی للمیعاد فلا اثم علیه.** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایفاء وعدہ کوئی شرعی قانون نہیں بلکہ ایک ضابطۂ اخلاقی ہے۔ جلال محقق موکدہ کی قید لفظ عقد پر نظر کرتے ہوئے بڑھا رہے ہیں۔

بھیمة الانعام بہیمہ بمعنی چوپایہ خواہ بری ہو یا بحری۔ اس میں اضافت بیانیہ ہے **ثوب الخز** کی طرح۔ انعام کہتے ہیں اونٹ گائے بکری وغیرہ کو۔ اور بہیمہ سے مراد جنس ہے اس لئے باوجود مفرد کے انعام جمع کے ساتھ لایا گیا ہے۔ اور وہ آٹھ قسمیں ہیں جن کا بیان سورۂ انعام کے آخر میں آ رہا ہے۔ **ما یتلی**۔ آیت حرمت میں دس چیزوں کا بیان آ رہا ہے۔ **تحریمه** اصل میں آیة تحریمه تھا مضاف لفظ آیۃ کو حذف کر کے مضاف الیہ کو قائم مقام کیا گیا پھر مضاف الیہ کو بھی حذف کر دیا گیا۔

استثناء منقطع کیونکہ تلاوت مستثنی اور بہیمۃ مستثنی منہ اور دونوں ہم جنس نہیں ہیں لیکن اگر مستثنی منہ حلال اور مستثنی لفظ حرام قرار دیا جائے تو پھر متصل ہو جائے گا۔ **ونحوہ** جیسے خنق وقذ، نطح کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ **حرم**۔ یہ جمع ہے حرام کی۔ صفت مشبہ بمعنی اسم فاعل ہے لفظ محرمین سے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور جملہ حال ہے **محلی الصید** کی ضمیر مستتر سے ای **احلت لکم ھذہ الا شیاء**

الا محلین الصید وانتم حرم.

ان الله یحکم. یہ جملہ گویا ماقبل کی علت ہے۔ یعنی اللہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہے اس میں معتزلہ پر بھی رد ہے جو اللہ پر اصلح کو واجب کہتے ہیں۔ شعائر. یہ جمع شعیرۃ کی ہے شعار اور قربانی کو کہتے ہیں اسی طرح مرامی الحجار مطاف، مسعیٰ وغیرہ افعال حج پر بھی اطلاق آتا ہے۔ یبتغون. حال ہے ضمیر امین سے اور بزعمهم صفت ہے رضوان کی ای رضوانا کائنا بحسب زعمهم الفاسدة ورنہ کفار کو رضاء الٰہی سے کیا حصہ مل سکتا ہے۔

وهذا منسوخ. ولا الشهر الحرام سے لے کر ولا امین البیت تک چاروں منسوخ ہیں اور ناسخ صرف آیت برأت ہی نہیں بلکہ اس جیسی متعدد آیات ہیں۔ اور کبیر میں ہے کہ بعض حضرات اس آیت کو منسوخ اور بعض غیر منسوخ مانتے ہیں۔ اور شعبیؒ کہتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی کوئی آیت بجز اس آیت کے منسوخ نہیں ہے۔ لیکن مفسرینؒ کی ایک جماعت اس آیت کو غیر منسوخ مانتی ہے۔ امر اباحة لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امر ممانعت کے بعد مطلقاً اباحت پر محمول کیا جائے گا۔ چنانچہ فاذا انسلخ الا شهر الحرم فاقتلوا المشرکین میں ممانعت کے بعد وجوب پر دلالت کر رہا ہے۔

بفتح النون. فتح کے ساتھ ہی اجود ہے کیونکہ اکثر مصادر ایسے ہی آتے ہیں جیسے ضربان، میلان، غلیان، غثیان۔ لفظ شنان مضاف الی المفعول ہے۔ بمعنی بغض۔

ربط:.......... پچھلی سورہ کے ختم پر آیت یبین الله الخ میں فرمایا گیا تھا کہ ہم احکام شرع بیان کرتے ہیں۔ اس سورت میں اسی وعدہ کا ایفاء کرتے ہوئے تمام سورتوں سے زیادہ اس سورت میں احکام بیان کر کے اس کے اتباع اور بجا آوری کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے گویا خود بھی ایفاء کیا، دوسروں سے بھی اسی کی اپیل ہے یہ مناسبت تو اس کے آغاز اور ماقبل کے انجام میں ہوئی لیکن پوری دونوں کے احکام میں بھی باہمی مناسبت ظاہر ہے۔ اسی طرح خود اس سورت کی آیات میں بھی مناسبت نہایت لطیف ہے گویا پہلی آیت بمنزلہ متن کے ہے اور باقی سورت اسی کی شرح ہے۔ کیونکہ لفظ عقود پورے احکام شرع پر حاوی ہے چنانچہ آیت احلت الخ سے اسی کلی حکم کی جزئیات بیان کی جارہی ہیں۔ پہلا حکم احلت میں چوپاؤں کی حلت وحرمت سے متعلق ہے۔ دوسرا حکم لا تحلوا میں شعائر اللہ کی ترک تعظیم کا ہے۔

شانِ نزول:.......... آیت یا ایها الذین امنوا الخ کا شان نزول یہ ہے کہ شریح بن حنیفہ مشہور بد بخت۔ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرتا ہے کہ آپ (ﷺ) لوگوں کو کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ اپنی رسالت کی تصدیق اور اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور یہی تم سے چاہتا ہوں۔ اس نے اپنی قوم سے مشورہ کی مہلت چاہی۔ اور مدینہ سے چلتے وقت لوگوں کے جانور ہنکالے گیا۔ حالانکہ اس کے آنے سے پہلے آنحضرت (ﷺ) فرما بھی چکے تھے کہ آج ایک ایسا شخص آئے گا جو شیطان کی زبان میں بات کرے گا، کافرانہ آئے گا اور غداری کر کے جائے گا۔ اس کے بعد جب آپ (ﷺ) صحابہؓ کی معیت میں مکہ تشریف لے جانے لگے تو صحابہؓ نے شریح کو دیکھ کر پہچان لیا کہ اونٹ لئے جا رہا ہے۔ تعاقب کرنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

ابن جریر کی تخریج کے مطابق یہ آیت لا تحلوا حطم بن ہندی البکر کے متعلق نازل ہوئی جو اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہوگیا تھا اور ذیقعدہ میں جب مسلمانوں کو مکہ میں اس کا جانا معلوم ہوا تو انہوں نے تعاقب کا ارادہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے شان نزول میں مفسرینؒ کا اختلاف ہے بعض صرف مشرکین یا صرف مسلمانوں کے بارے میں اور بعض دونوں کے بارے میں مانتے ہیں جمہور دوسری صورت کو لیتے ہیں۔ اور آیت لا یجرمنکم کا نزول بعض مشرکین کے بارے میں ہوا۔ جب بارادہ عمرہ مکہ میں

ان کا جانا مسلمانوں کو حدیبیہ کے بعد معلوم ہوا اور انہوں نے تعاقب کا ارادہ کیا جس پر آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: .... **بعض جانوروں کی حلت وحرمت**: .... سورۂ انعام مکی ہے۔ جس میں اس سے پہلے اونٹ وغیرہ اوران جیسے دوسرے جانور ہرن، نیل گائے وغیرہ جو نہ درندے ہوں۔ اور نہ شکاری۔ نیز دوسرے دلائل شرعیہ حدیث وغیرہ سے مستثنیٰ نہ ہو چکے ہوں تمام اہلی اور وحشی بہائم کو حلال کر دیا تھا۔ آیت آئندہ میں اسی کی اطلاع دی جارہی ہے البتہ بعض جانور باوجود یہ کہ بہیمۃ الانعام میں داخل ہیں اور حدیث وغیرہ دلائل شرعیہ سے مستثنیٰ بھی نہیں۔ آئندہ آیت حرمت الخ میں ان کی حرمت بیان کی جارہی ہے اوران کو حلال ہونے سے مستثنیٰ کیا جارہا ہے احرام کی حالت میں خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا۔ حدود حرم میں ہو یا باہر۔ اور خود اندرون حرم خواہ احرام کی حالت میں ہو یا بلا احرام کے بری وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے اور فی الحقیقت دائمی یا ہنگامی حلت وحرمت سب کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے۔ حلال پرندوں کا یہاں اگرچہ تذکرہ نہیں ہے لیکن دوسری دلیل شرعی سے چوپاؤں کی طرح ان کی حلت بھی ثابت ہے۔ غرض کہ اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ حلال ہیں البتہ طبعی موت وغیرہ مخصوص حالتوں میں یہ جانور اور اسی طرح خنزیر جن کا ذکر آگے آرہا ہے حرام ہیں۔ یا حدیث کی رو سے گدھا حرام ہے اسی طرح درندے بھی حرام ہیں۔ اور ہرن، نیل گائے، گھوڑا وغیرہ وحشی جانور بھی حلال ہیں۔ البتہ ان وحشی جانوروں اور وحشی پرندوں کا شکار احرام اور حرم کی حالت میں ناجائز ہے مگر بحری شکار اس سے مستثنیٰ ہے وہ ہر حالت میں حلال ہے۔ اسی طرح غیر محرم کے لئے غیر حرم کا شکار حلال ہے۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ، اسی طرح اشہر حرم کا منسوخ ہونا سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے اور **ولا الھدی** سے لے کر **امین البیت الحرام** تک یہ احکام اس وقت کے لئے تھے۔ جب کہ کفار بھی حج وعمرہ کے لئے مسجد حرام میں حاضر ہوتے تھے لیکن اب حج وعمرہ کے لئے ان کو جانے دینا ہی منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے ان باتوں کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

آیت ذیل کا نسخ: .... اس آیت کے منسوخ ہونے نہ ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ بیضاوی اس کو ناسخ منسوخ نہیں مان رہے ہیں۔ لیکن صاحب مدارک اس سے تعرض ہی نہیں کرتے بلکہ وہ ایسی تفسیر کر رہے ہیں جس سے نسخ لازم ہی نہ آئے یعنی چونکہ ان افعال کی وجہ سے حج میں رکاوٹ پڑتی ہے اس لئے ان سے بچنا چاہیے اور یہ معنی اس لئے بھی مناسب ہیں کہ یہ آخری سورت ہے جس میں نسخ کا احتمال نہیں ہونا چاہئے۔ اور کشاف کی رائے ہے کہ یہ سورت محکم ہے کیونکہ حدیث میں ہے **المائدة من اخر القران نزولا فاحلوا حلالها وحرموا حرامها**۔ اسی طرح ابن مرہ سے مروی ہے کہ اس سورت میں اٹھارہ فرض احکام ہیں اور ان میں کوئی منسوخ نہیں ہے۔

اور شعائر اللہ اور ہدی دونوں اگرچہ عام ہیں مگر ان کے بعد بعض خاص افراد کا ذکر اسی طرح قلائد کا ذکر صرف اہتمام کے لئے ہے کیونکہ ہدی کبھی ذی قلائد ہوتی ہے اور کبھی غیر ذی قلائد۔ اور چونکہ بعض قاصدین حرم اپنے ساتھ ہدی نہیں لے جائے اس لئے امین کا عطف تغائر کے لئے ہے اور کفار کا امیدوار فضل ورضا ہونا ان کے اپنے خیال کے لحاظ سے ہے اور مقصود حج وعمرہ سے کنایہ کرنا ہے جو فضل ورضائے الٰہی کا سبب ہوتا ہے۔

لطائف آیات: .... **ان اللہ یحکم** الخ میں اسرار احکام کی تفتیش کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔ آیت **یا ایھا الذین امنوا** الخ سے تبرکات کی تعظیم اللہ تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے مفہوم ہوتی ہے۔ **ولا امین البیت** الخ سے معلوم ہوا کہ طالب رضاء مولیٰ قابل رعایت ہے اگرچہ اس کی راہ میں اس سے خطاء ہی ہوگئی ہو اور **من ربھم** میں ان کی وسعت رحمت کی طرف اشارہ ہے

کہ وہ صرف رب المسلمین نہیں بلکہ رب العالمین ہیں۔ آیت واذا حللتم الخ سے معلوم ہوا کہ کسی مباح کے ترک سے اگر اس کے حرام ہونے کا شبہ ہونے لگے تو پھر اس مباح کا کرنا مطلوب ہو جائے گا۔

آیت ولا یجر منکم الخ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے بغض فی اللہ ہو تب بھی اس سے معاملات کے حدود شرعیہ میں تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ آیت وتعاونوا علی البر الخ سے معلوم ہوا کہ اچھائی برائی کے لحاظ سے مقدمات کا وہی حکم ہوگا جو مقاصد کا ہوتا ہے اور مبادی مقاصد ہی کے تابع ہوں گے ارباب تربیت باطن اس کا بہت لحاظ رکھتے ہیں اور تعاون بر کو عدم تعاون اثم پر مقدم کرنے میں اشارہ ہے کہ باطنی تحلیہ مقدم ہے تخلیہ پر جیسا کہ محققین مشائخ کا تعامل ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ اَیْ اَكْلُهَا **وَالدَّمُ** اَیِ الْمَسْفُوْحُ كَمَا فِی الْاَنْعَامِ **وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ** بِاَنْ ذُبِحَ عَلٰی اسْمِ غَيْرِهٖ **وَالْمُنْخَنِقَةُ** الْمَيْتَةُ خَنْقًا **وَالْمَوْقُوْذَةُ** الْمَقْتُوْلَةُ ضَرْبًا **وَالْمُتَرَدِّيَةُ** السَّاقِطَةُ مِنْ عُلُوٍّ اِلٰی سِفْلٍ فَمَاتَتْ **وَالنَّطِيْحَةُ** الْمَقْتُوْلَةُ بِنَطْحِ اُخْرٰی لَهَا **وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ** مِنْهُ **اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ** اَیْ اَدْرَكْتُمْ فِيْهِ الرُّوْحَ مِنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ فَذَبَحْتُمُوْهُ **وَمَاذُبِحَ عَلَى** اِسْمِ **النُّصُبِ** جَمْعُ نِصَابٍ وَهِیَ الْاَصْنَامُ **وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا** تَطْلُبُوا الْقِسْمَ وَالْحُكْمَ **بِالْاَزْلَامِ** جَمْعُ زَلَمٍ بِفَتْحِ الزَّاىِ وَضَمِّهَا مَعَ فَتْحِ اللَّامِ قِدْحٌ بِكَسْرِ الْقَافِ سَهْمٌ صَغِيْرٌ لَارِيْشَ لَهٗ وَلَانَصْلَ وَكَانَتْ سَبْعَةٌ عِنْدَسَادِنِ الْكَعْبَةِ عَلَيْهَا اَعْلَامٌ وَكَانُوْا يَحِيْبُوْنَهَا فَاِنْ اَمَرَتْهُمْ اِيْتَمَرُوْا وَاِنْ نَهَتْهُمْ انْتَهَوْا **ذٰلِكُمْ فِسْقٌ** خُرُوْجٌ عَنِ الطَّاعَةِ وَنَزَلَ بِعَرَفَةَ عَامَ حَجَّةِ الْوِدَاعِ **اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ** اِنْ تَرْتَدُّوْا عَنْهُ بَعْدَ طَمْعِهِمْ فِیْ ذٰلِكَ لَمَّارَاَوْا مِنْ قُوَّتِهٖ **فَلَاتَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** اَحْكَامَهٗ وَفَرَائِضَهٗ فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَهَا حَلَالٌ وَلَاحَرَامٌ **وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ** بِاِكْمَالِهٖ وَقِيْلَ بِدُخُوْلِ مَكَّةَ اٰمِنِيْنَ **وَرَضِيْتُ** اِخْتَرْتُ **لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ** مَجَاعَةٍ اِلٰی اَكْلِ شَیْءٍ مِمَّاحُرِّمَ عَلَيْهِ فَاَكَلَ **غَيْرَ مُتَجَانِفٍ** مَائِلٍ **لِاِثْمٍ** مَعْصِيَةٍ **فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ** لَهٗ مَا اَكَلَ **رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾** بِهٖ فِیْ اِبَاحَتِهٖ لَهٗ بِخِلَافِ الْمَائِلِ لِاِثْمٍ اَیِ الْمُتَلَبِّسِ بِهٖ كَقَاطِعِ الطَّرِيْقِ وَالْبَاغِیْ مَثَلًا فَلَايَحِلُّ لَهُ الْاَكْلُ **يَسْئَلُوْنَكَ** يَا مُحَمَّدُ **مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ** مِنَ الطَّعَامِ **قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ** الْمُسْتَلَذَّاتُ **وَ**صَيْدُ **مَاعَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ** الْكَوَاسِبِ مِنَ الْكِلَابِ وَالسِّبَاعِ وَالطَّيْرِ **مُكَلِّبِيْنَ** حَالٌ مِنْ كَلَّبْتُ الْكَلْبَ بِالتَّشْدِيْدِ اَرْسَلْتُهٗ عَلَى الصَّيْدِ **تُعَلِّمُوْنَهُنَّ** حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ مُكَلِّبِيْنَ اَیْ تُؤَدِّبُوْنَهُنَّ **مِمَّاعَلَّمَكُمُ اللّٰهُ** مِنْ اٰدَابِ الصَّيْدِ **فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ** وَاِنْ قَتَلْنَهٗ بِاَنْ لَمْ يَاْكُلْنَ مِنْهُ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَلَّمَةِ فَلَايَحِلُّ صَيْدُهَا وَعَلَامَتُهَا اَنْ تُسْتَرْسَلَ اِذَا اُرْسِلَتْ وَتَنْزَجِرَ اِذَا زُجِرَتْ

وَتَمْسِكُ الصَّيْدَ وَلَاتَاكُلُ مِنْهُ وَاَقَلُّ مَايُعْرَفُ بِهِ ذٰلِكَ ثَلٰثُ مَرَّاتٍ فَاِنْ اَكَلَتْ مِنْهُ فَلَيْسَ مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلٰى صَاحِبِهَا فَلَايَحِلُّ اَكْلُهُ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ وَفِيْهِ اِنَّ صَيْدَ السَّهْمِ اِذَا اُرْسِلَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كَصَيْدِ الْمُعَلَّمِ مِنَ الْجَوَارِحِ **وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ** عِنْدَ اِرْسَالِهِ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴿۴﴾ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ** الْمُسْتَلَذَّاتُ **وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ** اَىْ ذَبَائِحُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصٰرٰى **حِلٌّ** حَلَالٌ **لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ** اِيَّاهُمْ **حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ** اَلْحَرَائِرُ **مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ** حِلٌّ لَكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ **اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ** مُهُوْرَهُنَّ **مُحْصِنِيْنَ** مُتَزَوِّجِيْنَ **غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ** مُعْلِنِيْنَ بِالزِّنَا بِهِنَّ **وَلَامُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ** اَخِلَّاءٍ مِنْهُنَّ تُسِرُّوْنَ بِالزِّنَا مِنْهُنَّ **وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ** اَىْ يَرْتَدَّ **فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ** الصَّالِحُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَلَايُعْتَدُّ بِهِ وَلَا يُثَابُ عَلَيْهِ **وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴿۵﴾** اِذَا مَاتَ عَلَيْهِ

ترجمہ:.........مسلمانو! تم پر حرام کردیا گیا ہے مردار (کا کھانا) اور خون (یعنی بہتا ہوا خون۔ جیسا کہ سورۃ انعام میں ہے) اور سور کا گوشت۔ اور جو جانور غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو (غیر اللہ کے نام ذبح کیا گیا ہو) اور جو جانور گلا گھونٹ کر مرجائے (گلا گھٹنے سے مر جائے) اور جو کسی چوٹ سے مرجائے (ضرب سے مارا جائے) اور جو کسی بلندی سے گر کر مرجائے (اونچی جگہ سے نیچی جگہ گر کر ہلاک ہوجائے) اور جو کسی ٹکر سے مرجائے (جانور ایک دوسرے کے سینگ یا رڈ لے اور مرجائے) اور جسے درندہ پھاڑ کھائے۔ مگر ہاں جسے تم ذبح کرڈالو (یعنی ان تمام جانوروں میں سے کسی کی جان بلک رہی ہو اور تم اس کو ذبح کرڈالو) اور جو جانور کسی بت (کے نام) پر ذبح کیا جائے (نصب جمع ہے نصاب کی یعنی بت) اور یہ بات بھی حرام ہے کہ آپس میں تقسیم کرو (کسی جانور وغیرہ کی تقسیم یا فیصلے کرنا چاہو) تیروں کے پانسوں سے (ازلام جمع زلم کی ہے فتح زا اور ضم زا کے ساتھ مع فتح لام کے۔ قدح بکسر القاف ہم۔ یعنی چھوٹا تیر جس کے پر د پیکان نہ ہوں۔ اور وہ سات تیر کعبہ کے مجاوروں کے پاس رکھے رہا کرتے تھے۔ جن پر کچھ علامات ہوتی تھیں۔ اور یہ ان سے جواب لیا کرتے تھے۔ اگر ان کی طرف سے حکم ملتا تھا تو یہ لوگ تعمیل حکم کرتے تھے۔ اور منع کردیا جاتا تو اس کام سے باز رہتے تھے) یہ گناہ کی بات ہے (نافرمانی ہے اور یہ آیت حجۃ الوداع کے سال عرفہ میں نازل ہوئی ہے) وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی۔ تمہارے دین کی طرف سے آج مایوس ہوچکے ہیں (تم کو دین سے مرتد بنادینے سے۔ اسلامی شوکت کو دیکھ کر۔ حالانکہ پہلے اس بارے میں وہ پرامید رہتے تھے) پس ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرتے ہو۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا ہے (اس کے احکام و فرائض۔ چنانچہ اس کے بعد کوئی حلال حرام حکم نازل نہیں ہوا ہے) اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی (اسلام کو مکمل کرکے۔ یا بعض لوگوں کی رائے پر امن کے ساتھ مکہ میں داخل کرکے) اور تمہارے لئے پسند (منتخب) کرلیا ہے دین اسلام کو۔ پس جو کوئی بے بس ہوجائے بھوک سے (حرام چیز کے کھانے کی طرف مجبور ہوجائے) یہ بات نہ ہو کہ گناہ کرنا چاہے (کسی گناہ کی طرف میلان نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں (جو کچھ اس نے کھالیا ہے) رحم فرمانے والے ہیں (کہ اس حالت میں اس کے لئے کھانا مباح کردیا۔ بخلاف گناہ کی طرف مائل ہونے والے شخص کے یعنی مرتکب جرم کے جیسے مثلاً: ڈاکو باغی کہ ان کے لئے کھانے کی اجازت نہیں ہے) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں (اے محمد ﷺ!) کہ کیا کیا چیزیں ان کے لئے حلال ہیں (کھانے کی) کہہ دیجئے جتنی اچھی (لذیذ) چیزیں ہیں سب تمہارے

لئے حلال کر دی گئی ہیں۔اور (شکار) ان شکاری جانوروں کا جن کو تم نے سدھار کھا ہے (شکاری کتے، درندے، پرندے) اور تم ان کو چھوڑ بھی (لفظ مکلبین حال ہے۔ کلبت الکلبت مشدد سے ماخوذ ہے یعنی میں نے اس کو شکار پر چھوڑ دیا) اور ان کو تعلیم دو (یہ حال ہے ضمیر مکلبین سے۔یعنی تم ان کو سدھاؤ) اس طریقہ سے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے (شکار کے آداب) سو تم کھا سکتے ہو ایسا شکار جس کو یہ شکاری جانور تمہارے لئے پکڑے رکھیں (اگرچہ یہ شکاری جانور شکار کو مار ڈالیں۔مگر خود اس میں سے کچھ نہ کھائیں بر خلاف غیر سدھائے ہوئے جانوروں کے کہ ان کا شکار حلال نہیں ہے۔جس کی شناخت یہ ہے کہ جب تم شکار کے پیچھے دوڑ آؤ تو دوڑ جائیں اور جب ٹکی بھر کر روکنا چاہو تو رک جائیں۔اور شکار کو پکڑے رکھیں۔خود اس میں سے نہ کھائیں۔اور کم از کم تین مرتبہ ایسے امتحان کر کے معلوم کیا گیا ہو۔چنانچہ اگر کسی دفعہ پکڑے ہوئے شکار کو خود کھا بیٹھے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے مالک کے لئے شکار نہیں کیا ہے۔لہٰذا ایسے شکار کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔جیسا کہ حدیث صحیحین میں ایا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر شکار پر بسم اللہ پڑھ کر تیر چھوڑا جائے تو اس کا حکم بھی سدھا ہوئے جانوروں کے شکار جیسا ہوگا) اور اس پر اللہ کا نام بھی (چھوڑنے کے وقت) پڑھا کرو۔اور اللہ میاں سے ڈرتے رہو۔بلاشبہ بہت تیزی سے حساب لینے والے ہیں آج تمام اچھی (لذیذ) چیزیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں اور ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ جانور) جائز (حلال) کر دیا گیا ہے تمہارے لئے اور تمہارا ذبیحہ (ان کے لئے) حلال کر دیا گیا ہے۔نیز مسلمان پارسا بیبیاں اور پارسا (آزاد) عورتیں ان لوگوں کی جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے (تمہارے لئے حلال ہے کہ ان سے نکاح کر لو) بشرطیکہ ان کا معاوضہ (مہر) ان کے حوالہ کر دو۔مقصود بیوی بنانا (نکاح میں لانا) ہو۔یہ بات نہ ہو کہ شہوت پرستی ہو (علانیہ بدکاری ہو) یا چوری چھپے آشنائی کی جائے (لک چھپ کر ان سے حرام کاری کی جائے) جو شخص ایمان سے منکر ہوگا (یعنی مرتد ہو جائے گا) تو اس کے سارے کام اکارت جائیں گے (ارتداد سے پہلے جو نیک کام کئے ہوں گے وہ سب کالعدم ہو جائیں گے ان پر کوئی ثواب نہیں ملے گا) اور آخرت میں اس کی جگہ تباہ کاروں میں ہوگی (اگر وہ مرتد ہونے کی حالت ہی میں مر گیا)۔

تحقیق و ترکیب: ....**لغیر اللہ بہ** یہاں لفظ اللہ پہلے لایا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد معطوفات ہیں۔برخلاف سورہ بقرہ کے وہاں فاصل ہے۔**خنق** بکسر النون گلا گھونٹنا۔**نطح** سینگ مارنا۔

وقذ بمعنی ضرب سادن الکعبۃ۔یہ تیر خادم کعبہ کے پاس رہتے تھے۔یا ھبل بڑے بت میں رکھے رہتے تھے۔**نصب** جمع نصاب بمعنی منصوب جیسے **حمر** جمع ہے حمار کی۔

استقسام تیروں سے خاص طریقہ سے یہ لوگ تفاول حاصل کرتے تھے چونکہ اس تفاول میں کسی حکم یا خبر پر اعتقاد رکھنا ہوتا تھا اس لئے حرام قرار دیا گیا برخلاف تفاول شرعی کے اس میں اللہ سے امید رکھنا مقصود ہوتا ہے اس لئے جائز ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ تیر تین طرح کے ہوتے تھے ایک قسم عام تیروں کی تھی جو سب کے لئے ہوتے تھے اور وہ تین تیر تھے جن پر لفظ امر۔نہی۔غفل لکھا ہوتا تھا۔فال لینے والا اپنا ہاتھ تھیلے میں ڈالتا۔اگر لفظ امر نکلتا تو اس کام کو کر لیا جاتا۔لفظ نہی نکلتا تو رک جاتے۔اور لفظ **غفل** نکلتا تو پھر ان تیروں کو لوٹا کر فال نکالی جاتی۔اور سات تیر احکام کے لئے تھے جو کعبہ کے ہر کاہن اور حاکم کے پاس رہتے تھے ایک پر **منکم** دوسرے پر **من غیر کم** تیسرے پر **ملصق**۔ چوتھے پر **عقول** اور **دیتین** لکھے ہوتے تھے۔اسی طرح تیسری قسم جوئے کے تیروں کی ہوتی تھی جن میں سے سات پر خطوط اور تین پر غفل لکھے ہوتے ان کو گھما کر جوا کھیلتے۔**ازلام** جمع زلم کی ہے۔**فلم ینزل** یعنی کوئی حکم حلال حرام سے متعلق اس آیت کے بعد نازل نہیں ہوا۔ورنہ مطلقاً وحی کی نفی نہیں۔چنانچہ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ

سب سے آخری آیت واتقوا یوماً ترجعون فیه الی الله نازل ہوئی کہ صرف نوروز بعد آپ (ﷺ) کا وصال ہوگیا۔

رضیت ۔ یہ جملہ مستانفہ حال ہے اکملت پر معطوف نہیں ہے ورنہ یہ غلط معنی ہوجائیں گے کہ اسلام سے آج راضی ہوئے اس سے پہلے راضی نہیں تھے۔فمن اضطر . یہ جملہ حرمت پر متفرع ہے اور الیوم یئس الخ جملہ معترضہ ہے جس میں دین اسلام کا سہل ہونا ظاہر کرنا ہے۔مخمصة. سخت بھوک جو ہلاکت کے قریب پہنچادے۔غیر متجانف. جلال محققؒ نے اپنے شافعیؒ مسلک کی رعایت کرتے ہوئے گناہ کی طرف میلان نہ کرنے کی تفسیر کی ہے ورنہ حنفیہؒ کے نزدیک اس کے معنی قدرضرورت سے زیادہ نہ کھانے کا ہے۔یسلونك. یہ جملہ حرمت علیکم پرمرتب ہے اور چونکہ یسئلونك میں ضمیر غائب ہے اسی لئے احل لهم میں بھی ضمیر غائب لائی گئی ہے اگر چہ احل لنا بھی ہوسکتا تھا۔طیبات امام شافعیؒ طیب کا ترجمہ لذیذ کے ساتھ کرتے ہیں۔کیونکہ ان کے نزدیک عرب جس چیز کو نجس اور قابل نفرت سمجھتے ہوں وہ حرام ہوجاتی ہے لیکن حنفیہؒ کے نزدیک اس کے معنی شرعاً حلال چیز کے ہیں جس سے طبائع سلیمہ نفرت نہیں کرتی ہیں۔ما علمتم اس کا عطف طیبات پر ہے مضاف محذوف ہے جس کی طرف جلال مفسرؒ نے اشارہ کردیا ہے صید بمعنی مصید ہے کیونکہ یہی حلال ہے ورنہ جوارح حلال نہیں ہوتے خواہ سدھائے ہوئے ہوں۔الکواسب. جوارح کا ترجمہ ہے جیسے والذین اجترحوا ای اکتسبوا۔مراد شکاری جانور جیسے کتا، چیتا، شکرہ باز، شاہین وغیرہ درندے ہوں یا پرندے بشرطیکہ ذی ناب ہوں یا ذی مخلب جیسا کہ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی رائے ہے۔

مکلبین ۔بمعنی معلمین۔یہ حال ہے ضمیر علمتم سے سبع پر بھی کلب کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے آنحضرت (ﷺ) نے بددعا فرمائی ہے۔اللهم سلط علیه کلباً من کلابک ای سبعاً بولتے ہیں کلبت الکلب یا تو اس لئے اکثر شکار کتے کے ذریعہ ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ درندہ کو بھی کتا ہی کہا جاتا ہے ثلاث مرات. امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ معیار ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک اور ایک قول امام شافعیؒ کا ہے کہ مطلقاً کھانا جائز نہیں ہے۔جیسا کہ عدیؓ بن حاتم کی روایت میں ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کل مما امسک علیک وان اکل منه فلا تاکل فانما امسک علی نفسه ۔لیکن امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ پرندوں میں یہ شرط نہایت مشکل ہے ان کو اس درجہ نہیں سدھایا جاسکتا۔امام مالکؒ مطلقاً شرط نہیں فرماتے۔جیسا کہ حدیث ابی ثعلبہ میں ہے کہ فکل وان اکل ۔اور حدیث عدی بن حاتم کو نزاہت پر محمول کرتے ہیں۔من الجوارح حدیث میں ہے اذا رمیت بسھمک فاذکر اسم الله فان غاب عنک یوماً فلم تجد فیه غیر اثر سهمک فکل ان شئت.

ای ذبائح الیهود. اہل تورات وانجیل کے علاوہ جو اہل کتاب ہیں جیسے صحف ابراہیمؑ کو ماننے والے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔غرض کہ ذبیحہ کی حلت حلت نکاح کے تابع ہے۔لیکن فتاوئ عالمگیری میں یہ لکھا ہے کہ عام طور پر جو دین سماوی کے تابع ہوں جیسے صحف ابراہیمؑ اور کتاب شیثؑ اور زبور کو ماننے والے ان کا ذبیحہ اور ان سے نکاح جائز ہوگا۔

وطعامکم. ذبیحہ کھانے کے علاوہ ان سے خرید وفروخت بھی جائز ہے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار اہل کتاب ہماری شریعت کے بھی مکلف ہیں۔لیکن زجاجؒ کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں ویحل لکم ان تطعموهم ۔یعنی مسلمانوں کو خطاب ہے۔الحرائر امام شافعیؒ کے نزدیک اہل کتاب باندی سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن حنفیہؒ کے نزدیک جائز ہے۔اسی لئے صاحب ہدایہ نے محصنات کا ترجمہ عفائف کے ساتھ کیا ہے۔اور ابن عمرؓ اس کا ترجمہ مسلمات کے ساتھ کرتے ہیں۔کیونکہ ان کے نزدیک کتابیہ اور مشرکہ دونوں یکساں ہیں نکاح ناجائز ہونے میں اسی اختلاف کے پیش نظر شاید یہاں لفظ محصنات کی تفسیر کرنی پڑی ورنہ پہلے محصنات کے معنی بالاتفاق عفائف کے ہیں۔

ربط:......... ابتداء سورت میں حلال چوپاؤں میں سے بعض کا استثناء فرمایا تھا۔ آیت حرمت الخ میں اس کی تفصیل ہے گویا یہ تیسرا حکم ہے۔ اس کے بعد آیت الیوم الخ سے اکمال دین اور اتمام نعمت کی بشارت مذکور ہے اور مقصود اس سے تمام اوامر ونواہی کے امتثال کا اہتمام کرنا ہے جن میں اس آیت کے محرمات ومحلات بھی داخل ہیں۔ پھر آیت فمن اضطر الخ میں ان ہی جانوروں کا بحالت اضطرار حلال ہونا مذکور ہے۔ آیت یسئلو نک ماذا احل الخ میں بعض محللات کا ذکر ہے یعنی مخصوص شکار کا حلال ہونا اور اہل کتاب کے ذبیحہ کا حلال اور ان سے نکاح کا جائز ہونا مذکور ہے۔ ذبیحہ کا تعلق اگرچہ مال سے اور نکاح کا تعلق نفس سے ہے۔ تاہم استفادہ دونوں میں مشترک فیہ ہے۔ یہ چوتھا اور پانچواں اور چھٹا حکم ہوا۔

آیت الیوم الخ کے متعلق شیخین کی روایت حضرت عمرؓ سے ہے کہ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ روز جمعہ عصر کے وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک یہودی نے جب فاروق اعظمؓ اور ابن عباسؓ پر طنز کیا تھا کہ اگر اس قسم کی آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم خوشی میں اس دن کو یادگاری عید کا دن بنا لیتے؟ مقصد یہ تھا کہ تم لوگوں نے کچھ بھی قدر نہ کی۔ مگر فاروق اعظمؓ نے جواب دیا کہ ہمارے لئے تو دوہری عید ہوئی ہے ایک تو یہ کہ عرفہ کا دن تھا۔ دوسرے جمعہ کا دن تھا۔ جو ہمیشہ مسلمانوں کی عیدین رہیں گی۔

شان نزول:......... جب آیت حرمت نازل ہوئی تو عدی بن حاتمؓ اور زیدؓ بن جبل الطائی نے عرض کیا یا رسول (ﷺ) ہم پہاڑی لوگ ہیں جہاں بجز شکاری جانوروں کے شکار کے گوشت کا دستیاب ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اور ایسا موقعہ بہت کم ملتا ہے کہ اس شکار کو ہم صحیح سلامت ذبح کرلیں؟ اس پر آیت یسئلو نک نازل ہوئی۔ امام زاہدؒ نے اسی کے ساتھ ایک اور روایت بھی ابو رافعؓ سے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیلؑ امین آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے مگر حاضر نہیں ہوئے اور عرض کیا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہوتی ہے اس میں ملائکہ کے لئے داخل ہونا زیبا نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت (ﷺ) نے مدینہ میں عام طور پر کتوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہمارے لئے ان کی کوئی چیز حلال بھی ہے یا نہیں؟ تب آیت یسئلو نک الخ نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے شکاری کتوں اور حفاظتی کتوں کے پالنے اور رکھنے کی اجازت دی۔ مگر کٹ کھنے اور کالے کتوں کے مارنے کا حکم بدستور رہا۔

﴿تشریح﴾:......... **بعض مخصوص جانوروں کی حرمت:**......... حرمت کا مدار چونکہ خبیث نیت پر ہوتا ہے جس کا اظہار کبھی قول سے ہوتا ہے جیسے کسی جانور کو غیر اللہ کے نامزد کر دینا۔ اور کبھی فعل سے ہوتا ہے کہ ایسے جانوروں کو پرستش گاہوں اور تھانوں پر ذبح کر دینا۔ اس لئے یہ دونوں صورتیں حرام ہوئیں میتہ کے عموم میں اگرچہ منخنقہ وغیرہ ساتوں قسمیں داخل ہیں۔ لیکن زمانہ جاہلیت میں ان جانوروں کے کھانے کی عادت تھی اس لئے تصریح اور مزید تفصیل کرنی پڑی۔ غرض کہ ان صدمات کے ذریعہ دم نکلنے سے پہلے اگر کچھ علامات حیات معلوم ہونے پر جانور کو ذبح کرلیا تو حلال ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ جانوروں کو شرعی قاعدہ سے اختیاراً اور اضطراراً ذبح کرنے اور احکام شرعیہ کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

یہاں اگرچہ بہائم کا ذکر ہو رہا ہے لیکن ان کا حرام ہونا بہائم ہونے کی خصوصیت سے نہیں ہے بلکہ اصل وجہ ان کا مردار اور منخنقہ وغیرہ ہونا ہے جو بہائم کی طرح پرندوں میں بھی جاری ہوسکتا ہے اور صحت استثناء کے لئے یہ عموم مضر نہیں ہے بلکہ جیسے جاء نی القوم الا العمیان کہنا صحیح ہے۔ اگرچہ عمیان کا عموم قوم کے عمیان سے زیادہ ہے۔ پس اسی طرح یہاں عام عنوان سے استثناء صحیح ہوگا اور

مذکورہ چوپاؤں کی طرح منخنقہ وغیرہ پرند بھی حرام قطعی ہوں گے۔

قمار اور جوئے کی ایک صورت: .... زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ پتی ڈال کر ایک جانور خرید کر ذبح کر لیا جاتا۔ لیکن اس کا گوشت داموں کی نسبت سے شرکاء میں تقسیم نہیں کیا جاتا تھا بلکہ چھٹی کے طریقہ پر اس کام کے لئے دس تیر مخصوص کر رکھے تھے جن میں سے سات تیروں پر کچھ نشانات بنے ہوئے ہوتے اور تین سادہ ہوتے اور کچھ خاص اصطلاحات ٹھیرا رکھی تھیں جن کے بموجب گوشت تقسیم کیا جاتا تھا۔ چنانچہ دام دینے والا محروم بھی رہ سکتا تھا۔ اور دام سے زیادہ گوشت بھی اس کے حصہ میں آسکتا تھا۔ لیکن اسلام اور قرآن نے اس غلط رسم کی اس آیت میں اصلاح کر دی۔

قرعہ اندازی کے حدود: .... البتہ اس سے شرعی قرعہ پر کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کی اجازت تو ایسے مواقع پر ہے جہاں اس کے بغیر بھی باہم اتفاق جائز ہو جیسے کسی مشترک مکان کی تقسیم کو بلا قرعہ بھی اگر دونوں شریک باہمی صلاح اور مشورہ سے یہ طے کر لیں کہ ایک ساجھی ایک طرف کا اور دوسرا ساجھی دوسری طرف کا لے لے تب بھی جائز ہے۔ قرعہ کا حاصل صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اس سے دل میں خلش نہیں رہتی بلکہ خدائی اور تقدیری فیصلہ سمجھ کر انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دو بیویوں سے شرعاً جس کو چاہے سفر میں لے جا سکتا ہے لیکن ان کی تالیف قلب کے لئے قرعہ اندازی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حرف شکایت بیویوں کی زبان پر نہیں آسکتا۔ لیکن چند ساجھی اگر برابر روپیہ لگا کر جانور خرید کر ذبح کریں اور باہمی رضامندی سے یہ طے کر لیں کہ ایک ساجھی کو ایک ثلث اور دوسرے کو دو ثلث ملے گا تو بلا قرعہ جب یہ صورت حرام ہے تو قرعہ اندازی کے بعد بھی یہ صورت ناجائز ہی رہے گی۔

دین اسلام کی تکمیل: .... اور الیوم سے مراد خاص نزول ہی کا دن نہیں ہے بلکہ ماقبل و مابعد کا قریبی زمانہ مراد ہے۔ چنانچہ اگر اس کے بعد بھی کسی حکم کا نازل ہونا ثابت ہو جائے تو اس اکمال و تکمیل پر اعتراض لازم نہیں آئے گا۔ اور رضیت لکم کی وجہ سے احکام کا منسوخ نہ ہونا عام ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ میں بھی اور وفات کے بعد بھی۔ اول تو اس لئے کہ کسی مزید وحی کے ذریعہ نسخ نہیں ہوا۔ اور دوسرے اس لئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی من حیث النبوت نہیں آئے گا۔ اور دوسرے دلائل سے احکام کا ثابت ہونا اس اکمال کے منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث تو مابہ الاکمال میں داخل ہے ہی۔ رہے قیاس واجماع وہ بھی جب نصوص آیات واحادیث سے مستنبط ہوں گے تو معارض نہیں بلکہ ان ہی کے حکم میں داخل ہوں گے۔ البتہ قیاس واجماع جو قرآن وحدیث سے باہر ہوں وہ دلائل ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان کو دلائل شمار نہیں کیا جائے گا۔

شکار کے حلال ہونے کی شرائط: .... آیت **وما علمتم من الجوارح** الخ میں شکاری جانور کی چار شرطیں ذکر کی گئی ہیں اول تعلیم دینا لفظ **ما علمتم** میں دوسرے شکار پر چھوڑنا لفظ **مکلبین** میں۔ تیسرے شکار کا تمہارے لئے شکار کیا جانا جو **مما امسکن** میں ہے۔ اور چوتھے بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑنا جو **واذکروا اسم اللہ** میں ہے۔ اور ایک پانچویں شرط امام اعظمؒ کے نزدیک شکار کو زخمی کرنے کی بھی ہے جس کی طرف لفظ جوارح میں اشارہ ہے جس کے معنی زخمی کرنے کے ہیں۔ شکار کا ایک طریقہ تیر یا بھالہ وغیرہ مارنا بھی ہے جو کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ آیت میں صرف شکاری جانوروں کا حکم بیان کیا جا رہا ہے لیک جو وحشی جانور نہیں بلکہ اہلی ہیں وہ بدون ذبح شرعی حلال نہیں ہوں گے۔ اسی طرح اگر شکار کے بعد جانور زندہ پکڑ لیا اور ذبح کرنے کا موقع مل گیا تب

بھی ذبح کرنا ضروری ہوجائے گا اس کے بعد کتابی کے ذبیحہ حلال ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اصلی کتابی ہو۔ اور مسلمان سے مرتد ہوکر کتابی نہ بنا ہو۔ البتہ اگر کوئی غیر مسلم کتابی ہوگیا ہو تو اس کا حکم اصل کتابی جیسا ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ذبیحہ پر کتابی اللہ کے سوا کسی کا نام نہ لے ورنہ ذبیحہ حرام ہوجائے گا۔ مسلمان یا کتابی عورت اگر پارسا نہ بھی ہو تب بھی اس سے نکاح حلال ہے مگر بہتر نہیں ہے خلاف اولیٰ ہے۔ البتہ مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم مرد سے صحیح نہیں ہے خواہ وہ کتابی ہو یا غیر کتابی۔

آج کل عیسائیوں اور یہودیوں کی اکثریت اہل کتاب نہیں ہے:............ آج کل اکثر یہودی اور عیسائی برائے نام ہی اہل کتاب ہیں ان کا ذبیحہ اور نکاح اصلی کتابی جیسا نہیں سمجھا جائے گا۔ نیز آیت میں وجوب مہر بتلانا مقصود ہے اس کا شرط نکاح ہونا مقصود نہیں۔ چنانچہ مہر کا تذکرہ نہ ہو بلکہ عدم مہر کی شرط ہو یا مہر کی ادائیگی نہ کی ہو تب بھی نکاح درست ہوجائے گا۔ اس آیت میں اہل کتابی کے ذبیحہ اور کفار کے مطلق کھانے کی اباحت واجازت سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلاضرورت ان کی ساتھ مواکلت اور کھانا پینا بھی جائز ہوجائے۔ کیونکہ مقصود فی نفسہ مواکلت کی ممانعت نہیں ہے بلکہ بلاضرورت ان سے دوستانہ تعلقات اور موالات کی ممانعت کی جارہی ہے۔ کیونکہ نجس اور حرام چیزوں کے اختلاط وغیرہ سے مفاسد کے قوی شبہات ہیں۔ دوسرے یہ کیا ضروری ہے کہ اگر ممانعت کی ایک علت نہ پائی جائے تو دوسری علتیں بھی نہ ہوں۔

ایک نکتہ نادر:............ اور آیت **ومن یکفر بالایمان** الخ میں حبط اعمال کی سزا کے علاوہ اس مقام پر ایک فائدہ اور ہے کہ چونکہ اہل کتاب کے ذبیحہ اور عورت سے نکاح کا جواز گذرا ہے تو ممکن ہے جو مسلمان مرتد ہوکر اہل کتاب بن جائیں ان کے ذبیحہ اور نکاح کا حکم بھی یہی سمجھا جائے۔ اس لئے اس جملہ میں اس شبہ کو صاف کردیا ہے کہ جس نے اسلام کی حقانیت کا انکار کردیا۔ یاد رکھو کہ اس کے سب اعمال بالکلیہ اکارت گئے۔ حتیٰ کہ اس کا ذبیحہ اور اس سے نکاح بھی بیکار ہوگیا اب اس پر حلت وجواز کا حکم مرتب نہیں ہوسکے گا۔ اور خسارہ اخروی اس کے علاوہ رہا۔ یا آیت کا یہ مطلب ہو کہ اہل کتاب کو اگر دنیا میں اتنی عزت دے دی کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورت مسلمانوں کے لئے حلال کردی گئی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ اخروی خسارہ سے نہیں بچ سکیں گے۔

لطائف آیات:............ آیت **الیوم اکملت** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاءؒ..... نے جو احکام ظاہر و باطن سے مستنبط کئے ہیں وہ سب دین ہیں اور فقہاء ومشائخ اس بارے میں واجب الاتباع ہیں ورنہ اکمال دین کے بعد اس استنباط واجتہاد کی اجازت اور گنجائش نہ ملتی۔ کیونکہ اس سے دین کا غیر مکمل ہونا لازم ہے اور لازم باطل ہے۔ **فالملزوم مثله**۔

آیت **فمن اضطر** سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کی اجازت بضرورت اور مجبوری دی جائے اس سے لذت نفس کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً: حکیم، ڈاکٹر یا گواہ کے لئے بضرورت بدن یا عورت کو دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس میں التذاذ نفس کا دخل بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ پس اس سے قلب کی حفاظت کا بھی خاص اہتمام مفہوم ہوتا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اَىْ اَرَدْتُّمُ الْقِيَامَ **اِلَى الصَّلٰوةِ** وَاَنْتُمْ مُحْدِثُوْنَ **فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ** اَىْ مَعَهَا كَمَا بَيَّنَتْهُ السُّنَّةُ **وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ** اَلْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ اَىِ الْصِقُوْا الْمَسْحَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اِسَالَةِ مَاءٍ وَهُوَ اِسْمُ جِنْسٍ فَيَكْفِىْ اَقَلُّ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَسْحُ بَعْضِ شَعْرِهٖ وَعَلَيْهِ

الشَّافِعِيُّ **وَاَرْجُلَكُمْ** بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى اَيْدِيْكُمْ وَالْجَرِّ عَلَى الْجِوَارِ **اِلَى الْكَعْبَيْنِ** اَىْ مَعَهُمَا كَمَا بَيَّنَتْهُ السُّنَّةُ وَهُمَا الْعَظْمَانِ النَّاتِيَانِ فِىْ كُلِّ رِجْلٍ عِنْدَ مَفْصَلِ السَّاقِ وَالْقَدَمِ وَالْفَصْلُ بَيْنَ الْاَيْدِىْ وَالْاَرْجُلِ الْمَغْسُوْلَةِ بِالرَّاْسِ الْمَمْسُوْحِ يُفِيْدُ وُجُوْبَ التَّرْتِيْبِ فِىْ طَهَارَةِ هٰذِهِ الْاَعْضَاءِ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَيُؤْخَذُ مِنَ السُّنَّةِ وُجُوْبُ النِّيَّةِ فِيْهِ كَغَيْرِهٖ مِنَ الْعِبَادَاتِ **وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا** فَاغْتَسِلُوْا **وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى** مَرَضًا يَضُرُّهُ الْمَاءُ **اَوْ عَلٰى سَفَرٍ** اَىْ مُسَافِرِيْنَ **اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ** اَىْ اَحْدَثَ **اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ** سَبَقَ مِثْلُهٗ فِىْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ **فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً** بَعْدَ طَلَبِهٖ **فَتَيَمَّمُوْا** اقْصُدُوْا **صَعِيْدًا طَيِّبًا** تُرَابًا طَاهِرًا **فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ** مَعَ الْمَرَافِقِ **مِّنْهُ** بِضَرْبَتَيْنِ وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ وَبَيَّنَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الْمُرَادَ اِسْتِيْعَابُ الْعُضْوَيْنِ بِالْمَسْحِ **مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ** ضِيْقٍ بِمَا فَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ **وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ** مِنَ الْاَحْدَاثِ وَالذُّنُوْبِ **وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ** بِبَيَانِ شَرَائِعِ الدِّيْنِ **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۶﴾** نِعَمَهٗ **وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ** بِالْاِسْلَامِ **وَمِيْثَاقَهُ** عَهْدَهٗ **الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ** عَاهَدَكُمْ عَلَيْهِ **اِذْ قُلْتُمْ** لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَايَعْتُمُوْهُ **سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا** فِىْ كُلِّ مَا تَاْمُرُ بِهٖ وَتَنْهٰى مِمَّا نُحِبُّ وَنَكْرَهُ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** فِىْ مِيْثَاقِهٖ اَنْ تَنْقُضُوْهُ **اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾** بِمَا فِى الْقُلُوْبِ فَبِغَيْرِهٖ اَوْلٰى **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ** قَائِمِيْنَ **لِلّٰهِ** بِحُقُوْقِهٖ **شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ** بِالْعَدْلِ **وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ** يَحْمِلَنَّكُمْ **شَنَاٰنُ** بُغْضُ **قَوْمٍ** اَىِ الْكُفَّارِ **عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا** فَتَنَالُوْا مِنْهُمْ لِعَدَاوَتِهِمْ **اِعْدِلُوْا** فِى الْعَدُوِّ وَالْوَلِيِّ **هُوَ** اَىِ الْعَدْلُ **اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾** فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ **وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** وَعْدًا حَسَنًا **لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۹﴾** هُوَ الْجَنَّةُ **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ** هُمْ قُرَيْشٌ **اَنْ يَّبْسُطُوْٓا** يَمُدُّوْا **اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ** لِيَفْتِكُوْا بِكُمْ **فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ** وَعَصَمَكُمْ مِمَّا اَرَادُوْا بِكُمْ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾**

ترجمہ: .... مسلمانو! جب تم آمادہ ہو (کھڑے ہونے کا ارادہ کرو) نماز کے لئے (اور تم بے وضو بھی ہو) تو چاہئے کہ اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولیا کرو (یعنی کہنیوں سمیت جیسا کہ سنت سے ثابت ہے اور سر کا مسح کرلیا کرو (اس میں باالصاق کے لئے ہے یعنی مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرو۔ بغیر یکلی بہائے اور لفظ راس اسم جنس ہے۔ لہٰذا کم سے کم درجہ بھی کافی ہے جس پر یہ لفظ صادق آسکے بعض سر کے بالوں کا۔ اور امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے) نیز اپنے پاؤں (نصب کے ساتھ اس کا عطف ایدیکم پر ہے۔ اور اس پر جر بھی ہے مجرور کے قریب ہونے کی وجہ سے) ٹخنوں تک دھولو (یعنی ٹخنوں سمیت جیسا کہ سنت سے ثابت ہے اور اس سے مراد وہ اُبھری ہوئی دو

ہڈیاں ہیں جو ہر پیر پر پنڈلی اور قدم کا درمیانی جوڑ ہوتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں جو اعضائے مغسولہ ہیں ان کے درمیان سر کا ذکر آنا جس پر مسح کیا جاتا ہے۔ اس سے باہمی ان اعضاء کے درمیان ترتیب قائم رکھنا واجب معلوم ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے اور وضو اور دوسری عبادات میں نیت کا وجوب بھی سنت سے ثابت ہے) اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو چاہئے کہ پاک صاف ہو جاؤ (غسل کرلو) اور اگر تم بیمار ہو (ایسا مرض ہو جس میں پانی کا استعمال مضر ہو) یا سفر میں ہو (یعنی مسافر ہو) یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے آیا ہو (بے وضو ہو گیا ہو) یا تم نے بیویوں کو چھوا ہو (سورۂ نساء میں بھی ایسی آیت گذر چکی ہے) اور پھر پانی میسر نہ آئے (باوجود تلاش کے) تو ایسی حالت میں تیمم کرلیا کرو (کام لیا کرو) یعنی عمدہ زمین (پاک مٹی سے) اپنے منہ اور ہاتھوں پر (کہنیوں سمیت) مسح کرلیا کرو (دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر۔ اس میں با الصاق کے لئے ہے اور سنت سے ثابت ہے کہ ان دونوں اعضاء پر استیعاب کے ساتھ ہاتھ پھیرنا مراد ہے) اللہ میاں کو یہ منظور نہیں کہ تمہیں کسی طرح کی مشقت میں ڈالیں (وضو، غسل، تیمم کے جو احکام فرض کئے ان سے تمہیں تنگی ہو) لیکن یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں پاک صاف رکھیں (میل کچیل اور گناہوں سے) نیز یہ کہ تم پر اپنی نعمتیں مکمل فرما دیں (دینی احکام بیان فرما نا تا کہ تم (ان کی نعمتوں کے) شکر گذار ہو سکو اور اللہ نے تم پر (اسلام کے) جو انعام فرمائے ہیں ان کی یاد سے غافل مت ہو اور ان کے عہد (پیمان) نہ بھولو جو مضبوطی کے ساتھ وہ تم سے ٹھہرا چکے (تم سے معاہدہ کر چکے) جب تم نے کہا تھا (نبی کریم (ﷺ) سے بیعت کرتے وقت) کہ ہم آپ کا فرمان سن چکے اور ہم نے اسے قبول کیا (جن پسندیدہ باتوں کا آپ حکم دیں گے اور جن ناگوار باتوں سے آپ منع کریں گے) اور اللہ سے ڈرو (مضبوط وعدہ کر کے عہد شکنی کرنے میں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ پوری طرح جانتے ہیں جو کچھ سینوں میں چھپا ہوتا ہے (دلوں میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ تو اور چیزوں کو بدرجہ اولیٰ جانتے ہوں گے) مسلمانو! اللہ کے (حقوق کے) لئے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور عدل (انصاف) کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ تمہیں ابھار دے (آمادہ کردے) دشمنی (عداوت) کسی خاص گروہ کی (یعنی کفار کی) اس بات کے لئے کہ تم ان کی ساتھ انصاف نہ کرو (اور تم ان سے محض ان کی دشمنی کی وجہ سے کچھ حاصل کرلو) انصاف کرو (دشمن اور دوست کے ساتھ) کہ یہی (یعنی انصاف) تقویٰ سے لگتی ہوئی بات ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ وہ تمہارے کارناموں سے باخبر ہیں (وہ ضرور تمہیں بدلہ دیں گے) اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے (بہترین وعدہ) ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت ہی بڑا اجر (جنت) ہوگا۔ لیکن جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخی ہیں۔ مسلمانو! اپنے اوپر اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ جب ارادہ کرلیا تھا ایک گروہ (قریش) نے کہ تم پر ہاتھ چھوڑ دیں (تمہیں اچانک قتل کرنے کے لئے) تو اللہ نے ان کے ہاتھ تمہارے خلاف بڑھنے سے روک دیئے (اور تمہیں ان کے ارادوں سے محفوظ رکھا) اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور اللہ ہی ہیں جن پر مسلمانوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

تحقیق وترکیب:............ وانتم محدثون ظاہر آیت سے تو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے خواہ وضو ہو یا نہ ہو جیسا کہ داؤد ظاہریؒ کی رائے ہے۔ یا حضرت علیؓ، عکرمہؓ، ابن سیرینؒ سے مروی ہے لیکن جمہورؒ اس کی کئی توجیہیں کرتے ہیں مثلاً اذا قمتم الخ کے معنی اذا قمتم من النوم کے لیتے ہیں جس کے لئے حدث لازمی ہے اور بعض اس امر کو استحباب وندب پر محمول کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ظاہر آیت کے مطابق ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا ضروری تھا۔ پھر احادیث کے ذریعہ اس کا نسخ ہوا۔ چنانچہ عبد اللہ بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیا جو مسلمانوں پر شاق معلوم ہوا۔ پھر آپ (ﷺ) نے تخفیف فرما کر صرف حدث کے بعد ضروری رکھا۔ رہی یہ روایت کہ سورۂ مائدہ تو خود آخری سورۃ ہے فاحلوا حلالھا وحرموا حرامھا۔ تو اول تو عراقی اس کو مرفوع نہیں مانتے بلکہ آخری نزول براءت کا ہوا ہے۔ دوسرے اگر اس روایت کو صحیح

بھی مان لیا جائے تو بلحاظ اکثر صورت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ آیت اور تیمم بھی اس میں داخل ہو۔

وارجلکم نصب اور جر دو قراءتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے جو حکم میں دو آیتوں کے سمجھی جاتی ہے۔ قراءت نصب تو پاؤں دھونے پر محمول ہوگی اور قراءت جر مسح خفین پر۔ اس طرح پیروں سے متعلق دو حکم ہو جائیں گے۔ اور اگر دونوں قراءتوں کا تعلق ایک ہی حالت سے ہو تو پھر دونوں حکم برابر ہوں گے۔ مگر دھونے کے حکم کو ترجیح سنت کی طرف رجوع کرنے کی بناء پر ہوگی۔ چنانچہ اس بارہ میں اخبار مشہورہ بلکہ اخبار متواترہ وارد ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) پاؤں دھویا کرتے تھے اور حدیث **ویل للاعقاب من النار** درجہ شہرت پر پہنچی ہوئی ہے۔

عند مفصل. جمہور اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔ البتہ جو لوگ پاؤں پر مسح کرنے کے قائل ہیں وہ کعب سے مراد "معقد شراک" تسمہ باندھنے کی جگہ مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ حصہ ہر پیر میں ایک ہوتا ہے اس لئے بقاعدہ استعمال **وایدیکم الی المرافق** کی طرح **الی الکعاب** ہونا چاہئے تھا لیکن **الی الکعبین** تثنیہ لانے سے اشارہ ہو گیا کہ ہر پیر میں دو کعب ہونے چاہئیں اور وہ ٹخنے اور گٹے کے معنی لینے ہی سے ہو سکتا ہے۔

وجوب الترتیب. لیکن ہمارے نزدیک جیسا کہ زمخشریؒ نے ذکر کیا ہے اعضاء مغسولہ کے درمیان عضو ممسوحہ کا لانا پیروں کے بارے میں جو اسراف سے کام لیا جاتا ہے اس پر تنبیہ کرنا ہے۔ **وبینت**. یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ باالصاق کے لئے آتی ہے پس ان دونوں عضو کا عدم استیعاب ثابت ہوا۔ حالانکہ وضو میں استیعاب ثابت ہے پس آیتِ وضو اور آیتِ تیمم میں تعارض ہو گیا بلکہ تیمم جو نائب ہے اصل وضو کے برخلاف ہو گیا واضح ہونا چاہئے کہ آیت وضو اور آیت تیمم سات ۷ چیزوں پر مشتمل ہیں۔ دو طہارتیں۔ اصل اور بدل۔ اور اصل بھی دو ہیں مستوعب اور غیر مستوعب۔ پھر غیر مستوعب بلحاظ فعل کے غسل اور مسح ہے اور بلحاظ محل کے محدود اور غیر محدود ہے۔ اور ذریعہ طہارت سیال ہوگا یا جامد۔ اسی طرح موجب طہارت حدث اصغر ہوگا یا حدث اکبر۔ وضو سے تیمم کی طرف آنا۔ مرض کی وجہ سے ہوگا یا سفر کی وجہ سے طہارت کے حصول پر۔ گناہوں سے پاک ہونے اور اتمام نعمت کا وعدہ ہے غرض کہ یہ سب چیزیں دو دو اور جوڑ ہیں۔

منہ. لفظ **صعید** کی طرف ضمیر راجع ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو وہم ہو گیا کہ چونکہ من تبعیضیہ ہے اس لئے تیمم کے لئے مٹی پر غبار ہونا شرط ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ من ابتدائیہ ہے۔ یا بقول زجاجؒ کہا جائے کہ صعید سے مراد وجہ ارض ہے خواہ مٹی ہو یا پتھر اور یا کہا جائے کہ ضمیر **منہ** حدث کی طرف راجع ہے۔ **بایعتموہ**. کیکر وغیرہ درخت کے نیچے جو بیعت کا واقعہ ہوا اس کی طرف اشارہ ہے۔

قوامین یہ خبر ہے **کونوا** کی اور **شھداء** خبر ثانی ہے۔

یجرمنکم. چونکہ **یجرمن** متضمن ہے یعنی **یحملن** کو۔ اسی لئے علیٰ کے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے اور **یکسبن** کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے دونوں معنی قریب ہیں۔ اسی لئے جلال مفسرؒ نے اس لفظ کی دونوں جگہ دو تفسیریں کر دی ہیں۔

قوم. اس سے مراد خاص کفار قریش ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں جانے سے روکا تھا جیسا کہ صاحب کشاف کی رائے ہے یا عموم الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے عام افراد مراد لئے جائیں خصوص سبب کا اعتبار نہ کیا جائے۔

فتنالوا. یہ منصوب ہے جواب نفی کی وجہ سے۔ یعنی قتل اور مال کا لوٹنا جو تمہارا مقصد ہے وہ اس طرح حاصل کرو۔

ربط: .... گذشتہ آیات میں بعض احکام دنیا کا بیان تھا۔ اور آیت **یآیھا الذین امنوا اذا قمتم الخ** میں بعض دینی احکام کا بیان ہو رہا ہے یعنی ساتواں حکم وضو کے وجوب کا اور آٹھواں حکم وجوب غسل کا ہے اور نواں حکم تیمم کی مشروعیت سے متعلق ہے۔ آیت **مایرید اللہ الخ** میں اس حکم تطہیر کا نعمت ہونا مذکور ہے اور پھر **واذکروا الخ** میں عام احکام کا نعمت ہونا بتلانا ہے۔ اور آیت **یٰآیھا الذین امنوا کونوا الخ** میں دسواں حکم عدل وانصاف سے متعلق ہے اور پھر اطاعت شعاروں کے لئے وعدہ اور نافرمانوں کے لئے وعید ہے۔

شان نزول:............امام بخاریؒ کے قول کے مطابق حضرت عائشہؓ کے ہار گم ہونے کا تعلق آیت مائدہ یاایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الخ سے ہے سورۂ نساء سے اس کا تعلق جیسے بعض لوگوں نے سمجھا ہے وہ صحیح میں ہے۔ وضو کا وجوب اس آیت سے نہیں ہوا کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور نماز کی فرضیت بہت پہلے مکہ میں ہو چکی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ بغیر وضو وطہارت تو آپ نے نماز ہرگز نہیں پڑھی ہوگی۔ آیت میں اس کے اظہار کی حکمت اور اس کی فرضیت کو متلو قرار دینا ہے۔

﴿تشریح﴾:..........**شرائط وضو:**..........ظاہر آیت سے ہر نماز کے لئے تازہ وضو کا وجوب معلوم ہو رہا ہے حالانکہ اجماع اور سنت اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقعہ پر آنحضرت (ﷺ) نے ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) آج آپ کو یہ نئی بات کرتے ہم دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے قصداً ایسا کیا ہے یعنی بیان جواز کے لئے۔ اسی طرح ظاہر آیت سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ہر نماز قائم ہونے کے وقت وضو کرنا ضروری ہے خواہ نماز کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ ان ہی دونوں شبہات کے ازالہ کے لئے مفسر علامؒ نے قمتم کی تفسیر اذ دتم کے ساتھ کی ہے اور وانتم محدثون کی قید کا اضافہ کیا ہے۔ اور بعض نے قواعد منطقیہ پر یہ توجیہ کی ہے کہ اذا قمتم الخ قضیہ مہملہ ہے جو حکم میں خبر یہ کے ہوا کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں اس کی تعبیر اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ کلام رب میں اذا بعض اوقات کے لئے آتا ہے۔ پس عموم کے ساتھ حکم کلی اور دائمی نہ رہا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ طہارت جنابت کے ساتھ جو لفظ ان استعمال کیا گیا ہے وہ اس لئے ہے کہ یہ شرط دائمی نہیں ہے بلکہ دوسری شرط ستر عورت کی طرح صرف نماز کے لئے مخصوص ہے۔

فقہی اختلاف مذاہب:..........بہر حال اعضاء وضو وغیرہ دھونے میں بقول ابو یوسفؒ صرف اتنا پانی بہانا ضروری ہے کہ کم از کم قطرہ در قطرہ ٹپک بھی جائے۔ امام مالکؒ کی طرح وضو یا غسل میں بدن کو ملنا یا مسلسل پانی بہانا حنفیہ کے نزدیک شرط نہیں ہے کیونکہ آیت میں جو لفظ غسل ہے لغۃً یہ دونوں قیدیں اس میں داخل نہیں ہیں۔ اس لئے اس کو زیادتی علی الکتاب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح مسح کے معنی بھیگے ہوئے ہاتھ پھیرنے کے آتے ہیں لیکن اگر قطرات ٹپک جائیں یا پانی بہنے لگے تو پھر بجائے مسح کے غسل ہو جائے گا۔ مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا اور احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ اور شوافع کے نزدیک ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے۔ امام مالکؒ تو برؤ سکم کی باز ائد مانتے ہیں اور احناف وشوافع تبعیض کے لئے کہتے ہیں مگر شوافع یقینی تبعیض کی وجہ سے سر کا ادنیٰ درجہ مراد لیتے ہیں یعنی بال دو بال بھی کافی ہیں احناف کے یہاں بھی تبعیض ہی مراد ہے لیکن باکو الصاقیہ مان کر اور چونکہ باممل پر داخل ہے اس لئے اس کی تبعیض ہو جائے لیکن مطلق اور مبہم طریقہ پر۔ البتہ حدیث ناصیہ کی وجہ سے اس کی تفصیل وتوضیح ہو گئی یعنی چوتھائی سر متعین ہو گیا۔ اور بعض نے تین انگل مقدار کو کافی کہا ہے۔

وضو میں پاؤں کا مسح:..........بہر حال آیت سے وضو کے فرائض چہارگانہ معلوم ہو گئے باقی چیزیں مسنون ہیں۔ لفظ ارجلکم کی دونوں قراءتیں مشہور ہیں جو دو آیتوں کے حکم بلکہ اس سے بھی زیادہ متحد المعنی ہونی چاہئیں۔ پس ان میں کسی طرح کا تعارض ہونا محال ہے۔ لیکن قراءت جر پر روافض اس کا عطف رؤ سکم پر مانتے ہیں اور پیروں کے مسح کی فرضیت کے قائل ہو گئے ہیں حالانکہ یہ بات صحابہؓ اور خود آنحضرت (ﷺ) کے عمل کے برخلاف ہے۔ چنانچہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ واللہ ما علمت احد امن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی القدمین۔ نیز روایت ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے کچھ لوگوں کو پیروں کا مسح

کرتے دیکھا تو ویل للاعقاب من النار فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک صاحب کو وضو کرتے دیکھا کہ انہوں نے پیروں کا نچلا حصہ چھوڑ دیا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعادہ وضو کا حکم فرمایا۔ لفظ الی الکعبین خود اس کا قرینہ ہے کہ پیروں کا مسح مراد نہیں ہے کیونکہ یہ غایت واقع ہو رہا ہے اور مسح کی شرعاً کوئی غایۃ نہیں ہوتی۔

نیز امام لغت ابوزید انصاری وغیرہ کی تصریح کے مطابق مسح بمعنی غسل آتا ہے چنانچہ مسح الارض المطر بولتے ہیں یعنی بارش سے زمین دہل گئی۔ اور متمسح کے معنی متوضی کے آتے ہیں اس لئے پیر دھونے کے متعلق احادیث صحیحہ اور اجماع کی روشنی میں مسح اور غسل ہے ایک ہی معنی مراد لئے جائیں گے اور لفظ امسحوا مقدر مان کر اس کا عطف وامسحوا مذکور پر ہو جائے گا۔ کیونکہ وامسحوا ملفوظ کے ماتحت ماننے سے لازم آئے گا کہ سر کے ساتھ تو اس کے معنی مسح متعارف کے ہوں اور پیر کے ساتھ دھونے کے معنی ہوں اور یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے اس سے بچنے کے لئے ایک امسحوا مقدر مان لیا جائے گا۔ اور نکتہ اس میں پانی کے اسراف سے بچانا ہے جیسا کہ عام طور پر پیروں پر زیادتی پانی بہانے کی عادت ہے یا پھر جر جوار پر محمول کر لیا جائے۔ جیسا کہ عطف کی صورت میں جر جوار نابغہ کے اس شعر میں ہے۔

لم یبق الا اسیر غیر منفلت　　ومو ثق فی حبال القد مجنوب

لفظ موثق مجرور بھی ہے اور اس کا عطف اسیر پر ہو رہا ہے یا قراءت نصب کو بغیر موزہ پیر دھونے پر محمول کر لیا جائے اور جر کی قراءت کو موزہ پہننے کی حالت میں مسح متعارف پر محمول کر لیا جائے۔ اور بقول کشاف حسنؒ تو وضو میں غسل اور مسح دونوں کو جمع کر لیتے تھے۔

لفظ کعبین سے کیا مراد ہے؟:........ کعبین سے مراد جمہور کے نزدیک گٹا اور ٹخنہ ہے ہشام نے جو مفصل اور وسط قدم کے معنی لئے ہیں وہ مرجوح اور مردود ہیں کیونکہ کلام عرب میں جمع کا مقابلہ جب جمع سے ہوتا ہے تو احاد کا انقسام احاد پر کیا جاتا ہے جیسے اغسلوا وجوھکم وایدیکم کے معنی یہ ہوں گے ہر آدمی اپنے اپنے چہرے اور ہر ہاتھ کو دھوئے۔ لیکن جب تثنیہ جمع کے مقابل لایا جاتا ہے تو یہ معنی نہیں رہا کرتے بلکہ ہر فرد کے مقابلہ میں تثنیہ مراد ہوتا ہے جیسے الی الکعبین میں تثنیہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ ہر پیر میں دو کعب ہوں اور یہ بات بطریقہ جمہور ہی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ٹخنہ کی دونوں طرف ابھری ہوئی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ ہشام کی رائے پر یہ صورت ممکن نہیں۔ قاعدہ کی خلاف ورزی کرنی پڑے گی۔ رہا یہ شبہ کہ اس قاعدہ کے لحاظ سے تو ایدیکم وارجلکم میں صرف ایک ایک ہاتھ پیر دھونا چاہئے تاکہ فرد کا مقابلہ فرد سے ہو سکے؟ جواب یہ ہے کہ آیت سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے یعنی ایک ہاتھ پیر دھونے کا وجوب۔ لیکن دوسرے ہاتھ پیر کا دھونا احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

وضو میں چار فرضوں کے علاوہ دوسری چیزیں مسنون ہیں:........ امام شافعیؒ کے نزدیک وضو میں ترتیب، تسمیہ، تسلسل بھی واجب ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ سب چیزیں مسنون ہیں دلائل اصول میں موجود ہیں۔ حدث اصغر کے ازالہ کے بعد جس کا نام وضو ہے۔ آیت وان کنتم الخ میں حدث اکبر یعنی غسل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ فاطھروا چونکہ مبالغہ کا صیغہ ہے اسی لئے احناف کے نزدیک غسل میں تین فرض ہوئے۔ (۱) مضمضہ (۲) استنشاق۔ (۳) باقی ظاہری بدن کا دھونا۔ تاکہ کامل طہارت حاصل ہو جائے۔ حالانکہ مضمضہ اور استنشاق وضو میں صرف سنت ہیں اور امام شافعیؒ وضو پر قیاس کرتے ہوئے غسل میں بھی ان کو مسنون ہی کہتے ہیں۔ جنابت کی تفصیلات کتب فقہ میں ہیں۔ اسی کے بعد تیمم کا بیان ہے اور طہارت ان تینوں صورتوں، وضو، غسل تیمم کو یکجا کرنے کے لئے ہی

شاید سورہ نساء کے بعد مائدہ میں اس آیت کو مکرر لایا گیا ہے۔ سعید بن جبیرؓ کے نزدیک اتمام نعمت سے مراد دخول جنت ہے کیونکہ اس کے بغیر نعمت ناتمام ہے محمد بن کعبؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) سے جب کوئی حدیث سنا کرتا تو اس کو قرآن پر منطبق کرنے کی کوشش کیا کرتا۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ سے جب الوضوء یکفر ما قبلہ سنا تو میں نے قرآن میں اس کو تلاش کیا تو سورۂ فتح میں آیت ویتمم نعمتہ علیک مل گئی جس سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد مغفرت ہے۔ پھر آیت مائدہ میں وضو سے اتمام نعمت بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وضو سے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔

آیت اذھم قوم الخ میں یا تو کفار کے عام حملوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض نے خاص واقعات کی طرف اشارہ مانا ہے مثلاً ۵ ھ میں آپ (ﷺ) کسی غزوہ سے واپسی پر عسفان میں نماز ظہر پڑھنے لگے تو کفار نے حملہ کا ارادہ کیا۔ مگر وحی سے آپ (ﷺ) کو علم ہوگیا۔ یا یہود بنی نضیر میں ایک دیت کے سلسلہ میں مع چار یاروں کے آپ (ﷺ) تشریف لے گئے لیکن انہوں نے دھوکہ سے آپ (ﷺ) کو ہلاک کرنا چاہا۔ آپ (ﷺ) کو محسوس ہوگیا اور آپ ناراض ہوکر چلے آئے۔ یا بقول مفسر علامؒ واقعہ حدیبیہ کی طرف اشارہ ہو۔

لطائف آیات:............ آیت یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الخ کے سلسلہ میں طویل کلام مسائل السلوک میں قابل ملاحظہ ہے آیت ما یرید اللہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی رخصتوں میں نقصان کے شبہ سے تنگ دل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ عمل میں اس درجہ غلو بھی حق کی مزاحمت ہے۔ آیت لا یجرمنکم الخ سے معلوم ہوا کہ معاملات میں طبعی تقاضوں پر عمل نہیں کرنا چاہئے کہ یہ بھی ایک بڑا مجاہدہ ہے۔ آیت یا یھا الذین امنوا اذا کروا سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دینوی نعمتوں کو ہرگز حقیر نہیں سمجھا چاہئے جیسا کہ مبتلائے افراط جاہل درویش کیا کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا يُذْكَرُ بَعْدُ **وَبَعَثْنَا** فِيهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ اَقَمْنَا **مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا** مِنْ كُلِّ سِبْطٍ نَقِيْبٌ يَكُوْنُ كَفِيْلًا عَلٰى قَوْمِهٖ بِالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ تَوْثِقَةً عَلَيْهِمْ **وَقَالَ** لَهُمُ **اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ** بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ **لَئِنْ** لَامُ قَسَمٍ **اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ** نَصَرْتُمُوْهُمْ **وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا** بِالْاِنْفَاقِ فِيْ سَبِيْلِهٖ **لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ** الْمِيْثَاقِ **مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴿۱۲﴾** اَخْطَأَ طَرِيْقَ الْحَقِّ وَالسَّوَاءُ فِي الْاَصْلِ الْوَسَطُ فَنَقَضُوا الْمِيْثَاقَ قَالَ تَعَالٰى **فَبِمَا نَقْضِهِمْ** مَا زَائِدَةٌ **مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ** اَبْعَدْنَاهُمْ مِنْ رَّحْمَتِنَا **وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً** لَا تَلِيْنُ لِقَبُوْلِ الْاِيْمَانِ **يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ** الَّذِيْ فِي التَّوْرٰةِ مِنْ نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهٖ **عَنْ مَّوَاضِعِهٖ** الَّتِيْ وَضَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهَا اَيْ يُبَدِّلُوْنَهٗ **وَنَسُوْا** تَرَكُوْا **حَظًّا** نَصِيْبًا **مِّمَّا ذُكِّرُوْا** اُمِرُوْا **بِهٖ** فِي التَّوْرٰةِ مِنِ اتِّبَاعِ مُحَمَّدٍ **وَلَا تَزَالُ** خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **تَطَّلِعُ** تَظْهَرُ **عَلٰى خَآئِنَةٍ** اَيْ خِيَانَةٍ **مِّنْهُمْ** بِنَقْضِ الْعَهْدِ وَغَيْرِهٖ **اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ** مِمَّنْ اَسْلَمَ **فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۱۳﴾** هٰذَا

مَنْسُوْخٌ بِاٰيَةِ السَّيْفِ **وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى** مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ **اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ** كَمَا اَخَذْنَا عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَاءِيْلَ الْيَهُوْدِ **فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ** فِى الْاِنْجِيْلِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَغَيْرِهٖ وَنَقَضُوا الْمِيْثَاقَ **فَاَغْرَيْنَا** اَوْقَعْنَا **بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ** بِتَفَرُّقِهِمْ وَاخْتِلَافِ اَهْوَائِهِمْ فَكُلُّ فِرْقَةٍ تُكَفِّرُ الْاُخْرٰى **وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ** فِى الْاٰخِرَةِ **بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ**﴿۱۴﴾ فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهِ **يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ** الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى **قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا** مُحَمَّدٌ **يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ** تَكْتُمُوْنَ **مِنَ الْكِتٰبِ** التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ كَاٰيَةِ الرَّجْمِ وَصِفَتِهٖ **وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ** مِنْ ذٰلِكَ فَلَا يُبَيِّنُهٗ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَصْلَحَةٌ اِلَّا افْتِضَاحُكُمْ **قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ** هُوَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **وَّكِتٰبٌ** قُرْاٰنٌ **مُّبِيْنٌ**﴿۱۵﴾ بَيِّنٌ ظَاهِرٌ **يَّهْدِىْ بِهِ** اَىْ بِالْكِتَابِ **اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ** بِاَنْ اٰمَنَ **سُبُلَ السَّلٰمِ** طُرُقَ السَّلَامَةِ **وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ** الْكُفْرِ **اِلَى النُّوْرِ** الْاِيْمَانِ **بِاِذْنِهٖ** بِاِرَادَتِهٖ **وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ**﴿۱۶﴾ دِيْنِ الْاِسْلَامِ **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ** حَيْثُ جَعَلُوْهُ اِلٰهًا وَهُمُ الْيَعْقُوْبِيَّةُ فِرْقَةٌ مِّنَ النَّصَارٰى **قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ** اَىْ يَدْفَعُ **مِنَ** عَذَابِ **اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا** اَىْ لَا اَحَدَ يَمْلِكُ ذٰلِكَ وَلَوْ كَانَ الْمَسِيْحُ اِلٰهًا لَقَدَرَ عَلَيْهِ **وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ** شَاءَهٗ **قَدِيْرٌ**﴿۱۷﴾ **وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى** اَىْ كُلٌّ مِّنْهُمَا **نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ** اَىْ كَاَبْنَائِهٖ فِى الْقُرْبِ وَالْمَنْزِلَةِ وَهُوَ كَاَبِيْنَا فِى الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ **وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ** لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ **فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ** اِنْ صَدَقْتُمْ فِىْ ذٰلِكَ وَلَا يُعَذِّبُ الْاَبُ وَلَدَهٗ وَلَا الْحَبِيْبُ حَبِيْبَهٗ وَقَدْ عَذَّبَكُمْ فَاَنْتُمْ كَاذِبُوْنَ **بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ** جُمْلَةِ **مَنْ خَلَقَ** مِنَ الْبَشَرِ لَكُمْ مَا لَهُمْ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ **يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ** الْمَغْفِرَةَ لَهٗ **وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ** تَعْذِيْبَهٗ لَا اِعْتِرَاضَ عَلَيْهِ **وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ**﴿۱۸﴾ الْمَرْجِعُ **يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا** مُحَمَّدٌ **يُبَيِّنُ لَكُمْ** شَرَائِعَ الدِّيْنِ **عَلٰى فَتْرَةٍ** اِنْقِطَاعٍ **مِّنَ الرُّسُلِ** اِذْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عِيْسٰى رَسُوْلٌ وَمُدَّةُ ذٰلِكَ خَمْسُمِائَةٍ وَّتِسْعٌ وَّسِتُّوْنَ سَنَةً لِ **اَنْ** لَا **تَقُوْلُوْا** اِذَا عُذِّبْتُمْ **مَا جَآءَنَا مِنْ** زَائِدَةٌ **بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ** فَلَا عُذْرَ لَكُمْ اِذًا **وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ**﴿۱۹﴾ وَمِنْهُ تَعْذِيْبُكُمْ اِنْ لَمْ تَتَّبِعُوْهُ

ترجمہ: ....اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا (جس کا ذکر آ رہا ہے) اور ہم نے مقرر کر دیے تھے۔ (اس میں صفت التفات غائب کے صیغہ سے ہے اور بعثنا کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے قائم کر دیا) ان میں بارہ سردار خاندان کا ایک سردار ان کی طرف سے وفاء عہد کا ذمہ دار بنا دیا گیا تا کہ ان کی جانب سے اطمینان رہے) اور اللہ نے (ان سے) فرما دیا تھا کہ میں تمہارے

ساتھ ہوں (اعانت اور نصرت سے) اگر (لام قسم ہے) تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور میرے پیغمبر رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی مدد (تائید) کرتے رہے اور اللہ کو قرض نیک دیتے رہے (اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے) تو میں ضرور تمہاری برائیاں مٹادوں گا اور تمہیں ضرور باغوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں پھر جس نے اس (عہد و پیان) کے بعد بھی تم میں سے انکار کیا تو یقیناً اس نے سیدھی راہ گم کردی (راہ حق سے ہٹ گیا۔ سواء کے معنی دراصل وسط کے ہیں۔ غرض کہ انہوں نے عہد توڑ دیا۔ اس لئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) پس اس وجہ سے کہ (ما زائد ہے) ان لوگوں نے اپنا عہد اطاعت توڑ ڈالا ہم نے ان پر لعنت کی (اپنی رحمت سے دور پھینک دیا) اور ان کے دلوں کو سخت کردیا۔ (ایمان قبول کرنے کے لئے نرم نہیں ہوتا) چنانچہ یہ لوگ باتوں کو پھیر دیتے ہیں (اللہ نے توراۃ میں محمد (ﷺ) کے اوصاف وغیرہ کے سلسلہ میں لکھی ہیں) اپنی اصل جگہ سے (جو اللہ نے ان کے لئے متعین فرمائی ہے۔ اس سے بدل ڈالتے ہیں) اور فراموش کر بیٹھے (چھوڑ بیٹھے) ایک بڑے حصہ (نفع) کو جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی (محمد (ﷺ) کی اتباع کے بارے میں جو توراۃ میں ان کو حکم دیا گیا تھا) اور آپ ہمیشہ (اس میں آنحضرت (ﷺ) کو خطاب ہے) مطلع (واقف) ہوتے رہیں (ورنہ کسی خیانت پر ان کی جانب سے (نقض عہد وغیرہ کی) البتہ بہت تھوڑے سے ایسے لوگ ہیں جو ایسا نہیں کرتے مسلمان ہو چکے ہیں) پس آپ ان اسے درگذر کیجئے۔ اور اپنی توجہ ہٹا لیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیک کرداروں ہی کو دوست رکھتے ہیں (معافی کا یہ حکم۔ آیت جہاد سے منسوخ ہو چکا ہے) اور جو لوگ اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں ان سے بھی (اس کا تعلق آئندہ سے ہے) ہم نے عہد لیا تھا (جیسا کہ بنی اسرائیل میں سے یہود سے عہد لیا تھا) پھر ایسا ہوا کہ بھلا دیا انہوں نے بھی اس نصیحت کے ایک بڑے حصہ کو جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی (انجیل میں ایمان وغیرہ کے متعلق۔ لیکن انہوں نے بھی عہد توڑ ڈالا) سو ہم نے بھڑکا دی (برپا کردی) قیامت تک کے لئے ان کے درمیان عداوت اور دشمنی کی آگ (مختلف ٹولیوں میں بٹنے اور خواہشات کے اختلاف کی وجہ سے چنانچہ ہر فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے) اور وہ وقت دور نہیں کہ اللہ انہیں حقیقت حال سے خبردار کردیں گے۔ (آخرت میں) جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں (اس پر ان کو سزا ملے گی) اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) یہ واقعہ ہے کہ ہمارے رسول (محمد ﷺ) تمہارے پاس آچکے۔ صاف صاف بیان کرتے ہیں بہت سی وہ باتیں جنہیں تم چھپاتے رہتے ہو (مخفی رکھتے ہو) کتاب الٰہی میں سے (جیسے آیت رجم اور آنحضرت (ﷺ) کے اوصاف کا چھپانا۔ توراۃ و انجیل میں) اور بہت سی باتوں سے درگذر کر جاتے ہیں (ان میں سے جن کے اظہار میں بجز تمہاری رسوائی کے اور کوئی مصلحت اور نفع نظر نہیں آتا ان کو ظاہر نہیں فرماتے) اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی آچکی ہے (نبی کریم ﷺ) اور واضح کتاب (قرآن جو بالکل کھلی ہوئی ہے۔) کھول دیتے ہیں اس (کتاب) کے ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے جو ان کی خوشنودی کے تابع ہوں (ایمان قبول کرکے) سلامتی کی راہیں (سلامتی کے طریقے) اور انہیں نکال دیتے ہیں (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف اپنے حکم (ارادہ) سے اور انہیں سیدھی راہ (دین اسلام) پر لگا دیتے ہیں۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ مریم کا بیٹا مسیح ہے (کیونکہ ان لوگوں نے مسیح کے بارے میں الوہیت کا عقیدہ رکھا۔ مراد نصرانیوں کا ایک فرقہ یعقوبیہ ہے) آپ (ﷺ) کہیے۔ کون جرأت کرسکتا ہے۔ (دفع کرسکتا ہے) اللہ (کے عذاب) کو ذرا سا بھی۔ اگر وہ ہلاک کرنے پر اتر آئے مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور روئے زمین پر بسنے والی سب چیزوں کو (یعنی کسی میں یہ دم خم نہیں ہے۔ بالفرض اگر مسیح خدا ہوتے تو ان میں ضرور اس کی ہمت ہونی چاہئے تھی) اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمان و زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان میں بھی جو چاہتے ہیں ان میں پیدا کردیتے ہیں اور اللہ ہر ایسی چیز پر (جس کو وہ چاہیں) قدرت رکھتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں (ان میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے) کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں (یعنی بیٹوں کی طرح ہیں تقرب اور مرتبہ کے لحاظ سے اور اللہ شفقت و

رحمت کے اعتبار سے ہمارے لئے باپ جیسے ہیں) اوراس کے پیارے ہیں (آپ ان سے) کہئے (اے محمد ﷺ) تو پھر اللہ تمہیں تمہاری بداعمالیوں کی پاداش میں مبتلائے عذاب کیوں کرتے رہتے ہیں (اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔ کیونکہ نہ باپ بیٹے کو عذاب دیا کرتا ہے اور نہ دوست دوست کو۔ حالانکہ اس نے تم کو عذاب دیا ہے۔ معلوم ہوا تم جھوٹے ہو) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم بھی انسان ہو منجملہ ان (انسانوں) کے جن کو انہوں نے پیدا کیا ہے۔ (تمہارے لئے وہی نفع ہے جو ان کے لئے ہے اور تمہارے لئے نقصان بھی وہی ہے جو ان کے لئے ہوسکتا ہے) وہ جسے (بخشنا) چاہیں بخش دیں۔ اور جسے (عذاب دینا) چاہیں عذاب دے سکتے ہیں (ان پر کچھ گرفت نہیں ہوسکتی اور اللہ کی سلطانی میں ہے جو کچھ آسمانوں وزمین اور ان کے درمیان ہے اور سب کو ان ہی کی طرف (بالآخر) لوٹنا ہے۔ اے اہل کتاب سچی بات یہ ہے کہ ہمارے رسول (محمد ﷺ) آچکے ہیں جو کھول کھول بیان کررہے ہیں۔ تمہارے لئے (احکام دین) ایسی حالت میں کہ مدتوں سے منقطع (بند) تھا رسولوں کا ظہور (کیونکہ آنحضرت (ﷺ) اور حضرت عیسیٰ کے درمیان اور کوئی نبی نہیں آئے۔ اور یہ زمانہ فترت پانچ سوانہتر ۵۶۹ سال ہوتا ہے۔ تاکہ) تم یہ (نہ) کہو (جب تمہیں عذاب دیا جانے لگے) کہ ہماری جانب کوئی رسول نہیں بھیجا گیا (من زائد ہے) نہ تو بشارت دینے والا اور نہ ڈرانے والا۔ تو اب بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبر (ﷺ) تمہارے پاس تشریف لے آئے ہیں (لہٰذا اب تمہارا کوئی عذر باقی نہیں رہا) اور اللہ ہر بات پر قادر ہیں (اگر تم لوگ پیغمبر کا کہا نہیں مانو گے تو تمہیں عذاب دینا بھی اس کی قدرت میں داخل ہے۔

تحقیق وترکیب:......... **بعثنا**. جلال مفسرؒ نے اشارہ کردیا ہے کہ بعث بمعنی ارسال نہیں ہے بلکہ بمعنی اقمنا ہے۔

نقیبا. نقب کے معنی تفتیش احوال کے ہیں نقیب بمعنی منقش چونکہ اولا دیعقوب بارہ قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی اس لئے بارہ نگراں سردار مقرر کئے گئے۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر واپس ہوئے تو شام کی سرزمین میں اریحا کی طرف مارچ کرنے کا حکم ملا۔ وہاں کنعانی جبابرہ رہتے تھے۔ ان پر لشکرکشی کا حکم ہوا۔ اسی کی تفصیل ان آیات میں کی جارہی ہے۔ **لئن اقتم**. لام قسمیہ ای واللہ لئن الخ اور **لا کفرن** صرف جواب قسم ہے اسی کی وجہ سے جواب شرط حذف کردیا گیا۔

عزر تموھم. عزر بروزن ازر۔ حقیقی معنی تقویت اور معنی کے ہیں اور مجازاً نصرت کے ہیں۔ بولتے ہیں **عزرت فلاناً** میں نے اس کو گھبرادیا۔ نماز اور زکوٰۃ کو ایمان سے پہلے بیان کیا حالانکہ ایمان اصل ہے اور وہ فروع ہیں یہ بتلانے کے لئے کہ بلا ایمان طاعت معتبر نہیں ہے جیسا کہ اہل کتاب بعض انبیاءؑ کی تکذیب کے باوجود خود کو مطیع سمجھتے تھے۔

واقرضتم. انفاق فی سبیل اللہ کو مجازاً قرض کہہ دیا ورنہ حقیقی مالک اللہ ہیں گویا مستحق کو صدقہ دینا بطور قرض ہوا۔ اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں اس سے مراد صدقات نافلہ ہیں اس لئے یہ شبہ نہیں کہ زکوٰۃ بھی اقرضتم میں داخل ہے پھر علیحدہ کیوں ذکر کیا۔

فمن کفر. کفر سے مراد صرف حدوث کفر ہی نہیں بلکہ عام مراد ہے۔ استمرار کفر بھی اس میں داخل ہے۔

نسوا. قرآن کریم میں یہ لفظ کئی معنی میں مستعمل ہے۔ مفسر علامؒ نے یہاں ایک معنی کی تعیین کردی۔ **خائنۃ**. اس میں تین اعرابی صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ اسم فاعل ہو اور تا مبالغہ کے لئے ہو جیسے **راویۃ** اور **نسابۃ** مراد شخص خائن ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تا، تانیث لی جائے بمعنی نفس اور طائفۃ تیسری صورت یہ ہے کہ **عافیۃ** اور **عاقبۃ** کی طرح مصدر ہو جیسا کہ مفسر کہہ رہے ہیں۔

اعمش کی قراءت **علی خیانۃ** بھی اس کی مؤید ہے اس کی اصل **خاویۃ** تھی **قائمۃ** کی طرح تعلیل ہوگئی۔

الاقلیلا. یہ استثناء ضمیر **منھم** سے ہے۔ **ومن الذین**۔ چونکہ بزبان خود اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے تھے جو ایک درجہ میں خودستائی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکایت کردی اور ومن النصاریٰ نہیں کہا جو اللہ کی طرف منسوب ہوتا۔ اور **ومن الذین** کا تعلق آئندہ **اخذنا** کے

ساتھ ہے ای لواخذنا من الذین قالوا الخ اور جار مجرور لفظ میثاق پر کردی تا کہ اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم نہ آ جائے نصاریٰ کا مفرد نصران اور نصرانۃ آتا ہے ہمیشہ اس کی یاء نسبتی آتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نصرۃ شہر کی طرف منسوب ہے جس کا مفرد نصرانی ہے۔

فاغرینا بینھم اس ضمیر کے مصداق میں دو قول ہیں یہود و نصاریٰ مراد ہوں کہ ان میں باہمی عداوت قائم کردی گئی یا صرف نصاریٰ مراد ہوں کہ ان میں مختلف فرقے قائم ہو کر خانہ جنگی رہتی ہے۔ اغریٰ بمعنی لذق ای الق العداوۃ کانہ الزقھا بھم بولتے ہیں غروت الجلد ای الصقۃ بالغراء اغریٰ بول کر القاء عداوت کی طرف کنایہ ابلغ طریقہ سے کیا گیا ہے۔ اس میں فا ترتیب کے لئے ہے۔ فکل فرقۃ نصاریٰ میں تین فرقے ہیں۔ نسطوریہ۔ یعقوبیہ۔ ملکائیہ۔

کایۃ الرجم. یہ مثال کتمان یہود کی ہے۔ باقی کتمان نصاریٰ کی مثال مفسر علامؒ نے نہیں بیان کی لیکن خطیب نیشاپوری وغیرہ نے حضرت عیسیٰؑ کی بشارت دربارۂ آنحضرت (ﷺ) بیان کی ہے۔ قد جاء کم آنحضرت (ﷺ) کی آمد کے منافع اسی میں منحصر نہیں بلکہ بے شمار ہیں۔ سبل السلام کے معنی بعض لوگوں نے دین اللہ کے بھی بیان کئے ہیں سلام سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور سلام بمعنی سلامۃ بھی آتا ہے جیسے لذاذۃ اور لذاذ.

شاء ہ اس سے مراد ممکنات ہیں۔ اور اللہ کی ذات وصفات اور محالات ممتنعات مراد نہیں ہیں کیونکہ قدرت کا تعلق ان سے نہیں ہوتا۔ نحن ابناء اللہ. دراصل خالق ومخلوق کے تعلق کی نوعیت اور کیفیت کو سمجھانے کے لئے پچھلے مذاہب میں استعارات سے کام لیا گیا ہے۔ کسی نے باپ بیٹے کے تعلق سے تشبیہ دی، کسی نے ماں بیٹے کے تعلق کو سامنے رکھ کر سمجھانا چاہا۔ اور کسی نے میاں بیوی اور زن وشوئی کی محبت وتعلق پر اس کو قیاس کیا۔ کسی نے مخلوق کو اللہ کی عیال اور کنبہ مانا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کون سی تعبیر وتشبیہ قریب رہی اور کون سی بعید۔ نیز کون سی اصل شکل وصورت اور روح کے ساتھ باقی رہی اور کون سی کی روح فنا ہوگئی بلکہ مسخ ہو کر محض الفاظ رہ گئے۔ اور کون سی کی شکل اور روح دونوں فنا ہوگئیں چنانچہ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ یہود نے تورات میں جب یہ الفاظ پائے یا ابناء احباری تو ان کو بدل کر یا ابناء ابکاری کردیا۔ اسلئے یہود نحن ابناء اللہ کہتے تھے۔ اور بعض نے اس کے معنی ابناء رسل اللہ کہے ہیں۔

فترۃ. دو پیغمبروں کے درمیانی زمانہ کو کہتے ہیں فتر الشئی یفتر فتوراً ای اذا سکت حرکۃ چونکہ اس زمانہ میں احکام شرع نہ ہونے یا ان پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے اعمال میں فتور آ جاتا ہے اس لئے زمانہ فترۃ کہتے ہیں اس کا اوران تقولوا کا تعلق جاء کے ساتھ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت (ﷺ) کے درمیانی زمانہ میں اختلاف ہے۔ عثمان نہدی چھ سو ۶۰۰ سال اور قتادہ اور معمر اور کلبی پانچ سو ساٹھ سال بتلاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰ علیہما السلام کی درمیانی سترہ سو ۱۷۰۰ سالہ مدت میں بہت سے انبیاءؑ آئے لیکن حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت (ﷺ) کے درمیان میں صحیح یہ ہے کہ کوئی دوسرا نبی نہیں آیا البتہ جن چار نبیوں کا نام لیا جاتا ہے منجملہ ان کے خالد بن سنان۔ اور تین کا تعلق بنی اسرائیل سے بتلایا جاتا ہے تو ممکن ہے یہ نبی ہوں مگر رسول نہ ہوں۔ اور اچھا جواب یہ ہے کہ یہ چاروں حضرت عیسیٰؑ سے پہلے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے تاریخی اعتبار سے بھی اس کا ثبوت دیا ہے۔

ربط:............ پچھلی آیات میں احکام شرعیہ جو ایک طرح کا معاہدہ الٰہیہ ہے ان کے امتثال کا حکم فرمایا تھا۔ آیات ولقد اخذ اللہ میں اسی کی مزید اہتمام کے لئے بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے اور اس کی خلاف ورزی سے جو ان کو نقصان اور ضرر پہنچا ترغیب طاعت اور ترہیب معصیت کے لئے اس کو نقل فرمایا جارہا ہے۔ پھر یہود ونصاریٰ کو الگ الگ خطاب کرنے کے بعد دونوں کو یکجائی طور پر آیت یااھل الکتٰب الخ میں خطاب ہے اور آیت ومن الذین قالوا میں نصاریٰ کا اجمالاً نقض عہد مذکور تھا آیت لقد کفر الذین الخ میں ان کے بنیادی عقیدۂ توحید کی خلاف ورزی کا ذکر ہے پر آیت وقالت الیھود میں دونوں فریق کا کفر ومعصیت کے باوجود خود کو عند

اللہ مقبول ومقرب سمجھنا مذکور ہے۔ آگے آیت یا اهل الکتاب الخ میں دونوں کو مشترک خطاب کے ساتھ آنحضرت (ﷺ) کی آمد کی بشارت سنائی جارہی ہے جس سے زیادہ مقصود قطع عذر ہے۔

شانِ نزول:............ابن جریر نے عکرمہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں یہود نے رجم کے بارے میں سوال کیا آپ (ﷺ) نے پوچھا تم میں سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے ابن صوریا کی طرف اشارہ کیا آپ (ﷺ) نے ان کو قسمیں دے کر ان سے تورات کا حکم دریافت کیا۔ انہوں نے سو۱۰۰ کوڑے لگانے اور سر منڈانے کو زنا کی سزا میں ظاہر کیا اس لئے حق تعالیٰ نے ان پر رجم کی سزا مقرر کی آیت یا اهل الکتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

﴿ تشریح ﴾:.........**بنی اسرائیل کے بارہ نقیب اور افسری آئی ڈی:**............موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل جب دشت فاران میں پہنچے تو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کے لئے بارہ سردار اور نقیب مقرر کر کے ان سب کو سرزمین کنعان میں بھیجے جس کے فتح کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ انہوں نے قبیلہ روبن کے لئے سموع بن ذکور کو۔ اور قبیلہ شمعون کے لئے سفت بن حوری کو اور خاندان یہودا کے لئے کالب بن یغنہ کو۔ اور فرقہ شکار کے لئے اجال بن یوسف۔ اور فرقہ فرائیم کے لئے ہوسیعہ بن نون کو جن کا نام حضرت موسیٰ نے یوشع رکھا تھا۔ اور قبیلہ بنیامین کے لئے خلتی بن رفو کو اور فرقہ زبلون میں سے جدی ایل بن سودی کو اور گروہ دان کے لئے عمی ایل بن جملی کو اور گروہ آسہ کے لئے ستور بن میکائیل کو اور فرقہ تفتال میں سے نجمی بن دنسی کو اور فرقہ جدین سے جوایل بن ماکی کو اور فرقہ یوسف یعنی منسی میں سے جدی بن سوی کو مقرر فرمادیا اور کنعانیوں کی جاسوسی اور جستجوئے حال کے لئے بھیجا چنانچہ یہ بارہ سردار جبرون تک گئے لیکن اس ملک کی سرسبزی اور شادابی اور وہاں کے باشندوں میں سے بنی اعناق اور عموری اور عمالیق اور حتی اور بیوسی کی بہادری اور قد آوری دیکھ کر گھبرا گئے اور واپس آ کر بجز کالب اور یوشع بن نون کے سب نے اپنی قوم کو ڈرادیا جس کو سن کر لوگوں میں تقاعد اور بزدلی پیدا ہوگئی۔

حضرت موسیٰ کو انقباض اور مشکلات پیش آئیں۔ حق تعالیٰ کا عتابی حکم ہوا کہ اس سرزمین پر بجز ان دو شخصوں کے سب کا داخلہ ممنوع کردیا ہے۔ چنانچہ بیس سال سے زیادہ عمر کے لوگ اسی وادی میں ہلاک کردیئے گئے۔ بعد میں یوشع بن نون کے دور میں جا کر کہیں اللہ نے ان کے ہاتھ پر یہ شہر فتح کرایا۔ اور اقتدار ملنے کے بعد پھر حق تعالیٰ نے احکام شرعیہ کو تازہ اور عہد کو پختہ کرایا۔

ابتدائی آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کو مجازاً قرض سے تعبیر کردیا گیا ہے کہ جس طرح قرض واجب الاداء ہوتا ہے اسی طرح یہ صدقہ خیر بھی رائیگاں نہیں جائے گا۔

معتزلہ پر رد:............نیز آیت میں اس شخص کا حال بیان نہیں کیا گیا جو نہ کفر کرے اور نہ اعمال صالحہ کرے بلکہ ادھر میں رہنے والا ہو قرآن کریم کے اکثر موقعوں میں کامل فرمانبردار اور کامل نافرمان کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ طرفین کے حال سے درمیان کا حال خود بخود واضح ہوسکتا ہے کہ جب جرم بھی ہے اور طاعت بھی تو سزا بھی ہونی چاہئے اور جزا بھی جس کی تفصیل احادیث میں پوری طرح آچکی ہے۔

یہود کی تازہ خیانت یہ تھی کہ رجم کا حکم چھپالیا۔ یا آنحضرت (ﷺ) کے دریافت کرنے پر تورات کا حکم ایک دفعہ غلط بیان کردیا جس پر آیت لا تحسبن الذین یفرحون الخ نازل ہوئی۔ اسی طرح کی دوسری غلط بیانیاں جن کا ذکر آیات لن تمسنا الخ لن

بدخل الجنة الخ، نحن ابناء الله میں آ چکا ہے۔ان سب باتوں کی تردید اس آیت میں کی جارہی ہے۔

آنحضرت (ﷺ) کی آمد سے متعلق انجیلی بشارات کا اخفاء:......... حضرت عیسیٰ کی معرفت نصاریٰ سے جو عہد لیا گیا انجیل یوحنا کے چودھویں باب میں ہے کہ "اگر مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو" یا آنحضرت (ﷺ) کے بارے میں ارشاد ہے کہ "اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔" یا انجیل یوحنا کے چھٹے باب میں فارقلیط کی آمد کی بشارت سنائی گئی جس کا ترجمہ احمد ہے جس کی طرف سورۂ صف میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ لیکن نصاریٰ باوجود یہ کہ فارقلیط کی آمد کے منتظر تھے عہد شکن بن گئے۔اور اختلاف وشقاق کا شکار ہو کر باہم ٹکڑیوں میں بٹ گئے۔نسطوریہ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ اور یعقوبیہ حضرت مسیح کو اللہ۔اور ملکانیہ۔اقانیم ثلثہ کے قائل ہوئے۔ظاہر ہے کہ بنیادی عقیدے کے اس شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے باہمی عداوت کا ہونا لازمی ہے اور وہ بھی جب کہ عذاب الٰہی کی شکل میں ہو۔

آج کل عیسائی اور یہودی دنیا کا اتحاد واتفاق آیت کے منافی نہیں ہے:......... البتہ جو شخص ان عقائد کا سرے سے پابند نہ ہو وہ اس بحث ہی سے خارج ہے اس لئے اگر ایسے لوگوں میں باہمی اتحاد واتفاق ہو جائے تو شبہ اور اعتراض کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ آج کل کے عیسای برائے نام عیسائی ہیں ان میں کسی بات کے متعلق اگر اتفاق پایا جائے تو آیت کے منافی نہیں ہے۔ہاں مذہبی لوگوں میں اب بھی عداوت پائی جاتی ہے اور قیامت تک رہے گی۔مگر اس کے باوجود عیسائی سلطنتوں میں جو کچھ اختلاف اور عداوت پائی جاتی ہے وہ اپنی جگہ ہے۔تاہم قران میں اس کا ذکر نہیں ہو رہا ہے نہ اقرار میں اور نہ انکار میں۔

آنحضرت (ﷺ) نوری ہیں یا خاکی:......... مفسر علامؒ کی تفسیر کے مطابق اگر نور سے مراد ذات نبوی ہو تب بھی مراد نور ہدایت ہے۔بطور مجاز یہ اطلاق شائع وذائع ہے۔نیز نور خداوندی کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے جس کے آپ مظہر اکمل اور مصدر اتم تھے لیکن اس سے انکار بشریت سمجھنا صحیح نہیں ہے۔کیونکہ آپ (ﷺ) کا جسم مبارک بھی دوسروں کی طرح مادی اور مرکب تھا۔قرآن کریم یوں تو سب کے لئے ہادی ہے لیکن اس سے انتفاع صرف طالب حق کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اس لئے ان کی تخصیص کر دی گئی ہے۔

قل فمن یملك . میں استدلال کا حاصل یہ ہے کہ یہ باتیں لوازم الوہیت میں سے ہیں۔حضرت مسیح میں ان کا انتفاء ظاہر ہے اور انتفاء لازم انتفاء ملزوم کو مستلزم ہوتا ہے۔پس اس سے ان کی الوہیت کا ابطال ہو گیا۔بظاہر عیسائیوں کے تین فرقوں میں سے آیت میں ایک فرقہ یعقوبیہ کا رد معلوم ہو رہا ہے۔لیکن معنی یہ دلیل ہر منکر توحید کے مقابلہ میں جاری ہو سکتی ہے۔

نکات آیت:......... اور حضرت مریم کے ذکر کرنے میں یا تو حضرت مسیح کے عجز کی تاکید مقصود ہوگی کہ نہ وہ خود کو بچا سکتے ہیں اور نہ ماں جیسی عزیز وشفیق ذات کو۔یا پھر اس کا منشا فرقہ ملکانیہ پر رد کرنا ہوگا جو حضرت مریم کو الوہیت کا ایک ستون سمجھتے تھے۔اور حضرت مریم کی موت کو فرض کرنا حالانکہ ان کی وفات پہلے ہو چکی تھی۔یا تو تغلیباً ہے اور یا مقصود تاکید ہے کہ دیکھو اس دلیل کا ایک نمونہ ہم پہلے دکھلا بھی چکے ہیں۔نیز من فی الارض کے اضافہ سے یا تو تمام معبودان باطل کی الوہیت کا بطلان صراحۃً کرنا ہے اور یا حضرت مسیح کے عجز کی تاکید کرنی ہے کہ ہمارے نزدیک اس لحاظ سے سب برابر ہیں اور یخلق ما یشاء کا منشا، یا تو استدلال ہے توحید پر۔اور یا منشا اشتباہ کو اٹھانا ہے کہ اگر حضرت مسیح کے بے باپ پیدا ہونے سے تمہیں الوہیت کا دھوکہ ہوا ہے یا احیاء موتی وغیرہ معجزات سے تم نے مغالطہ کھایا ہے

تو یاد رکھو یہ سب طریقے اللہ کی قدرت میں داخل ہیں۔انہوں نے زمین وآسمان بے مادہ پیدا کئے اور حضرت آدم کو غیر جنس مٹی سے پیدا کیا۔اسی طرح ہم جنس مادہ میں صرف مذکر سے پیدا کر سکتے ہیں جیسے حواؑ کی پیدائش آدم سے اور کبھی صرف مادہ کے ذریعہ جیسے ولادت عیسیٰ۔اور کبھی نر و مادہ دونوں سے جیسے دنیا میں اکثری توالدوتناسل کا طریقہ رائج ہے۔پھر کبھی یہ تصرفات براہ راست کرتے ہیں جیسے اکثر مخلوقات کی پیدائش اور کبھی کسی مخلوق کے واسطہ سے جیسے معجزات وخوارق کا انبیاء واولیاء کے ہاتھوں پر ظاہر ہونا۔

یہود کی طرح قدیم راجپوتوں کا ادعاء:............ یہود ونصاریٰ کا خود کو فرزندان خدا کہنا اگر ہندوستان کے سورج نبیوں اور راجپوتوں کی طرح نہیں جو خود کو چاند سورج کی اولاد بتلاتے ہیں۔اور خاکی اور زمینی ہونے کے باوجود علو اور ترفع کی خاطر آسمانی اور نوری بننے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ ان کا منشاء مجازاً مقبول ومحبوب بننا ہے تو "فلم یعذبکم" سے اس خوش فہمی کی قلعی کھولنی ہے کہ واقعۃً اگر ایسا ہے تو پھر آخرت میں ان کی حرکتوں پر تعذیب کیسے ہوگی۔آخر اپنی اولاد کو بھی کوئی تعذیب کیا کرتا ہے؟ اور اگر اس کی توجیہ وتاویل تادیب کے ساتھ کرتے ہو تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مقصد تادیب یہ ہوتا ہے کہ آئندہ پھر یہ حرکت نہ کی جائے۔لیکن آخرت میں اس کا کیا امکان؟ اور پھر تادیب ہی کا کیا سوال؟ غرض کہ ان کا یہ دعویٰ اختصاص باطل رہا۔ بلکہ عام انسانوں کی طرح تم بھی اس ضابطہ کے ماتحت ہو کہ اللہ جس کو چاہیں گے بخشیں گے اور جس کو نہیں چاہیں گے نہیں بخشیں گے۔اور تمام ادیان سابقہ اور کتب الٰہیہ سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ مغفرت کی اولین شرط ایمان ہے۔اور کافر کے لئے ابدی عذاب ہے۔پس آنحضرت (ﷺ) کی تکذیب کی وجہ سے تم بھی اس ابدی طوق لعنت کے مستحق ہو چکے ہو۔پس خصوصیت تو گئی گذری ہوئی تم تو معمولی ایمانداروں کے برابر بھی نہ نکلے۔

جاہل پیرزادوں یا صاحبزادوں کی مغرورانہ غلط فہمی:............ افسوس کہ آج کل بعض جاہل پیرزادے اور صاحبزادے بھی اس قسم کے بیجا گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ وہ کچھ بھی کریں مگر اپنے انتساب کی وجہ سے کھڑے کھڑے جنت میں چلے جائیں گے یہ آیات ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت عیسیٰ اور آنحضرت (ﷺ) کے درمیانی زمانہ کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے جو بقول سلمانؓ فارسی چھ سو ۶۰۰ سال ہے۔اس زمانہ میں کوئی نبی نہیں آئے۔حدیث مشکوٰۃ کے الفاظ ہیں انا اولی الناس بعیسیٰ۔اور آگے فرمایا گیا ہے۔ ولیس بیننا نبی (متفق علیہ) پس سورۂ یٰسین میں جن رسولوں کا ذکر ہے وہ تو حضرت عیسیٰ کے فرستادہ تھے جن کو اہل انطاکیہ کے پاس انہوں نے بھیجا تھا۔البتہ حضرت خالد بن سنان عربی اگر بقول بعض نبی تھے تو بقول شہاب حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوئے تھے اور بعض تاریخی کتابوں میں ان کی صاحبزادی کا خدمت نبوی میں حاضر ہونا جو مذکور ہے اس سے بلاواسطہ صاحبزادی مراد نہیں بلکہ ان ہی کی نسل اور اولاد سے ہوں گی۔رہا یہ شبہ کہ تورات وانجیل کی موجودگی میں یہود نے ماجاء نا من بشیر ولا نذیر کیسے کہا تو اس کا جواب مقدمہ تفسیر حقانی میں منقول ہے۔

لطائف آیات:............ آیت وبعثنا منھم الخ سے مشائخ کے اس طریقے کی اصل نکلتی ہے کہ وہ سالکین کی اصلاح اور نگرانی وتربیت کا کام بعض مخصوص جانشین یا خلفاء کی سپرد کر دیتے ہیں۔

آیت فیما نقضھم الخ سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ سالکین کے قبض کا منشاء معاصی ہو جاتے ہیں اور اسی طرح بعض معاصی قبض سے بھی ناشی ہو جاتے ہیں۔آیت فنسوا حظاً الخ سے معلوم ہوا کہ معاصی جس طرح اخروی عقاب کا سبب ہیں اسی طرح دنیوی عذاب وعقاب کا باعث بھی بن جاتے ہیں مثلاً خانہ جنگی یقیناً ایک دنیوی عذاب ہے۔جس میں وہ مبتلا کر دیئے گئے تھے۔آیت

یعفوا عن کثیر الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ عداوت میں بھی نفسانی غیظ کی شفاء کا ارادہ نہیں کرتے اور جب اس میں کوئی دینی مصلحت نہ ہو تو اس غصہ پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

آیت یھدی بہ اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ مقصود اصلی طلب رضاء الٰہی ہونی چاہئے۔ جنت بھی مقصود ہے مگر مقصود اصلی نہیں بلکہ اس کے تابع ہے۔ آیت لقد کفر الذین الخ سے معلوم ہوا کہ حق اور خلق میں اتحاد کا قائل ہونا محض غلو اور غلط ہے۔ آیت قالت الیھود الخ سے معلوم ہوا کہ کسی کو ایسا مقرب اور مقبول سمجھنا کہ اس سے معاصی پر بھی مواخذہ نہ ہو بالکل غلط ہے۔

اذکر **اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ** اَىْ مِنْكُمْ **اَنْۢبِيَآءَ**
جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اَصْحَابَ خَدَمٍ وَحَشَمٍ **وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾** مِنَ الْمَنِّ
السَّلْوٰى وَفَلْقِ الْبَحْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ **يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ** الْمُطَهَّرَةَ **الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ**
رَكُمْ بِدُخُوْلِهَا وَهِيَ الشَّامُ **وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ** تَنْهَزِمُوْا خَوْفَ الْعَدُوِّ **فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾**
سَعْيِكُمْ **قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ** مِنْ بَقَايَا عَادٍ طِوَالًا ذَوِىْ قُوَّةٍ **وَّاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى**
خْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَهَا **قَالَ** لَهُمْ **رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ** مُخَالَفَةَ
رِ اللّٰهِ وَهُمَا يُوْشَعُ وَكَالَبُ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِيْنَ بَعَثَهُمْ مُوْسٰى فِىْ كَشْفِ اَحْوَالِ الْجَبَابِرَةِ **اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا**
الْعِصْمَةِ فَكَتَمَا مَا اطَّلَعَا عَلَيْهِ مِنْ حَالِهِمْ اِلَّا عَنْ مُوْسٰى بِخِلَافِ بَقِيَّةِ النُّقَبَاءِ فَاَفْشَوْهُ فَجَبُنُوْا **ادْخُلُوْا**
لَيْهِمُ الْبَابَ بَابَ الْقَرْيَةِ وَلَا تَخْشَوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَجْسَادٌ بِلَا قُلُوْبٍ **فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ** قَالَا
لِكَ تَيَقُّنًا بِنَصْرِ اللّٰهِ وَاِنْجَازِ وَعْدِهٖ **وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ**
خُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ هُمْ **اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾** عَنِ الْقِتَالِ **قَالَ**
وْسٰى حِيْنَئِذٍ **رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَ اِلَّا اَخِىْ** وَلَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا فَاُجْبِرُهُمْ عَلَى الطَّاعَةِ
فْرُقْ فَافْصِلْ **بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ** تَعَالٰى لَهٗ **فَاِنَّهَا** اَىِ الْاَرْضُ الْمُقَدَّسَةُ **مُحَرَّمَةٌ**
لَيْهِمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا **اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ** يَتَحَيَّرُوْنَ **فِى الْاَرْضِ** وَهِىَ تِسْعَةُ فَرَاسِخَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ
تَاْسَ تَحْزَنْ **عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾** رُوِىَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَسِيْرُوْنَ اللَّيْلَ جَادِّيْنَ فَاِذَا اَصْبَحُوْا اِذَا هُمْ ع ۷ ۸
ى الْمَوْضَعِ الَّذِىْ اِبْتَدَأُوْا مِنْهُ وَيَسِيْرُوْنَ النَّهَارَ كَذٰلِكَ حَتّٰى انْقَرَضُوْا كُلُّهُمْ اِلَّا مَنْ لَّمْ يَبْلُغِ الْعِشْرِيْنَ قِيْلَ
كَانُوْا سِتَّمِائَةِ اَلْفٍ وَمَاتَ هٰرُوْنُ وَمُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِى التِّيْهِ وَكَانَ رَحْمَةً لَهُمَا وَعَذَابًا لِاُولٰٓئِكَ
سَاَلَ مُوْسٰى رَبَّهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَنْ يُّدْنِيَهُ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ فَاَدْنَاهُ كَمَا فِى الْحَدِيْثِ وَنُبِّىَ

یُوشَعُ بَعدَ الاَربَعِینَ وَاُمِرَ بِقِتَالِ الجَبَّارِینَ فَسَارَ بِمَن بَقِیَ مَعَهٗ وَقَاتَلَهُم وَکَانَ یَومُ الجُمُعَةِ وَوَقَفَت لَهُ الشَّمسُ سَاعَةً حَتّٰی فَرَغَ عَن قِتَالِهِم وَرَوَی اَحمَدُ فِی مُسنَدِهٖ حَدِیثَ اَنَّ الشَّمسَ لَم تُحبَس عَلٰی بَشَرٍ اِلَّا لِیُوشَعَ لَیَالِیَ سَارَ اِلَی البَیتِ المُقَدَّسِ ۔

ترجمہ: ....اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا۔ اے لوگو! اللہ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو۔ اس نے تم میں نبی پیدا کئے۔ اور تمہیں بادشاہ بنایا (مالک جاہ وحشمت) اور تمہیں وہ بات عطا فرمائی جو دنیا میں کسی کو نہیں دی گئی (یعنی من وسلویٰ اور سمندر میں پڑ جانا وغیرہ) لوگو! داخل ہو جاؤ مقدس (پاکیزہ) سرزمین میں جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ (تم کو اس کے فتح کرنے کا حکم دیا ہے مراد سرزمین شام ہے) اور الٹے پاؤں پیچھے کی طرف نہ ہٹو (کہ دشمن کے خوف سے شکست خوردہ ہو جاؤ) کہ نقصان وتباہی میں پڑ جاؤ گے۔ (اپنی جدوجہد کے سلسلہ میں) کہنے لگے اے موسیٰ اس سرزمین میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو بڑے ہی زبردست ہیں (قد آوری اور طاقت میں قوم عاد کے بقیہ آثار ہیں) جب تک وہ نہیں نکلتے ہم اس سرزمین میں قدم نہیں دھر سکتے ہاں اگر وہ لوگ وہاں سے نکل گئے تو پھر ہم (وہاں) ضرور داخل ہو جائیں گے۔ اس پر (ان سے) ان دو آدمیوں نے کہا جو اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے (خدائی حکم کی خلاف ورزی کرنے سے یعنی یوشع اور کالب جن کو حضرت موسیٰ نے نقیب بنا کر جبابرہ کی تفتیش حال کے لئے روانہ فرمایا تھا) اور اللہ نے انہیں نعمت عطا فرمائی تھی (دولت عصمت جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے معاینہ کے حالات بجز موسیٰ علیہ السلام کے سب سے چھپائے برخلاف دوسرے نقیبوں کے کہ انہوں نے ان کا افشاء کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں عام بزدلی پھیل گئی) کہ تم ان پر شہر کے دروازہ تک تو چلو (دروازہ سے مراد شہر کا دروازہ ہے اور ان سے گھبراؤ مت کہ وہ محض بے قلب کے قالب ہیں) سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے تو پھر غلبہ تمہارے ہی لئے ہے (ان دونوں کا یہ کہنا اللہ کی نصرت پر یقین رکھتے ہوئے اور اس کے وعدہ پر بھروسہ کرتے ہوئے تھا) اگر تم ایمان رکھنے والے ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ وہ بولے اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم ہرگز اس میں قدم نہیں رکھ سکتے آپ جایئے اور آپ کے اللہ میاں چلے جائیں اور دونوں (ان سے) لڑ بھڑ لیجئے۔ ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں (شریک جنگ نہیں ہوتے) (موسیٰ نے) کہا (اب تو) خدایا میں اپنی جان کے سوا اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا (ان کے علاوہ میرا کسی پر بس نہیں کہ میں ان کو طاعت پر مجبور کر سکوں) پس آپ فرق (فیصلہ) فرما دیجئے ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں۔ اللہ کا (ان کو) حکم ہوا کہ اب تو یہ (سرزمین مقدس) ان پر حرام کر دی گئی ہے۔ (ان کا داخلہ اس سرزمین پر روک دیا گیا ہے) چالیس سال کے لئے۔ یہ سرگردان (حیران) رہیں گے اسی بیاباں میں (جو بقول ابن عباسؓ نو میل کا میدان ہے) سو آپ ان نافرمان لوگوں کی حالت پر غمگین (محزون) نہ ہوجئے (روایت ہے کہ بڑی جدوجہد کے ساتھ رات بھر یہ لوگ چلتے رہتے لیکن جب صبح ہوتی تو جہاں سے چلے تھے وہیں ہوتے۔ یہی سلسلہ دن بھر رہتا حتی کہ سب مرگل گئے بجز بیس سال سے کم عمر لوگوں کے اور بقول بعض ان لوگوں کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی وفات بھی اسی میدان تیہ میں ہوئی اور اس واقعہ کے دو پہلو نکلتے ہیں ان دونوں بزرگوں کے حق میں تو یہ رحمت تھا اور ان شریروں کے حق میں عذاب۔ حضرت موسیٰ نے اپنی وفات کے وقت اللہ سے دعا کی کہ مجھے ارض مقدس سے اتنا قریب فرما دے جتنا فاصلہ نشانہ بازی میں پھینکے ہوئے پتھر کا ہوتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ پھر چالیس سال بعد حضرت یوشع نبی بنائے گئے اور جبارین پر چڑھائی کا حکم ہوا چنانچہ باقی ماندہ لوگ ان کی کمان میں چلے اور جبابرہ کے ساتھ جہاد کیا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن پیش آیا ایک ساعت کے لئے آفتاب غروب ہونے سے ان کی خاطر

روک دیا گیا۔ حتی کہ جنگ سے فراغت ہوگئی۔ اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حدیث روایت کی ہے کہ آفتاب کسی انسان کے لئے نہیں ٹھیرایا گیا بجز یوشع علیہ السلام کے۔ اس رات میں جب کہ انہوں نے بیت المقدس کی طرف مارچ کیا تھا۔)

تحقیق وترکیب: ....ملو کا قتادہؒ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خدم چشم رکھنے کا دستور ان لوگوں میں ہوا۔ اور ابوسعید خدریؓ آنحضرت (ﷺ) سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں جس کے پاس خادم، سواری اور عورت ہوتی تھی وہ ملک کہلاتا تھا۔ ضحاکؒ کہتے ہیں کہ جس کا مکان کشادہ ہوتا اور اس میں نہر جاری ہوتی وہ ملک کہلاتا تھا یہ لوگ ایسے ہی تھے جن کو ہمارے یہاں امیر اور رئیس کہا جاتا ہے۔

ارض المقدس. مراد بیت المقدس ہے یا کوہ طور وغیرہ۔ یا دمشق وفلسطین یا ملک شام مراد ہے۔ اگرچہ ان بلاد میں مارین اور اشرار بھی رہتے تھے لیکن خیر غالب اور شر مغلوب ہونے کی وجہ سے ان مقامات کو مقدس کہا گیا ہے۔ **امر کم بدخولها** مفسر علامؒ نے یہ تفسیر ایک شبہ کے دفعیہ کے لئے کی ہے کہ کتب جس سے داخلہ کا حتمی ہونا معلوم ہوتا ہے وہ **انها محرمة عليهم اربعين سنة** کے منافی ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ کتب سے مراد امر بالدخول ہے دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوح محفوظ میں اس حکم کی کتابت اس تقدیر پر ہوئی تھی کہ یہ خلاف نہیں کریں گے۔ اور جب خلاف کرلیا تو اس شہر میں داخلہ حرام کردیا گیا۔ **رجلان.** یہ موصوف ہے اور **الذين يخافون** ان کی صفت ہے۔

ادخلوا عليهم الباب دروازہ سے داخلہ کی قید اس لئے لگائی کہ وہ کہیں نکل کر بھاگ نہ سکیں۔

انجاز وعده. جو وعدہ موسیٰ علیہ السلام کی نصرت وفتح اور ان کے دشمنوں کی شکست وذلت کا کیا گیا تھا۔

اذهب انت وربك. چونکہ یہود میں تجسیم کا عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کو جسمانی مانتے تھے اس سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے لیکن اگر یہ مقولہ حقیقۃً نہیں بلکہ تاویلاً کہا گیا تھا کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی مقصود تھی تو پھر یہ فسق ہے اور بعض نے رب سے مراد ہارون علیہ السلام لئے ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ سے بڑے اور مربی تھے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جملہ اللہ کی ذات وصفات سے بے خبری کی بناء پر کہہ دیا گیا تھا۔

الا اخي. یہ منصوب ہے اور نفسی پر معطوف ہے اور **فاجرهم** جواب نفی کی بناء پر منصوب بھی ہوسکتا ہے اور **املك** پر معطوف ہوکر مرفوع بھی ہوسکتا ہے۔ **فافرق.** چونکہ فرق کئی معنی میں آتا ہے اس لئے بعض نے تبعید مراد لی ہے۔ اور مفسر علامؒ فیصلہ کے معنی لے رہے ہیں۔ **في الارض.** میدان تیہ تیس ۳۰ میل لانبا اور نو میل چوڑا تھا بحر قلزم سے مشرق کی جانب عبور کرکے ایک بیابان ہے جو قادسیہ اور عرب کا شمالی اور مغربی کونہ دریا یردن تک یعنی شام کے کنارہ تک پھیلا ہوا کئی سو کوس کا یہ میدان ہے۔ اس زمانہ میں وہاں کہیں کہیں پہاڑوں اور شاداب جگہوں میں کچھ قومیں بھی رہتی تھیں جن سے بنی اسرائیل کو جنگ وجدال کی نوبت آتی رہتی تھی فلاتاس۔ حضرت موسیٰ اپنی بددعا پر جب کچھ نادم ہوئے تو یہ جملہ فرمایا گیا۔

ومات هارون. پہلے حضرت ہارونؑ کی وفات ہوئی ایک سال بعد حضرت موسیٰ کی وفات ہوئی۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ملک شام پر قابض ہوئے اور یوشع ان کے مقدمۃ الجیش میں رہے۔ پھر کہیں ایک زمانہ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ دونوں کی قبروں کا حال معلوم نہیں۔ **ان يدنيه.** اس سے کسی نبی یا ولی کے نزدیک تدفین کی اصل نکلتی ہے۔ لیکن خود ارض مقدس میں دفن کی درخواست نہ کرنا قبر کی تشہیر اور اس سے خوف فتنہ کی وجہ سے ہوا ہو۔

لم تحبس علی بشر. یوشعؑ سے پہلے نفی کی گئی ہے اس سے بعد کی نفی لازم نہیں آتی۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر جب آپ (ﷺ) کی نماز قضاء ہونے لگی تو آفتاب ٹھیرایا گیا جیسا کہ طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ یا لیلۃ الاسراء کی صبح میں

جب کہ آپ (ﷺ) قافلہ (عیر) کا انتظار فرما رہے تھے۔ جس کی آمد کی اطلاع آپ (ﷺ) کو طلوع شمس کے وقت دی گئی تھی۔ یا ایک دفعہ حضرت علیؓ کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے آپ (ﷺ) سورہے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ بقول قاضی عیاضؒ حبس شمس سے مراد اس کی واپسی ہے یا اس کا وقوف ہے یا بطوء حرکت مراد ہے۔ لیالی۔ صیغہ جمع اس کا مقتضی نہیں ہے کہ بار بار یہ واقعہ ہوا ہو۔ پس لیالی کو حبس کا ظرف مانا جائے گا۔

ربط:......... پچھلی آیات میں یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی کا بیان تھا۔ اس رکوع میں یہود کی ایک خاص عہد شکنی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾:......... یہ واقعہ فرعون کے غرق ہونے اور بنی اسرائیل کے سلطنت مصر پر قابض ہوجانے کے بعد دشت فاران میں پیش آیا جب کہ حق تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ ان کا آبائی وطن ملک شام بنی عمالقہ سے چھڑا کر ان کے حوالہ کیا جائے جس کی تفصیل سفر عدد چودھویں باب میں مذکور ہے۔ جس کو حقانی نے نقل کیا ہے۔

نکات آیت:......... البتہ تیہ کے واقعہ سے متعلق کچھ شبہات اور ان کے جوابات ہیں جن کا تذکرہ یہاں مفید ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اشکال کے حل کی طرف جلال مفسرؒ نے توجہ کی ہے کہ وادی تیہ میں گرفتاری اور نا کہ بندی اگر سزا تھی تو پھر حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا قیام تا وفات کیسے رہا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کے دو رخ ہیں۔ ایک لحاظ سے وہ قیام رحمت تھا۔ اور دوسرے اعتبار سے زحمت۔ جیسا کہ جیل خانہ میں قیدی بھی رہتے ہیں اور جیلر وغیرہ بھی قیام پذیر ہوتے ہیں۔ مگر ایک کے لئے جیل زحمت ہے اور دوسرے کے لئے راحت اسی طرح جہنم میں جہنمی بھی داخل ہوں گے اور ملائکہ عذاب بھی آباد ہوں گے مگر ہر ایک کے لئے الگ الگ آثار و احکام ہوں گے۔ وادی تیہ کا حال بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ اہل اللہ کے لئے وہ قیام باعث راحت و رحمت۔ مگر نافرمانوں کے لئے اسی آن وہ باعث تکلیف و زحمت باقی علوی اور سفلی علامات چاند۔ سورج ستارے پہاڑ وغیرہ کے ہوتے ہوئے بنی اسرائیل کو راہ نہ ملنا چونکہ موقوف ہوتا ہے قوای مدرکہ کی صحت و سلامتی پر۔ لیکن جب عذاب الٰہی سے عقل و ادراک ہی میں فتور آجائے تو یہ سب نشانات دھرے کے رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں بھی ایسے ہی ہوا۔

اور چونکہ حضرت موسیٰؑ اس وقت تنگ دلی سے کلام کر رہے تھے۔ اس لئے استثناء میں صرف خود کو اور اپنے بھائی ہارون کو ذکر کیا اور یوشعؑ اور کالب کو صراحۃً ذکر نہیں کیا اگر چہ ولالۃً وہ اس میں داخل ہو سکتے ہیں اور یا نبی معصوم ہونے کی وجہ سے اپنا اور بھائی کا حال تو چونکہ تیقن کے ساتھ معلوم تھا اس لئے دونوں کا استثناء کر دیا لیکن ان دونوں بزرگوں کی موجودہ مستحسن حالت کے باوجود مستقبل کے بارے میں کوئی اطمینان بخش پیشگوئی نہیں کی جا سکتی تھی اس لئے سکوت اختیار کیا۔

رہا یہ کہ کتب اللہ کے احکام کے مخاطب کون لوگ ہیں جب کہ مفسر علام رحمۃ اللہ علیہ سب کا وفات پانا بیان کر چکے ہیں تو کہا جائے گا کہ اگر اس سے مراد عام قوم کے افراد ہیں تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ اولاد کو ملک ملنا گویا خود کو ملنا ہے۔ بالخصوص جب کہ بیس ۲۰ سال سے کم عمر افراد مستثنیٰ بھی ہو چکے ہوں۔ لیکن اگر خاص افراد کے لحاظ سے وعدہ کو مانا جائے تب بھی وعدہ کو مشروط ماننا پڑے گا جہاد کے ساتھ۔ پس جب جہاد نہیں کیا تو ایفاء وعدہ کیسا؟ کہ خلف وعدہ کی نوبت آئے۔ بنی اسرائیل کو مقولہ اذھب انت وربک اگر بلا تاویل تھا تب تو کلمہ کفر ہونا ظاہر ہے لیکن مجازاً اگر یہ تاویل کر لی ہو کہ آپ تو لڑیئے اور اللہ آپ کی مدد کرے گا تو حکم جہاد کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے اس کا فسق و معصیت ہونا بھی ظاہر ہے۔ بہر صورت حضرت موسیٰؑ نے قوم سے توبہ کرالی ہوگی جس کا یہاں ذکر نہیں ہے۔

لطائف آیت: ....آیت یا قوم اذ کروا الخ سے مفہوم ہوا کہ اہل اللہ کے خاندان سے ہونا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے کیونکہ اس تعلق سے ایک گونہ دین سے اس کو مناسبت ہوتی ہے پس اس پر شکر گذار ہونا چاہئے۔ نہ کہ عجب وتفاخر کی روش اختیار کرنا۔ آیت ولا ترتدوا الخ سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے کبھی دنیوی مضرتیں بھی پیدا ہوسکتی ہیں۔

آیت لا املك الخ سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مخلص متبع میں وہی تصرف کرسکتا ہے جو اپنے نفس میں کرسکتا ہے۔

وَاتْلُ یَا مُحَمَّدُ **عَلَيْهِمْ** عَلٰی قَوْمِكَ **نَبَاَ** خَبَرَ **ابْنَیْ اٰدَمَ** هَابِیْلَ وَقَابِیْلَ **بِالْحَقِّ** مُتَعَلِّقٌ بِاُتْلُ **اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا** اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ كَبْشٌ لِهَابِیْلَ وَزَرْعٌ لِقَابِیْلَ **فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا** وَهُوَ هَابِیْلُ بِاَنْ نَزَلَتْ نَارٌ مِنَ السَّمَاءِ فَاَكَلَتْ قُرْبَانَهٗ **وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ** وَهُوَ قَابِیْلُ فَغَضِبَ وَاَضْمَرَ الْحَسَدَ فِیْ نَفْسِهٖ اِلٰی اَنْ حَجَّ اٰدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ **قَالَ** لَهٗ **لَاَقْتُلَنَّكَ** قَالَ لِمَ قَالَ لِتَقَبُّلِ قُرْبَانِكَ دُوْنِیْ **قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴿۲۷﴾ لَئِنْ** لَامُ قَسَمٍ **بَسَطْتَّ** مَدَدْتَّ **اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۲۸﴾** فِیْ قَتْلِكَ **اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۤاَ** تَرْجِعَ **بِاِثْمِیْ** بِاِثْمِ قَتْلِیْ **وَاِثْمِكَ** الَّذِیْ اِرْتَكَبْتَهٗ مِنْ قَبْلُ **فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ** وَلَا اُرِیْدُ اَنْ اَبُوْءَ بِاِثْمِكَ اِذَا قَتَلْتُكَ فَاَكُوْنَ مِنْهُمْ قَالَ تَعَالٰی **وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ** زَیَّنَتْ **لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ** فَصَارَ **مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴿۳۰﴾** بِقَتْلِهٖ وَلَمْ یَدْرِ مَا یَصْنَعُ بِهٖ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَیِّتٍ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَحَمَلَهٗ عَلٰی ظَهْرِهٖ **فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ** یَنْبُشُ التُّرَابَ بِمِنْقَارِهٖ وَرِجْلَیْهِ وَیُثِیْرُ عَلٰی غُرَابٍ اٰخَرَ مَیِّتٍ مَعَهٗ حَتّٰی وَارَاهُ **لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِیْ** یَسْتُرُ **سَوْءَةَ** جِیْفَةَ **اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ** عَنْ **اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ﴿۳۱﴾** عَلٰی حَمْلِهٖ وَحَفَرَ لَهٗ وَوَارَاهُ **مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ** الَّذِیْ فَعَلَهٗ قَابِیْلُ **كَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ** اَیِ الشَّاْنُ **مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ** قَتَلَهَا **اَوْ** بِغَیْرِ **فَسَادٍ** اَتَاهُ **فِی الْاَرْضِ** مِنْ كُفْرٍ اَوْ زِنًا اَوْ قَطْعِ طَرِیْقٍ وَنَحْوِهٖ **فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا** بِاَنِ امْتَنَعَ مِنْ قَتْلِهَا **فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا** قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مِنْ حَیْثُ اِنْتِهَاكُ حُرْمَتِهَا وَصَوْنِهَا **وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ** اَیْ بَنِیْ اِسْرَاءِیْلَ **رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ** اَلْمُعْجِزَاتِ **ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴿۳۲﴾** مُجَاوِزُوْنَ الْحَدَّ بِالْكُفْرِ وَالْقَتْلِ وَغَیْرِ ذٰلِكَ

ترجمہ:.........اور (اے محمد ﷺ) ان لوگوں (اپنی قوم) کو آدمؑ کے دو بیٹوں (ہابیل قابیل) کا حال (خبر) سنا دیجئے صحیح طریقہ پر (اتل کے متعلق ہے) جب ان دونوں نے اپنی اپنی قربانیاں چڑھائیں (اللہ میاں کے حضور ہابیل نے مینڈھا اور قابیل نے کھیتی اور اناج) تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کرلی گئی۔ (ہابیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے نکل لیا) اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی (مراد قابیل

ہے چنانچہ اس پر وہ غضب ناک ہوا اور حسد کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ حتی کہ آدم علیہ السلام حج کو تشریف لے گئے) کہنے لگا قابیل (ہابیل سے) کہ میں یقیناً تجھے قتل کر ڈالوں گا (ہابیل نے پوچھا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ تیری قربانی تو قبول ہوگئی اور میری نہیں ہوئی) اس نے جواب دیا کہ اللہ صرف متقیوں ہی کی قربانی قبول کرتے ہیں اگر (لام قسمیہ ہے) تو نے دست درازی کی (ہاتھ اٹھایا) میرے قتل پر تب بھی تجھے قتل کرنے کے لئے تجھ پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں (تیرے قتل کے سلسلہ میں) اللہ سے ڈرتا ہوں جو ساری دنیا کے پروردگار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو سمیٹ لے میرا گناہ (قتل کا گناہ) اور اپنا گناہ (جو اس سے پہلے کیا ہوگا) دونوں اپنے سر۔ اور پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جا۔ (میں نہیں چاہتا کہ تجھ کو قتل کر کے تیرا گناہ اپنے سر لوں اور جہنمی بنوں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ظلم کرنے والوں کو یہی بدلہ ملا کرتا ہے۔ پھر اُبھارا (سبز باغ دکھلایا) اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر۔ آخر اس کو قتل کر کے ہی چھوڑا نتیجہ یہ نکلا کہ تباہ کاروں میں سے ہوگیا (اس کو قتل کر کے یہ نہ سمجھ میں آیا کہ اب اس کا کیا کرے کیونکہ سرزمین پر یہ سب سے پہلا انسانی قتل تھا چنانچہ نعش کو اپنی کمر پر لادے پھرا) اس کے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا اور وہ زمین کریدنے لگا (اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کریدی اور اپنے ساتھ کے دوسرے مردے کوے پر مٹی ڈالتا رہا حتی کہ کوے کی نعش چھپا دی) تاکہ اسے بتادے کہ کیسے چھپائی (پوشیدہ کرنی) چاہئے، اپنے بھائی کی لاش (مردہ جسم) وہ بول اٹھا افسوس مجھ پر۔ کیا میں اس سے بھی کیا گذرا ہوا کہ اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا ۔ کہ اپنے بھائی کی لاش ہی چھپا دیتا۔ غرض کہ وہ بہت ہی پشیمان ہوا (نعش کے اٹھائے اٹھائے پھرنے پر۔ اور ایک گڑھا کھود کر اس میں دفنا دیا) اسی بناء پر (کہ قابیل نے قتل کی کارروائی کی) ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ (ضمیر شان ہے (جس کسی نے کسی جان کو مار ڈالا بجز قصاص لینے کے اور بجز ملک میں لوٹ مار مچانے کی سزا کے (خواہ وہ فساد کفر اور زنا جیسے معاصی کی وجہ سے یا ڈاکہ زنی وغیرہ واقعات کی بنا پر ہو) تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔ اور جس کسی نے کسی کی زندگی بچالی (اس کے قتل سے باز رہا) تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دے دی (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم حرمت نفس کی پامالی اور حفاظت کے لحاظ سے ہے) اور ان (بنی اسرائیل) کے پاس ہمارے رسول آتے رہے روشن دلیلوں (معجزات) کے ساتھ لیکن اس پر بھی ان میں سے اکثر ایسے نکلے جو ملک میں زیادتیاں کرنے والے تھے (کفر اور قتل وغیرہ کام کر کے حدود کو پھلانگ گئے ۔)

تحقیق وترکیب: .... **واتل**. اس کا عطف ماقبل **اذقال موسیٰ** کے فعل مقدر پر ہے **ای اذکرھا بیل**. یہ مقتول کا نام ہے اور جس کے نام کے شروع میں قاف ہے یعنی قابیل اس کو قاتل کہا جائے گا۔ بعض نے **فبعث اللہ غراباً** کے قرینہ سے ان کو حضرت آدمؑ کی صلبی اولاد مانا ہے۔ اور بعض نے **من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل** کے قرینہ سے ان کو بنی اسرائیل میں سے قرار دیا ہے جو اولاد آدم ہی ہیں۔ اول قول صحیح ہے۔ حضرت آدمؑ کے ہبوط دنیا سے ۱۰۰ سال بعد قابیل پہلا لڑکا ہوا۔ اس کے ایک سال بعد ہابیل پیدا ہوا۔

بالحق. یہ صفت ہے مصدر محذوف کی **ای تلاوۃ متلبسۃ بالحق**. حج آدمؑ۔ چونکہ سرزمین ہند میں تمام سراندیپ حضرت آدمؑ کا جنت سے ہبوط بتلایا جاتا ہے اس لئے یہاں سے مکہ معظمہ کی جانب روانگی ہوئی۔ اور ان کی غیوبت میں قابیل نے یہ کارروائی کی۔

انی ارید الخ کسی معصیت یا قتل کا ارادہ بھی معصیت ہے۔ پھر ہابیل نے یہ جملہ کیسے کہا؟ اس کی چند توجیہیں کی گئی ہیں مثلاً یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ قیامت میں ظالم جب مظلوم کو راضی کرنا چاہے گا تو اس کی سیئات اپنے ذمے لے لے گا۔ ہابیل کا منشاء بھی یہی تھا۔ دوسری توجیہ بقول بیضاوی یہ ہوسکتی ہے کہ بھائی کی شقاوت ومعصیت کا ارادہ مقصود نہیں بلکہ کہنا یہ ہے کہ اگر یہ بات مقدر ہو چکی ہے تو میں اپنی گردن میں ڈالنا نہیں چاہتا تیری گردن میں آجائے تو دوسری بات ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ بھائی کے گناہ کا ارادہ نہ ہو بلکہ اس کے گناہ پر عقاب وعذاب مطلوب ہو اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باثمی. ہابیل اگرچہ قابیل سے زیادہ طاقتور تھا لیکن اقدام قتل کے ساتھ مدافعت قتل سے خود کو بھی نہ بچایا۔ خواہ تو اس لئے کہ اس وقت تک مدافعت کی اجازت بھی نہیں ہوگی اور یا اس لئے کہ عزیمت اور اولویت پر عمل پیرا ہونا چاہتا تھا۔

فطوعت له ، ای سهلة له ذو وسعة . بولتے ہیں طاع له المرتع اذا اتسع. اس میں لام تاکید تبیین کا ہے۔ **الم نشرح لک** کی طرح۔ **سوأة اخیه** ۔ سوءۃ بمعنی جسم مردہ۔ اور ہ ضمیر قاتل کی طرف راجع ہے **بعث** کی طرف نہیں ہے۔ یہ جملہ یواری کا مفعول ہے بجائے خاسر کے۔ **خاسرین** مبالغہ کے لئے کہا گیا ہے **ینبش نبشه نبشاً** باب قتل سے ہے زمین کریدنا کھودنا۔ **نبش الرجل القبر** بولتے ہیں۔ نباش کفن چور۔ **یو یلتیٰ** گویا تحسر کرنے والا ویل اور ہلاکت کو طلب کر رہا ہے اور یا الف کے بدلہ میں ہے۔

علی حمله. سال بھر نعش اٹھائے اٹھائے پھرنے پر نادم ہوا۔ **لا جل .** اجل دراصل جنایۃ سے ہے چنانچہ اجل علیهم شراً بولتے ہیں جب کہ ان پر جنایت کی جائے لیکن بعد میں تعلیل جنایات کے موقعہ میں یہ لفظ بولا جانے لگا پھر مطلق سبب کے معنی میں توسعاً استعمال ہونے لگا۔ بنی اسرائیل کی تخصیص مبالغۃ فی الشناعة کے لئے ہے کہ باوجود علم کے پھر اس پر اقدام کرتے ہیں ورنہ قصاص کی مشروعیت تو ہر مذہب وملت میں رہی ہے۔

قتلها. تقدیر مضاف کی طرف اشارہ ہے۔ **بغیر فساد.** جمہور کی رائے کی طرف اشارہ ہے کہ او فسادٍ مجرور کا عطف لفظ جس پر عطف کرتے ہوئے اور غیر اس کی طرف مضاف ہے۔ **قتل الناس** ۔ بقول حسن قاتل کی سزا جہنم اور اللہ کا غضب اور عذاب ہے۔ خواہ ایک نفس کا قاتل ہو یا تمام انسانوں کا اور الف لام عہد کا بھی ہوسکتا ہے مراد صرف وہی لوگ ہوں جو دوسروں کے قتل یا بقاء کا سبب اور باعث بنے ہوں۔ **حدیث من سن سنة الخ** کے قاعدہ پر یا ترہیب وترغیب کو بطور مبالغہ ذکر کرنا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے مشبہ بہ کا اعظم جرم ہونا مضر نہیں ہوگا۔ **اسلمنا** کی بجائے **جاء تهم** کہنے میں وصول رسالت کی تصریح ہوگئی۔ **ثم** تراخی رتبی اور استبعاد کے لئے ہے۔

ربط و ﴿تشریح﴾: .... اہل کتاب کی برائیوں کے ذیل میں **نحن ابناء الله** کا ذکر آچکا ہے آگے اسی گھمنڈ کو چکنا چور کرنے کے لئے ہابیل وقابیل کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں کہ باوجود پیغمبر زادہ اور صاحبزادہ ہونے کے عمل کی بجائے ان کے لئے نسبت کار آمد نہ ہوئی بلکہ اصل عمل ہی کی وجہ سے مقبولیت یا مردودیت ہوئی۔ حالانکہ تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر نسبت رکھتے تھے اور باہم برابر تھے مگر آدمؑ کا بیٹا ہونا ان کے کام نہ آیا۔

دریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست: .... معلوم ہوا کہ اصل مدار فلاں ابن فلاں ہونے پر نہیں ہے بلکہ اعمال دیکھے جاتے ہیں۔ اسی واقعہ قتل پر پھر **انما جزاء الذین الخ** سے قتل وغیرہ کے دنیاوی اور اخروی احکام کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ واقعہ کی تلخیص یہ ہے کہ اللہ کی حکمت اور قدرت سے حواء علیہا السلام کے ہر بطن سے توام بچے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ اور ایک بطن کا لڑکا دوسرے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیئے جاتے تھے اس ابتدائی زمانہ کی ضرورت اور مختصر آبادی کے لحاظ سے یہ اختلاف بطن ایسا ہی معتبر سمجھا گیا جیسا کہ بعد کے مذاہب میں اختلاف نسب کا اعتبار کیا گیا ہے غرض کہ اسی ضابطہ کی رو سے قابیل وہابیل دو صاحبزادوں کی بہنیں ایک دوسرے سے منسوب کردی گئیں اب اس کو حسن اتفاق کہئے یا سوء اتفاق کہ قابیل کی بہن جو ہابیل کے حصہ میں آئی وہ خوبصورت اور حسین تھی اور ہابیل کی بہن جو قابیل سے منسوب ہوئی وہ بدشکل وبدصورت تھی۔ لیکن اس شرعی تقسیم پر قابیل رضامند نہیں ہوا۔ بلکہ وہ اپنی

حقیقی بہن کا خواستگار ہوا جو اسی کی توام تھی۔ حضرت آدمؑ نے ہر چند سمجھایا بھی لیکن بیسود۔ آخر کار قطع حجت کے لئے انہوں نے نیاز پیش کرنے کی ترکیب بتلائی کہ جس کی نذر نیاز قبول ہو جائے گی خوبصورت لڑکی اسی کی ہے اور مقصود محض رفع نزاع اور قطع تکرار تھا۔ ورنہ قانون شرعی کے لحاظ سے وہ سمجھتے تھے کہ ہابیل حق پر ہے اور اسی کی نیاز قبول ہوگی قابیل کے لئے حلت کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ چنانچہ ہابیل نے نہایت اعلیٰ درجہ کا دنبہ نذر کیا۔ اور قابیل گلہ کے چند خوشے لا کر رد گیا۔ اور نا قابل ثابت ہوا۔ اسی لئے غیبی آگ ہابیل کی نیاز لے گئی جو اس کے قابل و مقبول ہونے کی علامت تھی۔

قابلیت و مقبولیت ہی اکثر حسد کا باعث بن جاتی ہے:......... لیکن یہی مقبولیت بے چارے کے لئے وبال جاں بن گئی کہ اس کے بعد قابیل ہابیل کی جان کا خواہاں ہو گیا آخر کار اس کی جان لے کر چھوڑی۔

زن، زر، زمین ہمیشہ فتنہ فساد کی بنیاد بن جاتی ہے:......... زن، زر، زمین کے سلسلہ میں کشت وخون کی دنیا میں یہ سب سے پہلی کڑی تھی۔ حدیث سنۃ کی رو سے قیامت تک اس سلسلہ میں ہونے والے تمام خونوں کا وبال قابیل کے سر بھی رہے گا۔ ہابیل کی عمر اس وقت صرف بیس ۲۰ سال تھی۔ قابیل کو کچھ تو بھائی کے جانے کا غم اور کچھ اپنی عقلی درماندگی کا ملال کہ دفن جیسی معمولی چیز میں کوے سے بھی گیا گذرا ہوا۔ اور کچھ والدین اور گھر والوں کی لعنت و ملامت۔ غرض کہ بالکلیہ اس کی عقل مسخ ہو گئی اور دل قابو میں نہ رہا اور اسی حال میں مر گیا۔ یہ تو دنیاوی بربادی ہوئی اور اخروی بربادی کی طرف حصن حصین میں حدیث ابن مسعودؓ اشارہ کر رہی ہے کہ قیامت تک جتنے خون ناحق ہوں گے ان سب کا وبال اسی بانی کی گردن پر بھی رہے گا۔ ہابیل کا خود کو متقیوں میں ضمناً شمار کرنا بطور تحدیث نعمت کے تھا نہ کہ تفاخراً۔

اقدام قتل، یا مدافعانہ قتل اور نصوص میں تطبیق:......... ہماری شریعت میں مدافعانہ قتل کا قانون یہ ہے کہ اگر قرائن قویہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ قاتل کے وار سے بچنے کی کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ خود قاتل کو قتل کر دیا جائے تو مدافعانہ طور پر قاتل کو قتل کر دینا جائز ہے۔ اور اسی حیص بیص میں مارا جائے تو یہ مقتول شہید ہوگا۔ لیکن اگر کوئی مدافعانہ کارروائی بھی نہ کرے اور ہاتھ پیر ہلائے بغیر ہی مارا جائے تب بھی جائز ہے بلکہ ابوداؤد و ترمذی کی بعض روایات کے لحاظ سے اس موت مظلومیت ہی کو افضل قرار دیا گیا ہے ہاں اگر کہیں مدافعانہ اور انتقامی کارروائی اسلامی ضرورت و مصلحت سے ہو جیسے کافروں اور باغیوں سے جہاد و قتال کرنا یا حدود و قصاص کا اجراء تو یہ واجب اور ضروری ہوگی اس سے تمام دلائل و نصوص میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اور ہابیل کا یہ کہنا کہ میرا گناہ بھی تیرے سر ہے اس لئے ہے کہ مظلوم کے تمام گناہ ظالم کے سر ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اس طرح ظالم کی سزا سخت۔ اور مظلوم کی ہلکی ہو جائے گی۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

ہر ندامت توبہ نہیں ہوتی:......... اور علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ قابیل مؤمن عاصی تھا اور اس کی اس ندامت کو توبہ پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اول تو یہ ندامت قتل پر نہیں تھی بلکہ مضرات قتل پر تھی مثلاً نعش لئے مارا مارا پھرنا اور دفن کی سبیل سمجھ میں نہ آنا۔ اور کوئی جیسے جانور سے بھی گیا گذرا ہونا۔ یا بقول بعض مفسرین اس کے بدن کا سیاہ پڑ جانا۔ حضرت آدمؑ اور دوسرے عزیزوں کی ناراضی وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے اگر قتل پر بھی ندامت ہو تب بھی ہر ندامت توبہ نہیں کہلاتی بلکہ جس ندامت کے بعد معذرت اور شکستگی کے آثار محسوس ہوں اور تدارک کی فکر ہو وہ توبہ کہلاتی ہے نیز یہ ندامت طبعی تھی جو عقل کے تقاضہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ شریعت یا تقوے کا اس

میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔

ایک آدمی اور تمام انسانوں کا قتل اس لحاظ سے برابر ہے کہ اس میں قانون الٰہی کی خلاف ورزی کر کے مستحق غضب اور دنیا و آخرت کی سزا کا مستوجب بنا، گو شدت اور اشدیت کا فرق ہے اس سے کفر و بغاوت کی وجہ سے قتل اور قصاص وحدود نکل گئے کیونکہ ان پر نہ غضب الٰہی مرتب ہوتا ہے اور نہ دنیاوی اور اُخروی سزا بلکہ بعض صورتوں میں قتل نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوتا ہے۔

حسنہ میں تضاعف رحمت ہے اور سیئہ میں مساوات حکمت ہے:......... سیئہ اور حسنہ کے تضاعف میں شرعاً یہ فرق ہے کہ سیئہ میں مطلقاً تضاعف کی نفی ہے اس لئے ایک انسان کا قتل سب انسانوں کے برابر بعض لحاظ سے مانا جائے گا اللہ کی ناراضی اور دنیا و آخرت کی سزا دونوں میں مشترک ہے۔ لیکن حسنہ میں شرعاً مطلق تضاعف ہوسکتا ہے کوئی دلیل مانع تضاعف نہیں ہے۔ رہا یہ شبہ کہ پھر ایک انسان کو بچانے والا اور ہزار کو بچانے والا برابر ہونے چاہئیں۔ جواب یہ ہے کہ ایک حقیقی عمل ہوتا ہے اور ایک عمل حکمی ہوتا ہے۔ دونوں میں اگر کسی لحاظ سے مساوات ہو تو لازم نہیں آتا کہ کیفاً بھی دونوں برابر ہوں بلکہ یہ ممکن ہے کہ کیفاً دونوں میں زمین و آسمان کا فرق اور صورت مفروضہ میں پہلے شخص کا حقیقی عمل ایک ہے اور دوسرے کا ایک سے زیادہ پھر مساوات کیسے رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوسرے شخص کو ممکن ہے کہ تمام انسانوں کے مضاعف عدد کا ثواب مل جائے، پھر بھی مساوات کا شبہ نہیں رہا اور اکثر کو فاسق اس لئے کہہ دیا کہ بعض مطیع و فرمانبردار بھی تھے۔

لطائف آیات:......... آیت **انما یتقبل اللّٰہ الخ** سے معلوم ہوا کہ اپنا دینی کمال بارادۂ شکر ظاہر کرنا جائز ہے البتہ بہ نیت فخر جائز نہیں ہے آیت **لئن بسطت** سے معلوم ہوا کہ جس طرح مدافعانہ قتل کے سلسلہ میں نصوص صریح نہ ہونے کی وجہ سے احتیاطاً ہابیل نے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور ان کا ایسا کرنا مستحسن ہوا اسی طرح شبہات سے بچنا بھی مطلوب و محمود سمجھا جائے گا۔ آیت **فاصبح من النادمین** سے معلوم ہوا کہ ہر ندامت توبہ نہیں بلکہ جس ندامت کے بعد طبیعت میں عذر و انکسار اور آئندہ کے لئے تدارک کا اہتمام ہو اس کو توبہ سمجھا جائے گا۔

وَنَزَلَ فِي الْعُرَنِيِّينَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ مَرْضٰى فَاذِنَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّخْرُجُوْا اِلَى الْاِبِلِ وَيَشْرَبُوْا .... مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوا الرَّاعِي وَاسْتَاقُوا الْاِبِلَ **اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** بِمُحَارَبَةِ الْمُسْلِمِيْنَ **وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا** بِقَطْعِ الطَّرِيْقِ **اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ** اَيْ اَيْدِيْهِمُ الْيُمْنٰى وَاَرْجُلِهِمُ الْيُسْرٰى **اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ** اَوْ لِتَرْتِيْبِ الْاَحْوَالِ فَالْقَتْلُ لِمَنْ قَتَلَ فَقَطْ وَالصَّلْبُ لِمَنْ قَتَلَ وَاَخَذَ الْمَالَ وَالْقَطْعُ لِمَنْ اَخَذَ الْمَالَ وَلَمْ يَقْتُلْ وَالنَّفْيُ لِمَنْ اَخَافَ فَقَطْ قَالَهٗ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَاَصَحُّ قَوْلَيْهِ اَنَّ الصَّلْبَ ثَلَاثًا بَعْدَ الْقَتْلِ وَقِيْلَ قَبْلَهٗ قَلِيْلًا وَيُلْحَقُ بِالنَّفْيِ مَا اَشْبَهَهٗ فِي التَّنْكِيْلِ مِنَ الْحَبْسِ وَغَيْرِهٖ **ذٰلِكَ** الْجَزَاءُ الْمَذْكُوْرُ **لَهُمْ**

خِزْیٌ ذُلٌّ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ هُوَ عَذَابُ النَّارِ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنَ الْمُحَارِبِیْنَ وَالْقُطَّاعِ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ لَهُمْ مَا اَتَوْهُ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ بِهِمْ عَبَّرَ بِذٰلِكَ دُوْنَ فَلَا تَحُدُّوْهُمْ لِیُفِیْدَ اَنَّهُ لَایَسْقُطُ عَنْهُ بِتَوْبَتِهٖ اِلَّا حُدُوْدُ اللّٰهِ دُوْنَ حُقُوْقِ الْاٰدَمِیِّیْنَ كَذَا ظَهَرَ لِیْ وَلَمْ اَرَ مَنْ تَعَرَّضَ لَهٗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ فَاِذَا قَتَلَ وَاَخَذَ الْمَالَ یُقْتَلُ وَیُقْطَعُ وَلَایُصْلَبُ وَهُوَ اَصَحُّ قَوْلَیِ الشَّافِعِیِّ وَلَاتُفِیْدُ تَوْبَتُهٗ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَیْهِ شَیْئًا وَهُوَ اَصَحُّ قَوْلَیْهِ اَیْضًا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ خَافُوْا عِقَابَهٗ بِاَنْ تُطِیْعُوْهُ وَابْتَغُوْٓا اُطْلُبُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ مَایُقَرِّبُكُمْ اِلَیْهِ مِنْ طَاعَتِهٖ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لِاِعْلَاءِ دِیْنِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ تَفُوْزُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ ثَبَتَ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾ یُرِیْدُوْنَ یَتَمَنَّوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۷﴾ دَائِمٌ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ اَلْ فِیْهِمَا مَوْصُوْلَةٌ مُبْتَدَاٌ وَلِشِبْهِهٖ بِالشَّرْطِ دَخَلَتِ الْفَاءُ فِیْ خَبَرِهٖ وَهُوَ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا اَیْ یَمِیْنَ كُلٍّ مِّنْهُمَا مِنَ الْكُوْعِ وَبَیَّنَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الَّذِیْ یُقْطَعُ فِیْهِ رُبْعُ دِیْنَارٍ فَصَاعِدًا وَاَنَّهٗ اِنْ عَادَ قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْیُسْرٰی مِنْ مَفْصَلِ الْقَدَمِ ثُمَّ الْیَدُ الْیُسْرٰی ثُمَّ الرِّجْلُ الْیُمْنٰی وَبَعْدَ ذٰلِكَ یُعَزَّرُ جَزَآءً نَصَبٌ عَلَی الْمَصْدَرِ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا عُقُوْبَةً لَهُمَا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ حَكِیْمٌ ﴿۳۸﴾ فِیْ خَلْقِهٖ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ رَجَعَ عَنِ السَّرِقَةِ وَاَصْلَحَ عَمَلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۹﴾ فِی التَّعْبِیْرِ بِهٰذَا مَا تَقَدَّمَ فَلَا یَسْقُطُ بِتَوْبَتِهٖ حَقُّ الْاٰدَمِیِّ مِنَ الْقَطْعِ وَرَدِّ الْمَالِ نَعَمْ بَیَّنَتِ السُّنَّةُ اَنَّهٗ اِنْ عُفِیَ عَنْهُ قَبْلَ الرَّفْعِ اِلَی الْاِمَامِ سَقَطَ الْقَطْعُ وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیُّ اَلَمْ تَعْلَمْ اَلْاِسْتِفْهَامُ فِیْهِ لِلتَّقْرِیْرِ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ تَعْذِیْبَهٗ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ الْمَغْفِرَةَ لَهٗ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾ وَمِنْهُ التَّعْذِیْبُ وَالْمَغْفِرَةُ

ترجمہ:.........(آئندہ آیات قبیلہ عرینین والوں کے بارے میں نازل ہوئیں جب کہ وہ مدینہ طیبہ میں آ کر بیمار پڑ گئے اور آنحضرت (ﷺ) نے ان کو صدقہ کے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پینے کی اجازت دی لیکن جب اچھے ہو گئے تو چرواہوں کو قتل کر کے اونٹوں کو اپنے ساتھ ہنکا لے گئے) بلا شبہ اُن لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں (مسلمانوں سے لڑ بھڑ کر) اور ملک میں خرابی پھیلانے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں (لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہوئے) یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں (یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں) یا انہیں جلا وطن کر دیا

جائے (اس میں لفظ او ترتیب احوال کے لئے ہے چنانچہ صرف قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور قتل کے ساتھ مال لوٹنے والے کو سولی دی جائے گی اور بغیر قتل صرف مال لوٹنے والے کے ہاتھ پاؤں قطع کیئے جائیں گے۔ اور محض ڈرانے دھمکانے والے کو قید و بند کر دیا جائے گا۔ ابن عباسؓ کی یہی رائے ہے جس پر امام شافعیؒ قائم ہیں اور ان کے دو قول میں سے اصح قول یہ ہے کہ قتل کے بعد تین روز تک سولی پر لٹکا رہنے دیا جائے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ قتل سے پہلے کچھ دیر کے لئے سولی پر رہنے دیا جائے۔ اور جلا وطن کرنے ہی میں حبس اور قید و بند جیسی سزاؤں کو بھی شامل کر لیا جائے گا) یہ (مذکورہ سزائیں) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے عذاب عظیم ہے (عذاب جہنم) مگر ہاں ان میں سے جو لوگ اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کر لیں (خواہ وہ حربی کافروں ہوں یا ڈاکو) تو جان لو کہ اللہ (ان کی گذری ہوئی کاروائیوں کو) بخشنے والے اور (ان پر) رحمت رکھنے والے ہیں۔ (لا تحدوھم یعنی ان پر حد قائم نہ کرو۔ کی بجائے اس طرح تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی توبہ کر لینے سے حدود اللہ تو معاف ہو سکتے ہیں لیکن انسانی حقوق ساقط اور نظر انداز نہیں ہو سکتے۔ یہ میری اپنی رائے مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے کسی نے اس سے تعرض کیا ہے۔ واللہ اعلم.

بہر حال اگر قتل اور لوٹ مار دونوں ہوں تو قتل بھی کیا جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی کاٹے جائیں گے مگر سولی نہیں دی جائے گی۔ یہ امام شافعیؒ کا اصح قول ہے۔ اور یہ کہ ڈاکوؤں پر قابو یافتہ ہونے کے بعد ان کی توبہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا یہ بھی امام شافعیؒ کا اصح قول ہے) مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو (اس کے عذاب سے ڈر کر اس کی اطاعت میں لگے رہو) اور تلاش کرو (ڈھونڈو) اس تک پہنچنے کا ذریعہ (یعنی ایسی فرمانبرداری جو تم کو اس کے قریب کر دے) جن لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی اگر (بالفرض) ان کے قبضہ میں تمام روئے زمین کا مال و متاع آ جائے اور اتنا ہی اور بھی پالیں پھر یہ سب کچھ قیامت کے روز عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں دے دیں، جب بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا وہ چاہیں گے (تمنا کریں گے) کہ آگ سے باہر نکل آئیں لیکن اس سے باہر ہونے والے نہیں۔ ان کے لئے تو پائیدار (دائمی) عذاب ہوگا اور جو چور خواہ مرد ہو یا عورت (ان دونوں لفظوں میں الف لام موصولہ مبتدا ہے۔ اور چونکہ مشابہ بالشرط ہے اس لئے اس کی خبر پر فالائی گئی ہے) تو اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو (یعنی ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ پہنچے پر سے کاٹ ڈالو۔ اور سنت سے ثابت ہے کہ چوتھائی دینار سے زیادہ قیمت کے مال میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ نیز اگر پھر دوبارہ چوری کرتے تو بایاں پاؤں ٹخنے پر سے کاٹا جائے گا پھر تیسری بار بایاں ہاتھ اور چوتھی دفعہ داہنا پیر کاٹا جائے اور پھر بھی چوری کرے تو اور مزید تعزیراً سزا دی جائے (بطور سزا کے ہے۔ (یہ مفعول مطلق کی بناء پر منصوب ہے) جو کچھ انہوں نے کرتوت کیئے ہیں عبرت کی نشانی ہے (ان کے لئے سزا ہے) اللہ کی طرف سے اور اللہ زبردست ہیں (اپنے حکم پر غالب) اور (اپنی مخلوق کے بارے میں) حکمت والے ہیں۔ پھر جس کسی نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لی (چوری سے باز آ گیا) اور اپنے کو سنوار لیا (عمل ٹھیک کر لئے) تو اللہ اس کے حال پر توجہ فرمائیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (پہلے کی طرح یہاں بھی اس طریقۂ تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے بعد بھی حقوق العباد نظر انداز نہیں ہوں گے یعنی ہاتھ کاٹنا اور مال کی واپسی رہے گی۔ البتہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ سرکار میں مقدمہ لانے سے پہلے اگر کسی نے اپنا حق معاف کر دیا تو ہاتھ کاٹنے کی سزا ساقط ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے) کیا تم نہیں جانتے کہ (اس میں استفہام تقریر کے لئے ہے) کہ آسمان و زمین کی ساری بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جسے چاہے (عذاب دینا) دے سکتا ہے اور جسے چاہے (کہ بخش دے تو) اس کو بخش سکتا ہے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت (منجملہ ان کے عذاب و مغفرت بھی ہے)

تحقیق و ترکیب: .... یحاربون اللہ، ای یحاربون اللہ اولیاء اللہ و اولیاء رسولہ. تقدیر مضاف کی صورت میں اس سے مراد مسلمان ہیں۔ یقتلوا باب تفصیل سے لانے میں اشارہ ہے کہ حق شروع ہونے کی وجہ سے ولی کے معاف کرنے سے بھی

معاف نہیں ہوگا۔ یہی حال او یصلبوا او تقطع الخ دونوں لفظوں کا ہے۔ بیہقی اپنی سنن میں عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں لفظ او آیا ہے وہ تخییر کے لئے ہے بجز اس جگہ کے ان یقتلوا او یصلبوا کیونکہ یہاں ترتیب کے لئے ہے تخییر کے لئے نہیں ہے۔ امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ بھی یہی کہتے ہیں۔

والصلب الخ بظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو اختیار رہے کہ خواہ اتنے ہی پر اکتفاء کرلے اور یا ہاتھ پاؤں خلاف جانب سے قطع کردے یا قتل اور سولی کی سزا دیدے۔ وعلیہ الشافعی. امام احمدؒ کا بھی یہی خیال ہے لیکن امام مالکؒ او کو تخییر کے لئے مانتے ہیں اپنی اصل وضع کے لحاظ سے۔ چنانچہ اس صورت میں امام کو ان سزاؤں کے اجراء کا اختیار ہوگا۔ لیکن ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک او ترتیب کے لئے ہے البتہ ان سزاؤں کی تفصیل میں فرق کردیا جائے گا۔ پس امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے قول میں دو فرق ہوں گے ایک تو یہ کہ او ینفوا سے مراد حنفیہ کے نزدیک جلاوطن کرنا ہے اور شوافع کے نزدیک حبس اور قید کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس ڈاکو نے مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو امام شافعیؒ کے نزدیک امام وقت اس کو صرف سولی دے سکتا ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک اس وقت امام کو چار سزاؤں میں سے کسی ایک کے اجراء کا اختیا ہوگا۔ (۱) خواہ ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کرادے، (۲) خواہ ہاتھ پاؤں کٹوا کر سولی دیدے، (۳) خواہ صرف قتل کرادے، (۴) خواہ صرف سول دلادے۔ شوافع حدیث ابو ہریرہؓ اسلمی سے استدلال کرتے ہیں جس کا جواب صاحب نوارالانوار نے یہ دیا ہے کہ سولی کا دینا صرف اس صورت کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری صورتوں میں اس کا اجرا نہیں ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ صورت بھی سولی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس صورت میں کسی دوسری سزا کا انضمام جائز نہیں ہے کیونکہ جنایات میں اتحاد اور تعدد ہوسکتا ہے۔

واصح قولیہ. جمل نے منہاج سے نقل کیا ہے کہ تین دن قتل کے بعد سولی پر چڑھا رہنے دیا جائے اور بعض نے کہا ہے کہ قتل سے پہلے کچھ دیر کے لئے سولی پر چڑھا دیا جائے پھر قتل کیا جائے۔

ذلک دنیاوی سزا کے بیان میں صرف رسوائی پر اکتفاء کیا حالانکہ دوسرا عذاب بھی ہے اور اخروی سزا میں صرف عذاب پر اکتفاء کیا حالانکہ وہاں رسوائی بھی ہوگی۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ دنیاوی سزا میں رسوائی بڑھی ہوئی ہوگی اور اخروی سزا میں عذاب بڑھا ہوا ہوگا۔ الا الذین میں استثناء کا تعلق دنیاوی رسوائی کے ساتھ ہے۔ اور اخروی عذاب کے ساتھ بھی ہے پس توبہ سے حدود اور عذاب دونوں ساقط ہوسکتے ہیں کیونکہ رسوائی اور حدود دونوں ایک ہی ہیں لہٰذا رسوائی کے ساقط ہونے سے حد بھی ساقط ہوجائے گی۔

عبر بذلک یعنی لا تحدوھم کی بجائے ان اللہ غفور رحیم فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ توبہ سے حدود اللہ تو ساقط ہوسکتے ہیں مگر حقوق العباد ساقط نہیں ہوں گے یہ بات اگرچہ ظاہر تھی لیکن مفسرؒ نے چونکہ آیت سے اس کو مستنبط نہیں کیا تھا اس لئے مفسر علامؒ نے دعویٰ اختصاص کیا ہے۔

فاذا قتل واخذ المال الخ یقطع ویقتل سے مراد جواز اً ہے وجوباً نہیں کیونکہ حق العباد ہے ولی کے معاف کردینے سے قتل معاف ہوسکتا ہے پس توبہ سے وجوب قتل ساقط ہوجائے گا اور سولی تو باصلہ ساقط ہوجائے گی۔

وہو اصح قولیہ: اس قول کے مقابل انہ یصلب ہے اور سولی توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ آیت اس پر دلالت کررہی ہے کہ حدود کفارۂ سیئات نہیں ہوتے بلکہ ساتر معاصی ہوتے ہیں جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے۔

وسیلة بروزن فعلیة۔ ذریعہ تقرب کو کہتے ہیں یعنی طاعات کی بجاآوری اور معاصی کا ترک۔ لو ان لھم ما. ما موصولہ ان کا اسم ہے اور ظرف خبر ہے۔ استقر کے متعلق ہوکر اور جمیعاً موصول سے حال اور مثلہ موصول پر معطوف ہے اور لیفتدوا متعلق ہے

استقر کے۔ السارق الف لام تعریف کا نہیں ہے بلکہ موصولہ ہے بمعنی الذی جیسا کہ اسم فاعل واسم مفعول کے صیغوں پر آنے کا قاعدہ ہے۔ تفتازانی کی تو رائے یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع پر بلا تاویل خبر ہے کیونکہ فی الحقیقت شرط کی جزا ہوتی ہے۔ ای ان سرق احد فاقطعوا لیکن سید السندؒ کے نزدیک انشاء بلا تاویل خبر نہیں ہوا کرتی۔ عام طور پر اگر چہ ہر طبقۂ اناث کو علیحدہ خطاب نہیں کیا جاتا بلکہ مردوں کے ذیل میں ہی خطاب ہوتا ہے لیکن یہاں مزید اعتناء کے لئے ایسا کیا گیا ہے تا کہ مبالغہ فی الزجر ہو جائے اور یہاں سارق کو سارقہ پر مقدم کرنے میں سورۂ نور میں زانیہ کو مقدم کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ چوری کرنا مردانگی کے خلاف ہے اور کم ہمتی پر دال ہے اور زنا کرنا حیا کے خلاف ہے جو عورت کا اصلی زیور ہونا چاہئے کیونکہ مقام شناعت کا ہے اس لئے اشنع کو مقدم کیا گیا ہے۔ یا اس طرف اشارہ ہے کہ چوری کے باب میں مرد کامل ہوتا ہے۔ اور زنا کی تکمیل بغیر عورت کی رضامندی کے نہیں ہو سکتی۔ سیبویہؒ کے نزدیک اس آیت کی تقدیر دو جملوں کے ساتھ ہوگی۔ ای حکم السارق والسارقة فیما یتلی علیکم. لیکن مبرد کے نزدیک ایک جملہ ہے فاجزائیہ متضمن معنی شرط کو ہے۔ بہر حال فا کا مابعد فعل ماقبل فا میں عمل نہیں کر رہا ہے اس لئے اب شبہ نہیں ہو سکتا کہ السارق الخ منصوب ہونا چاہئے تھا فعل مضمر کی وجہ سے جس کی تفسیر آئندہ فعل کر رہا ہے اگر چہ قرأت نصب کی بھی ہے جو صاحب کشاف اور قاضی بیضاوی کے نزدیک مختار ہے۔

یمین. چنانچہ دار قطنی کی روایت ہے کہ صفوان کی چادر جس نے چرائی تھی آنحضرت ﷺ نے اس کا ہاتھ جوڑ پر سے کٹوا دیا تھا۔ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔ اور خوارج کی رائے ہے کہ مونڈھے پر سے ہاتھ کٹوانا چاہئے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مال مسروقہ کم از کم چوتھائی دینار کا ہونا چاہئے، اور امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم کا۔ اور امام صاحبؒ کے نزدیک کم از کم دس درہم کا ہونا ضروری ہے۔ پھر حد میں حنفیہ کے نزدیک دو مرتبہ چوری کرنے پر قطع اعضاء کی سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ اگر کسی نے چوری کی تو حنفیہ کے نزدیک قید و بند کی سزا دی جائے گی تاوقتیکہ اس کام سے تائب نہ ہو جائے۔ اور شوافع کے نزدیک چار مرتبہ چوری پر چاروں اعضاء قطع کرائیں گے اس کے بعد مزید تعزیر کی جائے گی۔۔ جزاء مفعول مطلق ہے معنی فاقطعوا سے یا فعل مقدر سے۔ اور یا مفعول لہ ہے اور نکالاً جزاء سے بدل ہوتے ہوئے پس دونوں ایک ہی چیز کی علت ہیں یا قطع کی علت جزاء اور جزاء کی علت نکال قرار دی جائے تو پھر اس کو مفعول کہا جائے۔ حال متداخلہ کی طرح فی التعبیر یعنی بجائے لاتحدوا کے ان اللہ یتوب کہنا اس پر دال ہے کہ توبہ سے حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے اور آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدود کفارات نہیں ہوتے جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے۔

قبل الرفع یعنی مقدمہ دائر کرنے سے پہلے اگر صاحب حق معاف کر دے تو حد ساقط ہو سکتی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کے سامنے جب ایک صاحب نے چور کو معاف کرنا چاہا تو آپ نے یہ فرمایا کہ میرے پاس آنے سے پہلے ایسا کیوں نہ کر لیا۔ شوافع کی طرح حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے کما فی الهداية. کسی ملحد نے یہ اعتراض کیا تھا کہ ذرا سے مال کے لئے اعضاء انسانی جیسی قیمتی چیزوں کو تلف کرنا اسلام کا ظلم ہے۔ لیکن علم الدین سخاوی نے کیا اچھا جواب دیا کہ بڑے جرم کے مقابلہ میں یہ ایک معمولی سزا دی ہے۔

عزا الامانة اغلاها وارخصها ذل الخیانة فافهم حکمة الباری

ربط:........ پچھلی آیات میں قتل ناحق کا بیان ہوا تھا۔ آیت انما جزاء الخ سے قتل حق (قصاص) اور اس کے توابع (حدود) کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ گویا گیارہواں اور بارہواں حکم ڈاکو اور چور کے متعلق ہے جس میں فتنہ و فساد جیسے معاصی سے پرہیز اور من احیاها لخ سے طاعات کا اثبات مقصود تھا۔ اس لئے اگلی آیت یا ایها الذین الخ میں عام معاصی سے بچنے اور تمام طاقات کے بجالانے کا حکم دیا جا رہا ہے اور آیت ان الذین کفروا الخ میں کفر کا خاص طور پر ضرر بتلانا ہے جس کے تقابل سے خاص طور پر ایمان کا نفع بھی

معلوم ہو جائے گا۔ سرقہ کبریٰ (ڈاکہ زنی) بعد سرقہ صغریٰ (چوری) کی سزا کا بیان آیت السارق سے ہو رہا ہے۔

شانِ نزول: .... انس بن مالکؓ آیت انما جزاء الخ کے شان نزول کے سلسلہ میں اصحابِ عرینہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں جیسا کہ مفسر علامؒ کی رائے بھی یہی ہے لیکن ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو بردہ اسلمی سے معاہدہ فرمایا تھا کہ نہ تم ہماری مدد کرو اور نہ ہمارے خلاف لڑو۔ لیکن اس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک مورچہ جمالیا۔ آس پاس سے جو لوگ اسلام میں داخل ہونے کے لئے یا تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں آنا چاہتے تو یہ لوگ ان سے لوٹ مار کرتے اور آمادۂ کشت و خون رہتے۔ اسی سلسلے میں جبریل امین انما جزاء الدین سے احکام و ہدایات لے کر آئے۔ اور آیت السارق الخ ابن اُبیرق کے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ پانچویں پارہ کے دوسرے ربع کے اول میں گزر چکا ہے اور یا عام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت نے چوری کی جس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس پر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ تب آیت فمن تاب الخ نازل ہوئی۔

﴿ تشریح ﴾: ...... **ڈاکہ زنی اور اس کی سزا کی چار صورتیں بطور حصر عقلی ہیں:** .... اول آیات میں سزایابی کی جن چار حالتوں کا بیان ہے ان کا انحصار عقلی ہے کیونکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں چار ہی صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) قتل بھی اور لوٹ مار بھی۔ (۲) نہ قتل ہو اور نہ لوٹ مار (۳) قتل ہو مگر لوٹ مار نہ ہو۔ (۴) لوٹ مار ہو مگر قتل نہ ہو۔ مذکورہ حد ان ہی چار حالتوں کے مقسم کے ساتھ خاص ہے یعنی عدم توبہ کی صورت میں لیکن اگر توبہ بھی ہو جو اس مقسم کے مقابل کی صورت ہے تو وہ استثنائی صورت آنے ذکر کی جا رہی ہے۔

فقہی اختلاف: .... امام مالکؒ حسنؒ، ابراہیم نخعیؒ جو لفظ او کو اپنی اصل پر تخییر کے لئے مانتے ہیں وہ او ینفوا من الارض کو علیحدہ سزا نہیں مانتے بلکہ یہاں او بمعنی واو لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک ان تمام مواقع میں لفظ او بمعنی بل ہے جس طرح محاربہ کی چار صورتیں ہیں۔ اسی ترتیب سے ان کے بالمقابل سزائیں بھی چار ہیں۔ کیونکہ لفظ او جب مختلفۃ الاسباب سزاؤں کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے تو وہ تقسیم کے لئے ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے ورنہ او تخییر کے لئے مانا جاتا ہے جیسے کفارہ یمین میں۔ البتہ قتل اور لوٹ کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک سزا کی چار صورتیں تجویز کر کے حاکم وقت کو ان میں سے کسی ایک کے اجراء کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ (۱) صرف سولی دینا۔ (۲) صرف قتل کرنا۔ (۳) ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دینا۔ (۴) ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرنا۔ ان میں سے ایک صورت آیت سے اور بقیہ تین صورتیں دوسرے دلائل سے ثابت ہیں۔

نیز امام صاحبؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ڈاکہ زنی کی حد مستامن پر جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسلمان ہو یا مستامن سب پر جاری کی جائے گی۔ نفی ارض سے مراد شوافعؒ کے نزدیک حوالہ جیل کرنا ہے احنافؒ کے نزدیک جلا وطن کرنا ہے۔ پھر جس طرح نص سے ڈاکوؤں کے لئے حکم معلوم ہو رہا ہے۔ اسی طرح دلالۃ النص سے ان کے مددگاروں کے لئے بھی حکم کا عام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ .... پھر قتل سے مراد عام ہے خواہ ہتھیار سے کیا ہو یا بغیر ہتھیار کے اور سولی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زندہ انسان کو سولی پر چڑھا کر برچھی وغیرہ سے اس کا پیٹ چاک کر دیا جائے حتیٰ کہ مر جائے اور داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں کو گٹے اور ٹخنے سے کاٹنے کی صورت میں داغ دینا چاہئے تاکہ سارے بدن کا خون نہ نکل جائے۔ اور جیل خانہ بھیجنے سے

پہلے کچھ تعزیری کارروائی بھی کرنی چاہئے۔ اور جیل میں اتنی مدت رکھا جائے کہ قرائن سے سچائی کے ساتھ اس کا تائب ہونا معلوم ہو جائے۔ نیز ان سب حالتوں میں جس جان و مال کو تلف کیا گیا ہے کا مامون اور محترم ہونا شرعاً ضروری ہو جیسے مسلمان یا غیر مسلم ذمی کی جان و مال۔ ابو یوسفؒ کی یہی رائے ہے اگرچہ طرفین کے نزدیک مستامن پر لوٹ مار کرنے سے حد واجب نہیں ہوتی۔

حق اللہ اور حق العباد کا فرق:............ نیز ان چاروں حالتوں کی مذکورہ سزائیں حق اللہ اور حدود کے طریقہ پر ہیں قصاص اور حق العبد کے طور پر نہیں کہ مالک مال یا اولیاء مقتول کے معاف کر دینے سے معاف ہو جائیں۔ ہاں گرفتار ہونے سے پہلے اگر ان لوگوں کا تائب ہونا معلوم ہو جائے تو حق اللہ کی یہ حدود معاف ہو سکتی ہیں لیکن حق العباد پھر بھی معاف نہیں ہوگا۔ یعنی لوٹا ہوا مال واپس کرنا پڑے گا یا اس کا ضمان دینا پڑے گا۔ اور قتل کی صورت میں قصاص دینا پڑے گا۔ البتہ ضمان یا قصاص معاف کرنے کا حق مالک مال یا ولی مقتول کو حاصل رہے گا۔ نیز یہ حد تو توبہ سے معاف ہو سکتی ہے لیکن دوسری حدود جیسے شراب و زنا اور چوری اور قذف کی حدود توبہ سے معاف نہیں ہوں گی۔ ان مذکورہ سزاؤں کے اجراء میں ہر ڈاکو کے جرم کی الگ الگ تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے گروہ اور جتھہ میں سے کسی ایک سے بھی اگر کوئی جرم سرزد ہو گیا تو سب کی وہی سزا ہوگی کیونکہ کسی ایک کا جرم بغیر جماعتی طاقت کے نہیں ہوا کرتا جو کچھ ایک نے کیا اس میں سب شریک سمجھے جائیں گے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا چاروں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے یعنی نہ قتل ہو نہ مال کا لوٹنا ہو بلکہ صرف زخمی کر دیا تو چاروں صورتوں سے خارج ہونے کی وجہ سے اس کا حکم بھی ان سے الگ ہوگا۔ یعنی عام زخموں کی طرح اس کا قصاص یا ارش اور ضمان آئے گا۔ نیز حق العبد ہونے کی وجہ سے اس کی معافی کا حق بھی زخمی کو ہوگا۔ ہاں اگر حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہو جائیں یعنی لوٹ مار بھی ہو جو حد کا باعث ہوتا ہے اور زخمی کرنا بھی جو قصاص کا سبب ہوتا ہے تو ایسی صورت میں صرف اجراء حد کیا جائے گا۔ شہر یا مضافات شہر میں اگر ڈکیتی ہوئی تو صرف تعزیزی اور قصاص پر عمل درآمد کیا جائے گا حد جاری نہیں ہوگی۔

توسل بزرگان:............ آیت وابتغوا الیہ الوسیلة الخ کے ترجمہ سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کو توسل متعارف سے کوئی مس نہیں ہے۔ اس لئے اس پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ باقی توسل کے جواز و عدم جواز کی حدود علماء کے کلام اور کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

چوری کی حد جاری کرنے سے پہلے اچھی طرح پوچھ تاچھ کی جائے گی کہ چوری کیا ہوتی ہے۔ کس طرح کی اور کب اور کہاں کی ہے؟ اس کے بعد امام صاحبؒ کے نزدیک دو مرتبہ اقرار اور دو آدمیوں کی گواہی ہونی چاہئے۔ داہنا ہاتھ کاٹنے میں ابن مسعودؓ کی قراءت ایھما کی بجائے ایما نھما مؤید ہے۔ نیز حدیث ابوہریرہؓ کی وجہ سے بھی۔

چوری کی سزا:............ امام شافعیؒ بار بار چوری کرنے پر دونوں ہاتھ پاؤں اور اس کے بعد تعزیر کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک پہلی بار چوری پر داہنا ہاتھ۔ اور دوسری چوری پر بایاں پاؤں۔ اور تیسری بار چوری کرنے پر مناسب تعزیر کی جائے گی۔ لیکن بایاں ہاتھ یا داہنا پاؤں نہیں کاٹا جائے گا ورنہ اس کی جنس منفعت ہی بالکلیہ فوت ہو جائے گی اور بالکل محتاج ہو کر رہ جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی قراءت کی وجہ سے یھما سے بالاجماع داہنا ہاتھ مراد ہے پس جب کہ اس کے علاوہ دوسرا عضو محل قطع باقی ہی نہیں اور داہنا ہاتھ جو محل قطع تھا وہ کٹ چکا تو پھر بایاں ہاتھ آخر کس قاعدہ سے کاٹا جائے؟ نیز سارق اسم الفعل کا صیغہ

مصدر پر دلالت کرتا ہے اور مصدر میں تعدد کی بجائے وحدت ہوتی ہے اور چونکہ وحدت کا فرد حقیقی ایک ہوتا ہے اور فرد حکمی کل چوریوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ مگر تاوقت یہ کہ پوری چوریاں سامنے نہ ہوں فرد حکمی کیسے مراد لیا جا سکتا ہے اس لئے فرد حقیقی ایک ہی چوری مراد لی جائے گی۔ اور ایک جرم کی سزا ایک ہی ہوسکتی ہے دو سزائیں نہیں ہوا کرتیں۔ اس لئے بایاں ہاتھ کاٹنے کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔

ایک اشکال کا جواب:............ البتہ دوسری مرتبہ کی چوری میں بایاں پاؤں کاٹنے کی صورت بھی اس قاعدہ کے تحت سمجھ میں نہیں آتی حالانکہ حنفیہ اس کے قائل ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اس کا ثبوت اگرچہ آیت سے نہیں ہو رہا ہے لیکن سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے قائل ہونا پڑا۔ مال مسروقہ اگر موجود ہے تو چوری کی سزا قطع ید کے ساتھ مال بھی واپس کرنا پڑے گا۔ اور اگر چور نے دانستہ اس کو ہلاک کر دیا ہوگا تب بھی اس کی تعدی کی وجہ سے بالاتفاق چور کو ضمان دینا پڑے گا لیکن اگر مال مسروقہ خود ہلاک ہوگیا تو پھر حنفیہ کے نزدیک ضمان نہیں آئے گا۔ کیونکہ دونوں سزائیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ باقی مال مسروقہ کی واپسی اس لئے ضروری ہے کہ سرقہ سے مال مالک کی تحویل سے نکل کر اللہ کی ملک میں چلا گیا جو مالک حقیقی ہیں اس لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا کامل دے دی گئی ہے اس لئے ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ مال موجود ہو تو ملک ظاہری کی رعایت کرتے ہوئے مالک کو لوٹا دینا چاہئے۔ یا دانستہ تلف کر دینے کی صورت میں تعدی کی وجہ سے ضمان آجانا چاہئے۔ باقی مال مسروقہ سے مالک کی عصمت کا بطلان حنفیہ لفظ **جزاء بما کسبا** سے ثابت کرتے ہیں نہ کہ لفظ **فاقطعوا** سے۔ اور لفظ جزاء شرعی اطلاقات کی رُو سے جب عقوبات کے موقعہ پر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے حق اللہ ہی مراد ہوتا ہے۔ نیز جزاء بمعنی کفیٰ وقضی بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا کامل ہے اور سزائے کامل جرم کامل پر ہوا کرتی ہے اور جرم کامل اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہو اور یہ خلاف ورزی جب ہی شمار ہوگی جب مالک کو اللہ کی ملک میں منتقل مانا جائے۔

ڈاکو اور کفن چور کی سزا:............ آیت سے جو سزا چور کی معلوم ہو رہی ہے ڈاکو اور کفن چور بھی اس میں داخل ہونے چاہئیں لیکن جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کفن چور میں تو سرقہ کے پورے معنی نہیں پائے جاتے بلکہ حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے ایک درجہ میں نقصان پایا گیا اس لئے اس سزا میں اس کو داخل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ ڈاکو میں چوری سے بھی زیادہ جرم کا ارتکاب پایا جاتا ہے اس لئے سرقہ کبریٰ کو بدرجہ اولیٰ سرقہ صغریٰ کی سزا میں شریک کیا جائے گا۔ چوری سے توبہ کرنا اخروی عذاب سے نجات کا باعث تو ہوسکتا ہے لیکن چوری کی دنیاوی سزا معاف نہیں ہوگی۔ البتہ امام شافعیؒ کے ایک قول کی رو سے معاف ہوسکتی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ کافر حربی اگر چوری سے تائب ہو جائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ تاکہ یہ معافی اس کو اسلام کی طرف مائل کر دے۔ لیکن مسلمانوں کی اصلاح اور انتظامی مصالح کے لحاظ سے معاف نہیں کی جائے گی۔ آجکل کے یورپ زدہ یا یورپین تہذیب میں سرشار حضرات تاریخی لحاظ سے اس خالص اسلامی معاشرہ اور پاکیزہ نظام پر نظر ڈالیں جس میں ان حدود و قصاص کی بدولت ایک ایسی صاف ستھری فضا پیدا ہوگئی تھی جو اس قسم کے جرائم اور ان کے جراثیم سے یکسر پاک تھی۔ آج کا نیا تمدن باوجود ادعاء تہذیب اور امن و امان کی چیخ و پکار کے اس کا ہزارواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اور اس دور کے لوگ اس زمانہ کی امن شکن حرکتوں کو خواب و خیال میں بھی نہیں لا سکے ہوں گے۔

لطائف آیات:............ آیت **انما جزاء** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ سے معاملہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا خود اللہ سے معاملہ کرنا آیت **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** الخ میں توسل بمعنی تقرب کا ذریعہ طاعات کا بجالانا اور گناہوں سے بچنا بتلایا گیا ہے اس کو توسل بالصالحین کے متعارف مسئلہ سے کوئی مس نہیں ہے۔ آیت **فمن تاب** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کا معتبر ہونا اصلاح پر موقوف

ہے مثلاً: مسروقہ مال موجود ہو تو اس کی واپسی یا مالک سے معافی اور ابراء اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو فی سبیل اللہ اس مال کا صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ صُنْعُ **الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ** یَقَعُوْنَ فِیْهِ بِسُرْعَةٍ اَیْ یُظْهِرُوْنَهُ اِذَا وَجَدُوْا فُرْصَةً **مِنَ** لِلْبَیَانِ **الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ** بِاَلْسِنَتِهِمْ مُتَعَلِّقٌ بِقَالُوْا **وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ** وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ **وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا** قَوْمٌ **سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ** الَّذِیْ اَفْتَرَتْهُمْ اَحْبَارُهُمْ سِمَاعَ قَبُوْلٍ **سَمّٰعُوْنَ** مِنْكَ **لِقَوْمٍ** لِاَجْلِ قَوْمٍ **اٰخَرِیْنَ** مِنَ الْیَهُوْدِ **لَمْ یَاْتُوْكَ** وَهُمْ اَهْلُ خَیْبَرَ زَنٰی فِیْهِمْ مُحْصَنَانِ فَكَرِهُوْا رَجْمَهُمَا فَبَعَثُوْا قُرَیْظَةَ لِیَسْأَلُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حُكْمِهِمَا **یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ** الَّذِیْ فِی التَّوْرٰةِ كَاٰیَةِ الرَّجْمِ **مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ** الَّتِیْ وَضَعَهُ اللّٰهُ عَلَیْهَا اَیْ یُبَدِّلُوْنَهُ **یَقُوْلُوْنَ** لِمَنْ اَرْسَلُوْهُمْ **اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا** الْحُكْمَ الْمُحَرَّفَ اَیِ الْجَلْدَ اَیْ اَفْتَاكُمْ بِهٖ مُحَمَّدٌ **فَخُذُوْهُ** فَاقْبَلُوْهُ **وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ** بَلْ اَفْتَاكُمْ بِخِلَافِهٖ **فَاحْذَرُوْا** اَنْ تَقْبَلُوْهُ **وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ** اِضْلَالَهٗ **فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا** فِیْ دَفْعِهَا **اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ** مِنَ الْكُفْرِ وَلَوْ اَرَادَهٗ لَكَانَ **لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ** ذُلٌّ بِالْفَضِیْحَةِ وَالْجِزْیَةِ **وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾** هُمْ **سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ** بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُكُوْنِهَا اَیِ الْحَرَامِ كَالرِّشٰی **فَاِنْ جَآءُوْكَ** لِتَحْكُمَ بَیْنَهُمْ **فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ** هٰذَا التَّخْیِیْرُ مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهٖ وَاَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ الْاٰیَةَ فَیَجِبُ الْحُكْمُ بَیْنَهُمْ اِذَا تَرَافَعُوْا اِلَیْنَا وَهُوَ اَصَحُّ قَوْلَیِ الشَّافِعِیِّ وَلَوْ تَرَافَعُوْا اِلَیْنَا مَعَ مُسْلِمٍ وَجَبَ اِجْمَاعًا **وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْئًا وَاِنْ حَكَمْتَ** بَیْنَهُمْ **فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ** بِالْعَدْلِ **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾** الْعَادِلِیْنَ فِی الْحُكْمِ اَیْ یُثِیْبُهُمْ **وَكَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ** بِالرَّجْمِ اِسْتِفْهَامُ تَعَجُّبٍ اَیْ لَمْ یَقْصُدُوْا بِذٰلِكَ مَعْرِفَةَ الْحَقِّ بَلْ مَا هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِمْ **ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ** یُعْرِضُوْنَ عَنْ حُكْمِكَ بِالرَّجْمِ الْمُوَافِقِ لِكِتَابِهِمْ **مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ** التَّحْكِیْمِ **وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾**

ع ۶ / ۱۰

ترجمہ: .... اے رسول تمہیں غمگین نہ کر سکے (کاروائی) ان لوگوں کی جو کفر میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں (کفر میں دوڑ دوڑ گرتے ہیں یعنی جب بھی ان کو کوئی موقعہ ملتا ہے کفر کا اظہار کرتے ہیں) خواہ وہ (مـن بیانیہ ہے) ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں (محض زبانی جمع خرچ ہے۔ بـافـواھـم متعلق ہے قالوا کے) لیکن ان کے دل مؤمن نہیں ہوئے (مراد منافقین ہیں) اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو یہودی ہیں (یہ سب لوگ) جھوٹ کے لئے کان لگانے والے ہیں (جو غلط باتیں ان کے علماء گھڑ لیتے ہیں وہ ان کو قبولیت کے کان سے سن لیتے ہیں) کان لگا کر سنتے ہیں (آپ کی) باتیں دوسری قوم

کی خاطر (دوسرے لوگوں کی وجہ سے) جن کا حال یہ ہے کہ وہ آپ کے پاس آئے بھی نہیں (اس سے مراد یہود خیبر ہیں جن میں غیر شادی شدہ جوڑے نے زنا کا ارتکاب کیا مگر یہود سزائے سنگساری ان پر جاری کرنے سے کترائے اس لئے انہوں نے یہود قریظہ کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ نبی کریم (ﷺ) سے اس کا حکم معلوم کرلیں یہ کلام کو پھیرتے رہتے ہیں (تورات کی عبرت جیسے آیت رجم) باوجود یہ کہ اس کا صحیح محل ثابت ہو چکا (جس پر اللہ نے اس کو مقرر کیا تھا یعنی اس کو بدل ڈالتے ہیں) یہ کہتے ہیں (جن کو پیغام دے کر بھیجتے ہیں) اگر تم کو یہی حکم دیا جائے (تبدیل شدہ حکم کوڑوں سے متعلق یعنی اگر محمد (ﷺ) تم کو یہی فتویٰ دیں) تو قبول کر لینا (مان لینا) اور نہ دیں (بلکہ اس کے خلاف فتویٰ دیں) تو اجتناب کرنا (ماننے سے) جس کسی کے لئے اللہ ہی کو منظور ہو کہ فتنہ (گمراہی) میں پڑے تو اس کے (دفع کرنے کے) لئے اللہ کے ماسوا آپ کا کچھ زور نہیں چل سکتا۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ ہی کو منظور نہیں ہوا ان کے دلوں کو پاک کرنا (کفر سے ورنہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو ضرور ہو جاتا) ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے (بدنامی اور جزیہ کی ذلت) اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑا عذاب ہے (یہ لوگ) جھوٹ کی طرف کان لگانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ بُرے طریقوں سے مال کھانے میں بے باک ہیں (لفظ سحت ضم حاء اور سکون حاء کے ساتھ بمعنی حرام جیسے رشوت کا مال) پس اگر یہ آپ کے پاس آئیں (اپنے لئے فیصلہ کرانے) تو آپ ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے یا کنارہ کش ہو جایئے (یہ اختیار آیت و ان احکم بینھم الخ سے منسوخ ہو چکا ہے اس لئے اب فیصلہ ہی کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ اپنے مقدمات ہمارے پاس لائیں۔ امام شافعیؒ کا اصح قول یہی ہے اور اگر مسلمان کے ساتھ معاملہ لے کر ہمارے پاس آئیں تب تو بالاجماع فیصلہ کرنا واجب ہے) اور اگر آپ نے ان کو ٹال دیا تو ان کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں۔ اور اگر آپ فیصلہ کریں (ان کے درمیان) تو انصاف (عدل) کے ساتھ فیصلہ فرمایئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں (جو لوگ فیصلہ کرنے میں انصاف سے کام لیتے ہیں ان کو ثواب دیتے ہیں) اور پھر یہ لوگ کس طرح آپ کو منصف بناتے ہیں جب تورات ان کے پاس ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے (رجم کے متعلق۔ کیف استفہام تعجب کے لئے ہے یعنی اس تحکیم سے ان کا مقصود حق کی جستجو نہیں ہے بلکہ اپنے لئے سہولت ڈھونڈنا ہے) پھر روگردانی کرتے ہیں (آپ کے اس حکم سے ہٹ جاتے ہیں جو ان کی کتاب کے موافق رجم کے سلسلہ میں ہے) اس (فیصلہ لانے) کے بعد بھی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

تحقیق وترکیب:............ **بافواھھم.** اس کا تعلق قالوا کے ساتھ ہے ای **قالوا بافواھھم امنا.**

سمّعون اس سے پہلے لفظ قوم کی تقدیر سے اس طرف اشارہ ہے کہ **سمّعون** بتقدیر موصوف مبتداء ہے اور **من الذین ھادو** اس کی خبر مقدم ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ **الذین قالوا** پر عطف ہو اور **سمّعون** کا مرفوع ہونا بر تقدیر **وھم سمعون** ہے۔ سماع کے معنی قبول کرنے والے کے ہیں جیسے بولتے ہیں **الملک یسمع کلام فلان** اور **سمع اللہ لمن حمدہ** کے معنی بھی یہی ہیں جیسا کہ زمخشری کی رائے ہے لام کے ساتھ تعدیہ معنی قبول کے متضمن ہونے کے لئے ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ لفظ قبول متعدی بنفسہ بھی آتا ہے۔ ہاں لفظ سماع بمعنی قبول لام بمعنی من کے ذریعہ متعدی ہوتا ہے چنانچہ **سمع اللہ لمن حمدہ** کے معنی ہیں **قبل اللہ لمن حمدہ** ہے۔ لیکن یہ لام مسموع عنہ پر داخل ہوا کرتا ہے نہ کہ مسمع پر۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ لام کو زائدہ یا علت کے لئے مان لیا جائے اور مفعول محذوف ہو ای **سماعون کلامک لیکذبوا علیک فیھا**۔ یا لام کو تاکید اور تقویہ کے لئے مانا جائے جیسے **فعال لما یرید**۔ یہاں آیت میں سماع ہونا یہود کا دو لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو اپنے علماء کی غلط بیانیاں سن کر عوام تک پہنچاتے ہیں تاکہ عوام ان سے معتقد رہیں۔ اور دوسرے حضور (ﷺ) کی حق باتیں سن کر اپنے علماء تک پہنچاتے ہیں کہ وہ اس میں تحریف اور کتر بیونت کر سکیں پس

سمـاعـون لـقوم کے معنی یہ ہوئے کہ بنوقریظہ آپ کے اور دوسرے یہود کے مابین واسطہ بننا چاہتے ہیں مفسر علامؒ لام کو تعلیلیہ مان رہے ہیں اور دوسرے حضرات لام اجلیہ یا معنی من لے رہے ہیں۔

من بعد مواضعه ۔اس میں لفظ **عن مواضعه** سے بھی زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ اس کی تقدیر اس طرح ہوئی **یحر فونه عن مواضعه التی وضعه الله فیها بعد ان کان ذا مواضع** ۔پس **من بعد مواضعه** کے معنی بعد تحقق **مواضعه** کے ہیں اس صورت میں تحریف کی تصریح ہوگئی اور عن مواضعہ میں تصریح نہ ہوئی۔

فتنته اس کی تفسیر اضلال کے ساتھ کی ہے اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو کہتے ہیں کہ اللہ ایمان کا تو ارادہ کرتا ہے مگر کفر کا نہیں کرتا۔ **فلن تملك** ۔اس میں معتزلہ پر صاف رد ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہوتا ہے اسی طرح آیت **لم یرد الله ان یطهر قلوبهم** بھی معتزلہ پر رد ہے کیونکہ اللہ کو ان کے کفر اختیار کرنے کا علم تھا۔

السحت. سحته اذا استاصله ۔چونکہ حرام کے ارتکاب سے عذاب کے ذریعہ استیصال کر دیا جاتا ہے۔ یا اس لئے کہ حرام مال میں برکت نہیں ہوتی۔ مسحوت البرکۃ ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ اس کے طریق حصول میں عار ہوتی ہے جس سے انسان کی مروت ختم ہو جاتی ہے۔

کـالـرشی رشی جمع رشوۃ کی ہے حق کو باطل کرنے یا باطل کو حق کی شکل دینے کے لئے رشوت دینا حرام ہے۔ لیکن جان و مال سے دفع ضرر کے لئے رشوت دینا تو جائز ہے لیکن لینا حرام ہے۔ **فـیجب الحکم** ۔ ابن عباسؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ عطاؒ، مجاہدؒ، سدیؒ سے بھی یہی مروی ہے ابوجعفر نحاس نے امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ مقدمہ اسلامی عدالت میں آنے کے بعد انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جانا ضروری ہے۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ محکم ہے حاکم اسلام کو رد و قبول کا اختیار ہے۔ نخعیؒ، شعبیؒ، زہریؒ، حسنؒ سعید بن جبیرؒ، امام احمدؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اور بظاہر یہی صحیح ہے کیونکہ دونوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ ایک سے اختیار اور دوسری سے اثبات معلوم ہو رہا ہے۔ **وکیف** تورات کی موجودگی اور پھر اس سے اعراض یہ دونوں چیزیں مل کر باعث حیرت و استعجاب بنی ہوئی ہیں۔

ربط :...... اس سورت کے تیسرے رکوع سے اہل کتاب کا ذکر شروع ہوا تھا درمیان میں اور مضامین آگئے۔ اب یہاں سے دور تک پھر اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور ان میں سے منافقین کا ذکر مخلوط طور پر چلا گیا ہے۔

شانِ نزول :........... سبب نزول کی طرف جلال مفسرؒ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق جس کی تخریج احمد، ابوداؤد، ابن جریر نے کی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ یہود مدینہ کی ایک جماعت کے کسی فرد سے دوسری جماعت کا ایک فرد قتل ہو گیا۔ قاتل کی جماعت نے اپنے غلط دستور کے مطابق کم خون بہا دینا چاہا۔ جس کے لینے سے اولیائے مقتول نے انکار کر دیا۔ اور آنحضرت (ﷺ) سے فیصلہ کی درخواست کی۔ قاتل کے گروہ کو یہ خطرہ تھا کہ آپ صحیح اور حق فیصلہ کریں گے۔ اس لئے انہوں نے کچھ منافقین کو تجسس حال کے لئے آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں بھیجا کہ اگر آپ کی رائے ہمارے موافق ہوگی تب تو آپ (ﷺ) کی عدالت میں مقدمہ خوشی سے رہنے دیں گے۔ ورنہ ہم منظور نہیں کریں گے۔ چنانچہ کچھ دو گلے اور دو رخے لوگ اس اسکیم کے ماتحت حاضر خدمت ہوئے۔ ایک واقعہ تو یہ تھا۔ اور جابر بن عبداللہؓ سے ابوداؤد و ابن ماجہ کی تخریج کے مطابق۔

دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ فدک کے رہنے والے یہود میں سے ایک نا کتخدا جوڑے نے زنا کیا۔ شریعت موسوی کی رو سے ان کو سنگسار کرنا چاہئے تھا۔ مگر غلط رواج اور دستور کے مطابق اس شرعی حد کی جگہ معمولی تعزیرات نے لے لی۔ چنانچہ خیبر و فدک کے رہنے

والے ان یہود نے مدینہ کے رہنے والے یہود قریظہ کے پاس خط بھیجا۔ اور بعض روایات کے مطابق خود مجرم کو بھی بھیجا اور آپ کی رائے معلوم کرنی چاہی۔ جس کی شکایت ان آیات میں کی جارہی ہے۔ اور چونکہ ان حرکتوں سے آپ (ﷺ) کو نہایت کوفت ہوئی تھی اس لئے آیات کے شروع میں آپ (ﷺ) کی دلدہی کی گئی ہے۔

اور مسلم کی تخریج کے مطابق ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زانی پر یہود نے اپنی پرانی تعزیر جاری بھی کردی تھی۔ لیکن آپ (ﷺ) کو اطلاع ہوئی تو مناظرہ اور اتمام حجت کے بعد آپ (ﷺ) نے اس پر رجم کی حد جاری کرائی۔ ممکن ہے کہ یہ پہلا ہی قصہ ہو جس کو اول یہود نے خود ہی ختم کرنا چاہا ہو اور بعد میں آپ (ﷺ) کی مداخلت کی ضرورت محسوس کی گئی ہو۔

نیز بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ﷺ) نے خود ان کو بلایا اور بعض میں بنفس نفیس ان کے مدرسہ میں آپ (ﷺ) کا تشریف لے جانا مذکور ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں۔ پہلے آپ (ﷺ) نے بلایا ہو لیکن شاید سب نہ آئے ہوں یا اتمام حجت کی خاطر خود آپ (ﷺ) ان کے مرکز علم میں پہنچے ہوں۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ سارا مجمع بھی تن تنہا آپ (ﷺ) کے مقابلہ میں عہدہ برآ نہیں ہوسکا اور ممکن ہے اس مقدمہ کے لانے کا باعث عام طور سے اسلامی احکام کا فی نفسہ شریعت موسوی کی نسبت سہل ہونا ہو۔ اور یہ توقع ہوئی ہو کہ ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ رجم سے بچ جائیں گے۔ اور ایک اچھی خاصی آڑ بھی ہاتھ آ جائے گی۔ ماننے والے مسلمانوں کے سامنے تو اس حیثیت سے کہ یہ ایک نبی (ﷺ) کا فیصلہ ہے اور نہ ماننے والے غیر مسلموں کے سامنے اس لحاظ سے کہ یہ ایک سلطان وقت کا فیصلہ ہے۔ بہرحال نبی ہونے کے ساتھ آپ (ﷺ) تاجدار مدینہ بھی تھے۔

﴿تشریح﴾:.........**حنفیہؒ کے نزدیک حدزنا کافر پر جاری نہیں ہوتی:**.........اس واقعہ میں اگرچہ اس یہودی کافر کو رجم کیا گیا ہے حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ زنا کی وجہ سے کافر کو رجم کرنے کی سزا منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ بالا جماع رجم کے لئے احصان شرط ہے حدیث میں ارشاد ہے من اشرک باللہ فلیس بمحصن (اسحاق بن راہویہ عن ابن عمرؓ) یعنی مشرک محصن نہیں ہوتا پس اول تو نصوص کی رو سے یہود بھی من اشرک میں داخل ہیں۔ دوسرے اگر نہ بھی داخل ہوں تب بھی مشرک غیر مشرک تمام کفار کے لئے حکم کا ایک ہونا اجماع مرکب سے ثابت ہے اب خواہ وہ رجم کا حکم ہو یا عدم رجم کا۔ ایسی صورت میں مشرک غیر مشرک میں تفریق کرنا قول بالموجب کہلائے گا۔ اس لئے احصان کے لئے اسلام کا شرط ہونا ثابت ہو گیا۔ البتہ اس موقعہ پر حنفیہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ (ﷺ) نے رجم کا حکم کافر ہونے کی بنیاد پر نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ یہ فیصلہ خود ان کی شریعت کی رو سے تھا۔ آپ (ﷺ) نے ایک غلط رواج کو ہٹا کر اصل حکم پر عمل کرایا۔ یا اس وقت آپ (ﷺ) اسی طرح فیصلہ کرنے کے مامور ہوں یا واقعہ کی خصوصیت پیش نظر ہو۔ آخر بہت سے احکام میں خصوصیت واقعہ کا لحاظ کیا ہی گیا ہے۔

یہود کے عوام اور خواص کی خرابیاں:.........ان آیات میں یہود کے اصل دو وصف بیان کئے گئے ہیں۔ غلط باتیں بتلانا اور غلط باتیں سن کر خوش ہونا۔ باقی اوصاف ان دو کے توابع ہیں عوام میں چونکہ علت کی جستجو نہیں ہوتی اس لئے غلط مسئلے سن کر خوش ہو جاتے تھے۔ لیکن خواص علماء جن کی طبیعت علت کی جویاں اور سرشت حق کی متلاشی ہوا کرتی ہے ان کی جانب سے احکام میں غلط بیانی یا کتمان حق یقیناً باعث صد استعجاب ہونا چاہئے لیکن فی الحقیقت اس خرابی کی اصل جڑ مالی حرص وطمع ہے جس کی لت اور عادت انہیں حرام کمائی اور نذرانے وصول کرنے سے پڑ چکی تھی۔

بقول قاضی بیضاویؒ امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر دو کافر حربی شریعت کے فیصلہ پر راضی ہوں تو اسلامی حکام پر اس مقدمہ

کی سماعت اور اس کا فیصلہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ایک یا دونوں فریق مسلمان یا ذمی ہوں تو پھر بالا جماع فیصلہ کرنا واجب ہوگا۔ چنانچہ ابن حزم کی ناسخ ومنسوخ کے لحاظ سے یہ آیت تخییر آئندہ رکوع کی آیت ان احکم بینھم الخ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ پس اگر ان یہود کو اس وقت کی اسلامی حکومت کے لحاظ سے جس کے آنحضرت (ﷺ) سب سے بڑے اور اول سربراہ تھے۔ ذمی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بالا جماع سب کے نزدیک اس تخییر کو منسوخ کہا جائے گا۔

نکات آیت:......... اور لفظ فا سے اس تخییر کو مرتب فرمانا اس لئے ہے کہ یہود کے مذکورہ اوصاف سے معلوم ہوا کہ واقع میں ان کو فیصلہ کرانا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ صرف آپ (ﷺ) کا عندیہ اور نظریہ معلوم کرنے کے لئے آئے تھے اسی حالت میں غالباً اہل معاملہ آپ (ﷺ) کے فیصلہ پر عمل پیرا نہ ہوئے ہوں گے جس سے فیصلہ کنندہ کو بڑی کوفت ہوتی ہے۔ پس حاصل یہ نکلا کہ آپ (ﷺ) ان حالات میں فضول کوفت کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ (ﷺ) کا جی چاہے فیصلہ کیجئے، جی نہ چاہے نہ کیجئے۔ لیکن پھر آگے چل کر جب اسلام کا پوری طرح تسلط ہو گیا فیصلہ کے نفاذ کی قدرت اور طاقت حاصل ہو گئی اس لئے تخییر کی علت مرتفع ہو جانے کی وجہ سے خود تخییر بھی مرتفع ہو گئی۔ اور دوٹوک فیصلہ کرنا لازمی ہو گیا۔

کیف کے استعجاب سے اس پر استدلال کرنا ہے کہ اپنے پاس حق کے ہوتے ہوئے فیصلہ کے لئے ایسے شخص کے پاس آنا جس کو خود نہیں مانتے اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ آنا بے مطلب اور خالی از علت نہیں ہے۔ تلاش حق اگر مقصود ہوتی تو وہ خود اپنے پاس موجود ہے پھر اس کو چھوڑ کر آنا محض تسہیل نفس کی خاطر ہے۔ چنانچہ اگر یہاں مطلب پورا نہ ہوا تو کھلا ہوا قرینہ ہے کہ پھر یہ لوگ آپ (ﷺ) کے فتوے پر عمل درآمد نہیں کریں گے۔

فیھا حکم اللہ کا مطلب یہ ہے کہ خود ان کو بھی رجم کو اللہ کا حکم ماننے کا دعویٰ ہے پس اب تورات کے غیر محرف ہونے کا شبہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ یہ گفتگو خود ان کے مزعوم اور مسلمہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک تورات کے یہ خاص احکام محفوظ ہوں۔

لطائف آیات:......... آیت یا ایھا الرسول الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کو حق سے اعراض کرنے والوں کی بدحالی سے زیادہ دل گیر نہیں ہونا چاہئے۔ آیت یحرفون الکلم الخ سے معلوم ہوا کہ تفسیر بالرائے اور قرآن وحدیث کی نفسانی تاویلات فاسد اور مذموم ہیں۔ لیکن محقق صوفیاء کی تاویلات اس میں داخل نہیں کیونکہ وہ تو ظاہر نصوص تسلیم کرتے ہوئے پھر نکات اور اشارات نکالتے ہیں۔ آیت یقولون الخ سے اس شخص کی مذمت معلوم ہوئی جو محض اپنی مطلب برآری کو علمائے حق کی طرف رجوع کرے۔ جستجوئے حق پیش نظر نہ ہو۔ بلکہ ان کو اپنے لئے آڑ بنانا ہو۔

آیت ومن یرد اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ فضل اور توفیق الٰہی کے بغیر شیخ کی شفقت وتوجہ سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔

آیت سمّٰعون الخ میں مبالغے کے صیغوں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے سرسری خطاؤں پر گرفت نہیں فرمائی۔ جس سے عادۃً کوئی خالی نہیں ہوتا بلکہ اصرار واکثار پر مذمت فرمارہے ہیں جو دلیل رحمت ہے۔ مشائخ اہل تربیت کی شان بھی یہی ہوتی ہے کہ جرات اور استخفاف کا خطرہ نہ ہو تو معمولی لغزشوں کو نظر انداز اور خفیف چیزوں سے تسامح کرتے رہتے ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى مِّنَ الضَّلَالَةِ وَّنُوْرٌ بَيَانٌ لِلْاَحْكَامِ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ مِنْ بَنِىْ اِسْرَاءِيْلَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا اِنْقَادُوا اللّٰهَ لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ اَلْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ وَالْاَحْبَارُ اَلْفُقَهَاءُ بِمَا اَىْ بِسَبَبِ الَّذِىْ اسْتُحْفِظُوْا اسْتَوْدَعُوْهُ اَىْ اِسْتَحْفَظَهُمُ اللّٰهُ اِيَّاهُ مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ اَنْ يُّبَدِّلُوْهُ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ اَنَّهٗ حَقٌّ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ اَيُّهَا الْيَهُوْدُ فِىْ اِظْهَارِ مَا عِنْدَكُمْ مِنْ نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّجْمِ وَغَيْرِهِمَا وَاخْشَوْنِ فِىْ كِتْمَانِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا تَسْتَبْدِلُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا مِنَ الدُّنْيَا تَاْخُذُوْنَهٗ عَلٰى كِتْمَانِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ بِهٖ وَكَتَبْنَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَىِ التَّوْرٰىةِ اَنَّ النَّفْسَ تُقْتَلُ بِالنَّفْسِ اِذَا قَتَلَتْهَا وَالْعَيْنَ تُفْقَأُ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ تُجْدَعُ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ تُقْطَعُ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ تُقْلَعُ بِالسِّنِّ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ فِى الْاَرْبَعَةِ وَالْجُرُوْحَ بِالْوَجْهَيْنِ قِصَاصٌ اَىْ يُقْتَصُّ فِيْهَا اِذَا اَمْكَنَ كَالْيَدِ وَالرِّجْلِ وَالذَّكَرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَمَا لَا يُمْكِنُ فِيْهِ الْحُكُوْمَةُ وَهٰذَا الْحُكْمُ وَاِنْ كُتِبَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ مُقَرَّرٌ فِىْ شَرْعِنَا فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ اَىْ بِالْقِصَاصِ بِاَنْ مَكَّنَ مِنْ نَفْسِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ لِمَا اَتَاهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِى الْقِصَاصِ وَغَيْرِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا اَتْبَعْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اَىِ النَّبِيِّيْنَ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهٗ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى مِنَ الضَّلَالَةِ وَّنُوْرٌ بَيَانٌ لِلْاَحْكَامِ وَّمُصَدِّقًا حَالٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ لِمَا فِيْهَا مِنَ الْاَحْكَامِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَقُلْنَا وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ مِنَ الْاَحْكَامِ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِنَصْبِ يَحْكُمَ وَكَسْرِ لَامِهٖ عَطْفًا عَلٰى مَعْمُوْلِ اٰتَيْنَاهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ الْكِتٰبَ الْقُرْاٰنَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِاَنْزَلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهٗ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا شَاهِدًا عَلَيْهِ وَالْكِتٰبُ بِمَعْنَى الْكُتُبِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بَيْنَ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِذَا تَرَافَعُوْا اِلَيْكَ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَادِلًا عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ اَيُّهَا الْاُمَمُ شِرْعَةً شَرِيْعَةً وَّمِنْهَاجًا طَرِيْقًا وَاضِحًا فِى الدِّيْنِ تَمْشُوْنَ عَلَيْهِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً عَلٰى شَرِيْعَةٍ وَاحِدَةٍ وَّلٰكِنْ فَرَّقَكُمْ فِرَقًا لِّيَبْلُوَكُمْ لِيَخْتَبِرَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ مِنَ الشَّرَائِعِ الْمُخْتَلِفَةِ لِيَنْظُرَ الْمُطِيْعَ مِنْكُمْ وَالْعَاصِىَ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ سَارِعُوْا اِلَيْهَا اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا بِالْبَعْثِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ وَيَجْزِىْ كُلًّا مِّنْكُمْ بِعَمَلِهٖ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ لِ اَنْ لَا يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ

اللّٰہُ اِلَیْکَ فَاِنْ تَوَلَّوْا عَنِ الْحُکْمِ الْمُنَزَّلِ وَاَرَادُوْا غَیْرَہٗ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَھُمْ بِالْعُقُوْبَۃِ فِی الدُّنْیَا بِبَعْضِ ذُنُوْبِھِمْ اَلَّتِیْ اَتَوْھَا وَمِنْھَا التَّوَلِّیْ وَیُجَازِیْھِمْ عَلٰی جَمِیْعِھَا فِی الْاُخْرٰی وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ یَطْلُبُوْنَ مِنَ الْمُدَاھَنَۃِ وَالْمَیْلِ اِذَا تَوَلَّوْا اِلْاِسْتِفْھَامُ اِنْکَارٍ وَمَنْ اَیْ لَا اَحَدَ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ عِنْدَ قَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ بِہٖ خُصُّوْا بِالذِّکْرِ لِاَنَّھُمُ الَّذِیْنَ یَتَدَبَّرُوْنَہٗ

ترجمہ: .... بلاشبہ ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت (گمراہی سے ہٹانا) اور (بیان احکام کی) روشنی ہے۔ اسی کے مطابق حکم دیتے رہے انبیاء (بنی اسرائیل) جو اللہ کے فرمانبردار (اطاعت شعار) تھے یہودیوں کو۔ نیز (ان میں سے علماء) ربانی اور اہل علم (فقہاء) بھی اس پر کار بند رہے۔ کیونکہ (یعنی اس لئے کہ) وہ محافظ ٹھیرائے گئے تھے۔ (ان سے حفاظت طلب کی گئی تھی۔ یعنی اللہ نے ان کو اس کی نگہداشت کا حکم دیا تھا) کتاب اللہ کے (کہ لوگ اس میں ردوبدل نہ کردیں) اور وہ لوگ اس کے اقراری بھی ہوگئے تھے۔ (کہ یہ برحق ہے) پس لوگوں سے نہ ڈرو (اے گروہ یہود! تمہارے پاس جو محمد الرسول اللہ (ﷺ) کے اوصاف اور احکام رجم وغیرہ کا جو ذخیرہ ہے اس کے اظہار میں ہچکچاؤ مت) اور مجھ سے ڈرو (ان کے چھپانے کے متعلق) اور فروخت (تبادلہ) مت کرو میری آیات کو سستے داموں (دنیا کی جو کچھ منفعت تم اس کے چھپانے پر وصول کرتے ہو) جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہیں دیتا تو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔ اور ہم نے یہود کے لئے (تورات میں) یہ حکم لکھ دیا (فرض کردیا) تھا کہ جان کے بدلے جان (قتل کی جائے گی جب کہ دوسری جان نے پہلے جان کو قتل کیا ہو) اور آنکھ (پھوڑی جائے گی) آنکھ کے بدلے میں۔ اور ناک (کاٹی جائے گی) ناک کے بدلے میں۔ اور کان (کاٹا جائے گا) کان کے بدلے۔ اور دانت (توڑا جائے گا) دانت کے بدلے میں (اور ایک قرأت میں چاروں لفظ رفع کے ساتھ پڑھے گئے ہیں) اور زخموں کے بدلے (یہ لفظ بھی رفع نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ویسے ہی زخم (یعنی جن زخموں میں برابری ممکن ہوگی تو ان میں قصاص لیا جائے گا۔ مثلاً ہاتھ، پیر، پیشاب گاہ وغیرہ۔ لیکن جن اعضاء میں مماثلت نہ ہوسکے تو ان میں عادلانہ اور منصفانہ فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ حکم اگرچہ یہود پر فرض کیا گیا تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں بھی یہی حکم برقرار رہا) پھر جو کوئی تصدیق کردے اپنی جان (قصاص میں قاتل خود کو پیش کردے) تو یہ اس کے (کئے ہوئے گناہ کے) لئے کفارہ ہوجائے گا۔ اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہیں دے گا۔ (قصاص وغیرہ میں) تو ایسے ہی لوگ ستم ڈھانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان ہی (انبیاء) کے نقش قدم پر (پیروں میں) ہم نے عیسیٰ بن مریم کو چلا۔ جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں انجیل دی جس میں (گمراہی سے) ہدایت اور (بیان احکام کی) روشنی تھی۔ درآنحالیکہ وہ تصدیق کرنے والی تھی (یہ حال ہے) اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کی (اس کے احکام کی) وہ سرتاسر ہدایت اور نصیحت تھی اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے اور (ہم نے حکم دیا تھا کہ) اہل انجیل کو چاہئے کہ اللہ نے جو کچھ اس میں احکام نازل فرمائے ہیں اسی کے مطابق حکم دیا کریں اور ایک قراءت میں لفظ یحکم نصب اور کسرہ لام کے ساتھ ہے اور آتیناہ کے معمول پر معطوف ہے) اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہیں دے گا تو ایسے ہی لوگ پوری طرح فاسق ہوتے ہیں۔ اور ہم نے آپ کی جانب (اے محمد ﷺ!) کتاب (قرآن) بھیجی ہے سچائی کے ساتھ (یہ انزلنا کے متعلق ہے) جو کتابیں پہلے سے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہوئی اور

نگہبان (بطور گواہ) ہے (کتاب بمعنی کتب ہے) سو چاہئے کہ فیصلہ فرمایا کیجئے ان لوگوں کے درمیان (اہل کتاب کے مابین بشرطیکہ وہ اپنا مقدمہ آپ (ﷺ) کی عدالت میں لائیں) اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق (جو آپ (ﷺ) پر نازل ہوا) اور ان لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کیجئے جو سچائی آپ کے پاس آچکی ہے (اسے چھوڑ کر) تم میں سے ہر ایک گروہ کے لئے (اے امتو!) ایک خاص شرع (شریعت) اور خاص منہاج (واضح طریقت دین میں کہ جس پر تم چل سکو) تجویز کردی ہے اگر اللہ میاں کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتے (ایک شریعت پر) لیکن (اس نے تمہیں الگ الگ جماعتیں بنا دیا) تا کہ تمہاری آزمائش کریں جو کچھ تم کو عطا فرمایا گیا ہے (مختلف شریعتیں یہ جن سے فرمانبردار اور نافرمان میں امتیاز ہو سکے) پس نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کی کوشش کرو (دوڑو) تم سب کو بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے (قیامت کے روز) پھر وہ تم سب کو جتلا دیں گے کہ کن باتوں میں باہم تم اختلاف کرتے رہے تھے (معاملات دین میں اور تم میں سے ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ ملے گا) اور نیز ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ نے جو کچھ تم پر نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کیجئے۔ اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیا کیجئے۔ نیز ان سے ہشیار رہو۔ کہیں ایسا (نہ) ہو کہ وہ آپ (ﷺ) کو بچلا دیں (ڈگمگا دیں) اللہ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے۔ پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں (بھیجے ہوئے حکم سے اور ان کی بجائے دوسرا ارادہ ہو) تو یقین کرلو کہ اللہ کو یہی منظور ہے کہ ان پر مصیبت پڑے (دنیا میں سزا ملے) ان کے بعض کرتوت کی وجہ سے (جس کے وہ مرتکب ہوئے منجملہ ان کے روگردانی بھی ہے۔ اور آخرت میں تو خیر سب پر سزا ملے گی) اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ پھر کیا عہد جاہلیت کا سا حکم چاہتے ہیں (یا اور تا کے ساتھ ہے۔ روگردانی کر کے مداہنت اور میلان چاہتے ہیں۔ استفہام انکاری ہے) اور اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے (کوئی نہیں ہو سکتا) ان لوگوں کے لئے (لقوم بمعنی عند قوم) جو یقین رکھنے والے ہیں (اس پر۔ ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہی لوگ اللہ کے حکم میں تدبر کرنے والے ہیں۔)

تحقیق وترکیب:.........التورا ۃ اس لفظ کی تعریب کرنے کے بعد اس کے ساتھ تانیث کا معاملہ کیا گیا ہے ہومات اور دودات وغیرہ الفاظ کے ہموزن ہونے کی وجہ سے۔ ھدی و نور. اول سے مراد توحید اور ثانی سے مراد عام احکام ہے اس لئے عطف میں مغایرت ہوگئی اور لفظ نور بطور استعارہ تشبیہیہ استعمال کیا گیا ہے۔

للذین لفظ انزل یا یحکم سے متعلق ہے اور لام اجلیہ ہے اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ احکام یہود کے لئے جس طرح مفید ہیں مضر بھی ہیں۔ والربانی. النبیون اور الربانیون دونوں معطوف معطوف علیہ کے درمیان الذی اسلموا کا لانا اس لئے ہے کہ اصل انبیاء ہیں اور مشائخ وعلماء تو ان کے نائب ہیں۔ ربانی منسوب الی الرب۔ الف نون مبالغہ کے لئے ہے مراد اہل اللہ اور مشائخ تربیت ہیں کہ لوگوں کو اول چھوٹے علوم کا دودھ پلاتے ہیں اور پھر حسب حال بڑے علوم کی غذا دیتے ہیں۔

ھم الکفرون. مقصود یہود کی تہدید ہے جو احکام میں تحریف کرتے رہتے تھے۔ عکرمہ کی رائے ہے کہ من لم یحکم سے وہ لوگ ہیں جو زبان اور دل دونوں سے احکام الٰہی کے منکر ہوں لیکن جو لوگ منفرد ہوں البتہ عملاً تارک ہوں وہ آیت صداق نہیں ہوں گے بلکہ وہ فاسق کہلائیں گے۔ ضحاکؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ یہ تینوں آیات صرف یہود کے لئے ہیں۔ کہ مخاطب اس امت کے بدکار لوگ نہیں ہیں۔ لیکن تفسیر ابوالسعود میں ہے کہ اس آیت سے مراد صرف یہود مخاطب نہیں بلکہ عام ہیں البتہ یہود مخاطب اول ہوں گے۔ اور قاضی بیضاوی مستہزئین اور متمردین کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور خازن کے نزدیک یہ آیات علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہیں۔ ایک جماعت کفار یہود کے ساتھ خاص کہتی ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ بنو قریظہ اور بنو نظیر کے بارے میں فرماتے ہیں لیکن ابن مسعودؓ، حسن نخعیؒ سب کے

لئے عام مانتے ہیں۔ بہر حال مسئلہ تکفیر میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بالخصوص امام اعظمؒ کے مذاق پر کہ ننانوے ۹۹ احتمال بھی کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا باقی ہو تب بھی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ وفی قراء ۃ یعنی قراء سبعیہ میں ان چاروں الفاظ پر رفع بھی پڑھا گیا ہے پس کتبنا کو بمعنی قلنا لے کر سب جملوں کا عطف ان النفس پر کر دیا جائے گا۔

قصاص یہ خبر ہے بتقدیر مضاف ای ذات قصاص۔ جروح سے مراد اطراف کے زخم ہیں۔ مالا یمکن جن زخموں میں مماثلت ممکن نہ ہو تو ان میں حکومۃ عدل ہوگی جو دیت نفس کا جز ہوتی ہے۔ مثلاً کسی چیز کی قیمت اگر دس روپے ہو اور زخم ہو جانے کے بعد نو روپے رہ جائے تو ایک روپیہ حکومۃ عدل کہلایا جو دیت نفس یعنی کل قیمت دس روپیہ کا دسواں حصہ ہو۔

فمن تصدق مفسر علامؒ نے اس سے مراد جانی کا اپنے آپ کو حوالہ کرنا لیا ہے۔ لیکن دوسرے حضرات اس کو معافی پر محمول کر رہے ہیں اور ترغیباً اس کو تصدیق سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ پس اس صورت میں اس کا تعلق مجنی علیہ سے ہو جائے گا۔ پہلی حدیث میں گویا قصاص ہی جانی کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ دوبارہ آخرت میں سزا جاری نہیں ہوگی۔ اور دوسری صورت میں جانی صاحب حق کے عام گناہوں کا کفارہ بنے گا۔ ھم الظّٰلمون یعنی جن لوگوں نے قصاص کے حکم سے اعراض کیا انہوں نے برابری پر نابرابری کو ترجیح دی۔ یہی تعدی ظلم ہوا۔ قفینا متضمن ہے معنی جئنا۔ اس لئے شبہ نہیں ہو سکتا کہ قفینا متعدی بدو مفعول ہونا چاہئے۔ ای قفینا ھم عیسیٰ. فیہ ھدی. اس سے معلوم ہوا کہ انجیل محض مواعظ پر مشتمل نہیں تھی۔ اور نہ حضرت عیسیٰؑ صرف احکام تورات کے مقلد تھے۔ بلکہ تورات کی طرح اس میں بھی احکام تھے۔

مصدقاً یہ محل فیہ پر معطوف ہے اور منصوب علی الحال ہے۔ ولیحکم اس سے پہلے وقلنا مقدر مان کر قفینا پر عطف کر دیا ہے اور ایک قراءت میں لام کے بعد بتقدیر ان یہ لفظ منصوب ہے اور خود لام کے بعد مکسور ہوگا معمول اتینا یعنی ہدیٰ پر عطف ہو جائے گا اور مفعول لہ ہونے کی وجہ سے یہ دونوں منصوب ہوں گے اور عطف درست ہو جائے گا۔ ای اتیناہ الا نجیل للھدی والموعظۃ وحکمھم بہ. الفاسقین۔ فسق کے معنی خروج عن الاطاعت کے ہیں یہ کلی مشکک ہے جس کے درجات مختلف گنہگار مومن سے لے کر کافر، منافق تک یہ لفظ بولا جا سکتا ہے۔ فاحکم اس سے بعض حضرات یہ سمجھے ہیں کہ شرائع سابقہ ہمارے لئے لازم نہیں ہیں کیونکہ تورات وانجیل کے ذکر پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ قرآن کے نزول کو بیان کر کے اس کے مطابق منصفانہ فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عادلاً۔ تقدیر حال اس لئے کیا گیا کہ لا تتبع کا تعدیہ عن کے ذریعہ سے ہو سکے۔

ربط: ...... گذشتہ آیات میں اہل کتاب کی مذمت تھی۔ اس پورے رکوع میں تورات وانجیل سے متعلق احکام نقل کر کے دو بات بتلائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ احکام الٰہی ہر زمانہ میں معمول بہا رہے ہیں۔ آنحضرت (ﷺ) یا قرآن کا دعویٰ کوئی انوکھا دعویٰ نہیں ہے بلکہ تورات وانجیل پر عمل کرنے سے تو اور زیادہ قرآن کے عمل پر آمادگی ہونی چاہئے تھی اور دوسرے یہ بتلانا ہے کہ اہل کتاب کے بد عملی کوئی نئی بات نہیں یہ تو ان کی پرانی جبلت اور عادت ہے اور بالتخصیص احکام قصاص کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ پہلے سے یہی بیان چلا آرہا ہے گویا آیت کتبنا علیھم الخ میں تیرھواں حکم بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: ...... آیت و من لم یحکم الخ اس وقت نازل ہوئی جب کہ یہود نے تورات کے اصلی حکم کو چھوڑ کر یہ غلط رواج قائم کر لیا کہ شریف آدمی رذیل کے بدلے ہیں۔ اور مرد عورت کے بدلے میں قتل نہیں کئے جائیں گے۔ چنانچہ بنو نضیر اگر بنو قریظہ کے لوگوں کو قتل کر دیتے تو نصف خون بہا دیتے۔ اور اپنا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو ان سے پورخون بہا لیتے۔ حالانکہ تورات میں اس

نابرابری اور ناانصافی کا حکم نہیں تھا۔ اسی طرح وانزلنا الیک الکتب الخ میں بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ محمد بن اسحاق ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت اقدس میں کچھ علماء اور روؤسائے یہود حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ ہماری قوم کے ساتھ ہمارا کچھ مقدمہ ہے اگر آپ ہمارے موافق فیصلہ فرمادیں تو ہم آپ کا اتباع کرلیں گے اور پھر ہماری سب متبعین عوام بھی ہماری تقلید میں آپ کا اتباع اور پیروی کریں گے لیکن آپ نے صاف انکار فرمادیا۔ اسی کی تصویب کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾ .... پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف لفظی ومعنوی ہوئی لیکن قرآن میں تحریف لفظی نہیں ہوسکی: .... تورات وانجیل کی حفاظت کا بار چونکہ خود علماء اہل کتاب پر ڈالا گیا تھا جیسا کہ آیت بما استحفظوا سے معلوم ہورہا ہے اس لئے وہ ضائع اور محرف ہوگئیں۔ لیکن قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ بذات خود حق تعالیٰ نے لیا ہے ارشاد ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" اس لئے انشاء اللہ قیامت تک اس کے کسی ایک نقطہ اور شوشہ میں فرق نہیں آسکے گا۔

ترک شریعت گناہ ہے یا کفر: .... آیت ومن لم یحکم الخ سے بعض حضرات کو اشکال ہوا ہے کہ ترک عمل سے تو اہل سنت کے نزدیک فاسق ہونا چاہئے نہ کہ کافر؟ لیکن سہل توجیہ ہے کہ شریعت کے شریعت ہونے کا انکار اگرچہ زبانی ہو وہ بھی کفر ہے۔ اور دانستہ اگر ایسا کیا جائے جیسا کہ شیوہ یہود رہا ہے تب تو بدرجہ اولیٰ کفر ہوگا۔ اگلی آیات میں ظالموں اور فاسقوں کی توجیہ تو بلا تکلف ہے کیونکہ ان میں کفر کی تصریح نہیں ہے البتہ اگر ان سے مراد بھی کفر ہو تو مذکورہ توجیہ وہاں بھی کرلی جائے گی۔

پچھلی شریعت کے احکام حجت ہیں یا نہیں؟: .... آیت ان النفس الخ مشتمل ہے دوقسم کے احکام پر (۱) قصاص نفس اور (۲) جانی قصاص سے کم درجہ زخم وغیرہ کے قصاص پر۔ اور اصولی ضابطہ کلی کی رو سے، سابقہ مذاہب کے یہ دونوں قسم کے احکام ہمارے لئے بھی حجت ہوں گے۔ بشرطیکہ انکو نقل کرکے تائید یا سکوت اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ یہاں ہوا ہے لیکن اگر مذہبی احکام نقل کرکے ان پر نکیر کی جائے تو پھر وہ احکام مسلمانوں کے لئے حجت نہیں رہتے۔

قصاص میں فقہی اختلاف: .... جہاں تک قصاص جانی کا تعلق ہے امام صاحبؒ کے نزدیک یہ آیت ان النفس الخ سورۂ بقرہ کی سابقہ آیت الحر بالحر الخ کے لئے ناسخ ہے اس لئے غلام کے بدلے میں آزاد اور عورت کے بدلے میں مرد کو قصاصاً قتل جائز ہے۔ برخلاف امام شافعیؒ کے یا بقول بعض مفسرین کہ بنونضیر خود کو بنوقریظہ سے برتر سمجھتے تھے اس لئے اپنے ایک مقتول کے بدلے میں ان کے دو آدمیوں کو قصاصاً قتل کرتے۔

آیت ان النفس الخ میں اس ناانصافی کا سدباب کیا جارہا ہے۔ لیکن بنونضیر اپنے غلام کے بدلے میں بنوقریظہ کے آزاد کو۔ اور اپنی عورت کے بدلے میں ان کے مرد کو قتل کرتے اس کو آیت الحر الخ میں اولاً رو کا گیا اور پھر اس کو بھی منسوخ کرکے ان النفس الخ سے بالکلیہ مساوات اور برابری کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک پیچیدہ اشکال: .... لیکن اس تقریر پر یہ اشکال رہے گا کہ آیت الحر بالحر الخ سے عبارۃ النص کے طور پر تو معلوم ہوا کہ غلام کو اگر آزاد نے اور عورت کو کسی مرد نے قتل کردیا ہو تو قصاصاً آزاد کو اور مرد کو قتل نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ آیت بقرہ میں

صرف آزاد کو آزاد کے بدلہ میں اور غلام کو غلام کے بدلے میں اور عورت کو عورت کے بدلے میں قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن آیت ذیل ان النفس الخ کی عبارت النص ایک آدمی کے بدلے میں دو آدمیوں کے قتل نہ کرنے پر دلالت کر رہی ہے تاہم اشارۃ النص کے طریقہ پر اس سے غلام کے بدلے میں آزاد کے۔ اور عورت کے بدلہ میں مرد کے قتل کا جواز نکلتا ہے۔ پس اس سے لازم آیا کہ اس آیت ان النفس الخ کی اشارۃ النص ناسخ بن گئی۔ آیت الحر بالحر الخ کی عبارت النص کے لئے۔ حالانکہ جمہور فقہا کے نزدیک عبارۃ النص بمقابلہ اشارۃ النص راجح ہوتی ہے۔

دوسرا اشکال:........ علی ہذا صاحب کشاف ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عورت کو اگر کوئی مرد قتل کر دیتا تو اس کے بدلہ میں مرد کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لئے آیت ان النفس الخ نازل ہوئی جس کی عبارت النص سے صرف عورت کے بدلے میں مرد کے قتل کا جواز معلوم ہوا اس لئے یہ آیت ان النفس لفظ الا نثی بالانثی کے لئے تو ناسخ بن سکتی ہے مگر الحر بالحر و العبد بالعبد الخ کے لئے ناسخ نہیں ہوگی؟

جوابی تقریر:........ جواب یہ ہے کہ اگر تاریخ مجہول ہو تو پھر بلاشبہ عبارت النص اشارۃ النص کے مقابلہ میں راجح ہوتی ہے لیکن اگر تاریخ کی تقدیم و تاخیر معلوم ہو جائے تو پھر اشارۃ النص کے راجح ہونے میں کوئی حرج نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ مطلقاً عبارۃ النص راجح نہیں ہوا کرتی بلکہ اس تفصیل کے ساتھ ناسخ ہو سکتی ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ دعویٰ تنسیخ کے بغیر بھی آیت سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ صاحب مدارک نے ابن عباس کے مذکورہ بالا جملہ کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ آیت ان النفس الخ اس پر دلالت کر رہی ہے کہ ذمی کے بدلے میں مسلمان اور عورت کے بدلے میں مرد اور غلام کے بدلے میں آزاد قتل کیا جائے۔ غرض کہ منشاء آیت یہ ہے کہ صغیر و کبیر، شریف و رذیل بادشاہ اور رعیت سب برابر اور یکساں طور پر جان و مال کی امان کے مستحق ہیں۔ اس میں کالے گورے کی یا نسلی اور جغرافیائی تفریق گوارا نہیں کی جائے گی۔ البتہ خود اپنی اولاد کے بدلے میں والدین کو اور اپنے غلام کے بدلے میں آقا کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔ نیز خونِ ناحق پر قصاص آئے گا وہ بھی بشرط یہ کہ عمداً ہو۔ لیکن اگر شرعی حکم کے ماتحت قتل ہو تو وہ قتل ناحق نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح اگر قتل خطاءً ہو تب بھی قصاص نہیں آئے گا۔ بلکہ دیت لازم ہوگی۔

جانی قصاص کے بعد عضوی قصاص:........ مادون النفس یعنی غیر جانی قصاص کی تفصیل یہ ہے کہ اس باب میں صرف ایک ہی کلیہ ہے جس پر ہزاروں تفریعات ہو سکتی یعنی جن اعضاء یا زخموں میں مماثلت اور حفاظت ممکن ہے وہاں قصاص آئے گا۔ چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی کی آنکھ پر چوٹ مار کر بینائی سلب کر دی تو اس کا قصاص جیسا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے ماثور ہے اس طرح لیا جائے گا کہ آئینہ گرم کر کے اور روئی تر کر کے جانی کے چہرے پر اسے رکھ کر گرم آئینہ کو اس کی آنکھ کے بالمقابل کر دیا جائے تو بینائی سلب ہو جائے گی۔ اسی طرح ناک کے اوپر کا جتنا حصہ کاٹا ہوا تنا ہی کاٹ لیا جائے۔ کان جتنا کاٹا ہوا تنا ہی کاٹ لیا جائے۔ دانت اگر توڑا یا ٹھنڈا کر دیا ہو تو دوسرے کا دانت توڑا یا ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں اگر جوڑ بند پر سے کاٹے ہوں تو قصاص میں جوڑ بند ہی سے کاٹے جا سکتے ہیں خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زبان اگر جڑ سے کاٹ دی ہو تو جڑ ہی سے کاٹی جا سکتی ہے۔ چھوٹی بڑی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ہونٹ یا عضو تناسل اگر جڑ سے کاٹ دیئے جائیں یا آلہ تناسل سپاری پر سے کاٹ دیا جائے تو مماثلت ممکن ہونے کی وجہ سے قصاص لیا جائے گا۔ پیٹ زخمی کر دینے کے سلسلہ میں امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر اتنا کاری

زخم ہو کہ بچنے کی امید نہ ہو تو قصاص لیا جائے گا۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں مماثلت ہو سکتی ہے۔

مماثلت کے بغیر عضوی قصاص نہیں بلکہ ارش واجب ہے: .... لیکن اگر آنکھ نکال لی۔ یا ناک کا بانسا توڑ دیا یا زبان کا کچھ حصہ کاٹ لیا۔ یا دانت کے علاوہ اور کہیں کی ہڈی توڑ دی۔ یا ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کا کچھ حصہ کاٹ دیا۔ کاری زخم نہیں لگا تو ان سب صورتوں میں چونکہ مماثلت ممکن نہیں اس لئے قصاص نہیں آئے گا بلکہ حکومۃ عدل آئے گی۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

مرد وعورت، آزاد وغلام میں باہمی طور پر زخموں اور قطع اعضاء کی صورت میں قصاص نہیں آئے گا لیکن مسلمان اور کافر ذمی کے درمیان ان صورتوں میں بھی قصاص آئے گا۔ البتہ درمختار میں ہے کہ ناقص سے کامل کا قصاص لیا جائے گا۔

قصاص کی معافی: .... قتل کی صورت میں تو مقتول کے ولی کو۔ اور دوسری تمام صورتوں میں خود زخمی کو جرم معاف کرنے کا حق ہے۔ نیز اگر مقتول کے اولیاء کئی شخص ہوں اور ان میں سے کوئی ایک معاف کردے تو قصاص معاف ہو جائے گا۔ البتہ اگر دوسرے اولیاء چاہیں گے تو دیت لے سکتے ہیں۔

آیت لکل جعلنا الخ کا حاصل یہ ہے کہ بالطبع چونکہ انسان کو نئے کام سے ایک گونہ وحشت ہوتی ہے جس سے بسا اوقات مخالفانہ اقدام کی نوبت بھی آجاتی ہے ہاں عقلِ سلیم اور انصاف سے کام لے تو حقیقت واضح ہو کر اتباع حق کی توفیق بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ پس یہ ایک طرح کا امتحان عظیم ہوتا ہے۔ جس میں خوش نصیب ہی پورے اترتے ہیں۔

نئی شریعت آنے سے لوگوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے: .... اسی اصول سے ساری دنیا کے لئے اگر از اول تا آخر صرف ایک ہی شریعت ہوتی تو ابتداء میں تو نیا ہونے کی وجہ سے لوگوں کا امتحان ہو جاتا لیکن جب ایک ڈگر قائم ہو جاتا تو پھر بعد کے آنے والوں کے لئے خلاف طبع اور غیر مانوس نہ ہونے کی وجہ سے کوئی امتحان اور آزمائش نہ رہتی۔ لیکن اب اس صورت میں ہر امت کا امتحان ہو گیا۔

نیز انسان کو جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے سے روکا جاتا ہے تو انسانی سرشت کے لحاظ سے اسی کی طرف رغبت ہوتی ہے اس لحاظ سے بھی شریعت کے متعدد ہونے کی صورت میں آزمائش زیادہ ہے بہ نسبت ایک شریعت کے کیونکہ اول صورت میں منسوخ سے روکا جاتا ہے جس پر ایک زمانہ تک عمل درآمد ہو چکا ہے جو بالطبع شاق گذرتا ہے برخلاف دوسری صورت کے اس میں اگرچہ گناہوں سے منع کیا جاتا ہے لیکن ان کو پہلے ہی سے برا سمجھنے کی وجہ سے رکنے میں سہولت رہتی ہے۔ غرض کہ اس طرح دونوں قسم کے امتحانوں کا مجموعہ امت کے اسلاف واخلاف کے لئے عام ہو گیا۔

ایک شبہ کا ازالہ: .... رہا یہ شبہ کہ اس آیت سے ہر امت کے طریقہ کا علیحدہ ہونا اور دوسری آیات مثلاً آیت شوریٰ شرع لکم من الدین الخ سے سب کا ایک ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ تعارض ہے جواب یہ ہے کہ دونوں حکم صحیح ہیں شرائع کا الگ الگ ہونا بلحاظ فروع واعمال کے ہے اور سب کا ایک ہونا باعتبار اصول وعقائد کے ہے۔

لطائف آیات: .... آیت فمن تصدق الخ میں عفو کی ترغیب ہے اور اہل اللہ کے اخلاق اسی کے مقتضی ہوتے ہیں آیت لکل جعلنا الخ میں مشائخ کے اس مقولہ کی اصل نکلتی ہے طرق الوصول الی اللہ بعدد الا نفاس الخلائق۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ تُوَالُوْنَهُمْ وَتُوَادُّوْنَهُمْ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ
لِاتِّحَادِهِمْ فِى الْكُفْرِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ مِنْ جُمْلَتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ بِمُوَالَاتِهِمُ الْكُفَّارَ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ضَعْفُ اِعْتِقَادٍ كَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَىٍّ
الْمُنَافِقِ يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ فِىْ مُوَالَاتِهِمْ يَقُوْلُوْنَ مُعْتَذِرِيْنَ عَنْهَا نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۭ يَدُوْرُبِهَا
الدَّهْرُ عَلَيْنَا مِنْ جَدْبٍ اَوْغَلَبَةٍ وَلَا يَتِمُّ اَمْرُ مُحَمَّدٍ فَلَا يَمِيْرُوْنَا قَالَ تَعَالٰى فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ
بِالنَّصْرِلِنَبِيِّهٖ بِاِظْهَارِ دِيْنِهٖ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ بِهَتْكِ سَتْرِ الْمُنَافِقِيْنَ وَافْتِضَاحِهِمْ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا
فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ مِنَ الشَّكِّ وَمُوَالَاةِ الْكُفَّارِ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ بِالرَّفْعِ اِسْتِئْنَافًا بِوَاوٍ وَدُوْنِهَا وَبِالنَّصْبِ
عَطْفًا عَلٰى يَاْتِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا لِبَعْضِهِمْ اِذَا هَتَكَ سَتْرَهُمْ تَعَجُّبًا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
اَيْمَانِهِمْ ۙ غَايَةَ اِجْتِهَادِهِمْ فِيْهَا اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ فِى الدِّيْنِ قَالَ تَعَالٰى حَبِطَتْ بَطَلَتْ اَعْمَالُهُمُ الصَّالِحَةُ
فَاَصْبَحُوْا فَصَارُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ الدُّنْيَا بِالْفَضِيْحَةِ وَالْاٰخِرَةَ بِالْعِقَابِ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ
بِالْفَكِّ وَالْاِدْغَامِ يَرْجِعْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ اِلَى الْكُفْرِ اِخْبَارٌ بِمَا عَلِمَ تَعَالٰى وُقُوْعَهٗ وَقَدْ اِرْتَدَّ جَمَاعَةٌ بَعْدَ
مَوْتِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بَدْلَهُمْ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ هُمْ قَوْمُ هٰذَا وَاَشَارَاِلٰى اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِىْ صَحِيْحِهٖ اَذِلَّةٍ عَاطِفِيْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ اَشِدَّاءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ فِيْهِ كَمَا
يَخَافُ الْمُنَافِقُوْنَ لَوْمَ الْكُفَّارِ ذٰلِكَ الْمَذْكُوْرُ مِنَ الْاَوْصَافِ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ كَثِيْرُ الْفَضْلِ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ بِمَنْ هُوَ اَهْلُهٗ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ قَوْمَنَا هَجَرُوْنَا اِنَّمَا
وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾
خَاشِعُوْنَ اَوْ يُصَلُّوْنَ صَلٰوةَ التَّطَوُّعِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيُعِيْنُهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ فَاِنَّ
حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ لِنَصْرِهٖ اِيَّاهُمْ اَوْقَعَهٗ مَوْقَعَ فَاِنَّهُمْ بَيَانًا لِاَنَّهُمْ مِنْ حِزْبِهٖ اَىْ اَتْبَاعِهٖ

ع ۸ ۱۲

ترجمہ:.........مسلمانو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق و مددگار نہ بناؤ (کہ ان سے دوستی اور پینگیں بڑھانے لگو۔) وہ ایک
دوسرے کے دوست ہیں (کفر میں متفق ہونے کی بنا پر) اور تم میں جو شخص انہیں رفیق مددگار بنائے گا تو وہ ان ہی میں سے سمجھا جائے گا (ا
ن ہی میں داخل شمار ہوگا) اللہ اس گروہ پر راہ ہدایت نہیں کھولتے جو ظلم کرنے والا ہے (کفار سے دوستی کی پاداش میں) پھر تم دیکھو گے کہ
جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے (کمزوری اعتقاد جیسے عبداللہ ابن ابی منافق ہے) وہ دوڑے جا رہے ہیں ان لوگوں کی (دوستی کی)
طرف یہ کہتے ہوئے (معذرت خواہ ہوتے ہوئے) کہ ہم ڈرتے ہیں کسی مصیبت کے پھیر میں نہ آ جائیں (گردش زمانہ ہم پر قحط سالی۔یا

شکست کی آفت نہ ڈال دے۔ اور محمد (ﷺ) ناکام ہو گئے تو یہ لوگ ہماری رسد ہی روک دیں گے۔ حق تعالیٰ جواب دے رہے ہیں کہ) وہ وقت دور نہیں جب اللہ میاں فتح دیں گے (دین غالب کر کے اپنے نبی (ﷺ) کو کامیاب کر دیں گے) یا ان کی جانب سے اور کوئی بات ظاہر ہو جائے گی۔ (منافقین کی پردہ دری اور رسوائی ہو جائے) کہ پھر اس وقت یہ لوگ ان باتوں پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپائے رکھی ہیں (شک وشبہ اور کفار سے دوستی) شرمندہ ہوں گے اور کہیں گے (رفع کے ساتھ جملہ مستانفہ ہے خواہ واؤ کے ساتھ ہو یا بغیر واؤ کے اور قراءت نصب کی صورت میں لفظ یاتی پر عطف ہوگا) اہل ایمان (آپس میں ان کی تھکا فضیحتی دیکھ کر تعجب کرتے ہوئے) کیا یہی لوگ ہیں جو اللہ کی پکی پکی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے (مبالغہ آمیز قسمیں کھا کر) کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (دینی لحاظ سے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) اکارت گئیں (بیکار ہو گئیں) ان کی ساری کارروائیاں (نیک کام) اور بالآخر یہ لوگ تباہ و نامراد ہو کر رہ گئے (دنیا میں جو تھکا فضیحتی ہوئی وہ الگ اور آخرت میں جو کچھ سختی ہوگی وہ رہی الگ) مسلمانو! جو کوئی پھر جائے گا۔ (لفظ یرتد بلا ادغام اور ادغام کے ساتھ ہے بمعنی یرجع) تم میں سے اپنے دین سے (کفر کی جانب۔ اللہ نے اپنے علم کے مطابق پہلے ہی اس واقعہ کی پیش گوئی فرما دی جو ہونے والا تھا۔ چنانچہ آنحضرت (ﷺ) کی وفات کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے) تو قریب ہے کہ اللہ ایک ایسا گروہ پیدا فرما دے (ان کے بدلہ میں ایسے لوگ) جنہیں اللہ دوست رکھتا ہو اور وہ بھی اللہ کو دوست رکھتے ہوں۔ (آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ یہ ہیں۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ حاکم نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے) نہایت نرم (جھکے ہوئے ہیں مؤمنین کے سامنے۔ لیکن تیز (نہایت سخت) ہوں گے دشمنوں کے مقابلہ میں۔ اللہ کی راہ میں جان لڑا دیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہیں کریں گے (اللہ کے بارے میں۔ جس طرح کہ منافقین کفار کی ملامت سے گھبراتے رہتے ہیں) یہ (مذکورہ صفات) اللہ کا فضل ہے جس کو وہ چاہیں عطا فرما دیں اور اللہ بڑی ہی وسعت رکھنے والے (بڑے مہربان) اور بڑے علم والے ہیں (کہ کون کس کام کا اہل ہے۔ عبداللہ بن سلامؓ نے جب آنحضرت (ﷺ) سے شکایتی درخواست کی کہ یارسول اللہ (ﷺ) ہماری قوم نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں) تمہارا مددگار دوست اگر کوئی ہے تو اللہ ہے اور اس کے رسول (ﷺ) ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں جن کا شیوہ یہ ہے کہ نماز قائم رکھتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں (فروتنی کرتے ہیں یا نوافل پڑھتے ہیں) اور جس کسی نے اللہ کو اور اس کے رسول (ﷺ) کو اور ایمان والوں کو اپنا مددگار دوست بنایا (ان کی اعانت اور مدد کی) سو بلاشبہ اللہ ہی کا گروہ غالب رہنے والا گروہ ہے (کیونکہ اللہ ان ہی کی تائید کرتے ہیں۔ جملہ "فان حزب اللہ ہم الغلبون." فانہم کی جگہ سمجھنا چاہئے یہ بتلانے کے لئے کہ یہ لوگ اللہ کی پارٹی اور تابعداروں میں سے ہیں۔)

تحقیق وترکیب:............فتری. رویت عینیہ یا قلبیہ ہے اور یسارعون اس کے مفعول ثانی سے حال ہے۔

دائرۃ. مصائب زمانہ۔ کیونکہ صاحب مصیبت کے لئے وہ محیط ہوتے ہیں۔ یہ ان صفات میں سے ہے جن کا موصوف اکثر مذکور نہیں ہوتا۔ ویقول. اگر مرفوع اور واؤ کے ساتھ ہے تو نحوی طور پر اور علم بیان کے اعتبار سے استیناف ہوگا اور بغیر واؤ کے ہے تو صرف بیان کے اعتبار سے استیناف ہوگا۔ اور نصب کی قراءت ہو تو پھر معنوی اعتبار سے لفظ یاتی پر عطف ہو جائے گا۔ کیونکہ لفظی اعتبار سے تو ان یاتی عسی کی خبر ہے اور معطوف بھی اسی حکم میں ہونا چاہئے اس لئے ضمیر کی ضرورت پیش آئے گی جو اسم عسی کی طرف راجع ہو حالانکہ یقول میں ضمیر نہیں ہے۔ البتہ معنوی اعتبار سے عطف کرنے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جھد ایمانھم یہ دراصل مصدر ہے اور منصوب علی الحال۔ بتقدیر تقسموا باللہ یجتھدون جھدایمانھم فعل کو محذوف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اسی لئے اس کے معرفہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے کیونکہ بمعنی اقسموا ہے۔

حبطت اعمالھم ۔اس سے پہلے قال تعالیٰ اس لئے مقدر مانا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے یہ مقولہ باری تعالیٰ ہے مؤمنین کا مقولہ نہیں کیونکہ کسی کے اعمال حبط ہونے کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں ہوسکتا ہے۔ من یرتد. نافع اور ابن عامر فک ادغام کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی اول دال مکسور اور دوسری ساکن بغیر تعلیل کے اپنی اصل پر اور باقی قراء ادغام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ دال ثانی مفتوح ہے۔ اس صورت میں تخفیف ہے۔ یہ دونوں قراءتیں مدنی اور شامی مصاحف میں ہیں۔

اذلة. جمع ذلیل کی ہے۔ ذل بالضم ۔عز کی ضد ہے چونکہ اس کے صلہ میں علی نہیں آیا بلکہ لام آیا ہے اس لئے عاطفین کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ متضمن ہے معنی عطف کو۔ اذلة اور اعزة میں عطف ترک کر دیا گیا ہے۔ استقلال مدح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ دونوں وصف مستقل ہیں۔ ولا یخافون واؤ حالیہ بھی ہوسکتا ہے ای یجاھدون اور واؤ عاطفہ بھی ہوسکتا ہے۔ ای من صفتھم المجاھدة.

لومة لائم ۔اس میں تا دراصل وحدت کی ہے لیکن وہ مراد نہیں ہے ورنہ بلاغت فوت ہو جائے گی۔ اور معنی یہ ہو جائیں گے کہ ایک ملامت کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ مطلق جنس ملامت کی نفی ہو رہی ہے۔ البتہ یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ جنس ملامت مؤمنین کے نزدیک ایسی ناقابل التفات ہے جیسے ایک ملامت۔ انما ولیکم . ای لا تتخذوا اولئک اولیاء لان بعضھم اولیاء بعض ولیس ابا ولیاء کم انما ولیکم الخ اور ولی کا لفظ مفرد لایا گیا ہے حالانکہ موقعہ جمع لانے کا تھا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اصل ولایت اللہ کی ہے دوسروں کی ولایت تابع ہے۔ الذین یقیمون ۔ یہ مرفوع ہے الذین امنوا سے بدل ہونے کی وجہ سے یا منصوب علی المدح ہے وھم راکعون یہ حال ہے یقیمون اور یوتون کے فاعل سے۔ اوقعہ موقع یعنی وضع الظاہر موضع المضمر ہوا ہے۔ اظہار اور ترغیب ولایت کے لئے۔

ربط :............اوپر سے اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ آئندہ آیات میں منافقین کے محض وہمی منافع اور مضار کے خیال سے ان سے دوستی کرنے کو ناپسند کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو اس سے روکا جا رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان سے دوستی نہ کرنے میں ضرر نہیں ہے بلکہ دوستی کرنے میں ضرر ہے اور دوستی نہ کرنے میں ضرر تو کیا ہوتا خود ان کے مرتد اور کافر بن جانے سے اسلام کا کوئی نقصان نہیں ہوسکا۔ پس اگر دوستی کرنی ہی ہے تو اللہ و رسول (ﷺ) اور مسلمانوں سے سچی دوستی کر کے اس کا نفع دیکھو غرض کہ آیت یا ایھا الذین الخ میں چودھواں حکم کفار کی موالات سے نہی کے متعلق ہے۔

شانِ نزول :............غزوۂ احد میں مسلمانوں کو ظاہراً شکست ہوئی تو منافقین میں کھلبلی پڑی اور انہیں اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی نظر آئی کسی نے کسی یہودی کو پناہ میں چلے جانے کا منصوبہ بنایا کسی نے کسی نصرانی کی گود میں چلے جانے کا خواب دیکھا (ابن جریر، ابن حاتم) نیز یہود بنی قینقاع جب مسلمانوں سے حرب وضرب پر آمادہ ہوئے تو ابن ابی منافق نے در پردہ ان سے ساز باز کر لی اور ان کی حمایت پر آمادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا (انی رجل اخاف الدوائر) (ابن ابی شیبہ) لیکن عبادہ بن صامتؓ باوجود یہ کہ اس قبیلہ کے حریف تھے مگر اس موقعہ پر انہوں نے صاف طور پر اپنا علاقہ ان سے منقطع کر لیا۔ (ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی) عبداللہ بن سلامؓ کے جواب میں جب آیت انما ولیکم اللہ الخ نازل ہوئی تو بول اٹھے رضینا باللہ ورسولہ وبالمؤمنین اولیاء ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نماز کے رکوع میں تھے کہ کسی سائل نے آ کر سوال کیا۔ انہوں نے اپنی کن انگلی سے مرجان کی انگوٹھی اتار کر اس کی طرف پھینک دی ان کی مدح میں وھم راکعون کے الفاظ نازل ہوئے۔ اس صورت میں حضرت علیؓ

کے عمل کو فعل قلیل کہا جائے گا۔ جو نماز کی منافی نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تو فعل کثیر بھی نماز کے لئے مفسد نہیں ہوتا۔ نیز نماز میں صدقہ دینے کا جواز معلوم ہوگا۔

آیت اذا نادیتم الخ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ مؤذن کو جب اذان کہتے سنتے تو کفار کہا کرتے تھے۔ قد قاموا لا قاموا وقد صلوا لا صلوا یا ایک روایت میں ہے کہ جب اذان ہوتی تو مدینہ کا ایک نصرانی اشھدان محمد رسول اللہ سن کر کہا کرتا احرق اللہ الکاذب۔ چنانچہ ایک رات اس کی خادمہ کمرہ میں آگ لائی۔ گھر والے سو رہے تھے۔ ہوا کا جھونکا آیا جس سے پتنگے اڑ کر سامان میں جا پہنچے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے خس کم شد جہاں پاک شد ہوگیا۔

﴿تشریح﴾ .... **منافقین کا جلد ہی بھرم کھل گیا:** .... زیادہ تر ان منافقین کی دوستی، کفار مکہ اور یہود مدینہ سے تھی۔ لیکن اللہ نے عسی اللہ ان یاتی بالفتح کی پیش گوئی کو اس طرح پورا فرمایا کہ مکہ معظمہ جلد ہی مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوگیا اور یہود مدینہ کا تھوڑی ہی مدت میں قلع قمع ہوگیا۔ منافقین کا نفاق اکثر واقعات میں کھلتا رہتا تھا لیکن فتح عام کے بعد تو کھلم کھلا معلوم کرا دیا گیا۔ باقی یہ شبہ کہ نفاق پسند لوگوں کے نادم ہونے کی اطلاع دی گئی ہے جس سے ان کا تائب ہونا معلوم ہوتا ہے حالانکہ فوراً ہی حبط اعمال کی اطلاع دی گئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہر ندامت توبہ نہیں ہوتی بلکہ جس ندامت کے پیچھے اعتراف و شکستگی ہو وہ شرعاً توبہ کہلائے گی۔ اور ان لوگوں کے لئے اس کا ثبوت نہیں ورنہ مخلص مسلمان ہی نہ سمجھے جاتے۔ جو لوگ مرتد ہوئے ان کے بارے میں بھی صدیق اکبرؓ کی خلافت کے دور میں جلد ہی پیش گوئی کا ظہور ہوگیا کہ ان کا استیصال کر دیا گیا اور کچھ لوگ تائب ہو کر مخلص مسلمان بن گئے اس طرح اسلام کو کچھ نقصان یا ضعف نہیں پہنچ سکا۔

دوسرے شبہ کا جواب: .... رہا یہ شبہ کہ نقصان پہنچنا تو اس صورت میں تھا کہ سب مرتد ہو جاتے اور جب یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں جواب یہ ہے کہ اول تو دوسری نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ عموم ارتداد مراد نہیں دوسرے اگر اس سے صرف نظر کر لی جائے تو مقصد اصلی یہ ہے کہ اسلام کو حقیقی ضرر نہیں پہنچ سکتا اور یہ دونوں صورتوں میں ہوسکتا تھا۔ سب کے مرتد ہونے سے بھی۔ اور بعض کے مرتد ہونے سے بھی زیادہ کم فرق رہتا لیکن اللہ نے جس طرح ایک صورت پیش آنے کے باوجود اسلام کو ضرر سے محفوظ رکھا۔ دوسری صورت میں بھی محفوظ رکھتا۔ تمام یا بعض مریض مل کر اگر اصول علاج وصحت چھوڑ دیں تو اس میں ان اصول کا کیا نقصان۔ جو کچھ ضرر ہے وہ خود مریضوں ہی کا ہوسکتا ہے۔

شیعوں پر رد: .... بعض اسباب نزول کی بنیاد پر شیعوں نے آیت انما ولیکم اللہ الخ سے حضرت علیؓ کی آنحضرت (ﷺ) سے متصلاً ولایت عامہ پر استدلال کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ سیاق وسباق کی رو سے یہاں ولایت سے مراد محبت ہے نہ کہ ولایت تصرف۔ اس لئے عموم ولایت پر کوئی دلیل نہ ہوئی اور اگر عموم ولایت تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی اس کا اتصال ثابت نہیں نیز ضمیر جمع کا اطلاق واحد پر لازم آئے گا جو خلاف ظاہر ہے آیت فان حزب اللہ ھم الغلبون پر اگر کسی کو شبہ ہو کہ مسلمان جو حزب اللہ کہلاتے ہیں اکثر کفار سے مغلوب رہتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ کمال ولایت وایمان کے ساتھ ہے۔ پس اکثر مواقع پر تو اسی شرط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے وعدہ کا خلاف ہوتا ہے اور بعض مواقع پر کمال ایمان وولایت کے باوجود بھی اگر مغلوبیت حاصل ہو تو مختلف مصالح کے پیش نظر وہ محض ظاہری مغلوبیت ہوتی ہے۔ حقیقی اور معنوی طور پر تو غالبیت ہی رہتی ہے۔ واقع میں ارفع واعلیٰ اھل اللہ اور مؤمنین ہی

ہوتے ہیں کسی کے عارضی اور چندروزہ غلبہ سے دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے۔

حضرت ابن عباسؓ کی توجیہ:.........حضرت ابن عباسؓ اسی مفہوم کو دوسرے آسان لفظوں میں اس طرح ادا کرتے ہیں ان لم ینصروا فی الدنیا ینصروا فی الاخرۃ یعنی دنیا میں اگر اس غلبہ کا ظہور کسی مصلحت سے نہیں ہوا تو آخرت میں ضرور ہوگا۔ اور جن آیات میں مثل انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد۔ اس توجیہ کے بعد ان میں بھی اشکال نہیں رہتا۔ کیونکہ حقیقی غلبہ تو ہمیشہ حق اور اہل حق ہی کو ہوتا ہے اگرچہ کسی وقت مصالح کی وجہ سے اس کا ظہور نہ ہو۔ نیز مجموعہ قوم کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دنیاوی غلبہ کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ البتہ ہر فرد کے لحاظ سے غلبہ کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ حاکم اور افسر ہر جگہ افسر ہی ہوتا ہے گو بیت الخلاء جاتے وقت یا کسی دوسری حالت میں اس کا ظہور نہ ہو مگر اس وقت بھی حاکم ہی ہوتا ہے معزول نہیں ہو جاتا۔ اس کا حاکم ہونا قانون اور حجت سے ہوتا ہے اسی لئے علماء نے بھی اہل حق کے غلبہ کو بالحجۃ والعواقب کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ایک آسان توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہاں عادت اللہ کا بیان کرنا مقصود ہے اور وہ اکثریت سے بھی پوری ہوسکتی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

آیت اذا نادیتم الخ میں اذان کی مشروعیت اور فضیلت پر واضح دلیل ہے جیسا کہ مفسرین کی رائے ہے اگرچہ فقہاء اذان کی مشروعیت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث منام سے ثابت کرتے ہیں۔ فقہاء نے احکام اذان بالتفصیل بیان کئے ہیں۔ مثلاً: پانچ وقت۔ اور جمعہ کے لئے اذان کا مسنون ہونا۔ اور طہارت، استقبال قبلہ اور قیام کا مستحب ہونا۔ نیز وقت سے پہلے اذان جائز نہیں ہے ورنہ واجب الاعادہ ہے۔ اور اذان میں لحن اور ترجیع نہیں ہونی چاہئے ترجیع میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے۔ نہایت خاموشی اور توجہ سے اذان سن کر قولاً وعملاً اذان کی اجابت ہونی چاہئے۔

لطائف آیات:.........آیت فسوف یاتی اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کا طریق اور مذاق یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں ملامت گروں کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ آیت ویؤتون الزکوٰۃ سے یہ بات بھی ماخوذ ہوسکتی ہے کہ اگر ذکر اللہ میں کوئی چیز مشوش ہو رہی ہو تو پہلے قلب کو اس سے فارغ کر لینا چاہئے تاکہ ذکر میں یکسوئی اور یکجہتی پیدا ہو جائے۔ آیت فان حزب اللہ میں غلبہ کی تفسیر اگر قوت قلب سے کی جائے تو بات اور بھی سہل الفہم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اہل اللہ پر اسباب مغلوبیت کا خواہ کتنا ہی ہجوم ہو مگر تعلق مع اللہ میں کوئی ضعف اور کمزوری نہیں آتی اس میں وہ قوی اور غالب ہی رہتے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا مَھْزُوًّا بِہٖ **وَّلَعِبًا مِّنَ** لِلْبَیَانِ **الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ** اَلْمُشْرِکِیْنَ بِالْجَرِّ وَالنَّصْبِ **اَوْلِیَآءَ وَاتَّقُوا اللہَ** بِتَرْکِ مُوَالَاتِھِمْ **اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴿۵۷﴾** صَادِقِیْنَ فِیْ اِیْمَانِکُمْ وَ الَّذِیْنَ **اِذَا نَادَیْتُمْ** دَعَوْتُمْ **اِلَی الصَّلٰوۃِ** بِالْاَذَانِ **اتَّخَذُوْھَا** اَیِ الصَّلٰوۃَ **ھُزُوًا** مَھْزُوًّا بِہٖ **وَّلَعِبًا** بِاَنْ یَّسْتَھْزِءُ وْا بِھَا وَیَتَضَاحَکُوْا **ذٰلِکَ** الْاِتِّخَاذُ **بِاَنَّھُمْ** بِسَبَبِ اَنَّھُمْ **قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ﴿۵۸﴾** وَنَزَلَ لَمَّا قَالَتِ الْیَھُوْدُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْ تُؤْمِنُ مِنَ الرُّسُلِ فَقَالَ بِاللہِ وَمَا

اُنزِلَ اِلَینَا الآیۃُ فلمّا ذکر عیسٰی قالُوا لَا نعلم دینًا شرًّا من دینکم **قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ** تُنکرون **مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ** الی الانبیاء **وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴿۵۹﴾** عطف علی اَنْ اٰمنّا المعنی ماتُنکرون الّا ایمانَنا ومخالفتکم فی عدم قبولہ المعبَّر عنہ بالفسق اللازم عنہ ولیس ھذا ممّا یُنکرُ **قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ** اُخبرکم **بِشَرٍّ مِّنْ** اھلِ **ذٰلِكَ** الّذی تنقمونہ **مَثُوْبَةً** ثوابًا بمعنی جزاءً **عِنْدَ اللّٰهِ** ھو **مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ** اَبعدہ عن رحمتہ **وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ** بالمسخ **وَ** مَنْ **عَبَدَ الطَّاغُوْتَ** الشّیطان بطاعتہ وَرُعی فی منھم معنی مَن و فیما قبلہ لفظھا وھم الیھودُ وفی قراءۃٍ بضمّ باءِ عبدَ واضافتہ الی ما بعدہ اسم جمعٍ لعبدٍ و نصبہ بالعطف علی القردۃ **اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا** تمییزٌ لانّ ماواھم النّار **وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ﴿۶۰﴾** طریق الحق واصلُ السّواءِ الوسط وذکر شرّ واضلّ فی مقابلۃ قولھم لانعلم دینًا شرًّا من دینکم **وَاِذَا جَآءُوْكُمْ** ای منافقوا الیھود **قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا** الیکم متلبّسین **بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا** من عندکم متلبّسین **بِهٖ** ولم یؤمنوا **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ﴿۶۱﴾** من النفاق **وَتَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ** ای الیھود **یُسَارِعُوْنَ** یقعون سریعًا **فِی الْاِثْمِ** الکذب **وَالْعُدْوَانِ** الظّلم **وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ** الحرام کالرّشٰی **لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴿۶۲﴾** عملھم ھذا **لَوْلَا** ھلّا **یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ** منھم **عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ** الکذبَ **وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ﴿۶۳﴾** ترکَ نھیھم **وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ** لمّا ضیّق علیھم بتکذیبھم النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم بعد ان کانوا اکثر النّاس مالًا **یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ** مقبوضۃ عن ادرار الرّزق علینا کنوا بہ عن البخل تعالی عن ذلک قال تعالی **غُلَّتْ** امسکتْ **اَیْدِیْهِمْ** عن فعل الخیرات دعاءً علیھم **وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ** مبالغۃً فی الوصف بالجود وثنّی الیدَ لافادۃ الکثرۃ اذا غایۃُ ما یبذلہ السّخیّ من مالہ ان یُعطی بیدیہ **یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ** من توسیعٍ و تضییقٍ لا اعتراض علیہ **وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ** من القرآن **طُغْیَانًا وَّكُفْرًا** لکفرھم بہ **وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ** فکلُّ فرقۃٍ منھم تُخالف الاُخری **كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ** ای لحرب النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم **اَطْفَاَهَا اللّٰهُ** ای کلّما ارادوہ ردّھم **وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا** ای مفسدین بالمعاصی **وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ﴿۶۴﴾** بمعنی انّہ یعاقبھم **وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا** بمحمّدٍ **وَاتَّقَوْا** الکفر **لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ﴿۶۵﴾**

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ بِالْعَمَلِ بِمَا فِيْهِمَا وَمِنْهُ الْاِيْمَانُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِنَ الْكُتُبِ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ بِاَنْ يُوَسِّعَ عَلَيْهِمُ الرِّزْقَ وَيُفِيْضَ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ مِنْهُمْ اُمَّةٌ جَمَاعَةٌ مُّقْتَصِدَةٌ تَعْمَلُ بِهِ وَهُمْ مَنْ اٰمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهِ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ بِئْسَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

ع ۹/۱۰ ۱۳

ترجمہ: .... مسلمانو! جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی (ہزو بمعنی مہزو ہے) کھیل بنا رکھا ہے۔ خواہ وہ (من بیانیہ ہے) تم سے پہلے کے اہل کتاب ہوں یا کفار (مشرکین ہوں۔ جر اور نصب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تم انہیں اپنا دوست نہ بناؤ۔ اور اللہ سے ڈرو (ان سے دوستی چھوڑو) اگر فی الحقیقت تم ایماندار ہو (اپنے ایمان میں سچے ہو) اور (وہ لوگ) کہ جب تم اذان دیتے ہو (بلاتے ہو) نماز کے لئے (اذان کے ذریعہ) تو یہ لوگ بنا لیتے ہیں اس (نماز) کو تماشہ (ہزو بمعنی مہزو ہے) اور اس کی ہنسی اڑاتے ہیں (آپس میں ہنسی مذاق، مسخراپن کرتے ہیں) یہ (ٹھٹھہ بازی کرنا) اس لئے (اس وجہ سے) ہے کہ یہ لوگ سمجھ بوجھ سے یک قلم بے بہرہ ہیں (اور اگلی ایت اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے آنحضرت (ﷺ) سے دریافت کیا کہ آپ پیغمبروں میں سے کس پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ نے باللہ وما انزل الینا پوری آیت پڑھی۔ جب حضرت عیسیٰ کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ پھر تو تمہارے دین سے بدتر دین اور کوئی نہیں ہے) کہئے کہ اے اہل کتاب اس کے سوا ہمارا قصور کیا ہے جس کا تم انتقام لینا چاہتے ہو (انکار کرتے ہو) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ہم پر نازل کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم سے پہلے (انبیاء پر) نازل ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ تم میں اکثر آدمی نافرمان ہو گئے ہیں (وان اکثرکم کا عطف ان امنا پر ہے یعنی تمہارا انکار صرف ہمارے ایمان لانے پر ہے۔ اور تم سے ہماری مخالفت۔ ایمان قبول نہ کرنے کی بناء پر ہے۔ جس کو فسق سے تعبیر کیا گیا ہے جو ایمان قبول نہ کرنے کو لازم ہے حالانکہ یہ باتیں انکار کے قابل نہیں ہیں) فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتلاؤں (خبر دوں) کہ ان (لوگوں کی نسبت جن پر تم عیب لگا رہے ہو) کون زیادہ بدتر ہے از روئے ثواب (مثوبۃ بمعنی ثوابا مراد بدلہ) اللہ کے حضور (وہ) وہ شخص ہے جس پر اللہ نے لعنت کی (اپنی رحمت سے اس کو دور پھینک دیا) اور اس پر اپنا غضب نازل کیا اور ان میں سے کتنوں ہی کو بندر اور سور بنا دیا (مسخ کر کے) اور وہ جنہوں نے شیطان کی پرستش کر لی (شیطان کا کہنا مانا اور لفظ منہم میں معنی من کی رعایت کی گئی ہے اور اس سے پہلے من کی لفظی حیثیت پیش نظر رہی۔ مراد یہود ہیں۔ اور ایک قراءت میں عبد کی با مضموم اور بعد والے لفظ کی طرف اس کی اضافت ہے۔ یہ لفظ عبد کی جمع ہے اور اس کا نصب قردۃ پر عطف کی وجہ سے ہے) یہی لوگ ہیں جو سب سے بدتر درجہ میں ہیں (مکاناً تمیز ہے) ان کا بدتر ہونا ان کے جہنمی ہونے کی وجہ سے ہے) اور سب سے زیادہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں (حق راستہ سے۔ اصل میں سواء بمعنی وسط ہے۔ اور لفظ شر اور اضل ان کے اس قول لا نعلم دینا شر من دینکم کے جواب میں ہے) اور جب یہ لوگ (منافقین یہود) تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ آئے (تمہارے پاس ایسی حالت میں کہ آلودہ تھے) کفر کے ساتھ اور وہی کفر لئے ہوئے واپس گئے (تمہارے پاس سے اس آلودگی کو لئے ہوئے اور ایمان لا کر نہیں دیئے) اور اللہ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں (نفاق) اور آپ (ﷺ) ان میں سے بہتوں کو ملاحظہ فرمائیں گے (یہود کو) کہ تیز گام ہیں (دوڑے دوڑے پڑتے ہیں) گناہ (جھوٹ) اور ظلم (ناانصافی) اور مال حرام کمانے میں (جیسے رشوت خوری) کیا ہی برے کام ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں (ان کی یہ بدعملی) کیا ہو گیا ہے (کیوں نہیں) ان کو منع نہیں کرتے (ان کے) پیر اور عالم جھوٹ بولنے (غلط بیانی) اور

حرام خوری سے کیا ہی بری کارگذاری ہے جو یہ کر رہے ہیں (نصیحت کو ترک کر دینا) اور یہودیوں نے کہا (جب کہ ان پر تنگدستی مسلط ہوگئی۔ آنحضرت (ﷺ) کی تکذیب کے صلہ میں حالانکہ پہلے یہ لوگ بڑے مالدار تھے) اللہ کا ہاتھ بند گیا ہے (ہم پر روزی اتارنے سے رک گیا ہے اور کنایہ بخل سے کرتے تھے، حالانکہ اللہ اس سے برتر ہے۔ جواباً حق تعالیٰ فرماتے ہیں) بندھ گئے ہیں (رک گئے ہیں) ان ہی کے ہاتھ (نیک کام کرنے سے۔ یہ جملہ ان کے حق میں بدعائیہ ہے) جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت پڑی ہے۔ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں (وصف سخاوت میں یہ مبالغہ کا طریقہ ہے اور لفظ ید بطور تثنیہ ذکر کرنا افادہ کثرت کے لئے ہے کیونکہ سخی جب بہت زیادہ مال کسی کو دیتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے بھر کر دیا کرتا ہے) وہ جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں (خواہ کشادگی کریں یا تنگی۔ کسی کو ان پر حق اعتراض نہیں ہے) اور اللہ کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے (قرآن) ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کو اور زیادہ بڑھاوے گا (کیونکہ انہوں نے قرآن کا انکار کیا ہے) اور ہم نے ان کے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دیا ہے جو قیامت تک مٹنے والا نہیں ہے۔ (چنانچہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کی مخالفت کرتا ہے) جب کبھی لڑائی کی آگ سلگانا چاہتے ہیں (آنحضرت (ﷺ) سے لڑنا چاہتے ہیں) تو اللہ اسے بجھا دیتے ہیں (یعنی جب بھی وہ لڑائی کا ارادہ کرتے ہیں اللہ ان کو ناکام بنا دیتے ہیں) یہ لوگ ملک میں گڑ بڑ کرنا چاہتے ہیں (گناہوں سے فساد پھیلانا چاہتے ہیں) اور اللہ میاں ایسے فسادیوں کو پسند نہیں فرماتے (یعنی ان کو سزا دیں گے) اور اگر اہل کتاب ایمان رکھتے (محمد (ﷺ) پر) اور بچتے (کفر سے) تو ہم ضرور ان کی خطائیں محو کر دیتے اور ضرور ان کو نعمتوں کی جنت میں داخل کر دیتے۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے (جو کچھ ان میں احکام ہیں ان پر عملدرآمد کرتے منجملہ ان کے آنحضرت (ﷺ) پر ایمان لانا بھی ہے) اور جو کچھ ان پر (کتابیں) نازل ہوئی ہیں ان کے پروردگار کی جانب سے تو ضروری تھا کہ یہ لوگ خوب فراغت کے ساتھ اوپر سے بھی کھاتے اور نیچے سے بھی (ہر طرف سے ان کے لئے رزق میں کشادگی اور وسعت پیدا کر دی جاتی) ان میں سے ایک گروہ (جماعت) میانہ رو ہے (اسی میانہ روی پر عمل کرتی ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت (ﷺ) پر ایمان لے آئے۔ جیسے عبداللہ بن سلامؓ اور ان کی رفقاء) لیکن زیادہ تر ایسے ہی ہیں کہ جو کچھ کرتے ہیں برائی ہی برائی ہے۔

تحقیق وترکیب:......... لاتتخذوا۔ اس کا مفعول اول الذین اتخذوا الخ ہے۔ اور اولیاء مفعول ثانی ہے اور ثانی اتخذو کا مفعول اول دینکم اور ھزوا ولعباً مفعول ثانی ہے اور من الذین الخ حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اتخذوا کے فاعل سے حال ہے یا پہلے الذین سے ھزوا مصدر ہے۔ بمعنی مفعول باعتبار افعال ظاہرہ کے استہزاء کیا اور ان کے عقائد باطلہ کے لحاظ سے لعباً کا اطلاق کیا گیا۔ الکفار ابوعمر اور کسائی کی قرأت میں تو مجرور ہے۔ ثانی الذین مجرور پر عطف کرتے ہیں اور باقی قراء کے نزدیک پہلے الذین پر عطف کرتے ہوئے منصوب ہے۔ اس میں والکفار کا عطف تو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل کتاب کفار نہیں ہیں لیکن آیت لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب بھی کافر ہیں۔ اس میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ مشرکین کا کفر اہل کتاب کے کفر سے بڑھا ہوا ہے اور یہاں کفار سے مراد غیر اہل کتاب ہیں۔ تخصیص زیادتی کفر کی وجہ سے کی گئی ہے۔

ھل تنقمون اصل نقم کی یہ ہے کہ علی کے ذریعہ اس کا تعدیہ ہونا چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ نقمت علیه بکذا (لیکن یہاں معنی کراہت وانکار کے ساتھ تضمین کی وجہ سے من کے ذریعہ تعدیہ کیا گیا ہے اور نقمت الشئی اور نقمته بولتے ہیں۔ ای انکرته الاان۔ اس کا مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ ای شیئا. فاسقون۔ دراصل وان اکثرھم لایومنون کہنا چاہئے تھا لیکن لازم یعنی فسق بول کر ملزوم یعنی عدم قبول ایمان مراد لیا ہے۔ بشر من ذلک بطور بمقابلہ یہود کے اس قول کے جواب میں کہا گیا ہے۔ لانعلم دینا شرا من دینکم الذی تنقمونه۔ تقدیر عبارت اس طرح کی گئی ہے کہ من لعنه الله کا شر امت ہونا صحیح ہو سکے اور من لعنه الله سے پہلے

بھی تقدیر مضاف ہوسکتی ہے ای من لعنه الله۔

مثوبه. یا تو مطلق جزاء کے معنی میں ہے خیر ہو یا شر اور یا تہکما عقوبت کے معنی میں ہے۔ فبشرهم بعذاب اليم کی طرح یا منصوب علی التمیز ہے هو یعنی من مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محلا مرفوع ہے اور غضب علیه بتقدیر مضاف بشر سے بدل ہو رہا ہے۔ ای بشر من اهل ذلک من لعنه او بشر من ذلک دین من لعنه الله ممکن ہے یہ دونوں طرح کا مسخ ہوا ہو، جو اولاً بندر اور بندر سے خنزیر بنا دیئے گئے ہوں۔ جس طرح جرائم میں تفاوت رہا ہے اسی طرح سزاؤں میں بھی فرق مراتب رکھا گیا ہے۔ اول مرتبہ لعنت ہے۔ اس کے بعد غضب، اس کے بعد مسخ ہے۔

ومن عبد. جمہور کی قرأت پر عبد ماضی ہے۔ اس کا عطف لعنه پر ہے۔ لفظ لعنه اور غضب علیه دونوں میں مفرد ضمیریں لفظ من کی لفظی رعایت کی وجہ سے ہے اور لفظ منهم میں ضمیر جمع معنی من کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔ جس سے مراد یہود ہیں۔ دوسری قرأت حمزہ کی لفظ عبد اسم جمع کی صورت میں طاغوت کی طرف مضاف ہے۔ یہ حقیقۃً عبد کی جمع نہیں ہے کیونکہ اس وزن میں جمع نہیں آتی بلکہ مفرد ہے جس سے مراد جمع لی گئی ہے۔ اس صورت میں طاغوت کا نصب قردة پر عطف سے ہوگا اور قراء اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں جعل منهم القردة ومن عبد الخ گویا موصول محذوف ہے۔ وذکر شر یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ اس سے تو مسلمانوں کا بھی شر میں شریک کفار ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ علی سبیل التنزیل بر تقدیر تسلیم جواب دیا گیا ہے اور متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ آخرت میں کفار کی حالت مسلمانوں کی دنیاوی حالت سے بھی زیادہ بدتر اور گئی گذری ہوگی اور بیضاوی کی رائے یہ ہے کہ مطلق زیادتی مراد ہے مسلمانوں کی نسبت سے اضافی زیادتی مراد نہیں ہے۔

وقد دخلوا بالکفر وهم قد خرجوا به. یہ دونوں جملے قالوا کے فاعل سے حال ہیں اور بالکفر حال ہے۔ دخلوا کے فاعل سے اور یہ حال ہے خرجوا کے فاعل سے۔ لولا یہ تحضیض مع توبیخ کے لئے ہے۔ لبئس پہلی آیت عوام کے متعلق تھی اور یہ آیت علماء یہود کے حق میں ہے۔ ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت قرآن کریم میں سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اس میں منکرات سے نہ روکنے والے کو مرتکب منکرات کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ ان افعال کی تخصیص اس لئے ہے کہ جھوٹ زبانی گناہ ہے اور ظلم بدنی گناہ ہے اور رشوت خوری مالی گناہ ہے۔ اس طرح تمام اقسام آ گئے۔

کنوا به عن البخل. کنایہ کے لئے معنی حقیقی کافی نفس تصور کافی ہے۔ اگرچہ خصوصیت محل نہ ہو۔ ولعنوا. یہ بطور بددعا کے فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ دنیا میں بدترین بخیل اور بنیا صفت قوم یہود ہے اور یا غلت سے مراد تغل فی جهنم ہے۔ گویا کہ ان کے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔ بل یداه بتقاضائے مقام مقدر پر عطف ہے۔ ای لیس الامر کذلک بل هو فی غایة الجود اور لفظ ید الفاظ مشابہ میں سے ہے۔ العداوة. ابوحیانؒ کہتے ہیں کہ عداوت بغض سے اخص ہے۔ ہر عدو مبغض ہوتا ہے۔ بدون العکس من الکتب جیسے شعیاء کی کتاب یا دانیال پیغمبر کی کتاب یا رمیاء کی کتاب یا داؤدؑ کی زبور وغیرہ اور بعض نے ماانزل سے قرآن پاک لیا ہے۔

ربط:............سابقہ آیات میں اہل کتاب سے دوستی کو منع کیا گیا ہے۔ ان آیات میں بھی اسی کا تتمہ ہے کہ اہل کتاب کی طرح کفار سے بھی دوستی مت کرو جو دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔ آگے قل یا اهل الکتب الخ سے یہ بتلانا ہے کہ اسلامی طریقے اور اپنے طریقوں میں موازنہ کر کے دیکھو کہ کونسا طریقہ قابل استہزاء ہے۔ آیت اذا جاء و کم الخ سے منافقین کی خاص حالت بیان کر کے ان کی دوستی سے روکا جا رہا ہے۔ اور آیت وتری کثیر الخ سے پھر یہود کے مذموم احوال شروع کر دیئے ہیں۔ پھر آیت ولو ان اهل الکتاب میں اخروی برکات سنا کر ایمان کی ترغیب ہے۔

شان نزول: .... کلبی کہتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کہتا اور مسلمان نماز کے لئے کھڑے ہونے لگتے تو یہود از راہ شرارت کہتے قدقاموا لاقاموا وصلوا لا صلوا ۔ اور استہزاء کرتے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ کفار منافقین اذان سن کر آنحضرت (ﷺ) کے پاس آتے اور کہتے یا محمد لقد ابتدعت شیئا لم یسمع بمثلہ فیما مضی من قبلک من الامم فان کنت تدعی النبوۃ فقد خالفت الانبیاء قبلک ولو کان فیہ خیر الکان اولی الناس بہ الانبیاء فمن این لک صیاح العیر فما اقبح ھذا الصوت وھذا الامر. اس پر یہ آیت اذانادیتم الی الصلوۃ الخ اور آیت ومن احسن قولاً ممن دعا الخ ۔ نازل ہوئیں۔ نیز ابن حبان ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حارث نے منافقانہ اسلام قبول کیا ہے۔ ان سے کسی مسلمان کی دوستی تھی۔ اس پر آیت یاایھا الذین امنوا لاتتخذا الیھود الخ نازل ہوئی۔ اسی طرح ابوالیسر بن اخطب اور نافع بن ابی نافع اور غازی بن عمرو وغیرہ باقی یہود آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ (ﷺ) سے سوال کیا کہ کن پیغمبروں پر ایمان لائے۔ آپ نے آیت باللہ وماانزل الی ابراھیم واسمعیل الخ پڑھی جب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو کہنے لگے نہ ہم عیسیٰ پر ایمان لا سکتے ہیں اور اس کے ماننے والے پر ایمان لا سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر یا دوسرے موقعہ پر یہود نے یہ جملہ بھی کہا لانعلم دینا شرا من دینکم اس پر آیت قل یااھل الکتاب الخ نازل ہوئی۔ اسی طرح نباش بن قیس اور فنحاص یہودی اور قینقاع نے بقول ابن عباسؓ آنحضرت (ﷺ) کی تکذیب کی جس کی پاداش میں تنگدستی اور قحط کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور اللہ کی شان میں گستاخانہ جملے کہے تو آیت قالت الیھود الخ نازل ہوئی۔ چونکہ دوسرے یہود بھی ان کے ہم خیال تھے اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾ .... **اہل کتاب کا کفر:** .... آیت میں یہود کے سب حالات صحیح بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ گوسالہ پرستی کا کفر شرک یہود میں رہا اور احبار ورہبان اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پرستش نصاریٰ کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح اصحاب السبت کا بندر بن جانا امت موسویہ میں اور اہل مائدہ کا بندر وخنزیر بن جانا امت عیسویہ میں ہوا ہے اور معاہدوں کی خلاف ورزی اور انبیاء کی تکذیب کی نتیجہ میں مبتلائے غضب خداوندی ہونا مشہور آیات واحادیث سے جابجا ثابت ہے اور اکثر کی قید اس لئے لگائی کہ بعض لوگ ہر زمانے میں اچھے اور ایماندار رہا کرتے ہیں۔

فرقہ یہود میں پھوٹ: .... آیت والقینا الخ سے جن آثار واعراض کا ذکر کیا گیا ہے وہ اعراض لازمہ غیر منفکہ نہیں ہیں کہ اشکال ہو بلکہ اعراض عامہ منفکہ سمجھنے چاہئیں۔ پس اگر یہ آثار کبھی مرتب نہ ہوں یا کفار کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی پائے جائیں تو کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ غرضیکہ ان اعمال اور آثار میں سبب اور مسبب کا علاقہ ہے علت ومعلول کا نہیں اور یہود کے یہ اقوال اگرچہ اعتقاد کے ساتھ نہ ہوں تب بھی کلمات تو کفر ہی کے ہیں۔ اس لئے ولعنوا بما قالوا فرمایا ہے بما اعتقدوا نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح آیت لاکلوا من فوقھم الخ میں بھی جو دنیوی برکات بیان کی گئی ہیں اگر کوئی مسلمان تنگی میں ہو یا کوئی کافر وسعت رکھتا ہو تو کوئی اشکال لازم نہیں آنا چاہئے۔ کیونکہ نہ تو اشخاص واحوال کے عام ہونے کی کوئی دلیل ہے اور نہ ایمان وعمل کے خاص ہونے کی کوئی دلیل ہے۔ جیسا کہ سابقہ آیت کے ذیل میں کہا گیا ہے۔

تورات پر صحیح عمل کا نتیجہ تصدیق محمدی ہے: .... اور ولوانھم اقاموا التوراۃ والانجیل سے مراد یہ ہے کہ اگر

پوری طرح ان کتابوں کے صحیح مضمون اور تعلیمات پر عمل کرتے جس پر آنحضرت (ﷺ) کی رسالت کی تصدیق بھی آ جاتی ہے، لیکن احکام محرفہ اور منسوخہ نکل جاتے ہیں۔ کیونکہ ان پر عمل کرنا کسی کتاب کا حکم بھی نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے۔ پس یہ شبہ نہیں رہا کہ اس آیت سے تو آج بھی پوری تورات اور انجیل پر عمل کرنے کا جواز نکلتا ہے اور قرآن کے ذکر کے بعد تورات وانجیل کا ذکر اس لئے بڑھا دیا ہے کہ اہل کتاب کو یہ بتلانا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کی تکذیب سے توریت وانجیل کی تکذیب اور آپ (ﷺ) کی تصدیق سے ان کتابوں کی تصدیق لازمی ہے۔

لطائف آیات:.........آیت لاتتخذوا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اہل اللہ اور ان کے طریق کے ساتھ تمسخر کرے اس سے ترک تعلق کر دینا چاہئے۔ آیت من لعنہ اللہ سے معلوم ہوا کہ دینی مصلحت کے پیش نظر مخالف دین کی مذمت خوب طرح ظاہر کرنی چاہئے اور ایسا کرنا صبر وتحمل کے منافی نہیں ہوگا۔ آیت وترٰی کثیر الخ میں رذیلہ گناہ کا تعلق قوت نطقیہ سے اور رذیلہ عدوان کا تعلق قوت غضبیہ سے۔ رذیلہ حرام خوری کا تعلق قوت شہویہ سے معلوم ہوتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ افعال کے مصادر ملکات ہوتے ہیں اور حسب بیان روح المعانی میں جو فعل محض ارادہ سے سرزد ہو وہ عمل ہے اور جو عادت، مزاولت کی بدولت حاصل ہوتا ہے وہ صنع کہلاتا ہے۔ اس لئے سابقہ آیت میں یعلمون کی نسبت اس آیت میں یصنعون کا لفظ زیادتی پر دلالت کر رہا ہے۔ پس آیت لو لا ینھاھم الخ سے معلوم ہوا کہ جو شیخ اور مقتدا باوجود اثر اور نفع کی امید کے پھر کسی برائی سے دوسروں کو نہ روکے تو وہ اصل مجرم سے زیادہ بدحال ہے، کیونکہ مجرم کے لئے داعی تو صرف شہوت عارضی ہے، لیکن شیخ مداہن کے لئے داعی حب دنیا ہوئی جو ملکہ راسخہ کے درجہ تک پہنچ گئی ہے اور ظاہر ہے کہ حب دنیا شہوت کی نسبت زیادہ بری چیز ہے۔ آیت ولو انھم الخ سے معلوم ہوا کہ سالک بھی اگر پوری طرح طریق پر کاربند ہو تو اس پر رزق معنوی فیوض وبرکات کا افاضہ ضرور ہوتا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ جَمِيْعَ **مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ** وَلَا تَكْتُمْ شَيْئًا مِنْهُ خَوْفًا أَنْ تُنَالَ بِمَكْرُوْهٍ **وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ** أَيْ لَمْ تُبَلِّغْ جَمِيْعَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ **فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ** بِالْإِفْرَادِ وَالْجَمْعِ لِأَنَّ كِتْمَانَ بَعْضِهَا كَكِتْمَانِ كُلِّهَا **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** أَنْ يَّقْتُلُوْكَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ حَتّٰى نَزَلَتْ فَقَالَ انْصَرِفُوْا عَنِّيْ فَقَدْ عَصَمَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَوَاهُ الْحَاكِمُ **إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ** ﴿۶۷﴾ **قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ** مِنَ الدِّيْنِ مُعْتَدٍّ بِهٖ **حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ** بِأَنْ تَعْمَلُوْا بِمَا فِيْهِ وَمِنْهُ الْإِيْمَانُ بِيْ **وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ** مِنَ الْقُرْاٰنِ **طُغْيَانًا وَّكُفْرًا** لِكُفْرِهِمْ بِهٖ **فَلَا تَأْسَ** تَحْزَنْ **عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ** ﴿۶۸﴾ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِكَ أَيْ لَا تَهْتَمَّ بِهِمْ **إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا** هُمُ الْيَهُوْدُ مُبْتَدَأٌ **وَالصّٰبِئُوْنَ** فِرْقَةٌ مِنْهُمْ **وَالنَّصٰرٰى** وَيُبْدَلُ مِنَ الْمُبْتَدَأِ **مَنْ اٰمَنَ** مِنْهُمْ **بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** ﴿۶۹﴾ فِي الْاٰخِرَةِ خَبَرُ الْمُبْتَدَأِ وَدَالٌّ عَلٰى خَبَرِ إِنَّ **لَقَدْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ عَلٰى**

الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَھُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُھُمْ ۙ مِنَ الْحَقِّ كَذَّبُوْہُ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ كَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا مِّنْھُمْ یَقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ كَزَكَرِیَّا وَیَحْیٰی وَالتَّعْبِیْرُ بِہٖ دُوْنَ قَتَلُوْا حِكَایَةٌ لِلْحَالِ الْمَاضِیَةِ لِلْفَاصِلَةِ وَحَسِبُوْٓا ظَنُّوْا اَلَّا تَكُوْنَ بِالرَّفْعِ فَاَنْ مُخَفَّفَةٌ وَالنَّصْبِ فَھِیَ نَاصِبَةٌ اَیْ تَقَعُ فِتْنَةٌ عَذَابٌ بِھِمْ عَلٰی تَكْذِیْبِ الرُّسُلِ وَقَتْلِھِمْ فَعَمُوْا عَنِ الْحَقِّ فَلَمْ یُبْصِرُوْہُ وَصَمُّوْا عَنِ اسْتِمَاعِہٖ ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ لَمَّا تَابُوْا ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا ثَانِیًا كَثِیْرٌ مِّنْھُمْ بَدَلٌ مِنَ الضَّمِیْرِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ فَیُجَازِیْھِمْ بِہٖ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ سَبَقَ مِثْلُہٗ وَقَالَ لَھُمُ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ؕ فَاِنِّیْ عَبْدٌ وَلَسْتُ بِاِلٰہٍ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فِی الْعِبَادَةِ غَیْرَہٗ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ مَنَعَہٗ اَنْ یَّدْخُلَھَا وَمَاْوٰىہُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ زَائِدَةٌ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ یَمْنَعُوْنَھُمْ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ اٰلِھَةٍ ثَلٰثَةٍ اَیْ اَحَدُھَا وَالْاٰخَرَانِ عِیْسٰی وَاُمُّہٗ وَھُمْ فِرْقَةٌ مِنَ النَّصَارٰی وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ مِنَ التَّثْلِیْثِ وَلَمْ یُوَحِّدُوْا لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَیْ ثَبَتُوْا عَلَی الْكُفْرِ مِنْھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ مُؤْلِمٌ ھُوَ النَّارُ اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ ؕ مِمَّا قَالُوْہُ اِسْتِفْھَامُ تَوْبِیْخٍ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ لِمَنْ تَابَ رَّحِیْمٌ ﴿۷۴﴾ بِہٖ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مَضَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ؕ فَھُوَ یَمْضِیْ مِثْلَھُمْ وَلَیْسَ بِاِلٰہٍ كَمَا زَعَمُوْا وَاِلَّا لَمَا مَضٰی وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَةٌ ؕ مُبَالَغَةٌ فِی الصِّدْقِ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ كَغَیْرِھِمَا مِنَ الْحَیَوَانَاتِ وَمَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا یَكُوْنُ اِلٰھًا لِتَرْكِیْبِہٖ وَضُعْفِہٖ وَمَا یَنْشَاُ مِنْہُ مِنَ الْبَوْلِ وَالْغَائِطِ اُنْظُرْ مُتَعَجِّبًا كَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ عَلٰی وَحْدَانِیَّتِنَا ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی كَیْفَ یُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ یُصْرَفُوْنَ عَنِ الْحَقِّ مَعَ قِیَامِ الْبُرْھَانِ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَیْ غَیْرِہٖ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ لِاَقْوَالِكُمْ الْعَلِیْمُ ﴿۷۶﴾ بِاَحْوَالِكُمْ وَالْاِسْتِفْھَامُ لِلْاِنْكَارِ قُلْ یٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی لَا تَغْلُوْا تَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِیْ دِیْنِكُمْ غُلُوًّا غَیْرَ الْحَقِّ بِاَنْ تَضَعُوْا عِیْسٰی اَوْ تَرْفَعُوْہُ فَوْقَ حَقِّہٖ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ بِغُلُوِّھِمْ وَھُمْ اَسْلَافُھُمْ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا مِنَ النَّاسِ وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۷۷﴾ طَرِیْقِ الْحَقِّ وَالسَّوَاءُ فِی الْاَصْلِ الْوَسَطُ

ترجمہ: .... اے پیغمبر! آپ پہنچادیجئے (تمام وہ باتیں) جو آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ (ﷺ) پر نازل کی گئی ہیں (ان میں سے کسی ایک معمولی بات کو بھی اس ڈر سے چھپانے کی کوشش نہ کیجئے کہ کہیں ان کی طرف سے آپ (ﷺ) کو کوئی ناگوار چیز

پیش نہ آ جائے) اگر آپ (ﷺ) نے ایسا نہ کیا (یعنی تمام احکام جو آپ (ﷺ) پر نازل کئے گئے ہیں، آپ (ﷺ) نے نہ پہنچائے) تو آپ نے اللہ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا (لفظ رسالتہ مفرد اور جمع دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ کیونکہ بعض احکام کا چھپانا ایسا ہی ہے جیسے تمام احکام کا چھپانا) اور اللہ آپ (ﷺ) کو لوگوں سے محفوظ رکھیں گے۔ (آپ ﷺ) کو جان سے نہیں مار سکیں گے۔ اس سے پہلے آنحضرت (ﷺ) کا حفاظتی پہرہ دیا جاتا تھا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرمایا کہ ہٹ جاؤ! اللہ نے میری حفاظت فرمادی ہے۔ (حاکم)۔ یقیناً اللہ ان لوگوں پر راہ نہیں کھولتے جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ آپ (ﷺ) فرمادیجئے اے اہل کتاب تمہارے پاس ٹکنے کے لئے کچھ بھی نہیں (کوئی معتبر مذہب نہیں ہے) جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر نازل ہوا ہے اس کو قائم نہ کرو (جو کچھ ان میں لکھا ہے اس پر عمل نہ کرو۔ منجملہ ان کے مجھ پر ایمان لانا بھی ہے) جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے (قرآن) وہ اور زیادہ ان کی سرکشی اور انکار بڑھا دے گا (کیونکہ یہ لوگ اس کا کفر کرتے رہتے ہیں) تو آپ (ﷺ) ان کافروں کی حالت پر غم نہ کیا کیجئے (اگر یہ لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان نہ لائیں۔ یعنی ان کو زیادہ اہمیت نہ دیجئے) جو لوگ ایمان لائے ہیں، نیز جو لوگ یہودیت اختیار کئے ہوئے ہیں (یعنی یہود، یہ مبتداء ہے) اور صابی (جو یہودی کا ایک فرقہ ہے) اور نصاریٰ (یہ مبتداء سے بدل ہے) خواہ ان میں سے کوئی ہو لیکن (ان میں سے) جو شخص بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے گا اور کام اچھے کرے گا تو اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہوگا اور نہ کسی طرح کی غمگینی (آخرت میں یہ مبتداء کی خبر ہے۔ نیز ان کی خبر پر دال بھی ہے) یہ واقعہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا (اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لانے کا) اور ان کے پاس بہت سے پیغمبر (ﷺ) بھیجے مگر جب بھی کوئی رسول (ان میں سے) ایسا حکم ان کے پاس لے کر آیا جس کو ان کا جی نہ چاہتا ہو (حق بات میں سے تو انہوں نے اس کی تکذیب کی) بعضوں کو (ان پیغمبروں میں سے) انہوں نے جھٹلایا اور بعض کو (ان پیغمبروں میں سے) قتل ہی کر ڈالتے (جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام اور لفظ قتلوا کی بجائے یقتلون سے تعبیر کرنا حکایت حال ماضیہ کے طریق پر، فاصلہ آیت کی اس رعایت سے ہے) وہ سمجھتے ہیں (گمان کرتے ہیں) کہ نہیں ہوگی (تکون رفع کے ساتھ ہو ان مخففہ ہوگا۔ اور نصب کے ساتھ ہو تو ان ناصبہ ہوگا بمعنی تقع، کوئی سزا (انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور قتل کی وجہ سے ان کو کچھ عذاب) اس لئے اور بھی اندھے ہوگئے (حق کے دیکھنے سے کہ وہ اس کو دیکھتے ہی نہیں) اور بہرے بن گئے (حق بات سننے سے) پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی (جبکہ انہوں نے توبہ کرلی) مگر پھر بھی اسی طرح اندھے بہرے بنے رہے (دوبارہ بھی) ان میں سے بہتیرے (یہ ضمیر سے بدل ہے) اور اللہ انہیں دیکھ رہے ہیں جیسے کچھ ان کے کرتوت ہیں (ان کو ان کے کئے کی سزا دیں گے) یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ یہی مسیح مریم کا بیٹا تو ہے (اس جیسی آیت پہلے بھی گذر چکی ہے) حالانکہ خود مسیح علیہ السلام نے (ان سے) فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرنا جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ (پس میں بندہ ہوں نہ کہ آلہ) بلاشبہ جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا (غیر اللہ کی پرستش کی) سو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے (اس میں داخل ہونے سے روک دیا ہے) اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور ایسے ظلم کرنے والوں کا کوئی (مـن زاید ہے) مددگار نہ ہوگا (کہ اللہ کے عذاب سے ان کو بچالے) بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں خدا تین (الٰہ) میں کا ایک ہے (یعنی ایک اللہ ہے، دوسرے عیسیٰ علیہ السلام اور تیسری ان کی والدہ۔ یہ بھی نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے) حالانکہ ایک معبود کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اس کہنے سے باز نہ آئے (تثلیث سے نہ رکے اور توحید قبول نہ کی تو ان میں سے جن لوگوں نے حق کا انکار کیا ہے (کفر پر جمے رہے ہیں) انہیں دردناک عذاب پیش آئے گا جو تکلیف دہ ہوگا۔ یعنی (آتش دوزخ) انہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی طرف سے نہیں لوٹتے اور اس سے بخشش طلب نہیں کرتے (جو کچھ اللہ کی شان میں گستاخی ہے یہ استفہام توبیخی ہے) حالانکہ اللہ

بخشنے والا ہیں (جو ان سے توبہ کرلے) اور رحم فرمانے والے ہیں (اس پر مریم کے بیٹے مسیح علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے ایک رسول ہیں، ہو چکے (گذر چکے) ہیں ان سے پہلے بھی کتنے ہی رسول (وہ بھی ان کی طرح گذر جائیں گے۔ وہ خدا نہیں جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے ورنہ ان کو گذرنا نہیں چاہئے) اور ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں (یہ صیغہ مبالغہ ہے صدق کا) یہ دونوں کھاتے پیتے تھے (عام جانداروں کی طرح اور جس کی ترکیب اور ضعف جسمانی اور اس سے پیدا ہونے والے پیشاب پاخانہ کی یہ حالت ہو وہ کیا معبود اور خدا ہوسکتا ہے) دیکھو (منظر استعجاب) کس طرح ہم ان لوگوں کے لئے دلیلیں واضح کردیتے ہیں (اپنی وحدانیت کے متعلق) اور پھر دیکھو کس طرح (انی بمعنی کیف ہے یہ لوگ پھرے جارہے ہیں (دلائل موجود ہوتے ہوئے پھر حق سے کیسے منہ موڑ رہے ہیں) فرمادیجئے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی ہستیوں کی پوجا کرتے ہو جن کے اختیار میں نہ تو تمہارا نقصان ہے نہ نفع۔ اور اللہ تو سننے والے ہیں (تمہاری باتوں کو) اور علم رکھنے والے ہیں (تمہارے احوال کا اور استفہام انکاری ہے) کہہ دیجئے اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) غلو (حدود سے تجاوز) نہ کرو اپنے دین میں ناحق (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حد سے زیادہ گرادیا یا اٹھادو) اور ان لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں (اپنے غلو کی وجہ سے مراد موجود ہے اہل کتاب کے اسلاف ہیں) اور گمراہ کرچکے ہیں بہت سے (لوگوں) کو اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہوگئے (سیدھی راہ سے اور سواء کے معنی وسط اور درمیان کے ہیں۔

تحقیق وترکیب: .... **ما انزل**. اس سے پہلے لفظ جمیع نکال کر اس طرح اشارہ ہے کہ ما موصولہ بمعنی الذی ہے۔ ما نکرہ موصوفہ مراد نہیں ہے کیونکہ آپ (ﷺ) تمام احکام کی تبلیغ کے لئے مامور ہیں نہ کہ بعض کے اور نکرہ سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس سے مراد احکام اور متعلقات احکام ہیں۔ رہے اسرار مخصوصہ ان کی تبلیغ جائز نہیں ہے۔ **وان لم تفعل. ای ان لم تبلغ فما بلغت** ۔ پس اس صورت میں شرط وجزاء کا اتحاد لازم آتا۔ اس کے جواب کی طرف **لان کتمان الخ** سے مفسر علام اشارہ کررہے ہیں۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اگر آپ (ﷺ) نے تبلیغی باتوں میں سے کچھ بھی چھوڑا تو وہ ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسے سب باتوں کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ کتمان بعض کتمان کلی کے حکم میں ہے۔ گویا اس صورت میں شرط اور جزاء میں تغایر معنوی ہوا۔ لیکن اگر بلا تاویل ظاہر قرآن کے الفاظ رکھے جائیں تب بھی شرط و جزاء کے درمیان لفظاً ومعناً تغایر رہتا ہے۔ **یعصمک** اس کے بعد ان **یقتلوک** نکال کر اشارہ کردیا کہ مطلق ضرر کی نفی کرنی نہیں ہے بلکہ صرف قتل کی نفی ہے اور یہ وعدہ اور پیش گوئی صادق رہی۔

لستم علی شئ ۔ مطلق شیئیت کی نفی مقصود نہیں کیونکہ باطل ہونا بھی تو ایک شے ہے جس پر وہ برقرار ہیں، بلکہ قابل اعتبار دین کی نفی کرنی ہے۔ **فریقاً** اس سے پہلے **کذبوہ** نکال کر شرط کی جزاء محذوف کی طرف اشارہ کردیا، جس پر مابعد دلالت کررہا ہے اور ایک **فریقاً کذبوہ** کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا **یقتلون** کا مفعول ہونے کی بناء پر اور تقدیم اہتمام کے لئے ہے نہ کہ حصر کے۔ لئے اور لفظ **منهم** عائد محذوف نکال کر اشارہ کردیا کہ جملہ شرطیہ رسل کی صفت ہے اور **یقتلون** مضارع حالیہ کے ساتھ حکایت حال ماضیہ کے طور پر لایا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ واقعہ ماضیہ کو فی الحال فرض کرکے متکلم صیغہ حال استعمال کرتا ہے۔

للفاصلة مگر یہ لفظ واؤ کے ساتھ **وللفاصلة** ہے تب تو **یقتلون** لانے کی دو علتیں ہوئیں۔ ایک حکایت حال ماضیہ دوسرے رؤس آیات کی رعایت۔ لیکن اگر بغیر واؤ ہو تو **للفاصلة** صرف ایک علت ہوگی اور حکایۃ للحال جملہ معترضہ ہو جائے گا۔

الا تکون. ابوعمرو اور حمزہ وکسائی کے نزدیک مرفوع ہے۔ اسلئے ان مخففہ ہوگا جس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوگی اور لا نافیہ ہوگا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی **انہ لاتکون** اور باقی قراء کے نزدیک **تکون** نصب کے ساتھ ہے۔ اس وقت ان ناصبہ ہوگا اور مسند امسند الیہ دونوں مل کر قائم مقام دونوں مفعول کے ہوجائے گا اور **تکون** دونوں قرأتوں پر تامہ ہوگا اور **فتنة** اس کا فاعل ہے۔ **فعموا**

وصموا اس کا عطف **حسبوا** پر ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد گمراہی کے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور **ثم عموا** سے آنحضرت (ﷺ) کے عہد مبارک میں ان کی گمراہیوں کی طرف اشارہ ہے اور کثیر کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ ان میں سے اہل کتاب مسلمان بھی ہو گئے تھے اور یہ بدل البعض ہے ضمیر فاعل سے خود فاعل نہیں ہے یا خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ ای **اولئک کثیر منهم** لفظ **عمی** کے بعد **بصیر** لانے میں جو لطف ہے وہ ظاہر ہے۔

ان الله هو المسیح ۔ یہ فرقہ یعقوبیہ کا عقیدہ تھا۔ **حرم** ۔ تحریم تکوینی مراد ہے تحریم تشریعی مراد نہیں ہے۔

ثالث ثلثة ۔ یہ عقیدہ فرقہ نسطوریہ کا ہے۔ لیکن متکلمین نصاریٰ سے نقل کرتے ہیں کہ جو ہر ایک ہے جس کے تین اقانیم ہیں۔ باپ، بیٹا، روح القدس جس طرح لفظ شمس۔ قرص آفتاب حرارت اور شعاع کو شامل ہے اسی طرح باپ سے مراد ذات باری ہے اور بیٹے سے مراد کلمہ اور روح سے مراد حیات ہے اور کہتے ہیں کہ کلمہ سے کلام اللہ ہے۔ جس طرح پانی دودھ میں مل جاتا ہے اسی طرح کلام اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخلوط ہو گیا اور یہ کہ باپ الٰہ ہے اور بیٹا الٰہ ہے اور روح الٰہ ہے اور کل الٰہ واحد ہے۔ غرضیکہ ایک میں تین اور تین میں ایک کا گورکھ دھندہ آج تک عیسائی دنیا میں عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے۔ اکبر الٰہ آبادی اسی پر طنز و مزاح کرتے ہیں:

تثلیث کے قائل نے بھی خالق کو کہا ایک
تھی تین پر سوئی میری ہیئت سے بجا ایک

عیسائی مناظرین جب مسلمانوں کی بوچھاڑ سے گھبرا جاتے ہیں تو اپنی جان بچانے کے لئے مقطعات قرآنی کی طرح کے نام دیتے ہیں۔ **من اله**، **من** استغراقیہ ہے **افلا یتوبون** توبہ افعال قلوب میں سے ہے اور استغفار زبان کا فعل ہے۔ پس جس طرح تصدیق کے ساتھ ایمان کے لئے اقرار ضروری ہے اسی طرح توبہ کے لئے استغفار ضروری ہوا۔

ما المسیح۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصف خاص رسالت اور ان کی والدہ کا وصف خاص صدیقیت بیان کر کے بعد میں وصف عام بیان کر دیا ہے۔ جس میں صرف انسان ہی نہیں، بلکہ سب جاندار برابر کے شریک ہیں۔ غرضیکہ کھانا احتیاج کو مستلزم ہے اور الٰہ میں یہ لازم منتفی ہے۔ پس الوہیت بھی منتفی ہوئی۔ دوسرے یہ کہ جب منفعت اور دفع مضرت پر بھی حضرت مسیح قادر نہیں ہیں پھر مستحق الوہیت کیسے ہو سکتے ہیں۔ **غیر الحق** ۔ اس سے غلو حق نکل گیا ہے جیسے صائم الدہر قائم اللیل ہونا کہ یہ حرام اور گمراہی نہیں ہے اور ناحق غلو کی مثال جیسے یہود نے تو ان کو عیاذاً باللہ حرام زادہ کہا اور نصاریٰ نے تخت خدائی پر بٹھلا دیا۔ **اهواء** جمع ہوئی کی ہے۔ شرارت نفس شعبیؒ کہتے ہیں کہ قرآن میں ہوائی کا استعمال مذمت کے موقعہ پر ہوا ہے۔ ابو عبیدہ کی رائے بھی یہی ہے۔ **فلان هوی الخیر** کہنا غلط ہے **فلان یحب الخیر** بولا جائے گا۔

ربط: .... سابقہ آیات میں مخالفین کا ذکر کیا گیا ہے۔ خواہ کفار ہوں یا منافقین۔ چاروں طرف دشمنوں کی یہ کثرت جو اکثر **کم فاسقون** سے بھی مفہوم ہوتی ہے موہم ضرور ہو سکتی تھی۔ اسی لئے آیت **یا ایها الرسول الخ** سے ان خطرات سے بے فکر کر کے تبلیغی مشاغل وانہماک کو پسند کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد سابقہ مضمون اہل کتاب کو خطاب کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور **یا اهل الکتب لستم الخ** سے ان کے موجودہ طریق کے بے ہودہ اور نکمے ہونے کو بتلایا جا رہا ہے۔ آگے آیت **ان الذین الخ** سے سب کو خطاب عام سے نوازا جا رہا ہے۔ پھر آیت **لقد اخذنا** سے اہل کتاب کی عام بدعہدیوں اور برائیوں کا ذکر کر کے آیت **ما المسیح الخ** سے ابطال الوہیت کی دلیل بیان کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت **قل اتعبدون** میں مسیح کی پرستش کرنے والوں کو توبیخ اور آیت **یا اهل الکتب لاتغلوا الخ** سے اپنے اسلاف کے غلو میں اتباع سے روکا جا رہا ہے۔

شانِ نزول:.........حسنؒ سے مروی ہے کہ ابتدائے رسالت میں آنحضرت (ﷺ) مخالفین میں تبلیغ کرنے سے طبعی طور پر کچھ گھبرائے اور اس پر آیت **یاایھا الرسول** نازل ہوئی جس میں آپ (ﷺ) کو تسلی دی گئی ہے اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ (ﷺ) نے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ **یارب کیف اصنع وانا وحدی یجتمعون علی** تو اس پر آیت **وان لم تفعل فما بلغت رسالته** نازل ہوئی اور بعض ضعیف روایات سے اس کا نزول حضرت علیؓ کے باب میں آیا ہے لیکن پھر بھی اس سے ان کی افضلیت اور خلافت بلافصل لازم نہیں آتی اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رافع اور سلام بن مشکم اور مالک بن صیف حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے کیا اے محمد! تمہارا دعویٰ اتباع ملۃ ابراہیم کا نہیں ہے؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے دین پر ہو۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جہاں تک اتباع ابراہیمؑ کا تعلق ہے صحیح ہے، لیکن تم نے اس میں نئی نئی باتیں ایجاد کردی ہیں اور اصلی باتوں کو کم کردیا ہے اور جن باتوں کے اعلان کا تم کو حکم ملا تھا تم ان کو چھپاتے ہو، کہنے لگے جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اسی کو حق سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔ اس پر آیت **یااھل الکتب لستم** الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:.........**طبعی خوف منافی کمال نہیں ہے:**.........مادی اسباب کے پیش نظر بشری اور طبعی تقاضہ سے خطرات سے دوچار ہونا کمال اور رسالت کے منافی نہیں ہے۔ ہر چند کہ آپ (ﷺ) غزوات میں زخمی بھی ہوئے اور بعض مصائب کا سامنا بھی ہوا۔ زہر بھی دیا گیا۔ راستے میں کانٹے بھی بچھائے گئے، اوپر سے پتھر بھی لڑھکائے گئے، نیچے سے گڑھے کھودے گئے۔ مگر سب ہی تدبیریں ناکام گئیں اور کوئی آپ (ﷺ) کو قتل نہ کرسکا اور فی الحقیقت یہ پیش گوئی آپ (ﷺ) کے لئے معجزہ اور دلیل نبوت ہے۔ چنانچہ ترمذی کی روایت کے مطابق آپ (ﷺ) نے اس آیت کے نزول کے بعد یہ کہہ کر اپنا پہرہ ہٹادیا تھا کہ تم سب ہٹ جاؤ، اللہ نے میری حفاظت کرلی ہے اور یہ بھی دلیل نبوت ہے کیونکہ اس درجہ اعتماد بلاوحی نہیں ہوسکتا۔

ابتداء میں نئی شریعت اجنبی معلوم ہوا کرتی ہے:.........جن پیغمبروں کی پوری شریعت یا بعض احکام تورات کے بعد نئے آئے ان کا خلاف ہویٰ ہونا تو بلحاظ اعتقاد بھی ہوسکتا ہے، لیکن جو انبیاء علیہ السلام بنی اسرائیل بعینہٖ تورات ہی کی تعلیم دیتے تھے ان کا خلاف خواہش ہونا بلحاظ ناگواری عمل ہوسکتا ہے کہ ان پر عمل درآمد ان کو شاق گذرتا تھا۔ اور نافرمانوں کو ہر زمانہ میں مختلف سزائیں ملتی رہی ہیں۔ کبھی طاعون وغیرہ عام وباؤں کی صورت میں اور کبھی قتل، کبھی ذلت وقید اور کبھی مسخ وغیرہ کی شکل میں۔ غرضیکہ اس طرح یہ وعیدیں پوری ہوتی رہیں۔ آیت **انه من یشرك** الخ اور **ماللظالمین من انصار** کلام الٰہی بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ بقول حقانی انجیل کے بیان سے ثابت ہے اور دونوں جملے کلام عیسوی ہیں، لیکن ممکن ہے یہ بیان انجیل میں نہ آیا ہو اور آیا بھی ہو تو بقول حقانی محفوظ نہ رہا ہو۔

غیر اللہ کی الوہیت باطل ہونے کی دلیل:.........آیت **ماالمسیح** الخ کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ کھانا پینا، آنا جانا، چلنا پھرنا، سب چیزیں مادہ کے خصائص میں سے ہیں اور مادیت کے لئے امکان لازم ہے اور اس سے الوہیت کا بطلان ظاہر ہے۔ اسی لئے بالاستقلال کا ذکر ضروری نہ ہوا۔ اور چونکہ ان لوگوں سے اسی میں کلام تھا اس لئے یہاں غیر مادیات سے استدلال کا ذکر بھی ضروری نہیں سمجھا گیا ہے۔ آیت **قل اتعبدون** میں جن نصرانیوں کا ذکر ہے وہ یا تو فی الواقع حضرت مسیح علیہ السلام کی پرستش کرتے ہوں گے اور یا

چونکہ عبادت کا اعلیٰ درجہ اعتقادات اور عقائد ہیں اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ الوہیت کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

لطائف آیات:.........آیت لستم علی شئی الخ سے معلوم ہوا کہ اتباع شریعت کے بغیر کوئی کمال معتبر نہیں ہے آیت فلاتاس الخ سے معلوم ہوا کہ حق وصداقت سے اعراض کرنے والوں کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کرنا چاہئے۔آیت کلما جاء ھم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کبائر کی اصل اتباع ہوئی ہے۔اس لئے مشائخ اس کے استیصال کی جدوجہد کرتے ہیں۔آیت وحسبوا ان لا تکون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں پر اصرار کرنے سے فطری استعداد بھی مضمحل ہو جاتی ہے۔جس کو بطلان استعداد کہتے ہیں۔آیت لقد کفر الذین الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ حلول والحاد باطل محض ہے۔جس کے بعض جاہل صوفیاء معتقد ہیں۔آیت قل اتعبدون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو مستقل طور پر تکوینیات میں متصرف سمجھنا باطل ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا عقیدہ ہے۔ آیت ولا تتبعوا اھواء الخ سے معلوم ہوا کہ خلاف شرع رسومات باطل ہیں۔اگرچہ وہ مشائخ کی طرف منسوب ہیں۔البتہ اس قسم کی خلاف شرع رسوم اگر محققین کی طرف منسوب ہوں گی تو یا تو ان کی نسبت ہی کی تغلیط کی جائے گی اور یا پھر کسی صحیح عذر پر محمول کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ بِاَنْ دَعَا عَلَیْهِمْ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَهُمْ اَصْحَابُ اَیْلَةَ **وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ** بِاَنْ دَعَا عَلَیْهِمْ فَمُسِخُوْا خَنَازِیْرَ وَهُمْ اَصْحَابُ الْمَائِدَةِ **ذٰلِکَ** اللَّعْنُ **بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ** اَیْ لَا یَنْهٰی بَعْضُهُمْ بَعْضًا **عَنْ** مُعَاوَدَةِ **مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾** فِعْلُهُمْ هٰذَا **تَرٰی** یَا مُحَمَّدُ **کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ** مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ بُغْضًا لَکَ **لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ** مِنَ الْعَمَلِ لِمَعَادِهِمُ الْمُوْجِبِ لَهُمْ **اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ** مُحَمَّدٍ **وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ** اَیِ الْکُفَّارَ **اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾** خَارِجُوْنَ عَنِ الْاِیْمَانِ **لَتَجِدَنَّ** یَا مُحَمَّدُ **اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ۚ** مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ لِتَضَاعُفِ کُفْرِهِمْ وَجَهْلِهِمْ وَانْهِمَاکِهِمْ فِی اتِّبَاعِ الْهَوٰی **وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ ذٰلِکَ** اَیْ قُرْبُ مَوَدَّتِهِمْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ **بِاَنَّ** بِسَبَبِ اَنَّ **مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ** عُلَمَاءُ **وَرُهْبَانًا** عُبَّادًا **وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾** عَنْ عِبَادَةِ الْحَقِّ کَمَا یَسْتَکْبِرُ الْیَهُوْدُ وَ اَهْلُ مَکَّةَ

ترجمہ:.........بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی (چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا فرمائی جس کی وجہ سے ان کی صورتیں بگڑ گئیں۔مراد اصحاب ایلہ ہیں) اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی

(انہوں نے ہی ان کے حق میں بددعا فرمائی تو سور بنا دیئے گئے۔ اس سے مراد اصحاب مائدہ ہیں۔) اور یہ (لعنت) اس لئے ہوئی کہ یہ لوگ نافرمانی کرتے تھے اور وہ حد سے گذر گئے تھے۔ وہ آپس میں منع نہیں کرتے تھے (ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے) جن برائیوں میں وہ پڑ جاتے تھے۔ یقیناً وہ بڑی ہی برائی تھی جو وہ کیا کرتے تھے (ان کے یہ کام) آپ ملاحظہ فرمائیں گے (اے محمد (ﷺ)) کہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو محبت اور تعلق رکھتے ہیں کفر کرنے والوں سے (مکہ کے باشندوں سے آپ (ﷺ) کی دشمنی میں) کیا ہی بری تیاری ہے جو اُن کے نفسوں نے ان کے لئے مہیا کر دی ہے (ان کی دشمنی کے کام) کہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ اور یہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں اور یہ لوگ اللہ پر اور اس کے نبی (محمد ﷺ) پر اور جو کتاب ان پر نازل کی گئی ہے اس پر ایمان رکھتے تو کبھی نہ بناتے (کفار کو) دوست لیکن ان میں زیادہ تر ایسے ہی ہیں جو سچائی کی حدوں سے باہر ہو گئے ہیں (ایمان سے خارج ہو گئے ہیں) یقیناً پائیں گے آپ (اے محمد (ﷺ)!) ایمان والوں کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہودیوں کو نیز مشرکین کو (مشرکین مکہ مراد ہیں کیونکہ کفر و جہالت اور خواہشات نفسانی کی پیروی میں یہ سب سے بڑھے ہوئے تھے) اور اہل ایمان کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔ (یہ ان کا مسلمانوں کی دوستی سے قریب تر ہونا) اس لئے ہے (اس وجہ سے ہے کہ) ان میں پادری (علماء) اور رہبان (عابد) ہیں اور اس لئے کہ ان میں گھمنڈ اور خود پرستی نہیں ہے (اللہ کی بندگی سے تکبر نہیں کرتے جیسا کہ یہودی اور مشرکین مکہ تکبر کرتے ہیں۔)

تحقیق وترکیب:.......... **لعن** یہود پر حضرت داؤد علیہ السلام نے اور نصاریٰ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے، جیسا کہ لفظ **لسان** سے ظاہر ہے اور **لسان** سے مراد کتاب بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی ان دونوں پیغمبروں کی کتابوں میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔ اصحاب ایلہ سے مراد ساحلی علاقہ طبریہ کے باشندے ہیں جنہوں نے داؤد علیہ السلام کے زمانے میں سنیچر کے روز احکام الٰہی کے برخلاف مچھلی کا شکار کھیل کر جسمانی یا روحانی مسخ کے عذاب میں مبتلا ہوئے جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بددعا فرمائی۔ **اللّٰھم العنم و اجعلھم قردۃ** اور اصحاب مائدہ سے مراد جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی جس کا ذکر اسی سورت کے آخر میں آرہا ہے اور جب انہوں نے ناشکری اور خلاف ورزی کی، حضرت مسیح علیہ السلام نے بددعا فرمائی۔ **اللّٰھم العنھم کما لعنت اصحاب السبت** ۔ چنانچہ تیر نشانہ پر لگا اور ان کو خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ **لایتناھون تنا ھی** باب تفاعل ای **لایمنعون و لا ینتھون** ۔ پس تناہی بمعنی انتہا ہے۔ یعنی باز نہیں رہتے۔ **عن معاودۃ** تقدیر مضاف اس شبہ کے دفعیہ کے لئے ہے کہ جس منکر اور برے کام کو کر لیا گیا ہے پھر اس کو روکنے کے کیا معنی؟ جواب یہ دیا ہے کہ مراد دۃ سے منکر کی نہی مراد ہے۔ **لبئس** نہی عن المنکر کے ترک کی برائی اس سے واضح ہے۔ لفظ ما فاعل ہے **بئس** کا اور **ان سخط** بتقدیر مضاف مخصوص بالمذمت ہے ای **موجب سخطہ تعالیٰ من العمل** یہ بیان ہے لفظ ما کا اور **معاودتھم** اس کی پہلی صفت اور **الموجب لھم** اس کی دوسری صفت ہے۔ جس کا معمول **ان سخط** ہے۔ **الیھود** یہ لتجدن کا مفعول ثانی ہے اور **علاوۃ** تمیز ہے اسی طرح لتجدن کا مفعول ثانی **اقربھم** ہے اور **الذین قالوآ** مفعول اولیٰ ہے اور **مودۃ** تمیز موصوف اور **الذین** اس کی صفت یا اس سے متعلق ہے۔

قسیسین بقول قطرب۔ رومی زبان میں قس اور قسیس کے معنی عالم کے ہیں۔

لایستکبرون معلوم ہوا کہ علم اور تواضع اور فکر آخرت نہایت مستحسن چیزیں ہیں۔ اگرچہ پادری اور راہب لوگوں کی طرف سے ہو۔

ربط:............ پچھلی آیات سے اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا ہے ان آیات میں بھی لعن الذین سے یہود و نصاریٰ کی برائیاں مذکور ہیں۔ اور پھر تریٰ کثیرا سے موجودہ یہودیوں کی مذمت کی جارہی ہے اور پھر مسلمانوں کی نسبت اہل کتاب کا تقابلی جائزہ لے کر یہ بتلانا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے کون زیادہ تعصب کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے، جس سے قرآن کی بے تعصبی واضح ہے۔

شان نزول:............ سعید بن المسیبؒ وغیرہ حضرات سے مروی ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے عمروؓ بن امیہ ضمری کو ایک فرمان دے کر نجاشی کے پاس روانہ فرمایا۔ نجاشی نے فرمان مبارک پڑھ کر جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کے ساتھ آنے والے مہاجرین کو دربار میں بلوایا اور کچھ سوالات اور جوابات کے بعد اُن سے قرآن سُنانے کی فرمائش کی۔ انہوں نے آیات مریم کی تلاوت فرمائی جن کو سن کر نجاشی اور دوسرے نیک دل لوگوں کی آنکھیں بہنے لگیں اور آنسو جاری ہوگئے۔ اس پر آیت لتجدن الخ نازل ہوئی۔ سعیدؓ بن جبیر کی روایت یہ بھی ہے کہ پھر نجاشی نے اپنے تیس منتخب درباریوں کو بھی بارگاہ نبوت (ﷺ) میں بھیجا اور جب ان کے سامنے سورۃ یٰسین پڑھی گئی تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

﴿تشریح﴾:............ **سب سے پہلے حبشہ میں مسلمانوں کو پناہ ملی:**............ یہاں نصاریٰ سے مراد جماعت حبشہ ہے جن میں یہود کی نسبت تعصب کم اور قبول حق کی صلاحیتیں زیادہ تھیں۔ جنہوں نے ہجرت حبشہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا برتاؤ کیا تھا اور قبول حق کے بعد نجاشی کے دربار میں اور آنحضرت (ﷺ) کی بارگاہ نبوت میں قرآن سن کر زار و زار رونا شروع کردیا تھا بلکہ تیس افراد سرور عالم (ﷺ) کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ دوسرے نصرانیوں میں اگر یہ اوصاف پائے جائیں تو ان کا حکم بھی یہی ہوگا۔

عیسائیوں کا تعریفی پہلو:............ آیت میں لفظ قیس درمیان سے اشارہ علت فاعلیہ کی طرف ہے اور تواضع اور عدم استکبار سے اشارہ علت قابلہ کی طرف ہے اور یہ دونوں علتیں نصاریٰ میں تو پائی جاتی ہیں، لیکن یہود ان سے محروم ہیں بلکہ ان کی اضداد سے متصف ہیں۔ یعنی محب دنیا اور متکبر ہیں اگرچہ ان میں بھی بعض علماء حقانی اسلام سے مشرف ہوچکے تھے لیکن ان کی اکثریت اس شرف مدح سے محروم رہی بلکہ مسلمانوں کی عداوت کا شکار رہی اور مشرکین بھی جب تک عداوت اور اسلام دشمنی میں مبتلا رہے اسلام سے محروم رہے۔ جب عناد نکل گیا مسلمان ہونا شروع ہوگئے۔

قرآن کریم میں نہ تو ایک طرف سے تمام عیسائیوں کی تعریف ہے اور نہ ہی خاص لوگ مراد ہیں:............ غرض کہ عیسائیوں کا درویش عالم ہونا اور متکبر نہ ہونا اور مسلمانوں سے قریب ہونا وغیرہ اوصاف پر نظر کرتے ہوئے۔ نیز سبب نزول اور لفظ قالوا بصیغہ ماضی اور لتجدن بصیغہ خطاب کا لحاظ کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ آیت میں تمام دنیا کے نصرانی مراد نہیں ہیں بلکہ وہ خاص عیسائی مراد ہیں جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں اور نہ ہی آیت میں اتنا خصوص مراد ہے کہ صرف نومسلم عیسائی پیش نظر رہے ہوں گے۔ اگرچہ سبب نزول اور آئندہ واذا سمعوا پر نظر کرتے ہوئے بعض مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں۔ پس آیت میں نہ مطلقاً عموم مراد ہے اور نہ مطلقاً خصوص بلکہ عموم خصوص من وجہ لینا بہتر ہے۔ چنانچہ اس کا شان نزول بھی عموم من وجہ کے منافی نہیں ہوگا۔

اخلاق حسنہ کی تعریف اور اسلام کی عالی ظرفی:............ جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوا کہ اخلاق حمیدہ خواہ کسی قوم میں

ہوں وہ حمیدہ ہی رہیں گے، وہیں اسلام اور قرآن کی عظیم الشان رواداری اور کشادہ قلبی، وسیع النظر بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کی اچھائیوں کے سراہنے میں بھی وہ بخل سے کام نہیں لیتا۔ کیونکہ سچائی سچائی ہے۔ حق وصداقت حق وصداقت ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ تو یہ تعریف دراصل ان اوصاف کی ہے نہ کہ افراد کی۔

نیز تثلیث پرست نصرانیوں کا کفر وشرک ذات وصفات الٰہیہ میں ہے۔ البتہ بعض یہود بھی حضرت عزیز علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر کفر کے مرتکب ہوئے لیکن عام یہودیوں کا کفر رسالت ونبوت سے متعلق ہے جو اگرچہ عیسائیوں کے کفر سے کم درجہ ہے اور عیسائیوں کا کفر بہ نسبت یہود کے شدید ترین ہے۔ لیکن دونوں جماعتوں کے اخلاق تفاوت کی وجہ سے یہود پر زیادہ ملامت کی گئی ہے پس یہی حال مسلمانوں میں مبتدع فرقوں کا سمجھنا چاہئے۔

نکات:............ آیت میں مطلقاً رہبانیت کی مدح سرائی نہیں کی جا رہی ہے کہ اس کی تمام خصوصیات قابل ستائش ہوں، بلکہ اس کے صرف ایک جز یعنی ترک محبت دنیا کے اعتبار سے تعریف ہے۔ نیز آیت قرب مودت سے مراد کامل قریب نہیں بلکہ قرب اضافی ہے۔ الذین اشرکوا بصیغہ ماضی اس کا قرینہ ہے کہ یہ حکم عداوت تمام دنیا کے اور ہر زمانہ کے مشرکین کے لئے عام نہیں ہے۔ اس لئے اگر کسی جگہ کے مشرک دوسروں کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ قربت رکھتے ہوں یا غیر متعصب ہوں تو قرآن اس کی نفی نہیں کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر کہیں یہود بھی مسلمانوں سے نفرت کی بجائے الفت رکھتے ہوں تو الیہود میں الف لام عہد کا لے لیا جائے گا۔ جس سے خاص یہود مراد ہوں گے۔ نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے تمام احکام بلحاظ اکثریت کے لگائے جاتے ہیں کچھ افراد کا نکل جانا قادح نہیں ہوا کرتا، یہ حکم ان نصاریٰ کے لئے جو فی الواقع عیسائی ہوں ورنہ محض مردم شماری یا نام کے اعتبار سے جو عیسائی کہلاتے ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ اسی طرح آیت میں عیسائیوں کے مسلمانوں سے قریب ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کے قریب ہو جائیں۔

لطائف آیات:............ آیت ذٰلک بانھم الخ سے معلوم ہوا کہ علوم واخلاق کو اعمال میں بہت زیادہ دخل ہے۔ مشائخ علوم واخلاق کا اہتمام اعمال سے زیادہ کرتے ہیں۔

﴿الحمد للہ کہ پارہ نمبر ۶ کی تفسیر وشرح تمام ہوئی﴾

پارہ نمبر ﴿۷﴾

وَاِذَا سَمِعُوْا

فہرست پارہ ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا﴾

نَزَلَتْ فِیْ وَفْدِ النَّجَاشِیْ اَلْقَادِمِیْنَ مِنَ الْحَبْشَةِ قَرَأَ عَلَیْهِمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُوْرَةَ یٰسٓ فَبَکَوْا وَاَسْلَمُوْا وَقَالُوْا مَا اَشْبَهَ هٰذَا بِمَا کَانَ یَنْزِلُ عَلٰی عِیْسٰی قَالَ تَعَالٰی **وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ** مِنَ الْقُرْاٰنِ **تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا** صَدَّقْنَا بِنَبِیِّكَ وَکِتَابِكَ **فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ﴿۸۳﴾** اَلْمُقِرِّیْنَ بِتَصْدِیْقِهِمَا وَقَالُوْا فِیْ جَوَابِ مَنْ عَیَّرَهُمْ بِالْاِسْلَامِ مِنَ الْیَهُوْدِ **وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ** اَلْقُرْاٰنِ اَیْ لَا مَانِعَ لَنَا مِنَ الْاِیْمَانِ مَعَ وُجُوْدِ مُقْتَضِیْهِ **وَنَطْمَعُ** عَطْفٌ عَلٰی نُؤْمِنُ **اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ﴿۸۴﴾** اَلْمُؤْمِنِیْنَ الْجَنَّةَ قَالَ تَعَالٰی **فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ﴿۸۵﴾** بِالْاِیْمَانِ **وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ﴿۸۶﴾** وَنَزَلَ لَمَّا هَمَّ قَوْمٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَنْ یُّلَازِمُوا الصَّوْمَ وَالْقِیَامَ وَلَا یَقْرَبُوا النِّسَآءَ وَالطِّیْبَ وَلَا یَاْکُلُوا اللَّحْمَ وَلَا یَنَامُوْا عَلَی الْفِرَاشِ **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ** تَتَجَاوَزُوْا اَمْرَ اللّٰهِ **اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴿۸۷﴾ وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا** مَفْعُوْلٌ وَالْجَارُّ وَالْمَجْرُوْرُ قَبْلَهٗ حَالٌ مُتَعَلِّقٌ بِهٖ **وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴿۸۸﴾**

ترجمہ: .... نجاشی کی جانب سے حبشہ سے جب ایک وفد آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (ﷺ) نے ان کو سورہ یٰسین کی آیات پڑھ کر سنائیں تو وہ رونے لگے اور اسلام قبول کر کے کہنے لگے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر جو وحی نازل ہوئی۔ یہ قرآن اس سے کس قدر مشابہ ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور جب یہ عیسائی کلام سنتے ہیں، جو اللہ کے رسول (ﷺ) پر نازل ہوا ہے (قرآن پاک) تو آپ دیکھیں گے کہ جوش گریہ سے ان کی آنکھیں بہنے لگتی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ وہ بول اٹھتے ہیں خدایا ہم ایمان لائے (آپ کے نبی (ﷺ) اور کتاب کی تصدیق کرتے ہیں) پس ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لیجئے (جو آپ کے نبی (ﷺ) اور کتاب کی تصدیق کا اقرار کرنے والے ہیں اور جو لوگ یہود میں سے اسلام قبول کرنے پر ان کو عار دلاتے ہیں، ان

کے جواب میں کہتے ہیں) ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس کلام پر جو سچائی کے ساتھ ہمارے پاس آیا ہے ایمان نہ لائیں (قرآن پر۔ یعنی ایمان لانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے بلکہ مقتضی ایمان موجود ہے) اور اللہ سے اس کی توقع رکھیں (اس کا عطف نومن پر ہے) کہ وہ ہمیں نیک کرداروں کے زمرہ میں داخل فرمادیں (مومنین کے ساتھ جنت میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں) تو اللہ نے ان کے اس کہنے کے صلہ میں جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے۔ ایسا ہی بدلہ نیک کرداروں کے لئے مقرر کیا گیا ہے (جو اہل ایمان ہیں) لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں (اگلی آیات اس وقت نازل ہوئیں جب کہ صحابہؓ کی ایک جماعت نے ہمیشہ روزے رکھنے اور رات بھر کھڑے رہنے اور بیویوں اور خواہشوں سے پرہیز کرنے اور گوشت نہ کھانے اور بستر پر نہ سونے کا ارادہ کرلیا) مسلمانو! اللہ نے جو اچھی چیزیں تم پر حلال کردی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو (اللہ کے حکم سے آگے نہ نکلو۔ اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتے اور جو کچھ اللہ نے تمہیں رزق دے رکھا ہے، اس میں سے اچھی اور حلال چیزیں کھاؤ (حلالاً طیباً مفعول ہے اور اس سے پہلے جو مما رزق جار مجرور ہے وہ اس سے متعلق ہوکر حال ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

تحقیق وترکیب: .... واذا سمعوا اس سے پہلے قال تعالیٰ نکال کر اشارہ استیناف کی طرف کردیا ہے ورنہ بعض حضرات نے اس کا عطف لایستکبرون پر کیا ہے۔ یعنی عیسائیوں کی قرب موت دو وجہ سے ہے۔ متکبر نہ ہونے کی وجہ سے اور اس لئے کہ حق بات سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں جو علامت ہے تاثر قلبی کی۔ تفیض یہ عبارت تینوں درجہ کی عبارت سے ابلغ ہے۔ اولیٰ عبارت یہ ہے فاض دمع عینه دوسری عبارت فاضت عینه دمعاً ہے اور تیسرے درجہ کی جو سب سے اعلیٰ ہے تفیض من الدمع ہے۔ تفصیل روح المعانی میں ہے۔ مما ، اس میں من ابتدائیہ ہے من الحق من بیانیہ ہے یا تبعیضیہ وما لنا. اس سے انکار سبب اور مسبب دونوں کی طرف متوجہ ہے۔ جیسا کہ آیت ومالی لااعبد میں ہے۔ صرف سبب کی طرف انکار متوجہ نہیں ہے کہ مسبب محقق ہو جیسے کہ فما لم لایؤمنون وغیرہ میں ہے۔

بما قالوا . لفظ قول جب کہ خلو اعتقاد سے مقید نہ ہو تو اس سے مراد قول مع الاعتقاد ہوتا ہے۔ جیسے کہا جائے هذا قول فلان اور بعض نے مجازاً قول کو رائے اور اعتقاد کے معنی میں لیا ہے جیسے هذا قول ابو حنیفة هذا مذهبه و اعتقاد. کذبو۔ اس کا عطف کفروا پر کیا گیا ہے۔ حالانکہ تکذیب کفر میں داخل ہے تاکہ بالقصد تکذیب کی مذمت ہوجائے۔ مما رزقکم اس میں من تبعیضیہ یا ابتدائیہ ہوسکتا ہے۔ نیز حلالاً حال بھی ہوسکتا ہے اور جار مجرور اس صورت میں مفعول اور من تبعیضیہ ہوجائے گا۔

ربط آیات: .... پچھلی آیات میں غیر متعصب اور انصاف پسند عیسائیوں کا ذکر تھا۔ آیت واذا سمعو میں اسلام قبول کرنے والے عیسائیوں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آیت یاایها الذین الخ سے پھر احکام فرعیہ کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ چونکہ پہلے رہبانیت اور ترک دنیا کی تعریف گزر چکی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی اس سے ترک لذات پر دھوکہ سے استدلال کرلے۔ اس لئے تحریم حلال کی ممانعت کا بیان زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ یہ پندرھواں (۱۵) حکم ہے۔

شان نزول: .... ترمذی وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دعوت کے موقعہ پر یا ویسے ہی آنحضرت (ﷺ) نے ایک مرتبہ قیامت کے اندوہناک حالات پر مشتمل وعظ کیا۔ اس سے متاثر ہوکر عثمان بن مظعونؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، مقداد بن اسودؓ، سالم مولیٰؓ، ابوحذیفہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابوبکرؓ، معقل بن مقرنؓ، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم نے آپس میں وہ عہد کیا جس کا تذکرہ مفسر علامؒ کررہے ہیں۔

﴿تشریح﴾:.........**تحریم کی تین صورتوں کے احکام:**.........تحریم تین طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اعتقادی، دوسرے قولی، تیسرے عملی۔ اول صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر حلال قطعی کو حرام سمجھا گیا ہے تب تو کافر ہو جائے گا۔ دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم کے الفاظ سے تحریم کی گئی ہے۔ مثلاً: فلاں چیز مجھ پر حرام ہے یا میں اس کو حرام کرتا ہوں یا فلاں چیز اگر کھاؤں یا فلاں کام کروں تو سور کھاؤں، حرام کھاؤں وغیرہ۔ تو ان میں اول صیغوں سے قسم ہو جائے گی اور اخیر صیغوں کا حکم یہ ہے کہ جہاں ان الفاظ سے قسم کا رواج ہوگا قسم ہو جائے گی۔ ورنہ قسم نہیں ہوگی۔ لیکن معصیت ہونے کی صورت میں اس قسم کا توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے۔ ہاں اگر الفاظ یمین استعمال نہیں کئے تو پھر یہ قسم لغو ہے۔ اس کا کچھ اثر نہیں ہے اور تیسری قسم یعنی عملاً تحریم بمعنی ترک حلال اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بدعت و رہبانیت ہے جس کا خلاف کرنا واجب ہے لیکن اس سے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

بعض اعمال واشغال میں ترک حیوانات کا حکم:.........البتہ اگر جسم ونفس کی عارضی مصلحتوں کی خاطر طبًا یا علاجًا کسی چیز کو ترک کر دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ مذکورہ تحریم میں داخل نہیں۔ بزرگوں سے اکثر مجاہدات اس قبیل سے منقول ہیں۔ ان پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔ ہاں ناواقف عاملوں میں جو ترک حیوانات وغیرہ خاص قسم کے طریقے مروج ہیں۔ ان میں بلاشبہ شائبہ شرک ہوتا ہے۔ وہاں حسن ظن کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ اصلاح واجب ہے۔

اور اتقوا اللہ کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تقویٰ حلال چیزوں سے پرہیز پر موقوف نہیں بلکہ حرام اور معصیت سے بچنا اصل تقویٰ ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ عام تقوے کے معنی کی رو سے تو تقویٰ کا توقف عدم تحریم پر ہوا لیکن اس معنی کے لحاظ سے تقوے کا عدم توقف تحریم پر ہوگا۔

لطائف آیات:.........آیت تری اعینهم الخ حالت وجد کے اثبات کی طرف اشارہ ہے۔ آیت وما لنا لانومن الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طمع بلا عمل معتبر نہیں ہے۔ آیت یاایها الذین الخ سے معلوم ہوا کہ بعض جاہل صوفیاء اور ناواقف عاملوں میں جو ترک حیوانات اعمال واشغال میں رائج ہے وہ نہ صرف یہ کہ بے اصل ہے بلکہ خلاف اصل اور باطل بھی ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ الْكَائِنِ **فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ** هُوَ مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ اللِّسَانُ مِنْ غَيْرِ قَصْدِ الْحَلْفِ كَقَوْلِ الْاِنْسَانِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ **وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ** بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ عَاقَدْتُّمُ **الْاَيْمَانَ** عَلَيْهِ بِاَنْ حَلَفْتُمْ عَنْ قَصْدٍ **فَكَفَّارَتُهٗٓ** اَيِ الْيَمِيْنِ اِذَا حَنِثْتُمْ فِيْهِ **اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ** لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ مُدٌّ **مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ** مِنْهُ **اَهْلِيْكُمْ** اَيْ اَقْصَدُهٗ وَاَغْلَبُهٗ لَا اَعْلَاهُ وَلَا اَدْنَاهُ **اَوْ كِسْوَتُهُمْ** بِمَا يُسَمّٰى كِسْوَةً كَقَمِيْصٍ وَعِمَامَةٍ وَاِزَارٍ وَلَا يَكْفِيْ دَفْعُ مَا ذُكِرَ اِلٰى مِسْكِيْنٍ وَاحِدٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ **اَوْ تَحْرِيْرُ** عِتْقُ **رَقَبَةٍ** مُؤْمِنَةٍ كَمَا فِيْ كَفَّارَةِ الْقَتْلِ وَالظِّهَارِ حَمْلًا لِلْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ **فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ** وَاحِدًا مَاذُكِرَ **فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ** كَفَّارَتُهٗ وَظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ لَا يُشْتَرَطُ التَّتَابُعُ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ **ذٰلِكَ** الْمَذْكُوْرُ **كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ** وَحَنِثْتُمْ **وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ** اِنْ تَنْكُثُوْهَا مَالَمْ تَكُنْ عَلٰى فِعْلِ بِرٍّ اَوْ

اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ كَمَا فِي سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ **كَذٰلِكَ** اَيْ مِثْلُ مَا بُيِّنَ لَكُمْ مَا ذُكِرَ **يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾** عَلٰى ذٰلِكَ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ** اَلْمُسْكِرُ الَّذِيْ يُخَامِرُ الْعَقْلَ **وَالْمَيْسِرُ** اَلْقِمَارُ **وَالْاَنْصَابُ** اَلْاَصْنَامُ **وَالْاَزْلَامُ** قِدَاحُ الْاِسْتِقْسَامِ **رِجْسٌ** خَبِيْثٌ مُسْتَقْذَرٌ **مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ** الَّذِيْ يُزَيِّنُهٗ **فَاجْتَنِبُوْهُ** اَيِ الرِّجْسَ الْمُعَبَّرَبِهٖ عَنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ اَنْ تَفْعَلُوْهُ **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ** اِذَا اَتَيْتُمُوْهُمَا لِمَا يَحْصُلُ فِيْهِمَا مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتَنِ **وَيَصُدَّكُمْ** بِالْاِشْتِغَالِ بِهِمَا **عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ** خَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لَهُمَا **فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾** عَنْ اِتْيَانِهِمْ اَيْ اِنْتَهُوْا **وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا** اَلْمَعَاصِيَ **فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ** عَنِ الطَّاعَةِ **فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾** اَلْاِبْلَاغُ الْبَيِّنُ وَجَزَاؤُكُمْ عَلَيْنَا **لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا** اَكَلُوْا مِنَ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قَبْلَ التَّحْرِيْمِ **اِذَا مَا اتَّقَوْا** اَلْمُحَرَّمَاتِ **وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا** عَلَى التَّقْوٰى وَالْاِيْمَانِ **ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا** اَلْعَمَلَ **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾** بِمَعْنٰى اَنَّهٗ يُثِيْبُهُمْ

ترجمہ: .... اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے۔ تمہاری لغو (ہونے والی) قسموں پر (کہ جن کی طرف بلا ارادہ قسم زبان سبقت کر جائے۔ جیسے واللہ باللہ کے الفاظ بے ساختہ زبان پر جاری رہتے ہیں) البتہ تم سے مواخذہ ہوگا۔ ان پر کہ تم نے مستحکم کر دیا ہو (لفظ عقد تم تخفیف اور تشدید کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور ایک قرأت میں عاقدتم ہے) جن قسموں کو (ارادہ کر کے قسمیں کھائی ہوں) تو ان کا کفارہ (جس قسم کو کھا کر توڑ دیا ہو) دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے۔ (ہر فقیر کو ایک مد وزن غلہ دینا ہے) درمیانی درجہ کا جیسے کہ تم کھلاتے ہو (وہ کھانا) اپنے بیوی بچوں کو (اوسط درجہ کا نہ اعلیٰ اور نہ ادنیٰ) یا ان کو کپڑا پہنا دینا (جو پورا لباس کہلائے۔ مثلاً: کرتہ، پاجامہ، عمامہ اور یہ تمام جوڑے ایک ہی فقیر کو دینا کافی نہیں ہوگا۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے) یا ایک (مومن) غلام آزاد کرنا (کفارہ قتل وظہار کی طرح مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے) اور اگر (یہ سب کچھ) میسر نہ آئے تو پھر تین دن تک روزے رکھنے چاہئیں (بطور کفارہ۔ اور ظاہراً اس میں پے در پے ہونا شرط نہیں ہے۔ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے) یہ (مذکورہ) کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم قسم کھا بیٹھو (اور توڑ دو) اور چاہئے کہ تم اپنی قسموں کی نگہداشت کرو (ان کو توڑو مت۔ تاوقتیکہ وہ قسمیں کسی نیک کام یا اصلاحی سلسلہ کے برخلاف نہ ہوں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے) اسی طرح (یعنی جیسا کہ مذکورہ حکم پر واضح کیا جا چکا ہے) اللہ تم پر اپنی آیتیں واضح کرتے رہتے ہیں تاکہ تم شکر گزار ہو سکو (ان باتوں پر) مسلمانو! بلاشبہ شراب (نشہ آور جو عقل کو بدمست کر دیتی ہے) اور جوا اور بت اور پانسے (جن سے قسمت کا حال معلوم کیا جاتا تھا) گندگی (ناپاک پلیدی) ہے شیطانی کارروائی کی (جو اس نے بنا سنوار کر پیش کر دیئے) لہٰذا ان سے بچو (جس گندگی کو ان عنوانات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر تم ان سے بچتے رہے تو) امید ہے کہ تم کامیاب ہو سکو گے۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دے (اگر تم نے یہ کام کر لئے کیونکہ شراب اور جوئے سے شرارت اور فتنے پھوٹ پڑتے ہیں) اور تمہیں روک دے (ان کاموں میں لگا کر) اللہ کی یاد اور نماز سے (بالتخصیص ان دونوں اعمال کا ذکر ان کی عظمت کے پیش نظر ہے) پھر اب بھی باز آؤ گے (ان دونوں کاموں کے ارتکاب سے۔ یعنی باز آ جانا چاہئے) اور اللہ کی

اطاعت کرو اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو اور بچتے رہو (گناہوں سے) پھر اگر تم نے روگردانی کی (کہا ماننے سے) تو یاد رکھو کہ ہمارے پیغمبر (ﷺ) پر تو صرف صاف صاف پیغام پہنچا دینا ہے (کھلے بندوں تبلیغ کر دینا ہے۔ رہا تمہیں بدلہ دینا سو وہ ہمارے سپرد ہے) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جو کچھ کھا پی چکے ہیں اس کے لئے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے (جوانہوں نے تحریم کا حکم آنے سے پہلے شراب نوشی اور جوئے بازی کی ہو) جبکہ وہ پرہیزگار رہے (حرام چیزوں سے) اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے اور برے کاموں سے رک گئے اور ایمان لائے (تقوے اور ایمان پر برقرار رہے) پھر پرہیز کیا اور بہترین کام (عمل) کئے اور اللہ نیک کرداروں کو دوست رکھتے ہیں (یعنی ان کو ثواب عطا فرمائیں گے)۔

تحقیق وترکیب:......... **باللغو**. ہمارے نزدیک خلاف واقعہ کسی بات کے متعلق گمان کر کے قسم کھانے کو یمین لغو کہتے ہیں۔ جیسا کہ مجاہد کی رائے ہے کہ صحابہؓ نے لذائذ کے ترک پر قربت سمجھتے ہوئے قسم کھائی تھی۔ جب ممانعت کا حکم آیا تو کہنے لگے۔ **کیف بایماننا**. اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور امام شافعیؒ کے نزدیک حضرت عائشہؓ کے قول کے بموجب یمین لغو کی تفسیر وہ ہے جو مفسر علامؒ نے ذکر کی کہ تکیہ کلام کے طریق پر بے ساختہ عوام کی زبان پر قسمیں جاری رہتی ہیں۔ **فی ایمانکم** اس کا تعلق یا لغو کے ساتھ ہے۔ لغا فی یمینہ کہتے ہیں۔ یا مقدر کے متعلق ہے۔ **ای کائنا فی ایمانکم**۔

عقدتم. ما مصدریہ ہے۔ تعقید بمعنی توثیق حمزہ، کسائی، ابوبکر تخفیف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور باقی قراء تشدید کے ساتھ اور ابن ذکو ان کی قرأت **عاقدتم** ہے۔ یعنی فاعل بمعنی فعل، شوافع کے نزدیک یمین غموس اور منعقدہ دونوں میں قصد ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں میں کفارہ ہوگا لیکن احناف کے نزدیک عقد کے معنی عزم علی الوفاء کے ہیں جو صرف یمین منعقدہ میں پائے جاتے ہیں۔ یمین غموس میں نہیں ہوتے۔

فکفارته. کفارہ بروزن **فعلة** معنی مصدری ہے جس سے گناہ محو ہو جاتے ہیں۔ اس میں تانقل یا مبالغہ کے لئے ہے۔ آیت میں چار چیزیں بطور کفارہ ذکر کی گئی ہیں۔ تین اول میں تخییر اور چوتھی صورت روزوں میں ترتیب ہے کہ جب پہلی تین صورتوں پر قدرت نہ ہو اس وقت روزوں سے کفارہ دلایا جائے گا۔ اللہ کی ذات وصفات کی قسم اگر کھائی، تب تو کفارہ کے لئے حانث ہونا شرط ہے، لیکن اگر غیر اللہ کی قسم کھائی، کعبہ کی یا نبی (ﷺ) کی تو اس میں حنث ہی نہیں ہے بلکہ اگر شرعاً قابل احترام چیز کی قسم کھائی تو بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام ہے ورنہ ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے **من کان حالفاً فلیحلف باللّٰہ او لیصمت**۔

مد ایک مد و رطل شرعی کے برابر ہوتا ہے اور ایک رطل بیس استار کا اور ایک استار ساڑھے چھ درہم وزن کا ہوتا ہے۔ یہ مقدار امام شافعیؒ کے نزدیک ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک ہر فقیر کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو دینی ضروری ہے۔

کسوتھم جو کپڑا ستر کے لئے کافی ہو۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ازار، قمیص یا چادر وغیرہ ہونی چاہئے۔

مسکین واحد. احناف کے نزدیک ایک فقیر کو دس روز تک کھانا دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اشارۃ النص سے ثابت ہے۔

رقبة احناف کے نزدیک مسلمان اور کافر غلام دونوں کو یہ مطلق لفظ شامل ہے۔ شوافع کا ظہار وقتل پر قسم کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ **لان المطلق یجری علی اطلاقه والمقید علی تقییده**۔

ثلثة ایام. امام شافعیؒ کے نزدیک روزوں کا مسلسل ہونا شرط نہیں ہے اور احناف کے نزدیک ابن مسعودؓ، ابن عباس، ابی بن کعبؓ کی قرأت **متتابعات** کی وجہ سے پے در پے ہونا ضروری ہے۔

اذا حلفتم. امام شافعیؒ اس لفظ سے استدلال کرتے ہیں کہ حلف کے بعد حانث ہونے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ پہلے مواخذہ کا عنوان ذکر ہوا ہے جو وجوب کا مرادف ہے، جس کے تحت یہ کفارہ داخل ہوگا۔ پس

گویا حانث ہونے سے پہلے کفارہ دینا واجب ہے۔ حالانکہ بغیر حنث کے بالا جماع کفارہ کا وجوب نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ وجوب کفارہ کے لئے حنث کی قید ضروری ہے۔

الخمر. مفسر علامؒ نے شافعی ہونے کی رعایت سے عام مسکر کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اور احناف کے نزدیک صرف انگور کا کشید کیا ہوا کچا شیرہ جو گاڑھا اور جھاگ دار ہو۔ چنانچہ قاموس میں ہے۔ **ما اسکر من عصیر العنب او عام**۔ اول قول احناف کا اور "او عام" سے دوسرا قول شوافع کا موید ہے۔

المیسر. اس سے مراد اگرچہ خاص قمار ہے، لیکن عبارت النفس سے شطرنج و چوسر، کیرم، اور ہر ایسی بازی ہے جس میں دو طرف سے شرط لگائی ہونا جائز ہے۔ البتہ اگر ایک طرف سے شرط لگائی جائے تو اس میں فقہاء نے گنجائش دی ہے۔ غرضیکہ نرد بالاتفاق حرام اور شطرنج بشرطیکہ نماز وغیرہ ضروریات دین میں حارج نہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مباح ہے۔ اس سے فقہی چیستان مشہور ہے۔ **الشطرنج ابا حنیفتی وھو الشافعی**۔

رجس. اصل میں یہ مصدر ہے۔ اسی لئے ایک قول پر اس کو متعدد چیزوں کی خبر بنانا باوجود واحد ہونے کے صحیح ہے۔ البتہ تقدیر مضاف اگر کی جائے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں رہتی۔

فاجتنبوہ. ضمیر مذکور کی طرف بھی راجح ہو سکتی ہے اور شیطان کی طرف لوٹانا اقرب ہے۔

العداوۃ. ضد صداقت ہے۔ جیسا کہ بغض ضد حب ہے۔ یعنی عداوت ظاہر اور بغض باطن ہوتا ہے۔

انتھوا. جلال مفسرؒ نے اشارہ کر دیا کہ استفہام بمعنی امر ہے بلکہ اس سے بھی ابلغ ہے۔ **لیس الخ** خطیب کی رائے ہے کہ پہلے ایمان وعمل صالح سے مراد دوام وثبات اور **اذ ما اتقوا** سے مراد تحریم خمر کے بعد اس سے بچنا ہے اور دوسرے **امنوا** سے مراد اس تحریم پر ایمان لانا ہے اور تیسرے **اتقوا** سے مراد عام معاصی سے پرہیز پر مداومت اور **احسنوا** سے مراد اعمال صالحہ کا اشتغال ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اول تقویٰ سے مراد کفر سے پرہیز اور دوسرے سے مراد کبائر ہے۔ اور تیسرے سے مراد صغائر سے پرہیز ہے۔

ربط آیات:......... تحریم طیبات بھی قسم کے ذریعہ سے بھی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے آیت **لایؤاخذکم الخ** سے یمین ہی کے اقسام واحکام پر گفتگو کی جارہی ہے جو ترک حلال کی ممانعت سے متعلق سولھواں حکم ہے۔ اس کے بعد آیت **انما الخمر الخ** سے سترہویں حکم میں بعض حرام چیزوں کے استعمال کی ممانعت کی جارہی ہے اور آیت **اطیعوا اللّٰہ** سے عام اطاعت کی ترغیب دی جارہی ہے اور پھر آیت **لیس علی الذین الخ** سے یہ بتلانا ہے کہ جو لوگ ممانعت کا حکم آنے سے پہلے شراب اور جوئے کے مرتکب ہو چکے ہیں وہ گناہگار اور نافرمان نہیں کہلائیں گے۔

شان نزول:......... ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قسموں کے متعلق جب حکم نازل ہوا تو صحابہؓ نے عرض کیا **کیف نصنع بایماننا اللتی حلفنا علیھا**. اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نیز ابن عباسؓ سے ابن حذیفہؓ کے سوال کے جواب میں مرفوعاً روایت ہے جس کے الفاظ **ثلثة ایام متتابعات** ہیں اور ابن مسعودؓ، ابی ابن کعبؓ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دو انصاری قبیلے کسی ضیافت میں جمع ہوئے۔ شراب نوشی شروع ہوئی اور بھائی بھائی ہونے کے باوجود نشہ کی حالت میں ایک دوسرے کا منہ کالا کیا گیا اور بری طرح بدمزگی پیدا ہوئی۔ دلوں میں نفرت کے جذبات ابھرے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ اس سلسلہ میں جب تدریجی آیات اور احکام نازل ہوئے تو بات صاف اور مکمل نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو دعا کرنی پڑی۔ **اللّٰھم بین لنا بیانا شافیا** یہ دعا قبول ہوئی اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں بھرپور طریقے سے برائی کا پہلو واشگاف کیا گیا۔

جب آخر میں فھل انتم منتھون فرمایا گیا تو حضرت عمرؓ بول اٹھے۔ یارب انتھینا اور مٹکوں میں جس قدر شراب تھی وہ سب گرادی گئی۔ حتیٰ کہ مدینہ شریف کی گلیوں اور نالیوں میں بہتی پھر رہی تھی۔ صحابہؓ نے شراب کے برتن تک توڑ دیئے کہ کہیں پھر اس کی ناپاک یاد تازہ نہ ہو جائے۔

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ وغیرہ صحابہؓ نے ان آیات کو سن کر عرض کیا کہ ہمارے ان گزرے ہوئے بھائیوں کا کیا بنے گا جنہوں نے تحریم سے پہلے شراب اور جوئے کا شغل کیا؟ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ **فقال ناس من المتکلمین عن رجس وھی فی بطن فلان وقتل قتل یوم احد** تو اس پر آیت **لیس علی الذین الخ** نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:......... **قسم کی قسمیں**:.........لغو کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس پر گناہ کا اثر مرتب نہ ہو۔ دوسرے جس پر کفارہ کا اثر مرتب نہ ہو۔ اس آیت میں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں یمین منعقدہ کا ذکر ہے۔ جس میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور پہلے معنی کا بیان سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ یمین منعقدہ کہتے ہیں آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قسم کھانا اور یمین لغو اس کے مقابل وہ ہے جس میں یہ بات نہ پائی جائے۔

قسم اور کفارہ:.........یمین منعقدہ میں قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔ نیز فقراء کو کھانا دینے میں اختیار ہے۔ خواہ دس آدمیوں کو دونوں وقت بٹھلا کر پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے یا ایک آدمی کو دس روز تک دو وقت کھلا دیا جائے۔ لیکن کوئی فقیر نہ تو شکم سیر ہو اور نہ کمسن بالغ ہو۔ اسی طرح ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے نیز یہ مسکین ایسے ہوں جن کو زکوٰۃ دینا درست ہو۔ کپڑوں کے متعلق جلال محقق تفصیل کر چکے ہیں۔ روزے رکھے ہوں تو متواتر رکھنے چاہئیں۔ اگر دو چار روزے رکھنے کے بعد کوئی کھانا یا لباس دینے پر قادر ہو گیا۔ یعنی صاحب نصاب ہو گیا تو روزوں سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ قسم جان کر توڑے یا بھول کر ٹوٹ جائے دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہوگا۔ حلف کی تفصیلی بحث سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

آیت میں صرف شراب اور جوئے کی برائی مقصود ہے:.........یہاں شراب، جوئے، بت، پانسہ کے تیروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن مقصود شراب و جوئے کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ لوگ شراب و جوئے کے عادی تھے۔ اسی لئے اس آیت میں صرف شراب و جوئے کی حکمت تحریم پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ ازلام تو جوئے ہی میں داخل ہے اور بتوں کا تذکرہ محض شراب و جوئے کی مذمت کے لئے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں بت پرستی کے درجہ کی ناپاک اور کفر کے قریب کی چیزیں ہیں۔

مختلف کھیلوں کا حکم:.........شراب و جوئے کو جس حکمت سے حرام کیا گیا ہے وہ شطرنج، چوسر، کریم، برج، تاش وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے یہ لہو و لعب بھی ناجائز ہونے چاہئیں۔ لاٹری اور معمے اس فیشن زدہ اور ترقی یافتہ دور کے جوئے ہیں اور کچھ طلبائے دین علمی تاش کا شغل رکھتے ہیں۔ اگر ضروریات میں حارج نہ ہو تو خیر ورنہ قابل ترک ہے۔

حرام ہونے سے پہلے شراب پینے والوں کا حکم:.........آیت **لیس علی الذین الخ** کا حاصل یہ ہے کہ صاحب ایمان و تقوے اور نیکوکار ہوتے ہوئے یہ بات مرحومین صحابہؓ سے بعید تھی کہ اگر ان باتوں سے ان کو روکا جاتا تو وہ باز نہ رہتے۔ ان کی باعمل زندگی تو اس کی شاہد ہے کہ اس حکم کے سامنے بھی حسب دستور وہ سر جھکا دیتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور ان کو اس حکم کے سننے اور اس کی تعمیل کرنے کا موقعہ قسمت سے فراہم نہ ہو سکا۔ اندریں صورت ان کو نافرمان کس طرح شمار کیا جا سکتا ہے وہ فرمانبرداری کے زمرہ ہی میں شامل ہیں۔

لطائف آیت:............آیت انما یرید الشیطن الخ سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے جس طرح اخروی مضرتیں ہوتی ہیں دنیاوی مضرتیں بھی اسی طرح پیش آتی ہیں۔ آیت لیس علی الذین الخ میں ایمان اور تقوے کو بار بار لانے سے اس طرح اشارہ ہوا کہ ان دونوں کے درجات مختلف اور بے شمار ہیں۔ ایک دوسرے سے متفاوت ہیں جن میں سالک ترقی کرتا رہتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمْ لَیَخْتَبِرَنَّکُمْ **اللّٰہُ بِشَیْءٍ** یُرْسِلُہٗ لَکُمْ **مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗٓ** اَیِ الصِّغَارَ مِنْہُ **اَیْدِیْکُمْ وَرِمَاحُکُمْ** اَلْکِبَارَ مِنْہُ وَکَانَ ذٰلِکَ بِالْحُدَیْبِیَۃِ وَھُمْ مُحْرِمُوْنَ فَکَانَتِ الْوَحْشُ وَالطَّیْرُ تَغْشَاھُمْ فِیْ رِحَالِھِمْ **لِیَعْلَمَ اللّٰہُ** عِلْمَ ظُھُوْرٍ **مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ** حَالٌ اَیْ غَائِبًا لَمْ یَرَہٗ فَیَجْتَنِبُ الصَّیْدَ **فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ** النَّھْیِ عَنْہُ فَاصْطَادَہٗ **فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ** مُحْرِمُوْنَ بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَۃٍ **وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ** بِالتَّنْوِیْنِ وَرَفْعِ مَابَعْدَہٗ اَیْ فَعَلَیْہِ جَزَاءٌ ھُوَ **مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ** اَیْ شِبْھُہٗ فِی الْخِلْقَۃِ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ بِاِضَافَۃِ جَزَاءٍ **یَحْکُمُ بِہٖ** اَیْ بِالْمِثْلِ رَجُلَانِ **ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ** لَھُمَا فِطْنَۃٌ یُمَیِّزَانِ بِھَا اَشْبَہَ الْاَشْیَاءِ بِہٖ وَقَدْ حَکَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ فِی النَّعَامَۃِ بِبُدْنَۃٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ فِیْ بَقَرِ الْوَحْشِ وَحِمَارِہٖ بِبَقَرَۃٍ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَوْفٍ فِی الظَّبْیِ بِشَاۃٍ وَحَکَمَ بِھَا ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُ وَغَیْرُھُمَا فِی الْحَمَامِ لِاَنَّہٗ یُشْبِھُھَا فِی الْعَبِّ **ھَدْیًا** حَالٌ مِنْ جَزَاءٍ **بٰلِغَ الْکَعْبَۃِ** اَیْ یَبْلُغُ بِہِ الْحَرَمَ فَیُذْبَحُ فِیْہِ وَیَتَصَدَّقُ بِہٖ عَلٰی مَسَاکِیْنِہٖ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُذْبَحَ حَیْثُ کَانَ وَنَصْبُہٗ نَعْتًا لِمَا قَبْلَہٗ وَاِنْ اُضِیْفَ لِاَنَّ اِضَافَتَہٗ لَفْظِیَّۃٌ لَا تُفِیْدُ تَعْرِیْفًا فَاِنْ لَمْ یَکُنْ لِلصَّیْدِ مِثْلٌ مِنَ النَّعَمِ کَالْعُصْفُوْرِ وَالْجَرَادِ فَعَلَیْہِ قِیْمَتُہٗ **اَوْ** عَلَیْہِ **کَفَّارَۃٌ** غَیْرُ الْجَزَاءِ وَاِنْ وَجَدَہٗ ھِیَ **طَعَامُ مَسٰکِیْنَ** مِنْ غَالِبِ قُوْتِ الْبَلَدِ مِمَّا یُسَاوِیْ الْجَزَاءُ لِکُلِّ مِسْکِیْنٍ مُدٌّ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ بِاِضَافَۃِ کَفَّارَۃٌ لِمَا بَعْدَہٗ وَھِیَ لِلْبَیَانِ **اَوْ** عَلَیْہِ **عَدْلُ** مِثْلُ **ذٰلِکَ** الطَّعَامِ **صِیَامًا** یَصُوْمُہٗ عَنْ کُلِّ مُدٍّ یَوْمًا وَاِنْ وَجَدَہٗ وَجَبَ ذٰلِکَ عَلَیْہِ **لِّیَذُوْقَ وَبَالَ** ثِقْلَ جَزَاءِ **اَمْرِہٖ** الَّذِیْ فَعَلَہٗ **عَفَا اللّٰہُ عَمَّا سَلَفَ** مِنْ قَتْلِ الصَّیْدِ قَبْلَ تَحْرِیْمِہٖ **وَمَنْ عَادَ** عَلَیْہِ **فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ** غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ **ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾** مِمَّنْ عَصَاہُ وَاُلْحِقَ بِقَتْلِہٖ مُتَعَمِّدًا فِیْمَا ذُکِرَ الْخَطَاءُ **اُحِلَّ لَکُمْ** اَیُّھَا النَّاسُ حَلَالًا کُنْتُمْ اَوْ مُحْرِمِیْنَ **صَیْدُ الْبَحْرِ** اَنْ تَاْکُلُوْہُ وَھُوَ مَالَا یَعِیْشُ اِلَّا فِیْہِ کَالسَّمَکِ بِخِلَافِ مَا یَعِیْشُ فِیْہِ وَفِی الْبَرِّ کَالسَّرْطَانِ **وَطَعَامُہٗ** مَا یَقْذِفُہٗ اِلَی السَّاحِلِ مَیْتًا **مَتَاعًا** تَمْتِیْعًا **لَّکُمْ** تَاْکُلُوْنَہٗ **وَلِلسَّیَّارَۃِ** الْمُسَافِرِیْنَ مِنْکُمْ یَتَزَوَّدُوْنَہٗ **وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ** وَھُوَ مَایَعِیْشُ فِیْہِ مِنَ الْوَحْشِ الْمَاْکُوْلِ اَنْ تَصِیْدُوْہُ **مَا دُمْتُمْ حُرُمًا** فَلَوْ صَادَہٗ حَلَالٌ فَلِلْمُحْرِمِ اَکْلُہٗ کَمَا بَیَّنَتْہُ السُّنَّۃُ **وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ**

اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الۡكَعۡبَةَ الۡبَيۡتَ الۡحَرَامَ الۡمُحَرِمَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ يَقُوۡمُ بِهٖ اَمۡرُ دِيۡنِهِمۡ بِالۡحَجِّ اِلَيۡهِ وَدُنۡيَاهُمۡ بِاَمۡنِ دَاخِلِهٖ وَعَدَمِ التَّعَرُّضِ لَهٗ وَجَبۡيُ ثَمَرَاتِ كُلِّ شَيۡءٍ اِلَيۡهِ وَفِيۡ قِرَاءَةٍ قِيَمًا بِلَا اَلِفٍ مَصۡدَرُ قَامَ عَيۡنُهٗ مُعۡتَلٌّ وَالشَّهۡرَ الۡحَرَامَ بِمَعۡنَى الۡاَشۡهُرِ الۡحُرُمِ ذُوالۡقَعۡدَةِ وَذُوالۡحِجَّةِ وَالۡمُحَرَّمُ وَرَجَبُ قِيَامًا لَهُمۡ بِاَمۡنِهِمُ الۡقِتَالَ فِيۡهَا وَالۡهَدۡيَ وَالۡقَلَآئِدَ قِيَامًا لَهُمۡ بِاَمۡنِ صَاحِبِهِمَا مِنَ التَّعَرُّضِ لَهٗ ذٰلِكَ الۡجَعۡلُ الۡمَذۡكُوۡرُ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيۡمٌ﴿۹۷﴾ فَاِنَّ جَعۡلَهٗ ذٰلِكَ لِجَلۡبِ الۡمَصَالِحِ لَكُمۡ اَوۡ دَفۡعِ الۡمَضَارِ عَنۡكُمۡ قَبۡلَ وُقُوۡعِهَا دَلِيۡلٌ عَلٰى عِلۡمِهٖ بِمَا فِي الۡوُجُوۡدِ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ لِاَعۡدَائِهٖ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ لِاَوۡلِيَائِهٖ رَّحِيۡمٌ﴿۹۸﴾ بِهِمۡ مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡاِبۡلَاغُ لَكُمۡ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ مِنَ الۡعَمَلِ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ﴿۹۹﴾ تُخۡفُوۡنَ مِنۡهُ فَيُجَازِيۡكُمۡ بِهٖ قُلۡ لَّا يَسۡتَوِي الۡخَبِيۡثُ الۡحَرَامُ وَالطَّيِّبُ الۡحَلَالُ وَلَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ الۡخَبِيۡثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِيۡ تَرۡكِهٖ يٰۤاُولِي الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴿۱۰۰﴾ تَفُوۡزُوۡنَ

ع ۱۳ / ۷ / ۲

ترجمہ:......... مسلمانو! تمہارا امتحان (آزمائش) کریں گے اللہ تعالیٰ ایک حد تک شکار سے (تمہارے پاس بھیج کر) کہ پہنچیں گے (ان میں سے چھوٹے جانوروں تک) تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے (بڑے جانوروں تک۔ یہ واقعہ حدیبیہ میں پیش آیا، جبکہ لوگ احرام میں تھے اور وحشی جانور اور پرندے کجاووں کے آس پاس جھنڈ کے جھنڈ آرہے تھے) تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے (کھلم کھلا) کہ کون غائبانہ اس سے ڈرتا ہے (یہ حال ہے یعنی غائبانہ اللہ کے دیکھے بغیر کون شکار سے بچتا ہے) پھر اس کے بعد کوئی حد سے گزر جائے گا (ممانعت کے بعد شکار کھیلے گا) تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ مسلمانو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ کھیلو (خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا) اور جو کوئی تم میں سے جان بوجھ کر جانور مار ڈالے گا تو اس کا بدلہ (لفظ جزاء تنوین کے ساتھ ہے اور اس کا مابعد مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ فعلیہ جزاءٌ ھو) مارے ہوئے جانور کے مثل جو پایہ ہونا چاہئے (یعنی خلقت کے لحاظ سے یہ بدلہ شکار کے مانند ہونا چاہئے اور ایک قرأت میں لفظ جزاء اضافت کے ساتھ ہے) اس کا فیصلہ (یعنی برابری کا فیصلہ دو آدمی) منصف تم میں سے کریں گے (جن کو شکار کے اشبہ بدلہ تجویز کرنے کی سمجھ بوجھ ہو۔ ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ نے شتر مرغ کے بدلہ میں اونٹ اور ابن عباسؓ اور ابو عبیدہؓ نے گورخر اور جنگلی گدھے کے بدلے میں گائے بیل، اور ابن عمرؓ اور عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے ہرن کے بدلہ میں بکری اور ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ نے کبوتر کے بدلہ میں بکری کا فیصلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ بکری اور کبوتر دونوں جانور گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پیتے ہیں) بشرطیکہ نیاز کے طور پر (یہ حال ہے جزاء سے) کعبہ تک پہنچائی جائے (یعنی حرم میں لے جاکر اس کی قربانی کی جائے اور پھر فقیروں پر اس کو خیرات کر دیا جائے۔ یہ نہیں کہ جہاں جی چاہے جانور ذبح کرلے اور بالغ الکعبہ کا منصوب ہونا اضافت کے باوجود ماقبل کی صفت ہونے کی وجہ سے ہے، کیونکہ اضافت لفظیہ ہے جس سے اسم معرفہ نہیں بنتا۔ لیکن اگر کسی شکاری جانور کی مانند کوئی چوپایا نہ ہو جیسے چڑیا، ٹڈی، تو وہاں پھر اس شکار کی قیمت لی جائے گی) یا (اس پر) کفارہ ہے (علاوہ جزاء کے۔ اگرچہ جزاء پائی جائے تب بھی کفارہ) مساکین کو دے دیا جائے (جس دیس میں جو غلہ زیادہ استعمال ہوتا ہے اس سے بدلہ کا تخمینہ کر کے ہر فقیر کے ایک مد غلہ دے دیا جائے اور ایک قرأت میں لفظ کفارۃ مابعد کی طرف مضاف ہے۔ اضافت بیانیہ کے ساتھ) یا (اس

پر) اس (غلہ) کے برابر (مانند) روزے ہوں گے (ہر مد غلہ کے بدلہ میں ایک دن کا روزہ رکھ لے اور غلہ اگر موجود ہو تو پھر وہی واجب ہو جائے گا) تا کہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ (بدلہ) چکھے (جو کام اس نے کیا ہے) اللہ نے درگزر کیا اس سے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا ہے (تحریم سے پہلے جو شکار کھیلا ہے) لیکن جو کوئی پھر کرے گا (شکار) تو اللہ میاں اس سے بدلہ لیں گے، اور اللہ غالب ہیں (اپنے کام میں زبردست) اور انتقام لے سکتے ہیں (نافرمانوں سے اور عمداً شکار کے مذکورہ حکم میں نادانستہ شکار بھی شریک ہے) تمہارے لئے حلال ہے (بغیر حرام کی حالت میں ہو یا احرام کی حالت میں) سمندری اور دریائی شکار (اس کو کھا سکتے ہو۔ دریائی جانور کی تعریف یہ ہے کہ جو پانی کے بغیر نہ رہ سکتا ہو جیسے مچھلی۔ برخلاف اس جانور کے جو تری اور خشکی دونوں میں رہ سکتا ہو۔ جیسے سرطان) اور اس کا کھانا (جس کو سمندر نے مردہ ساحل پر پھینک دیا ہو) تا کہ تمہیں اس سے نفع (فائدہ) پہنچے (تم اس کو کھا سکو) اور اہل قافلہ بھی فائدہ اٹھائیں (تمہارے ساتھ مسافر اس کو توشہ بنالیں) لیکن تم پر حرام کر دیا گیا ہے خشکی کا شکار (جو وحشی جانور خشکی میں رہتے سہتے ہوں، ان کا شکار ممنوع ہے) جب تک تم احرام کی حالت میں ہو (تاہم اگر بلا احرام کسی شخص نے اس کو شکار کر لیا ہو تو محرم کے لئے اس کا کھانا روا ہے۔ جیسا کہ سنت سے معلوم ہوتا ہے) پس اللہ سے ڈرو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کر کے لے جاؤ گے۔ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت (احترام) کا گھر ہے۔ لوگوں کے لئے قیام کا ذریعہ بنا دیا ہے (جو حج جیسے دینی کام کی ادائیگی کی جگہ اور دنیاوی لحاظ سے بھی اس میں داخل ہونے والے کے لئے امن ہے اور کوئی نگاہ بھر کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ نیز ہر قسم کے پھل پھول وہاں مہیا کر دیئے گئے ہیں اور ایک قرأت میں لفظ قیماً بغیر الف کے ہے۔ قام کا مصدر ہے جس کا عین کلمہ معتل ہے) اور محترم مہینوں کو (شہر حرام بمعنی اشہر حرم ہے۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب کے مہینے ہیں جو لوگوں کے لئے جنگ سے رکاوٹ کے باعث زندگی برقرار رکھنے کا ذریعہ بن گئے) اور قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں (اُن کے لئے قیام کا ذریعہ بنا دیا ہے ان کے مالکوں سے تعرض نہ ہونے کی وجہ سے) یہ مذکورہ قرارداد) اس لئے ہے تا کہ تم جان لو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ سب کا حال جانتے ہیں اور وہ ہر بات کا علم رکھنے والے ہیں۔ (تمہارے لئے منافع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے اسی قسم کی قرارداد کو منظور فرمانا اس کی دلیل ہے کہ پچھلی اگلی باتوں کا انہیں علم ہے) جان لو! کہ اللہ سخت سزا دینے والے (اپنے دشمنوں کو) اور بخشنے والے (اپنے دوستوں کو) اور (ان پر) رحم فرمانے والے ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) کے ذمہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ پیغام پہنچا دے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ تم کھلے طور پر کرتے ہو (ظاہراً عمل کرتے) اور جو کچھ چھپا کر کرتے ہو (پوشیدہ طریقہ سے۔ چنانچہ سب پر تمہیں بدلہ ملے گا۔ اے پیغمبر (ﷺ)! ان سے فرما دیجئے کہ ناپاک (حرام) اور پاک (حلال) چیز برابر نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ تمہیں گندی چیز کا بہت ہونا اچھا لگے۔ پس اللہ سے ڈرو۔ (اس کے چھوڑنے میں) اے ارباب دانش: تا کہ تم فلاح یاب ہو سکو (کامیاب بن سکو)۔

تحقیق وترکیب: ....الصید . یہ امتحان ایسا ہی تھا جیسے اصحاب السبت کا مچھلیوں کے سلسلہ میں ہوا۔ مگر امت محمدیہ کامیاب ہوئی۔ اس لئے دین و دنیا کی عزت کی مستحق ہوئی اور قوم موسیٰ علیہ السلام ناکام رہی۔ اس لئے مسخ کا شکار بنی۔ یہاں وحشی جانور بری مراد ہے۔ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم۔ لیکن امام مالکؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک صرف ماکول اللحم مراد ہے۔ تاہم کٹ کھنا کتا، کوا، بچھو، چوہا، چیل، بھڑ اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ حدیث خمس من الفواسق الخ کی وجہ سے۔ البتہ مچھر، چیچڑی، ٹڈی، چیونٹی، کچھوا ہمارے نزدیک معاف ہیں برخلاف امام زفرؒ کے۔

ایدیکم و رماحکم. ہاتھ سے مراد عام ہے۔ جال، پھاند وغیرہ آلات سب داخل ہو جائیں گے۔ اسی طرح رماح سے مراد بھی عام آلات ہیں۔ خواہ تیر ہو یا بندوق وغلیل اور شیء پر تنوین تحقیر کی ہے۔

حدیبیہ مکہ معظمہ سے نو میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کو آج کل شمسیہ کہتے ہیں۔

المعنی یعنی لیبلونکم سے جو ممانعت شکار مفہوم ہو رہی ہے۔ مثل امام شافعیؒ، امام محمدؒ کی رائے اور قول مشہور پر امام مالکؒ کی

رائے تو وہی ہے جو مفسر علامؒ نے بیان کی۔ لیکن شیخین کے نزدیک صرف مثل معنوی یعنی قیمت مراد ہے۔ یعنی دو ذی رائے شخص مقامی یا غیر مقامی قرب وجوار کے لحاظ سے اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کرلیں۔ اس کے بعد تین باتوں کا اختیار ہے۔ خواہ اس قیمت سے جانور خرید کر فدیہ میں ذبح کر ڈالیں یا غلہ خرید کر صدقۃ الفطر کی مقدار ہر فقیر کو دے ڈالیں یا ہر فقیر کے حصہ کے بدلہ روزہ رکھ لیں اور جو غلہ آخر میں صدقۃ الفطر سے کم مقدار میں بچ جائے اس کو خیرات کر دیا جائے یا اس کے بدلہ پورے دن کا روزہ رکھ لیا جائے اور صحابہؓ کے مثل صوری واجب کرنے کا جواب بقول صاحب ہدایہ یہ ہوگا کہ ان کی مراد بھی تخمینہ اور اندازہ ہی ہے نہ کہ علی التعیین ایجاب۔ اس لئے حنفیہ کے خلاف نہیں۔

بالغ الکعبة۔ چونکہ ھدیاً نکرہ موصوف ہے اور بالغ الکعبۃ اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو گیا تو صفت موصوف کے درمیان تطابق نہ رہا؟ جلال محققؒ اسی کے دفعیہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اضافت لفظیہ غیر حقیقیہ ہے جو مفید تعریف نہیں ہوتی بلکہ صرف تخفیف لفظ کا فائدہ دیتی ہے کہ تنوین ساقط ہو جایا کرتی ہے۔ غرض یہ کہ موصوف بھی نکرہ اور صفت بھی نکرہ۔ گو دیکھنے میں بظاہر معرفہ ہے **فاندفع الاشکال**. کعبہ بلند اور مربع ہونے کی وجہ سے کعبہ کہلاتا ہے۔ اہل عرب ہر مکعب اور مربع چیز کو کہہ دیتے تھے۔

وان وجده اشارہ اس طرف ہے کہ او تخییر یہ ہے اور یہ لفظ مبالغہ کے لئے ہے۔ یعنی اگر جزاء نہ پائی جائے تو کفارہ بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ او عدل بمعنی مساوی بولتے ہیں۔ **عندی غلام عدل غلامک**.

والحق بقتله۔ بظاہر نص اگرچہ عمداً شکار کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ **ومن قتله منکم متعمداً**۔ شرط ہے اور عدل شرط مستلزم عدم جزاء کو ہوا کرتی ہے۔ نیز لفظ انتقام بھی قتل عمد کی تائید و تاکید کر رہا ہے۔ اسی طرح لفظ عود " **ومن عاد**" میں بھی عمد ہی پر دلالت کر رہا ہے۔ لیکن جمہور خطاء شکار کو بھی اسی میں داخل کرتے ہیں۔ کیونکہ "**حرم علیکم صید البر ما دمتم حرماً**" فرمایا گیا ہے۔ یعنی احرام کی وجہ سے شکار ممنوع ہے۔ پس دانستہ اور نادانستہ یکساں ہونا چاہئے۔ خطاء یا لاعلمی کی وجہ سے حکم ساقط نہیں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ حلق راس میں ہے۔ نیز حدیث "**فی الضبع کبش**" "**اذا قتله المحرم**" اور صحابہؓ کا قول "**فی الظبی شاة**" بھی مطلق ہے۔ اس میں عمد کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور زاہدی سے منقول ہے کہ آیت سے عمداً کا حکم اور سنت سے خطاء شکار کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔ بقول صاحب جمل کے خطاء پر گناہ نہیں اور عمد پر گناہ بھی ہوگا۔

صید البحر۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تمام دریائی جاندار چیزیں حلال ہیں۔ خواہ خشکی کے غیر ماکول حیوان کی شکل پر ہوں جیسے دریائی انسان، کتا، خنزیر وغیرہ۔ البتہ بقول قاضی بیضاویؒ حنفیہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے اور فتاویٰ حمیدیہ نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ جھینگہ مچھلی کے دو قول ہیں۔ بعض حرام کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مچھلی کی قسموں میں داخل نہیں اور بعض کے نزدیک حلال ہے۔ کیونکہ اس کو "جھینگہ مچھلی" کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا یہ بھی مچھلی کی قسم ہے۔ لیکن ایسی صورت میں احتیاط نہ کھانے ہی میں ہے۔

کالسرطان. بمعنی کیکڑہ۔ مینڈک اور نا کو بھی اسی حکم میں ہیں۔ **بالحج الیه**۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔ **ینزل من السماء کل یوم ولیلة مائة وعشرون رحمة. ستون للطائفین واربعون للمصلین وعشرون للناظرین**.

القلائد۔ اگر ہدی سے مراد قربانی کا جانور اور قلائد سے مالک جانور ہوں۔ تب تو عطف تغایر کے لئے ہے اور قلائد سے مراد ذوات القلائد یعنی بدنہ لیا جائے تو پھر عطف خاص علی العام ہو جائے گا۔

اعجبك. قاموس میں اعجاب کے دو معنی لکھے ہیں۔ عجب کے اور سرور کے لیکن خبیث چیز سے سرور تو عاقل کی شان سے بعید ہے۔ البتہ خفاء حق کی وجہ سے عجب ہو سکتا ہے۔ اس میں واؤ عطف شرطیہ کے لئے ہے یا حال کے لئے ہے "**ای لو لم یعجبک ولو اعجبک**" ثانی جملہ کی موجودگی میں اول جملہ کو حذف کر دیا ہے اور جواب تو محذوف ہے۔ جس پر ما قبل دال ہے۔

الخبیث. اس کی تقدیم اس لئے ہے کہ عدم مساوات خبیث کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے۔

ربط آیات:......... ابتداء سورت میں بحالت احرام شکار کی ممانعت بتلائی تھی۔ آیت **یا ایها الذین الخ** میں اسی کی کچھ

تفصیل ہے یا کہا جائے کہ ابھی تحریم حلال کا بیان چل رہا تھا۔ اس مناسبت سے فرماتے ہیں کہ بعض حلال چیزوں میں ہم تحریم بھی کر سکتے ہیں۔ یہ گویا اٹھارواں حکم ہے جو شکار سے متعلق ہے۔ آگے آیت احل لکم الخ سے بری اور بحری شکار کی تفصیل کر کے اسی حکم کا تتمہ بیان کر دیا۔ آگے آیت جعل اللّٰہ الکعبۃ الخ میں ممانعت شکار کے حکم کی گرانی کم کرنے کے لئے بیت اللہ کی عظمت اور اس سے متعلق منافع اور مصالح کی تفصیل بیان فرمادی۔ اور آیت اعلموا الخ میں ان مختلف احکام کے امتثال کی ترغیب اور خلاف ورزی پر ترہیب بیان کی جارہی ہے۔

شانِ نزول: .... ابن ابی حاتم سے مروی ہے کہ یاایھا الذین امنوا الخ عمرۃ الحدیبیہ کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ جب آنحضرت (ﷺ) کے ساتھ چودہ سو ۱۴۰۰ اصحابؓ ہمرکاب تھے۔ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا گیا اور حضرت عثمان غنیؓ سفارت پر اہل مکہ کے پاس تشریف لے گئے تو بکثرت جانور صحابہؓ کے خیموں کے آس پاس جھنڈ کے جھنڈ آنے لگے۔ لیکن احرام کی وجہ سے پکڑنے کی ممانعت کردی گئی اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت (ﷺ) نے تحریم شراب کا ذکر فرمایا تو ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میں اس کی تجارت کرتا ہوں۔ پس اس میں سے کچھ مال اللہ کے نام پر نکال کر دیا کروں تو کیا میرے لئے نافع ہوگا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا۔ ان اللّٰہ لایقبل الا الطیب چنانچہ آیت لایستوی الخبیث الخ آپ (ﷺ) کی تائید کے لئے نازل ہوئی۔ یہ روایت اگرچہ جمہور مفسرین نے قبول نہیں کیا اور ان ہی کی رائے اولیٰ ہے، تاہم اگر روایت صحیح مان لی جائے تو اعرابی کے تساہل پر محمول کیا جائے گا۔ نیز آپ (ﷺ) کا اس آیت کو تلاوت فرمانا استشہاداً ہوگا جس کو راوی نے اس موقعہ پر نازل ہونا سمجھ لیا ہے۔

﴿تشریح﴾: .... **حکم نازل ہونے سے پہلے خلاف ورزی جرم نہیں کہلائے گی:** .... آیت عفا اللّٰہ عنہ کے ایک معنی یہ بھی ہوئے کہ آیت کے نازل ہونے یا اسلام سے پہلے حرم یا احرام کے احترام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شکار کیا ہے۔ وہ اگرچہ پہلے مقررہ قواعد کی رُو سے بُرا تھا، لیکن چونکہ اسلام لانے سے پہلے یا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا، اس لئے قابل عفو ہے۔ تاہم آئندہ اگر کوئی اس ممانعت کی خالف ورزی کرے گا تو اس ارتکاب کو پہلے جرم کے لحاظ سے عود ہی سمجھا جائے اس لئے مستحق انتقام قرار دیا جائے گا۔

حرم اور احرام سے متعلق احکام شکار: .... جس طرح بحالت احرام شکار کے یہ احکام ہیں: اس طرح حرم کے جانوروں کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ البتہ احرام کی حالت میں جنایت کرنے سے روزوں کا حکم بطور کفارہ ہے وہ بغیر احرام کے کافی نہیں ہوگا۔ شکاری جانور خواہ ماکول ہو یا غیر ماکول، ان کے لئے وحشی ہونا ضروری ہے کیونکہ صید کا مفہوم ہی یہ ہے۔ اس لئے گھریلو اور پالتو جانور بھیڑ، بکری، گائے، بیل، بھینس، اونٹ وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ ان کا کھانا حلال ہے کہ وہ شکار ہی نہیں ہیں۔ البتہ چیل، کوا، بھیڑیا، سانپ، بچھو، کٹ کھنا کتا اور حملہ آور درندہ، خشکی کے یہ چند موذی جانور احادیث سے مستثنیٰ ہوں گے اور الصید میں الف لام عہد کا ماننا پڑے گا۔ اسی طرح آیت کی وجہ سے دریائی شکار کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔ احرام وحرم کے بغیر اگر کوئی حلال جانور شکار کیا جائے۔ بشرطیکہ اس کے شکار میں محرم کی کسی طرح کی اعانت وشرکت شامل نہ ہو۔ اس کا کھانا محرم کے لئے حلال ہے۔ چنانچہ آیت میں لاتقتلوا فرمایا گیا ہے لاتاکلوا نہیں فرمایا گیا۔

جزائے فعل اور جزائے محل: .... دانستہ شکار میں جس طرح جزاء واجب ہے اسی طرح خطا ونسیان سے شکار کرنے میں بھی جزاء آئے گی۔ البتہ اول صورت میں جزائے فعل سمجھی جائے گی۔ اور متعمداً کی قید کا یہی فائدہ ہوگا اور دوسری غیر دانستہ صورت میں جزائے محل ہوگی۔ نیز پہلی مرتبہ شکار میں جس طرح جزاء واجب ہوگی بار بار شکار میں بھی اسی طرح جزاء آئے گی۔ البتہ کئی گناہ پر

اصرار چونکہ ایک درجہ میں گستاخی اور جرأت سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے اخروی انتقام کا باعث بھی ہوگی۔

شاہی حرم کے شکار کا تاوان:......... جانور کی قیمت کا تخمینہ دو معتبر اور ذی رائے شخص یا ایک شخص کر لے، پس اگر شکار غیر ماکول جانور ہے تب تو یہ قیمت کسی حال میں ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں ماکول جانور ہے تو جس قدر تخمینہ بھی ہو جائے اس کی تین صورتیں ہوں گی۔ خواہ اس قیمت سے کوئی جانور قربانی کی شرائط کے مطابق خرید کر حدود حرم میں ذبح کر کے فقیروں کو خیرات کر دیا جائے یا غلہ خرید کر ہر فقیر کو صدقۃ الفطر کے برابر اسی تولہ فی سیر کے حساب سے پونے دو سیر کے قریب اور آج کل کے نئے اوزان کے لحاظ سے تقریباً ایک کلو چھ سو تینتیس گرام گیہوں اور اس سے دوگنے جو غیرہ ہوتے ہیں دے دے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ فی نصف صاع ایک ایک روزہ رکھ لے اور اگر نصف صاع سے کم غلہ بچے یا کسی جانور کا تخمینہ ہی اتنا ہو تو دونوں صورتوں میں خواہ وہ غلہ فقیر کو دے دیا جائے یا اس کے بدلے پورے دن کا روزہ رکھ لیا جائے، البتہ غلہ کی تقسیم میں اور روزے رکھنے میں حرم کی قید نہیں ہے۔

لیکن اگر کچی جنس دینے کے بجائے ہر فقیر کو دو وقت شکم سیر کر کے کھانا کھلا دیا جائے، بشرطیکہ پہلے سے پیٹ بھرا ہوا ہے اور نابالغ بچہ نہ ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ اسی طرح تخمینہ کی قیمت سے جانور خرید کر کم دام بچ جائیں تو ان میں بھی پھر ان ہی تین باتوں کا اختیار ہے۔ دوسرا جانور اور خرید لے یا غلہ تقسیم کر دے یا اتنے ہی روزے رکھ لے۔

شکاری جانور کے زخم کا تاوان:......... شکار مارنے میں جس طرح جزاء کا تخمینہ کرایا جائے گا اسی طرح شکار کو زخمی کرنے کی صورت میں بھی جزاء کا تخمینہ کر کے مذکورہ تین صورتیں کی جائیں گی۔ محرم کے لئے جن جانوروں کا شکار ممنوع ہے ان کا ذبح بھی حرام ہے۔ ایسے مذبوحہ جانور کو مردار سمجھا جائے گا اور اس کی جزاء تخمینہ کی بھی یہی تین صورتیں ہوں گی۔ کیونکہ ذبح کرنا بھی ایک طرح کا قتل ہی ہے۔ جو لا تقتلوا میں داخل ہے۔ نیز شکار کی طرف اشارہ یا دلالت یا اعانت بھی بطور عموم مجاز لا تقتلوا میں داخل ہے۔ گویا حقیقی قتل اور تسبب قتل دونوں ممنوع ہیں۔ شکار اگر جنگل میں کیا گیا ہے تو قریب کی آبادی میں قیمت کا تخمینہ کرایا جائے گا۔ مثل صوری اور مثل معنوی کی مفصل بحث کتب اصول میں مذکور ہیں۔

دریائی جانور سے وہ جانور مراد ہیں جن کا مولد و مسکن دونوں پانی ہی ہوں۔ پس بطخ اور مرغابی وغیرہ خشکی کے جانور ہوں گے دریائی نہیں ہوں گے۔ البتہ طعامہ کی ضمیر صرف ماکول اور مطعوم کی طرف راجع ہو کر مچھلی مراد ہوگی۔ اکثر فقہاء کے نزدیک غیر مطعوم جانور بھی اسی حکم میں ہیں کہ ان کو پکڑنا اور مارنا درست ہے۔ اگرچہ ان کا کھانا درست نہ ہو۔ خشکی کے جانور کا تقابل بھی اسی کو مقتضی ہے کہ جس طرح وہاں ماکول غیر ماکول جانور شکار کے حرام ہونے میں برابر ہیں، اسی طرح یہاں حلت میں دونوں یکساں ہونے چاہئیں۔

کعبہ کی دنیوی اور دینی برکات:......... کعبہ کی جن برکات و مصالح کا بیان آیت جعل اللّٰہ الخ میں کیا گیا ہے۔ وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک زمانی یعنی اشہر حرم۔ دوسرے مکانی۔ یعنی خود خانہ کعبہ اور دو چیزیں مکان کے متعلقات میں سے ہیں۔ یعنی ہدی اور قلائد، غرضیکہ ان تینوں چیزوں میں حرمت تو مشترک ہے ہی۔ ایک خاص تحریم یہ بھی ہے کہ ان تینوں میں بالواسطہ یا بلا واسطہ کعبۃ اللہ کی تعظیم بھی ہے اور دراصل یہی مبنی ہے احرام کی حالت میں شکار کے حرام ہونے کا۔ کیونکہ احرام کا تعلق حج وعمرہ سے ہے اور حج وعمرہ کا تعلق بیت اللہ سے ظاہر ہے۔ پس اس طرح ان چاروں میں یہ ایک خاص مناسبت ہوگئی۔ لیکن بقول قاضی بیضاویؒ اگر شہر حرام کی تفسیر ذی الحجہ سے کی جائے تو پھر پانچوں چیزوں میں وہی مخصوص مناسبت رہے گی۔ چار چیزیں تو اس آیت میں مذکور ہیں اور ایک شکار کھیلنا۔

ہدی کی قسمیں: ...... ہدی کی کئی قسمیں ہیں۔ ہدی التطوع، ہدی المتعہ، ہدی القران، ہدی الاحصار، ہدی الجنایات۔ نیز ہدی کا اطلاق بکری، گائے، اونٹ پر ہوتا ہے۔ لیکن بدنہ کا اطلاق ہمارے نزدیک صرف گائے اور اونٹ پر اور شوافع کے نزدیک فقط اونٹ پر ہوتا ہے اور قلائد کی مشروعیت صرف بدنہ کے لئے، بکری اس میں داخل نہیں ہے۔ احرام کی ابتداء تلبیہ اور قلادہ دونوں سے ہوسکتی ہے۔

بیت اللہ کی دنیاوی برکات میں سے اس کا امن گاہ ہوتا ہے اور عظیم الشان بین الاقوامی اجتماع میں ساری دنیا کے مسلمان یکجا ہوکر ترقی اور اتحاد کی راہیں ہموار کرتے ہیں۔ جس سے امن عالم کو تقویت پہنچتی ہے۔ نیز کعبہ کی بقاء تک عالم کا باقی رہنا۔ چنانچہ جب کفار اس کو منہدم کردیں گے تو سارا عالم منہدم ہوکر قیامت برپا ہوجائے گی۔ پہلے دونوں منافع مشاہدہ میں آچکے ہیں۔ تیسرے فائدہ کا مشاہدہ قیامت کے قریب ہوسکے گا۔ جو یقینی ہونے میں پہلے قسموں کی طرح ہے۔

حج کے مہینوں کی حرمت کا فائدہ: .... ان مخصوص مہینوں کی حرمت کا نفع امن عام ہے اور ہدی اور قلائد کا ان کے لانے والوں کے درپے آزار نہ ہونا ہے۔ ان مخصوص منافع کے ایک عام اور مشترک نفع یہ ہے کہ ان سے بیت اللہ کی عظمت کا اعتقاد اور اس تقریب سے وہاں کے سکان اور باشندوں کا احترام، وہاں کے آنے جانے والوں اور ارادہ رکھنے والوں کو ہر طرح کے ظلم وتعدی سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ باتیں عادۃً تو کی ہی جاتی ہیں لیکن شرعاً بھی مطلوب ہیں۔

رہے دینی اور اخروی برکات تو بعض تو اسی آیت میں مذکور ہیں مثلاً: درستی اعتقاد اور بعض اس کے علاوہ ہیں جیسے حج وعمرہ کا باعث ثواب ہونا ہدی اور قلائد کی قربانی کا موجب قربت ہونا۔

لطائف آیات: .... آیت یاایھا الذین امنوا الخ سے معلوم ہوا کہ مشائخ جو مریدوں کے صدق کا امتحان کرتے ہیں وہ بے اصل نہیں ہے۔ آیت ومن قتلہ الخ سے اہل ریاضت کے اس طریق کی اصل نکلتی ہے کہ اول خطاء پر نفس کو قابل تحمل ہلکی سزا دیتے ہیں لیکن اگر نفس باز نہ آئے تو پھر دشوار اور سخت سزا دیتے ہیں۔ آیت احل لکم الخ سے زہد کو اعتدال کے ساتھ کرنے کا استحسان اور غلو کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ آیت قل لا یستوی الخبیث الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حق کے مقابلہ میں باطل پرستوں کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔

وَنَزَلَ لَمَّا اَكْثَرُوْا سُؤَالَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ** تُظْهَرَ **تَسُؤْكُمْ** لِمَا فِيْهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ **وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ** اَىْ فِىْ زَمَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **تُبْدَ لَكُمْ** اَلْمَعْنٰى اِذَا سَاَلْتُمْ عَنْ اَشْيَاءَ فِىْ زَمَنِهٖ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ بِاِبْدَاءِ هَا وَمَتٰى اَبْدَاهَا سَاءَ تْكُمْ فَلَا تَسْئَلُوْا عَنْهَا **عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا** عَنْ مَسَاَلَتِكُمْ فَلَا تَعُوْدُوْا **وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ**﴿۱۰۱﴾ **قَدْ سَاَلَهَا** اَىِ الْاَشْيَاءَ **قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ** اَنْبِيَاءَ هُمْ فَاُجِيْبُوْا بِبَيَانِ اَحْكَامِهَا **ثُمَّ اَصْبَحُوْا** صَارُوْا **بِهَا كٰفِرِيْنَ**﴿۱۰۲﴾ بِتَرْكِهِمُ الْعَمَلَ بِهَا **مَا جَعَلَ** شَرَعَ **اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ** كَمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَفْعَلُوْنَهٗ رَوَى الْبُخَارِىُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيْرَةُ الَّتِىْ يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ فَلَا يَحْلِبُهَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ

وَالسَّائِبَةُ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ وَالْوَصِيْلَةُ النَّاقَةُ الْبِكْرُ تَبْكِرُ فِيْ اَوَّلِ نِتَاجِ الْاِبِلِ بِاُنْثٰى ثُمَّ تَثْنِيْ بَعْدَهٗ بِاُنْثٰى وَكَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِطَوَاغِيْتِهِمْ اِنْ وَصَلَتْ اِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ وَالْحَامُ فَحْلُ الْاِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُوْدَ فَاِذَا قَضٰى ضِرَابَهٗ وَدَعُوْهُ لِلطَّوَاغِيْتِ وَاَعْفَوْهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَسَمَّوْهُ الْحَامِيْ **وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ** فِيْ ذٰلِكَ وَنِسْبَتِهٖ اِلَيْهِ **وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴿۱۰۳﴾** اَنَّ ذٰلِكَ اِفْتِرَاءٌ لِاَنَّهُمْ قَلَّدُوْا فِيْهِ اٰبَاءَهُمْ **وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ** اَيْ اِلٰى حُكْمِهٖ مِنْ تَحْلِيْلِ مَا حَرَّمْتُمْ **قَالُوْا حَسْبُنَا** كَافِيْنَا **مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا** مِنَ الدِّيْنِ وَالشَّرِيْعَةِ قَالَ تَعَالٰى اَحَسْبُهُمْ ذٰلِكَ **اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴿۱۰۴﴾** اِلَى الْحَقِّ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ** اَيْ اِحْفَظُوْهَا وَقُوْمُوْا بِصَلَاحِهَا **لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ** قِيْلَ الْمُرَادُ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ غَيْرُهُمْ لِحَدِيْثِ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِئْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُهٗ **اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿۱۰۵﴾** فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ

ترجمہ:.......... (لوگوں نے جب بکثرت سوالات کرنے شروع کردیئے تو یہ آیات نازل ہوئیں) مسلمانو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں (کیونکہ ان میں مشقت پائی جاتی ہو) اگر ان چیزوں کی نسبت سوال کروگے جب کہ قرآن نازل ہورہا ہو (یعنی آنحضرت (ﷺ) کی حیات مبارکہ میں) تو ظاہر کردی جائیں گی (حاصل یہ کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں جب کہ قرآن اتر رہا ہو۔ اگر کاوشیں کرکے بتکلف کسی بات کو دریافت کروگے تو ضرور ظاہر کی جائیں گی اور وہ تمہیں ناگوار ہوسکتی ہیں۔ اس لئے زیادہ پوچھ گچھ ہی نہیں کرنی چاہئے) اللہ نے یہ بات معاف فرمادی ہے (تمہاری پوچھ تاچھ۔ لہٰذا آئندہ پھر ایسا مت کرنا) اور اللہ بخشنے والے اور بہت ہی بردبار ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ پوچھ گچھ کی تھی (ایسی ہی چیزوں کی) تم سے پہلے ایک گروہ نے (اپنے پیغمبروں سے لہٰذا جواب میں انہیں احکام بیان کرنے پڑے ہیں) پھر نتیجہ یہ نکلا کہ ہوگئے (بن گئے) وہ کافر (احکام پر عمل چھوڑ کر) اللہ نے نہیں ٹھہرایا ہے (مشروع نہیں کیا ہے) بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام میں سے کوئی جانور (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی کارروائی کرتے رہتے ہیں) امام بخاریؒ سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ بحیرہ وہ جانور ہوتا تھا جس کا دودھ بتوں پر چڑھاوا کردیا جاتا تھا۔ کوئی شخص بھی اس کو دوہ نہیں سکتا تھا اور سائبہ وہ جانور کہلاتا تھا جس کو اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ لہٰذا اس پر کوئی چیز لاد بھی نہیں سکتے تھے اور وصیلہ وہ اونٹنی جو پہلی بار مادہ بچہ جنے۔ پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ جنے۔ اس کو بھی دیوتاؤں کے نام پر وقف کردیتے تھے۔ لیکن ان دونوں متصل مادہ بچوں کے درمیان نر بچہ نہیں ہونا چاہئے تھا اور حام نر اونٹ جو ایک خاص شمار سے جفتی کرچکا ہو اور جب اپنی مقررہ تعداد جفتی سے فارغ ہوجاتا تو اس کو بھی دیوی دیوتاؤں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ حمل کے لئے اس کو آزاد

چھوڑ دیا جاتا اور اس پر کوئی چیز بھی نہیں لادتے تھے اور اس کا نام حامی رکھتے تھے) لیکن جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی ، وہ اللہ پر جھوٹ کہہ کر افتراء کرتے ہیں ۔ (اس بارے میں اور پھر اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں) اور ان میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ سے محروم ہیں (جو اپنی اس بہتان طرازی کو بھی نہیں سمجھتے ، کیونکہ اپنے آباءواجداد کی تقلید میں لگے رہتے ہیں) اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس بات کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی طرف آؤ (یعنی اس کے حکم کی طرف کہ تمہاری حرام کی ہوئی چیزوں کو انہوں نے حلال کیا ہے) تو کہتے ہیں ہمارے لئے تو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو چلتے دیکھا ہے ۔ (دین وشریعت کی رو سے حق تعالیٰ فرماتے ہیں) کیا (وہ طریقہ ان کے لئے ہر حال میں کافی ہے) اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ جانتے بوجھتے بھی نہ ہوں اور سیدھے راستہ پر بھی نہ ہوں (یعنی حق پر ۔ اس میں استفہام انکار کے لئے ہے) مسلمانو! تم پر صرف تمہاری اپنی ذمہ داری ہے (یعنی تم اپنی حفاظت کرو اور اپنی اصلاح کے لئے کمربستہ ہوجاؤ) اگر تم سیدھے راستہ پر قائم رہے تو کسی کو گمراہ ہونا تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ (بعض نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اہل کتاب کی گمراہی مسلمانوں کو ضرر رساں نہیں ہوسکتی اور بعض کے نزدیک دوسرے لوگ مراد ہیں ۔ حدیث ابوثعلبہ خشنی ؓ ہے کہ میں نے اس آیت کے بارے میں آنحضرت (ﷺ) سے دریافت کیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ۔ حتیٰ کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا رچی ہوئی ہے اور ہر آدمی اپنی رائے کی پیچ میں ہو تو اس وقت صرف خود کو بچانے کی کوشش کرو ۔ حاکم وغیرہ) اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے ۔ وہ پھر تم سب کو جتلا دیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے (تمہارے کئے کا بدلہ تم کو دیں گے) ۔

تحقیق وترکیب: .... **عنہا** ۔ مطلقاً اشیاء کی طرف نہیں بلکہ اشیاء منہی عنہا کی طرف ضمیر راجع ہے ۔ جیسے **ثم جعلناہ نطفۃ** ۔ کی ضمیر ابن آدم کی طرف راجع ہے ۔ جس پر ماقبل دلالت کرتا ہے ۔ بقول مدارک ، خلیل سیبویہ اور جمہور بصریین کے نزدیک لفظ شیئاً دو ہمزہ کے ساتھ ہے ۔ جس کے درمیان الف ہے ۔ بروزن فعلاء شیء سے ماخوذ ہے ۔ دوسری ہمزہ تانیث کی ہے ۔ اسی لئے حمراء کی طرح غیر منصرف ہے ۔ یہ لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے ۔ چونکہ دو ہمزہ کا اجتماع ثقیل ہے ۔ اس لئے ہمزہ اولیٰ کا جولام کلمہ کی جگہ تھی مقدم کردیا گیا ہے اور شین سے پہلے رکھ دیا گیا ۔ لفعاء وزن ہوگیا ۔

المعنی یعنی آیت میں تقدیم تاخیر ہوگئی **اذا سالتم الخ** سے جملہ شرطیہ ثانیہ کی طرف اور **متی ابداء ھا الخ** سے جملہ شرطیہ اولیٰ کی طرف اشارہ ہے ۔ **عف اللہ** یعنی بےضرورت سوال فی نفسہ معصیت تھا ۔ لیکن چونکہ حکم سے پہلے اس لئے نظرانداز کردیا گیا ہے ۔ "گذشتہ راصلوات آئندہ رااحتیاط"

قد سالھا بیضاوی میں ہے کہ ضمیر اشیاء کی طرف بحذف الجار راجع ہے اور بعض کی رائے میں ضمیر مسئلہ کی طرف راجع ہے ۔ **ای سال مسئلۃ** حاصل دونوں توجیہوں کا ایک ہی ہے اور قوم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہے ۔ جنہوں نے مائدہ کی درخواست کی تھی یا قوم صالح علیہ السلام ہے جنہوں نے پتھر سے ناقہ برآمد ہونے کی درخواست کی تھی ، لیکن یہ امت محمدیہ (ﷺ) کا شرف وخصوصیت ہے کہ عذاب الٰہی سے بچ گئے اور پچھلی دونوں جماعتیں تباہ ہوگئیں ۔ اگرچہ سب کا سوال ایک ہی نہیں تھا ، بلکہ الگ الگ تھا ۔ لیکن مبالغہ فی التحذیر کے لئے سال مثلھا نہیں کہا ۔ **بھا** اشارہ کردیا کہ بحذف المضاف ہے **ای بترک العمل بحیرۃ** ۔ بروزن فعیلۃ بمعنی مفعولۃ بحیر بمعنی شق سے مشتق ہے ۔ ایسے جانوروں کے کان چھید دیئے جاتے ہیں ۔ بعض کے نزدیک اس کا مصداق وہ اونٹنی ہے جو پانچ بچے اس طرح جنے کہ آخری بچہ نر ہو ۔ چنانچہ اس کا کان چھید کر سانڈنی کی طرح چھوڑ دیتے ہیں اور بعض کی رائے یہ کہ پانچواں بچہ اگر نر ہوتا تو اس کو مرد وعورت دونوں کھاسکتے تھے اور مادہ بچہ ہوتا تو کان چھید دیا جاتا اور اس کے منافع صرف مردوں کے لئے ہوتے ۔ ہاں جانور کے مرجانے کے بعد مرد وعورت شریک رہتے ۔

سائبہ بروزن فاعلۃ بمعنی مسیبہ **مفعولۃ من ساب لیسوب اذا ذھب حام** جودس (۱۰) مادہ بچے جنے اور حام اس لئے

کہتے تھے کہ اس کی کمر بار برداری سے محفوظ رہتی تھی۔ یہ سب خرافات عمرہ بن لحی سے شروع ہوئی تھی۔

اولو کان یعنی واو حالیہ ہے۔ جس پر ہمزہ انکار یہ داخل ہوا ہے۔ ای ایکفیھم دین ابائھم ولو کانو الخ۔

انفسکم۔ یہ منصوب علی الاغراء ہے۔ علیکم کے ذریعہ کیونکہ علیکم یہاں اسم فعل ہے۔ ای الزموا انفسکم یہ متعدی ہے مابعد مفعول بہ سے اور کبھی لازمی بھی ہوتا ہے۔ جیسے علیک بذات الدین۔ لیکن یہ صرف ضمیر خطاب کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ علیہ زید کہنا جائز نہیں ہے۔ لایضرکم اس میں مسلمانوں کو تسلی دینا ہے کہ دوسروں کے ایمان نہ لانے سے تمہارا نقصان نہیں ہے۔ کچھ ان ہی کا نقصان ہے۔

ربط آیات:............پچھلی آیات میں احکام نازلہ میں تساہل اور مخالفت کی ممانعت تھی۔ آیت لاتسئلوا الخ سے غیر ضروری اور دوراز کار چیزوں کی تفتیش اور کھود کرید کی ممانعت کی جارہی ہے۔ تاکہ افراط وتفریط دونوں سے بچ کر ایک اعتدالی حکم نکل آئے۔ اسی طرح پچھلی آیات میں سترہواں اور اٹھارہواں حکم بعض گناہوں سے متعلق تھا۔ آیت ماجعل اللّٰہ الخ سے انیسواں حکم بعض اعمال کفریہ اور شرکیہ سے متعلق ہیں۔ جن میں بعض رسوم جاہلیت کی اصلاح منظور ہے۔ ممکن ہے کہ ان جاہلانہ باتوں کو سن کر رنجیدہ اور کبیدہ ہوں یا جن لوگوں کی گھٹی میں یہ رسومات پڑی ہوئی ہوتی ہیں، حددرجہ کوشش کے باوجود ان کی اصلاح کی توقع نہ رہنے سے مسلمان ملول ہوں۔ اس لئے آیت یاایھا الذین امنوا علیکم الخ میں اعتدال اصلاح کا مشورہ دیا جارہا ہے۔

شانِ نزول:............آیت لاتسئلوا الخ کے متعلق دوشان نزول بیان کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ جب آیت و للّٰہ علی الناس حج البیت نازل ہوئی تو سراقہ بن مالکؓ نے عرض کیا کہ کیا ہر سال کے لئے حج کی فرضیت ہے؟ لیکن آنحضرت (ﷺ) نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ تین مرتبہ عرض کرنے کے باوجود آپ (ﷺ) رخ پھیرتے رہے اور آخر یہ فرمایا کہ ہر سال نہیں۔ لیکن اگر میں "ہاں" کہہ دیتا تو ہر سال حج واجب ہوجاتا جس کو تم نہ کر سکتے تھے اور جب چھوڑتے تو کفر میں پڑجاتے۔ پس جب میں نے تم سے کچھ نہیں کہا تو تم کو بھی کچھ پوچھنا نہیں چاہئے تھا۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ غیر ضروری اور بے کار سوالات سے ناراض ہوکر آنحضرت (ﷺ) نے خطبہ ارشاد فرمایا اور غصہ میں یہاں تک کہہ دیا کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ جو کچھ پوچھو گے جواب دوں گا۔ چنانچہ ایک صاحب نے دریافت کیا "میں کہاں ہوں؟" فرمایا جہنم میں۔ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ۔ حالانکہ وہ کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب تھا۔ کسی نے گمشدہ اونٹنی کا پتہ پوچھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:............**کردار و گفتار کا فرق:**............حاصل کلام یہ ہے کہ نہ تو احکام میں اس قدر لاپروائی ہونی چاہئے کہ ضروری احکام بھی تساہل کی نذر ہوجائیں کہ یہ تفریط کا درجہ ہے اور نہ اتنی کھوج کرید، کنج کاؤ ہونا چاہئے کہ دوراز کار اور فضول اور مہمل سوالات تراش خراش کرکے اضاعت وقت کیا جائے کہ یہ افراط کا درجہ ہے۔ اس بری عادت کا نتیجہ بالآخر یہ نکلتا ہے کہ آہستہ آہستہ افراد اور جماعت کی عملی قوتیں سلب ہوجاتی ہیں اور لوگ مفلوج ہوکر رہ جاتے ہیں۔ جن لوگوں میں عمل کی قوتیں بیدار ہوتی ہیں اور وہ باعمل اور فعال ہوتے ہیں وہ زیادہ باتونی نہیں ہوتے، کیونکہ جو لوگ گفتار کے غازی ہوتے ہیں وہ کردار کے دھنی نہیں ہوتے، جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔

آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اسی طرح تباہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں سے زیادہ پوچھ تاچھ کی۔ مگر پھر ان کے بتلانے کے مطابق عمل نہیں کیا بلکہ خلاف ورزی کرکے ہلاک ہوئے۔ بنی اسرائیل کو ذبح بقرہ کا حکم ہوا۔ لیکن پھر کس طرح پیر ملے اور سوالات پر سوالات کئے۔ جس کے نتیجہ میں خود ہی ان کے گلے میں پھندے پڑتے رہے۔

جو کچھ میں تم کو بتلا دیا کروں اس پر عمل کر لیا کرو اور جس چیز سے روک دیا کروں باز رہا کرو۔ یعنی اگر کسی بات میں شبہ نہ ہو تو بلا ضرورت پوچھنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے پوچھنے سے کوئی چیز حرام ہو جائے۔ (بخاری) پس جن چیزوں میں حرام حلال کا احتمال ہو، ان میں تو سوال کے بعد تحریم کا احتمال ہے۔ لیکن جو باتیں واقعات کے قبیل سے ہیں۔ ان میں سے بعض میں خلاف مرضی جواب آنے کا اندیشہ رہتا ہے اور بعض میں ناگواری کی حد تک ڈانٹ ڈپٹ کا خطرہ رہتا ہے۔

لفظ تسؤکم ان سب صورتوں کو شامل ہے۔ غرضیکہ احکام میں تو یہ سوال افراط کی وجہ سے اور واقعات میں افراط کے ساتھ ساتھ موجب تفریط ادب ہونے کی وجہ سے بھی ممنوع رہے گا۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ بعض لوگ استہزاءً بھی آپ (ﷺ) سے دریافت کرتے تھے۔

آیت کریمہ پوچھنے کی سب صورتوں کو شامل ہے:.......... بہر حال یہ آیت سوال اور جواب کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اگرچہ کہیں افراط ممانعت کی علت ہوگی اور کہیں تفریط۔ اسی طرح جواب میں کہیں ناگواری کا احتمال تحریم کی وجہ سے ہوگا اور کہیں رسوائی کی وجہ سے اور کہیں زجر و توبیخ کی وجہ سے۔ البتہ آنحضرت (ﷺ) کے بعد اس قسم کے سوالات میں یہ علتیں تو نہیں پائی جائیں گی۔ البتہ وقت کی اضاعت اور مجیب کو تنگی میں ڈالنا ضرور رہے گا۔ اس لئے ممانعت بھی برقرار رہے گی۔

باقی طالب علمانہ سوالات اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ وہ غیر ضروری نہیں بلکہ ضروری ہوتے ہیں۔ خواہ واقعی شبہات ہوں یا فرضی سوالات قائم کر کے آئندہ دوسروں کے لئے علم کا دروازہ کھولا جائے اور شبہات کا سد باب کیا جائے۔

چنانچہ حدیث میں السوال نصف العلم اور انما شفاء العی السوال فرمایا گیا ہے۔ ہاں مبتدی سالک اور طالب کے لئے طریقت میں زیادہ پوچھنا گچھنا سد راہ ہے۔ ان میں ایک علم بڑھاتا ہے اور دوسرا عمل کو بڑھانے میں لگا ہوا ہے۔ اسی لئے بعض محققین کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ ”ہر طالب علمے کہ چون و چرا نکند و ہر طالبے کہ چون و چرا کند۔ ہر دو را در چراگاہ باید فرستاد“ یعنی جو طالب علم سوال و جواب بحث و مباحثہ نہ کرے، جس سے اس کے علم میں ترقی ہوتی اور جو صوفی راہ سلوک میں چلنے اور حال پیدا کرنے کی بجائے قیل وقال میں لگا رہے تو دونوں کو جانوروں کے ساتھ گھاس کھانے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ دونوں ترقی معکوس میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:.......... رہا یہ شبہ کہ پہلے جب اس بارے میں کوئی حکم ہی نازل نہیں ہوا تو پھر معافی کا کیا سوال؟ جواب یہ ہے کہ دوسرے قواعد شرعیہ کلیہ سے یہ بات واضح تھی اور عقل پر زور دینے سے بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی تھی۔ اس لئے اس کو ایک سرسری کوتاہی شمار کیا گیا ہے۔ جس پر معافی کی بشارت مسرت افزا ہوگی۔ باقی ضروریات کا دریافت کرنا اس کی ممانعت مقصود نہیں۔ چنانچہ بعض عورتوں کی عدت کا حکم جب نازل ہوا اور بعض کے لئے نہیں ہوا۔ حالانکہ ضرورت سب کے لئے پیش آتی ہے تو صحابہؓ نے دریافت کیا اور بلا عتاب جواب آیا۔

مطلق اور مقید میں فقہی نقطۂ اختلاف:.......... فخر الاسلام بزدویؒ اور صاحب توضیح اس آیت سے استدلال کر رہے ہیں کہ مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ مطلق کی تقلید کے سوال کو بھی جب باعث تکلیف قرار دیا گیا ہے تو مطلق کو مقید کرنا بدرجہ اولی باعث ملال ہونا چاہئے۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حکم میں نفی ہے جیسے لاتعتق رقبة اور لاتعتق رقبة کافرة تو بالاتفاق مطلق مقید پر محمول نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر مثبت حکم ہو مگر دونوں مختلف ہوں تب بھی مطلق مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ الا یہ کہ ایک کا غیر مذکورہ حکم دوسرے کی تقلید کو واجب کرتا ہو۔ جیسے اعتق رقبة اور لاتملکنی رقبة کافرة لیکن اگر دونوں میں حکم ایک ہو مگر حادثات مختلف

ہوں۔ جیسے کفارۂ یمین اور کفارۂ ظہار یا قتل۔ تو احناف کے نزدیک پھر بھی مطلق مقید پر محمول نہیں ہوگا۔ البتہ شوافع اختلاف کرتے ہیں اور اگر حادثہ بھی ایک ہی ہو۔ پس اگر دونوں کا تعلق سبب سے ہو جیسے صدقۃ الفطر تو ہمارے نزدیک پھر بھی محمول نہیں ہوگا۔ برخلاف امام شافعیؒ کے۔ ہاں اگر دونوں کا تعلق حکم سے ہو جیسے فصیام ثلثۃ ایام متتابعات تو پھر بالاتفاق مطلق مقید پر محمول کرلیا جائے گا۔

آیت ما جعل اللّٰہ الخ کی تفصیل ربع اول پارہ سیقول میں گزر چکی ہے۔ تاہم آیت او لو کان الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اجمالاً یہ مانتا ہو کہ جس کی تقلید کر رہا ہوں وہ عالم مہتدی ہے ورنہ تقلید جامد اور کورانہ یا اندھی تقلید کہلائے گی۔ گویا مقلد کے لئے دلیل اجمالی کی ضرورت ہے۔

ہدایت یافتہ ہونے کے باوجود دوسروں کی اصلاح ضروری ہے:......... البتہ یاایھا الذین اٰمنوا علیکم الخ پر سرسری طور پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ انسان جب خود ٹھیک ہو تو اس کو دوسروں کی بے راہ روی ضرر رساں نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے؟

جواب یہ ہے کہ لا یضرکم کے لئے اذا اھتدیتم کو شرط کہا گیا ہے۔ یعنی صاحب اہتداء کے لئے دوسروں کی بے راہ روی نقصان دہ نہیں ہے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر تو خود اہتداء میں داخل ہے۔

دار قطنی نے حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ تم لوگ اس آیت کے معنی کچھ اور سمجھتے ہو، حالانکہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تاکید اور اس کے چھوڑنے پر وعید سنی ہے۔ چنانچہ جلال محققؒ بھی حاکم کی روایت نقل کررہے ہیں یا جیسے ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کا قول ہے کہ یہ آیت اس زمانہ کے لئے نہیں ہے بلکہ آئندہ زمانہ کے لئے ہے جب کہ تبلیغ نافع نہیں رہے گی۔

حالات کے لحاظ سے تبلیغ کا جو حکم ابتداء تھا وہ بعد میں نہیں رہا:......... تو ان روایات کا مطلب یہ ہوگا کہ اس آیت کے مجموعی مضمون کا ایک جز کہ جب تبلیغ سے فائدہ نہ ہو تو اس کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے۔ اگرچہ یہ حکم ہر زمانہ کے لئے عام ہے لیکن خیر القرون میں چونکہ فائدہ کا نہ ہونا بہت ہی کم ہے، اس لئے وجوب کا ساقط ہونا بھی بکثرت ساقط رہے گا اور لا یضرکم کا حکم آیت لاتزر وازرۃ وزر اخری کی رُو سے بھی اگرچہ صاف اور عقلی ہے۔ لیکن تخفیف غم کے لئے صحابہؓ کو اس میں تامل کرنے اور اس سے استدلال کرنے کا حکم فرمانا مقصود ہے کہ جب یہ امر یقینی ہے اور تبلیغ غیر نافع ہے تو پھر اس پر غم کرنا عبث اور لایعنی ہے اور لایعنی کا ترک کرنا اول تو مطلوب ہے، دوسرے ایسی بے کار اور فضول دھندوں میں پڑنے کا انجام تجربہ کی روشنی میں بسا اوقات اپنی ضروریات سے حرمان ہوتا ہے۔ یعنی غیر ضروری باتوں میں پڑنے سے ضروری چیزوں میں نقصان واقع ہوجاتا ہے۔ اس لئے اس طرف سے بے غم اور بے فکر رہو۔

لطائف آیات:......... آیت ما جعل اللّٰہ الخ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح سے تقریب حاصل کرنے کے لئے جو بعض جاہل مبتدعین غیر اللہ کے نام زد کچھ چیزیں کردیتے ہیں وہ غلط ہے اور آیت واذا قیل الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ شریعت کے مقابلہ میں اپنے مشائخ کی طریق سے تمسک کرتے ہیں وہ باطل ہے اور آیت یاایھا الذین اٰمنوا علیکم الخ سے معلوم ہوا کہ اہل معرفت کا یہ طریقہ صحیح ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بعد پھر کسی کے زیادہ درپے نہیں ہوتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ای اسبابُهٗ **حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ** خبرٌ بمعنی الامر ای لِیَشْهَدَ وَ اضافةُ شَهَادةِ لِبَیْنَ علی الاتساع وحِیْنَ بَدَلٌ مِنْ اِذَا اَوْ ظرف لِحَضَرَ **اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ** ای غیرِ مِلَّتِكُمْ **اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ** سافرتم **فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا** تُوقِفُوْنَهُمَا صفةُ اٰخَرَانِ **مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ** ای صلوةِ العصرِ **فَیُقْسِمٰنِ** یَحْلِفَانِ **بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ** شَكَكْتُمْ فیهما ویقولان **لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ** باللّٰهِ **ثَمَنًا** عوضًا نأخُذُهُ بَدَلَهٗ مِنَ الدُّنْیَا بِاَنْ نَحْلِفَ اَوْ نَشْهَدَ بِهٖ كاذِبًا لِاَجْلِهٖ **وَّلَوْ كَانَ** المُقْسَمُ لَهٗ اوِ المَشْهُوْدُ لَهٗ **ذَا قُرْبٰى** قرابةٍ مِنَّا **وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ** الّتی اَمَرَنَا بِاِقَامَتِهَا **اِنَّاۤ اِذًا** اِنْ كَتَمْنَاهَا **لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ** اُطُّلِعَ بَعْدَ حَلْفِهِمَا **عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا** ای فَعَلَا مَا یُوْجِبُهٗ مِنْ خِیَانَةٍ اَوْ كِذْبٍ فِی الشَّهَادَةِ بِاَنْ وُجِدَ عِنْدَهُمَا مَثَلًا مَا اُتُّهِمَا بِهٖ وَادَّعَیَا اَنَّهُمَا ابْتَاعَاهُ مِنَ المَیِّتِ اَوْ اَوْصٰی لَهُمَا بِهٖ **فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا** فی تَوَجُّهِ الیمینِ علیهما **مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ** الوَصِیَّةُ وَهُمُ الوَرَثَةُ ویُبْدَلُ مِنْ اٰخَرَانِ **الْاَوْلَیٰنِ** بِالْمَیِّتِ ای الاقربانِ اِلَیْهِ وفی قراءةٍ الْاَوَّلِیْنَ جَمْعُ اَوَّلٍ صفةٌ اَوْ بَدَلٌ مِنَ الَّذِیْنَ **فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ** علی خیانةِ الشاهدین ویقولان **لَشَهَادَتُنَاۤ** یمیننا **اَحَقُّ** اَصْدَقُ **مِنْ شَهَادَتِهِمَا** یمینِهِمَا **وَمَا اعْتَدَیْنَاۤ** تَجَاوَزْنَا الحقَّ فی الیمینِ **اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴿۱۰۷﴾** المعنٰی لِیُشْهِدِ المُحْتَضَرُ علی وَصِیَّتِهٖ اثْنَیْنِ اَوْ یُوْصِیْ اِلَیْهِمَا مِنْ اَهْلِ دِیْنِهٖ اَوْ غَیْرِهِمْ اِنْ فَقَدَهُمْ لِسَفَرٍ ونَحْوِهٖ فَاِنِ ارْتَابَ الوَرَثَةُ فِیْهِمَا فَادَّعَوْا اَنَّهُمَا خَانَا بِاَخْذِ شَیْءٍ اَوْ دَفْعِهٖ اِلٰی شَخْصٍ زَعَمَا اَنَّ المَیِّتَ اَوْصٰی لَهٗ فَلْیَحْلِفَا الخ فَاِنِ اطُّلِعَ علی اَمَارَةٍ تُكَذِّبُهُمَا فَادَّعَیَا دَافِعًا لَهٗ حَلَفَ اَقْرَبُ الوَرَثَةِ عَلٰی كِذْبِهِمَا وَصِدْقِ مَا ادَّعَوْهُ والحُكْمُ ثابتٌ فی الوَصِیَّیْنِ مَنْسُوْخٌ فی الشاهدینِ وكذا شهادةُ غیرِ اَهْلِ المِلَّةِ مَنْسُوْخَةٌ واعتبارُ صلوةِ العصرِ لِلتَّغْلِیْظِ وتخصیصُ الحَلْفِ فی الاٰیةِ بِاثْنَیْنِ مِنْ اَقْرَبِ الوَرَثَةِ لِخُصُوْصِ الواقِعَةِ الّتی نَزَلَتْ لَهَا وهی ما رواه البخاریُّ اَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ سَهْمٍ خَرَجَ مَعَ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ وعَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ وهما نَصْرَانِیَّانِ فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بِاَرْضٍ لَیْسَ فیها مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهٖ فَقَدُوْا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا بالذَّهَبِ فَرَفَعَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ فَاَحْلَفَهُمَا ثُمَّ وُجِدَ الجَامُ بِمَكَّةَ فقالَ ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِیْمٍ وعَدِیٍّ فَنَزَلَتِ الاٰیةُ الثانیةُ فقامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِیَاءِ السَّهْمِیِّ فَحَلَفَا وفی روایةِ التِّرْمِذِیِّ فقامَ عَمْرُو بْنُ العاصِ ورَجُلٌ اٰخَرُ مِنْهُمْ فَحَلَفَا وكانا اَقْرَبَ اِلَیْهِ وفی روایةٍ فَمَرِضَ فَاَوْصٰی اِلَیْهِمَا واَمَرَهُمَا اَنْ یُبَلِّغَا مَا تَرَكَ اَهْلَهٗ فَلَمَّا مَاتَ اَخَذَا الجَامَ ودَفَعَا اِلٰی اَهْلِهٖ مَا بَقِیَ **ذٰلِكَ** الحُكْمُ المذكورُ مِنْ رَدِّ الیمینِ

عَلَى الْوَرَثَةِ **اَدْنٰى** اَقْرَبُ اِلٰى **اَنْ يَّاْتُوْا** اَيِ الشُّهُوْدُ اَوِ الْاَوْصِيَاءُ **بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ** الَّذِىْ تَحَمَّلُوْهَا عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيْفٍ وَلَا خِيَانَةٍ **اَوْ** اَقْرَبُ اِلٰى اَنْ **يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ** عَلَى الْوَرَثَةِ الْمُدَّعِيْنَ فَيَحْلِفُوْنَ عَلٰى خِيَانَتِهِمْ وَكِذْبِهِمْ فَيَفْتَضِحُوْنَ وَيَغْرَمُوْنَ فَلَا يَكْذِبُوْا **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** بِتَرْكِ الْخِيَانَةِ وَالْكِذْبِ **وَاسْمَعُوْا** مَا تُؤْمَرُوْنَ بِهٖ سِمَاعَ قَبُوْلٍ **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ** ﴿۱۰۸﴾ اَلْخَارِجِيْنَ عَنْ طَاعَتِهٖ اِلٰى سَبِيْلِ الْخَيْرِ۔

ترجمہ: .... مسلمانو! تم میں سے جب کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہو (یعنی موت کی علامات) تو وصیت کے وقت گواہی کے لئے تم میں سے دو معتبر آدمی گواہ ہونے چاہئیں۔ (یہ خبر امر کے معنی میں ہے یعنی گواہی دینی چاہئے اور لفظ شہادۃ کی اضافت لفظ بین کی طرف توسعاً ہے اور لفظ حین لفظ اذا سے بدل یا حضر کا ظرف ہے) یا مسلمان گواہوں کی جگہ غیر مسلم گواہ بھی ہو سکتے ہیں (جو تمہارے ہم مذہب نہ ہوں) اگر تم سفر میں ہو (مسافر ہو) کسی جگہ اور تمہیں موت کا صدمہ پیش آ جائے روک لو۔ ان دونوں گواہوں کو (ٹھہرالو۔ لفظ تحسبونهما صفت ہے اخران کی) نماز (عصر) کے بعد وہ اللہ کی قسمیں کھا کر (حلف اٹھا کر) کہیں۔ بشرطیکہ تمہیں ان کے بارے میں شبہ ہو (ان میں شک ہو تو وہ حلف کریں اور یہ کہیں) ہم نے اپنی (اللہ کی) قسم کسی معاوضہ کے بدلے میں فروخت نہیں کی ہے (کہ اس کے بدلے میں دنیا کا کچھ معاوضہ لے کر جھوٹی قسم کھالی ہو۔ یا اس کی وجہ سے جھوٹی شہادت دے دی ہو) وہ (جس کے لئے قسم کھائی یا گواہی دی) ہمارا عزیز (قریب) ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اللہ کی مقررہ شہادت کو کبھی نہیں چھپائیں گے (جس کے قائم کرنے کا ہمیں حکم ملا ہے) اگر ایسا کریں (کہ ہم اسے چھپائیں) تو ہم گنہگاروں میں ہوں گے۔ پھر اگر معلوم ہو جائے (ان کے حلف کے بعد پتہ چل جائے) کہ وہ دونوں گواہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں (یعنی انہوں نے شہادت میں جھوٹ بولا یا خیانت مجرمانہ کی۔ مثلاً: جس چیز کے بارے میں شبہ یا تہمت تھی وہ خود انہی کے پاس سے برآمد ہوگئی۔ تو کہنے لگے یہ تو ہم نے مرنے والے سے خریدی تھی یا اس نے ہمارے حق میں اس کی وصیت کی تھی) تو ان کی جگہ دوسرے وہ دو گواہ کھڑے ہو جائیں (قسم ان پر آ جائے) جن کا حق گواہوں میں سے ہر ایک نے دبانا چاہا تھا (جو مستحق وصیت ہوں یعنی وارث۔ اور لفظ اخران کا بدل آگے ہے) یہ گواہ قریب ہوں (میت کے رشتہ دار ہوں۔ اور ایک قرأت لفظ اولین ہے اول کی جمع یا الذین کا بدل ہے) پھر یہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں (پچھلے گواہوں کی خیانت پر اور یہ کہیں کہ) ہماری گواہی (قسم) زیادہ درست (سچی) ہے بہ نسبت پچھلے گواہوں (کی قسم) کے۔ اور ہم نے کسی طرح کی زیادتی نہیں کی (قسم کے بارے میں حق بات سے آگے نہیں بڑھے) اگر کی ہو تو ہم ظالموں میں سے ہوں (خلاصہ کلام یہ ہے کہ قریب المرگ شخص کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی وصیت پر دو آدمی گواہ بنالے۔ یا اپنے مذہب یا غیر مسلموں میں سے دو آدمیوں کو وصیت کر دے۔ اگر سفر وغیرہ کی مجبوری سے مسلمان گواہ دستیاب نہ ہو سکتے ہوں۔ لیکن اگر شرعی ورثاء کو ان گواہوں میں تردد ہو تو ان پر یہ دعویٰ دائر کرنا چاہئے کہ ان گواہوں نے کوئی چیز لے کر یا دے کر خیانت کی ہے اور کہتے یہ ہیں کہ مرنے والے نے ہی ان کو اس کی وصیت کی تھی۔ اس لئے ان سے حلف لیا جائے۔ چنانچہ اگر کسی طرح ان کا جھوٹ کھلتا ہو اور وہ مدعی ہوں کہ مرنے والے نے ان کو وہ چیز دی ہے تو ان کی اس کذب بیانی کے خلاف قریب ترین دو وارث گواہی دیں اور دوسرے ورثاء کے سچ کی تائید کریں اور وصیوں کے بارے میں جو حکم ہے وہ گواہوں کے حق میں منسوخ ہو چکا ہے۔ نیز غیر مسلموں کی شہادت بھی منسوخ ہے اور نماز عصر کی تخصیص محض قسم کی

اہمیت بڑھانے کے لئے اور حلف کو میت کے قریبی ورثاء کے ساتھ آیت میں خاص کرنا صرف خصوصیت واقعہ کے پیش نظر ہے۔ جس کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ بخاری کی روایت میں اس کی تفصیل یہ آئی ہے کہ بنی سہم قبیلہ کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ سفر میں گیا اور یہ دونوں نصرانی تھے، لیکن سہمی شخص کا انتقال ایسی جگہ ہوگیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ چنانچہ یہ دونوں نصرانی اس مسلمان کا ترکہ لے کر مکہ میں واپس آئے تو دیکھا گیا کہ سامان میں ایک چاندی کا پیالہ گم تھا۔ جس پر سونے کے تار سے نقشین جڑاؤ کام ہوا ہوا تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے معاملہ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر یہ ابتدائی آیت نازل ہوئی۔ آپ (ﷺ) نے دونوں سے حلف لے لیا۔ لیکن پھر پیالہ مکہ میں مل گیا۔ تو جس کے پاس سے ملا اس نے بیان دیا کہ میں نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ اس پر دوسری آیت فان عثر الخ نازل ہوئی۔ چنانچہ سہمی کے ورثاء میں سے دو رشتہ دار کھڑے ہوئے اور حلف اٹھایا اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاصؓ اور ان کے ساتھ ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے کیونکہ یہ دونوں میت کے قریب تر تھے اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سہمی بیمار ہوا اور اس نے ان دونوں نصرانیوں کو وصیت کی اور کہا کہ ترکہ ہمارے گھر پہنچا دینا۔ لیکن انتقال کے بعد انہوں نے پیالہ تو خود لے لیا اور باقی ترکہ (گھر پہنچا دیا) اس طرح سے (مذکورہ حکم ہے کہ ورثاء ہر قسم لوٹائی گئی) زیادہ امید کی جاسکتی ہے (زیادہ قریب ہے) کہ گواہی دیں (گواہ یا جن کو وصیت کی جائے) ٹھیک ٹھیک گواہی (جو واقع کے مطابق بلاتحریف وخیانت کے ہو) یا (اس بات کی توقع ہے) کہ انہیں اندیشہ رہے گا کہ ہماری قسمیں کہیں فریق ثانی کی قسموں کے بعد رد نہ کردی جائیں (وارث مدعیوں کے مقابلہ میں کہ وہ کہیں ان کی خیانت اور جھوٹ پر قسم کھانہ بیٹھیں۔ اس لئے انہیں رسوا ہونا پڑے اور تاوان بھرنا پڑے۔ غرضیکہ اس خطرہ سے جھوٹ نہیں بولیں گے) اللہ سے ڈرتے رہو (خیانت اور جھوٹ چھوڑ دو) اور سنو (جو کچھ تمہیں حکم دیا جائے قبولیت کے کانوں سے) اللہ ایسے نافرمانوں پر راہ نہیں کھولتے (جو ان کی اطاعت سے باہر ہو جائیں۔ ان کو راہ خیر کی طرف نہیں لگاتے)۔

تحقیق وترکیب:............ **شھادۃ.** شہادۃ سے مراد اشہاد ہے اور ظرف کی طرف اضافت تو مجازاً ہے۔ ورنہ اس کی اضافت مشہود بہ کی طرف ہونی چاہئے۔ **ای شھادۃ الحقوق**۔ ترکیب میں شہادت مبتداء ہے جس کی خبر بحذف المضاف اثنان ہے۔ **ای شھادۃ اثنان** ۔ یا مبتداء کی جانب مضاف محذوف ہو۔ **ای ذا شھادۃ بینکم** ورنہ مبتداء اور خبر میں مصدریت کے لحاظ سے مطابقت نہیں رہے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ **شھادۃ بینکم** کی خبر محذوف ہو اور اثنان ۔ اس کا فاعل ہو **ای فیما نزل علیکم ان یشھد بینکم** اور زمخشری نے اس کو بھی جائز بتلایا ہے کہ **شھادۃ** مبتداء محذوف الخبر ہو **ای فیما فرض علیکم** اور **اثنان شھادۃ** کا فاعل ہو۔ **ای یشھد اثنان** بہرحال لفظاً یہ جملہ خبریہ ہے۔ مگر معناً انشائیہ ہے اور اس مبتداء خبر کے درمیان جملہ معترضہ ظرف ہے شہادہ کے لئے اور **ذوا عدل** یہ صفت ہے **اثنان** کی اور **او اخران** کا عطف **اثنان** پر ہو رہا ہے اور اس کے اور اس کی صفت **تحبسونھما** کے درمیان **ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبۃ الموت** جملہ معترضہ ہے۔

اور تفسیر ابوالسعود میں ہے کہ **من غیرکم** صفت ہے **اخران** کی اور **ان انتم** بصریین کی رائے پر مرفوع مضمر ہے۔ جس کی تفسیر مابعد میں ہو رہی ہے اور اخفش کے نزدیک مبتداء ہے اور **ضربتم فی الارض** محل اعراب میں نہیں ہے یا خبر کی وجہ سے مرفوع ماننا پڑے گا۔ **فاصابتکم مصیبۃ الموت** کا عطف شرطیہ پر ہو رہا ہے اور جواب محذوف ہے ماقبل کہ دلالت کی وجہ سے **ای ان سافرتم فقاربکم الاجل حینئذ و مامعکم من الاقارب ولا من اھل الاسلام من یتولی امر الشھادۃ کما ھو الغالب المعتادۃ فی الاسفار فلیشھد اخران اوفاستشھد واخرین** اور لفظ **تحبسونھما** مستانفہ ہے **اخران** کی صفت ہے **ای اواخران**

من غیر کم یحبسان۔اس سے معلوم ہوا کہ گواہی کے لئے مسلمان کو چھوڑ کر غیر مسلم کو لینا بدرجہ مجبوری سفر اور موت کی وجہ سے ہوگا۔ موصوف صفت کے درمیان جملہ معترضہ کے لئے کوئی اعراب نہیں ہے۔البتہ جواب شرط محذوف ہے۔ ای **فاشھدو اخرین من غیر کم**۔

فیقسمان اس کا عطف **تحبسو نھما** پر ہے اور اس کے جواب **لانشتری** کے درمیان **ان ارتبتم** جملہ معترضہ ہے جواب شرط محذوف ہے ای **ان ارتبتم مخلفوھما** اکثر مفسرین کی رائے یہی ہے۔البتہ مفسر جلالؒ اور جرجانیؒ **یقولان** مقدر مانتے ہیں اور اہل عرب اکثر قول کو مقدر مان لیا کرتے ہیں جیسے **والملئکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم ای یقولون سلام علیکم** اس صورت میں جملہ شرطیہ معترضہ نہیں ہوگا۔

اولین. یہ اولیٰ کا تثنیہ ہے بمعنی احق اور اولین۔لفظ اول کا تثنیہ ہوگا۔ فاخران یہ مبتداء ہے یقومان صفت مخصصہ ہونے کی وجہ سے اور من الذین استحق علیھم خبر ہے یا اس کا برعکس کہا جائے کہ یقومان. خبر ہے اور الذین الخ مبتداء کی صفت اور اس صورت میں موصوف صفت کے درمیان خبر کا فاعل ہونا مضر نہیں۔ کیونکہ مبتداء کا اعتماد وفا پر ہو رہا ہے۔

استحق علیھم اس کا نائب فاعل وصیۃ بمعنی ایصاء ہے اور علیھم بمعنی لھم ہے۔**فاد عیادا فعاً** یعنی موجودہ چیز کے بارے میں یہ دعوے کریں کہ یہ ہم کو مرنے والے موصی نے دی ہے یا ہم نے اس سے خریدا ہے۔

والحکم. اس سے مراد حلف دینا ہے۔**بالثنین** یعنی وارثوں سے حلف لینا محض خصوص واقعہ کی وجہ سے ہے۔ورنہ تمام ورثاء منکر ہیں۔اس لئے سب سے حلف لیا جائے۔**جاماً**. تمام سامان میں یہی پیالہ قیمتی تھا۔اسی کو اڑا لیا اور جب بات کھلی تو یہی کہا کہ مرنے والے نے ہی ہمیں دیا تھا۔کبھی کہا کہ ہم نے خریدا تھا۔لیکن گواہ نہ ہونے کی وجہ سے پہلے سے اقرار نہیں کیا۔

ودفعا الی اھلہ مابقی۔تفسیر مدارک میں یہ بھی ہے کہ سہمی نے سامان میں فہرست بھی رکھ دی تھی۔جس کی اطلاع ان دونوں نصرانیوں کو نہیں ہو سکی۔اس لئے گھر پہنچ کر ملان کے وقت چوری کھل گئی۔جو بالآخر صحیح نکلی۔

یہ آیات اعراب اور نظم اور حکم کے لحاظ سے قرآن کریم میں مشکل ترین سمجھی گئی ہیں۔مستقل تصانیف اس سلسلہ میں کی گئی ہیں۔ مگر پھر بھی کوئی عہدہ برآ نہیں ہوسکا ہے۔

ربط آیات:............گذشتہ آیات میں دینی مصالح سے متعلق احکام تھے۔ان آیات میں دنیاوی مصالح سے متعلق بعض احکام ذکر فرماتے ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ معاد کی طرح معاش کی اصلاح بھی مطلوب ہے اور یہ کہ دونوں واجب اور ضروری ہیں۔گویا یہ بیسواں حکم مدعیٰ علیہ کی قسم سے متعلق ہے وہ خواہ وصی ہو یا وارث۔

شان نزول:............ جلال محققؒ تفصیل کے ساتھ شان نزول ذکر فرما چکے ہیں۔چنانچہ اولاً جب یہ مقدمہ سرکار نبوی (ﷺ) میں پیش ہوا تو پہلی آیت **یاایھا الذین** سے **اذا لمن الاثمین** تک نازل ہوئی۔آپ (ﷺ) نے ورثہ سے ان کے اس دعوے پر گواہ طلب فرمائے کہ "ان دونوں نے خیانت کی ہوگی" لیکن چونکہ گواہ کوئی تھا نہیں، اس لئے آپ (ﷺ) نے ان دونوں سے خیانت اور کتمان نہ کرنے پر قسم لے کر دعویٰ خارج کر دیا۔لیکن پیالہ ملنے پر معاملہ کی نوعیت بدل گئی اور مقدمہ پھر دوبارہ سرکار نبوی (ﷺ) میں پیش ہوا اور **فان عثر الخ** سے دوسری آیت نازل ہوئی۔چونکہ اب دعویٰ وصیت یا خریداری پر ان کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، اس لئے آپ (ﷺ) نے سہمی کے دو قریبی رشتہ داروں سے قسم لے کر ان کے موافق مقدمہ کا فیصلہ فرما دیا۔

﴿تشریح﴾: .... **آیت سے سات (۷) احکام معلوم ہوئے:** .... اس واقعہ اور آپ (ﷺ) کے فیصلہ سے کچھ احکام معلوم ہوئے۔(۱) میت اگر اپنا مال کسی کو دینے دلانے کے متعلق کسی سے کہے اور اس کو سپرد کرے تو اس کو وصی کہا جاتا ہے۔وہ ایک شخص بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی۔(۲) وصی کا مسلمان یا عادل ہونا سفر ہو یا حضر ضروری اور لازم نہیں بلکہ افضل ہے۔جس طرح خود وصی بنانا بھی لازم نہیں بلکہ مناسب ہے۔(۳) کسی جھگڑے میں جو امر زائد کو ثابت کرنا چاہتا ہو وہ مدعی اور دوسرا فریق مدعی علیہ کہلائے گا۔(۴) سب سے اول مدعی سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں۔اگر شرعی قواعد کے مطابق گواہ پیش کر دے تو دعویٰ کا فیصلہ مدعی کی موافق ہوتا ہے۔لیکن اگر مدعی گواہ نہ لا سکے تو پھر مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔اگر وہ حلفیہ بیان دے دے تو مقدمہ پھر اس کے موافق فیصل ہوتا ہے۔ہاں اگر مدعی علیہ قسم سے انکار کر دے تو پھر مقدمہ مدعی کے حق میں ہوتا ہے۔(۵) دروغ بیانی اور دروغ حلفی سے بچنے کے لئے زمان اور مکان اور الفاظ کے لحاظ سے قسم کی تغلیظ بھی کی جاسکتی ہے۔لیکن یہ حاکم کی رائے پر ہے لازم نہیں ہے۔(۶) اگر مدعی علیہا اپنے کسی فعل کے متعلق قسم کھائے گا تو یہ کہنا چاہئے کہ ''میں نے یہ کام نہیں کیا'' اور دوسرے کے متعلق اگر قسم کھائے تو یہ کہنا چاہئے کہ ''مجھے اس کام کی خبر نہیں ہے۔'' (۷) کسی مقدمہ میں اگر وارث مدعی علیہ ہوں تو شرعی ورثاء پر قسم آئے گی وہ ایک ہو یا کئی۔دوسرے لوگوں سے حلف نہیں لیا جائے گا۔

حلف کی تغلیظ اور کیفیت: .... پرایا مال بلا اجازت جان بوجھ کر لے لینا چونکہ ظلم ہے اس لئے تغلیظاً اس کو ذکر کرنا بھی حاکم کی رائے پر ہے اور اصل قسم اس طرح ہونی چاہئے کہ ''خدا کی قسم ہمارے علم میں میت نے ان مدعیوں کے ہاتھ وہ چیزیں فروخت نہیں کی'' اور چونکہ علم کی واقعیت، عدم واقعیت کی اطلاع کی کوئی ظاہری سبیل نہیں ہوتی، اس لئے اس کی واقعیت پر زیادہ مؤکد قسم لی گئی۔چنانچہ لفظ احق اس پر دلالت کر رہا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ معاملہ کا سارا مدار میرے اوپر ہی ہے۔اس لئے قسم کھاتا ہوں کہ جس طرح اس میں میرا ظاہری جھوٹ ثابت نہیں ہوسکتا، اسی طرح حقیقت میں بھی کذب نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ حلف دراصل علم پر ہے اور چونکہ اس کا جھوٹ ہونا بغیر اقرار ثابت نہیں ہوسکتا، اس لئے اس طریقہ سے جو حق تلفی ہوگی وہ اشد درجہ کا ظلم ہوگا ممکن ہے یہاں ظالم اسی لئے کہا گیا ہو۔

حلف کے اس مخصوص طرز کی مصالح: .... غرضیکہ ان سب پہلوؤں میں ''حق بحقدار رسید'' ہونے کا زیادہ امکان اور لحاظ ہے، کیونکہ اگر وصی سے حلف نہ لیا جاتا اور زائد مال سپرد کرنے میں وصی سچا ہوتا تو اس سے تہمت رفع ہونے کی کوئی صورت نہ ہوتی اور اگر جھوٹا ہوتا تو پھر ورثہ کے لئے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہ ہوتا۔لیکن اب سچا ہونے کی صورت میں برأت ہو جاتی ہے اور جھوٹا ہونے کی حالت میں ممکن ہے جھوٹی قسم سے ڈر کر انکار کر دے، تب ورثہ کا حق ثابت ہو جائے گا۔اسی طرح اگر ورثہ کے لئے حلف مشروع نہ ہوتا اور شرعاً بس انکار ہی حق ہوتا تو پھر اثبات حق کی کوئی صورت نہ ہوتی۔لیکن اگر شرعاً انکار حق نہ ہوتا تو پھر وصی کے لئے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔مگر اب ورثہ کا حق ہونے کے وقت ان کا حق ثابت ہوسکتا ہے اور حق نہ ہونے کی صورت میں انکار قسم کی وجہ سے وصی کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔پس دو صورتیں وصی کے حلف کی حکمت میں ہوئیں اور لفظ یاتوا بالشھادۃ دونوں کو شامل ہے اور دو شقیں ورثہ کے حلف کی حکمت میں ہیں۔جن میں سے دوسری شق تو وصی کے حلف کی پہلی شق میں داخل ہے۔رہی پہلی شق سو وہ او یخافوا کی مدلول ہے۔پس حلف کی اس مجموعی صورت میں سب شقوں کی پوری رعایت ہوگئی۔(بیان القرآن)

لطائف آیات: .... آیت یایھا الذین امنوا شھادۃ الخ سے ثابت ہوا کہ انتظام کی رعایت ہر کام میں ضروری ہے۔دینی کام ہو یا دنیاوی کیونکہ بدانتظامی سے اہل حقوق کے مصالح میں خلل پڑتا ہے جو معصیت ہے۔

اُذْکُرْ **یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ** هُوَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ **فَیَقُوْلُ** لَهُمْ تَوْبِیْخًا لِقَوْمِهِمْ **مَا ذَآ** اَیِ الَّذِیْ **اُجِبْتُمْ** بِهٖ حِیْنَ دَعَوْتُمْ اِلَی التَّوْحِیْدِ **قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا** بِذٰلِكَ **اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ** ﴿۱۰۹﴾ مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ ذَهَبَ عَنْهُمْ عِلْمُهٗ لِشِدَّةِ هَوْلِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَفَزَعِهِمْ ثُمَّ یَشْهَدُوْنَ عَلٰی اُمَمِهِمْ لَمَّا یَسْكُنُوْنَ اُذْکُرْ **اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ** بِشُكْرِهَا **اِذْ اَیَّدْتُّكَ** قَوَّیْتُكَ **بِرُوْحِ الْقُدُسِ** جِبْرَئِیْلَ **تُكَلِّمُ النَّاسَ** حَالٌ مِنَ الْكَافِ فِیْ اَیَّدْتُّكَ **فِی الْمَهْدِ** اَیْ طِفْلًا **وَكَهْلًا** یُفِیْدُ نُزُوْلَهٗ قَبْلَ السَّاعَةِ لِاَنَّهٗ رُفِعَ قَبْلَ الْكُهُوْلَةِ كَمَا سَبَقَ فِیْ اٰلِ عِمْرَانَ **وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْئَةِ** كَصُوْرَةِ **الطَّیْرِ** وَالْكَافُ اِسْمٌ بِمَعْنٰی مِثْلٍ مَفْعُوْلٌ **بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ** بِاِرَادَتِیْ **وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی** مِنْ قُبُوْرِهِمْ اَحْیَاءً **بِاِذْنِیْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ** حِیْنَ هَمُّوْا بِقَتْلِكَ **اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ** اَلْمُعْجِزَاتِ **فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ** مَا **هٰذَآ** الَّذِیْ جِئْتَ بِهٖ **اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ** ﴿۱۱۰﴾ وَفِیْ قِرَاءَةٍ سَاحِرٌ اَیْ عِیْسٰی **وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ** اَمَرْتُهُمْ عَلٰی لِسَانِهٖ **اَنْ** اَیْ بِاَنْ **اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ** عِیْسٰی **قَالُوْٓا اٰمَنَّا** بِهِمَا **وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ** ﴿۱۱۱﴾ اُذْکُرْ **اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ** اَیْ یَفْعَلُ **رَبُّكَ** وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْفَوْقَانِیَّةِ وَنَصْبِ مَا بَعْدَهٗ اَیْ تَقْدِرُ اَنْ تَسْاَلَهٗ **اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ** لَهُمْ عِیْسٰی **اتَّقُوا اللّٰهَ** فِی اقْتِرَاحِ الْاٰیَاتِ **اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ** ﴿۱۱۲﴾ **قَالُوْا نُرِیْدُ** سُؤَالَهَا مِنْ اَجْلِ **اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ** تَسْكُنَ **قُلُوْبُنَا** بِزِیَادَةِ الْیَقِیْنِ **وَنَعْلَمَ** نَزْدَادَ عِلْمًا **اَنْ** مُخَفَّفَةٌ اَیْ اَنَّكَ **قَدْ صَدَقْتَنَا** فِیْ اِدِّعَاءِ النُّبُوَّةِ **وَنَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ** ﴿۱۱۳﴾ **قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا** اَیْ یَوْمَ نُزُوْلِهَا **عِیْدًا** نُعَظِّمُهٗ وَنُشَرِّفُهٗ **لِّاَوَّلِنَا** بَدَلٌ مِنْ لَنَا بِاِعَادَةِ الْجَارِّ **وَاٰخِرِنَا** مِمَّنْ یَّاْتِیْ بَعْدَنَا **وَاٰیَةً مِّنْكَ** عَلٰی قُدْرَتِكَ وَنُبُوَّتِیْ **وَارْزُقْنَا** اِیَّاهَا **وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ** ﴿۱۱۴﴾ **قَالَ اللّٰهُ** مُسْتَجِیْبًا لَهٗ **اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا** بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ **عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ** اَیْ بَعْدَ نُزُوْلِهَا **مِنْكُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ** ﴿۱۱۵﴾ فَنَزَلَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ بِهَا مِنَ السَّمَاءِ عَلَیْهَا سَبْعَةُ اَرْغِفَةٍ وَسَبْعَةُ اَحْوَاتٍ فَاَكَلُوْا مِنْهَا حَتّٰی شَبِعُوْا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَفِیْ حَدِیْثٍ اُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَلَحْمًا فَاُمِرُوْا اَنْ لَّا یَخُوْنُوْا وَلَا یَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا فَرُفِعَتْ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ

ترجمہ:.......... (وہ دن یاد کیجئے) جبکہ اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائیں گے (قیامت کے روز) اور پھر پوچھیں گے (ان پیغمبروں سے ان کی قوم کی سرزنش کے لئے) کیا (ماذا علی الذی ہے) جواب ملا تمہیں (جب تم نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی) وہ عرض کریں گے ہمیں کچھ خبر نہیں (اس کی بابت) یہ تو آپ ہی کی ہستی ہے جو غیب کی باتیں جاننے والی ہے (جو باتیں بندوں سے غائب رہی ہیں۔ پیغمبروں کو اس علم سے ذہول، قیامت کی ہول اور گھبراہٹ سے ہوگا۔ لیکن پھر جب سکون ہوگا تو اپنی امتوں کے خلاف گواہی دیں گے۔ (یاد کیجئے) اس دن اللہ فرمائیں گے۔ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر جو انعام کئے ہیں انہیں یاد کرو (شکر گزار رہو) جبکہ میں نے تمہاری تائید (تقویت) کی تھی۔ روح القدس (جبرئیلؑ) کے ذریعہ۔ تم لوگوں سے کلام کرتے تھے (یہ حال ہے ایدتک کے کاف سے)۔ جھولے میں بھی (بچپن میں) اور بڑی عمر میں بھی (اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت سے پہلے ہوگا۔ کیونکہ سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہے کہ زمانہ کہولت سے پہلے ہی وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے) اور جب کہ میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھلائی تھی اور جب کہ تم مٹی سے بناتے رہتے تھے چڑیا جیسی شکل (صورت اور کاف اسمیہ ہے بمعنی مفعول ہے) میرے حکم سے پھر اس میں پھونک مار دیتے اور وہ میرے حکم (ارادہ) سے چڑیا ہو جاتی تھی اور میرے حکم سے اندھے اور برص کے روگیوں کو چنگا کر دیتے تھے اور جب کہ میرے حکم سے مردوں کو جلا دیتے تھے (قبروں سے زندہ کر کے) اور جب کہ بنی اسرائیل کا وہ شر جو تمہارے خلاف کر رہے تھے میں نے روک دیا تھا (تمہارے قتل کی اسکیم بنانے کے وقت) یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ تم روشن دلیلیں (معجزات) ان کے سامنے لے گئے تھے اور ان میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی وہ بول اٹھے تھے۔ یہ (جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں) اس کے سوا کچھ نہیں کہ کھلی جادوگری ہے (اور ایک قرأت میں ساحر ہے جس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں) اور جب کہ میں نے حواریوں کو الہام کیا تھا (آپ کی زبانی ان کو حکم دیا تھا) کہ ان معنی میں (بان کے ہے) مجھ پر اور میرے رسول (عیسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لاؤ؟ انہوں نے کہا تھا کہ ہم (ان دونوں پر) ایمان لے آئے ہیں اور خدایا آپ گواہ رہئے کہ ہم فرمانبردار ہیں (نیز یاد کیجئے) اس وقت کو جب کہ حواریوں نے کہا تھا اے مریم کے بیٹے! کیا ایسا کر سکتے ہیں تمہارے پروردگار (ایک قرأت میں لفظ تستطیع تائے فوقانیہ کے ساتھ ہے اور مابعد منصوب ہے۔ یعنی کیا آپ اس کی درخواست کر سکتے ہیں) کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار دے۔ کہہ دیا تھا (ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے) اللہ سے ڈرو (اس قسم کی فرمائشیں کرنے میں) اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ عرض کرنے لگے کہ ہم تو چاہتے ہیں (یہ درخواست اس لئے ہے) کہ اس میں سے کچھ کھائیں اور ہمارے دل آرام (سکون) پائیں (یقین میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے) اور ہم جان جائیں (ہمارا علم زیادہ ہو جائے) کہ (ان مخففہ ہے دراصل انک تھا) آپ نے جو کچھ بتایا وہ سچ تھا (دعویٰ نبوت کر کے) اور یہ کہ ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ اس پر عیسیٰ بن مریم نے دعا کی۔ اے اللہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان بھیج؟ کہ ہو جائے ہمارے لئے (اس کے آنے کا دن) عید (جس کی بطور یادگار ہم تعظیم کریں اور بڑائی منائیں) ہمارے اگلوں کے لئے (یہ بدل ہے لنا کے لئے اعادۂ جار کے ساتھ) اور پچھلوں کے لئے (جو ہمارے بعد آنے والی نسلیں ہیں) اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو (آپ کی قدرت اور میری نبوت پر) ہمیں (اس کی) روزی دیجئے کہ آپ سب سے بہتر روزی دینے والے ہیں۔ اللہ نے فرمایا (ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے) میں بھیجوں گا (تخفیف اور تشدید کے ساتھ دونوں قرأتیں ہیں) تمہارے لئے خوان۔ لیکن جو بھی کفر کرے گا اس کے (اترنے کے) بعد تم میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ اس جیسا عذاب تمہاری دنیا میں کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ (چنانچہ آسمان سے فرشتے سات چپاتیاں اور سات مچھلیاں لے کر آئے۔ حاضرین نے اس سے خوب پیٹ بھر لیا۔ ابن عباسؓ نے ایسے ہی فرمایا اور حدیث میں ہے کہ آسمان سے خوان نعمت اترا۔ جس میں گوشت روٹی تھی لیکن ان کو حکم ہوا کہ خیانت نہ کرنا اور آئندہ کے لئے ذخیرہ نہ کرنا۔ مگر انہوں نے خیانت بھی کی اور ذخیرہ اندوزی بھی کی۔ چنانچہ خوان الٰہی اٹھالیا گیا اور وہ لوگ بندر و خنزیر بنا دیئے گئے۔

تحقیق وترکیب: .... **یوم.** منصوب ہے اذکر مقدر سے۔ **فیقول.** شبہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم غیب ہیں۔ پھر یہ سوال کیسا؟ مفسر علامؒ "**توبیخالھم**" سے اسی کے جواب کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ انبیاء کا علم کے باوجود لاعلمی کا اظہار کرنا بظاہر کذب بیانی ہے۔ لیکن اس کے تین جواب ہیں۔ یا تو اشتکاء اور التجاء الی اللہ کے طور پر کہا ہے اور یا بقول ابن عباسؓ اللہ کے علم کے آگے اپنے علم کو ہیچ قرار دیا اور یا یہ مطلب ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنی زندگی اور سامنے کا حال جان سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے بعد قوم کا کیا انجام ہوا۔ ہمیں کچھ خبر نہیں اور ایک توجیہ **ذھب عنھم الخ** سے مفسر علامؒ کررہے ہیں۔ رہا انبیاءؑ کے حق میں **لایحزنھم الفزع الاکبر** فرمانا یا اپنی امتوں کے برخلاف گواہی دینا۔ سو چونکہ قیامت کا دن نہایت طول طویل ہوگا۔ اس لئے ان احوال کا دوسرے وقت پیش آنا اس کے منافی نہیں ہے اور امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ادباً علم سے سکوت اور اپنے جہل کا اقرار کیا ہے۔

بشکرھا. اس کا تعلق اذکر سے ہے اور اذیدتک میں **نعمتی** عامل ہے **فی المھد.** چنانچہ بچپن میں **انی عبداللہ الخ** کلام فرمایا۔ جیسا کہ سورہ مریم میں ہے۔ **وکھلاً** یا تو اس سے لئے بڑھایا کہ کمسنی اور بڑی عمر کے کلام کا پختگی میں یکساں ہونا معلوم ہوجائے اور یا ان کے نزول آسمانی کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کیونکہ ۳۳ سال کی عمر میں ان کا رفع سماوی ہوگیا تھا۔ کہولت صادق آنے کے لئے دوبارہ نزول ماننا پڑے گا۔ پہلی صورت میں ایک دوسری صورت میں دو نشانیاں ہوجائیں گی۔

اوحیت. چونکہ اصطلاح شرع میں وحی انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے، اس لئے مفسر علامؒ کو وحی بالواسطہ سے تاویل کرنی پڑی اور بقول زجاج کلام عرب میں وحی بمعنی امر مستعمل ہے۔ لیکن اگر لغوی معنی لئے جائیں تو اس تکلف کی ضرورت نہیں رہتی جیسے **واوحی ربک** میں ان **امنوا** مفسر نے اشارہ کیا ہے۔ ان مصدریہ ہونے کی طرف اور ان مفسرہ بھی ہوسکتا ہے۔ **لیستطیع** اشارہ ہے کہ لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے۔ اس سے یہ شبہ دور ہوگیا کہ حواریین مومن ہونے کے باوجود استطاعت اور قدرت میں کیسے شک کررہے ہیں۔ اگرچہ زمخشریؒ وغیرہ بعض حضرات ان کے کفر کے قائل تھے۔

مائدۃ. کپڑے کا دسترخوان جو زمین پر بچھایا جائے جو عجم کا طریقہ ہے اور سفرہ چمڑے کا ہوتا ہے جو عرب کا دستور ہے اور خوان میز کی قسم سے ہوتا ہے جو شاہانہ طریقہ ہے یہاں مقصود کھانا ہے۔ **عیداً** مروی ہے کہ اتوار کے دن یہ مائدہ نازل ہوا تھا۔ اسی لئے نصاریٰ کے یہاں اتوار مذہبی تقدیس کا دن ہے اور عید عود سے ماخوذ ہے۔ بار بار آنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور بعض عید کے معنی سرور کے لیتے ہیں۔ **ارغفه** جمع رغیف۔ چپاتی۔ **احوات** جمع حوت بمعنی مچھلی۔

قالہ ابن عباسؓ ان ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ مائدہ میں بجز گوشت روٹی کے سب چیزیں اتریں تھیں۔

بیضاوی نے نقل کیا ہے کہ سرخ دسترخوان آسمان سے اترا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیکھ کر رونے لگے اور یہ دعا کی۔ **اللّٰھم اجعلنی من الشاکرین اللّٰھم اجعلھا رحمة ولا تجعلھا مثلة وعقوبة** ۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وضو کر کے نماز پڑھی اور روئے اور پھر **بسم اللہ خیر الرازقین** پڑھ کر خوان نعمت پر سے کپڑا اٹھایا تو سب چیزیں مہیا تھیں شمعون نے دریافت کیا کہ یا روح یہ دنیا کا کھانا ہے یا آخرت کا؟ فرمایا کہ دونوں کے علاوہ ہے۔ کھا کر اللہ کا شکر کرو۔ کہنے لگے یا روح اللہ اور کوئی نشانی دکھلایئے۔ فرمایا **سمكة احيی باذن اللہ** چنانچہ مچھلی زندہ ہوکر تڑپنے لگی اس کے بعد **عودی کما کنت** فرمایا تو پھر سابقہ حالت میں ہوگئی اور مائدہ غائب ہوگیا۔ **فخانوا.** بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس روز کے بعد حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس مائدہ سے صرف فقراء کھائیں امراء نہ کھائیں۔ اس حکم کی وجہ سے اغنیاء نے فقراء سے معاندانہ معاملہ کیا۔ اس لئے مسخ کیا گیا۔ تین سوتیں افراد مسخ کردیئے گئے جو رات میں اچھے خاصے تھے۔ صبح اٹھے تو بندر و خنزیر کی شکلیں ہوگئیں تھیں۔ تین روز یا سات روز اس حالت میں رہ کر مرگئے۔ لیکن زیادہ تر یہ اسرائیلی روایات ہیں۔

ربط آیات: .... چونکہ متعدد احکام بیان ہوچکے۔ اس لئے قرآن کریم اپنی عادت کے مطابق اس کو موثر بنانے کے لئے آیت

یوم یجمع اللہ میں احوال قیامت پیش کرتا ہے اور چونکہ زیادہ تر روئے سخن اہل کتاب کی طرف رہا ہے اس لئے آیت اذقال اللہ سے ختم سورت تک خاص طور پر نصاریٰ کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ مختلف انعامات کا ذکر اذ کر نعمتی سے اور تصرفات میں حق تعالیٰ کے تصرف کا محتاج ہونا اذتخلق سے اور اللہ کی حفاظت کا محتاج ہونا اذ کففت سے اور دعوت توحید اور بشارت نبوت و اذا وحیت سے اور معجزہ مائدہ کا اثبات و اذقال الحواریون سے بیان کیا جارہا ہے اور یہ اعجاز چونکہ یہود پر حجت ہوسکتا ہے۔ اس لحاظ سے یہود کے ساتھ بھی محاجہ ہو گیا۔

تشریح:............ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کی والدہ کے حق میں انعام:**............ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان چیزوں کا انعام ہونا تو ظاہر ہے، لیکن ان کی والدہ پر بھی یہ انعام ہے۔ کیونکہ نبی ہونے کی حیثیت سے جب ان کی نزاہت کی خبر دیں گے تو خبر یقیناً صادق ہوگی اور نزاہت کا انعام ہونا حضرت مریم علیہ السلام کے حق میں ظاہر ہے اور خود والدہ پر جو انعام ہوا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے یاد دلایا گیا ہے کہ بڑوں پر انعام فی الحقیقت چھوٹوں کی عزت افزائی ہوتی ہے کہ دیکھو ایسے بڑوں کی یہ اولاد ہے۔ پھر اولاد کے بڑے ہونے میں کیا تعجب وتامل؟

مائدہ کے بارے میں شکر کیجئے، خیانت نہ کرنے، ذخیرہ نہ کرنے کی ہدایت تھی، لیکن بعض لوگوں نے خیانت کی کہ ذخیرہ اندوزی شروع کردی جو شان توکل کے خلاف تھی، جس قسم کا بے سبب متوکلانہ رزق آرہا تھا، اس کا تقاضا یہی تھا کہ نظر اسباب میں نہیں الجھنی چاہئے تھی۔ لیکن مظاہرہ اس کے بالکل برخلاف اس لئے مستحق غضب ہوئے۔ باقی اتنے معجزات کے ہوتے ہوئے حواریوں نے مائدہ کی درخواست ممکن ہے زیادہ برکت حاصل کرنے اور ایمان تازہ کرنے کے لئے کی ہو۔

لطائف آیات:............ آیت لاعلم لنا الخ میں بعض حضرات نے اللہ تعالیٰ کے جلالی آثار کی تجلی کی اس ذہول کا سبب قرار دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ استغراق، سکر، فنا محویت، غیبت وغیرہ احوال بے اصل نہیں ہیں۔ آیت اذ قال اللّٰہ الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی اولاد میں سے ہونا بھی ایک نعمت ہے آیت اتقوا اللّٰہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ میں خوارق تلاش نہیں کرنے چاہئیں۔

وَاذْكُرْ **اِذْ قَالَ** اَیْ یَقُوْلُ **اللّٰهُ** لِعِیْسٰی فِی الْقِیٰمَةِ تَوْبِیْخًا لِقَوْمِهٖ **یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ** عِیْسٰی وَقَدْ اَرْعَدَ **سُبْحٰنَكَ** تَنْزِیْهًا لَكَ مِمَّا لَا یَلِیْقُ بِكَ مِنَ الشَّرِیْكِ وَغَیْرِهٖ **مَا یَكُوْنُ** یَنْبَغِیْ **لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ** خَبَرُ لَیْسَ وَلِیْ لِلتَّبْیِیْنِ **اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا** اُخْفِیْهِ **فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ** اَیْ مَا تُخْفِیْهِ مِنْ مَعْلُوْمَاتِكَ **اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ** وَهُوَ **اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا** رَقِیْبًا اَمْنَعُهُمْ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ **مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** قَبَضْتَنِیْ بِالرَّفْعِ اِلَی السَّمَآءِ **كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ** الْحَفِیْظَ لِاَعْمَالِهِمْ **وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ** مِنْ قَوْلِیْ لَهُمْ وَقَوْلِهِمْ بَعْدِیْ وَغَیْرِ ذٰلِكَ **شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾** مُطَّلِعٌ عَالِمٌ بِهٖ **اِنْ تُعَذِّبْهُمْ** اَیْ مَنْ اَقَامَ عَلَی الْكُفْرِ مِنْهُمْ **فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ**

وَاَنْتَ مَالِكُهُمْ تَتَصَرَّفُ فِيهِمْ كَيْفَ شِئْتَ لَا اِعْتِرَاضَ عَلَيْكَ **وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ** اَىْ لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ **فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ** الْغَالِبُ عَلٰى اَمْرِهٖ **الْحَكِيْمُ** ﴿۱۱۸﴾ فِىْ صُنْعِهٖ **قَالَ اللّٰهُ هٰذَا** اَىْ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ **يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ** فِى الدُّنْيَا كَعِيْسٰى **صِدْقُهُمْ** لِاَنَّهٗ يَوْمُ الْجَزَاءِ **لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ** بِطَاعَتِهٖ **وَرَضُوْا عَنْهُ** بِثَوَابِهٖ **ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ** ﴿۱۱۹﴾ وَلَا يَنْفَعُ الْكَاذِبِيْنَ فِى الدُّنْيَا صِدْقُهُمْ فِيْهِ كَالْكُفَّارِ لِمَا يُؤْمِنُوْنَ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْعَذَابِ **لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** خَزَائِنُ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ وَالرِّزْقِ وَغَيْرِهَا **وَمَا فِيْهِنَّ** اَتٰى بِمَا تَغْلِيْبًا لِغَيْرِ الْعَاقِلِ **وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ** ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۶/۶ وَمِنْهُ اِثَابَةُ الصَّادِقِ وَتَعْذِيْبُ الْكَاذِبِ وَخَصَّ الْعَقْلُ ذَاتَهٗ تَعَالٰى فَلَيْسَ عَلَيْهَا بِقَادِرٍ

ترجمہ: ....اور (یاد کیجئے) اس وقت کو جب کہ فرمائیں گے (قال بمعنی یقول ہے) اللہ تعالیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت میں ان کی قوم کو سرزنش کرنے کے لئے) اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو۔ عرض کریں گے (عیسیٰ علیہ السلام لرزہ براندام ہوتے ہوئے) آپ کے لئے پاکی ہے) شرک وغیرہ نامناسب آلودگی سے آپ بری ہیں) بھلا مجھ سے یہ بات کیسے ہوسکتی ہے کہ ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے (یہ لیس کی خبر ہے اور لی بیان کے لئے ہے) اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو ضرور آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا۔ آپ تو جانتے ہیں جو کچھ (چھپا ہوا ہو) میرے دل میں اور میں تو آپ کے دل کی بات نہیں جان سکتا۔ (آپ کی پوشیدہ معلومات سے واقف نہیں) آپ ہی غیب کی ساری باتیں جاننے والے ہیں۔ میں نے تو ان سے وہی بات کہی جس کے کہنے کا آپ نے حکم دیا تھا (اور وہ یہ ہے) کہ اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ اس کا نگران رہا (ذمہ دارانہ طور پر کہ اس سے ان کو روکتا رہا) جب تک ان میں تھا۔ لیکن جب آپ نے میرا وقت پورا کردیا (آسمان پر اٹھالیا) پھر تو آپ ہی بس ان کے نگہبان تھے (ان کے اعمال کے نگران کار) اور آپ تو ہر چیز پر (خواہ میرا ان سے کہنا ہو یا میرے بعد ان کا کہنا سننا وغیرہ) نگہبانی کرنے والے ہیں (واقف کار و باخبر ہیں) اگر آپ نے ان کو سزا دی (ان میں سے جو لوگ اپنے کفر پر برقرار رہے) تو یہ آپ کے بندے ہیں (اور آپ ان کے مالک۔ جو چاہے آپ کریں، آپ پر کون اعتراض کرسکتا ہے) اور اگر آپ انہیں بخش دیں گے (ان پر ایمان والوں کو) سو بلاشبہ آپ سب پر غالب (اپنے کام میں زبردست ہیں) حکمت رکھنے والے ہیں (اپنی کارگزاری میں) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ آج (قیامت کے روز) وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے (دنیا میں جیسے عیسیٰ علیہ السلام) ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا (کیونکہ یہ بدلے کا دن ہے) ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی (ان کی فرمانبرداری کے سبب) اور یہ اللہ میاں سے خوش (اس کے ثواب پر رضامند) یہ سب سے بڑی کامیابی ہے (دنیا میں جھوٹ بولنے والوں کو آج قیامت میں سچ بولنا کام نہیں دے گا جیسے کفار۔ عذاب کے مشاہدہ کے بعد ایمان لانے لگیں) آسمانوں اور زمین کی (جس میں بارش اور گھاس اور رزق وغیرہ کے ذخیرے ہیں) اور ان میں جو کچھ ہے (لفظ ما استعمال کرنا بے عقل مخلوق پر غالب مان کر ہے) سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ کوئی چیز ان کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ (منجملہ اس کے سچے کو ثواب اور جھوٹے کو عذاب دینا ہے اور عقل کی رو سے اللہ کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے۔ ان کو اس پر قدرت نہیں ہے۔

تحقیق وترکیب:............اذ قال ۔صحیح رائے تو یہ ہے کہ سوال بروز قیامت ہوگا۔لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ رفع سماوی کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا تھا۔ **ما فی نفسک** ۔نفس کا اطلاق حق تعالیٰ کے لئے مشاکلت کی وجہ سے کیا گیا ہے یا حقیقۃً ذات مراد ہو جیسے **کتب علی نفسه الرحمة** **ان اعبدوا اللہ** یہ اللہ کا مقولہ بھی ہوسکتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی۔ پہلی صورت میں اگر چہ مقتضی عبادت **اعبدونی** ہونا چاہئے تھا لیکن معناً حکایۃً بھی ہوسکتا ہے۔نیز یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ صرف لفظ ربی بطور ادراج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہو یا لفظ اعنی مضمر مان کر ہو۔**توفیتنی** اس کے معنی پورا پورا لے لینا۔موت بھی اس کا ایک فرد بن جاتی ہے۔**اللہ یتوفی الانفس الخ** یہاں رفع سماوی مراد ہے۔متعارف موت مراد نہیں ہے۔**یوم** جمہور قرار رفع کے ساتھ اور نافع نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں۔اول صورت میں تقدیر عبارت **ھذا الیوم یوم منفعة الصادقین** ہوگی۔یا ظرف مستقر خبر ہو جائے گی۔ ای **ھذا الذی مومن کلام عیسیٰ واقع یوم ینفع الخ** اور منصوب ہونے کی صورت میں قال کا ظرف ہوسکتا ہے اور ہذا کی خبر محذوف ہوگی۔ای **قال اللہ ھذا القول لعیسیٰ واقع یوم ینفع الخ**۔

وخص العقل قدرت کا تعلق چونکہ ممکنات کے ساتھ ہوتا ہے محال یا واجب کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔اس لئے اللہ کی ذات و صفات اس سے خارج ہیں۔ان پر قدرت ہونے کے معنی ان کو واجب سے نکال کر ممکن بنادینے کے ہیں اور یہ محال ہے۔

ربط آیات:............سلسلہ کلام اہل کتاب میں سے نصاریٰ کے متعلق چل رہا ہے۔ان آیات میں قیامت کے مکالمہ کو نقل کیا گیا ہے۔جس میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کی قوم کے دعاوی کی تردید وتکذیب کی جارہی ہے تاکہ توحید کا اثبات اور عقائد شرکیہ کا ابطال ہو جائے۔

﴿ تشریح ﴾:............**توحید وتثلیث:**............ان آیات کا مقصود اصلی تثلیث کا ابطال اور شرک فی الالوہیت کی تردید کرنا ہے۔خواہ اقانیم ثلثہ کا ایک رکن حضرت مریم علیہا السلام کو مانتے ہوں یا روح القدس کو یہاں اول کی تخصیص ممکن ہے۔اس فرقہ کی کثرت کی وجہ سے ہو یا اس لئے کہ جب تثلیث میں حضرت مریم علیہا السلام کی شرکت باطل ہے تو روح القدس کی شمولیت بدرجہ اولیٰ غلط ہے کیونکہ انسان سے خوارق کا ظہور بہ نسبت فرشتوں کے زیادہ عجیب وغریب ہے۔پس جب پہلی صورت میں گنجائش ترک نہیں تو دوسری صورت میں کس طرح امکان تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

جس طرح اس سورت کے شروع میں ایک اجمالی حکم دیا تھا جو متن کی حیثیت رکھتا تھا۔یعنی **اوفوا بالعھد** پوری سورت اسی کی شرح اور تفصیل تھی۔اب سورت کے ختم پر ایفاء عہد اور اس کی ضد کے حسن وقبح پر سورت کو ختم کیا جارہا ہے۔**سبحان ذی الملک والملکوت**۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا وَمَا قَدَرُ واللّٰهَ اَلْاٰيَاتُ الثَّلٰثُ وَاِلَّا قُلْ تَعَالَوْا اَلْاٰيَاتُ الثَّلٰثُ

وِهِيَ مِائَةٌ وَخَمْسٌ اَوْ سِتٌّ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وعشرون ركوعًا

سورۂ انعام مکی ہے بجز وماقدرو اللہ تین آیات کے۔کل آیات ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ ہیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿﴾ اَلْحَمْدُ وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيْلِ ثَابِتٌ لِلّٰهِ وَهَلِ الْمُرَادُ اَلْاِعْلَامُ بِذٰلِكَ لِلْاِيْمَانِ بِهٖ اَوْ لِلثَّنَاءِ بِهٖ اَوْ هُمَا اِحْتِمَالَاتٌ اَفْيَدُهَا الثَّالِثُ قَالَهُ الشَّيْخُ فِيْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ خَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمَا اَعْظَمُ الْمَخْلُوْقَاتِ لِلنَّاظِرِيْنَ وَجَعَلَ خَلَقَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اَىْ كُلَّ ظُلْمَةٍ وَنُوْرٍ وَجَمَعَهَا دُوْنَهُ لِكَثْرَةِ اَسْبَابِهَا وَهٰذَا مِنْ دَلَائِلِ وَحْدَانِيَّتِهٖ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَعَ قِيَامِ هٰذَا الدَّلِيْلِ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ يُسَوُّوْنَ بِهٖ غَيْرَهُ فِى الْعِبَادَةِ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ بِخَلْقِ اَبِيْكُمْ اٰدَمَ مِنْهُ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا لَكُمْ تَمُوْتُوْنَ عِنْدَ اِنْتِهَائِهٖ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى مَضْرُوْبٌ عِنْدَهٗ لِبَعْثِكُمْ ثُمَّ اَنْتُمْ اَيُّهَا الْكُفَّارُ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾ تَشُكُّوْنَ فِى الْبَعْثِ بَعْدَ عِلْمِكُمْ اَنَّهٗ اِبْتَدَأَ خَلْقَكُمْ وَمَنْ قَدَرَ عَلَى الْاِبْتِدَاءِ فَهُوَ عَلَى الْاِعَادَةِ اَقْدَرُ وَهُوَ اللّٰهُ مُسْتَحِقٌّ لِلْعِبَادَةِ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تَجْهَرُوْنَ بِهٖ بَيْنَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾ تَعْمَلُوْنَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ وَمَا تَاْتِيْهِمْ اَىْ اَهْلَ مَكَّةَ مِّنْ زَائِدَةٌ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ بِالْقُرْاٰنِ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا عَوَاقِبُ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا فِىْ اَسْفَارِهِمْ اِلَى الشَّامِ وَغَيْرِهَا كَمْ خَبَرِيَّةٌ بِمَعْنٰى كَثِيْرًا اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ اُمَّةٍ مِّنَ الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ مَّكَّنّٰهُمْ اَعْطَيْنَاهُمْ مَكَانًا فِى الْاَرْضِ بِالْقُوَّةِ وَالسَّعَةِ مَالَمْ نُمَكِّنْ نُعْطِ لَّكُمْ فِيْهِ اِلْتِفَاتٌ

عَنِ الْغَيْبَةِ **وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ** الْمَطَرَ **عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا** مُتَتَابِعًا **وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ** تَحْتَ مَسَاكِنِهِمْ **فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ** بِتَكْذِيْبِهِمُ الْاَنْبِيَاءَ **وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ** ﴿۶﴾ **وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا** مَكْتُوْبًا **فِيْ قِرْطَاسٍ** رَقٍّ كَمَا اقْتَرَحُوْهُ **فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ** اَبْلَغُ مِنْ عَايَنُوْهُ لِاَنَّهُ اَنْفٰى لِلشَّكِّ **لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ** مَا **هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ** ﴿۷﴾ تَعَنُّتًا وَعِنَادًا **وَقَالُوْا لَوْلَاۤ** هَلَّا **اُنْزِلَ عَلَيْهِ** عَلٰى مُحَمَّدٍ **مَلَكٌ** يُصَدِّقُهُ **وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا** كَمَا اقْتَرَحُوْهُ فَلَمْ يُؤْمِنُوْا **لَّقُضِيَ الْاَمْرُ** بِهَلَاكِهِمْ **ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ** ﴿۸﴾ يُمْهَلُوْنَ لِتَوْبَةٍ اَوْ مَعْذِرَةٍ كَعَادَةِ اللّٰهِ فِيْمَنْ قَبْلَهُمْ مِنْ اِهْلَاكِهِمْ عِنْدَ وُجُوْدِ مُقْتَرَحِهِمْ اِذَا لَمْ يُؤْمِنُوْا **وَلَوْ جَعَلْنٰهُ** اَيِ الْمُنَزَّلَ اِلَيْهِمْ **مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ** اَيِ الْمَلَكَ **رَجُلًا** اَيْ عَلٰى صُوْرَتِهٖ لِيَتَمَكَّنُوْا مِنْ رُؤْيَتِهٖ اِذْ لَا قُوَّةَ لِلْبَشَرِ عَلٰى رُؤْيَةِ الْمَلَكِ **وَ** لَوْ اَنْزَلْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا **لَلَبَسْنَا** شَبَّهْنَا **عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ** ﴿۹﴾ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ **وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ** فِيْهِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **فَحَاقَ** نَزَلَ **بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ** ﴿۱۰﴾ وَهُوَ الْعَذَابُ فَكَذَا يَحِيْقُ بِمَنِ اسْتَهْزَأَ بِكَ

ترجمہ:............ ہر طرح کی ستائش (حمد کے معنی اچھی خوبی کے ہیں جو ثابت ہے) اللہ کے لئے ہے (اس جملہ کا مقصد اس عقیدہ پر ایمان لانا ہے یا صرف اللہ کی مدح سرائی مقصود ہے یا دونوں مراد ہے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے۔ چنانچہ جلال الدین محلیؒ نے بھی سورۂ کہف میں یہی فرمایا ہے) جنہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا (خاص طور پر ان دونوں چیزوں کا ذکر اس لئے کیا کہ دیکھنے والوں کی نظر میں یہ سب سے بڑی مخلوق ہے) اور نمودار (پیدا) کیں اندھیریاں اور اجالا (یعنی ہر ظلمت و نور۔ لیکن اول کو جمع سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرے لفظ کو جمع سے تعبیر نہیں کیا۔ کیونکہ ظلمت کے اسباب بہت سے ہوتے ہیں اور یہ اللہ کے دلائل وحدانیت میں سے ہے) پھر بھی جو لوگ کفر کرنے والے ہیں (اس دلیل کے باوجود) اپنے پروردگار کے برابر سمجھتے ہیں (عبادت میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں) اللہ ہی ہیں جنہوں نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا (حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا) پھر تمہارے لئے ایک میعاد ٹھہرادی (کہ اس کو پورا کر کے مرجاؤ گے) اور ایک دوسری میعاد بھی ان کے علم میں مقرر ہے (تمہارے قبروں سے اٹھانے کے لئے طے ہے) پھر بھی تم ہو (اے کفار) کہ شک میں پڑے رہتے ہو) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں تمہیں تردد ہے (حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ ابتداءً اسی لئے پیدا کیا ہے۔ پس جو ذات ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہو دوبارہ پیدا کرنے پر تو بدرجہ اولیٰ اسے قدرت حاصل ہونی چاہئے) وہی اللہ ہے (مستحق عبادت) آسمانوں میں اور زمین میں۔ جانتے ہیں۔ تمہاری چھپی اور کھلی چیزوں کو (جو باتیں تم چھپا کر یا کھلم کھلا کرتے ہو آپس میں) جو کچھ (اچھی بری) کمائی کرتے ہو وہ بھی ان کے علم سے باہر نہیں ہے اور کوئی نشانی نہیں کہ جو ان (اہل مکہ) کے پاس (من زائدہ ہے) نہ آئی ہو۔ پروردگار کی (قرآنی) نشانیوں میں سے کہ انہوں نے اس سے گردن نہ موڑلی ہو۔ چنانچہ جب سچائی (قرآن) ان کے پاس آئی تو انہوں نے جھٹلا دیا۔ سو جس بات کی یہ لوگ ہنسی اڑاتے رہے ہیں عنقریب انہیں اس کی حقیقت (انجام) معلوم ہو کر رہے گی۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے (شام وغیرہ کے سفروں میں) کہ کتنے لوگوں کو (کم خبریہ ہے بمعنی کثیر) ہم نے ہلاک کر دیا ہے ان سے پہلے دور کے (پچھلی

قوموں کے) جنہیں ہم نے اس طرح جما دیا تھا (ٹھکانا دے دیا تھا) ملکوں میں (طاقت اور تصرف کے ساتھ) کہ تمہیں بھی اس طرح نہیں جمایا (بسایا) ہے۔ (اس میں غیبوبت سے التفات پایا گیا ہے) ہم نے ان پر آسمانی بارش (برسات) اس طرح بھیج دی تھی کہ پے در پے (لگا تار) برستی رہی اور ان کی آبادیوں (مکانات) کے نیچے نہریں چلادی تھیں۔ لیکن پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے (انبیاء کو جھٹلانے کے سبب) انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قوموں کے دور پیدا کر دیئے اور اگر ہم اتار دیتے (آپ ﷺ پر) کوئی کتاب (لکھی لکھائی) ایک کاغذ پر (ان کی فرمائش کے مطابق) اور یہ لوگ اسے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے (یہ طریقہ مشاہدہ سے بڑھ کر ہے) کیونکہ ہاتھ سے چھونے کے بعد پھر کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی) پھر بھی جن لوگوں نے راہ انکار اختیار کر رکھی ہے وہ یہی کہتے ہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) کہ یہ کھلی جادوگری ہے (سرکشی اور عناد کے سبب) اور ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ کیوں نہیں (لولا بمعنی ھلا ہے) اس پر (محمد ﷺ) پر) اترتا فرشتہ (جو اس کی تصدیق کرتا) اگر ہم فرشتہ نازل کرتے (ان کی فرمائش کے مطابق اور پھر بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) تو ساری باتوں کا فیصلہ ہی ہو جاتا (ان کی تباہی کے باب میں) پھر ان کے لئے مہلت ہی کب رہتی (تو یہ یا معذرت کے لئے ان کو مہلت نہ دیتے۔ جیسا کہ اللہ کی عادت پہلے لوگوں میں رہی ہے کہ ان کی فرمائش پورا ہونے کے بعد اگر ایمان نہیں لاتے تھے تو پھر تباہ کر دیئے جاتے تھے) اور اگر ہم کسی فرشتہ کو پیغمبر بناتے (کہ جس کی طرف وحی نازل ہوتی) تو اسے (فرشتہ کو) بھی انسان بناتے (یعنی انسانی شکل و صورت پر ہی اتارتے تا کہ اس کو دیکھنا ممکن ہوتا ورنہ انسان میں تو فرشتے کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے) اور (اگر ہم فرشتہ اتارتے اور وہ بھی بشکل انسانی) تب بھی ہم انہیں ویسے ہی شبہات (شکوک) میں ڈال دیتے جس طرح کے شبہات میں اب یہ پڑے ہوئے ہیں۔ (ان کے دلوں میں ہیں۔ چنانچہ ماھذا لابشر مثلکم کہتے ہیں) اور یہ واقعہ ہے کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کی ہنسی اڑائی گئی ہے (اس میں آنحضرت (ﷺ) کے لئے تسلی ہے) تو جن لوگوں نے ہنسی اڑائی تھی ہنسی کی وہ بات ان ہی پر آ پڑی (یعنی عذاب الٰہی۔ پس اسی طرح جو لوگ آپ سے استہزاء کرتے ہیں وہ بھی اس سے دوچار ہوں گے۔)

تحقیق وترکیب: .... سورۃ الانعام تسمیۃ الکل باسم الجزاء کے طور پر اس صورت کا نام ہے۔ بجز چھ آیات کے پوری سورت کا ایک دم نزول کا قول ضعیف ہے۔ چنانچہ ابن صلاح کہتے ہیں ایک دفعہ پوری سورت نازل ہونے کے سلسلہ میں جو ابی ابن کعبؓ کی روایت ہے اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف بھی روایت موجود ہے۔ **الا یعنی وما قدروا اللہ** سے لے کر **یستکبرون** تک اور **قل تعالوا الخ** سے لے کر **لعلکم تتقون** تک کل چھ آیات بقول ابن عباسؓ مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور باقی سورت مکہ معظمہ میں رات کو نازل ہوئی۔

حمد وصف جمیل کے ساتھ یہ قید بھی ضروری ہے کہ بطور تعظیم ہوتا کہ "**ذوق انک انت العزیز الکریم**" اس سے خارج ہو جائے۔ کیونکہ یہ بطور تحکم کہا جائے گا نہ کہ تعظیماً یہ مفہوم تو لغو ہے اور اصطلاحاً منعم ہونے کی حیثیت سے کسی کو تعظیمی الفاظ کہنا حمد کہلائے گا۔ **ھل المراد**۔ پہلی صورت میں لفظاً و معناً دونوں طرح جملہ خبر یہ ہوگا اور دوسری صورت میں لفظاً جملہ خبر یہ اور معناً انشائیہ ہوگا۔ ثم پہلا اور تیسرا **ثم** استبعاد کے لئے اور دوسرا ترتیب ذکری کے لئے ہے اور **بربھم** میں با **یعدلون** کے صلہ کے لئے نہ کہ کفر کے لئے۔ لیکن اگر **یعدلون** کا صلہ عنہ محذوف ہو تو پھر با کفر کا صلہ ہو جائے گا۔

خلقکم مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا کہ بتقدیر مضاف ہے۔ **ای خلق ابیکم** اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اولاد آدم کی پیدائش تو نطفہ سے ہوتی ہے نہ کہ مٹی سے۔ آدم کے خمیر میں سب ہی طرح کی مٹی اور پانی شامل تھا۔ اسی لئے مٹی کے اثر سے رنگتیں اور پانی کے اثر سے اخلاق مختلف ہوئے۔ **اجلاً** یہاں بمعنی موت ہے اور وقت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ بقول حسنؒ اس سے مراد ولادت

سے موت تک اور دوسرے لفظ اجل سے مراد موت سے بعث تک وقفہ ہے۔ اجل مسمّی صفت مخصصہ کی وجہ سے مبتداء ہے۔

وھو اللّٰہ لفظ ھو مبتداء، اللہ خبر اول، **یعلم** خبر ثانی۔ **ماتکسبون** کسب سے مراد ثواب وعقاب ثمرہ اعمال ہے اور **سرکم وجھرکم** سے مراد اعمال سریہ اور جہریہ۔ پس مغائرت کی وجہ سے عطف درست ہوگیا۔ قرن قاموس میں ہے کہ تیس یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستر یا اسی یا سو یا ایک سو بیس سال پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ لیکن حدیث میں ہے کہ آپ (ﷺ) نے حضرت انسؓ سے فرمایا۔ **عاش قرناً** ۔ چنانچہ وہ سو سال زندہ رہے۔

مکنھم قوم عاد وثمود وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ **لاقوۃ للبشر** البتہ صرف رسول اللہ (ﷺ) نے دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ حراء پر دوسری دفعہ سدرۃ المنتہیٰ پر۔

ربط آیات: .... سورۂ مائدہ کے ختم پر شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات مع دلائل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سورت کے شروع میں بھی یہی مضامین ہیں۔ یہ مناسبت تو پچھلی سورت کے انجام اور اس سورت کے آغاز میں ہوئی، لیکن دونوں سورتوں کے مجموعہ میں بھی مناسبت ہے کہ دونوں میں شرائع کا بیان ہے۔ اگرچہ پچھلی سورت میں اصول کثیرہ کے ساتھ تقریباً بیس فروعی احکام بھی بیان ہوئے اور اس سورت میں اصول زیادہ ہیں اور فروع صرف چار پانچ ہوں گے۔ اس سورت کے اجزاء میں بھی باہم مناسبت ہے۔ چنانچہ آیت **الحمدللّٰہ الخ** سے توحید کا اثبات کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد آیت **وماتاتیھم الخ** سے کفار کا اعراض مع وعید اور آیت **ولونزلنا الخ** سے کفار کا عموماً اور آنحضرت (ﷺ) کی رسالت سے متعلق خصوصاً عناد بیان کیا جارہا ہے۔ بعد ازاں آیت **ولقد استھزئ** میں آپ کی تسلی کا سامان ہے۔

شانِ نزول وفضائل: .... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بجز چھ آیات کے پوری سورت مکہ میں رات کے وقت ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئی۔ آنحضرت (ﷺ) سبحان اللہ کہتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور اسی وقت رات میں اس سورت کو لکھ لینے کا حکم دیا۔ نیز آنحضرت (ﷺ) سے مروی ہے کہ جو شخص سورۃ انعام کی پہلی تین آیت **مایکسبون** تک پڑھے تو حق تعالیٰ چالیس فرشتے اس لئے مقرر فرمادیتے ہیں کہ قیامت تک چالیس فرشتوں کی عبادت کے برابر اس کا ثواب لکھا جاتا رہے اور ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے۔ شیطان اگر اس کے پڑھنے والے کے دل میں وسوسہ ڈالنا چاہے تو اس گُرز سے شیطان کی خبر لی جاتی ہے اور ستر حجاب درمیان میں حائل کردیئے جاتے ہیں اور قیامت کے روز حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو میرے زیر سایہ چل اور ہر قسم کے پھل جنت میں کھا اور حوض کوثر سے پانی پی اور نہر سلسبیل میں غسل کر۔ تو میرا بندہ، میں تیرا رب ہوں۔

حضرت ابی ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ سورۂ انعام تلاوت کرنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کردیئے جاتے ہیں جو اس کی ہر آیت کے بدلے دن رات استغفار کرتے رہتے ہیں اور مرفوعاً یہ روایت بھی ہے کہ سورۂ انعام کی تلاوت کرنے والے پر دن رات ستر ہزار فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ نضر بن حارث، عبداللہ بن امیہ، نوفل بن خویلد کہنے لگے۔ اے محمد (ﷺ)! ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، تاوقتیکہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے لکھا ہوا پیغام نہ آئے اور اس پیغام کی نیز آپ (ﷺ) کی رسالت کی تصدیق چار فرشتے نہ کردیں۔ اس پر آیت **لونزلنا الخ** نازل ہوئی۔

﴿ تشریح ﴾: .... **توحید اور قیامت:** .... پہلی تینوں آیات میں توحید کا اثبات ہے کہ نفوس وآفاق کا خالق اور غیب وشہادت کا عالم ہی مستحق عبادت ہوسکتا ہے اور آخر کی دو آیتوں میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی اطلاع اور اس کی امتناع پر

ردا اور محاسبہ اعمال پر تنبیہ ہے جس سے شرک پر وعید بھی ثابت ہوگئی۔ پہلی اجل کا کچھ حال تو قرائن وعلامات سے دوسروں کو معلوم ہو بھی سکتا ہے۔ مگر دوسری اجل کو اپنے ہی ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

تباہ شدہ قوموں کے نمایاں آثار دیکھنے کو خود ان ہی کی ہلاکت کا دیکھنا فرمایا ہے۔ نیز موجودہ کفار کو دنیاوی عذاب سے ڈرانا مقصود ہے یا اخروی عذاب سے۔ جس کا سلسلہ موت کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے جو قریب ہی ہے۔

کسی قوم کے ہلاک کردینے سے خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا:......... اور انشانا کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ہلاک ہونے سے ہمارا حقیقی نقصان تو کیا ہوتا ظاہری نقصان بھی کچھ نہیں ہوا۔ دنیا آباد کی آباد ہے۔ جیسی تھی ویسی ہی بس رہی ہے۔ البتہ قیامت کے وقت ساری دنیا کا فنا ہونا۔ چونکہ دنیا کی اپنی مقررہ میعاد ختم کرنے کے بعد ہوگا۔ اس لئے اس کو ظاہری نقصان بھی نہیں کہا جا سکتا۔ چہ جائیکہ حقیقی ضرر ہو۔ غرضیکہ ان کے نہ ہونے سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ خس کم شد جہاں پاک شد۔

حاصل کلام:......... غرضیکہ ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے کائنات ہستی پیدا کی تاریکی اور روشنی نمودار کی، تاریکی اور روشنی کا فرق ہر آنکھ محسوس کر لیتی ہے۔ لیکن اس پر بھی جو لوگ منکر ہیں وہ دونوں میں امتیاز نہیں کرتے اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہی خدا جس نے تمہیں پیدا کیا، اسی نے دو میعادیں مقرر کیں۔ پہلی میعاد عمل کے لئے اور دوسری میعاد نتائج وثمرات کے لئے۔ لیکن انسان کی غفلت پر افسوس کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں جھٹلاتا رہتا ہے۔

چنانچہ آج بھی جب سچائی کی دعوت نمودار ہوئی تو منکرین حق اس سے گردن موڑے ہوئے ہیں۔ گزشتہ قوموں کی سرگزشتوں میں تمہارے لئے درس عبرت ہے اور اس اصل عظیم کی وضاحت ہے کہ ایمان وہدایت کی راہ نظر وبصیرت کی راہ ہے نہ کہ بلا دلیل بات لینے اور نری تقلید کی۔ جن لوگوں میں سچائی ہوتی ہے ان کے لئے سچائی کی دلیلیں اور نشانیاں ہیں۔ لیکن جن کے دل سچائی سے پھر گئے ہیں ان کے لئے کوئی نشانی بھی سودمند نہیں۔ ایسے لوگ سچائی کا معارضہ کرنے کے لئے کہنے لگتے ہیں کہ عجیب وغریب باتیں ہمیں کیوں نہیں دکھلائی جاتیں۔ لیکن اس قسم کی فرمائشیں پوری کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں ہے، کیونکہ اگر اس طرح کی عجیب وغریب باتیں دکھلا بھی دی جائیں، تب بھی یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ جو سچائی کو سچائی کے لئے قبول نہ کرتا۔ اسے کوئی بات بھی قبولیت حق پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ دنیا میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرشتے اتر کر انسانوں کے سامنے چلنے پھرنے لگیں۔ یہاں فرشتے اگر آ بھی جائیں گے تو انسان ہی بن کر رہیں گے۔

لطائف آیات:......... آیت الحمد للہ الذی الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ من حیث الذات بھی مستحق عبادت ہے اور من حیث الصفات بھی۔ آیت ولو انزلنا الخ سے معلوم ہوا کہ معاند کے نفع کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اسی لئے ارباب حقیقت اس کے درپے نہیں ہوا کرتے۔ آیت ولو انزلنا ملکاً الخ سے معلوم ہوا کہ خوارق کا ظاہر نہ ہونا ہی نتیجہ کے لحاظ سے اسلم ہوتا ہے۔

قُلْ لَهُمْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الرُّسُلَ مِنْ هَلَاكِهِمْ بِالْعَذَابِ لِتَعْتَبِرُوْا **قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ قُلْ لِّلّٰهِ ۖ** اِنْ لَّمْ يَقُوْلُوْهُ لَا جَوَابَ غَيْرُهُ **كَتَبَ** قَضٰى **عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ** فَضْلًا مِّنْهُ وَفِيْهِ تَلَطُّفٌ فِيْ دُعَائِهِمْ اِلَى الْاِيْمَانِ **لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ** لِيُجَازِيَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ **لَا رَيْبَ** شَكَّ **فِيْهِ ۖ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ** بِتَعْرِيْضِهَا لِلْعَذَابِ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهُ **فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهُ** تَعَالٰى **مَا سَكَنَ** حَلَّ **فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۖ** اَيْ كُلُّ شَيْءٍ فَهُوَ رَبُّهُ وَخَالِقُهُ وَمَالِكُهُ **وَهُوَ**

السَّمِيعُ لِمَا يُقَالُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳﴾ بِمَا يُفْعَلُ قُلْ لَهُمْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا أَعْبُدُهُ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ مُبْدِعِهِمَا وَهُوَ يُطْعِمُ يَرْزُقُ وَلَا يُطْعَمُ يُرْزَقُ لَا قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَقِيلَ لِي لَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۴﴾ بِهٖ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي بِعِبَادَةِ غَيْرِهٖ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵﴾ هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَنْ يُصْرَفْ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَيِ الْعَذَابُ وَلِلْفَاعِلِ أَيِ اللّٰهُ وَالْعَائِدُ مَحْذُوفٌ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ تَعَالٰى أَيْ أَرَادَ لَهُ الْخَيْرَ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۶﴾ النَّجَاةُ الظَّاهِرَةُ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ بَلَاءٍ كَمَرَضٍ وَفَقْرٍ فَلَا كَاشِفَ رَافِعَ لَهٗ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ كَصِحَّةٍ وَغِنًى فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾ وَمِنْهُ مَسُّكَ بِهٖ وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى رَدِّهٖ عَنْكَ غَيْرُهٗ وَهُوَ الْقَاهِرُ الْقَادِرُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ مُسْتَعْلِيًا فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيمُ فِي خَلْقِهٖ الْخَبِيرُ ﴿۱۸﴾ بِبَوَاطِنِهِمْ كَظَوَاهِرِهِمْ وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِنَا بِمَنْ يَشْهَدُ لَكَ بِالنُّبُوَّةِ فَإِنَّ أَهْلَ الْكِتٰبِ أَنْكَرُوكَ قُلْ لَهُمْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً تَمْيِيزٌ مُحَوَّلٌ عَنِ الْمُبْتَدَإِ قُلِ اللّٰهُ إِنْ لَمْ يَقُولُوهُ لَا جَوَابَ غَيْرُهٗ هُوَ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ عَلٰى صِدْقِي وَأُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ عَطْفٌ عَلٰى ضَمِيرِ أُنْذِرَكُمْ أَيْ بَلَغَهُ الْقُرْاٰنُ مِنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً أُخْرٰى اِسْتِفْهَامُ إِنْكَارٍ قُلْ لَهُمْ لَا أَشْهَدُ بِذٰلِكَ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۱۹﴾ مَعَهٗ مِنَ الْأَصْنَامِ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُونَهٗ أَيْ مُحَمَّدًا بِنَعْتِهٖ فِي كِتَابِهِمْ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ مِنْهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾ بِهٖ

ترجمہ: .... کہہ دیجئے (ان سے) زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے (جنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا گیا ہے تا کہ تم عبرت حاصل کر سکو) پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کے لئے ہے؟ کہئے اللہ کے لئے (اگر یہ جواب نہ دے سکیں تو بجز اس کے اور جواب ہو ہی کیا سکتا ہے؟) لازم کر لیا ہے (مقرر کر لیا ہے) اپنے اوپر انہوں نے رحمت کو (اپنے فضل سے۔ اس میں ایمان کی طرف لطیف دعوت ہے) وہ ضرور تمہیں قیامت کے روز جمع کریں گے (تمہارے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے) اس میں کوئی شک (شبہ) نہیں۔ جو لوگ اپنے کو تباہ کر چکے ہیں (نفس کو عذاب کے پیش کر کے یہ مبتداء ہے۔ اس کی خبر آگے ہے) وہ کبھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ ٹھہراؤ (حلول کیا ہوا) ہے رات، دن میں (یعنی سب چیزوں کے وہی رب اور خالق و مالک ہیں) اور وہ سننے والے ہیں (بات چیت) جاننے والے ہیں (کام) کہہ دیجئے (ان سے) کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو کارساز بنالوں (جس کی پوجا کروں) جو آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں (ایجاد کرنے والے ہیں) وہ روزی (رزق) دیتے ہیں۔ ان کو کوئی کھانے کو (رزق) نہیں دیتا (میرے لئے ہرگز غیر اللہ کی پوجا مناسب نہیں، آپ کہہ دیجئے مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے آگے جھکنے والوں میں پہلا جھکنے والا میں ہوں (اللہ کے

سامنے۔اس امت کے لحاظ سے)اور یہ (حکم بھی مجھے دیا گیا ہے) کہ (اللہ کے ساتھ) شرک کرنے والوں میں سے مت ہونا۔آپ (ﷺ) کہئے تو میں اپنے پروردگار کی نافرمانی اگر کروں (غیر اللہ کی بندگی کر کے) تو بہت بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔جس کے سر سے ٹل جائے (یہ لفظ بنی للمفعول یعنی مجہول ہے۔مراد عذاب ہے۔اور مبنی للفاعل یعنی معروف بھی ہوسکتا ہے۔یعنی اللہ اور عائد محذوف ہوگا)اس دن تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا (یعنی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے)اور بڑی سے بڑی کامیابی (کھلی نجات) یہی ہے اور اگر اللہ تجھے دکھ پہنچائے (بیماری یا تنگدستی جیسی تکلیف) تو اس کا ٹالنے والا (دور کرنے والا) کوئی نہیں۔بجز اس کی ذات کے اور اگر تجھے کوئی بھلائی (تندرستی اور مالداری کی قسم کی) پہنچانا چاہے تو وہ ہر بات پر قادر ہیں (منجملہ ان کے تجھے ان حالتوں میں مبتلا کرنا بھی ہے اور اس کے سوا کوئی اور تجھ سے اس کو دور بھی نہیں کر سکتا)وہی ہیں جو زبردست ہیں (غلبہ رکھنے والے ہیں۔کوئی چیز انہیں زور سے دبا نہیں سکتی) اپنے بندوں پر۔اور وہی بڑی حکمت رکھنے والے ہیں (پیدا کرنے میں) اور پوری خبر رکھنے والے ہیں (ظاہر کی طرح باطن کی بھی۔کفار نے جب آنحضرت (ﷺ) سے فرمائش کی کہ اپنی نبوت پر دلیل پیش کرو۔کیونکہ اہل کتاب تم کو نہیں مانتے ہیں؟ تو یہ آیات نازل ہوئیں) فرمادیجئے (ان سے) کون سی چیز ہے جس کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہے (لفظ شہادۃ تمیز ہے جو دراصل مبتداء تھا) کہہ دیجئے کہ اللہ (اگر یہ کوئی جواب نہ دیں۔کیونکہ اس کے سوا اور کوئی جواب ہے بھی نہیں۔وہی) میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے (میرے سچا ہونے پر)اس نے مجھ پر اس قرآن کی وحی فرمائی ہے تاکہ میں تمہیں (اے اہل مکہ)اس کے ذریعہ ڈراؤں اور ان لوگوں کو بھی جن کو اس قرآن کی تعلیم پہنچ چکی ہے (انذرکم کی ضمیر پر اس کا عطف ہے۔یعنی انسان وجنات میں سے جن کو قرآن کی تبلیغ ہو چکی ہے) کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی شریک ہیں (استفہام انکاری ہے) کہہ دو (ان سے) میں تو (اس کی) گواہی نہیں دے سکتا۔کہہ دیجئے کہ صرف وہی معبود یگانہ ہے۔اس کے ساتھ کوئی نہیں اور جو کچھ (اس کے ساتھ بتوں کو) شریک ٹھہراتے ہیں میں اس سے بیزار ہوں۔جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان کو (محمد ﷺ) کو ان اوصاف کی وجہ سے جو ان کی کتابوں میں ہیں)اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔لیکن جن لوگوں نے اپنے کو تباہ کرلیا (ان میں سے)وہ کبھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔آنحضرت (ﷺ) پر)۔

تحقیق وترکیب: .... **سیروا** . بقول بغویؒ ومدارک سیر ارضی مراد ہے۔یا سیر نظری یا فکری۔چونکہ بسا اوقات اول سیر، دوسری سیر کا ذریعہ بن جاتی ہے۔اس لئے صوفیاء سیاحت کو اختیار کرتے ہیں کہ قدرت کی صناعی اور رنگا رنگی وصول الی اللہ اور ترقی معارف کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ **سنریهم اٰیاتنا فی الاٰفاق**

کتب . بمعنی وجب ہے۔لیکن فضلاً کہہ کر مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا کہ حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔کیونکہ کوئی چیز بھی اللہ پر واجب نہیں ہے بلکہ مضبوط وعدہ پر محمول کیا جائے گا۔جس کا ایفاء یقینی ہے۔

الذین خسروا موصول صلہ **انفسهم** مفعول ہے **خسروا** کا۔یہ مجموعہ مبتداء ہے اور **فهم لا یؤمنون** ۔مبتداء خبر سے مل کر جملہ خبریہ ہے مبتداء کی۔بظاہر آیت سے عدم ایمان کا خسران کے لئے مسبب ہونا معلوم ہوتا ہے، حالانکہ خسران مسبب ہے عدم ایمان کا۔جواب یہ ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جن کے لئے ازل میں خسارہ مقدر ہو چکا ہے وہ آئندہ ایمان نہیں لائیں گے۔غرضیکہ علم الٰہی کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے **ماسکن** اس سے مراد عام ہے جو متحرک اور ساکن کو شامل ہو۔اسی لئے مفسر علامؒ نے حل بمعنی **استقر** سے تفسیر کی ہے۔پس **تقیکم الحر** کی طرح احد الضدین پر اکتفاء کرلیا گیا ہے۔گویا **تقیکم الحر و البرد** تھا۔

اغیر الله یہ مفعول اول ہے **اتخذ** کا اور **ولیا** مفعول ثانی ہے۔تقدیم اعتناء شان کی وجہ سے کی گئی ہے۔ولی سے مراد معبود

ہے شرک کا بطلان مقصود ہے۔لا اس سے اشارہ ہے کہ اتخذ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اول من اسلم ۔ بہر حال نبی امت میں سب سے سابق الایمان ہوتا ہے۔اس کو اپنی نبوت پر ہی ایمان لانا پڑتا ہے۔جس طرح نبی دوسروں کے لئے مرسل ہوتا ہے خود اپنے لئے بھی مرسل ہوتا ہے۔اس لحاظ سے اول مومن ومسلم ہوا۔ یصرف مجہول کی صورت میں نائب فاعل عذاب ہوگا اور معروف پڑھنے کی صورت میں اللہ فاعل ہوگا اور عائد عذاب محذوف ہوا۔حالانکہ نحو میں مشہور یہ ہے کہ غیر موصول کا عائد محذوف نہیں ہوا کرتا۔اس لئے ظاہر یہ ہے کہ نفس عذاب محذوف ہے۔ محول عن المبتداء اصل عبارت اس طرح تھی ای شیءٍ شهادته اکبر اور اللہ کی شہادت سے مراد معجزات ہیں۔ظاہر ہے کہ معجزات کی فعلی شہادت شہادت قولی سے کہیں زیادہ ہوگی۔کیونکہ قول میں تو احتمالات بھی ہوتے ہیں جو فعل میں نہیں ہوتے۔

ومن بلغ اس سے قیامت تک ہونے والے عربی عجمی لوگ مراد ہیں۔ارشاد نبوی (ﷺ) ہے ومن بلغه القران فکانی شافهته وخاطبته ۔اس میں موصول کا عائد محذوف ہے اور فاعل ضمیر قرآن ہے۔ انما هو لفظ انما حصر کے لئے آتا ہے۔جس میں ما کافہ ہے۔یہ مبتداء ہے "الله واحد" موصوف صفت مل کر خبر ہے۔

لیحوفونه. اس کی ضمیر آنحضرت (ﷺ) کی طرف اور قرآن یا احکام کی طرف لوٹ سکتی ہے۔یہ تنزلات ربانیہ میں سے ہے۔ورنہ بقول عبداللہ بن سلامؓ بیٹوں سے بھی زیادہ آنحضرت (ﷺ) کے رسول ہونے کی معرفت تھی۔

ربط آیات:.........پچھلی آیات کی طرح قل لمن ما فی السموت الخ میں بھی توحید کا مضمون ہے اور اسی کی تاکید کے لئے ضمناً قیامت اور معاد کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔آگے آیت قل ای شیءٍ الخ سے رسالت و توحید کا ملا جلا مضمون بیان کیا جارہا ہے۔

شان نزول:.........کلبی کی روایت ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت (ﷺ) سے کہا کہ "اللہ کو نبی بنانے کے لئے تمہارے سوا کیا اور کوئی نہیں ملا؟ ہم تمہاری بات کو سچا نہیں سمجھتے۔کیونکہ اہل کتاب تمہاری تصدیق نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں ان کا ذکر تک نہیں۔سو اپنی رسالت پر کوئی گواہ لائیے۔"

اور ابن جریرؒ وغیرہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نحام بن زید۔قردم بن کعب۔بحری بن عمرو آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ (ﷺ) کے علم میں کیا اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ واقعہ میں بھی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔مجھے اسی کی دعوت دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

﴿ تشریح ﴾:.........کائنات ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کی محکم دلیل ہے:.........تمام کائنات خلقت اس بات کا ثبوت دے رہی ہے کہ ایک خالق صانع ہستی موجود ہے۔اگر اس کی رحمت کا قانون کارفرما نہ ہوتا تو کائنات خلقت میں نہ تو بناؤ اور جمال ہوتا اور نہ افادہ وفیضان۔حالانکہ اس کا کوئی گوشہ نہیں جو اس حقیقت کا ثبوت مہیا نہ کرتا ہو۔

اللہ کی ہستی، اس کی وحدانیت، اس کی صفات اور آخرت جیسی بنیادی باتوں اور عقائد کا بیان ہے۔قرآن کریم کا اسلوب بیان، منطقی مقدمات اور فلسفی دلائل پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ سیدھے سادے طریقہ پر انسان کے فطری وجدان و ذوق کو مخاطب کرتا ہے اور اس کے معنوی احساسات کو بیدار کرنا چاہتا ہے۔اس کا کہنا یہ ہے کہ ایک خالق وپروردگار ہستی کا اعتقاد انسانی فطرت میں موجود ہے۔اگر وہ انکار کرتا ہے پرستش کی گمراہیوں میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ اس کی وجدانی بصیرت پر غفلت طاری ہو جانے کی وجہ سے ہے۔اس لئے اسے

بیدار کرنا چاہئے۔

بلیغ پیرایۂ بیان:.......... چنانچہ کتنے بلیغ اور موثر پیرایہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جس نے یہ تمام کارخانۂ ہستی پیدا کیا۔ کون ہے جس کی رحمت کا فیضان ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ کون ہے جو سب کو رزق دیتا ہے۔ مگر خود کسی کا محتاج نہیں۔ تمہاری فطرت کہہ رہی کہ ایک خالق و صانع ہستی کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پھر یہ کیسی گمراہی ہے کہ اس کی طرف سے گردن پھیرے ہوئے ہو اور اسے چھوڑ کر دوسری ہستیوں کے آگے جھک رہے ہو۔ سب سے بڑی گواہی اللہ کی ہے جو حق کی دعوت کو کامیاب کر کے منکرین و معاندین کو ناکام کر کے سچائی کے حق میں اپنی گواہی کا اعلان کر دیتا ہے۔ یہاں اللہ کی اس سنت اور عادت کی طرف اشارہ ہے کہ جب کبھی اس کی طرف سے کوئی داعی حق آتا ہے اور لوگ شرارت و عناد سے اسے جھٹلاتے اور اس کا مقابلہ کرتے ہیں تو حق و باطل میں مقابلہ آرائی شروع ہو جاتی ہے اور بالآخر حق کامیاب ہوتا ہے اور باطل پرست ناکام اور ذلیل۔ یہی اللہ کی گواہی ہے جو اس معاملہ کا فیصلہ کر دیتی ہے۔

لطائف آیات:.......... آیت کتب علی نفسہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت کا دامن بڑا بلیغ ہے۔ حتیٰ کہ غضب میں بھی اس کی رحمت مضمر ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں پر عین تعذیب کے وقت تادیب ہوتی ہے اور تادیب کے بعد مغفرت پس یہ سب رحمت نہیں تو اور کیا ہے۔ آیت قل انی امرت الخ سے معلوم ہوا کہ تکالیف شرعیہ کسی سے بھی حتیٰ کہ انبیاء سے بھی معاف نہیں ہیں۔ آیت وان یمسسک الخ سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ میں مستقلاً تصرف نہیں ہوتا۔ جو لوگ غیر اللہ سے ازالہ ضرر کی امید رکھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔

وَمَنْ اَیْ لَا اَحَدَ **اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا** بِنِسْبَتِهِ الشَّرِيْكَ اِلَيْهِ **اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ** الْقُرْاٰنِ **اِنَّهٗ** اَیِ الشَّاْنُ **لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۲۱﴾** بِذٰلِكَ وَ اذْكُرْ **يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا** تَوْبِيْخًا **اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴿۲۲﴾** اَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللّٰهِ **ثُمَّ لَمْ تَكُنْ** بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ **فِتْنَتُهُمْ** بِالنَّصْبِ وَالرَّفْعِ اَیْ مَعْذِرَتُهُمْ **اِلَّآ اَنْ قَالُوْا** اَیْ قَوْلُهُمْ **وَاللّٰهِ رَبِّنَا** بِالْجَرِّ نَعْتٌ وَالنَّصْبِ نِدَاءٌ **مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴿۲۳﴾** قَالَ تَعَالٰى **اُنْظُرْ** يَا مُحَمَّدُ **كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ** بِنَفْيِ الشِّرْكِ عَنْهُمْ **وَضَلَّ** غَابَ **عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿۲۴﴾** عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الشُّرَكَاءِ **وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ** اِذَا قَرَأْتَ **وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً** اَغْطِيَةً لِ **اَنْ لَّا يَفْقَهُوْهُ** اَنْ يَّفْهَمُوا الْقُرْاٰنَ **وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا** صَمَمًا فَلَا يَسْمَعُوْنَهٗ سِمَاعَ قُبُوْلٍ **وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا** اِنْ مَا **هٰذَآ** الْقُرْاٰنُ **اِلَّآ اَسَاطِيْرُ** اَكَاذِيْبُ **الْاَوَّلِيْنَ﴿۲۵﴾** كَالْاَضَاحِيْكِ وَالْاَعَاجِيْبِ جَمْعُ اُسْطُوْرَةٍ بِالضَّمِّ **وَهُمْ يَنْهَوْنَ** النَّاسَ **عَنْهُ** اَیْ عَنِ اتِّبَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **وَيَنْئَوْنَ** يَتَبَاعَدُوْنَ **عَنْهُ** فَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقِيْلَ نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ طَالِبٍ كَانَ يَنْهٰى عَنْ اَذَاهُ وَلَا يُؤْمِنُ بِهٖ **وَاِنْ** مَا **يُهْلِكُوْنَ** بِالنَّاْيِ عَنْهُ **اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ** لِاَنَّ ضَرَرَهٗ عَلَيْهِمْ **وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴿۲۶﴾** بِذٰلِكَ **وَلَوْ تَرٰٓى** يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **اِذْ وُقِفُوْا** عُرِضُوْا **عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰا**

لِلتَّنْبِیْهِ **لَیْتَنَا نُرَدُّ اِلَی الدُّنْیَا وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾** بِرَفْعِ الْفِعْلَیْنِ اِسْتِیْنَافًا وَنَصْبُهُمَا فِیْ جَوَابِ التَّمَنِّیْ وَرَفْعِ الْاَوَّلِ وَنَصْبِ الثَّانِیْ وَجَوَابُ لَوْ لَرَاَیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا قَالَ تَعَالٰی **بَلْ** لِلْاِضْرَابِ عَنْ اِرَادَةِ الْاِیْمَانِ الْمَفْهُوْمِ مِنَ التَّمَنِّیْ **بَدَا** ظَهَرَ **لَهُمْ مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ** یَکْتُمُوْنَ بِقَوْلِهِمْ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ بِشَهَادَةِ جَوَارِحِهِمْ فَتَمَنَّوْا ذٰلِكَ **وَلَوْ رُدُّوْا** اِلَی الدُّنْیَا فَرْضًا **لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ** مِنَ الشِّرْكِ **وَاِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾** فِیْ وَعْدِهِمْ بِالْاِیْمَانِ **وَقَالُوْآ** اَیْ مُنْکِرُوا الْبَعْثِ **اِنْ** مَا **هِیَ** اَیِ الْحَیٰوةُ **اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا** عُرِضُوْا **عَلٰی رَبِّهِمْ** لَرَاَیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا **قَالَ** لَهُمْ عَلٰی لِسَانِ الْمَلٰٓئِکَةِ تَوْبِیْخًا **اَلَیْسَ هٰذَا** الْبَعْثُ وَالْحِسَابُ **بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا** اِنَّهٗ لَحَقٌّ **قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾** بِهٖ فِی الدُّنْیَا

ترجمہ:............اور کون ہے (یعنی کوئی نہیں) اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا جس نے اللہ پر جھوٹ بول کر (اس کی طرف شریک کی نسبت کر کے) یا اس کی آیتوں (قرآن) کو جھٹلائے۔ بلاشبہ (شان یہ ہے کہ) کبھی کامیاب نہیں ہوں گے جو (یہ) ظلم کرنے والے ہیں اور (دھیان کیجئے) اس دن کا جب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔ پھر جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہے، ان سے کہیں گے (سرزنش کے لئے) بتلاؤ تمہارے وہ شریک کہاں گئے جن کی نسبت تم باطل گمان رکھتے تھے (کہ وہ اللہ کے شریک ہیں) تو وہ اس وقت نہیں کر سکیں گے (تا اور یا کے ساتھ دونوں طرح لفظ تکن پڑھا گیا ہے) کوئی معذرت (فتنة نصب اور رفع کے ساتھ ہے معذرت مراد ہے) اس کے سوا کہ کہیں (ان قالوا بمعنی قول ہے ان مصدریہ کی وجہ سے) اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے (ربنا جر کے ساتھ نعت ہے اور نصب کے ساتھ ندا ء ہے) ہم شرک کرنے والے نہ تھے (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) دیکھو (اے محمد (ﷺ)) کس طرح یہ اپنے اوپر جھوٹ بولنے لگے (اپنی جانب سے شرک کی نفی کر کے) اور کھوئی گئیں (گم ہوگئیں) ان سے وہ سب افتراء پردازیاں جو یا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ کے لئے شرکاء تجویز کر کے) اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو سننے کے لئے تمہاری طرف کان لگاتے ہیں (جب آپ (ﷺ) تلاوت فرماتے ہیں) حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے (حجاب) ڈال دیئے ہیں تا کہ (نہ) سمجھ سکیں۔ اس (قرآن) کو اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے (رکاوٹ پیدا کر دی ہے کہ قبولیت کے کان سے اس کو نہیں سن کتے) اگر یہ ہر ایک نشانی دیکھ بھی لیں تب بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ جب آپ (ﷺ) کے پاس آتے ہیں اور آپ (ﷺ) سے جھگڑتے ہیں تو جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کر رکھی ہے وہ کہنے لگے ہیں یہ (قرآن) اس کے سوا کچھ نہیں ہے (ان بمعنی ما نافیہ ہے) کہ پچھلوں کی (جھوٹی) کہانیاں ہیں (اساطیر۔ اسطورہ۔ بالضم کی جمع، اضاحیک اور اعاجیب کی طرح) اور یہ لوگ (دوسروں کو بھی) روکتے ہیں۔ آپ (ﷺ) کی طرف سے (یعنی آنحضرت (ﷺ) کے اتباع سے) اور خود بھی دور بھاگتے ہیں (بعید ہو جاتے ہیں) آپ (ﷺ) سے (کہ آپ (ﷺ) پر ایمان نہیں لاتے اور بعض کی رائے ہے کہ ابو طالب کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے کہ آپ کو تکلیف دینے سے لوگوں کو تو روکتے تھے، لیکن خود آنحضرت (ﷺ) پر ایمان نہیں لا سکے) اور وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (ان بمعنی ما نافیہ ہے آپ سے دور بھاگ کر) اپنے ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں (کیونکہ اس کا وبال ان ہی پر آئے گا) لیکن (اس کا) شعور نہیں رکھتے اور اگر آپ (اے محمد (ﷺ)) اس وقت کو ملاحظہ فرمائیں جب کہ انہیں کھڑا کیا جائے گا (پیش کیا جائے گا) جہنم کے

کنارے تو کہیں گے اے (یا تنبیہ کے لئے ہے) کاش ایسا ہو کہ ہم پھر لوٹا دیئے جائیں (دنیا کی طرف) اور اپنے پروردگار کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں (لانکذب اور نکون دونوں فعل مرفوع ہوں تو مستانفہ۔ اور منصوب ہوں تو جواب تمنی اور تیسری صورت یہ ہے کہ اول مرفوع اور ثانی منصوب اور لو کا جواب لرایت امراً عظیماً ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) بلکہ (یہ اعراض ہے ارادہ ایمان سے جو تمنا سے مفہوم ہو رہا ہے) نمودار (ظاہر) ہو گیا۔ ان پر اس کا بدلہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (اپنے اس قول سے چھپایا کرتے تھے۔ واللّٰہ ربنا ماکنا مشرکین لیکن جب ان کے اعضاء گواہی دیں گے تو یہ تمنا ہو گی) اور اگر لوٹا دیئے جائیں (بالفرض دنیا کی طرف) تو پھر اسی بات میں پڑ جائیں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا (یعنی شرک) اور بلاشبہ یہ جھوٹے ثابت ہوں گے (اپنے وعدۂ ایمان میں) اور کہتے ہیں (منکرین قیامت) اس کے سوا کچھ نہیں ہے (ان۔ بمعنی ما نافیہ ہے) کہ یہی (زندگی) دنیا کی زندگی ہے اور ہمیں مر کر پھر اٹھنا نہیں ہے اور آپ اگر انہیں اس حالت میں دیکھیں گے جب یہ کھڑے کئے جائیں (پیش کئے جائیں) گے اپنے پروردگار کے سامنے (تو بڑا تعجب فرمائیں گے) اللہ دریافت فرمائیں گے (ان سے۔ سرزنش کے طور پر فرشتوں کی زبانی) کیا یہ (قبر سے اٹھنا اور حساب) حقیقت نہیں ہے؟ وہ کہیں گے ہاں۔ ہمیں اپنے پروردگار کی قسم (یہ حقیقت ہے) اللہ فرمائیں گے۔ عذاب کا مزہ چکھو اس کفر کی پاداش میں جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

تحقیق وترکیب:............او کذب حرف اور تغایر بین المتعاطفین کے لئے ہے۔ مفہوماً ایک میں منفی کا اثبات اور دوسرے میں مثبت کی نفی ہو رہی ہے۔ این شرکاؤکم یہ غیبوبت شرکاء اسباب وعلائق منقطع ہونے اور تبری کے بعد ہوگی۔ اس لئے دوسری آیت احشروا الذین الخ کے منافی نہیں ہے جس سے ان کا حاضر ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ تزعمون۔ حق کے موقعہ پر بھی زعم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ضمام بن ثعلبہ کی حدیث میں ہے۔ زعم رسولک اور باطل کے موقعہ پر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

تکن ۔ اگر تا کے ساتھ ہے تو لفظ فتنہ اسم مرفوع ہی اور خبر الا ان قالو ہے۔ اور فتنہ منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ ترکیب برعکس ہو جائے گی اور تانیث خبر کی تانیث کی وجہ سے ہوگی۔ رفع کی قرأت ابن کثیر، ابن عامر اور حفص کی ہے اور نصب کی قرأت نافع، ابوبکر کی ہے اور فتن کے معنی سونے کی آگ میں داخل کرنے کے ہیں۔ کھرا کھوٹا معلوم کرنے کے لئے، پھر آزمائش، بلا مصیبت، عذاب، ضلال، معذرت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ کفار کی معذرت کو فتنہ، جھوٹ اور ان کی شرارت کی وجہ سے کہا ہے۔ ربنا مجرور ہونے کی صورت میں اللہ کی صفت ہے اور منصوب ہونے کی صورت میں تقدیر واللہ ربنا ہوگی۔ اکنۃ یہ جمع کنان کی ہے۔ پردہ غلاف۔ وقرا بمعنی ثقل سماعت۔ حتی اذا اس حتیٰ کے بعد جملہ آتا ہے۔ چنانچہ اذا جاؤک اور یجادلونک دونوں جملے موضع حال میں ہیں اور حتیٰ جارہ بھی ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بمعنی وقت موضوع جر میں ہوگا اور یہ جملے تفسیر ہوں گے۔

اساطیر ۔ قاموس میں ہے کہ اسطار، اسطیر، اسطور، اسطاوہ، اسطیرہ، اسطورہ کی جمع ہے۔ سطر کے معنی خط کے ہیں۔ مطلق منقول کے معنی میں مستعمل ہے اور جلال محقق" اسطورہ کی جمع فرما رہے ہیں۔ اضاحیک، اضحوکہ کی اور اعاجیب اعجوبہ کی جمع ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ اساطیر کا کوئی مفرد نہیں اور بقول قاموس سطر کی جمع اسطر، سطور، اسطار ہے اور اساطیر جمع الجمع ہے۔ بے سند باتیں، اکاذیب کے ساتھ تفسیر کرنا تفسیر باللازم ہے۔

ولو تری ۔ آپ (ﷺ) مخاطب ہیں یا خطاب عام ہے۔

برفع الفعلین ۔ ای نحن لانکذب ونحن نکون من المؤمنین۔ گویا سوال مقدر کا جواب ہوگا اور نصب بتقدیر ان

ہوگا۔ ای ان ردونا فلا نکذب ونکون من المؤمنین. علی السان الملائکۃ اس تاویل کے بعد آیت لایکلمھم اللّٰہ ولا ینظر الیھم کے منافی یہ آیت نہیں رہے گی۔

ربط آیات: .... آیت ومن اظلم میں منکرین پر رد کرنا ہے اور آیت یوم نحشر الخ میں ان منکرین کی اخروی بدحالی کی کچھ کیفیت بتلائی ہے۔ توحید ورسالت کے انکار کے بعد ومنھم من یستمع الخ میں منکرین قرآن پر رد ہے۔ آگے آیت ولو تری الخ میں ان کی سزا کا بیان ہے اور آیت وقالو ا ان ھی الخ میں منکرین قیامت کے لئے وعید ہے۔

شان نزول: .... ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ولید بن مغیرہ، نضر بن الحارث، عتبہ، شیبہ، امیہ، ابی، حارث بن عامر، ابوجہل، آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ (ﷺ) تلاوت فرمارہے تھے۔ ان سب نے نضر سے پوچھا۔ محمد (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں؟ کہنے لگا ہونٹ تو چلتے معلوم ہوتے ہیں اور کچھ پرانے افسانے ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ حالانکہ میں اس سے اچھے قصے سنا سکتا ہوں۔ ابوسفیان کہنے لگے کہ بعض باتوں کو تو میں بھی غلط نہیں سمجھتا ہوں۔ لیکن ابوجہل نے تردید کی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ابوسفیانؓ وغیرہ جو لوگ بعد میں ایمان لے آئے ان کو اس آیت سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا اور آیت وھم ینھون الخ کا شان نزول آپ (ﷺ) کے چچا ابوطالب کی انتہائی ہمدردی کے باوجود ایمان سے محروم رہنا ہوگا۔

﴿تشریح﴾: .... **قیامت میں بتوں کا حاضر و غائب ہونا:** .... قیامت میں بتوں کو بلحاظ شریک وشفیع ہونے کے غائب کہا گیا ہے۔ اور دوسری آیات میں بلحاظ ذات حاضر قرار دیا گیا ہے۔ دونوں میں کچھ منافات نہیں ہے۔ نیز اس آیت میں کفار سے توبیخی کلام کا اثبات اور دوسری آیات میں خوشنودی اور رضامندی کے کلام کی نفی ہے۔ ان دونوں میں بھی کچھ تعارض نہیں ہے اور کفار کا جھوٹ بولنا انتہائی دہشت وحیرت میں ہوگا اور تو کچھ بس نہیں چلے گا۔ مفر کی یہی صورت نکالنا چاہیں گے جو کذب اضطراری کہلائے گی اور کشف حقائق واحوال کے بعد جس کذب کی نفی ہونی چاہئے وہ اختیاری ہوتا ہے اور مشرکین اگرچہ شفاعت کے قائل نہ تھے لیکن یا تو بطور فرض یہ کلام مانا جائے اور یا کہا جائے کہ شدت کے وقت وہ لوگ بھی شفاعت کے قائل تھے اور ظاہر ہے کہ قیامت سے بڑھ کر شدت کا اور کون سا موقعہ ہوسکتا ہے۔ آیت میں شرک کا انجام بطور حصر اضافی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے مقصود شرکیہ اعتقاد پر برقرار رہنے کی نفی ہے۔

سچائی کی قدامت: .... دنیا میں سچی بات نئی نہیں ہوسکتی، کیونکہ سچائی سے زیادہ دنیا میں اور کوئی پرانی بات نہیں ہے۔ تاہم جو لوگ سچائی سے پھرے ہوئے ہوں، انہیں جب سچائی کی باتیں سنائی جائیں تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو وہی پرانی کہانی ہے جو ہمیشہ سنتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ عرب میں یہودیوں اور عیسائیوں کی جماعتیں عرصہ سے موجود تھیں وہ تورات کے قصص وواقعات سنا کرتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا اور اس میں بھی پچھلی قوموں اور رسولوں کی سرگذشتیں آنے لگیں تو مشرکین عرب کہنے لگے۔ یہ تو وہی پچھلی قوموں کی پرانی داستان ہے۔

کفار کی حالت کا تمثیلی بیان: .... آیت میں حجاب سے مراد حسی پردہ نہیں بلکہ بطور تمثیل کہا گیا ہے۔ اللہ کی طرف اس کی نسبت بلحاظ تخلیق ہے جو مصلحت وحکمت پر مبنی ہوتی ہے البتہ جن اسباب کسبیہ کی وجہ سے اس سزا کی تخلیق کی گئی ہے۔ مثلاً ایمان سے

اعراض کرنا وہ اختیاری اور قبیح ہوتے ہیں۔ اسی طرح آیت وان یروا کل اٰیۃ میں اختیاری ایمان کی نفی کی جا رہی ہے اور سورۂ شعراء کی آیت ان نشاء ننزل الخ میں ایمان اضطراری کا اثبات ہو رہا ہے۔ اول آیت میں شرعاً مطلوب ہے اور دوسری آیت میں مطلوب نہیں۔ اسی لئے کوئی منافات نہیں ہے۔

دلوں پر پردے ڈال دیئے جانا اور کانوں میں ڈاٹ لگا دینا۔ انسانی گمراہی کی انتہائی حالت سے کنایہ ہے۔ یہ مرتبہ صد اور کفر کا کہلاتا ہے۔ حق اور ناحق کا معاملہ نہیں رہتا۔ آیت ولو تریٰ الخ میں ان کے عناد اور اس کی سزا کا بیان ہے۔

دو شبہوں کا جواب:............ رہا یہ شبہ کہ جب قیامت میں اپنی آنکھوں سے واقعات کا معائنہ ہو جائے تو پھر دوبارہ دنیا میں آنے کے بعد کفر و تکذیب کرنے کا کیا امکان رہتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ تکذیب زبان کا فعل ہے اور زبانی انکار قلب کے یقین کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور چونکہ زبانی تکذیب بھی کفر ہے۔ اس لئے کفر کی طرف عود کہنا صحیح ہوا۔ نیز معائنہ کی وجہ سے دل میں اضطراری یقین ہوگا جو شرعاً معتبر نہیں ہے جو یقین شرعاً مطلوب ہے وہ تسلیم وانقیاد اختیاری ہے۔ پس تصدیق اضطراری اور عدم تصدیق اختیاری دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ بعض ضدی لوگ جانتے سب کچھ ہیں مگر مانتے کچھ نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:............ اسی طرح یہ شبہ بھی صحیح نہیں کہ تمنا ہوتی ہے کسی غیر حاصل چیز کی۔ حالانکہ تمنا کے وقت ایمان اور عدم تکذیب حاصل ہے، پھر تمنا کے کیا معنی؟ کہا جائے گا کہ دنیا کی عدم تکذیب اور ایمان کی تمنا ہوگی جو مدار نجات ہے۔ وہ اس وقت حاصل نہ ہوگی اور ایمان و عدم تکذیب حاصل ہوگی۔ وہ مفید نہ ہونے کی وجہ سے محل تمنا نہیں۔

دونوں جگہ ولو تریٰ میں دو واقعے بیان کئے گئے ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ دونوں ہو سکتے ہیں۔ ایک وقت میں بھی کہ حساب کے لئے کھڑا ہونا جہنم کے پاس ہی ہو اور علیحدہ علیحدہ اوقات میں بھی۔ غرضیکہ دونوں صورتوں میں کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

لطائف آیات:............ آیت وھو ینھون عنہ الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے ساتھ صرف طبعی محبت اور قوی نصرت بغیر عقلی محبت کے مفید نہیں ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ بِالْبَعْثِ **حَتّٰٓى** غَايَةٌ لِلتَّكْذِيْبِ **اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ** الْقِيٰمَةُ **بَغْتَةً** فُجَاَةً **قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا** هِيَ شِدَّةُ التَّاَلُّمِ وَنِدَاءُ هَا مَجَازٌ اَيْ هٰذَا اَوَانُكِ فَاحْضُرِيْ **عَلٰى مَا فَرَّطْنَا** قَصَّرْنَا **فِيْهَا** اَيِ الدُّنْيَا **وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ** بِاَنْ تَاْتِيَهُمْ عِنْدَ الْبَعْثِ فِيْ اَقْبَحِ شَيْءٍ صُوْرَةً وَاَنْتَنِهِ رِيْحًا فَتَرْكَبُهُمْ **اَلَا سَآءَ** بِئْسَ **مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾** يَحْمِلُوْنَهُ حَمْلُهُمْ ذٰلِكَ **وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ** اَيِ الْاِشْتِغَالُ فِيْهَا **اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ** وَاَمَّا الطَّاعَاتُ وَمَا يُعِيْنُ عَلَيْهَا فَمِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ **وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ** وَفِيْ قِرَاءَةٍ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ اَيِ الْجَنَّةُ **خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ** الشِّرْكَ **اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾** بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ ذٰلِكَ فَيُؤْمِنُوْنَ **قَدْ** لِلتَّحْقِيْقِ **نَعْلَمُ اِنَّهٗ** اَيِ الشَّاْنُ **لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ** لَكَ مِنَ التَّكْذِيْبِ **فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ**

فِی السِّرِّ لِعِلْمِهِمْ اِنَّكَ صَادِقٌ وَفِی قِرَاءَةٍ بِالتَّخْفِيفِ اَیْ لَا يَنْسِبُونَكَ اِلَى الْكِذْبِ **وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ** وَضَعَهُ مَوْضَعَ الْمُضْمَرِ **بِاٰيٰتِ اللّٰهِ** اَیِ الْقُرْاٰنِ **يَجْحَدُوْنَ** ﴿۳۳﴾ يُكَذِّبُوْنَ **وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ** فِيهِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا** بِاِهْلَاكِ قَوْمِهِمْ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَاْتِيَكَ النَّصْرُ بِاِهْلَاكِ قَوْمِكَ **وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ** مَوَاعِيْدِهٖ **وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ** ﴿۳۴﴾ مَا يَسْكُنُ بِهٖ قَلْبُكَ **وَاِنْ كَانَ كَبُرَ** عَظُمَ **عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ** عَنِ الْاِسْلَامِ لِحِرْصِكَ عَلَيْهِمْ **فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا** سَرَبًا **فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا** مُصْعِدًا **فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ** مِمَّا اقْتَرَحُوْا فَافْعَلِ الْمَعْنٰى اَنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ **وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ** هِدَايَتَهُمْ **لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى** وَلٰكِنْ لَمْ يَشَأْ ذٰلِكَ فَلَمْ يُؤْمِنُوْا **فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ** ﴿۳۵﴾ بِذٰلِكَ **اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ** دُعَاءَكَ اِلَى الْاِيْمَانِ **الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ** سِمَاعَ تَفَهُّمٍ وَاعْتِبَارٍ **وَالْمَوْتٰى** اَیِ الْكُفَّارُ شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِی عَدَمِ السِّمَاعِ **يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ** فِی الْاٰخِرَةِ **ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ** ﴿۳۶﴾ يُرَدُّوْنَ فَيُجَازِيْهِمْ بِاَعْمَالِهِمْ **وَقَالُوْا** اَیْ كُفَّارُ مَكَّةَ **لَوْلَا** هَلَّا **نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ** كَالنَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْمَائِدَةِ **قُلْ** لَهُمْ **اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنَزِّلَ** بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ **اٰيَةً** مِمَّا اقْتَرَحُوْا **وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ** ﴿۳۷﴾ اَنَّ نُزُوْلَهَا بَلَاءٌ عَلَيْهِمْ لِوُجُوْبِ هَلَاكِهِمْ اِنْ جَحَدُوْهَا **وَمَا مِنْ** زَائِدَةٌ **دَآبَّةٍ** تَمْشِیْ **فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ** فِی الْهَوَاءِ **بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ** فِی تَقْدِيْرِ خَلْقِهَا وَرِزْقِهَا وَاَحْوَالِهَا **مَا فَرَّطْنَا** تَرَكْنَا **فِی الْكِتٰبِ** اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ **مِنْ** زَائِدَةٌ **شَیْءٍ** فَلَمْ نَكْتُبْهُ **ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ** ﴿۳۸﴾ فَيَقْضِی بَيْنَهُمْ وَيَقْتَصُّ لِلْجَمَّاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُمْ كُوْنُوْا تُرَابًا **وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا** الْقُرْاٰنِ **صُمٌّ** عَنْ سِمَاعِهَا سِمَاعَ قُبُوْلٍ **وَّبُكْمٌ** عَنِ النُّطْقِ بِالْحَقِّ **فِی الظُّلُمٰتِ** الْكُفْرِ **مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ** اِضْلَالَهٗ **يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ** هِدَايَتَهٗ **يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ** طَرِيْقٍ **مُّسْتَقِيْمٍ** ﴿۳۹﴾ دِيْنِ الْاِسْلَامِ **قُلْ** يَا مُحَمَّدُ لِاَهْلِ مَكَّةَ **اَرَءَيْتَكُمْ** اَخْبِرُوْنِیْ **اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ** فِی الدُّنْيَا **اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ** الْقِيٰمَةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَيْهِ بَغْتَةً **اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ** لَا **اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** ﴿۴۰﴾ فِی اَنَّ الْاَصْنَامَ تَنْفَعُكُمْ فَادْعُوْهَا **بَلْ اِيَّاهُ** لَا غَيْرَهٗ **تَدْعُوْنَ** فِی الشَّدَائِدِ **فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ** اَیْ يَكْشِفُهٗ عَنْكُمْ مِنَ الضُّرِّ وَنَحْوِهٖ **اِنْ شَآءَ** كَشْفَهٗ **وَتَنْسَوْنَ** تَتْرُكُوْنَ **مَا تُشْرِكُوْنَ** ﴿۴۱﴾ مَعَهٗ مِنَ الْاَصْنَامِ فَلَا تَدْعُوْنَهٗ

ترجمہ: .... یقیناً وہ لوگ نقصان وخسارہ میں پڑے جنہوں نے اللہ سے ملنے کو جھٹلایا (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر) یہاں تک کہ (یہ تکذیب انتہاء ہے) جب آجائے گی ان پر (قیامت کی) گھڑی اچانک (ایک دم) تو اس وقت کہیں گے افسوس احسرۃ کے

معنی سخت رنج کے ہیں۔ ان کو نداء کرنا مجازاً ہے یعنی تیرے آنے کا یہی وقت ہے۔ اس لئے آجا) ہماری کوتاہی (فروگذاشت) پر جو اس (دنیا) میں رہتے ہوئے ہوئی اور وہ اس وقت اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے (اس طرح کہ قیامت میں نہایت بری شکل اور بدبودار حالت میں گناہ ان کے سامنے آئیں گے اور ان پر لد جائیں گے) کیا ہی برا بوجھ ہے جو (یہ) لادرہے ہیں (اپنی کمروں پر اٹھائے ہوئے ہیں) اور دنیا کی زندگانی تو کچھ نہیں (یعنی دنیا میں دلی انہماک) مگر کھیل اور تماشہ ہے (البتہ طاعات اور اس کے اسباب یہ سب آخرت کی چیزیں ہیں) اور آخرت کا گھر (اور ایک قرأت میں ولدار الاخرۃ ہے بہرصورت مراد جنت ہے) متقیوں کے لئے بہتر ہے (جو شرک سے بچنے والے ہیں) کیا تم سمجھتے نہیں ہے (یا اور تا کے ساتھ ہے یعنی اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایمان لے آؤ) ہم خوب جانتے ہیں (قد تحقیق کے لئے ہے) کہ بلاشبہ (ضمیر شان ہے) آپ کے لئے ملال خاطر ہیں وہ باتیں جو یہ لوگ (آپ کی شان میں) بکتے ہیں۔ (تکذیب کے سلسلہ میں) بلاشبہ وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے (باطن میں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں اور ایک قرأت میں تخفیف کے ساتھ ہے یعنی وہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے) اور لیکن ظالم (اسم ظاہر کو مضمر کی جگہ پر رکھا ہے) اللہ کی آیات (یعنی قرآن) کا انکار کرتے ہیں (تکذیب کرتے ہیں) اور یہ واقعہ ہے کہ آپ (ﷺ) سے پہلے بھی اللہ کے رسول جھٹلائے گئے ہیں (اس میں آنحضرت (ﷺ) کے لئے تسلی ہے) سو انہوں نے لوگوں کی جھٹلانے اور دکھ پہنچانے پر صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آپہنچی (ان کی قوم کو برباد کردیا۔ آپ (ﷺ) بھی صبر کیجئے تاکہ آپ (ﷺ) کی مدد میں آپ (ﷺ) کی قوم بھی تباہی کے کنارے لگے) اور اللہ کی باتوں (وعدوں) کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور رسولوں کی بہت سی خبریں آپ (ﷺ) تک پہنچ چکی ہیں (جو آپ (ﷺ) کے قلب کے لئے تسکین بخش ہو سکتی ہیں) اور اگر گراں (کٹھن) گزرتی ہے آپ (ﷺ) پر ان کی روگردانی (اسلام سے اور آپ (ﷺ) کو ان سے امید ہے) تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین کے اندر کوئی سرنگ (زمین دوز راستہ) ڈھونڈ نکالو یا کوئی سیڑھی (جو چڑھا دے) آسمان میں اور اس طرح انہیں کوئی نشانی لا دکھاؤ (ان کی فرمائشی چیزوں میں سے تو ضرور کر گزریئے۔ حاصل یہ ہے کہ آپ (ﷺ) ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لئے صبر سے رہئے۔ جب تک اللہ کوئی فیصلہ نہ کردیں) اور اللہ میاں اگر چاہتے (ان کو ہدایت دینا) تو ان سب کو ہدایت پر جمع فرما سکتے تھے (لیکن انہوں نے نہیں چاہا، اس لئے یہ ایمان نہیں لا سکے) سو آپ (ﷺ) ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیے (جو ان باتوں سے) ناواقف ہوتے ہیں۔ آپ (ﷺ) (کی دعوت ایمانی کا جواب تو وہی دے سکتے ہیں) ہیں جو آپ (ﷺ) کی پکار سنتے ہیں (غور اور اعتبار سے، لیکن جو مردے ہیں یعنی کفار نہ سننے میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے) انہیں تو اللہ ہی اٹھائیں گے (آخرت میں) پھر ان کے حضور لوٹائے جائیں گے (پیش کئے جائیں گے۔ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا) اور کہتے ہیں (کفار مکہ) کیوں نہیں (لولا بمعنی ھلا ہے) اتاری گئی ان پر کوئی نشانی ان کے پروردگار کی طرف سے (جیسے اونٹنی، عصا اور مائدہ کے معجزات) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (ان سے) اللہ یقیناً اس پر قادر ہیں کہ اتار دیں (تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں قرأتیں ہیں) کوئی نشانی (ان کی فرمائش) لیکن ان میں سے اکثر آدمی جانتے نہیں کہ نشانی کا اترنا ان کے حق میں بلا ہوگا۔ کیونکہ اگر انہوں نے پھر انکار کیا تو برباد ہو کر رہیں گے) اور نہیں (مــن زائد ہے) کوئی جانور زمین پر (چلنے والا) اور کوئی پرند (ہوا میں اڑنے والا پروں کے ساتھ جو تمہاری طرح گلے اور ٹکڑیاں نہ رکھتا ہو (اپنی پیدائش اور رزق عام حالات کے لحاظ سے) ہم نے فروگذاشت نہیں کی (نہیں چھوڑی) نوشتہ (لوحِ محفوظ) میں کوئی بات بھی (جس کو ہم نے نہ لکھ لیا ہو۔ اس میں من زائد ہے) پھر سب اپنے پروردگار کے حضور جمع کئے جائیں گے (اور ان کے مابین فیصلے کئے جائیں گے۔ بے سینگ جانور کے لئے سینگ والے جانور تک بدلے لئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ) اور جن لوگوں نے ہماری آیات (قرآن) جھٹلائیں وہ بہرے ہیں (کہ قبولیت کے کانوں سے

سنتے نہیں) اور گونگے ہیں (حق بات کہنے سے) اندھیریوں میں (کفر کی) گم ہیں ۔ اللہ جس کو چاہیں (گمراہ کرنا) اس کو گمراہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہیں (ہدایت دینا) لگا دیتے ہیں سیدھی راہ (دین اسلام) پر ۔ آپ فرما دیجئے (اے محمد ﷺ ! مکہ والوں سے کیا تم نے اس پر بھی غور کیا (مجھے بتلاؤ) کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر آ جائے (دنیا میں) یا (قیامت کی) گھڑی (جو اس عذاب پر مشتمل ہو اچانک) تمہارے سامنے آ کھڑی ہو تو اس وقت بھی تم اللہ کے سوا دوسروں کو پکارو گے (ہرگز نہیں) اگر تم سچے ہو (اس بارے میں کہ بت تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں تو انہیں بلالو) بلکہ صرف اسی کو (دوسرے کو نہیں) تم پکارو گے (مصیبت کے وقت) اور وہی دور کر دیں گے تمہاری مصیبت (یعنی تمہاری تکلیف وغیرہ دور کر سکتے ہیں) اگر وہ چاہیں (دور کرنا) اور بھول جاؤ گے (چھوڑ بیٹھو گے) جو کچھ تم شرک کرتے رہے تھے (اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک کر رکھا تھا ۔ لہٰذا بتوں کو مت پکارو ۔)

تحقیق وترکیب: .... **الساعة** . چونکہ قیامت کی بے انتہاء ابدیت کے لحاظ سے پہلا پورا زمانہ مثل ایک ساعت کے ہے ۔ اس لئے قیامت میں الساعة کا اطلاق کیا گیا ہے اور یا سرعت حساب کی طرف اشارہ ہے ۔ **بغتة** ۔ مفعول مطلق ہے یا حسرتنا . یہ نداء مجازاً ہے اسباب حسرت یاد کرنے کے لئے تنبیہ کرنی ہے ۔ یہ حسرت اگرچہ موت ہی کے وقت پیش آ جاتی ہے لیکن مبادی قیامت ہونے کی وجہ سے قیامت ہی میں شمار کی گئی ہے ۔ حدیث میں ہے ۔ **من مات فقد قامت قیامته** ۔

علیٰ ظهورهم افعال کی نسبت جس طرح ہاتھوں کی طرف کی جاتی ہے اسی طرح بوجھ اٹھانے کی نسبت کمر کی طرف ہوتی ہے ۔ یہ بطور تمثیل کے فرمایا گیا ہے ۔ سدیؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب قبر سے اٹھے گا تو اس کے اعمال نہایت حسین شکل میں سامنے آئیں گے اور ان الفاظ سے اپنا تعارف کرائیں گے ۔ **انا عملک الصالح فارکبنی فقد طال مارکبتک فی الدنیا** اور کافر اٹھے گا تو اس کے اعمال نہایت گھناؤنی شکل میں آئیں گے اور اپنے تعارف میں یہ الفاظ کہیں گے ۔ **انا عملک الخبیث طال مکارکبنی فی الدنیا والیوم ارکبک الاساء** ۔ اس میں الا تعظیم کے لئے ہے ۔

لعب و لهو ۔ نافع چیز کو غیر نافع کی وجہ سے چھوڑنا لعب کہلاتا ہے ۔ یقین وجد کو چھوڑ کر ہزل و مذاق کی طرف مائل ہونا لہو کہلاتا ہے ۔ بطور تشبیہ بلیغ کہا گیا ہے ۔ **ای کالعب** . مفسر جلالؒ الاشتغال نکال کر تقدیر مضاف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور اب تشبیہ کی ضرورت بھی نہیں رہی اور **اما لطاعات** سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ چونکہ طاعات اشتغال دنیا میں داخل نہیں اس لئے حصر حقیقی محفوظ رہا ۔

وللدار الاٰخرة پہلی صورت میں موصوف صفت اور دوسری صورت میں مضاف ، مضاف الیہ ہو کر مبتداء اور خیر خبر ہوگی ۔ بظاہر عبارت اس طرح تھی ۔ **وما الدار الاخرة الا وجدواحق** ۔ مسبب کو قائم مقام سبب کے قرار دے دیا گیا ہے ۔

فانهم فا تعلیلیہ ہے ۔ **ای لاتحزن فانهم لایکذبونک فی الباطن وانما یکذبونک جهوداً وعناداً** ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی غلام کی اگر توہین کی جائے اور آقا کہنے لگے ۔ **انهم لم یهنوک وانما اهانونی** ۔

یجحدون . یہ لفظ متعدی بنفسہ بھی آتا ہے اور با کے ذریعہ سے بھی متعدی ہوتا ۔ **رسل من قبلک** . یہ مزید تسلی مرگ انبوہ جشنے وارد' کے فطری اصول کے مطابق ہے **ولا مبدل** ۔ علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ ظاہر آیۃ کا منشاء یہ ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسرا کوئی شخص تبدیل نہیں کر سکتا ۔ لیکن خود حق تعالیٰ بھی اپنے کلام میں تبدیلی کر سکتے ہیں یا نہیں ۔ آیت میں قطعاً اس سے کوئی تعرض نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً ۔ دوسری آیات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا ۔ پس معجزات وخوارق کے انکار میں نیچریوں کا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ محشی جلالین کا امکان کذب کے بطلان پر اس سے استدلال درست ہے ۔ **سلماً** چونکہ سیڑھی بھی سلامتی سے مقصد پر

پہنچادیتی ہے اس لئے اس کو سلم کہا جاتا ہے۔

فافعل یہ جواب مقدر ہے **فان استطعت** کا اور یہ دونوں مل کر پھر جواب ہوئے ان کان کبر کے۔

من الجاهلين ۔یہ حکم بطور لاڈ اور ناز کے فرمایا گیا ہے جیسے **و وجدك ضالاً** ۔فرمایا گیا ہے۔یعنی نادانی مت کرو۔جیسے کسی کو پیار محبت سے باؤلا کہہ دیا جائے۔مقصد اہانت وتذلیل نہیں ہوتا۔

آية من ربه مثلاً:صفاء مروہ پہاڑوں کو سونا بنا دینا۔مکہ کی سرزمین کو کشادہ کر دینا،باغات اور نہریں بنا دینا وغیرہ جن کی نظریں مادیات میں الجھی ہوں وہ بے وقوف آپ (ﷺ) کے معجزات کا دوسروں کے معجزات سے کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

من زائدة اثبات کے موقعہ پر من کا زائد ہونا کوفیوں اور اخفش کے نزدیک ہے جیسے **ولقد جاءك من نباء المرسلين** اور **يحلون فيها من اساور** اور **يكفر عنكم من سياتكم دابة** مذکر ہو یا مونث۔**في الارض** اور **يطير** دونوں صفتیں عموم زیادہ کرنے کے لئے ہیں اور چونکہ مشاہدہ زیادہ حجت ہوتا ہے اس لئے زمینی جانوروں کا ذکر کیا ورنہ آسمانی مخلوق کا حال بھی یہی ہے۔اور طائر کے ساتھ **في السماء** کی قید نہیں لگائی بارادۂ عموم کیونکہ بعض پرند آسمان پر نہیں اڑتے اور **يطير** بجناحيه کہنا ایسا ہی ہے جیسے تاکیداً **كتبت بيدي** اور **نظرت بعيني** کہا جائے۔

في الكتاب ۔اس سے مراد قرآن کریم بھی ہوسکتا ہے۔ **جميع العلم في القران لكن + تقاصر عنه افهام الرجال**

من يشاء الله ۔اس آیت میں خلق افعال کے مسئلہ پر اور گناہوں سے ارادۂ خداوندی متعلق ہونے اور اصلح کی نفی پر روشنی پڑ رہی ہے۔

ارايتكم مجازاً سبب کو مسبب کے قائم مقام کر لیا گیا ہے اور **كم** حرف خطاب ہے۔ضمیر کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔محل عراب میں نہیں ہے۔غرضیکہ اس میں دو مجاز ہوئے ایک تو روایت علمیہ کو اخبار میں استعمال کرنا اور دوسرے ہمزہ جو طلب رویت کے لئے آتا ہے اس کو طلب اخبار کے لئے استعمال کیا ہے لفظ **ارايت** میں دو لغت ہیں **ارايتك** بمعنی **هل رايت نفسك** آتا ہے۔اس وقت تثنیہ اور جمع **ارايتكما ارايتكم** لایا جائے گا اور دوسری صورت **ارايتك** بمعنی **اخبرني** ہے۔اس وقت ہر حالت میں تا مفتوح رہے گی۔ **ارايتك ، ارايتكما، اريتكم، ارايتكن**۔

فادعوها. **ان كنتم** کا جواب مقدر ہے اور اول شرط کا جواب جملہ استفہامیہ ہے۔البتہ اس میں فا کا نہ آنا باعث اشکال ہوگا یا محذوف ہے **ان شاء** ۔جواب محذوف اور **فيكشف** اس پر دال ہے۔یہ وعدہ دعائے مومنین کے لئے ہے۔کفار کی دعا کے لئے دو رائیں پہلے گزر چکی ہیں۔

ربط آیات:..........آیت **قد خسر الذين الخ** میں منکرین قیامت کی وعید کا تتمہ مذکور ہے۔آیت **وما الحيوة الخ** میں ان کے قول **ان هي الا حياتنا الدنيا** کا جواب ہے کہ اخروی زندگی صرف ثابت ہی نہیں بلکہ دنیاوی زندگی اس کے سامنے بالکل ہیچ ہے۔آیت **قد نعلم الخ** میں کفار کے ناشائستہ اقوال سے جو آنحضرت (ﷺ) کو صدمہ پہنچا۔اس کے بارے میں تسلی ہے۔آیت **وان كان كبر الخ** میں بھی آپ (ﷺ) کے اس جذبہ کی تسکین اور اعتدال مقصود ہے جو ہر حالت میں کفار کو راہ راست پر لانے کے لئے آپ (ﷺ) کے قلب میں موجزن رہتا تھا اور چونکہ آپ (ﷺ) کی تسلی کے سلسلہ میں کفار کا محشور اور سزایاب ہونا **والموتى يبعثهم الله** میں بیان ہوا۔اس لئے اس کی مزید تاکید وتقویت کے لئے آیت **وما من دابة الخ** سے چرند پرند کا محشور ہونا ذکر فرماتے ہیں۔اسی طرح آیت **والذين كذبوا الخ** میں بھی آپ (ﷺ) کے صبر وتشفی کا انتظام ہے۔ابتداء سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا بطلان مذکور تھا۔آیت **قل ارايتكم الخ** میں بھی مشرکین سے بعض سوالات کر کے شرک کا ابطال کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: .... اخنس بن شریق نے ابوجہل سے ایک مرتبہ تنہائی میں پوچھا کہ اس وقت اور کوئی دوسرا نہیں، اس لئے سچ بتاؤ کہ محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟ ابوجہل نے جواب دیا۔ وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا صَادِقٌ وَمَا كَذَبَ قَطُّ۔ لیکن معاملہ دراصل یہ ہے کہ بنو قصی نے جب لواء اور سقایہ، حجابہ اور نبوت پر قبضہ کرلیا تو پھر بتلاؤ کہ دوسرے قریشیوں کے پاس آخر کیا رہ گیا ہے؟ اس پر آیت **قد نعلم الخ** نازل ہوئی۔

نیز حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف چند قریشیوں کے ساتھ مل کر آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے محمد! جس طرح پچھلے انبیاء نے نشانیاں دکھلائی ہیں، اگر تم بھی سچے ہو تو دکھلاؤ۔ تب ہم تمہاری بات مانیں گی؟ لیکن حق تعالیٰ نے اس درخواست کو منظور نہیں فرمایا۔ جس کی وجہ سے وہ لوگ برگشتہ ہوگئے۔ آپ (ﷺ) چونکہ بالطبع لوگوں کو راہ پر لانے کے لئے حریص رہتے تھے، اس لئے آپ (ﷺ) کو گرانی محسوس ہوئی۔ اس پر آیت **وان کان کبر الخ** نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: .... صاحب کشاف کے قول کے مطابق موت بھی چونکہ مقدمات میں سے ہے اس لئے آیت کا مفہوم یا تو ظاہر کے موافق یہ ہوگا کہ ان کی تکذیب مرتے دم تک ختم نہیں ہوگی۔ جہاں سے گویا قیامت شروع ہو جاتی ہے۔ تو گویا ان کی تکذیب ایک درجہ میں قیامت تک رہی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ قیامت کے روز چونکہ حقائق کا پورا انکشاف ہوگا اس لئے اس کو تکذیب کی غایت فرمایا ہے۔ یعنی ان کی تکذیب انکشاف تام کے بعد اس وقت کہیں مجبوراً ختم ہوگی۔ ورنہ مرغے کی ایک ٹانگ ہانکے ہی چلے جائیں گے۔

دنیا کا مفہوم اور لہو ولعب: .... جلال محققؒ نے اشارہ کردیا ہے کہ خود دنیاوی زندگانی لہو ولعب نہیں ہے بلکہ اس کے وہ اعمال واشغال داخل لہو ہیں کہ نہ آخرت کے لئے موضوع ہوں اور نہ معین۔ پس اس توضیح کے بعد تمام طاعات اور وہ مباح کام نکل گئے، جن سے طاعات میں اعانت ہوتی ہے البتہ گناہ اور لایعنی مباحات بدستور لہو ولعب رہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے لایعنی مباح کام فضول اور بے فائدہ ہوں مگر باعث گناہ نہ ہوں۔

اہل لغت کے نزدیک لہو اور لعب میں صرف اعتباری فرق ہے۔ کیونکہ بے کار کام کے دو اثر ہوتے ہیں۔ ایک خود اس کی طرف توجہ کرنا۔ دوسرے اس فضول کام میں متوجہ ہونے کی وجہ سے ضروری کام سے بے توجہی ہونا۔ پہلی حیثیت میں لعب اور دوسری حیثیت سے وہ کام لہو کہلائے گا۔

آنحضرت (ﷺ) کو تسلی وتشفی: .... آیت **فانھم لایکذبونک** سے تسلی کا حاصل یہ نکلا کہ آپ (ﷺ) چونکہ سرکاری کام انجام دے رہے ہیں اس لئے آپ (ﷺ) کی تکذیب فی الحقیقت ہماری سرکاری تکذیب وتردید ہے، ہم خود نمٹ لیں گے۔ آپ (ﷺ) فکر وغم کو کیوں گھلیں؟ پس اس طرح پہلی آیت کا مضمون تو دوسری تکذیب کے لحاظ سے یہ ہوا کہ اللہ اپنے معاملہ میں ان سے خود نمٹ لیں گے اور دوسری آیت کے مضمون پہلی آیت کے اعتبار سے یہ ہوا کہ آپ (ﷺ) سے پہلے سرکاری لوگوں اور رسولوں کی تکذیب بھی کی گئی۔ ان کے بارے میں جو سنت اللہ چلی آرہی ہے، اسی کو آپ (ﷺ) سے بھی وعدہ ہے۔ غرضیکہ ان دونوں مضمونوں کا مشترک مقصد دین ودنیا میں حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہونا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت (ﷺ) ان کے ہلاک ہونے سے خوش ہوتے تھے اور اس کی تمنا کرتے تھے اور یوں تو اس چاہنے میں بھی کچھ حرج نہیں۔ لیکن پھر بھی یہ بات

آپ (ﷺ) کی انتہائی شفقت کے منافی معلوم ہوتی ہے۔اس لئے اگلی آیت میں یہ بتلانا ہے کہ کمال شفقت کی وجہ سے آپ (ﷺ) کو ان کے ایمان لانے کی اس درجہ حرص تھی کہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ان کے فرمائشی معجزات بھی پورے ہو جائیں اور یہ ایمان لے آئیں۔ پس اس سلسلہ میں جو آپ (ﷺ) کو کشاکشی اور الجھنیں پیش آتی تھیں، اس پر بھی دلاسہ کی ضرورت سمجھی گئی ہے۔

لاڈ اور ناز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خطاب:......... **لاتکونن من الجاھلین** کا ترجمہ جہالت سے کرنا۔ چونکہ موہم تحقیر و تحقیق اور آپ (ﷺ) کی جلالت شان سے جہالت کا باعث ہے۔اس لئے کہا جائے گا کہ یہ فرمانا لاڈ اور ناز کے طور پر ہے۔جیسا کہ دوسری آیت **ووجدک ضالا فھدیٰ** میں بھی اس محاورہ کا استعمال کیا گیا۔

کفار کی طرف سے فرمائشی معجزات کی صورت میں جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے جواب سے آپ (ﷺ) کی حمایت و تسلی بھی مقصود ہے۔نیز مسئلہ رسالت کی تحقیق بھی پیش نظر ہے کہ آپ کی رسالت ایسی باتوں پر موقوف نہیں ہے۔رسول اس لئے نہیں آتا کہ وہ مداری کی طرح لوگوں کو تماشے دکھلاتا پھرے اور ان کی فرمائشی پوری کر کے شعبدے دکھلاتا پھرے۔جلال محقق نے **فیقض للجماء** سے حدیث شیخین کی طرف اشارہ کیا ہے اور ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جانوروں کو جب خاک ہو جانے کا حکم ملے گا تو کافر بھی **یالیتنی کنت ترابا** کی تمنا کریں گے۔غرضیکہ اس سے مقصد تاکید ترہیب ہے کہ جب غیر مکلف جانور بھی عدل وانصاف کے تقاضوں سے باہر نہیں ہوں گے اور وہ ایک گونہ جزاء کے مستحق ہوں گے تو تم جیسے مکلفین کو تو کون چھوڑے گا۔اس سے منکرین قیامت پر پورا احتجاج ہوگا۔البتہ اس سے جانوروں کا مکلف ہونا لازم نہیں آتا۔کیونکہ یہ کارروائی محض عدل وانصاف اور برابری و مساوات کے تقاضوں سے ہوگی۔غیر مکلفین پر ناراضگی مقصود نہیں ہوگی بلکہ مکلفین کو یہ معاملہ دکھلا کر چمکانا ہوگا۔

شفاعت کبریٰ:......... **فیکشف ما تدعون** میں عذاب ہٹانے کی جو اپنی مشیت پر معلق فرمایا ہے۔دوسرے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی عذاب میں تو دونوں احتمال رہا ہے اور رہا احوال قیامت۔سو حساب کتاب سے جو ایک طویل زمانہ تک مخلوق حیران پریشان کھڑی رہے گی۔تو یہ موقف آنحضرت (ﷺ) کی شفاعت کبریٰ سے موقوف کر دیا جائے گا اور چونکہ شفاعت کبریٰ اہل موقف کی درخواست پر ہوگی۔اس لئے اس موقف کو ختم کرنا گویا لوگوں کی درخواست کی وجہ سے ہوگا۔کیونکہ کسی سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے، یہ بھی اللہ سے دعا کرنے کا ایک طریق ہے۔بہر حال اب یہ شبہ نہیں رہا کہ ''احوال قیامت'' کے کھولنے میں ان لوگوں کی دعا کا کیا اثر اور دخل رہا۔البتہ اس کے علاوہ وہ آخرت کے دوسرے عذاب کفار سے نہیں ٹلیں گے۔

ایک شبہ کا ازالہ:......... رہا یہ شبہ کہ احتجاج کے مقدمات مسلم ہونے چاہئیں۔ حالانکہ مشرکین قیامت کے قائل ہی نہیں تھے؟ جواب یہ ہے کہ قیامت واقع ہونے سے احتجاج نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ اس کے فرض وقوع سے احتجاج مقصود ہے اور فرض ہر ممکن کا ممکن ہوتا ہے۔پاس ان کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے یہ فرض بھی کافی ہے۔

لیکن ان کا یہ کہنا کہ ہاں ہم اس وقت اپنے اللہ کو پکار لیں گے؟ اس لئے غلط ہے کہ معمولی معمولی آفتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ مخالفین سب چوکڑی بھول جاتے ہیں اور پکے سے پکے کافر اور دہریئے کو بھی خدا یاد آ جاتا ہے اور صرف اسی کو پکارتے ہیں۔اس وقت کسی کا نام زبان پر نہیں آتا۔پس اتنے بڑے ہوش ربا ہنگامہ میں ایسی حماقت انگیز گفتگو کا کیا احتمال؟

لطائف آیت:......... آیت **وھم یحملون** الخ سے معلوم ہوا کہ حقیقی معنی کے لحاظ سے اعمال بشکل اجسام متمثل ہوں

گے۔ چنانچہ بہت سے اہل سنت تجسم اعمال کے قائل ہیں اور آیت وان کان کبر الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے ارادہ سے مراد مختلف ہوسکتی ہے۔ حتیٰ کہ خود سرور کائنات (ﷺ) کا ارادہ بھی مراد کو لازم نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ کسی دوسرے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی دعاء کا قبول ہونا لازمی ہے۔ کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ اور آیت وما من دابة الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی طرح حیوانات کے بھی نفوس ناطقہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صوفیاء اور حکماء کی رائے ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ زَائِدَۃٌ قَبْلِكَ رُسُلًا فَكَذَّبُوْهُمْ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ شِدَّۃِ الفَقْرِ وَالضَّرَّآءِ المَرَضِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَتَذَلَّلُوْنَ فَيُؤْمِنُوْنَ فَلَوْلَآ فَهَلَّا اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا عَذَابُنَا تَضَرَّعُوْا اَیْ لَمْ يَفْعَلُوْا ذٰلِكَ مَعَ قِيَامِ المُقْتَضٰى لَهٗ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ فَلَمْ تَلِنْ لِلْاِيْمَانِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ مِنَ المَعَاصِيْ فَاَصَرُّوْا عَلَيْهَا فَلَمَّا نَسُوْا تَرَكُوْا مَا ذُكِّرُوْا وُعِظُوْا وَخُوِّفُوْا بِهٖ مِنَ البَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ فَلَمْ يَتَّعِظُوْا فَتَحْنَا بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ النِّعَمِ اِسْتِدْرَاجًا لَهُمْ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا فَرَحَ بَطَرٍ اَخَذْنٰهُمْ بِالعَذَابِ بَغْتَةً فَجْاَۃً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ اٰيِسُوْنَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیْ اٰخِرُهُمْ بِاَنْ اُسْتُؤْصِلُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ عَلٰى نَصْرِ الرُّسُلِ وَهَلَاكِ الكٰفِرِيْنَ قُلْ لِاَهْلِ مَكَّۃَ اَرَءَيْتُمْ اَخْبِرُوْنِیْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ اَصَمَّكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ اَعْمَاكُمْ وَخَتَمَ طَبَعَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ فَلَا تَعْرِفُوْنَ شَيْئًا مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ بِمَا اَخَذَهٗ مِنْكُمْ بِزَعْمِكُمْ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ نُبَيِّنُ الْاٰيٰتِ الدَّلَالَاتِ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِنَا ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ عَنْهَا فَلَا يُؤْمِنُوْنَ قُلْ لَهُمْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً لَيْلًا اَوْ نَهَارًا هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَلْكَافِرُوْنَ اَیْ مَا يُهْلَكُ اِلَّا هُمْ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِالْجَنَّةِ وَمُنْذِرِيْنَ مَنْ كَفَرَ بِالنَّارِ فَمَنْ اٰمَنَ بِهِمْ وَاَصْلَحَ عَمَلَهٗ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ فِی الاٰخِرَۃِ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخْرُجُوْنَ عَنِ الطَّاعَةِ قُلْ لَهُمْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ الَّتِیْ مِنْهَا يُرْزَقُ وَلَآ اَنِّیْ اَعْلَمُ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِّیْ وَلَمْ يُوْحَ اِلَیَّ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ مِنَ المَلٰٓئِكَۃِ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى الكَافِرُ وَالْبَصِيْرُ المُؤْمِنُ لَا اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فِی ذٰلِكَ فَتُؤْمِنُوْنَ وَاَنْذِرْ خَوِّفْ بِهِ بِالقُرْاٰنِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ اَیْ غَيْرِهٖ وَلِیٌّ يَنْصُرُهُمْ وَّلَا شَفِيْعٌ يَشْفَعُ لَهُمْ وَجُمْلَۃُ النَّفْیِ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ يُحْشَرُوْا وَهِیَ مَحَلُّ الخَوْفِ

وَالْمُرَادُ بِهِمُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْعَاصُوْنَ **لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ**﴿۵۱﴾ اَللّٰهَ بِاِقْلَاعِهِمْ عَمَّاهُمْ فِيْهِ وَعَمَلِ الطَّاعَاتِ

ترجمہ:.......... اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے بھیجے ہیں آپ (ﷺ) سے پہلی امتوں (من زائد ہے) کی طرف (اپنے رسول۔ لیکن لوگوں نے ان کو جھٹلایا) اور انہیں سختی (تنگدستی) اور تکلیف (بیماری) میں گرفتار کیا کہ عجب نہیں وہ ڈھیلے پڑ جائیں۔ (کس بس نکل جائیں اور ایمان لے آئیں) ایسا کیوں نہ ہو (لولا بمعنی ھلا ہے) کہ جب ہماری طرف سے ان پر سختی (عذاب) ہوئی تو وہ گڑگڑاتے (یعنی ڈھیلے پڑنے کا سامان ہوتے ہوئے پھر انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا) اس لئے ان کے دل سخت پڑ گئے تھے (جن میں ایمان کے لئے نرمی آسکی) اور شیطان نے ان کی نظروں میں خوشنما بنا کر دکھلا دیا۔ ان کی بدعملیاں (گناہ چنانچہ ان پر اصرار کرتے رہے) پھر جب بھلا دیا (چھوڑ دیا) جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی (وعظ کہا گیا اور ڈرایا گیا) اس (سختی اور آفت) کے بارے میں (لیکن انہوں نے کسی نصیحت کا اثر نہیں لیا) تو ہم نے کھول دیئے (تخفیف وتشدید کے ساتھ ہے) ہر طرح کے دروازے (نعمتوں میں ان کو ڈھیل دی) یہاں تک کہ اپنی کامرانیوں پر خوشیاں منانے لگے (اترانے لگے) تو ہم نے انہیں پکڑ لیا (عذاب میں) اچانک (ایک دم) پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ ہوکر رہ گئے (ہر طرح کی بھلائی سے ناامید ہو گئے) پھر اس طرح اس گروہ کی جڑ تک کاٹ دی گئی جو ظلم کرنے والا تھا (یعنی آخر تک ان کی نسل ہی مٹا دی گئی) اور اللہ کا شکر ہے جو سارے عالم کے پروردگار ہیں (اپنے رسولوں کی مدد کرنے پر۔ اور اس پر کہ ان پاپیوں کا پاپ کٹا) کہئے (اہل مکہ سے) کہ تم نے اس پر بھی غور کیا (مجھے بتلاؤ) کہ اگر تمہارے کان لے لے (تمہیں بہرا کردے) اور تمہاری آنکھیں لے لے (اندھا بنا دے) اور تمہارے دلوں پر مہر (سیل) لگا دے (کہ تم کسی چیز کو سمجھ نہ سکو) تو اس کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں (جو تم سے چھین لی ہیں) دلا دے۔ (تمہارے گمان کے مطابق) دیکھو ہم کس طرح مختلف پہلوؤں سے پیش کرتے ہیں (بیان کرتے ہیں) دلائل (اپنی وحدانیت کی دلیلیں) پھر بھی یہ لوگ ہیں کہ منہ پھیرے ہوئے ہیں (ان دلائل سے۔ چنانچہ ایمان لانے کے لئے تیار نہیں) کہہ دو (ان سے) تم نے اس پر بھی غور کیا کہ اگر تم پر آجائے اللہ کا عذاب دفعتاً یا آگاہ کر کے (رات یا دن میں) تو ظالموں (کافروں) کے سوا اور کون ہوسکتا ہے جو ہلاک کیا جائے گا (یعنی بجز ان کے اور کوئی تباہ نہیں ہوگا) اور ہم پیغمبروں کو نہیں بھیجا کرتے۔ مگر (مسلمانوں کو جنت کی) خوشخبری سنانے کے لئے اور (کفار کو جہنم سے) ڈرانے کے لئے (پھر (ان میں سے) جس نے ایمان قبول کر لیا اور (اپنے عمل کو) سنوار لیا تو ان کے لئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہوگا اور نہ غمگینی ہوگی (آخرت میں) مگر جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اپنی بدعملی (ہماری اطاعت سے نکل جانے) کی وجہ سے ضروری ہے کہ ہمارے عذاب کی لپیٹ میں آجائیں۔ تم (ان سے) کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے غیبی خزانے ہیں (جن سے وہ روزی پہنچاتا ہے) اور نہ (میں) غیب کا جاننے والا ہوں (جو چیزیں مجھ سے غائب ہیں اور مجھ پر ان کی وحی بھی نہیں کی گئی) اور نہ میرا کہنا یہ ہے کہ میں فرشتہ ہوں (ملائکہ میں سے ہوں) میری حیثیت تو فقط یہ ہے کہ اس بات پر چلتا ہوں جس کی اللہ نے مجھ پر وحی فرما دی ہے۔ ان سے پوچھو: کیا اندھا (کافر) اور سوانکھا (مومن) دونوں برابر ہوسکتے ہیں (ہرگز نہیں) کیا تم غور وفکر نہیں کرتے (ان باتوں میں۔ پھر ایمان لے آؤ) اور آپ (ﷺ) متنبہ کر دیجئے (ڈرا دیجئے) اس (قرآن پاک) کے ذریعہ ان لوگوں کو جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے حضور لے جائے جائیں نہ تو اللہ کے سوا (علاوہ) ان کا کوئی مددگار ہوگا (کہ ان کی مدد کر سکے) اور نہ کوئی سفارشی ہوگا (کہ ان کی سفارش کر سکے اور لیس لھم حال ہے ضمیر یحشرو سے یہی محل خوف ہے ان لوگوں سے مراد گناہگار مومن ہیں) عجب نہیں کہ ڈر جائیں (اللہ سے۔ اپنی بدعملیوں سے الگ ہوکر اور نیک کام اختیار کر کے)۔

تحقیق وترکیب:............ **فکذبوھم** ۔ آیت میں حذف کی طرف اشارہ ہے۔**باساء**۔ دونوں لفظ کی یہ تفسیریں ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔**فلولا** جمہور نے اس کو توبیخ وتندیم پر محمول کیا ہے۔جس سے ترک فعل معلوم ہوتا ہے،اسی لئے **لکن** سے استدراک اور عطف صحیح ہوا اور تضرع چونکہ **لینت** سے ناشی ہوتا ہے اس لئے ایک کی نفی دوسرے کی نفی ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ **فما لانت ولکن قست**۔

فلما نسوا. چونکہ نسیان سبب استدراج ہے اور استدراج موقوف ہے ابواب خیر فتح کرنے پر اس لئے نسیان فتح ابواب خیر کا سبب بھی قرار دیا جائے گا۔**اذا** مفاجاتیہ ہے اور بقول قاموس بلس بمعنی تحیر و یَئِس ۔دابر بمعنی آخر کل شئی ۔صدف بمعنی اعراض۔ **والحمدلله** ۔یہ ایسا ہی ہے جیسے ''خس کم شد، جہاں پاک شد''

ارایتم . بحذف مفعول اول ای **ارایتم سمعکم وابصارکم ان اخذھما اللہ** اور جملہ استفہامیہ بجائے مفعول ثانی ہے۔جواب شرط محذوف ہوگا۔البتہ یہاں کاف نہیں لایا گیا اور اس سے پہلے چونکہ زیادہ تہدید کی ضرورت تھی اس لئے کاف تاکید یہ لایا گیا ہے اور اس التباس سے بچنے کے لئے یہاں علامۃ جمع لائی گئی ہے ورنہ کاف کی موجودگی میں اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فمن امن . اگر شرط ہے تو فا جواب شرط کے لئے ہے اور اگر موصولہ ہے تو فا زائدہ ہوگی۔دونوں صورتوں میں محلاً مرفوع مبتداء۔البتہ پہلی صورت میں دونوں جملوں کا محل جزم ہوگا اور دوسری صورت میں اول جملہ محل اعراب میں نہیں ہوگا اور دوسرا جملہ مرفوع ہوگا۔**فلا خوف** خبر ہے۔خوف ما آت پر اور حزن مافات پر ہوتا ہے۔

قل لااقول . یعنی رسول صرف بشیر ونذیر ہوتا ہے۔وہ خزائن الٰہیہ کا مالک نہیں ہوتا۔

الغیب . چونکہ رسول غیب دان نہیں ہوتا،اس لئے مجھ سے قیامت اور عذاب آنے کا وقت پوچھنا بیکار ہے۔جو لوگ اس امت میں بھی رسول اللہ (ﷺ) کو غیب دان مانتے ہیں معلوم نہیں وہ کیا کہیں گے؟

انی ملک یعنی میں ماوراء انسانیت وبشریت کا دعوے دار نہیں کہ خود کو فرشتہ کہتا ہوں۔**ان اتبع** . یہاں چونکہ بڑائی کی نفی اور تواضع وانکسار کا موقعہ ہے اس لئے **انی رسول** بھی نہیں کہا۔دعویٰ فضیلت سے بچنے کے لئے بلکہ مقام عبدیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اتباع کا لفظ استعمال کیا ہے۔اس لفظ سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہوگیا کہ آپ کے اجتہاد کی نفی ہے۔یعنی آپ صرف وحی کا اتباع کرتے تھے۔اجتہاد نہیں فرماتے تھے۔لیکن جواب یہ ہے کہ جب اجتہاد بھی باذن وحی ہو وہ خلاف وحی نہیں ہوگا بلکہ ان کا اتباع وحی کا اتباع ہوگا۔

الاعمیٰ والبصیر اس سے مراد ضال ومہتدی ہے یا متبع وحی اور غیر متبع وحی یا مدعی نبوت اور مدعی الوہیت ہے۔

ربط آیات:............ پچھلی آیت میں کفار پر عذاب کا امکان اور احتمال بیان کیا تھا۔لیکن آیات **ولقد ارسلنا** میں ایک خاص ترتیب سے پچھلی امتوں میں اس عذاب کا وقوع بیان کیا جا رہا ہے۔تاکہ مخاطب اس کو محض فرضی اور مستبعد نہ سمجھیں۔پھر آیت **قل ارایتم الخ** سے ابطال شرک پر تنبیہ کردی گئی ہے اور آیت **قل ارایتکم الخ** میں مشرکین کے عذاب پر استفہام کی صورت میں تنبیہ کی جارہی ہے۔آگے آیت **وما نرسل الخ** سے منصب رسالت کے لوازم کا اثبات اور غیر لوازم کا انکار بیان کیا جارہا ہے۔مجموعی مضمون سے پچھلی آیت **وقالوا لولا انزل الخ** کی تاکید ہوگئی۔

﴿تشریح﴾:............ **مجرمین کی دارو گیر اور سزا کی ترتیب:**............ بعض مصائب جب آ آکر ٹل جاتے ہیں تو

نادانوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ سزائے اعمال نہیں ورنہ ڈھیل نہ۔ بہرحال آیت میں دار و گیر کی ترتیب بیان کی جارہی ہے تاکہ گناہوں کی زندگی میں ڈوبے ہوئے لوگ غفلت کی نیند سے چونک جائیں۔ کیونکہ عادۃ اللہ یہی جاری ہے کہ اول بنیات کا نزول ہوا کرتا ہے تاکہ لوگ اس شکنجہ سے نکل کر ڈھیلے پڑ جائیں۔ اس کے بعد استدراجاً پھر نعمتوں کی بارش برسائی جاتی ہے اور جب لوگ سرکشی وطغیانی میں خوب سرشار ہو جاتے ہیں تو خدائی پکڑ میں پکڑے جاتے ہیں اور ان پر خدائی مار پڑتی ہے۔

آیت وانذر به الذين میں صرف ان لوگوں کو خطاب ہے جو قیامت کے بارے میں متردد یا مقر ہیں۔ کیونکہ انذار کا خاص اہتمام ان ہی لوگوں کو ہوسکتا ہے جن کو نفع کا یقین یا کم از کم توقع کا درجہ حاصل ہو۔ لیکن تیسری قسم کے وہ لوگ جو جزماً قیامت کے منکر ہوں۔ غیر متوقع نفع ہونے کی وجہ سے وہ مراد نہیں ورنہ انذار کو مطلق لینا پڑے گا۔ خاص قابل اہتمام انذار مراد نہیں ہوگا۔ حالانکہ ایسے لوگوں کو انذار محض اتمام حجت کے درجہ میں ہوسکتا۔ عناد کی وجہ سے توجہ کی ان میں قابلیت ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس آیت میں صرف پہلی دو قسمیں مراد ہیں البتہ تیسری قسم آیت انما تنذر الذین الخ میں مراد ہے۔

شفاعت ایمانداروں کے لئے ہوگی نہ کہ کفار کے لئے:............ غیر اللہ کی ولایت اور شفاعت کی نفی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی ولی اور شفیع ہی نہ ہو جیسا کہ کفار کے لئے ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ و رسول تو ولی ہوں اور مقبولین شفیع ہوں۔ جیسا کہ مسلمانوں کے لئے ہوگا۔ بہرحال غیر اللہ کی ولایت اور غیر مومنین کے لئے شفاعت کی مطلقاً نفی ہے اور اللہ کی ولایت اور مقبولین کی شفاعت کا مومنین کے لئے اثبات ہے اور مالک خزائن اور علم غیب اور ملکیت کی جو نفی کی گئی ہے اس کی ایک سہل توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ میں رسالت و نبوت کا مدعی ہوں اور یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے کہ دعویٰ کو مستبعد سمجھا جائے۔ ہاں اگر کسی ان ہونی چیز اور عجیب وغریب بات کا دعویدار ہوتا جیسے غیب دانی کا دعویٰ وغیرہ۔ اس وقت البتہ میرے دعوؤں کی تردید و تکذیب کا مضائقہ نہیں تھا۔

لطائف آیات:............ آیت فلما نسوا الخ سے معلوم ہوا کہ گناہوں کے باوجود بھی اگر کسی میں ذوق ولذت اور حال پایا جاتا ہو تو اس کو استدراج سمجھنا چاہئے، وہ گھمنڈ اور فخر کی چیز نہیں ہے۔

آیت قل لا اقول لكم الخ سے دو چیزوں کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو بندہ سے قدرت کاملہ، علم محیط وغیرہ خواص الوہیت کی نفی اور دوسرے تنزہ بشریت کی نفی۔

نیز آیت سے دو چیزوں کا اثبات معلوم ہو رہا ہے۔ ایک بندگی کا جس کے لئے اطاعت حکم اور روحی کا اتباع لازم ہے۔ دوسرے بشریت کا جس کے لئے کھانا پینا، رنج، خوشی، رضامندی، غصہ وغیرہ لوازم ہیں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ **وَجْهَهٗ** تَعَالٰى لَا شَيْئًا مِنْ اَعْرَاضِ الدُّنْيَا وَهُمُ الْفُقَرَاءُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ طَعَنُوْا فِيْهِمْ وَطَلَبُوْا اَنْ يَطْرُدَهُمْ لِيُجَالِسُوْهُ وَاَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ طَمَعًا فِيْ اِسْلَامِهِمْ **مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ** زَائِدَةٌ **شَيْءٍ** اِنْ كَانَ بَاطِنُهُمْ غَيْرَ مَرْضِيٍّ **وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ** جَوَابُ النَّفْيِ **فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾** اِنْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ **وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا** اِبْتَلَيْنَا **بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ** اَيِ الشَّرِيْفَ بِالْوَضِيْعِ وَالْغَنِيَّ بِالْفَقِيْرِ بِاَنْ قَدَّمْنَاهُ

بِالسَّبْقِ اِلَی الْاِیْمَانِ **لِیَقُوْلُوْٓا** اَیِ الشُّرَفَاءُ وَالْاَغْنِیَاءُ مُنْکِرِیْنَ **اَهٰٓؤُلَآءِ** الْفُقَرَاءُ **مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا** بِالْهِدَایَةِ اَیْ لَوْ کَانَ مَاهُمْ عَلَیْهِ هُدًی مَا سَبَقُوْنَا اِلَیْهِ قَالَ تَعَالٰی **اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰکِرِیْنَ﴿۵۳﴾** لَهٗ فَیَهْدِیَهُمْ بَلٰی **وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ** لَهُمْ **سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ** قَضٰی **رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ** ۙ **اَنَّهٗ** اَیِ الشَّانُ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْفَتْحِ بَدَلٌ مِنَ الرَّحْمَةِ **مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ** مِنْهُ حَیْثُ اِرْتَکَبَهٗ **ثُمَّ تَابَ** رَجَعَ **مِنْۢ بَعْدِهٖ** بَعْدَ عَمَلِهٖ عَنْهُ **وَاَصْلَحَ** ۙ عَمَلَهٗ **فَاَنَّهٗ** اَیِ اللّٰهُ **غَفُوْرٌ** لَهٗ **رَّحِیْمٌ﴿۵۴﴾** بِهٖ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْفَتْحِ اَیْ فَالْمَغْفِرَةُ لَهٗ **وَکَذٰلِكَ** کَمَا بَیَّنَّا مَا ذُکِرَ **نُفَصِّلُ** نُبَیِّنُ **الْاٰیٰتِ** الْقُرْاٰنَ لِیَظْهَرَ الْحَقُّ فَیُعْمَلُ بِهٖ **وَلِتَسْتَبِیْنَ** تَظْهَرَ **سَبِیْلُ** طَرِیْقُ **الْمُجْرِمِیْنَ﴿۵۵﴾** فَتُجْتَنَبُ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالتَّحْتَانِیَةِ وَفِیْ اُخْرٰی بِالْفَوْقَانِیَةِ وَنَصْبُ سَبِیْلَ خِطَابٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ **قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ** تَعْبُدُوْنَ **مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** ؕ **قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَکُمْ** ۙ فِیْ عِبَادَتِهَا **قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا** اِنِ اتَّبَعْتُهَا **وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ﴿۵۶﴾** **قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ** بَیَانٍ **مِّنْ رَّبِّیْ وَ** قَدْ **کَذَّبْتُمْ بِهٖ** ؕ بِرَبِّیْ حَیْثُ اَشْرَکْتُمْ **مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ** ؕ مِنَ الْعَذَابِ **اِنِ** مَا **الْحُکْمُ** فِیْ ذٰلِكَ وَغَیْرِهٖ **اِلَّا لِلّٰهِ** ؕ وَحْدَهٗ **یَقُصُّ** الْقَضَاءَ **الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ﴿۵۷﴾** الْحَاکِمِیْنَ وَفِیْ قِرَاءَةٍ یَقُصُّ اَیْ یَقُوْلُ **قُلْ** لَهُمْ **لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ** ؕ بِاَنْ اُعَجِّلَهٗ لَکُمْ وَاَسْتَرِیْحَ وَلٰکِنَّهٗ عِنْدَ اللّٰهِ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ﴿۵۸﴾** مَتٰی یُعَاقِبُهُمْ **وَعِنْدَهٗ** تَعَالٰی **مَفَاتِحُ الْغَیْبِ** خَزَائِنُهٗ اَوِ الطُّرُقُ الْمُوْصِلَةُ اِلٰی عمله **لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ** ؕ وَهِیَ الْخَمْسَةُ الَّتِیْ فِیْ قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰیَةُ کَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ **وَیَعْلَمُ مَا** یَحْدُثُ **فِی الْبَرِّ** الْقِفَارِ **وَالْبَحْرِ** ؕ الْقُرٰی الَّتِیْ عَلَی الْاَنْهَارِ **وَمَا تَسْقُطُ مِنْ** زَائِدَةٌ **وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ** عَطْفٌ عَلٰی وَرَقَةٍ **اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴿۵۹﴾** هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ بَدَلُ اِشْتِمَالٍ مِنَ الْاِسْتِثْنَاءِ قَبْلَهٗ **وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ** یَقْبِضُ اَرْوَاحَکُمْ عِنْدَ النَّوْمِ **وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ** کَسَبْتُمْ **بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْهِ** اَیِ النَّهَارِ بِرَدِّ اَرْوَاحِکُمْ **لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی** ۚ هُوَ اَجَلُ الْحَیٰوةِ **ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ** بِالْبَعْثِ **ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿۶۰﴾** فَیُجَازِیْکُمْ بِهٖ

ترجمہ: ....اور مت ہٹائیے اپنے پاس سے ان لوگوں کو جو صبح شام اللہ کے حضور مناجات کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں (عبادت کرکے) خوشنودی (باری تعالیٰ کی۔ دنیا کی اور کوئی غرض ان کو نہیں ہے۔ مسلمان فقراء مراد ہیں جن کے متعلق مشرکین طعن وتشنیع کرتے رہتے تھے اور خود مجلس نبوی پر قبضہ کرنے کے لئے مجلس سے ان کو نکلوا دینا چاہتے تھے۔ آنحضرت (ﷺ) نے بھی ان کے مشرف باسلام ہونے کے لالچ میں ایسا کرلیا تھا) ان کے کسی کام (من زائد ہے) کی جوابدہی آپ (ﷺ) کے ذمہ نہیں ہے (اگر واقعی

ان کا باطن خراب ہے) نہ آپ (ﷺ) کے فعل کی جوابدہی ان کے ذمہ ہے کہ ان غرباء کو دھکے دے کر نکالنے لگو (یہ جواب نفی ہے) ورنہ آپ (ﷺ) زیادتی کرنے والوں میں شمار ہوں گے (اگر آپ (ﷺ) نے یہ کارروائی کرلی) اوراسی طرح ہم نے آزمایا ہے (امتحان کیا ہے) بعض انسانوں کو بعض انسانوں کے ساتھ (شریف کا امتحان غیر شریف کے ساتھ، امیر کا فقیر کے ساتھ کہ ان کو ایمان میں سابق کردیا (تاکہ کہا کریں (یعنی اونچے اور امیر لوگ انکاری لب ولہجہ میں) کیا یہی (فقراء) ہیں جنہیں اللہ نے اپنے انعام کے لئے ہم میں سے چن لیا ہے؟ (ہدایت سے سرفراز کرنے کے لئے۔ یعنی واقعی اگر ان کا طریقہ درست ہوتا تو ہرگز ہم سے بازی نہیں لے جاسکتے تھے۔ جوابی ارشاد ہے) کیا اللہ بہتر جاننے والے نہیں ہیں؟ (اپنے) حق شناسوں کو (کہ ان کو ہدایت سے ہمکنار کردیا ہو۔ ہاں ایسا ہی ہے) اور وہ لوگ جب آپ (ﷺ) کے پاس آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں تو کہنا (ان سے) تم پر سلام ہو۔ لازم ٹھہرالی ہے (مقرر کرلی ہے) تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت۔ بلاشبہ (اس میں ضمیر شان ہے اور ایک قرأت میں ان مفتوح ہے۔ رحمت سے بدل ہے) جوکوئی (تو تم میں سے) برائی کر بیٹھے نادانی سے (مبتلا ہو جائے) اور پھر توبہ کرلے (باز آجائے) اس (کارروائی کرنے) کے بعد اور اپنی حالت (سنوار لے تو اللہ میاں بخشنے والے ہیں (اس کو) اور (اس پر) رحم فرمانے والے ہیں (اور ایک قرأت میں ان فتح کے ساتھ ہے۔ یعنی ان کے لئے مغفرت ہے) اوراسی طرح مذکورہ بیان کے طرز پر) ہم کھول کھول کر بیان کرتے رہتے ہیں۔ اپنی آیات (قرآن) تاکہ حق واضح ہو جائے اور اس پر عمل کیا جاسکے) اور تاکہ نمایاں (عیاں) ہو جائے طریقہ (راستہ) مجرمین کا (جس سے بچا جاسکے۔ ایک قرأت میں تستبین یای تحتانیہ کے ساتھ ہے اور دوسری قرأت میں تاء فوقانیہ کے ساتھ ہے اور سبیل منصوب ہے۔ آنحضرت (ﷺ) کو خطاب ہے) کہئے کہ مجھے اس بات سے روکا گیا ہے کہ میں ان کی بندگی کروں، جنہیں تم پکارتے ہو (بندگی کرتے ہو) اللہ کے سوا۔ کہہ دیجئے میں تمہاری نفسانی خواہشوں پر چلنے والا نہیں ہوں (ان کی پوجا کرکے) ورنہ اس وقت گمراہ ہو جاؤں گا (اگر میں نے نفس کی پیروی کرلی) اور راہ پانے والوں میں نہیں رہوں گا۔ آپ (ﷺ) کہئے میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی اور دلیل پر ہوں اور تم نے جھٹلایا ہے اس کو (میرے پروردگار کو اس کے ساتھ شرک کرکے) میرے اختیار میں تو نہیں ہے جس (عذاب) کے بارے میں تم جلدی مچارہے ہو حکم تو بس (تنہا) اللہ ہی کے لئے (اس بارے میں بھی اور دوسرے معاملات میں بھی) وہی کرتے ہیں، سچے فیصلے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے (حاکم) ہیں (اور ایک قرأت میں یقص بمعنی یقول ہے) کہہ دو (ان سے) جس بات کے لئے تم جلدی مچارہے ہو۔ اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں کبھی کا فیصلہ ہوگیا ہوتا (ایک دم نبٹا کر فارغ ہو جاتا۔ لیکن فیصلہ اللہ کے قبضہ میں ہے) اور وہ ظلم کرنے والوں کی حالت اچھی طرح جاننے والے ہیں (کب ان پر عذاب آنا چاہئے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں۔ (غیب کے خزانے یا اس تک رسائی کے طریقے) ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (اور وہ پانچ غیبی باتیں ہیں جن کو آیت ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ میں بیان کیا گیا ہے۔ بخاری) اور وہ جانتے ہیں جو کچھ (پیداوار ہوتی ہے) خشکی (میدان) میں یا سمندر میں (دریا کے ساحلی علاقوں میں) ہے اور درختوں سے کوئی پتہ (من زائد ہے) نہیں جھڑتا مگر وہ اسے جانتے ہیں اور نہ زمین کی تہوں میں کوئی دانہ پھوٹتا ہے اور خشک وتر کوئی پھل نہیں گرتا (اس کا عطف ورقۃ پر ہے) مگر روشن نوشتہ میں درج ہے۔ لوح محفوظ مراد ہے اور دوسرا استثناء پہلے استثناء سے بدل الاشتمال ہے) اور وہی ہیں جو رات کے وقت تمہاری روح ایک گونہ قبض کرلیتے ہیں (سونے کے وقت روح منامی نکال لیتے ہیں) اور جانتے ہیں جو کچھ تم کاوشیں (معاشی جدوجہد) کرتے ہو دن میں پھر تمہیں اٹھا کر کھڑا کردیتے ہیں دن میں (صبح کو روح واپس کردیتی ہیں) تاکہ اس طرح ٹھہرائی ہوئی مدت پوری ہو جائے۔ (دنیاوی زندگانی) پھر تم سب انہیں کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ (دوبارہ زندہ کرکے) اور جیسے کچھ تم کام کررہے ہو اس کی

حقیقت تمہیں بتلادیں گے (اسی کے مطابق تمہیں بدلہ دے دیں گے۔)

تحقیق وترکیب:......... **وهم الفقراء**. صہیبؓ رومی، عمارؓ، بلالؓ، خبابؓ وغیرہ صحابہ مراد ہیں۔ چنانچہ جب رؤساء مشرکین نے آپ (ﷺ) سے اس مضمون کی اجازتی تحریری یادداشت لینی چاہی تو آپ (ﷺ) نے لکھنے کے لئے حضرت علیؓ کو بلایا۔ لیکن جب ازخود یہ فقراء صحابہؓ مجلس میں ایک طرف کو کھسک گئے تو آیت اتری۔ آنحضرت (ﷺ) نے کاغذ پھینک دیا اور ان غرباء کو گلے سے لگالیا۔

ماعلیك. ان دونوں جملوں میں علم بدیع کی صنعت ''ردالعجز علی الصدر'' ہے جیسے عادات السادات، سادات العادات بلیغ جملہ میں ہے۔ مقصد تتمیم ہوتی ہے ورنہ اصل تعلیل تو پہلے جملہ سے حاصل ہوگئی تھی۔ جواب النہی۔ یعنی **ماعلیك الخ** کا جواب ہے، **سلام علیکم** یہاں چونکہ اختصاص مقصود ہے اس لئے سلام تحیہ میں آپ (ﷺ) کو ابتداء کرنے کا حکم ملا ورنہ سنت سلام تو یہ ہے کہ ابتداء قادم اور آنے والے کو کرنی چاہئے۔ اس صورت میں جملہ انشائیہ ہوجائے گا اور اگر منجانب اللہ بطور اکرام سلام پہنچانا ہو تو لفظاً یا معنی جملہ خبریہ ہوجائے گا۔

وفی قراء ۃ بالفتح۔ ان کی خبر محذوف ہوگی۔ **ای فشانه انه غفور. تستبین**۔ ابوعمر، ابن کثیر، ابن عامر، حفص تا کے ساتھ پڑھتے ہیں اور لفظ سبیل۔ مرفوع۔ **یقضی الحق.** مفسر علام نے **الحق** کا موصوف محذوف نکال دیا اور لفظ حق مفعول بہ بھی ہوسکتا ہے۔ **مفاتح الغیب**۔ اس میں استعارہ ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ **عنده مفاتح الغیب وعندک مفاتح الغیب فمن امن بغیبه اسبل اللّٰه الستر علی عیبه**۔ مفاتح اگر بمعنی خزانہ ہے تو مفتح کی جمع ہے اور اگر بمعنی طرق ہے تو مفتح کی جمع ہے دونوں صورتوں میں اختصاص قدرت مقصود ہوگا۔ بخاریؒ کی روایت ابن مسعودؓ سے ہے کہ **اعطی نبیکم کل شیء الا مفاتیح الغیب** یا فرمایا **مفاتیح الغیب خمس لایعلمها الا اللّٰه ان اللّٰه الخ** مقصود اس سے پانچ کی تحدید نہیں ہے کیونکہ علوم غیبیہ غیر متناہی ہیں۔ پس عدد کی تفریع ماسوی کی نفی نہیں کررہی ہے۔ نیز چونکہ انہی پانچ باتوں میں وہ غیب دانی کا دعویٰ کیا کرتے تھے، اس لئے رد میں اسی کی تخصیص کردی اور اللہ کے ساتھ اختصاص کا مقصد علم تفصیلی ہے ورنہ علم اجمالی کا اثبات تو ان چیزوں میں مخلوق کے لئے بھی ہے۔

فی البر والبحر۔ جمہور تو ان دونوں کو متعارف معنی پر محمول کرتے ہیں۔ چنانچہ زمخشری دریائی جواہرات مراد لیتے ہیں۔ لیکن جلال محققؒ مجاہدؒ کی رائے کے مطابق دونوں سے مراد ساحلی اور غیر ساحلی آبادیاں لے رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں اگرچہ مفاتح الغیب میں داخل تھیں، لیکن تفصیل کے خیال سے الگ ذکر کردیا ہے اور بر و بحر کے عجائب نمایاں ہیں بہ نسبت اوراق وحبات کے۔ ان میں تامل کرنے کا ہر شخص اہل نہیں ہے۔ پھر **ولا رطب** سے تعمیم بعد التخصیص کردی۔ تاکہ خوب اچھی طرح مبالغہ ہوجائے۔

کتاب مبین. امام رازیؒ اس سے مراد علم الٰہی لیتے ہیں۔ اس صورت میں الامر استثناء اول سے بدل الکل ہوجائے گا۔

یتوفکم. سونے کی حالت میں روح منامی نکلتی ہے اور مرنے میں روح حیوانی نکل جاتی ہے۔ **اللّٰه یتوفی الانفس الخ** اور بعض متکلمین کا خیال یہ ہے کہ ہر حاسہ کی ایک روح ہوتی ہے جو سونے کے وقت نکل جاتی ہے اور بیدار ہونے پر واپس آجاتی ہے اور ارواح سے مراد وہ معانی اور قویٰ ہیں جن سے حواس قائم ہوتے ہیں۔ لیکن روح حیوانی ایک ہی دفعہ قبض ہوتی ہے اور اس کے بعد بھی بعث ایسا ہی یقینی ہے جیسے روزانہ منامی موت سے بعث مشاہد ہوتا رہتا ہے۔ **النوم اخ الموت**۔

ربط آیات:......... گذشتہ آیت میں تین قسم کے لوگوں کا حال معلوم ہوا تھا کہ معاندین کے لئے تو صرف عام انذار کافی ہے

ان کی فکر میں زیادہ پڑنا مناسب نہیں۔ البتہ مترددین اور طالبین کے لئے مشترک طور پر خصوصی توجہ ہونی چاہئے لیکن اب آیت ولا تطرد الخ میں طالبین کے لئے اور بھی زیادہ خصوصی التفات پر زور دیا جارہا ہے۔ گویا معاندین کے لئے صرف انذار عام کافی ہوا اور مترددین کے لئے تبلیغ خاص ہوئی اور طالبین کے لئے اخص خصوص۔ آگے پھر آیت قل انی نهیت الخ میں معاندین کے لئے توحید ورسالت کی عام تبلیغ کی جارہی ہے۔ اس کے بعد آیت عنده مفاتح الغیب الخ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ اور علم تام کا تعلق تمام مقدورات ومعلومات سے بیان کیا جارہا ہے۔ جس میں ضمناً توحید کا اثبات بھی جو مقاصد سورت میں سے ہے۔ پھر آیت وهو الذی یتوفکم الخ سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا امکان اور وقوع بیان کرنا ہے کہ عام طور پر پورے قرآن میں۔ نیز اس صورت میں توحید ورسالت اور بعثت کے تینوں مسئلے مخلوط طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

شانِ نزول:......... مختلف روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض رؤسا قریش نے مجلس نبوی (ﷺ) میں مسلمان غرباء کو دیکھ کر کہاهؤلاء منّ اللّٰه علیهم اور خود یا آپ (ﷺ) کے چچا ابوطالب کے واسطہ سے آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے سے عار آتی ہے۔ اس لئے یا انہیں ہٹا دیجئے تب ہم آپ (ﷺ) کے پاس آئیں گے یا ہم آیا کریں تو اس وقت انہیں ہٹا دیا کیجئے یا ہمارے اور ان کے لئے ایک ایک روز کے لئے باری مقرر کر دیجئے۔ ممکن ہے پھر ہم آپ (ﷺ) کا اتباع کرلیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ایسا بھی کر دکھائیے۔ ان کے مقصد کا اندازہ ہو جائے گا۔

چنانچہ آپ (ﷺ) نے درخواست منظور فرمانے کا ارادہ کرلیا تو یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت عمرؓ نے حاضر ہو کر اپنی رائے سے معذرت کی۔ اس پر آیت اذا جاءك الذین الخ نازل ہوئی۔ تب آپ (ﷺ) نے غرباء کو بلا کر گلے سے لگا لیا اور فرمایا "سلام علیکم الخ" اور ابن جریرؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے ماہان سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر خدمت نبوی (ﷺ) ہوئی اور عرض کیا کہ ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، لیکن آپ (ﷺ) نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ لوگ واپس ہوگئے۔ تب اذا جاءك الخ نازل ہوئی۔ آنحضرت (ﷺ) نے انہیں بلا کر مژدہ سنا دیا۔ پس ممکن ہے دونوں باتیں صحیح ہوں۔

﴿تشریح﴾:......... **نومسلم غرباء کی تالیف قلب:**......... روسائے قریش کی اس درخواست کی منظوری سے آنحضرت (ﷺ) کی شان عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ آپ (ﷺ) نے غریب مسلمانوں کی تحقیر وتذلیل کے لئے ایسا کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ صرف آپ (ﷺ) کا منشاء رؤساء کی تالیف قلب تھی اور وہ بھی ہدایت کی امید پر اور اس توقع پر کہ ان سرداران قوم کے راہ پر لگنے سے ساری قوم ہدایت پر لگ سکتی ہے اور چونکہ غرباء صحابہؓ بھی آپ (ﷺ) کے رات دن کے معاملات دیکھ کر ان کو خوب طرح جانتے تھے اس لئے ان کی دل شکنی بھی نہیں ہوئی۔ پھر یہ آپ (ﷺ) اجتہاد تھا جس پر عمل کرنے کی حق تعالیٰ نے اس لئے اجازت نہیں دی کہ علم الٰہی میں تدبیر کا نافع اور کارگر نہ ہونا معلوم تھا۔ چنانچہ آپ (ﷺ) کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

لفظ لا تطرد سے شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ آنحضرت (ﷺ) نے مجلس سے نکال دیا ہوگا یا ہٹا دینے کا ارادہ کرلیا ہوگا؟ کیونکہ کسی کام کے کرنے سے پہلے بھی نہی اور ممانعت ہو سکتی ہے۔ باقی اس قسم کے ارادہ کا احتمال! سو کہا جائے گا کہ رؤسا کے لئے الگ مجلس کے ارادہ کو مجازاً طرد سے تعبیر فرما دیا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) کی شان عالی کے منافی ہونے کے لحاظ سے اس کو بھی طرد شمار کرلیا گیا ہے۔ رہا یہ کہ پھر فتکون من الظّٰلمین میں اس کو ظلم سے کیوں تعبیر کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ظلم کے لغوی معنی بے جا اور بے موقعہ کام کرنے کے

ہیں۔اس لحاظ سے خلاف اولیٰ کو ظلم کہا جا سکتا ہے۔

کفار کے امتحان کی علت فیقولوا الخ تکوینی ہے کیونکہ برائیوں کی پیدائش میں بھی ہزاروں ہزار مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہاں امتحان خود ایک بڑی حکمت ہے۔ باقی اذا جاء ک الذین میں اذا عموم کے لئے نہیں ہے کہ ہر بار آنحضرت (ﷺ) پر ان کو سلام فرمانا لازم ہو بلکہ حاضری کے وقت جب آیت سنائی گئی ہوگی تو تعمیل حکم ہوگئی اور آیت کا سنانا یقینی ہے۔نیز مجلس میں حاضر ہونے پر خود آنے والوں کو سلام کرنا مسنون تھا لیکن یہاں چونکہ غرباء کی تالیف مقصود ہے اس لئے ابتداء آپ ہی سے کرائی گئی ہے۔

گناہ دانستہ ہو یا نادانستہ ہر حال میں گناہ ہے:............ برے عمل کے ساتھ جہالت کی قید سے مراد علمی جہالت نہیں بلکہ عملی جہالت مراد ہے جو ہر گناہ کے ساتھ لازم ہے۔پس یہ قید واقعی ہے۔احترازی نہیں ہے۔چنانچہ حسنؒ سے منقول ہے **کل من عمل معصیة فهو جاهل**. نیز آیت میں مغفرت کے لئے توبہ شرط نہیں ہے کہ اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہونے کا شبہ کیا جائے۔بلکہ آیت میں توبہ کرنے والے کی مغفرت کو بیان کیا جارہا ہے نہ کہ غیر تائب کی عدم مغفرت کو اور بلا توبہ مغفرت کا بیان دوسری مطلق نصوص میں ہے جن سے محض فضل الٰہی کے ذریعہ مغفرت کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

لوح محفوظ میں قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں اگرچہ درج ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احاطہ علمی میں محفوظ ہیں، لیکن معلومات الٰہیہ صرف اسی پر منحصر نہیں ہیں بلکہ وہ غیر محدود اور لامتناہی ہیں۔غیب کی تمام کنجیاں اور علوم مخفیہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ جس طرح چاہتے ہیں ان اسباب میں تصرف کرتے رہتے ہیں۔سمندر کی تہہ میں بھی اگر چیونٹی رینگ رہی ہوگی، پتھر کے جگر میں بھی اگر کیڑا چھپا ہوا ہوگا تو قدرت کی آنکھ اول سے آخر تک پوری طرح اس کی خبر گیری اور نگرانی کر رہی ہوگی۔

انسان کی تین ارواح میں سے ابن عباسؓ روح نفسانی کو نفس تمیزی سے اور روح حیوانی کو نفس حیاۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔نفس کا لفظ دونوں کو شامل ہوگا۔

لطائف آیت:............ آیت **ولا تطرد الذین** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کسی دینی مصلحت کے کسی مرید کو اپنے سے ہٹانا اور الگ کرنا نہیں چاہئے بلکہ ان کے حقوق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھے اور سلامتی، رحمت قبول توبہ کی بشارت سناتا رہے۔آیت وھوا لذی یترفکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صوفیاء کا یہ کہنا صحیح ہے کہ علیٰ قدر مراتب بعض ارواح خود حق تعالیٰ قبض فرماتے ہیں اور بعض ارواح ملک الموت اور بعض ارواح دوسرے فرشتے قبض کرتے ہیں۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ مُسْتَعْلِيًا **فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً** مَلٰٓئِكَةً تُحْصِيْ اَعْمَالَكُمْ **حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ** وَفِيْ قِرَاءَةٍ تَوَفَّاهُ **رُسُلُنَا** اَلْمَلٰٓئِكَةُ الْمُوَكَّلُوْنَ بِقَبْضِ الْاَرْوَاحِ **وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴿۶۱﴾** يُقَصِّرُوْنَ فِيْمَا يُؤْمَرُوْنَ **ثُمَّ رُدُّوْٓا** اَيِ الْخَلْقُ **اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ** مَالِكُهُمُ **الْحَقِّ** الثَّابِتُ الْعَادِلُ لِيُجَازِيَهُمْ **اَلَا لَهُ الْحُكْمُ** اَلْقَضَاءُ النَّافِذُ فِيْهِمْ **وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴿۶۲﴾** يُحَاسِبُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ فِيْ قَدْرِ نِصْفِ نَهَارٍ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا لِحَدِيْثٍ بِذٰلِكَ **قُلْ** يَا مُحَمَّدُ لِاَهْلِ مَكَّةَ **مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** اَهْوَالِهِمَا فِيْ اَسْفَارِكُمْ حِيْنَ **تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا** عَلَانِيَةً **وَّخُفْيَةً** سِرًّا تَقُوْلُوْنَ **لَئِنْ** لَامُ قَسَمٍ **اَنْجٰىنَا**

وَفِیْ قِرَاءِ ةٍ اَنْجَانَا اَیِ اللّٰہُ **مِنْ ھٰذِہٖ** الظُّلُمٰتِ وَالشَّدَائِدِ **لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۶۳﴾** اَلْمُؤْمِنِیْنَ **قُلِ** لَھُمْ **اللّٰہُ یُنَجِّیْکُمْ** بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ **مِّنْھَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ** غَمٍّ سِوَاھَا **ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ ﴿۶۴﴾** بِہٖ **قُلْ ھُوَالْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ** مِنَ السَّمَاءِ کَالْحِجَارَۃِ وَالصَّیْحَۃِ **اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ** کَالْخَسْفِ **اَوْ یَلْبِسَکُمْ** یَخْلِطَکُمْ **شِیَعًا** فِرَقًا مُخْتَلِفَۃَ الْاَھْوَاءِ **وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ** بِالْقِتَالِ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذَا اَھْوَنُ وَاَیْسَرُوَلَمَّا نَزَلَ مَا قَبْلَہٗ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَرَوٰی مُسْلِمٌ حَدِیْثَ سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّایَجْعَلَ بَاْسَ اُمَّتِیْ بَیْنَھُمْ فَمَنَعَنِیْھَاوَ فِیْ حَدِیْثٍ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ اَمَّا اَنَّھَا کَائِنَۃٌ وَلَمْ یَاْتِ تَاْوِیْلُھَا بَعْدُ **اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ** نُبَیِّنُ لَھُمْ **الْاٰیٰتِ** الدَّالَّاتِ عَلٰی قُدْرَتِنَا **لَعَلَّھُمْ یَفْقَھُوْنَ ﴿۶۵﴾** یَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَاھُمْ عَلَیْہِ بَاطِلٌ **وَکَذَّبَ بِہٖ** بِالْقُرْاٰنِ **قَوْمُکَ وَھُوَ الْحَقُّ** الصِّدْقُ **قُلْ** لَھُمْ **لَّسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ﴿۶۶﴾** فَاُجَازِیْکُمْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ وَاَمْرُکُمْ اِلَی اللّٰہِ وَھٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ **لِکُلِّ نَبَاٍ** خَبَرٍ **مُّسْتَقَرٌّ** وَقْتٌ یَقَعُ فِیْہِ وَیَسْتَقِرُّ وَمِنْہُ عَذَابُکُمْ **وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾** تَھْدِیْدٌ لَھُمْ **وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا** اَلْقُرْاٰنِ بِالْاِسْتِھْزَاءِ **فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ** وَلَا تُجَالِسْھُمْ **حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ وَاِمَّا** فِیْہِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِیَّۃِ فِیْ مَاالزَّائِدَۃِ **یُنْسِیَنَّکَ** بِسُکُوْنِ النُّوْنِ وَالتَّخْفِیْفِ وَفَتْحِھَا وَالتَّشْدِیْدِ **الشَّیْطٰنُ** فَقَعَدْتَ مَعَھُمْ **فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی** اَیْ تَذْکِرَۃٍ **مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾** فِیْہِ وَضْعُ الظَّاھِرِ مَوْضَعَ الْمُضْمَرِ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِنْ قُمْنَا کُلَّمَا خَاضُوْالَمْ نَسْتَطِعْ اَنْ نَجْلِسَ فِی الْمَسْجِدِ وَاَنْ نَطُوْفَ فَنَزَلَ **وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ** اللّٰہَ **مِنْ حِسَابِھِمْ** اَیِ الْخَائِضِیْنَ **مِّنْ** زَائِدَۃٌ **شَیْءٍ** اِذَا جَالَسُوْھُمْ **وَّلٰکِنْ** عَلَیْھِمْ **ذِکْرٰی** تَذْکِرَۃٌ لَھُمْ وَمَوْعِظَۃٌ **لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾** اَلْخَوْضَ **وَذَرِ** اُتْرُکِ **الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ** الَّذِیْ کُلِّفُوْہُ **لَعِبًا وَّلَھْوًا** بِاسْتِھْزَائِھِمْ بِہٖ **وَّغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا** فَلَا تَتَعَرَّضْ لَھُمْ وَھٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ **وَذَکِّرْ** عِظْ **بِہٖ** بِالْقُرْاٰنِ النَّاسَ لِ **اَنْ لَا تُبْسَلَ نَفْسٌ** تُسْلَمُ اِلَی الْھَلَاکِ **بِمَا کَسَبَتْ** عَمِلَتْ **لَیْسَ لَھَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ** اَیْ غَیْرِہٖ **وَلِیٌّ** نَاصِرٌ **وَّلَا شَفِیْعٌ** یَمْنَعُ عَنْھَا الْعَذَابَ **وَاِنْ تَعْدِلْ کُلَّ عَدْلٍ** تَفْدِ کُلَّ فِدَاءٍ **لَّا یُؤْخَذْ مِنْھَا** مَا تَفْدِیْ بِہٖ **اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا کَسَبُوْا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ** مَاءٍ بَالِغٍ نِھَایَۃَ الْحَرَارَۃِ **وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌ** مُؤْلِمٌ **بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾** بِکُفْرِھِمْ

ع ۸ / ۱۰ / ۱۴

ترجمہ: ....اور وہی زور (غلبہ) رکھنے والے ہیں اپنے بندوں پر اور تم پر بھیجتے رہتے ہیں۔ حفاظت کرنے والے (فرشتے جو تمہارے اعمال نوٹ کرتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وفات دے دیتے ہیں (اور ایک قرأت میں

تــوفــاه ہے) ہمارے بھیجے ہوئے (مقررہ فرشتے جو ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں) وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے (جو حکم ملتا ہے اس میں ذرہ برابر قصور نہیں کرتے) پھر تمام (مخلوق) لوٹا دی جائے گی اپنے مولیٰ (مالک) حقیقی) کی طرف (جو واقعۃً منصف ہیں بدلہ دینے کے لئے) یاد رکھو! حکم ان ہی کا ہے (جو مخلوق میں نافذ ہوتا رہتا ہے) اور حساب لینے والوں میں ان سے جلد حساب لینے والا کوئی نہیں ہے (ساری مخلوق کا حساب کتاب دنیا کے حساب سے آدھے دن کی مقدار وقت میں چکا دیں گے جیسا کہ اس بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے) کہو (اے محمد ﷺ)! مکہ والوں سے) وہ کون ہیں جو تمہیں بیابانوں اور سمندروں کی اندھیروں میں سے نجات دیتا ہے (جوان کی دہشتیں تم کو سفر میں پیش آتی رہتی ہیں (جب کہ) تم اس کی جناب میں آہ وزاری کرتے ہو (اعلانیہ) اور چھپ چھپ کر دعائیں مانگتے ہو (پوشیدہ طریقہ سے اور کہتے ہو) اگر (لام قسمیہ ہے) خدایا آپ نے ہمیں نجات دے دی (ایک قرأت میں انجانا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہم کو نجات دے) ان میں (اندھیریوں اور مصیبتوں) سے تو پھر ضرور شکر گزار (مومن) بندے ہو کر رہیں گے۔ آپ (ﷺ) کہیے (ان سے) اللہ ہی ہے جو تمہیں نجات دیں گے (تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) اس بلا سے اور ہر طرح کے دکھ (غم) سے (اس کے علاوہ) لیکن اس پر بھی تم ہو کہ ان کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ کہہ دو! وہ اس پر قادر ہیں کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے بھیج دیں (آسمان سے۔ جیسے پتھراؤ اور چیخ) یا تمہارے پاؤں تلے سے کوئی عذاب اٹھا دیں (جیسے زمین میں دھنسا دینا) یا تم کو بھڑا دیں (ٹکرا دیں) ٹکڑیاں کر کر کے (مختلف خواہشات رکھنے والے گروہ بنا دیں) اور ایک دوسرے کو آپس کی لڑائی کا مزہ چکھا دیں (لڑا بھڑا کر۔ اس آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر یہ کارروائی تو بہت سہل اور آسان ہے اور جب پہلی آیت نازل ہوئی تو آپ (ﷺ) نے اللہ سے پناہ مانگی، جیسا کہ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے اور مسلم نے حدیث نقل کی ہے کہ ''میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میری امت میں آپس کی پھوٹ نہ پڑے۔ لیکن یہ درخواست منظور نہ ہوئی اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ہو کر رہنے والی بات ہے۔ تاہم اس پیشین گوئی کا وقوع نازل ہونے کے بعد تو ہوا نہیں) سو دیکھو! کس طرح ہم گونا گوں طریقہ سے بیان کرتے ہیں (ان کے لئے) دلائل (جو ہماری قدرت کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں) تاکہ وہ سمجھیں بوجھیں (جس طریقہ پر وہ قائم ہیں ان کا باطل ہونا واضح ہو جائے) اور جھٹلایا ہے اس (قرآن) کو آپ (ﷺ) کی قوم نے حالانکہ وہ حق (سچ) ہے۔ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (ان سے) میں تم پر کچھ تعینات نہیں بنایا گیا ہوں (کہ تم کو تمہارے کئے کا بدلہ دوں۔ میرا کام تو صرف تنبیہ کر دینے کا ہے اور تمہیں اللہ کی طرف بلانا ہے۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) ہر خبر (اطلاع) کے لئے ایک ٹھہرایا ہوا وقت ہے (جس میں وہ خبر واقع ہو جاتی ہے اور جم جاتی ہے۔ منجملہ اس کے تمہارے لئے عذاب بھی ہے) اور عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا (یہ ان کے لئے دھمکی ہے) اور جب آپ (ﷺ) ایسے لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کرتے ہیں (قرآن کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں) تو آپ (ﷺ) ان سے کنارہ کشی کر لیجئے (اور ان کے ساتھ مت بیٹھئے) یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر (ان شرطیہ کے نون کا ادغام ما زائدہ کے میم میں ہو رہا ہے۔ تمہیں بھلا دے (نون ساکن مخففہ ہے یا فتح اور تشدید کے ساتھ ہے) شیطان (کہ تم ان کے ساتھ شریک مجلس ہو جاؤ) تو یاد آ جانے کے بعد مت بیٹھو ایسے لوگوں کے ساتھ جو ظلم کرنے والے ہیں (یہاں اسم ظاہر کو بجائے ضمیر کے لایا گیا ہے۔ مسلمانوں نے جب یہ شکایت کی کہ اگر ان کی اس قسم کی گفتگو سے ہم اٹھ بھی جائیں تو پھر نہ ہم مسجد میں بیٹھ سکیں گے اور نہ طواف ہی کر پائیں گے۔ کیونکہ مسجد حرام میں ان کی مجلس بازی ہوتی رہتی ہے۔ تب اگلی آیت نازل ہوئی) اور جو لوگ (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے ان (طعنہ زنی کرنے والوں) کے کاموں کی کچھ بھی (من زائد ہے۔ اگر وہ ان کے شریک مجلس بھی ہوں) ہاں البتہ (ان کے ذمہ) نصیحت ہے (ان

کو یاددہانی اور فہمائش کر دینا ہے) تاکہ وہ بھی بچ جائیں (ان خرافات سے) اور چھوڑیئے (نظر انداز کر دیجئے) ایسے لوگوں کو جنہوں نے بنالیا ہے اپنے دین کو (جس کے وہ پابند کئے گئے تھے) کھیل اور تماشہ (دین کا مذاق اڑا کر) اور دنیا کی زندگانی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے (آپ ﷺ) ان کو منہ نہ لگائیے۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اور نصیحت (وعظ) کہتے رہئے (کلام الٰہی کے ذریعہ۔ ان لوگوں کو) تاکہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) کوئی نفس ہلاک (نہ) ہو جائے (تباہی میں نہ پڑ جائے) اپنے کرتوت (عمل) کی وجہ سے۔ اللہ کے سوا (علاوہ) کوئی نہیں ہے جو اس کا مددگار (معین) یا شفاعت کر کے (عذاب سے اسے بچالے) دنیا بھر کا بھی معاوضہ دے ڈالے (پورے طور پر بھی بدلہ دے دے) تب بھی اس سے نہ لیا جائے (دیا ہوا فدیہ) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے پینے کا کھولتا ہوا پانی ہوگا (نہایت تیز گرم) اور عذاب اور دردناک (تکلیف دہ) ہوگا۔ ان کے کفر کی پاداش میں۔

تحقیق وترکیب: .... **حفظہ.** جو فرشتے اعمال خیر وشر کے محافظ اور مکاتب ہیں، جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں وہ مراد ہیں۔ اعمال وافعال خیر کرنے پر داہنے فرشتے لکھ لیتے ہیں۔ لیکن برے اقوال وافعال پر جب بائیں فرشتے لکھنا چاہتے ہیں تو داہنے فرشتے یہ کہہ کر روک دیتے ہیں۔ **اصبر لعلہ یتوب منھا**۔ بندہ اگر توبہ نہیں کرتا۔ پھر مجبوراً گناہ لکھ لیا جاتا ہے، جس طرح سی آئی ڈی کے خلاف رپورٹ سے انسان گھبراتا ہے، اسی طرح اعمال نامہ کے سیاہ ہونے کے خیال سے بھی مسلمان محتاط ہو جاتا ہے۔ باقی کس چیز پر لکھتے ہیں، کس چیز سے لکھتے ہیں، کس زبان میں لکھتے ہیں، کس کیفیت سے لکھتے ہیں، ان سوالوں کا جواب ارباب کشف کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ بالخصوص تبریز جو شیخ عبدالعزیز دباغؒ کے حالات میں ہے۔

رسلنا. ملک الموت کے مددگار فرشتے مراد ہیں۔ **اللہ یتوفی الانفس** میں اللہ نے قبض روح کی اسناد اپنی طرف فرمائی ہے اور **قل یتوفکم ملک الموت**۔ میں ملک الموت کی طرف اور اس آیت میں فرشتوں کی جماعت کی طرف نسبت فرمائی ہے۔ سو قابض حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں اور عالم اسباب میں ملک الموت، اس کارروائی کے ذمہ دار ہیں۔ البتہ اعوان وانصار دوسرے فرشتے بھی ہوتے ہیں، جس طرح ڈاکٹر کے ساتھ کمپونڈر اور نرسیں ہوا کرتی ہیں، چونکہ قبض ہر ایک کا الگ الگ ہوتا ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنا اجتماعاً ہوگا۔ اس لئے **توفتہ** مفرد اور **ردوا** جمع کے صیغہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ **مولھم** ۔ دوسری آیت میں چونکہ کفار کے بارے میں **ان الکفرین لا مولیٰ لھم** فرمایا گیا ہے جو اس آیت کے عموم کے منافی ہے۔ جلال محققؒ لفظ **مالکھم** سے اسی کے جواب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی یہاں مولیٰ بمعنی مالک کا اثبات ہے اور وہاں مولیٰ بمعنی ناصر کی نفی ہے۔ اس لئے کوئی منافات نہیں رہی۔

حدیث ارشاد ہے **ان اللہ یحاسب الکل فی مقدار حلب شاۃ** اور بعض نے **اسرع الحاسبین** کے سلسلہ میں کہا ہے۔ **الرد الی من ربک خیر من البقاء مع من اذاک**۔

ینجیکم ، عاصم، حمزہ، کسائیؒ نے تشدید کے ساتھ اور باقی قراء نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ **اھون** کیونکہ مخلوق کے فتنے عذاب الٰہی کے مقابلہ میں اھون ہی ہوتے ہیں۔ **سالت** روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ **سالت ربی ای ثلاثا فاعطانی اثنین ومنعنی واحدۃ سالت ان لا یھلک امتی بالسنۃ فاعطانیھا وسالت ربی ان لا یھلک امتی بالفرق فاعطانیھا وسالت ربی ان لا یجعل باس امتی بینھم فمنعنیھا** بخاری اور ترمذی میں دوسری دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ **ان لا تسلط علیھم عدوا من غیرھم فاعطانیھا**۔

تاویلھا یعنی اس آیت کی یا ان چاروں باتوں کی تاویل نزول کے بعد ظاہر سے نہیں بدلی۔ اپنی ظاہری حالت پر ہے۔ **لکل**

نباء . عذاب وثواب سے متعلق جتنی چیزیں ہیں مقررہ وقت پر ضرور ظاہر ہوں گی۔ خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

حتیٰ یخوضوا. آیات اللہ کو سمندر سے تشبیہ دے کر مشبہ بہ حذف کر دیا اور استعارہ تخییلیہ کے طور پر اس کے لازم خوض کو ذکر کر دیا۔ ولکن ذکری۔ یہ مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منسوب بھی ہوسکتا ہے۔ فعل مضمر کی وجہ سے۔ خواہ وہ فعل امر ہو جیسے ولکن ذکروھم ذکری یا فعل خبر ہو۔ ای ولکن یذکرونھم ذکری۔ نیز یہ مبتداء بھی ہوسکتا ہے محذوف الخبر ای ولکن علیھم ذکری او علیکم ذکری اور ذکریٰ کے معنی تذکیر کے ہیں اور یہ مبتداء محذوف کی خبر بھی ہوسکتی ہے۔ ای ھو ذکریٰ یعنی ان کے ساتھ مجالست چھوڑ دینا ذکریٰ ہے۔ نیز یہ معطوف بھی ہوسکتا ہے۔ ایسی چیز جو من کے ذریعہ مجرور ہو۔ ای ما علی المتقین من حسابھم شیء ولکن علیھم ذکریٰ۔ پہلی تین صورتوں میں جملہ کا جملہ پر عطف ہوا اور اس صورت میں مفردات کا عطف ہوا۔

ان تبل ابسال بمعنی منع کرنا ھذا علیک لسبل ای ممنوع. باسل۔ بمعنی شجاع۔ چنانچہ ابن عباسؓ تبسل نفس کی تفسیر "ترتھن فی جنھم" کے ساتھ کرتے ہیں اور جلال محققؒ نے جو تفسیر کی ہے وہ حسنؓ اور مجاہدؒ کی تفسیر کے مطابق ہے۔ یعنی تسلم للمھلکۃ ای تمنع عن مرادھا وتخذل۔ قتادہ کے الفاظ ہیں۔ "تحبس فی جھنم."

ربط آیات:......... قیامت کے امکان اور وقوع کا بیان چل رہا ہے۔ ان آیات میں بھی اولاً قدرت کا اثبات ہے۔ پھر موت کا پھر بعث اور حساب کتاب کا ذکر ہے۔ نیز آیت قل من ینجیکم الخ میں پھر توحید پر استدلال ہے۔ آگے آیت اذا رایت الذین الخ میں کفار سے زجراً مجالست ترک کرنے اور کنارہ کشی اختیار کرنے کو کہا جا رہا ہے۔

شان نزول:......... جابرؓ کی روایت بخاریؒ نے نقل کی ہے۔ کہ جب آیت قل ھو القادر الخ نازل ہوئی تو آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا۔ اعوذ بوجھک ارمن تحت ارجلھم اور فرمایا اعوذ بوجھک اویلبسکم شیعاً ویذیق اور فرمایا ھذا اھون اور مسلم کی روایت تحقیق کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ جس میں تین درخواستوں میں سے ایک درخواست کا نامنظور ہونا معلوم ہوا تھا۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں یہ آیات نازل نہیں ہوئیں۔ نیز جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت (ﷺ) کو حق تعالیٰ کی قدرت کا استحضار ہو تو آیت کی بناء پر نہیں بلکہ شفقۃ آپ (ﷺ) نے امت کے حق میں دعائیں فرمائیں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیت واذا رایت الذین الخ نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیف نقعد فی المسجد الحرام وھم یخوضون اور بعض روایتوں میں ہے کہ انا نخاف الاثم حین نترکھم ولا منھم اس پر آیت وما علی الذین نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:......... **تین طرح کے فرشتے اور ان کے کام:**......... آیت میں تین قسم کے فرشتوں کا ذکر ہے۔ کراماً کاتبین جو لوگوں کے اعمال نامے اور ڈائریاں تیار کرتے رہتے ہیں۔ دوسرا محافظ دستہ جو احکام وہدایات الٰہیہ کے مطابق انسانوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ارشاد ہے لہ معقبات من بین یدیہ الخ اور تیسرے روح قبض کرنے والے فرشتے۔ جن کے افسر اعلیٰ ملک الموت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

اولٰئک الذین ابسلوا الخ جس میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس سے مراد عام ہے۔ دنیاوی سزائیں یا جہاد وغیرہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی سرکوبی ہونا بھی اس میں داخل ہے۔ فرمایا گیا ہے۔ قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم لیکن جلال محقق کا

آیت قل لست علیک بو کیل کو آیت قتال سے منسوخ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جہاد اگرچہ کفار کے حق میں ایک طرح کا عذاب الٰہی ہے مگر مسلمانوں کو تعذیب کی حیثیت سے جہاد کا حکم نہیں ہے۔ چنانچہ جزیہ دینے کی صورت میں اگرچہ مقتضی جہاد ہوتا ہے لیکن جہاد کا حکم نہیں بلکہ موقوف کر دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یعذبھم اللہ میں عذاب کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ بہر حال جہادی حکم کے بعد بھی کوئی ذمہ دار یا نگہبان نہیں بنا دیا جاتا۔ کیونکہ اولاً تو جزیہ جو جہاد کی ایک غایۃ ہے وہ غیر اختیاری ہے تو اس کا علم و اختیار بھی مجاہد کے دائرہ اختیار سے خارج ہی ہوگا۔ دوسرے تعذیب الٰہی صرف جہاد ہی میں منحصر نہیں ہے۔ اس کے دوسرے طریقے بھی ممکن و محتمل ہیں۔ اس لئے اس مجموعہ کو علم و اختیار سے خارج سمجھتے ہوئے قل لست علیکم بو کیل کہنا صحیح ہوا۔

لطائف آیات: .... آیت تضرعا و خفیۃ سے ذکر جلی، خفی، اخفی۔ سب قسموں کو شامل ہونا معلوم ہوا ہے۔ خواہ زبان سے ہو یا قلب سے اور آیت وذر الذین الخ میں جن برائیوں کا تذکرہ ہے آج کل کے اکثر عرسوں میں یہی منکرات و بدعات کی جاتی ہیں جو انصاف پسند شخص پر مخفی نہیں۔ البتہ ضد اور پچ کا کوئی علاج نہیں ہے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا نَعْبُدُ **مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُنَا** بِعِبَادَتِهٖ **وَلَا يَضُرُّنَا** بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْاَصْنَامُ **وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا** نَرْجِعُ مُشْرِكِيْنَ **بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ** اِلَى الْاِسْلَامِ **كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ** اَضَلَّتْهُ **الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ** مُتَحَيِّرًا لَا يَدْرِىْ اَيْنَ يَذْهَبُ حَالٌ مِنَ الْهَاءِ **لَهٗٓ اَصْحٰبٌ** رُفْقَةٌ **يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى** اَىْ لِيَهْدُوْهُ الطَّرِيْقَ يَقُوْلُوْنَ لَهٗ **ائْتِنَا** فَلَا يُجِيْبُهُمْ فَيَهْلِكُ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ وَجُمْلَةُ التَّشْبِيْهِ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ نُرَدُّ **قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ** الَّذِىْ هُوَ الْاِسْلَامُ **هُوَ الْهُدٰى** وَمَا عَدَاهُ ضَلَالٌ **وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ** اَىْ بِاَنْ نُسْلِمَ **لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ** اَىْ بِاَنْ **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ** تَعَالٰى **وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾** تُجْمَعُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِلْحِسَابِ **وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ** اَىْ مُحِقًّا وَاذْكُرْ **يَوْمَ يَقُوْلُ** لِلشَّىْءِ **كُنْ فَيَكُوْنُ** هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَوْمَ يَقُوْلُ لِلْخَلْقِ قُوْمُوْا فَيَقُوْمُوْنَ **قَوْلُهُ الْحَقُّ** الصِّدْقُ الْوَاقِعُ لَا مَحَالَةَ **وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ** الْقَرْنِ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ مِنْ اِسْرَافِيْلَ لَا مُلْكَ فِيْهِ لِغَيْرِهٖ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ **عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ** مَا غَابَ وَمَا شُوْهِدَ **وَهُوَ الْحَكِيْمُ** فِىْ خَلْقِهٖ **الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾** بِبَاطِنِ الْاَشْيَاءِ كَظَاهِرِهَا وَاذْكُرْ **اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ** هُوَ لَقَبُهٗ وَاسْمُهٗ تَارِحُ **اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً** تَعْبُدُهَا اِسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ **اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ** بِاتِّخَاذِهَا **فِىْ ضَلٰلٍ** عَنِ الْحَقِّ **مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾** بَيِّنٍ **وَكَذٰلِكَ** كَمَا اَرَيْنَاهُ اِضْلَالَ اَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ **نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ** مُلْكَ **السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** لِيَسْتَدِلَّ بِهٖ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِنَا **وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾** بِهَا وَجُمْلَةُ وَكَذٰلِكَ وَمَا بَعْدَهَا اِعْتِرَاضٌ وَعَطْفٌ عَلٰى قَالَ **فَلَمَّا جَنَّ**

اَظْلَمَ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قِيْلَ هُوَ الزُّهْرَةُ قَالَ لِقَوْمِهٖ وَكَانُوْا نَجَّامِيْنَ هٰذَا رَبِّيْ فِيْ زَعْمِكُمْ فَلَمَّآ اَفَلَ غَابَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ اَنْ اَتَّخِذَ هُمْ اَرْبَابًا لِاَنَّ الرَّبَّ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ التَّغَيُّرُ وَالْاِنْتِقَالُ لِاَنَّهُمَا مِنْ شَانِ الْحَوَادِثِ فَلَمْ يَنْجَعْ فِيْهِمْ ذٰلِكَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا طَالِعًا قَالَ لَهُمْ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ يُثَبِّتْنِيْ عَلَى الْهُدٰى لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ تَعْرِيْضٌ لِقَوْمِهٖ بِاَنَّهُمْ عَلٰى ضَلَالٍ فَلَمْ يَنْجَعْ فِيْهِمْ ذٰلِكَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا ذَكَّرَهُ لِتَذْكِيْرِ خَبَرِهٖ رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ مِنَ الْكَوَاكِبِ وَالْقَمَرِ فَلَمَّآ اَفَلَتْ وَقَوِيَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ وَلَمْ يَرْجِعُوْا قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ بِاللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَجْرَامِ الْمُحْدَثَةِ الْمُحْتَاجَةِ اِلٰى مُحْدِثٍ فَقَالُوْا لَهٗ مَاتَعْبُدُ قَالَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ قَصَدْتُّ بِعِبَادَتِيْ لِلَّذِيْ فَطَرَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَيِ اللّٰهَ حَنِيْفًا مَائِلًا اِلَى الدِّيْنِ الْقَيِّمِ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ بِهٖ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ جَادَلُوْهُ فِيْ دِيْنِهٖ وَ هَدَّدُوْهُ بِالْاَصْنَامِ اِنْ تُصِيْبَهٗ بِسُوْءٍ اِنْ تَرَكَهَا قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ بِتَشْدِيْدِ النُّوْنِ وَتَخْفِيْفِهَا بِحَذْفِ اِحْدَى النُّوْنَيْنِ وَهِيَ نُوْنُ الرَّفْعِ عِنْدَ النُّحَاةِ وَنُوْنُ الْوِقَايَةِ عِنْدَ الْقُرَّاءِ اَيْ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِي وَحْدَانِيَّةِ اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ تَعَالٰى اِلَيْهَا وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ مِنَ الْاَصْنَامِ اَنْ تُصِيْبَنِيْ بِسُوْءٍ لِعَدَمِ قُدْرَتِهَا عَلٰى شَيْءٍ اِلَّآ لٰكِنْ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا مِنَ الْمَكْرُوْهِ يُصِيْبُنِيْ فَيَكُوْنُ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَيْ وَسِعَ عِلْمُهٗ كُلَّ شَيْءٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ بِهٰذَا فَتُؤْمِنُوْنَ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ وَهِيَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنْتُمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ فِي الْعِبَادَةِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ بِعِبَادَتِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا حُجَّةً وَّبُرْهَانًا وَهُوَ الْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اَنَحْنُ اَمْ اَنْتُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ مَنِ الْاَحَقُّ بِهٖ اَيْ وَهُوَ نَحْنُ فَاتَّبِعُوْهُ قَالَ تَعَالٰى اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا يَخْلِطُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اَيْ شِرْكٍ كَمَا فُسِّرَ بِذٰلِكَ فِيْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ مِنَ الْعَذَابِ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:.........ان سے پوچھئے! کیا ہم پکاریں (پوجا کریں) اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کہ جو نہ ہمیں نفع پہنچا سکیں (اپنی پرستش کے لحاظ سے) اور نہ نقصان پہنچا سکیں (بندگی چھوڑ دینے کی وجہ سے۔ اس سے مراد بت ہیں) اور اہم الٹے پاؤں پھر جائیں (شرکیہ عقائد کی طرف لوٹ جائیں) باوجودیکہ اللہ ہمیں سیدھی راہ (اسلام کی طرف) دکھلا چکے ہیں اور ہماری مثال اس آدمی کی سی ہو جائے جسے شیطانوں نے بیابان میں گمراہ کر دیا ہو (بھٹک رہا ہو) حیران پھر رہا ہے (ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے یہی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں جائے یہ لفظ استہوتہ کی ضمیر سے حال واقع ہے) اس کے ساتھی (ہمراہی) ہیں جو اسی راہ کی طرف بلا رہے ہیں (یعنی یہ کہتے ہوئے اس کی رہنمائی کر رہے ہیں کہ) ادھر آ جاؤ (اور وہ ان کو جواب نہیں دیتا۔ پس اس طرح وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ استفہام انکاری ہے او

رجملہ تشبیہی حال ہے ضمیر زردسے) کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت (یعنی اسلام) وہی ہدایت ہے (اس کے علاوہ گمراہی ہے) اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سر اطاعت جھکا دیں (پورے طور پر مطیع ہو جائیں) پروردگار عالم کے آگے۔ نیز یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ (ان بمعنی بان ہے) نماز قائم کرو اور ڈرتے رہو (اللہ تعالیٰ سے) اور ان ہی کی طرف تم سب اکٹھے لے جاؤ گی (قیامت کے روز حساب کے لئے جمع کئے جاؤ گے) اور وہی ہیں جنہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو حقیقت کے ساتھ (یعنی حق کے طور پر) پیدا کیا (جو نفس الامری سچائی ہے لامحالہ واقع کے مطابق ہے) اور (یاد کرو) جس دن وہ کہہ دیں (کسی چیز کے متعلق) ہو جا تو وہ چیز ہو جائے (قیامت کا دن مراد ہے۔ جب حق تعالیٰ تمام مخلوق سے فرمائیں گے کہ کھڑے ہو جاؤ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ ان کا قول حق ہے (سچ ہے جو لامحالہ پورا ہو کر رہتا ہے) اور ان ہی کی بادشاہی ہوگی جس روز صور پھونکا جائے گا (صور سے مراد قرن اور سینگ ہے) اسرافیل علیہ السلام کا دوسری مرتبہ صور پھونکنا مراد ہے۔ اس وقت اللہ کے سوا کسی کی سلطنت نہیں ہوگی اور کون ہے جس کی حکومت اس روز ہو؟ بجز اللہ کے؟) وہ غیب وشہادت (جو کچھ غیر محسوس اور محسوس ہو اس کے) جاننے والے ہیں اور وہ بڑی حکمت والے ہیں (اپنی مخلوق میں) اور پوری خبر رکھنے والے ہیں (ظاہر کی طرح باطن کا حال جاننے والے ہیں) اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا (یہ اس کا لقب تھا اور نام تارخ تھا) کیا تم بتوں کو معبود مانتے ہو؟ (جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو۔ یہ استفہام توبیخی ہے) میرے نزدیک تو تم اور تمہاری قوم (یہ کارروائی کر کے) واضح (کھلی) گمراہی میں (حق سے ہٹ کر) پڑ چکے ہیں اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ابراہیم کو ان کے باپ اور قوم کی گمراہی کو کھول کر دکھلا دی) ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور زمین کی بادشاہتوں (ملک) کے جلوے دکھا دیئے (تا کہ اس سے وہ ہماری وحدانیت پر استدلال کر سکیں) اور تا کہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائیں (کذالک اور اس کے بعد کی عبارت جملہ معترضہ ہے اور قال پر معطوف ہے) پھر جب ان پر رات کی اندھیری چھا گئی (پھیل گئی) تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا (بعض کے نزدیک وہ ستارہ زہرہ تھا) کہنے لگے (اپنی نجومی قوم سے) یہ میرا پروردگار ہے (بقول تمہارے) لیکن جب وہ ڈوب گیا (چھپ گیا) تو کہنے لگے کہ میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا (ان کو رب بنانا۔ کیونکہ پروردگار رد و بدل اور تبدیلی کو قبول نہیں کیا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں اس تقریر سے ان کے جو نک نہیں لگی) پھر جب چاند چمکتا ہوا نکلا (طلوع ہوا) تو کہنے لگے (ان سے) یہ میرا پروردگار ہے۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنا پڑا کہ اگر میرے پروردگار نے مجھے راہ نہ دکھلا دی ہوتی (مجھے ہدایت پر نہ جما دیا ہوتا) تو میں ضرور سیدھی راہ سے بھٹکنے والے گروہ میں سے ہوتا۔ (یہ اپنی قوم پر تعریض ہوئی کہ وہ لوگ گمراہ ہیں لیکن اس سے بھی ان کو کچھ نفع نہ ہوا) پھر جب سورج دمکتا ہوا طلوع ہوا تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ یہ (لفظ ھذا کو مذکر لانا خبر کے مذکر ہونے کی وجہ سے ہے) میرا پروردگار ہے یہ سب سے بڑا ہے (ستاروں اور چاند میں) لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا (اور ان کے برخلاف دلیل مضبوط ہوگئی اور پھر بھی وہ باز نہ آئے) تو کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں اس سے بیزار ہوں جو کچھ تم شریک ٹھہراتے ہو (اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ بت ہوں یا دوسرے نو پیدا اجسام۔ جو اپنے پیدا کرنے والے کے محتاج ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ فرمایا کہ) میں نے صرف اس ہستی کی طرف اپنا رخ کر لیا ہے (مقصد عبادت بنا لیا ہے) جو آسمانوں اور زمین کی بنانے والی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) ہر طرف سے منہ موڑ کر (دین مستقیم کی طرف جھکتے ہوئے) اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو (ان کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہیں اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے ردو کد کی (ان کے مذہب کے بارے میں کٹ حجتی کرنے لگے اور بتوں کے متعلق ڈرانا چکانا شروع کر دیا کہ کہیں ان کو چھوڑنے سے تم پر وبال نہ آ جائے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم مجھ سے ردو کد کرتے ہو (یہ لفظ قرآن کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے۔ ایک نون حذف کرتے ہوئے۔ نحویین کے نزدیک تو نون رفع محذوف

ہوگا اور قراء کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوگا۔ یعنی کیا تم مجھ سے حجت بازی کرتے ہو؟) اللہ (کی وحدانیت) کے بارے میں حالانکہ انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی طرف) مجھ کو راہ دکھادی ہے اور جن چیزوں کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا (یعنی بتوں سے کہ کہیں مجھے کوئی گزند نہ پہنچادیں، کیونکہ انہیں کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے ہاں (لیکن) اگر میرے پروردگار ہی کوئی بات چاہنے لگیں (ناگوار چیز کہ وہ مجھے لگ جائے تو وہ ضرور لگ جائے گی) میرے پروردگار اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں (یعنی ان کا علم ہر چیز پر حاوی ہے) پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (ان باتوں سے کہ ایمان لے آؤ) اور میں ان ہستیوں سے کیوں ڈروں جنہیں تم نے (اللہ کا) شریک ٹھہرالیا ہے (حالانکہ وہ نقصان اور نفع نہیں پہنچاسکتیں) جبکہ تم (اللہ تعالیٰ سے) نہیں ڈرتے ہو کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراؤ (اس کی عبادت کرنے میں) کہ نہیں اس کی (بندگی کی!) تم پر کوئی سند (دلیل اور حجت۔ حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہیں) بتلاؤ! ہم دونوں میں سے کس فریق کی راہ امن کی راہ ہوئی (ہماری یا تمہاری) اگر تم علم رکھتے ہو (کہ کون امن کا زیادہ حق دار ہے۔ یعنی مستحق امن ہم ہیں۔ لہٰذا تمہیں اس کا اتباع کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کو آلودہ (مخلوط) نہیں کیا ظلم سے (حدیث صحیحین میں اس کی تفسیر شرک کے ساتھ کی گئی ہے) تو ان ہی کے لئے امن ہے (عذاب سے) اور یہی ٹھیک راستہ پر ہیں۔

تحقیق وترکیب: .... **کالذی**۔ مفعول مطلق ہے نرد کا ای رد اکرد الذی. **استھوتہ**۔ ہوئی یہودی سے استفعال ہے بمعنی ذہب۔ اصل میں اوپر سے نیچے اترنے کے معنی ہیں۔ استھوتہ کی ضمیر سے لفظ حیران حال واقع ہورہا ہے۔

امرنا لنسلم۔ کسائی اور فراء لام کو حرف مصدری بمعنی ان مانتے ہیں اردت اور امرت کے بعد وان اقیموا. ان کا عطف لنسلم پر بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ سیبویہ نے اوپر ان مصدریہ کے داخل ہونے کی تصریح کی ہے اور لنسلم کے محل پر بھی اس کا عطف ہوسکتا ہے۔ ای امرنا ان لنسلم وان اقیموا۔

قولہ الحق ۔ یہ مبتداء ہے اور **یوم یقول** خبر مقدم ہے۔ جیسے **یوم الجمعۃ قولک الصدق ای قولک الصدق کائن یوم الجمعۃ**۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ **الحق واقع یوم یقول کن فیکون**۔

یوم ینفخ. اس میں چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ **قولہ الحق** کی یہ خبر بھی ہوسکتا ہے۔ **یوم یقول** سے بدل بھی ہوسکتا ہے۔ **تحشرون** کا ظرف بھی ہوسکتا ہے **لہ الملک** کی وجہ سے منصوب بھی ہوسکتا ہے۔ **ای لہ الملک فی ذلک الیوم** صور اسرافیل کے متعلق ایک جماعت کی رائے تو یہ ہے کہ یہ لفظ بمعنی لغت ہے۔ سینگ جس میں پھونک ماری جائے اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ بوق اور بگل کی طرح کا ایک سینگ ہوتا ہے۔ پہلی پھونک پر سارا عالم فناء ہوجائے گا اور دوسری پھونک پر دوبارہ زندگی مل جائے گی۔

اذقال. اس کا عطف **قل اندعوا** پر ہے نہ کہ **اجتمعوا** پر۔ کیونکہ معنی غلط ہوجائیں گی۔ **تارح**۔ بقول قاموس یہ لفظ تارح ہے یا تارہ یا تارخ۔ بخاریؒ تاریخ کبیر میں کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ بن آذر ہیں اور تورات میں آذر کو تارخ کہا گیا ہے۔ تو گویا یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہوئے۔ جیسے یعقوب واسرائیل۔ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک نام ہو اور ایک لقب۔ نیز تارخ ابراہیم کے باپ کا اور آذر ان کے چچا کا نام ہو یہ بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ جلال مفسرؒ نے ایک رسالہ میں اس کو اختیار کیا ہے۔ بہرحال حق تعالیٰ نے آذر نام بتلایا ہے۔ وہی صحیح ہے اگرچہ نساب اور اہل تاریخ تارخ نام بتلاتے ہیں اور اس بارے میں ان کا اجماع ضعیف ہوگا، کیونکہ وہ انسانی آراء کا مجموعہ ہے اور وہ بھی یہود ونصاریٰ کی اسرائیلیات کا۔ پس نصوص قرآنی کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔

اصناماً الھة. اس سے اثبات الوہیت اور ھذا ربی میں ان کے عقیدہ کے بموجب اثبات ربوبیت مقصود ہوا۔

ملکوت. ملک اعظم کے معنی ہیں۔اس میں تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ابن عباسؓ کے نزدیک تو آسمان وزمین کی تخلیق کا دکھلانا مراد ہے اور مجاہدؒ سعید بن جبیرؓ کی رائے پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمان، عرش، کرسی اور عجائبات علوی اور سفلی سب دکھلائے گئے ہیں۔تفسیر کبیر میں ہے کہ یہاں حسی رویت مراد نہیں بلکہ عقلی بصیرت مراد ہے۔چنانچہ ملکوت کے معنی قدرت کے ہیں اور یہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔نیز اسی قسم کے الفاظ ایک موقعہ پر امت محمدیہ (ﷺ) کے متعلق بھی فرمائے گئے ہیں۔سنریھم ایتنا فی فاق اور ظاہر ہے کہ یہاں رویت بصریہ مراد نہیں ہے بلکہ بصیرت مراد ہے۔

فلما جن. اس کا عطف قال ابراھیم پر ہے اور وکذلک نری الخ جملہ معترضہ ہے۔کوکباً. اس سے مراد زہرہ، مشتری، چاند، سورج ہوسکتے ہیں۔کیونکہ بت پرست ہونے کے ساتھ یہ لوگ ستارہ پرست اور نجومی بھی تھے۔اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر ابطال مناسب سمجھا اور ان کے مذعوم کے لحاظ سے گفتگو کی یا بطور استہزاء یہ بات بیان کی۔حقیقت مقصود نہیں ہے لم یھدنی انبیاء کو چونکہ ہدایت حاصل ہوتی ہے اس لئے جلال محققؒ نے ثبات اور دوام ہدایت پر اس کو محمول کیا ہے ھذا اس کو ربی خبر مذکر کی وجہ سے مذکر لایا گیا ہے اور اس کے مرجع شمس کی رعایت نہیں کی گئی۔

ھذا اکبر۔یہ ایک بہت بڑا سیارہ ہے۔چنانچہ بقول امام غزالیؒ سورج کا حجم ایک سوبیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔ وجھی للذی اس میں لام صلہ کا ہے۔ای توجھت نحول و الیل وحاجة آذر بت سازی کیا کرتا تھا اور بت بنا کر فروخت کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا کرتا۔ان کے بچپن کا زمانہ تھا۔مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ آوازیں لگایا کرتے تھے کہ بے نفع اور بے ضرر چیز کون خریدتا ہے۔یہ سن کر لوگوں نے خریدنا چھوڑ دیا۔ایک رات اس بت کو نہر کے کنارے لے جا کر اس کا منہ پانی سے لگا دیا اور کہنے لگے کہ "لے پانی پی۔" غرضیکہ اس قسم کی استہزائی حرکتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچیں اور لوگ چوکنے ہوگئے اور پھر یہیں سے باہمی آویزش شروع ہوگئی۔ اتحاجونی. اول نون رفع...... کا ادغام نون وقایہ ثانیہ میں ہے، دوسری صورت تخفیف کی ہے۔ایک کلمہ میں تشدید سے بچنے کے لئے۔اس صورت میں قراء کے نزدیک نون وقایہ محذوف ہوگا نہ کہ نون رفع۔کیونکہ وہ علامت رفع ہے اور بغیر جازم وناصب کے افعال سے رفع کا حذف کرنا جائز نہیں ہے۔اہل مدینہ اور ابن عامر تخفیف نون کے ساتھ اور اکثر قراء تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

مالم ینزل. ماصولہ ہے یا موصوفہ ہے اور اشرکتم کا مفعول ثانی الذین امنوا۔بقول علماء یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ ہے یا ان کی قوم کا یا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔پہلی دونوں صورتوں میں گویا یہ ای الفریقین کا جواب ہے جو قوم پر حجت ہے اور ان دونوں صورتوں میں یہ محذوف کی جز ہوگی اور تیسری صورت میں الذین مبتداء اول اولئک مبتداء ثانی اور امن۔مبتداء ثالث۔ لھم۔اس کی خبر ہی اور پھر یہ جملہ خبر ہے اولئک کی اور یہ جملہ مل کر پھر اول مبتداء کی خبر ہے۔

حدیث الصحیحین۔ابومسعودؓ کی راویت ہے کہ یہ آیت مسلمانوں پر بڑی شاق معلوم ہوئی اور آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں عرض کیا "اینالم یظلم نفسه" آپ (ﷺ) نے فرمایا اس سے مراصرف شرک ہے۔"ان الشرک لظلم عظیم"

ربط آیات:.........گذشتہ آیات کی طرح آیت قل الدعوا میں بھی توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کیا جارہا ہے اور اسی کے ذیل میں بعث کا بیان ہے اور پھر آگے آیت واذ قال ابراھیم الخ سے اسی کی تائید میں پچھلا ایک تاریخ واقعہ ذکر کیا گیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جد اعلیٰ ہونے کے ناطے سے تمام عرب قوموں پر حجت ہے۔

شانِ نزول: .... ابن جریرؒ وغیرہ کی روایت ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے درخواست کی کہ تم دین محمد ترک کر کے ہماری پیروی کرلو۔ اس پر آیت قل اندعوا الخ نازل ہوئی اور آیت الذین الخ جب نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا "اینا لم یظلم نفسہ" مگر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ پس شبہ صاف ہو گیا۔

﴿تشریح﴾: .... آیت کالذی الخ سے جو شیاطین وجنات کے تصرفات بطور تمثیل ذکر کئے گئے ہیں یہ اپنے حقیقی معنی پر ہیں۔ اس لئے آیت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

قوم ابراہیم اور کلدانیوں کا مذہبی حال: .... قوم ابراہیمؑ کے جو حالات قرآن کریم میں بیان ہوئے ان سے ان کا بت پرست اور کواکب پرست ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ وہ نجوم کی تاثیرات ذاتی کے قائل تھے۔ چنانچہ آیات میں الوہیت اصنام کی تردید کے ساتھ ستاروں کی ربوبیت اور ذاتی تصرفات کا انکار بھی کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن ہی سے توحید کے اگرچہ محقق عارف تھے لیکن اس قسم کے مناظرہ کا اتفاق نہیں ہوا ہوگا۔ نبوت سے پہلے از خود یا نبوت کے بعد الہام ووحی کے ذریعہ توحید کے سلسلہ میں مناظرہ فرمایا۔ باقی یہ لوگ خدا کے قائل تھے۔ جیسا کہ لااخاف ماتشرکون اور فطر السموات والارض کے ظاہری مفہوم سے اور ان آیات مناظرہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجود باری کی تقدیر پر گفتگو ہو رہی ہے یا خدا کے منکر اور دہریئے تھے۔ جیسا کہ حاج ابراھیم فی ربہ میں نمرود کی طرز گفتگو سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کا منکر تھا۔ بہرحال گنجائش دونوں احتمال کی ہے۔ اگرچہ نمرود کے اس انکار کو تمرد وعناد پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے اور واقعہ میں وہ خالق کا قائل بھی ہو۔

حضرت ابراہیم کی ابتدائی اٹھان: .... بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ایک ایسے عہد اور ملک میں ہوا جہاں بابل اور نینویٰ کی عظیم الشان قومیں اجرام سماویہ کی پرستش میں مبتلا تھیں اور شہر میں زہرہ، چاند، سورج کے نام کے مندر تھے جہاں صبح وشام پرستاری کے لئے لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب سلیم پر خدا پرستی کی صداقت کھول دی گئی تھی اور خدا نے ان پر اپنی بادشاہت اور کار فرمائی کے جلوے کچھ اس طرح روشن کر دیئے تھے کہ جہل وغفلت کا کوئی پردہ بھی ان کی معرفت میں حائل نہ ہو سکا۔ جب ان پر حقیقت کھولی گئی تو علم وبصیرت کی کون سی حجت تھی جس نے ان کی رہنمائی کی؟ قرآن کریم نہایت عجیب وغریب پیرایہ بلاغت میں اس کا مرقعہ ہمارے سامنے کھینچ رہا ہے۔

کہ ایک شام میں زہرہ جب اپنی درخشانیوں کے ساتھ پردۂ شب سے جھانکنے لگی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کا عقیدہ نقل کرتے ہوئے بولے کہ یہ چمکتا ہوا ستارہ میرا پروردگار ہے۔ کیونکہ اسی کی مورتی کی پوجا کی جاتی ہے۔ لیکن جب کچھ دیر بعد وہ غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ ڈوب جانے والی اور چھپ جانے والی ہستیوں کا میں پرستار نہیں ہوں۔ پھر پردۂ ظلمت چاک ہوا اور چمکتا ہوا چاند نکل آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بولے یہ پروردگار ہوگا۔ لیکن وہ بھی نہ ٹک سکا اور غروب ہو گیا۔

جب صبح ہوئی اور آفتاب جہاں تاب درخشاں ہوا تو کہنے لگے کہ یہ سب سے بڑا ہے کہ اس سے بڑھ کر اجرام سماویہ میں کوئی دکھائی نہیں پڑتا، لیکن یہ دیکھو یہ بھی تو کسی کے حکم کے آگے جھکا ہوا ہے۔ اس کی روش کو بھی قرار نہیں۔ پہلے بڑھی پھر ڈھلی، پھر رفتہ رفتہ چھپ گئی۔

حضرت خلیلؑ کا اثر انگیز وعظ:.......... بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ان میں سے کوئی بھی پروردگار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہم مختار نہیں مجبور ہیں، حاکم نہیں محکوم ہیں۔ ایک بالاتر ہستی ہے جس نے ہمیں اپنے حکموں اور ضابطوں کے آگے جھکا رکھا ہے۔ بس ان سب سے جو بالا اور ان سب کا جو بنانے والا ہے صرف اسی کا ہوں، میری راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہیں ہے۔

لیکن جب ان کی قوم نے ردّ وکد کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے معبودان باطل سے نہ ڈراؤ، دیکھو ہم دو فریق ہیں۔ ایک میں ہوں کہ انہیں نہیں مانتا۔ جن کے ماننے کے لئے کوئی دلیل اور روشنی موجود نہیں اور ایک تم ہو کہ ان سب کی پرستاری کرتے ہو۔ جن کی پرستاری کے لئے کوئی دلیل وروشنی موجود نہیں۔ بتلاؤ دونوں میں سے کس کی راہ امن کی راہ ہوسکتی ہے؟

اللہ کی پرستش کے لئے علم وبصیرت کی شہادت موجود ہو اور اس کی بنیاد صرف علم وحقیقت ہی ہو نہ کہ رسم وتقلید۔ یہ وہ "حجۃ اللہ البالغہ" ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک پر کھول دی گئی تھی اور یہی بنیادی صداقت ہے جس سے خدا پرستی کی تمام روشنیاں ظہور میں آئیں۔ (ترجمان)

ایک نکتہ نادرہ:.......... یہ تینوں واقعے ایک ہی شب کے نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ کسی ستارہ کے غروب ہوجانے کے بعد ماہتاب اپنے افق سے طلوع ہوکر آفتاب طلوع ہونے سے پہلے غروب ہوجائے یہ نہیں ہوسکتا۔ پس یہ تینوں باتیں یا الگ الگ راتوں میں پیش آئی ہوں گی یا کم از کم دو راتوں میں ہوئی ہوں گی۔ پس دونوں جگہ **فلما** کی فاء تعقیب واقتران عرفی کے لئے ہوگی نہ کہ تعقیب حقیقی کے لئے اور ان ستاروں کی جسمیت اور ان کے طلوع اور تغیر سے بھی۔ اگرچہ ان کی ربوبیت کے ابطال پر استدلال ہوسکتا تھا مگر عوام کی رعایت سے اوضح دلیل یعنی غروب سے استدلال مناسب سمجھا گیا ہے کیونکہ غروب کی حالت کا تمام حالتوں میں موجب نقص ہونا بالکل واضح ہے۔

ایک نکتہ لطیف:.......... اور ان ستاروں کا حجاب میں آنا چونکہ ان کے تغیر کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ابطال الوہیت کے لئے یہ استدلال مفید ہوا۔ مگر حق تعالیٰ کی تجلی کے بعد جو حجاب ہوتا ہے وہ چونکہ تغیر کی وجہ سے نہیں ہوتا، اس لئے اس سے حق تعالیٰ کی الوہیت کا ابطال نہیں ہوسکتا۔

الا ان یشاء الخ سے تقدیری حوادث کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مستثنیٰ کردیا۔ تاکہ جہال کو شبہ کا موقعہ نہ مل جائے کیونکہ انسان پر آخر حوادث آتے ہی رہتے ہیں۔ اس لئے پیش بندی فرمادی کہ اس سے استدلال فاسد ہے کیونکہ منجانب اللہ ہیں۔ پس یہ استثناء منقطع بمعنی لکن ہے۔

اہل سنت کی طرف سے معتزلہ کے استدلال کا جواب:.......... الذین اٰمنوا الخ سے معتزلہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کہ "چونکہ ظلم بمعنی شرک کا اجتماع ایمان کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ظلم بمعنی معصیت لیا جائے۔" کیونکہ معتزلہ کے نقطہ نظر سے تو گناہ ومعصیت بھی کفر وشرک کی طرح نقیض ایمان ہے اور شرک کی طرح گناہ کبیرہ کا مرتکب بھی مومن نہیں ہے۔ اگرچہ معتزلہ جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایمان سے مراد صرف نفس تصدیق ہے۔ تاہم اہل سنت کی طرف سے جواب یہ ہے کہ لغوی ایمان شرک کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ آیت وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون میں ہے اس لئے بناء استدلال ہی منہدم ہوگئی اور یہ تفسیر صحیحین کی مرفوع روایت سے ثابت ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ لبس کے معنی جمع کے نہ لئے جائیں کہ معتزلہ کی طرف سے

جمع بین الضدین کا اشکال متوجہ ہو بلکہ کفر کی وجہ سے ایمان کا مغلوب و مضمحل ہونا مراد ہو۔

لطائف آیات:............آیت ونرد الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح وہ شخص بھی مبتلائے حیرت ہو جاتا ہے جو پہلے تو طریقت میں داخل ہوا اور پھر خارج ہو جائے اور یہ حیرت مذموم کہلاتی ہے۔

اور آیت واذ قال ابراهیم الخ سے معلوم ہوا کہ حق میں مشغول ہونے اور اہل باطل سے مناظرہ کرنے میں بشرطیکہ حدود سے تجاوز نہ ہو کوئی منافات نہیں ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض مواقع پر نرمی کے مقابلہ میں گرمی اور خشونت کو ترجیح ہوتی ہے۔ آیت فلما جن الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت وارشاد میں مخاطب کے حال اور مصلحت کی رعایت مناسب ہے۔ جیسا کہ مصلحین اور مشائخ حکماء کی شان ہے۔

آیت ولا اخاف ماتشرکون الخ میں صرف لا اخاف پر اکتفاء کرنے کی صورت میں جو دعوے کا ابہام ہوتا تھا الا ان یشآء سے ان کو دفع کر دیا۔ پس صورۃً دعویٰ کرنے سے بھی احتیاط رکھنی چاہیے اور آیت فای الفریقین الخ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو شفقت سے نصیحت کرنے کا مؤثر طریقہ یہ ہے کہ طریقہ تعبیر ایسا اختیار کرنا چاہیے جو اس کو انصاف کی طرف مائل کر دے۔ جیسا کہ یہاں احق بالامن متعین ہونے کے باوجود ابہام اور استفہام میں مخاطب کو وحشت نہیں ہوگی۔

وَتِلْكَ مُبْتَدَأٌ وَيُبْدَلُ مِنْهُ **حُجَّتُنَآ** الَّتِیْ احْتَجَّ بِهَا اِبْرٰهِیْمُ عَلٰی وَحْدَانِیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ اُفُوْلِ الْكَوْكَبِ وَمَا بَعْدَهٗ وَالْخَبَرُ **اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ** اَرْشَدْنَاهُ لَهَا حُجَّةً **عَلٰی قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ** بِالْاِضَافَةِ وَالتَّنْوِیْنِ فِی الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ **اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ** فِیْ صُنْعِهٖ **عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾** بِخَلْقِهٖ **وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ** اِبْنَهٗ **كُلًّا** مِنْهُمَا **هَدَیْنَا وَنُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ** اَیْ قَبْلَ اِبْرَاهِیْمَ **وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ** اَیْ نُوْحٍ **دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ** اِبْنَهٗ **وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ** اِبْنَ یَعْقُوْبَ **وَمُوْسٰی وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ** كَمَا جَزَیْنٰهُمْ **نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِیَّا وَیَحْیٰی** اِبْنَهٗ **وَعِیْسٰی** ابْنَ مَرْیَمَ یُفِیْدُ اَنَّ الذُّرِّیَّةَ یَتَنَاوَلُ اَوْلَادَ الْبِنْتِ **وَاِلْیَاسَ** ابْنَ اَخِیْ هَارُوْنَ اَخِیْ مُوْسٰی **كُلٌّ** مِنْهُمْ **مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِیْلَ** ابْنَ اِبْرَاهِیْمَ **وَالْیَسَعَ** اَللَّامُ زَائِدَةٌ **وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا** ابْنَ هَارُوْنَ اَخِیْ اِبْرَاهِیْمَ **وَكُلًّا** مِنْهُمْ **فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۶﴾** بِالنُّبُوَّةِ **وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ** عَطْفٌ عَلٰی كُلًّا اَوْ نُوْحًا وَمِنْ لِلتَّبْعِیْضِ لِاَنَّ بَعْضَهُمْ لَمْ یَكُنْ لَهٗ وَلَدٌ وَبَعْضُهُمْ كَانَ فِیْ وُلْدِهٖ كَافِرٌ **وَاجْتَبَیْنٰهُمْ** اخْتَرْنَاهُمْ **وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ** الدِّیْنُ الَّذِیْ هُدُوْا اِلَیْهِ **هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا** فَرْضًا **لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ** بِمَعْنَی الْكُتُبِ **وَالْحُكْمَ** الْحِكْمَةَ **وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا** اَیْ بِهٰذِهِ الثَّلٰثَةِ **هٰٓؤُلَآءِ** اَیْ اَهْلُ مَكَّةَ **فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا** اَرْصَدْ نَالَهَا **قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾** هُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ

وَالْاَنْصَارُ **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى** هُمُ **اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ** طَرِيْقِهِمْ مِنَ التَّوْحِيْدِ وَالصَّبْرِ **اقْتَدِهْ** بِهَاءِ السَّكْتِ وَقْفًا وَصْلًا وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِحَذْفِهَا وَصْلًا **قُلْ** لِاَهْلِ مَكَّةَ **لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ** اَيِ الْقُرْاٰنِ **اَجْرًا** تُعْطُوْنِيْهِ **اِنْ هُوَ** مَا الْقُرْاٰنُ **اِلَّا ذِكْرٰى** عِظَةٌ **لِلْعٰلَمِيْنَ** ﴿۹۰﴾ اَلْاِنْسِ وَالْجِنِّ

ع ۸ ۱۰ ۱۲

ترجمہ: .... اور یہ (مبتداء ہے اور اگلا لفظ اس سے بدل ہے) ہماری حجت ہے (جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ستاروں کے غروب سے استدلال کیا ہے اور اس کی خبر آگے ہے) جو ہم نے ابراہیمؑ کو دی (اس دلیل کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی ہے) ان کی قوم کے مقابلہ میں ہم جس کے، چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں (لفظ درجات اضافت کے ساتھ بھی ہے اور تنوین کے ساتھ بھی اور مراد درجات علم وحکمت ہیں) اور یقیناً آپ (ﷺ) کے پروردگار بڑے حکمت والے ہیں (اپنی کارگزاری میں) اور بڑے علم رکھنے والے ہیں (اپنی مخلوق کا) اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ (ان کے صاحبزادے) دیئے ہیں۔ ہم نے (ان دونوں کو) سیدھی راہ دکھلائی اور (ابراہیمؑ سے) پہلے نوحؑ کو ہم راہ دکھا چکے ہیں اور ان کی (نوحؑ کی) نسل سے داؤدؑ اور (ان کے صاحبزادے) سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ (صاحبزادہ یعقوب اور موسیٰ اور ہارونؑ کو بھی) نیز اسی طرح (جس طرح ہم نے ان کو بدلہ دیا ہے) نیک کرداروں کا بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریاؑ (اور ان کے صاحبزادہ) یحییٰؑ، عیسیٰؑ (ابن مریم۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذریۃ کا لفظ دختری اولاد کو بھی شامل ہوتا ہے) اور الیاسؑ کو (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کے بھتیجا ہیں) کہ (ان میں سے) سب نیک تھے اور نیز اسماعیلؑ (صاحبزادہ ابراہیمؑ) الیسعؑ (اس میں الف لام زائد ہے) یونسؑ اور لوطؑ (حضرت ابراہیمؑ کے بھائی ہارون کے بیٹے) کہ ہر ایک کو (ان میں سے) ہم نے دنیا والوں پر برتری دی تھی (نبوت کی بدولت) اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی نسل اور ان کے بھائی بندوں میں سے بھی کتنوں ہی کو (اس کا عطف کلا پر یا نوحا پر ہے اور من تبعیض کے لئے ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض لاولد ہوئے اور بعض کی اولاد کافر ہوئی ہے) ان سب کو ہم نے برگزیدہ کیا (چن لیا) تھا اور ان کو ہم نے راہ راست کی ہدایت کی تھی یہ (دین جس کی طرف ان سب کی رہنمائی فرمائی گئی ہے) اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کی روشنی دکھلا دیں اور اگر یہ لوگ (بالفرض) شرک کرتے تو ان کا سارا کیا دھرا اکارت ہو جاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب (کتابیں) دی اور حکمت (دانش) اور نبوت عطا فرمائی۔ پھر اگر انکار کرتے ہیں ان (تینوں نعمتوں) سے یہ لوگ (مکہ والے) تو ہم نے حوالہ کر دی (اس کے لئے تیار کر دی ہے ہم نے) ایسی قوم جو سچائی سے انکار کرنے والی نہیں ہے (یعنی مہاجرینؓ وانصارؓ) یہ وہ لوگ ہیں (جنہیں) اللہ نے راہ حق دکھا دی۔ پس تم بھی ان ہی کی راہ (طریقہ توحید وصبر) کی پیروی کرو (وصل اور وقف کی حالت میں ہائے سکتہ کے ساتھ ہے اور ایک قرأت میں وصل کی حالت میں حذف ہا کے ساتھ ہے) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (مکہ والوں سے) کہ میں نہیں مانگتا اس (قرآن) پر کوئی معاوضہ (کہ تم دینا چاہو) یہ (قرآن) اس کے سوا کچھ نہیں کہ نصیحت (وعظ) ہے تمام دنیائے (انس وجن) کے لئے۔

تحقیق وترکیب: .... اٰتینا ھا۔ یہ حال ہے یا صفت ہے حجتنا خبر کی۔ علیٰ قومہ متعلق ہی اٰتینا کے معنی غلبہ کے متضمن ہونے کی وجہ سے درجات تمیز ہے یا مفعول مطلق ہے یا ظرف ہے اور من نشاء کا مفعول محذوف ہے ای من نشاء رفعہ اور درجات اضافت کے ساتھ اگر ہے تو درجات مفعول بہ ہوگا اور تنوین کے ساتھ ہے تو من نشاء مفعول بہ اور درجات مفعول فیہ

ہوجائے گا۔ ای نرفع من نشاء رفعة فی درجات۔ و وھبنا کا عطف وتلک پر ہے اور اسمیت وفعلیت کا فرق عطف کے لئے نافع ہوگا۔

ان ربک بہ نرفع درجات کی دلیل ہے کلاھدینا چونکہ حضرت ابراہیمؑ کا ہدایت پر ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے۔اس لئے اس سے مراد صرف ان کے بیٹے اور پوتے ہیں۔ من ذریتہ۔حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں کلام ہونے کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ضمیر ان کی طرف راجع کی جائے۔لیکن لفظ نوح کا قریب ہونا اور حضرت لوط اور یونس علیہما السلام کا ان کی اولاد میں نہ ہونا اس کا متقاضی ہے کہ ضمیر نوحؑ کی طرف راجع کی جائے۔اگر چہ بعض نے یونسؑ کو اولاد ہی میں شمار کیا ہے اور لوط علیہ السلام سے بھی بھتیجا ہونے کے لحاظ سے تغلیباً مثل اولاد ہی کے ہیں۔الیاس. مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون کی اولاد میں ہیں جیسا کہ جمہور کی رائے ہے کہ ان کا شجرہ یہ ہے الیاس بن یاسین بن فنحاص بن العیز اربن ھارون بن عمران۔علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب تحبیر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔لیکن یہاں علامہ سیوطیؒ، علامی محلیؒ کی تقلید میں اس قول کو اختیار کرر ہے ہیں۔جس کو اتقان میں ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن اخی ھارون اخی موسیٰ کہنا اس بناء پر ہوگا کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے اخیافی بھائی ہوں۔اگر ابن اخی موسیٰؑ کہا جاتا تو جمل وغیرہ کے بیان کے مطابق ہوجاتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ الیاس سے مراد ادریس علیہ السلام ہیں جو نوحؑ کے دادا ہیں۔اس صورت میں ان کو ماقبل سے مخصوص کرنا پڑے گا اور زکریاؑ اور اس کے مابعد کا عطف مجموعہ کلام سابق پر کرنا پڑے گا نہ کہ داؤدؑ پر۔

الیسع. یہ ابن اخطوب بن العجوز ہیں اور یونسؑ سے ابن متی مراد ہیں۔من اٰبائھم اس میں من تبعیضیہ ہے اور ضمیریں مجموعہ کی طرف راجع ہیں۔اسی طرح اتیناھم الکتاب میں مجموعہ محکوم علیہ ہے اس لئے اب ہر ایک باپ، بیٹا، بھائی کا صاحب کتاب ہونا لازم نہیں آتا۔ہاں حکمت ونبوت سب میں مشترک رہے گی۔

ھدینا ھم یہ مرفوعاً ھدینا کی تفصیل ہے۔من یشاء اس میں رد ہے معتزلہ کے اس خیال کا کہ اللہ نے ساری مخلوق کی ہدایت چاہی۔مگر لوگ ہدایت نہیں پاتے۔اولئک مذکورہ اٹھارہ پیغمبروںؑ کی طرف اشارہ ہے۔بھا. اس کی ضمیر بطریقہ استخدام نبوت کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے۔کیونکہ کلام آپ ہی کی نبوت میں ہورہا ہے۔قوماً اس سے مراد صحابہؓ ہیں یا مذکورہ انبیاءؑ اور ان کے متبعین ہیں یا ہر مومن یا اہل عجم ہیں۔فبھداھم اقتدہ. انبیاءؑ کی ہدایت کی تقلید ان کی طرف منسوب ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف منسوب ہونے کی حیثیت سے ہے۔البتہ اضافت موافقت کے لئے۔اسی لئے بعض علماء نے اس آیت سے آپ کے مجموعہ کمالات اور جامع صفات ہونے پر استدلال کیا ہے:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جلال محقق نے من التوحید نکال کر اس شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے تو آنحضرت (ﷺ) کا متبع انبیاء ہونا معلوم ہوتا ہے۔حالانکہ آپ (ﷺ) کا دین سب کے لئے ناسخ ہے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ اصول دین میں اتباع مراد ہے نہ کہ فروع میں اور ناسخ ثانی لحاظ سے ہے نہ کہ اول لحاظ سے۔ہائے سکتہ سے مراد یہ ہے کہ وقف کے وقت آرام کے لئے صرف ہالایا جائے۔للعالمین. اس آیت سے بھی علماء نے آنحضرت (ﷺ) کا افضل الانبیاء ہونے ثابت کیا ہے۔

ربط آیات:.........اثبات توحید کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر کیا تھا۔اب پورے رکوع میں اٹھارہ پیغمبروں کا

مجملاً ذکر کر کے توحید ورسالت ہی کی تائید وتقویت کرنی ہے۔

﴿تشریح﴾:............حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی نسل کی یہ تمام شخصیتیں جن کا ذکر اس رکوع میں کیا گیا ہے دین حق اور راہ توحید پر کاربند ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب ونبوت کی برگزیدگی کے لئے چن لیا۔ اس لئے آنحضرت (ﷺ) کو حکم ہے کہ انہیں کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ ایک گروہ سچے مومنوں کا پیدا کر دے گا جو اس راہ کی پیروی اور حفاظت اپنے ذمہ لے لے گا اور انکار کرنے کی سچائی کا شناسا ہوگا۔ چنانچہ انصارؓ ومہاجرینؓ کا گروہ پیدا ہوا۔ جس نے اس راہ کی حفاظت اپنی ذمہ لے لی۔

لطائف آیات:............آیت کذلک نجزی المحسنین سے معلوم ہوتا ہے کہ آباؤ اجداد کے صلاح واحسان کو اولاد کے صلاح واحسان میں داخل ہوتا ہے۔ یعنی بڑوں کے احسان کا صلہ یہ ملتا ہے کہ ان کی اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی معارض پیش نہ آئے تو بزرگوں کی اولاد میں رشد وہدایت کی ایک خاص شان ہوتی ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ آیت واجتبیناھم الخ جذب وسلوک کا مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لفظ اجتبینا سے جذب اور لفظ ھدینا سے سلوک کی طرف اشارہ ہے اور آیت ولو اشرکوا سے معلوم ہوا کہ کوئی انسان اللہ کا ایسا محبوب بالذات نہیں کہ کسی حال میں اس پر مواخذہ نہ ہوسکے۔ جیسا کہ جہلاء حضور سرور عالم (ﷺ) یا اولیائے امت کے بارے میں خیال رکھتے ہیں اور ان کو معشوق عرفی پر قیاس کرتے ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اَیِ الْیَهُوْدُ **اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ** اَیْ مَا عَظَّمُوْهُ حَقَّ عَظْمَتِهٖ اَوْ مَاعَرَفُوْهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ **اِذْ قَالُوْا** لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَاصَمُوْهُ فِی الْقُرْاٰنِ **مَآ اَنْزَلَ اللهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ** لَهُمْ **مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ** بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ فِی الْمَوَاضِعِ الثَّلٰثَةِ **قَرَاطِیْسَ** اَیْ یَكْتُبُوْنَهٗ فِیْ دَفَاتِرَ مُقَطَّعَةٍ **تُبْدُوْنَهَا** اَیْ مَا یُحِبُّوْنَ اِبْدَاءَهٗ مِنْهَا **وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ** مِمَّا فِیْهَا كَنَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ **وَعُلِّمْتُمْ** اَیُّهَا الْیَهُوْدُ فِی الْقُرْاٰنِ **مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ** مِنَ التَّوْرٰةِ بِبَیَانِ مَاالْتَبَسَ عَلَیْكُمْ وَاخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ **قُلِ اللهُ ۙ** اَنْزَلَهٗ اِنْ لَمْ یَقُوْلُوْهُ لَا جَوَابَ غَیْرِهٖ **ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ** بَاطِلِهِمْ **یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا** الْقُرْاٰنُ **كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ** قَبْلَهٗ مِنَ الْكُتُبِ **وَلِتُنْذِرَ** بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ عَطْفٌ عَلٰی مَعْنٰی مَاقَبْلَهٗ اَیْ اَنْزَلْنَاهُ لِلْبَرَكَةِ وَالتَّصْدِیْقِ وَلِتُنْذِرَ بِهٖ **اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ** اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ وَسَائِرَ النَّاسِ **وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾** خَوْفًا مِنْ عِقَابِهَا **وَمَنْ** اَیْ لَا اَحَدٌ **اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللهِ كَذِبًا** بِادِّعَاءِ النُّبُوَّةِ وَلَمْ یَكُنْ نَبِیًّا **اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ** نَزَلَتْ فِیْ مُسَیْلَمَةَ الْكَذَّابِ **وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللهُ ؕ** وَهُمُ الْمُسْتَهْزِءُوْنَ قَالُوْا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا **وَلَوْ تَرٰٓى** یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ الْمَذْكُوْرُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اِلَيْهِمْ بِالضَّرْبِ وَالتَّعْذِيْبِ يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ تَعْنِيْفًا اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِلَيْنَا لِنَقْبِضَهَا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ الدَّعْوَى النُّبُوَّةِ وَالْاِيْحَاءِ كِذْبًا وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ تَتَكَبَّرُوْنَ عَنِ الْاِيْمَانِ بِهَا جَوَابُ لَوْ لَرَاَيْتَ اَمْرًا فَظِيْعًا وَ يُقَالُ لَهُمْ اِذَا بُعِثُوْا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى مُنْفَرِدِيْنَ عَنِ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَیْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ اَعْطَيْنَاكُمْ مِنَ الْاَمْوَالِ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ فِی الدُّنْيَا بِغَيْرِ اخْتِيَارِكُمْ وَ يُقَالُ لَهُمْ تَوْبِيْخًا مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الْاَصْنَامَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ اَیْ فِیْ اِسْتِحْقَاقِ عِبَادَتِكُمْ شُرَكٰٓؤُا اللّٰهِ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وُصْلُكُمْ اَیْ تَشَتَّتَ جَمْعُكُمْ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالنَّصْبِ ظَرْفٌ اَیْ وَصْلُكُمْ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ ذَهَبَ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ فِی الدُّنْيَا مِنْ شَفَاعَتِهَا

ترجمہ: ....اور ان لوگوں (یہود ونصاریٰ) نے اللہ کی شایانِ شان قدر نہیں کی (یعنی جو ان کی عظمت کا حق تھا وہ ادا نہیں کیا۔ یا ان کی معرفت کا حق پورا نہیں کیا) جب کہ یوں کہہ دیا (نبی کریم (ﷺ) سے قرآن کریم کے سلسلہ میں ردوکد کرتے ہوئے) کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز ہی نہیں اتاری تم (ان سے) کہو کہ وہ کتاب کس نے اتاری؟ جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے جو لوگوں کے لئے روشنی اور ہدایت ہے اور جسے تم نے تیار کیا ہے (تینوں جگہ یا اور تا کے ساتھ آیا ہے) چند اوراق کا مجموعہ (متفرق اوراق میں الگ الگ لکھ چھوڑا ہے) لوگوں کو دکھاتے ہو (جن باتوں کا ظاہر کرنا تمہارے من پسند ہوتا ہے) اور بہت سی باتیں چھپا لیتے ہو (آنحضرت (ﷺ) کی خوبیاں اور اوصاف کی قسم سے جو باتیں اس میں ہیں) نیز تمہیں سکھائی گئی ہیں (اے یہودیو! قرآن کریم میں) وہ باتیں جو پہلے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ (تورات کی وہ باتیں جو تم پر مشتبہ ہوگئیں اور تم اختلافات میں پڑ گئے) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے اللہ نے (وہ کتاب اتاری ہے اگر یہ خود جواب نہ دے سکیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہے نہیں) پھر انہیں ان کی کاوشوں (کج بحثیوں) میں چھوڑ دیجئے کہ یہ کھیلتے رہیں اور یہ (قرآن) کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا برکت والی اور اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرنے والی (جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں) اور اس لئے نازل کی تا کہ تم متنبہ کردو (تاء اور یاء) کے ساتھ عطف ہے ماقبل کے معنی پر۔ یعنی ہم نے برکت وتصدیق کے لئے اور ڈرانے کے لئے اس کو نازل کیا ہے) ام القریٰ کے باشندوں اور آس پاس چاروں طرف بسنے والوں کو (یعنی مکہ معظمہ کے رہنے والوں اور باقی تمام دنیا کے لوگوں کو) سو جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی نگہداشت سے غافل نہیں ہوتے (عذاب سے ڈرتے ہوئے) اور کون ہے؟ (یعنی کوئی نہیں) اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا۔ جو اللہ پر جھوٹ بول کر افتراء کرے (نبی نہ ہو اور دعوئے نبوت کرے) یا کہے مجھ پر وحی کی گئی ہے۔ حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آئی (یہ آیت مسلیمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے) اور اس سے بھی جو کہے میں بھی ایسی ہی بات اتار دکھاؤں گا۔ جیسی اللہ نے اتار دی ہے۔ (اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو استہزاء کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ "اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔" اور آپ (ﷺ) (اے محمد (ﷺ)!) اس وقت کو ملاحظہ کریں جب کہ (یہ) ظالم لوگ جان کنی (موت) کی

مدہوشیوں میں پڑے ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے (ان کی طرف مارنے اور عذاب دینے کے لئے اور سختی سے جھڑکتے ہوئے کہتے ہوں گی کہ) اپنی جانیں نکال باہر کرو (ہماری جانب تا کہ ہم ان پر قبضہ کرسکیں) آج کا دن وہ ہے جس میں تمہیں رسوا کرنے والا (ذلت آمیز) عذاب دیا جائے گا۔ ان باتوں کی پاداش میں جو تم اللہ پر تہمتیں باندھا کرتے تھے (غلط طور پر دعوئ نبوت و وحی کر کے) اور ان کی آیات سے گھمنڈ کرتے تھے (ان پر ایمان لانے سے کبر اختیار کرتے تھے اور لو کا جواب لرایت امرا فظیعاً ہے) اور (مرنے کے بعد جب دوبارہ زندہ ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا) دیکھو بالآخر تم ہمارے حضور اکیلی جان آگئے (گھربار، بال بچوں سے الگ تھلگ ہوکر) جس طرح تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا گیا تھا (یعنی برہنہ پا، ننگ دھڑنگ، بغیر ختنہ) اور جو کچھ تمہیں (مال) دیا تھا وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے (دنیا میں اور ان سے ڈانٹتے ہوئے کہا جائے گا کہ) ہم تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے ان ہستیوں (بتوں) کو جنہیں تم نے شفاعت کا وسیلہ سمجھا تھا اور جن کی نسبت تمہارا زعم تھا کہ تمہارے کاموں (استحقاق عبادت) میں (اللہ کے) شریک ہیں تمہارے ساتھ رشتے (ناطے) ٹوٹ گئے (یعنی تمہاری جمعیت بکھر گئی اور ایک قرأت میں نصب کے ساتھ ظرف ہے یعنی تمہارے آپس کے تعلقات) اور غائب (گم) ہوگئے جو کچھ تم زعم کیا کرتے تھے (دنیا میں ان کی شفاعت کے باب میں)۔

تحقیق وترکیب:......... **قدروا** اصل معنی **معرفة المقدار** بالسَّبر کے ہیں۔ پھر اس کا استعمال **معرفة الشئی باتم الوجوہ** میں ہونے لگا۔ حتیٰ کہ اب یہی حقیقی معنی ہوگئے۔ **نورا وھدی** اسی طرح **تجعلونہ** سب حال ہیں اور **تبدونھا قراطیس** کی صفت ہے اور یہی مدار مذمت ہے **یجعلونہ** ابن کثیرؒ اور ابوعمروؒ کی قرأت یا کے ساتھ ہے اور باقی کی تا کے ساتھ۔ **قراطیس قرطاس** کی جمع ہے۔ یہود نے تورات کے مختلف حصے کررکھے تھے۔ جن حصوں میں من مانی باتیں تھیں ان کو نمایاں رکھتے اور باقی کو عوام سے مخفی **مصدق**۔ چونکہ اضافت لفظیہ ہے اس لئے اس کی صفت میں نکرہ لانا صحیح ہوگیا۔

ام القریٰ اہل قریٰ کا قبلہ اور ملجاء و ماویٰ ہونے کی وجہ سے۔ نیز ناف زمین ہونے کی وجہ سے مکہ کو ام القریٰ کہا گیا ہے۔

ومن حولھا کے الفاظ سے آپ کی بعثت عامہ ثابت ہوتی ہے۔ **من قال**. یہاں او کی بجائے واؤ لایا گیا ہے تا کہ اس کا عطف معلوم ہوجائے اور تغیر اسلوب سے اللہ کی مساوات کا ابہام نہ رہے برخلاف ماقبل کے۔

ولو تریٰ. مفعول محذوف ہے ای **الظالمین**. **غمرات** . جمع غمرۃ کی۔ بمعنی شدت موت: **اخرجوا**. اس سے مقصود مرعوب کرنا اور شدت میں اضافہ کرنا ہے۔ کیونکہ کفار وفساق کی روح نکلنے میں ہچکچاہٹ اور پس وپیش کرے گی ورنہ حقیقی معنی امر کے مطلوب نہیں کیونکہ غیر اختیاری چیز ہے۔

بینکم. یہ اسم بمعنی وصل ہے۔ اس کو فاعل بنادیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ ظرف ہے توسعاً اس کی طرف فاعل کی اسناد کردی گئی ہے۔ ای **وقع التقطع بینکم** زجاج کی رائے ہے کہ لفظ بین اضداد میں سے وصل اور فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بین کے منصوب ہونے کی صورت میں فاعل مضمر ہوگا۔

ربط آیات:.........پچھلی آیات میں توحید کا ذکر قصداً اور رسالت کا ذکر تبعاً تھا۔ ان آیات میں **وما قدروا اللہ** سے رسالت کا بیان مقصوداً ہے اور گذشتہ آیات میں **ما انزل اللہ** سے ان لوگوں پر رد تھا جو صرف منکرین نبوت تھے۔ مگر خود اپنے لئے کسی بات کے دعویدار نہیں تھے۔ لیکن آیت **ومن اظلم الخ** میں ان منکرین نبوت کا بیان ہے جو خود اپنے لئے بھی نبوت ووحی کا مدعی ہیں۔

شانِ نزول:............ مالک بن صیف یہودی نے ایک مرتبہ مذہبی جوش میں آ کر آنحضرت (ﷺ) سے یہاں تک کہہ دیا وماانزل اللہ علی بشر من شیء جس پر آیت وما قدروا اللہ نازل ہوئی۔ لیکن اس شانِ نزول پر اشکال یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ حالانکہ واقعہ مدنی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ آیت سورت کے مکی ہونے سے مستثنیٰ ہو اور یا پھر کہا جائے چونکہ قریش کا اختلاط یہود سے رہتا تھا جس کی وجہ سے تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہتا تھا تو ممکن ہے یہود کے ان خیالات کو قریش نے آپ (ﷺ) کے سامنے نقل کیا ہو۔

قتادہؒ فرماتے ہیں کہ آیت اوقال اوحی الی الخ مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس نے آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں دو قاصد بھیجے تھے اور آپ (ﷺ) نے پوچھا کہ کیا تم مسیلمہ کی نبوت کی شہادت دیتے ہو؟ انہوں نے اقراری جواب دیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ ''اگر قاصد کا قتل روا ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔''

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ خواب میں میرے سامنے زمین کے خزانے پیش کیے گئے اور دو سونے کے کنگن میرے ہاتھوں پر رکھ دیئے گئے جن سے مجھے گرانی ہوئی۔ تاہم مجھے پھونک مارنے کا حکم ہوا۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں نے تعبیر لی کہ اس سے مراد اسود عنسی صنعائی اور مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ مدعیان نبوت ہیں۔ اسود عنسی کو ''ذوالحمار'' بھی کہا جاتا تھا جس نے آخری عہد نبوت میں دعوئ نبوت کیا تھا۔ لیکن فیروز دیلمیؓ نے جب اس کو قتل کر دیا اور آپ (ﷺ) کی وفات سے دو روز پہلے آپ (ﷺ) کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ (ﷺ) نے فرمایا "فاز فیروز الدیمی بقتل الاسود العنسی."

منجملہ دعوائے وحی کرنے والوں کے عبداللہ بن سعید بن ابی سرح کاتب وحی بھی تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت (ﷺ) آیت ولقد خلقنا الانسان الخ لکھوا رہے تھے تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے فتبارک اللہ احسن الخالقین. آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا لکھو کیونکہ وحی ایسے ہی آئی ہے لیکن اسے شک ہو گیا اور کہنے لگا کہ ان کان محمد صادقاً فقد اوحی الیہ وان کان کاذباً فقد قلت کما قال. اس کے بعد مرتد ہو کر مکہ معظمہ چلا گیا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ نے نادم ہو کر پھر تجدید اسلام کر لی تھی۔

﴿تشریح﴾:............ منکرین کی تین قسمیں:............ منکرین نبوت و وحی تین طرح کے لوگ تھے ایک منکرین نبوت و وحی کہ جن کا رد پہلے گزر چکا ہے اور دوسرے اہل کتاب کہ وہ اگرچہ نفس نزول وحی کے تو منکر نہ تھے لیکن تعصب ونفسانیت کی وجہ سے نزول قرآن پر اظہار تعجب کیا کرتے اور کہا کرتے کہ اللہ کا کلام کبھی اس طرح نازل نہیں ہو سکتا۔ ان کے پڑھے لکھے ہونے اور باخبر سمجھے جانے کی وجہ سے مشرکین بھی ان کی باتوں سے سند پکڑتے تھے۔ پس یہاں علماء، اہل کتاب سے الزامی گفتگو کی جا رہی ہے کہ اگر اللہ نے اپنا کلام نازل نہیں کیا تو بتلاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کس نے اتاری تھی۔ جس کو اولاً تو تم مانتے ہو۔ دوسرے وہ نور ہدایت ہونے کی وجہ سے ماننے کے لائق بھی ہے۔ تیسرے ہر وقت وہ تمہاری استعمال میں بھی رہتی ہے۔ اگرچہ وہ استعمال شرمناک ہے۔ لیکن تاہم اس کے باوجود تمہارے لئے گنجائش انکار تو نہیں رہی۔ چوتھے تمہارے لئے وہ ایک بہت بڑی قیمتی دولت ہے۔ جس کی بدولت آج تم عالم بنے بیٹھے ہو۔ اس لئے بھی تمہارے لئے گنجائش نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کی صورت دکھلاتے رہتے ہو۔ مگر ہوائے نفسانی اور شرارت طبیعت کی وجہ سے اصل احکام چھپاتے رہتے ہو۔

اور تیسری قسم کے وہ لوگ تھے جو قرآن کے مثل تصنیف کرنے کے مدعی تھے۔ جیسے نضر بن حارث جس نے کہا تھا۔ لو نشاء لقلنا

مثل ھذا اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھے عذاب ہونے لگا تو لات وعزیٰ مجھے بچالیں گے۔اسی کے جواب میں ولقد جئتمونا الخ فرمایا ہے۔

کتاب اللہ کے حصے بخرے:............تجعلونہ الخ سے ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے مختلف اغراض کی خاطر تورات کے اوراق اور اجزاء الگ الگ کر رکھے ہوں گے اور حسب موقعہ ان سے کام لیتے رہتے ہوں گے لیکن مجازاً یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے ذہن میں مضامین تورات کے مختلف حصے تجویز کر رکھے تھے اور اپنی دنیاوی اغراض کی خاطر کچھ کو طاق نسیان کی نذر کر رکھا تھا اور کچھ پر تاویل وتلبیس اور اخفاء کے پردے ڈال رکھے تھے۔البتہ جو مضامین مفید مطلب ہوتے تھے ان کو نمایاں کرتے تھے۔جیسے آج کل علماء سوء کا بعینہ یہی حال ہے۔پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کلام جب مکہ کے باشندوں بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کو برائیوں سے روکتا ہے اور نیکیوں کی دعوت دیتا ہے، نیز اپنی دعوت سے اس نے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جو عبادت الٰہی میں ثابت قدم رہتی ہے۔پس جو انسان ایسے پر تاثیر اور مبارک کلام کا حامل ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اللہ پر افتراء کرے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی گنہگاری کا کام نہیں ہو سکتا۔

موت کی سختی:............سکرات موت میں جسمانی سختی نہ تو کفار کے لوازم میں سے ہے اور نہ خواص میں سے۔اس لئے روحانی اذیت وشدت مراد لی جائے گی اور اخرجو الخ سے مراد حقیقۃً امر نہیں ہے۔غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے۔بلکہ محض زجر وشدت کا اظہار مقصود ہے۔اگر عبداللہ بن ابی سرح کی تجدید اسلام کی روایت ثابت ہے تو پھر اس وعید سے استثناء کر لیا جائے گا کیونکہ علت وعید مرتفع ہو جانے سے خود وعید بھی مرتفع ہو جائے گی اور بعض روایات میں جو مومنین کا کپڑے پہننا آیا ہے وہ لفظ فرادیٰ کے منافی نہیں ہے۔ممکن ہے برہنگی اصلی حالت ہو اور لباس کا ملنا اس کے بعد ہو۔پھر خواہ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے سے پہلے یا اس کے بعد اور قطع تعلق یا تو ظاہراً بھی ہو جائے گا جیسے فزیلنا الخ سے معلوم ہوتا ہے اور یا شفاعت نہ کرنے کے لحاظ سے قطع تعلق مراد ہوگا۔اگرچہ حسی طور پر یکجائی رہیں۔

لطائف آیات:............آیت ومن اظلم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی جھوٹے خواب یا جھوٹے الہام اور وارد غیبی یا کسی اور کمال کا مدعی ہو یا توحید حقیقی اور فنائیت کاملہ یا مشیخیت کا غلط دعویٰ کرے یا اپنے فاسد اوہام اور خیالات کو فیض غیبی سمجھے تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ شَاقُّ **الْحَبِّ** عَنِ النَّبَاتِ **وَالنَّوٰى** عَنِ النَّخْلِ **يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ** كَالْإِنْسَانِ وَالطَّائِرِ مِنَ النُّطْفَةِ وَالْبَيْضَةِ **وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ** النُّطْفَةِ وَالْبَيْضَةِ **مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ** الْفَالِقُ الْمُخْرِجُ **اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴿۹۵﴾** فَكَيْفَ تُصْرَفُوْنَ عَنِ الْإِيْمَانِ مَعَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ **فَالِقُ الْاِصْبَاحِ** مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الصُّبْحِ أَيْ شَاقُّ عُمُوْدِ الصُّبْحِ وَهُوَ أَوَّلُ مَا يَبْدُوْ مِنْ نُوْرِ النَّهَارِ عَنْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ **وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا** يَسْكُنُ فِيْهِ الْخَلْقُ مِنَ التَّعَبِ **وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ** بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى مَحَلِّ اللَّيْلِ **حُسْبَانًا** حِسَابًا لِلْأَوْقَاتِ أَوِ الْبَاءُ مَحْذُوْفَةٌ وَهُوَ حَالٌ مِنْ مُقَدَّرٍ أَيْ يَجْرِيَانِ بِحُسْبَانٍ كَمَا فِيْ سُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ **ذٰلِكَ** الْمَذْكُوْرُ **تَقْدِيْرُ**

الْعَزِيْزِ فِیْ مُلْکِهٖ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ بِخَلْقِهٖ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فِی الْاَسْفَارِ قَدْ فَصَّلْنَا بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ الدَّالَّاتِ عَلٰی قُدْرَتِنَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ يَتَدَبَّرُوْنَ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَکُمْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ هِیَ اٰدَمُ فَمُسْتَقَرٌّ مِنْکُمْ فِی الرَّحِمِ وَّمُسْتَوْدَعٌ مِّنْکُمْ فِی الصُّلْبِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الْقَافِ اَیْ مَکَانُ قَرَارٍ لَکُمْ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ مَا يُقَالُ لَهُمْ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا فِيْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ بِهٖ بِالْمَاءِ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ يَنْبُتُ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ اَیِ النَّبَاتِ شَيْئًا خَضِرًا بِمَعْنٰی اَخْضَرَ نُّخْرِجُ مِنْهُ مِنَ الْخَضِرِ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا يُرَکَّبُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کَسَنَابِلِ الْحِنْطَةِ وَنَحْوِهَا وَمِنَ النَّخْلِ خَبَرٌ وَيُبْدَلُ مِنْهُ مِنْ طَلْعِهَا اَوَّلُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فِیْ اَکْمَامِهَا وَالْمُبْتَدَاُ قِنْوَانٌ عَرَاجِيْنُ دَانِيَةٌ قَرِيْبٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَّاٰخَرُ جَنَابِهٖ جَنّٰتٍ بَسَاتِيْنَ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَرَقُهُمَا حَالٌ وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ثَمَرُهُمَا اُنْظُرُوْۤا يَا مُخَاطَبِيْنَ نَظَرَ اِعْتِبَارٍ اِلٰی ثَمَرِهٖۤ بِفَتْحِ الثَّاءِ وَالْمِيْمِ وَبِضَمِّهِمَا وَهُوَ جَمْعُ ثَمَرَةٍ کَشَجَرَةٍ وَشَجَرٍ وَخَشَبَةٍ وَخُشُبٍ اِذَاۤ اَثْمَرَ اَوَّلُ مَا يَبْدُوْ کَيْفَ هُوَ وَ اِلٰی يَنْعِهٖ نُضْجِهٖ اِذَا اَدْرَکَ کَيْفَ يَعُوْدُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَاٰيٰتٍ دَالَّاتٍ عَلٰی قُدْرَتِهٖ تَعَالٰی عَلَی الْبَعْثِ وَغَيْرِهٖ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ خُصُّوْا بِالذِّکْرِ لِاَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا فِی الْاِيْمَانِ بِخِلَافِ الْکَافِرِيْنَ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مَفْعُوْلٌ ثَانٍ شُرَکَآءَ مَفْعُوْلٌ اَوَّلُ وَيُبْدَلُ مِنْهُ الْجِنَّ حَيْثُ اَطَاعُوْهُمْ فِیْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَ قَدْ خَلَقَهُمْ فَکَيْفَ يَکُوْنُوْنَ شُرَکَاءَهٗ وَخَرَقُوْا بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ اَیْ اِخْتَلَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ حَيْثُ قَالُوْا عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ تَنْزِيْهًا لَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بِاَنَّ لَهٗ وَلَدًا

ع ۱۲ / ۱۸

ترجمہ: .... بلاشبہ اللہ میاں شق کرنے والے (پھاڑنے والے) ہیں بیج کے دانوں کو (سبزیوں سے) اور گٹھلی کو (کھجور کے درخت سے) وہ جاندار کو بے جان چیز سے نکالتے ہیں (جیسے انسان اور پرندے کو نطفہ اور انڈے سے) اور بے جان (نطفہ، انڈے) کو جاندار چیز سے۔ وہی (جو شق کرنے اور نکالنے والے ہیں) اللہ ہیں پھر تم کدھر کو بہکے چلے جا رہے ہو؟ (دلیل و برہان موجود ہوتے ہوئے۔ پھر کس طرح ایمان سے روگردانی کر رہے ہو) وہ صبح کو نمودار کرنے والے ہیں (اصباح مصدر ہے بمعنی صبح۔ یعنی سپیدۂ صبح نمودار کرنے والے ہیں اور اس سے مراد تڑکہ کا وہ حصہ ہے جو رات کی اندھیری چاک کر کے دن کا اجالا نمایاں کر دیتا ہے) اور رات کو سکون کا ذریعہ بنا دینے والے ہیں (مخلوق تھک کر رات میں آرام پاتی ہے) اور سورج اور چاند کو (نصب کے ساتھ محل لیل پر عطف کرتے ہوئے) معیار حساب بنا دیا ہے (اوقات کا انضباط یا با محذوف ہے اور فعل مقدر سے حال ہے ای یجریان بحسبان جیسا کہ سورۂ رحمٰن میں ہے) یہ (مذکورہ) اندازہ ہے اس ذات کا جو (اپنے ملک میں) سب پر غالب آنے والے اور (اپنی مخلوق کا) سب حال جاننے والے ہیں۔ وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے ستارے بنا دیئے تا کہ تم راہ پالو، ان کی علامتوں کے ذریعہ بیابانوں اور سمندروں کی اندھیریوں میں (سفر کرتے ہوئے) بلاشبہ ہم نے کھول کھول کر بیان کر دی (بتلا دی) ہیں نشانیاں (اپنی قدرت کی علامات) ان

لوگوں کے لئے جو جاننے والے ہیں (غور وفکر سے کام لیتے ہیں) اور پھر وہی ہیں جنہوں نے تمہیں اکیلی جان (آدم) سے نشو ونما دی (پیدا کیا) پھر تمہارے لئے قرار پانے والی جگہ ہے (رحم مادر میں) اور ایک جگہ چندے رہنے کی ہے (تمہارے لئے باپ کی پشت اور ایک قرابت میں لفظ مستقر فتح قاف کے ساتھ ہے۔ یعنی تمہارے لئے قرار گاہ) بلاشبہ ہم نے کھول کھول کر بیان کردی ہیں اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے بوجھتے ہیں (جو کچھ ان سے کہا جائے) اور وہی ہے جو آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر ہم پیدا کرتے ہیں (اس میں غیوبت سے التفات پایا گیا ہے) اس (پانی) سے ہر قسم کی روئیدگی (جس کی پیداوار ہوتی ہے) پھر ہم نے نکالی اس (روئیدگی) سے ہر ظاہری ٹہنیاں اخضر بمعنی اخضر ہے) کہ نمودار کرتے ہیں ہم اس (سبز ٹہنیوں) سے اوپر تلے چڑھے ہوئے دانے (ایک دوسرے پر تہہ بہ تہ جمے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے گیہوں وغیرہ کی بالیں) اور کھجور کے درخت سے (یہ خبر ہے اس کا بدل آگے ہے) جس کی شاخوں میں گچھے ہیں (کھجور کے درخت میں سے جو گچھے پھوٹتے ہیں۔ اگلا لفظ مبتداء ہے) جھکے پڑتے ہیں (لٹکے جاتے ہیں) تہ بہ تہ ہیں (ایک دوسرے سے گندھے ہوئے ہیں) اور (ہم نے نکالے ہیں اس پانی سے) باغات (چمن) انگوروں کے اور زیتون اور انار کے کہ آپس میں ملتے جلتے ہیں (ان کے پتے۔ یہ حال ہے) اور ایک دوسرے سے مختلف (ان کے پھل) دیکھو: (اے مخاطب بنظر عبرت) ان کے پھلوں کے (ثاء اور میم کے فتح اور ضمہ کے ساتھ ثمر جمع ہے ثمرۃ کی جیسے شجرۃ کی جمع شجر اور خشبۃ کی جمع خشب آتی ہے) جب درخت پھل لاتا ہے (شروع میں جب کیریاں آتی ہیں) تو کس طرح نکلتی ہیں اور پھر ان کے پکنے کو دیکھو (کہ کس طرح پکنے کے بعد مکمل ہو گیا اور انتہائی حالت پر پہنچ گیا) بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں (جو اللہ کے دوبارہ زندہ کرنے پر دلالت کررہی ہیں) جو لوگ یقین رکھتے ہیں (خاص طور پر ان کا ذکر اس لئے کیا کہ ایمان لانے میں ایسے ہی لوگ نفع اٹھاسکتے ہیں برخلاف کفار کے) اور ان لوگوں نے اللہ کے ساتھ ٹھہرا رکھے ہیں (یہ جعلوا کا مفعول ثانی ہے) شریک (یہ مفعول اول ہے اس کا بدل آگے ہے) جنوں کو (کیونکہ بت پرستی میں ان کی اطاعت کرتے ہیں) حالانکہ انہیں بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے (پھر کس طرح یہ شریک خدائی بن سکتے ہیں) اور انہوں نے تراش لی ہیں (تخفیف وتشدید کے ساتھ ان کو پڑھا گیا ہے۔ یعنی انہوں نے شریک اختراع کرایا ہے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علمی روشنی کے (چنانچہ حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں) انکی ذات پاک و برتر ہے (اس کے لئے پاکی ہے) اور ان کی ذات تو ان تمام باتوں سے پاک و بلند ہے جو یہ لوگ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں (کہ وہ صاحب اولاد ہے۔)

تحقیق وترکیب: .... الحب والنوی زمینی پیداوار تمام تر بیجوں اور گٹھلیوں سے ہوتی ہے۔ فالق سے مراد اگر صفت مشبہ ہے تو یہ اضافت معنوی ہوگی اور زمانہ حال واستقبال کے اعتبار سے اگر قانونی مراد ہے تو اضافت لفظیہ ہوگی۔ خشک دانوں سے سرسبز پیداوار قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔

یخرج . یہ ان کی خبر ثانی ہے یا ماقبل کی علت اور جملہ مستانفہ ہے۔ حی سے مراد ذی نمو چیزیں خواہ ذی روح ہوں یا نہ ہوں۔ جیسے جانور و نباتات اور اسی طرح میّت سے مراد اس کے مقابل عام معنی ہوں گے۔ جیسے نطفہ، بیضہ، دانے، گٹھلیاں مخرج اس کا عطف چونکہ فالق پر ہے اس لئے اسم لایا گیا برخلاف یخرج کے وہ بیان ہی اسی لئے واو عاطفہ لائی گئی ہے۔ لیکن مخرج بیان نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دانون کا شق کرنا زندہ کو مردہ سے نکالنے کی جنس سے ہے نہ اس کے برعکس۔ **فانی** استفہام انکاری ہے۔ بمعنی نفی **الاصباح**. مصدر ہے اصبح بمعنی صبح میں داخل ہونا۔ لیکن یہاں مراد نفس صبح ہے۔ صبح کاذب کے بعد صبح صادق۔ وجاعل کوفیوں کے نزدیک وجعل ماضی کے ساتھ قرأت ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک وجاعل اسم فاعل کے ساتھ ہے۔ **سکنا** مایسکن الیہ الرجل من زوج اوحبیب۔

والشمس والقمر ۔لفظ جعل کی قرأت پران کا عطف اللیل پر ہوگا اور جاعل کی قرأت پر محل لیل پر عطف ہوگیا۔ ورنہ پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں، کیونکہ اسم فاعل بمعنی ماضی کوئی عمل نہیں کیا کرتا۔ **حسباناً** ۔مصدر منصوب یا بنزع الخافض ہے اور یا جعل کا مفعول ہوگا بتقدیر ذو۔ یا تجعل بمعنی محسوب کا مفعول ہوگا۔

مستقر و مستودع ۔ان لفظوں کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد زمانہ حمل ہے اور مستودع سے مراد قبر اور عالم برزخ کا قیام ہے۔ سعید بن جبیرؒ اور عطاءؒ کی رائے ہے کہ مستقر سے مراد ارحام ہیں اور مستودع سے مراد باپ کی پشت میں رہنے کا زمانہ۔ عکرمہؒ کی روایت ابن عباسؓ سے بھی یہی ہے۔ ابن عباسؓ نے سعید بن جبیرؒ سے پوچھا کہ تم نے شادی کر لی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا اما انہ ماکان من مستودع فی ظھرک **فیستخرجه الله**۔ اور حسنؒ کہتے ہیں مستقر سے مراد قیام قبر ہے اور مستودع سے مراد دنیا ہے اور بعض نے مستودع سے مراد قبر اور مستقر سے مراد جنت وجہنم لیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے **حسنت مستقراً و مقاما**۔

یفقهون. یعلمون، یفقهون، یومنون قریب قریب ایک ہی معنی ہیں۔ فواصل کی رعایت سے اور استقلالاً مقصود ہونے کے لئے الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔ نیز نجوم وغیرہ فلکیات کے احوال اتنے دقیق اور غامض نہیں جس قدر انسانی مبداء اور منتہیٰ کے احوال۔ اس لئے وہاں **یعلمون** اور یہاں **یفقهون** لایا گیا۔

فاخرجنا نکتہ التفات، اس نعمت کا عظیم الشان ہونا۔ **نبات**. نبات اور نبت **مایخرج من الارض من النابیات** بمعنی **منبوت** ۔عرفاً بغیر تنا کے درختوں، بیلوں کو کہتے ہیں۔ اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے۔ خضر اسم فاعل **خضر الشیء فهو خضر و اخضر۔ عور اعور**۔ کی طرح دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اخضر تمام ترکاریوں، سبزیوں، کھیتیوں کو کہتے ہیں۔

طلع. کیلے کی طرح کھجور کے درخت میں جو کچھ نکلتا ہے جس چرخہ میں پھلیاں آتی ہیں اس کے غلاف کو کفری اور اندرونی حصہ کو اغریض کہتے ہیں۔ قنوان جمع قنو کی بمعنی غدق و **نظیرہ قنوان وصنو** ۔یہ کھجور کے لئے ایسا ہے جیسے عنب کے لئے عنقود۔ انسان کی طرح کھجور کے سات درجات ہیں جن کا جامع یہ جملہ ہے "**طاب زبرت**" اول درجہ طلع۔ دوم اغریض۔ سوم بلح۔ چہارم زہو۔ پنجم بسر۔ ششم رطب۔ ہفتم تمر کہلاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے۔ **اکرموا عمتکم النخلة**۔

وخلقهم. جلال محققؒ نے قد سے مالیت کی طرف اشارہ کر دیا۔ **بغیر علم**۔ **ای خرقوا متلبسین بغیر علم**۔ جار مجرور کا متعلق محذوف ہے اور وہ حال ہے فاعل **خرقوا** سے **قالوا**. نصرانی حضرت مسیحؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ غرضیکہ تینوں فرقے شرک کی آلودگی میں ملوث ہوگئے۔

ربط آیات: .... مسئلہ توحید کی طرف بات کا رخ پھیرا جا رہا ہے۔ اسی کے ساتھ نعمتوں کا تذکرہ بھی ہے تا کہ شرک کا طبعی قبح بھی واضح ہو جائے۔

﴿تشریح﴾: .... کائنات مادی وروحانی کا ہر ذرہ پروردگار عالم کی رحمت پر شاہد ہے: ....

جس پروردگار کی ربوبیت ورحمت کا یہ حال ہو کہ اس نے تمہاری زندگی ومعیشت کے لئے ہر طرح کا سروسامان مہیا کر دیا اور کارخانہ خلقت کی کوئی چیز نہیں جو فیضان افادہ کی شان نہ رکھتی ہو۔ آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ تمہارے جسم کی ہدایت و پرورش کے لئے تو سب کچھ کر دیتا، مگر تمہاری روح کی ہدایت و پرورش کے لئے کچھ بھی نہ کرتا۔ چنانچہ وحی وتنزیل کی صورت میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ روح ہی کی پرورش کا تو

سروسامان ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا ہونا ضروری نہیں تو یقیناً تمام کائنات ہستی شہادت دے رہی ہے وہ جو زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے۔ کیا تمہاری روح کی موت کو زندگی سے نہیں بدل سکتا؟ جو ستاروں کی روشن علامتوں سے بیابانوں اور سمندروں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے، وہ کیا تمہاری روح کو بھٹکتی ہوئی چھوڑ دے گا اور اس کی رہنمائی کے لئے کوئی روشنی نہ ہو۔ تم اس بات پر تو کبھی متعجب نہیں ہوتے کہ کھیت لہلہار ہے ہیں اور آسمان سے باران رحمت برس رہی ہے، پھر اس پر کیوں متعجب ہوتے ہو کہ انسان کی روحانی پرورش کے لئے سامان زندگی مہیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہورہی ہے۔ افسوس تم پر کہ تم نے ایسا سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت وربوبیت کی بڑی ہی ناقدری کی۔

نظامِ ربوبیت سے توحید پر استدلال:......... قرآن کریم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ ''نظام ربوبیت'' سے وہ توحید پر استدلال کرتا ہے۔ نظامِ ربوبیت کا مقصود یہ ہے کہ تمام کائنات خلقت ہماری پرورش وکارسازی میں سرگرم عمل ہے اور اس کی تمام باتیں کچھ اس طرح کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بڑی ہی حکمت اور دقیقہ سنجی سے ہماری اس طرح کی احتیاجات پرورش کا اندازہ کرلیا۔ اس کے لئے ایک پورا کارخانہ جاری کردیا ہے۔ قرآن کریم کی للکار یہ ہے کہ اگر ایک پروردگار ہستی موجود نہیں تو پھر وہ کون ہے جس نے ربوبیت کا یہ پورا نظام قائم کررکھا ہے؟ وہ توحید پر بھی اس سے استدلال کرتا ہے کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے ان میں سے کون ہے جسے اس کارخانہ ربوبیت کے بنانے یا چلانے میں کچھ دخل ہو؟ قرآن کریم کا یہ استدلال ''برہان ربوبیت'' کا استدلال ہے۔

بُرہانِ ربوبیت کی عجیب وغریب ترتیب:......... ان مضامین میں عجیب وغریب ترتیب پائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے سفلیات کو بیان کیا جو ہم سے قریب ہیں۔ ان میں بھی نباتات کا بیان اظہر ہونے کی وجہ سے مقدم کردیا اور انفس کا بیان مخفی اور دقیق ہونے کی وجہ سے موخر کردیا۔ چنانچہ نباتات کی تبدیلیاں تو ہر شخص کے مشاہدہ میں عام ہیں لیکن نطفہ کی ارتقائی منزلیں اور انسانی عروج و زوال کی کہانی حکماء اور اطباء کے ساتھ مخصوص ہے۔ سفلیات کے بعد کائنات کو لیا۔ دن ورات، صبح وشام میں قدرت کی کرشمہ سازیاں عیاں کیں۔ اس کے بعد پھر علویات اور نظام شمسی پر روشنی ڈالی۔ پھر اختتام کلام پر سفلیات کا دوبارہ ذکر کیا۔ بار بار مشاہدہ ہونے کی وجہ سے۔ لیکن اولاً اجمالاً ذکر کیا تھا اور آخر میں تفصیل ملحوظ رہی۔ لیکن تفصیل کی ترتیب اجمالی ترتیب کے برعکس کردی گئی ہے۔ یعنی (نفس کا بیان پہلے اور نباتات کا بیان بعد میں ہے اور بارش چونکہ ذوجہات ہے مبداء کے لحاظ سے تو علوی اور منتہیٰ کے اعتبار سے سفلی اور مسافت کی رو سے درمیانی۔ اس لئے اس کا تذکرہ بیچ میں کیا گیا ہے۔

توہمات جاہلانہ:......... اس کے بعد مشرکین عرب کے مشرکانہ عقائد کا رد ہے۔ یہ لوگ جنات کی نسبت طرح طرح کے توہم پرستانہ خیالات رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جنات میں انسان کو چاہیں مافوق الفطرت طریقہ پر نقصان پہنچاسکتے ہیں اور جیسے چاہیں عجیب و غریب طاقتیں دے سکتے ہیں۔ نیز ان کا خیال تھا کہ پاک روحیں یعنی فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔

لطائف آیات:......... آیت لتھتدوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب سے منتفع ہونا۔ مطلقاً توکل کے منافی نہیں ہے اور آیت انظروا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق کے لئے خلق کی طرف نظر کرنا مذموم نہیں۔ بلکہ حق کے لئے اس کو اگر مرآۃ بنالیا جائے تو ایسی نظر مطلوب بھی ہوگی۔

هُوَ **بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** مُبْدِعُهُمَا مِنْ غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ **اَنّٰى** كَيْفَ **يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ** زَوْجَةٌ **وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ** مِنْ شَانِهٖ اَنْ يَخْلُقَ **وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ** ﴿۱۰۱﴾ **ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ** وَحِّدُوْهُ **وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ** ﴿۱۰۲﴾ حَفِيْظٌ **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ** اَيْ لَا تَرَاهُ وَهٰذَا مَخْصُوْصٌ بِرُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَحَدِيْثِ الشَّيْخَيْنِ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ لَا تُحِيْطُ بِهٖ **وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ** اَيْ يَرَاهَا وَلَا تَرَاهُ وَلَا يَجُوْزُ فِيْ غَيْرِهٖ اَنْ يُدْرِكَ الْبَصَرَ وَهُوَ لَا يُدْرِكُهٗ اَوْ يُحِيْطُ بِهَا عِلْمًا **وَهُوَ اللَّطِيْفُ** بِاَوْلِيَائِهٖ **الْخَبِيْرُ** ﴿۱۰۳﴾ بِهِمْ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لَهُمْ **قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ** حُجَجٌ **مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ** هَا فَاٰمَنَ **فَلِنَفْسِهٖ** اَبْصَرَ لِاَنَّ ثَوَابَ اِبْصَارِهٖ لَهٗ **وَمَنْ عَمِيَ** عَنْهَا فَضَلَّ **فَعَلَيْهَا** وَبَالُ ضَلَالِهٖ **وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ** ﴿۱۰۴﴾ رَقِيْبٍ لِاَعْمَالِكُمْ اِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ **وَكَذٰلِكَ** كَمَا بَيَّنَّا مَا ذُكِرَ **نُصَرِّفُ** نُبَيِّنُ **الْاٰيٰتِ** لِيَعْتَبِرُوْا **وَلِيَقُوْلُوْا** اَيِ الْكُفَّارُ فِيْ عَاقِبَةِ الْاَمْرِ **دَرَسْتَ** ذَاكَرْتَ اَهْلَ الْكِتَابِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ دَارَسْتَ اَيْ كُتُبَ الْمَاضِيْنَ وَجِئْتَ بِهٰذَا مِنْهَا **وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ** ﴿۱۰۵﴾ **اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ** اَيِ الْقُرْاٰنَ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ** ﴿۱۰۶﴾ **وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا** رَقِيْبًا فَتُجَازِيْهِمْ بِاَعْمَالِهِمْ **وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ** ﴿۱۰۷﴾ فَتُجْبِرُهُمْ عَلَى الْاِيْمَانِ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ **وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ** هُمْ **مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** اَيِ الْاَصْنَامِ **فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا** اِعْتِدَاءً وَظُلْمًا **بِغَيْرِ عِلْمٍ** اَيْ جَهْلٍ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ **كَذٰلِكَ** كَمَا زُيِّنَ لِهٰؤُلَاءِ مَا هُمْ عَلَيْهِ **زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ** مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ فَاَتَوْهُ **ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ** فِي الْاٰخِرَةِ **فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** ﴿۱۰۸﴾ فَيُجَازِيْهِمْ بِهٖ **وَاَقْسَمُوْا** اَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ **بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ** اَيْ غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيْهَا **لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ** مِمَّا اقْتَرَحُوْا **لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ** لَّهُمْ **اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ** يُنَزِّلُهَا كَمَا يَشَاءُ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ **وَمَا يُشْعِرُكُمْ** يُدْرِيْكُمْ بِاِيْمَانِهِمْ اِذَا جَاءَتْ اَيْ اَنْتُمْ لَا تَدْرُوْنَ ذٰلِكَ **اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ** ﴿۱۰۹﴾ لِمَا سَبَقَ فِيْ عِلْمِيْ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالتَّاءِ خِطَابًا لِلْكُفَّارِ وَفِيْ اُخْرٰى بِفَتْحِ اَنَّ بِمَعْنٰى لَعَلَّ اَوْ مَعْمُوْلَةٌ لِمَا قَبْلَهَا **وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ** نُحَوِّلُ قُلُوْبَهُمْ عَنِ الْحَقِّ فَلَا يَفْهَمُوْنَهٗ **وَاَبْصَارَهُمْ** عَنْهُ فَلَا يُبْصِرُوْنَهٗ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ **كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ** اَيْ بِمَا اُنْزِلَ مِنَ الْاٰيَاتِ **اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ** نَتْرُكُهُمْ **فِيْ طُغْيَانِهِمْ** ضَلَالِهِمْ **يَعْمَهُوْنَ** ﴿۱۱۰﴾ يَتَرَدَّدُوْنَ مُتَحَيِّرِيْنَ

ع ۱۳

۱۹

ترجمہ: ....(وہ) آسمانوں اور زمین کے موجد ہیں (پہلے سے نمونہ اور نقشہ موجود ہونے کے بغیر ان دونوں کے پیدا کرنے والے ہیں) یہ کیسے (کس طرح) ہوسکتا ہے کہ کوئی ان کا بیٹا ہو جبکہ ان کی بیوی نہیں ہے۔ انہوں ہی نے تمام چیزیں پیدا فرمائی ہیں (ان

کی شان ہی پیدا کرنا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والے ہیں۔ یہی اللہ تمہارے پروردگار ہیں۔ ان کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی سب چیزوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ سو دیکھو ان ہی کی بندگی کرو (توحید مانو) وہی ہر چیز کے کارساز (محافظ) ہیں۔ انہیں نگاہیں نہیں پاسکتیں (یعنی ان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن مومنین بلحاظ آخرت اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ارشاد ربانی ہے وجوہ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة اسی طرح حدیث شیخین میں ہے کہ "تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جیسے چاندنی رات میں چودھویں کے چاند کو دیکھا کرتے ہو" اور بعض کی رائے یہ ہے کہ کسی کی نگاہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکے گی) لیکن وہ تمام نگاہوں کو پار ہے ہیں (یعنی اللہ ان نگاہوں کو دیکھتے ہیں مگر وہ نگاہیں ان کو نہیں دیکھ سکتیں۔ لیکن کسی دوسری چیز کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تو نگاہوں کو دیکھتی ہو مگر نگاہیں اسے نہ دیکھتی ہوں یا یہ مراد ہے کہ وہ سب چیزوں کا احاطہ علمی رکھتے ہیں) وہ بڑے ہی مہربان ہیں (اپنے دوستوں کے لئے) اور (ان سے) باخبر ہیں (فرما دیجئے اے محمد (ﷺ)!) آچکی ہیں دلیل (حجت) کی روشنیاں تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے پاس۔ پس اب جو کوئی (ان کو) دیکھ کر (ایمان لے آئے) تو خود اسی کے لئے ہے (یہ دیکھنا کیونکہ اس غور کرنے کا فائدہ خود اسی کو ہوگا) اور جو کوئی اپنی آنکھوں سے کام نہ لے (اور اندھا ہو کر بھٹک جائے) تو اسی کے سر آئے گا (گمراہی کا وبال) اور میں تم پر کچھ پاسبان نہیں ہوں (تمہارے اعمال کا نگران۔ میرا کام تو صرف متنبہ کر دینا ہے) اور اسی طرح (جیسے کہ مذکورہ چیزیں بتلائی ہیں) گوناگوں طریقوں سے بیان (واضح) کرتے ہیں آیتیں (تاکہ تم عبرت حاصل کرو) اور تاکہ وہ بول اٹھیں (یعنی کفار بالآخر) کہ تم نے کسی سے پڑھ لیا ہے (اہل کتاب سے مذاکرہ کر لیا ہے اور ایک قرأت میں دارست ہے۔ یعنی آپ نے تاریخی کتابیں پڑھی ہیں اور یہ قرآن اسی سے بنایا ہے) نیز اس لئے کہ ہم دانشمندوں کے لئے اس کو خوب روشن کر دیں۔ خود اس راہ پر چلتے رہئے جس کی وحی آپ (ﷺ) کے پروردگار کی طرف سے آپ (ﷺ) پر کی گئی ہے (یعنی قرآن) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مشرکین کو ان کے حال پر چھوڑیئے۔ اگر اللہ چاہتے تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا۔ (محافظ۔ پس ان کے عملوں کی جزاء ہم دیں گی) اور نہ آپ ان پر مختار ہیں (کہ آپ ان کو ایمان لانے پر مجبور کر سکیں۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسری ہستیوں (بتوں) کو پکارتے ہیں ان کو تم گالیاں نہ دو کہ پھر وہ بھی اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔ حد سے متجاوز ہو کر (تعدی اور ظلم کرتے ہوئے) بے سمجھے بوجھے (اللہ کے مرتبہ سے ناواقفی کی وجہ سے) اسی طرح (جیسے ان کے لئے ان کی کارستانیوں کو آراستہ کر رکھا ہے) ہر قوم کے لئے اس کے کاموں کو ہم نے خوشنما بنا دیا تھا (خواہ اچھے کام ہوں یا برے۔ اسی لئے وہ ان کو کرتے رہتے ہیں) پھر بالآخر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے (آخرت میں) اس وقت وہ ان سب پر ان کے کاموں کی حقیقت کھول دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں (پھر اسی کے مطابق وہ ان کو بدلہ دیں گے) اور یہ (کفار مکہ) اللہ کی بڑی ہی (زوردار) قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔ اگر کوئی نشانی ان کے پاس (فرمائشی آجائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے۔ تم کہہ دو (ان سے) نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں (جس طرح چاہتے ہیں ظاہر کرتے ہیں۔ میری حیثیت تو صرف ڈرانے والے کی ہے) اور تمہیں کیا معلوم (ان کے ایمان کا حال جب کہ نشانی آجائے گی۔ یعنی تم اس کو نہیں جانتے) اگر نشانیاں آ بھی جائیں جب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں (جیسا کہ علم الٰہی میں آچکا ہے اور ایک قرأت تاء کے ساتھ ہے کفار کو خطاب کرتے ہوئے اور دوسری قرأت میں ان مفتوح کے ساتھ ہے لعل کے معنی میں یا ماقبل کا معمول قرار دیتے ہوئے) ہم ان کے دلوں کو الٹ دیں (ان کے قلوب حق سے پھیر دیں کہ وہ اس کو سمجھ ہی نہ سکیں) اور ان کی نگاہوں کو (حق سے ہٹا دیں کہ وہ اس کو دیکھ کر ایمان ہی نہ لاسکیں) جس طرح ایمان نہیں لائے اس قرآن پر (جو کچھ آیات ہم نے نازل کی ہیں) پہلی دفعہ اور ہم انہیں چھوڑیں گے ان کی سرکشی (گمراہی) میں حیران (سرگرداں بھٹکتے ہوئے)۔

تحقیق وترکیب:...........**بدیع.** یہ خبر ہے مبتداء محذوف ھو کی یا یہ مبتداء ہے اور خبر انی یکون ہے کل شیء جلال محققؒ نےمن شانہ ان یخلق کی قید لگا کر حق تعالیٰ کی ذات وصفات نکال دیں۔

علیم. اس آیت میں اللہ کے اولاد نہ ہونے پر تین طریقہ سے استدلال کیا گیا ہے۔اول اس طرح کہ آسمان وزمین طویل المدت ہونے کی وجہ سے جب ولادت کے ساتھ متصف نہیں بلکہ اللہ کا ابدائی کارنامہ ہے تو خود حق تعالیٰ ازلی اور ابدی ہونے کے باوجود ولادت اور ولد سے منزہ ہیں یا اولاد چونکہ والد کی نظیر ہوتی ہے اور اللہ کی کوئی نظیر ہے نہیں اس لئے اس کی کوئی اولاد بھی نہیں۔دوسرے اولاد کے لئے مجانس ہونا ضروری ہے اور واجب الوجود۔اس سے منزہ ہے۔تیسرے اولاد والد کی کفو ہوتی ہے اور چونکہ سارا عالم مخلوق ہے جو کفاءت کے منافی ہے۔نیز اللہ تعالیٰ تمام معلومات کے ذاتی طور پر عالم ہیں اور یہ بات دنیا کی کسی دوسری چیز کو حاصل نہیں۔اس لئے کوئی چیز اللہ کی کفو نہیں ہوسکتی۔**ذلکم** یہ اشارہ ہے اوصاف مذکورہ کے موصوف کی طرف اور مبتداء ہے اور اللہ خبر اول اور ربکم خبر ثانی اور لا الہ خبر ثالث اور خالق خبر رابع اور **وھو** معطوف ہے **ذلکم** پر۔غرضیکہ یہ اخبار مترادفہ بھی ہوسکتی ہے اور بعض خبر اور بعض بدل یا صفت بھی ہوسکتی ہے۔

لاتدرکہ۔ ظاہر آیت معتزلہ کا مستدل ہے جس کے جواب کی طرف جلال محققؒ نے اشارہ کردیا ہے۔اس سلسلہ میں اور بھی نصوص ہیں۔مثلاً: **کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون**۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بالتخصیص کفار کے محجوب ہونے سے مومنین کے لئے تجلی کا اثبات ہوتا ہے۔آنحضرت (ﷺ) نے **الذین احسنوا الحسنی وزیادۃ**۔میں لفظ زیادۃ کی تفسیر **النظر الی وجہ اللہ** کے ساتھ فرمائی ہے اور جریر بن عبداللہ کی روایت بھی اس کی موید ہے جو مفسر علامؒ نے پیش کی ہے۔باقی رویت اور ادراک بھی چونکہ فرق ہے جیسا کہ آیت **فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا** اور آیت **لاتخاف درکا ولا تخشی** سے معلوم ہوتا ہے کہ درک کی نفی ہوئی نہ کہ رویت کی۔اس طرح یہاں بھی ادراک کی نفی کی گئی ہے۔اس رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔جیسا کہ آیت **ولا یحیطون بہ علماً** میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے۔علم کی نفی مقصود نہیں بلکہ اس کا اثبات ہورہا ہے چنانچہ سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں **لایحیط بہ الابصار** اور عطاءؒ فرماتے ہیں۔**کلت ابصار المخلوقین من الاحاطۃ بہ**۔ابن عباسؓ اور مقاتل فرماتے ہیں۔**لاتدرک الابصار فی الدنیا وھو یریٰ فی الاخرۃ**۔بہرحال امتناع رویت باری پر اس آیت سے معتزلہ کا استدلال کمزور ہے۔کیونکہ ادراک سے مراد مطلق رویت نہیں ہے اور نہ آیت میں رویت کی نفی تمام اوقات اور اشخاص کے لئے عام ہے۔ہوسکتا ہے کہ بعض حالات کے ساتھ مخصوص ہو جیسا کہ مفسرؒ اشارہ کررہے ہیں۔یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے **لا کل بصر یدرکہ** یہ نفی امتناع کو واجب نہیں کرتی۔

وھذا. نفی مذکور کی طرف اشارہ ہے اور **لرویۃ المومنین الخ** علت تخصیص ہے۔

وقیل. اس توجیہ پر علی الاطلاق عموم رہے گا۔تخصیص کی حاجت نہیں۔دنیا وآخرت میں کہیں بھی احاطہ کے ساتھ اللہ کی رویت نہیں ہوسکے گی۔

وھو یدرک پہلے جملہ کی طرف اس میں بھی دونوں توجیہیں ہوں گی۔اول کی طرف **یراھا الخ** سے اور دوسری کی طرف **اویحیط الخ** سے جلال محققؒ اشارہ کررہے ہیں۔

وھو اللطیف . مفسر علامؒ نے اس کو لطف سے لیا ہے۔ بمعنی رافت ومہربانی۔ لیکن اس سے زیادہ لطیف تفسیر یہ ہے کہ لطف بمعنی ادراک خفی سے ماخوذ مانا جائے یعنی وہ باریک بین ہیں۔ اس لفظ کا تعلق **لاتدرک الابصار** کے ساتھ ہو جائے گا اور الخبیر کا تعلق **وھو یدرک** سے ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ باب لف سے ہو۔ یعنی **لایدرکہ الابصار لانہ اللطیف وھو یدرکہ الابصار لانہ الخبیر** ۔ اس صورت میں لطیف کثیف کے مقابل ہوگا۔

فیسبوا اللّٰہ ۔ سبِّ اصنام اگرچہ فی نفسہ جائز ہے لیکن سبِّ اللہ کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

جھد ایمانھم ۔ مصدر موضع حال میں ہے۔ لیکن مفسر علامؒ نے **غایۃ اجتھادھم** کہہ کر **اقسموا** کا مفعول مطلق ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مایشعرکم . ما استفہام مبتداء اور **یشعرکم** خبر ہے کاف مفعول اول ہے اور مفعول ثانی محذوف ہے جس کو جلال محققؒ نے **بایمانھم الخ** سے ظاہر کیا ہے۔ **ای مایعلمکم ایھا المؤمنون بایمانھم** بہرحال یہاں دو توجیہیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ استفہام انکاری ہو۔ **ای لایشعرکم شیء بانھا اذا جلوت یؤمنون فلذلک تمنون ونحن نعلم ذلک فلا نجی بھا** ۔

دوسری یہ کہ **مایشعرکم** کا مفعول محذوف ہو۔ **ای مایشعرکم مایکون منھم.**

انھا . ان مکسورہ کے ساتھ جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی مشرکین کے ایمان لانے سے امید منقطع کرنا ہے اور ان مفتوحہ کی قرأت ہو تو بمعنی لعل ہوگا۔ بولتے ہیں **ادخل السوق انک تشتری اللحم ونقلب** ۔ اس کا عطف **لایؤمنون** پر ہے۔ **ای ومایشعرکم انا حینئذ نقلب افئدتھم** ۔

ربط آیات: .... دلائل توحید کے بعد آیت **بدیع السموت الخ** سے توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کیا جارہا ہے۔ پھر آیت **قد جاء کم الخ** سے رسالت کے متعلق بحث ہے کہ نبی ہونے کی حیثیت سے صرف احکام کے تبلیغ میں لگے رہیے اور اللہ کا بندہ ہونے کے لحاظ سے اس کی عبادت وبندگی میں لگئے، نہ تو ان کے غم میں گھلئے اور نہ ابطال شرک کے سلسلہ میں ان کے غلط معبودوں کو برا بھلا کہنے کی ضرورت۔

حدود تبلیغ میں سے یہ بھی ہے کہ دوسروں کے مذہبی پیشواؤں اور معبودوں کو دلخراش اور دل آزار کلموں سے یاد نہ کیا جائے کہ اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ اور دین حق کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی ہوگی۔ جس کا سبب تم خود بنے۔۔ پھر آیت **واقسمو الخ** سے معاند کفار کی ہدایت سے یکسر ناامیدی کا اظہار ہے۔

شان نزول: .... آیت **انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم** نازل ہوئی تو مسلمانوں نے بتوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ جس سے مشتعل ہو کر مشرکین نے بھی اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے کی اسکیم بنائی۔ اس پر یہ آیت **ولاتسبوا الخ** نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے محمد قرظیؒ سے نقل کیا ہے کہ قریش کے ساتھ ایک مرتبہ اسلامی دعوت کے سلسلہ میں آنحضرت (ﷺ) کی گفتگو ہوئی تو کہنے لگے کہ آپ (ﷺ) جس طرح پچھلے انبیاء کے معجزات بیان کرتے ہیں اگر آپ (ﷺ) نبی ہیں تو خود بھی تو کچھ کر کے دکھلایئے۔ آپ (ﷺ) نے ان سے معجزہ کی تعیین چاہی تو کہنے لگے کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیجئے۔ آپ (ﷺ) نے ان سے ایمان لانے

کا وعدہ لیا تو قسمیں کھا کر اطمینان دلانے لگے۔ آپ (ﷺ) دعا کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن جبرئیلؑ پیغام الٰہی لے کر آئے کہ آپ (ﷺ) چاہیں تو ایسا ہو جائے گا، مگر پھر بھی اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو پھر ان سب پر عذاب نازل ہو گا۔ اب آپ (ﷺ) چاہیں اس شق کو اختیار کیجئے اور یا یوں ہی رہنے دیجئے۔ جس کی قسمت میں ہو گا ایمان قبول کر لے گا۔ ورنہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ آپ (ﷺ) نے آخری شق کو اختیار فرمایا۔ اس پر آیت **واقسموا** سے **یعمھون** تک نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:......... ان آیات میں دو مسئلے بحث طلب ہیں۔ ایک رویت باری کا۔ دوسرے جھوٹے معبودوں کو برا بھلا کہنے کا۔

رویت باری تعالیٰ:

اول مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، کسی بینائی کے احاطہ سے اس کا باہر ہونا خواہ وہ بینائی چھوٹی سے چھوٹی ہو۔ عقلاً محال نہیں ہے۔ برخلاف حق تعالیٰ کے کہ دنیا میں اگرچہ ان کو دیکھنے کا امکان ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست "رب ارنی" سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن شرعاً محال ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کے جواب "لن ترانی" سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ البتہ آخرت میں نہ صرف اللہ کے مرئی ومبصر ہونے کا امکان بلکہ نصوص کی رو سے اس کا وقوع بھی ہو گا۔ بہر حال اپنی حدود بینائی میں اور نگاہ کی گرفت میں اللہ کو لے لینا تو یقیناً ہر حال میں محال ہے۔ دنیا میں ہو یا دین میں اور یہ بات اللہ کے خواص میں سے ہے۔ اس لئے معتزلہ کا استدلال منہدم ہو گیا اور یہ شبہ بھی نہیں رہا کہ دنیا کے اور بڑے اجسام بھی ایسے ہیں جو ان آنکھوں کی پتلیوں کی گرفت میں نہیں آسکتے۔ کیونکہ ان کا گرفت میں آنا محال تو نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے خواص میں سے یہ محال ہونا بھی ہے۔

اسی کے مقابل اگلے جملہ **وھو یدرک الابصار** کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا سب چیزوں کے لئے محیط ہونا واجب ہے۔ نفس ابصار اور رویت تو دوسرے دلائل سے ثابت ہے، لیکن مقام کی خصوصیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح پہلے جملہ میں نفی مرتبہ استحالہ میں معتبر تھی، اسی طرح اس جملہ میں ابصار کا اثبات مرتبہ وجوب میں معتبر ہے۔ پس دونوں حکموں کا خواص باری تعالیٰ میں سے ہونا معلوم ہو گیا۔

ردِ معتزلہ اور شیخ اکبرؒ کی تحقیق:......... معتزلہ آخرت میں بھی امتناع رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ اول تو اس آیت سے اس کا جواب معلوم ہو گیا، دوسرے جب آنحضرت (ﷺ) سے واقعہ معراج کے سلسلہ میں سوال کیا گیا۔ **ھل رایت ربک؟** تو آپ (ﷺ) سے دو جواب منقول ہیں۔ اول **نورانی اراہ**۔ اس سے تو بطور احاطہ رویت کی نفی مراد ہے۔ دوسرے **رایت نوراً** ہے جس سے مطلق رویت مراد ہے۔

نیز مستدرک حاکم کی تخریج سے ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ "**رویت ربی عزوجل**" اسی قسم کی دوسری نصوص کو جلال محققؒ کے کہنے کے مطابق دنیا میں شرعی امتناع رویت کے حکم سے ان کو مخصوص کرنا پڑے گا۔

اور شیخ اکبرؒ کے مذاق پر تو اس توجیہ تخصیص کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ آسمانوں اور ان سے اوپر کے عالم کو عالم آخرت میں شمار کرتے ہیں۔ گویا ایک آخرت کا زمانہ ہے جو قیامت میں آئے گا اور ایک اس کا مکان ہے جو عالم بالا ہے۔ پس واقعہ معراج میں آنحضرت (ﷺ) کا تجلی الٰہی کو مشاہدہ کرنا ہے نہ کہ دنیا میں کہ تخصیص کی ضرورت پڑے۔

معبودانِ باطل کو برُا بھلا کہنا:............دوسرا مسئلہ دیوی دیوتاؤں، بتوں کو برا بھلا کہنا، اگر چہ فی نفسہ مباح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کا سبب ہونے کی وجہ سے قبیح لغیرہ اور ممنوع ہے۔ پس اس سے ایک شرعی ضابطہ بھی معلوم ہو گیا کہ ذریعہ حرام حرام ہونا چاہئے۔

ادھر قرآن وحدیث میں توحید ورسالت کا اثبات اور شرک وکفر کا جہاں ابطال کیا گیا ہے ان کے جواب میں بعض دفعہ اگر چہ کفار گستاخانہ کلمات بکتے رہتے ہیں، مگر پھر بھی قرآن کریم میں ان مضامین کو بیان کیا گیا ہے اور اس قاعدہ کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہیں کی گئی۔ غور کرنے سے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ فی نفسہ یہ مضامین چونکہ شرعاً واجب اور ضروری ہیں اس لئے بہر صورت ان کے بیان کو ضروری سمجھا گیا اور ان مفاسد کو نظر انداز کر دیا گیا۔ برخلاف بتوں کو برا بھلا کہنے کے وہ زیادہ سے زیادہ مباح ہے۔ اس پر اگر اس قسم کے مفاسد مرتب ہوتے ہیں تو صرف ان مفاسد کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا بلکہ خود اس مباح ہی کو ترک کر دیا جائے گا۔

دو بیش قیمت اصول اور تحقیق وتحقیر کا فرق:............غرضیکہ اس آیت سے یہ دونوں اصول نہایت قیمتی مستفاد ہوئے۔ ایک تو مفاسد کی وجہ سے واجب کو نہ چھوڑنا بلکہ مفاسد کو نظر انداز کر دینا۔ دوسرے مفاسد کی وجہ سے مباح کو ترک کر دینا اور ان دونوں اصول میں فرق واضح ہے۔ البتہ قرآن کریم کی بعض آیات میں بتوں کی تحقیر مذکور ہے وہ بلحاظ سب وشتم نہیں بلکہ مناظرہ کے طریقہ پر استدلال اور الزام خصم مقصود ہے جس کا منشاء تحقیق ہے اور قرائن سے تحقیق اور تحقیر میں فرق واضح ہو سکتا ہے۔ اول جائز اور ثانی ناجائز ہے۔

شبہات کا ازالہ:............قل انما الأيات سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ نبی اور رسول ایک درجہ میں مدعی ہوتا ہے اور خوارق و معجزات اس کے دعویٰ کی دلیل۔ پس باقاعدہ عقلی مدعی کے ذمہ اثبات دعویٰ کے لئے مطلق دلیل تو ضروری ہے، لیکن کسی خاص دلیل کی تعیین یا دوسروں کی طرف سے فرمائش غیر ضروری ہے۔ ہاں مدعی کے قائم کردہ دلائل پر جرح قدح کرنے کا حق البتہ دوسروں کو رہتا ہے جس کا اصالۃً یا نیابۃً ہر مدعی کے ذمہ ضروری ہے۔ چنانچہ عدالتوں کا دستور آئین بھی یہی ہے۔ اس لحاظ سے جدید آیات و معجزات کی طلب وفرمائش بالکل غیر ضروری ہوگی۔

رہا یہ شبہ کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کیا نقصان اور حرج تھا؟ تو اس حرج کی طرف شان نزول میں جبریلؑ جواب سے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ نہ ماننے کی صورت میں ان پر عذاب نازل ہوتا۔

اور نقلب افئدتهم۔ ان کے اعراض کی سزا ہے۔ یہ نہیں کہ ان کے اعراض کا سبب ہو کہ پہلے سے ان کے قلوب حق کی طرف متوجہ ہوں اور اس تقلیب کی وجہ سے پھر وہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہوں۔ بلکہ اس سزائے خداوندی کا سبب ان کا اعراض کرنا ہے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ حق تعالیٰ نے ہی جب ان کو خراب کر دیا تو پھر ان بے چاروں پر کیا الزام؟

لطائف آیات:............آیت لاتدركه الابصار میں اگر بصر کو عام لیا جائے بصارت حسی وبصیرت باطنی سے جیسا کہ امام راغبؒ کی رائے ہے تو ادراک کی تفسیر علم بکنہ کے ساتھ ہوگی اور دنیا وآخرت دونوں کے لئے حکم عام رہے گا۔ لیکن اگر صرف حسی بصارت مراد لی جائے تو صرف دنیا میں رویت کی نفی مراد ہوگی۔

اور آیت وما انا عليكم بحفيظ۔ میں طریق مشائخ کے اس معمول پر روشنی پڑتی ہے کہ حق ارشاد ادا کر کے پھر کسی کے

درپے نہیں ہوتی۔

آیت ولا تسبوا الخ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طاعت غیر واجبہ کسی معصیت کا سبب بن جائے تو اس طاعت کو ترک کردینا چاہئے۔ چنانچہ اہل ارشاد بہت سے ایسے کاموں سے منع کردیتے ہیں جو ظاہراً طاعت معلوم ہوتے ہیں مگر ان کی نظر میں وہ مفاسد کا ذریعہ ہوتے ہیں اور دوسروں کی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی۔

آیت واقسموا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارق کے دیکھنے سے نفع لازم نہیں۔ اس لئے ان کی طلب وفرمائش ہدایت کا طریق نہیں بلکہ اس کا طریقہ بینات کا اتباع ہے۔

﴿الحمدللہ پارہ "واذا سمعوا" کی تفسیر وترجمہ وغیرہ تمام ہوئی۔﴾

پارہ نمبر ﴿۸﴾
وَلَوْ اَنَّنَا

فہرست پارہ ﴿وَلَوْ اَنَّنَا﴾

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى كَمَا اقْتَرَحُوْا وَحَشَرْنَا جَمَعْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا بِضَمَّتَيْنِ جَمْعُ قَبِيْلٍ اَيْ فَوْجًا وَبِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِ الْبَاءِ اَيْ مُعَايَنَةً فَشَهِدُوْا بِصِدْقِكَ مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا لِمَا سَبَقَ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّآ لٰكِنْ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِيْمَانَهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ذٰلِكَ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا كَمَا جَعَلْنَا هٰٓؤُلَآءِ اَعْدَآءَكَ وَيُبْدَلُ مِنْهُ شَيٰطِيْنَ مَرَدَةَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ يُوَسْوِسُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ مُمَوَّهَهُ مِنَ الْبَاطِلِ غُرُوْرًا اَيْ لِيَغُرُّوْهُمْ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ اَيِ الْاِيْحَاءَ الْمَذْكُوْرَ فَذَرْهُمْ دَعِ الْكُفَّارَ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ مِنَ الْكُفْرِ وَغَيْرِهٖ مِمَّا زُيِّنَ لَهُمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ وَلِتَصْغٰٓى عَطْفٌ عَلٰى غُرُوْرًا اَيْ تَمِيْلُ اِلَيْهِ اَيِ الزُّخْرُفِ اَفْئِدَةُ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا يَكْتَسِبُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ مِنَ الذُّنُوْبِ فَيُعَاقَبُوْا عَلَيْهِ وَنَزَلَ لَمَّا طَلَبُوْا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ حَكَمًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ اَطْلُبُ حَكَمًا قَاضِيًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ الْقُرْاٰنَ مُفَصَّلًا مُبَيِّنًا فِيْهِ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ التَّوْرٰةَ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهٖ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ الشَّاكِّيْنَ فِيْهِ وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ التَّقْرِيْرُ لِلْكُفَّارِ اَنَّهٗ حَقٌّ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ بِالْاَحْكَامِ وَالْمَوَاعِيْدِ صِدْقًا وَّعَدْلًا تَمْيِيْزٌ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ بِنَقْصٍ اَوْ خُلْفٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ لِمَا يُقَالُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ بِمَا يُفْعَلُ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اَيِ الْكُفَّارِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دِيْنِهٖ اِنْ مَّا يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ فِيْ مُجَادَلَتِهِمْ لَكَ فِيْ اَمْرِ الْمَيْتَةِ اِذْ قَالُوْا مَا قَتَلَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَاْكُلُوْهُ مِمَّا قَتَلْتُمْ وَاِنْ مَا هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ يَكْذِبُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ اَيْ عَالِمٌ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَيُجَازِيْ كُلًّا مِّنْهُمْ

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَیْ ذُبِحَ عَلٰی اِسْمِهٖ **اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ** مِنَ الذَّبَائِحِ **وَقَدْ فَصَّلَ** بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَلِلْفَاعِلِ فِی الْفِعْلَیْنِ **لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ** فِیْ اٰیَةِ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ **اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ** مِنْهُ فَهُوَ اَیْضًا حَلَالٌ لَکُمُ الْمَعْنٰی لَامَانِعَ لَکُمْ مِنْ اَکْلِ مَاذُکِرَ وَقَدْ بَیَّنَ لَکُمُ الْمُحَرَّمَ اَکْلُهٗ وَهٰذَا لَیْسَ مِنْهُ **وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ** بِفَتْحِ الْیَاءِ وَضَمِّهَا **بِاَهْوَآئِهِمْ** بِمَا تَهْوَاهُ اَنْفُسُهُمْ مِنْ تَحْلِیْلِ الْمَیْتَةِ وَغَیْرِهَا **بِغَيْرِ عِلْمٍ** یَعْتَمِدُوْنَهٗ فِیْ ذٰلِكَ **اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾** اَلْمُتَجَاوِزِیْنَ الْحَلَالَ اِلَی الْحَرَامِ **وَذَرُوْا** اُتْرُکُوْا **ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ** عَلَانِیَتَهٗ وَسِرَّهٗ وَالْاِثْمُ قِیْلَ الزِّنَا وَقِیْلَ کُلُّ مَعْصِیَةٍ **اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ** فِی الْاٰخِرَةِ **بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾** یَکْتَسِبُوْنَ **وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ** بِاَنْ مَاتَ اَوْ ذُبِحَ عَلٰی اِسْمِ غَیْرِهٖ وَاِلَّا فَمَا ذَبَحَهُ الْمُسْلِمُ وَلَمْ یُسَمِّ فِیْهِ عَمَدًا اَوْ نِسْیَانًا فَهُوَ حَلَالٌ قَالَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیُّ **وَاِنَّهٗ** اَیِ الْاَکْلُ مِنْهُ **لَفِسْقٌ** خُرُوْجٌ عَمَّا یَحِلُّ **وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ** یُوَسْوِسُوْنَ **اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ** الْکُفَّارِ **لِيُجَادِلُوْكُمْ** فِیْ تَحْلِیْلِ الْمَیْتَةِ **وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ** فِیْهِ **اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾**

ترجمہ: ....اور اگر ہم ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرنے لگتے (ان کی فرمائش کے مطابق) اور لا کھڑی کر دیتے (جمع کر دیتے) ان کے سامنے سب چیزیں (قبل ضمتین کے ساتھ قبیل کی جمع ہے یعنی فوج در فوج اور قبل کسر قاف اور فتح با کے ساتھ یعنی بالمشافہ آپ کی سچائی کی شہادت دیں) جب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں (جیسا کہ علم الٰہی میں طے ہو چکا ہے) الا یہ کہ (ہاں اگر) اللہ ہی کی مشیت ہو (کہ وہ ایمان لے آئیں تو وہ ایمان لے آئیں گے) لیکن ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو (اس حقیقت سے) واقف نہیں ہیں اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے بہت سے دشمن پیدا کر دیئے تھے (جیسے یہ لوگ تمہارے دشمن بنا دیئے ہیں۔ اس کا بدل آگے ہے) کچھ شیطان (شریر) آدمی اور جنات جو آپس میں ایک دوسرے کو سکھاتے ہیں (وسوسہ میں ڈالتے ہیں) چکنی چپڑی (خوشنما باطل سے ملمع) باتیں تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں (مبتلائے فریب کرنے کے لئے) اور اگر تمہارے پروردگار چاہتے تو وہ ایسے کام نہ کر سکتے (یعنی ایک دوسرے کو ملمع ساز باتوں کی تلقین نہ کر سکتے) پس ان کو رہنے دیجئے (کفار کو نظر انداز کر دیجئے) اور ان کی افتراء پردازیوں کو (کفر وغیرہ) کی جو باتیں ان کے لئے جاذب معلوم ہوتی ہیں۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا تھا) اور تاکہ جھک پڑیں (اس کا عطف ''غرور'' پر ہو رہا ہے یعنی مائل ہوں) ان (پرفریب) باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور ان کی باتیں پسند کریں اور تاکہ بدکرداریاں کرنے لگیں جیسی کچھ بدکرداریاں وہ خود کرتے ہیں۔ (گناہ آلود۔ پھر اس پر ان کو سزا ہو۔) (اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ اپنے اور لوگوں کے درمیان حکم تجویز کر دیجئے) کیا میں اللہ کے سوا ڈھونڈھوں (تلاش کروں) دوسرا کوئی منصف (جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا سرپنچ ہو) حالانکہ وہی ہے جس نے تم پر نازل کی ہی اپنی کتاب (قرآن) جس کے مضامین خوب صاف صاف ہیں (جس میں حق کو باطل سے بالکل چھانٹ دیا گیا ہے) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے (جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے رفقاء وہ

اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن نازل ہوا ہے (تخفیف وتشدید کے ساتھ ہے) آپ ﷺ کے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ۔ سو آپ ﷺ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جایئے۔ (شک نہ ڈالئے۔ دراصل اس جملہ کا مقصد کفار پر واضح کرنا ہے کہ یہ حق ہے) اور آپ ﷺ کے پروردگار کا کلام (حکم اور وعدہ) پورا ہو گیا۔ سچائی اور انصاف کے اعتبار سے (یہ تمیز ہے) ان کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں (ان کے کلام میں نقصان یا خلاف ثابت کر کے) وہ خوب سن رہے ہیں (جو کچھ کہا جا رہا ہے) اور خوب جان رہے ہیں (جو کچھ کہا جا رہا ہے) اگر آپ ﷺ ان لوگوں کا کہا ماننے لگیں جو دنیا میں زیادہ ہیں (کفار) تو وہ آپ ﷺ کو اللہ کی راہ (دین) سے بچلا دیں گے۔ نہیں ہیں یہ (ان نافیہ بمعنی ما ہے) مگر محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں (مردار جانور کے سلسلہ میں آپ ﷺ سے کٹ حجتی کرتی ہیں کہ اللہ کی ماری چیز تمہارے ذبح کئے ہوئے جانور سے کھانے کے لائق ہیں) اور بالکل بے تکی قیاس آرائیاں کرتے ہیں (اس بارے میں آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ کے پروردگار خوب جانتے ہیں (یعنی باخبر ہیں) کہ کون ان کی راہ سے بہک رہا ہے اور کون ہے جنہوں نے ان کی راہ پالی ہے (چنانچہ ان میں سے ہر ایک کو وہ بدلہ بھی دیں گے) پس جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہے (یعنی ان کے نام پر ذبح کیا گیا ہے) اسے بلا تامل کھاؤ۔ اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو اور تمہارے لئے کیا رکاوٹ ہے کہ تم اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے (ذبح کیا گیا ہے) حالانکہ تمہارے لئے تفصیل بیان کر دی ہے (دونوں لفظ مجہول ومعروف دونوں طرح ہیں) جو جانور تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں (آیت حرمت علیکم المیتۃ میں) مگر وہ بھی جب تمہیں سخت مجبوری پڑ جائے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے (وہ بھی تمہارے لئے حلال ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کے کھانے میں تمہیں کیا رکاوٹ ہے۔ جبکہ حرام چیزوں کو تمہیں بتلا دیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں ہیں) اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جو لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں (یضلون فتح یا اور ضم یا کے ساتھ دونوں طرح ہے) محض اپنی نفسانی خواہشوں سے (مردار وغیرہ کو حلال کرنے کی طرف جو ان کے نفس مائل ہیں) بلا کسی سند کے (جو اس بارے میں قابل وثوق ہو) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے پروردگار حد سے بڑھ جانے والے کو خوب جانتے ہیں (جو حلال چھوڑ کر حرام کی طرف جا رہے ہیں) اور چھوڑ دو (ترک کر دو) ظاہری گناہوں یا باطنی (اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ اور اثم سے مراد صرف زنا ہے یا عام گناہ) جو لوگ گناہ کماتے ہیں وہ ضرور بدلہ پائیں گے (آخرت میں) جو کچھ وہ کر رہے ہیں (کما رہے ہیں) اور جس جانور پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ (مثلاً: خود مر جائے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دیا جائے۔ البتہ مسلمان نے جس جانور کو ذبح کیا ہو اور اس پر اللہ کا نام جان کر یا بھولے سے رہ گیا ہو تو وہ حلال ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے) اس کا گوشت نہ کھاؤ کہ یہ (اس گوشت میں سے کھانا) نافرمانی کی بات ہے (جائز حد سے باہر ہونا ہے) اور شیطان سکھاتے رہتے ہیں (وسوسے ڈالتے رہتے ہیں) اپنے دوستوں (کفار) کے دلوں میں تاکہ تم سے یہ کج بحثی کرتے رہیں (مردار کو حلال کرنے میں) اور اگر تم نے (اس بارے میں) ان کا کہا مان لیا تو تم بھی شرک کرنے والوں میں سے ہوئے۔

تحقیق وترکیب: .... قبل اکثر کی قرأت پر ضمین کے ساتھ قبیل کی جمع ہے بمعنی صف اور دوسری قرأت پر فتح کے ساتھ مصدر ہے۔ بمعنی منہ در منہ، آمنے سامنے۔

عدوا. چنانچہ بنی اسرائیل نے ایک ایک روز میں ستر انبیاء کو قتل کیا ہے۔ شیطین. شریر انسانوں کا فتنہ بہ نسبت جناتی شیاطین کے چونکہ بڑھا ہوا ہے اس لئے شیاطین الانس کو مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ شیاطین الجن کی کاٹ تو استعاذہ سے ہو سکتی ہے لیکن انسانی شیطان تو اور گناہوں کی طرف کھینچتے ہیں۔ غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیاطین الجن سے تو امان مل سکتا ہے لیکن شیاطین الانس زیادہ موذی اور تکلیف دہ ہیں۔ اس لئے ان سے بچاؤ کی ضرورت ہے اور بعض نے شیاطین کی یہ دو قسمیں انسانی اور

جناتی نہیں کیں۔ بلکہ کل شیاطین کو ابلیس قرار دیا۔

یوحی. یہ جملہ مستانفہ ہے یا شیاطن سے حال ہے یا عدو کی صفت ہے۔ وحی کے اصل معنی اشارہ سریعہ کے ہیں۔ یہ کبھی کلام کے ساتھ بطور رمز کے ہوتا ہے اور کبھی بلا ترکیب محض آواز اور کبھی جوارح سے اشارہ کے ساتھ اور کبھی کتابت کی صورت میں اور کبھی القاء اور وسوسہ سے بھی وحی کہلاتی ہے۔

زخرف. بولتے ہیں۔ **فلان یزخرف کلامه** ۔یعنی باطن باطل ہے اور ظاہر آراستہ، **افغیر الله.** ہمزہ انکاری ہے اور فاعطف کے لئے ہے مقدر پر۔ **ای اسیل الی زخارف الشیاطین فابتغی حکماً** ۔ یہ کلام مستانف ہوگا اور بعض کی رائے پر غیر کا نصب دو وجہ سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ ابتغی کا مفعول مقدم ہو اور ہمزہ کا تعلق ماقبل سے ہو۔ اس صورت میں لفظ حکماً حال ہے اور یا غیر کی تمیز اور دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ غیر حکماً سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو اور حکماً مفعول بہ ہو، غرضیکہ غیر کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہوئیں اور حکماً کے منصوب ہونے کی تین وجہیں ہوتیں۔ حال اور تمیز اور مفعول ہونا اور حکم کا لفظ بمقابلہ حاکم زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حکم کہتے ہیں جس سے بار بار فیصلہ صادر ہو۔ برخلاف حاکم کے وہ ایک دفعہ بھی فیصلہ کردے تو حاکم کہلا سکتا ہے۔ نیز حکم ہمیشہ منصفانہ فیصلہ کرتا ہے۔ برخلاف حاکم کے وہ ظالم بھی ہوسکتا ہے۔

فلا تکونن مقصداً آپ کو نہی اور منع کرنا نہیں ہے، کیونکہ آپ کو قطعاً تردد اور شک نہیں تھا، بلکہ منشاء تقریر یہ ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے یا یہ کہ اہل کتاب بھی اس کے منزل من اللہ ہونے کو جانتے ہیں۔

بالاحکام والمواعید ۔ان دونوں لفظوں کا تعلق اگلے دونوں لفظوں سے ہے۔لیکن لف ونشر غیر مرتب طور پر عدل کا تعلق احکام کے ساتھ اور صدق کا تعلق اخبار و مواعید کے ساتھ۔ عبارت میں تقدیم تاخیر ہوگئی۔ اصل عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی۔ **تمت کلمات ربک من جهة الصدق کالاخبار والمواعید والعدل کالاحکام.** یہ گویا منجانب اللہ قران کریم کی حفاظت کا وعدہ ہے۔

انا نحن نزلنا الخ کی طرح **صدقاً** و **عدلاً** تمیز ہیں ورنہ دراصل فاعل یا حال یا مفعول لہ تھے۔

اکثر من فی الارض اسے دنیا کی اکثریت کا گمراہ اور اقلیت کا ہدایت یافتہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اعلم. اسم تفضیل بمعنی اسم فاعل ہے۔ اس لئے یہ شبہ نہیں رہا کہ اسم تفضیل منصوب نہیں ہوا کرتا اگرچہ بعض لوگ کی کے ساتھ نصب کی بھی اجازت دیتے ہیں اور قاضی کی رائے پر **من** موصولہ یا موصوفہ محل نصب میں ہے۔ایسے **فعل** سے جس پر لفظ **اعلم** دلالت کرتا ہے کیونکہ لفظ **اعلم** اسم ظاہر کو نصب نہیں دیا کرتا۔ ایسے مواقع پر یا **من** استفہامیہ اور ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور **یضل** خبر ہے **فصل** لفظ **فصل** اور **حرم** دونوں مجہول و معروف ہیں۔ ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر مجہول اور باقی قراء معروف پڑھتے ہیں۔ نیز حفصؒ دونوں کو معروف اور باقی قراء مجہول پڑھتے ہیں۔

ظاهر الاثم وباطنه مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ظاہرہ گناہ وہ ہے جو انسان جوارح سے کرے اور باطنی وہ جس کو قلب سے کرے اور کلبیؒ ظاہر سے مراد زنا اور باطن سے مراد زمین کا فساد لیتے ہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ظاہر سے کھلم کھلا زنا اور باطن سے مراد در پردہ زنا ہے اور سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ ظاہر سے مراد نکاح محارم ہے اور باطنی سے مراد زنا ہے اور ابن زید کی رائے ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد ننگا ہونا اور برہنہ طواف کرنا ہے اور باطن سے مراد زنا ہے۔ چنانچہ حبان نے کلبی سے روایت کی ہے کہ ظاہر اثم سے مراد مردوں کا دن میں برہنہ طواف کرنا اور باطن سے مراد رات کو برہنہ طواف کرنا ہے۔ بہرحال یہ نہی بقول امام رازی تمام محرمات کو عام

ہے اور تمام گناہ ان ہی دو قسموں میں منحصر ہیں۔ ولا تکلوا۔ مسلمان کا ذبیحہ متروک التسمیہ میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت تو مطلقاً تحریم کی قائل ہے۔ عامداً ہو یا ناسیاً۔ ابن سیرین اور شعبی کی رائے یہی ہے اور ظاہر آیت سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ سے مطلقاً تحلیل منقول ہے اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ عامداً حرم اور ناسیاً حلال ہے۔ جیسا کہ امام اعظمؒ اور ثوریؒ کی رائے ہے۔ جو لوگ اباحت کے قائل ہیں وہ آیت سے مراد مردار جانور یا غیر اللہ کے نام سے مذبوحہ جانور مراد لیتے ہیں۔ لیکن اچھا یہ ہے کہ یہ آیت وما اھل لغیر اللّٰہ سے مخصوص کر لی جائے۔ رہا مردار جانور سو اس کا حکم[1] دوسری آیات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مثلاً: سورۂ مائدہ کی آیت اور آیت قل لا اجد الخ سے یہ حکم معلوم ہو گیا۔ امام اعظمؒ کی تائید احادیث کلو افان تسمیۃ اللّٰہ فی قلب کل مومن اور ذبیحۃ المسلم ھلال وان لم یذکر اسم اللّٰہ علیھا سے ہوتی ہے۔ او ذبح یعنی اگرچہ غیر اللہ کا نام لئے بغیر جانور ذبح کر دیا جائے۔ البتہ اگر کتابی اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کر دے اور غیر اللہ کا نام بھی نہ لے تو امام مالک کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے۔ لیکن اگر مسلمان اللہ کے ساتھ غیر اللہ کا نام بھی لے لے تو پھر اس کا ذبیحہ حرام رہے گا۔ وعلیہ الشافعیؒ امام اعظمؒ عامداً اور ناسیاً کا فرق کرتے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔

ربط آیات:...... معاندانہ فرمائشی نشانیوں کے جواب کا سلسلہ چل رہا ہے۔ آیت ولو اننا الخ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ آیت وکذلک الخ سے آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ برے لوگوں کی عداوت کا سلسلہ تو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اور اسی پر اسی قسم کے آثار مرتب ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ فکر مند نہ ہو جایئے۔ آیت افغیر اللہ الخ میں نبوت پر کافی اور وافی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ یعنی قرآن کریم اور پھر اس کے ماننے نہ ماننے والوں کے مابین فرق پر بھی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔
پھر آیت وان تطع الخ میں مطلقاً معاندین کا اتباع کرنے سے آپ کو روکا جا رہا ہے اور فکلوا الخ سے مذبوحہ اور غیر مذبوحہ جانوروں میں فرق کے سلسلہ میں کفار کے رکیک شبہات کی تقلید سے منع کیا جا رہا ہے۔

شانِ نزول:............ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت لاتاکلوا تحریم میتۃ وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عطاء کی رائے ہے کہ بتوں کے نام پر مذبوحہ جانوروں کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی ہے۔ کفار نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ طبعی موت سے مرنے والے جانور کو کون مارتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ! اس پر کفار ازراہ طنز کہنے لگے کہ اللہ کے مارے ہوئے جانور کو تو تم لوگ نہیں کھاتے ہو اور اپنے مارے ہوئے جانور کو کھا لیتے ہو؟ یہ شبہ بعض سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن میں بھی جم گیا۔ اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿تشریح﴾:............ **انسانی اور جناتی شیاطین:**............ بقرینہ تقسیم اس آیت میں شیطان سے مراد مجازاً عام معنی لئے گئے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ حقیقی معنی ترک کر دیئے جائیں اور صرف مجازی معنی ہی مراد لئے جائیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو مجاز حقیقت کی فرع ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت سے بھی وجود جنات پر روشنی پڑ رہی ہے۔ لہذا اس مجاز سے حقیقت جن کے انکار پر استدلال کرنا نہایت عبث ہے اور اس وسوسہ پر چونکہ فعل کی طرف میلان بلکہ جزم مرتب ہو رہا ہے۔ اس لئے اس وسوسہ پر مذمت کی گئی ہے۔ جو فی الحقیقت عزم پر مذمت ہے۔ ورنہ محض وسوسہ مضر نہیں ہوتا۔ اگرچہ وسوسہ ڈالنے والے کے حق میں

---

[1] ترجمہ حدیث: تم ایسے جانور کو کھا سکتے ہو کیونکہ اللہ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے اور مسلمان کا ذبیحہ حلال ہوتا ہے اگرچہ اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ ۱۲

یہ وسوسہ اندازی بھی گناہ ہے کیونکہ اس کا اپنا ارادہ دوسرے کو مبتلائے گمراہی وغرور کرنا ہوتا ہے اور برائیوں سے بچانے میں آخرت کے ڈر کو زیادہ دخل ہوتا ہے۔اس لئے اس کی تخصیص کی گئی ہے۔چنانچہ اللہ کو ماننے کے باوجود اگر کوئی آخرت کا قائل نہ ہو تو وہ برائیوں سے زیادہ نہیں بچے گا۔آیت **لاتکونن** اور **وان تطع** اور **ابتغ** میں جو فعل کی اسناد آنحضرت ﷺ کی طرف سے کی گئی ہے وہ بطریقہ مبالغہ ہے۔مقصد دوسروں کو سنانا ہے کہ جب آپ ﷺ کو باوجود احتمال نہ ہونے کے اس کا خطاب کیا گیا ہے تو دوسروں کی کیا ہستی؟

قرآن کریم کے چھ کمال:.........اس آیت میں قرآن کریم کے چھ کمالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔بلحاظ بلاغت کمال ذاتی کی طرف الکتاب میں اشارہ ہے اور بلحاظ کمیت احکام ذاتی کمال کی طرف لفظ مفصلا سے اور احکام کی صفت وکیفیت اس کی طرف صدقاوعدلا سے اشارہ کر دیا ہے اور بلحاظ کمال اضافی یعنی نازل کنندہ کے **ھو الذی انزل** سے اور بلحاظ نازل شدہ ہونے کے جب کہ دوسری کتابیں اس کی مؤید ہوں لفظ **یعلمون** میں اور دوسری کتابوں پر فوقیت وافضلیت ہونے کے لحاظ سے **لامبدل** میں اشارہ ہے۔

اُصول وفروع کے طریقہ استدلال میں فرق:.........**وتمت کلمت ربک** الخ سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور حکم بردار ہوتے ہیں، اس لئے جب انہیں حلال وحرام کی تفصیل بتادی جاتی ہے تو انہیں اس پر چلتے رہنا چاہئے۔حرام کے حلال یا حلال کے حرام ہونے کا شبہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔مشرکین کو تو محض مجادلہ مقصود ہے اس لئے ان کے وساوس کی طرف التفات نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ کسی مذہب کے اصول ثابت کرنے کے لئے تو عقلی دلائل درکار ہوا کرتے ہیں۔لیکن اصول ثابت ہونے کے بعد جزئیات اور فرعیات کے لئے صرف دلائل نقلیہ کافی ہوا کرتے ہیں۔ان میں عقلیات کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ عقلیات مضر ہو جاتے ہیں۔کیونکہ فرعیات میں قطعی دلیل نہیں ہوا کرتی۔اس سے تو مزید شبہات کے دروازے کھلتے ہیں۔ہاں اگر کوئی جویائے حق اطمینان قلب چاہے تو اس کے سامنے تبرعاً اگر دلائل اقناعیہ یا خطابیہ ذکر کر دیئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔البتہ معترض مجادل کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے بلکہ اپنے کام میں لگنا چاہئے۔تاہم اگر کوئی معترض کسی فرعی حکم کا کسی عقلی اور قطعی دلیل کے خلاف ہونا ثابت کرنا چاہے تو بلاشبہ مدعی حق کے ذمہ اس کا جواب ہونا چاہئے۔لیکن مشرکین کے شبہ میں اس احتمال کی گنجائش ہی نہیں ہے۔اس لئے یہاں اس کے شبہ کا صراحۃً جواب بھی مذکور نہیں ہے بلکہ صرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔چنانچہ **کلوا** کے ساتھ اللہ کا نام لینا اور **لاتاکلوا** کے ساتھ اللہ کا نام نہ لینا مذکور ہے اور عادۃً اور نیز دوسرے دلائل سے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کا نام ذبح کے وقت لیا جاتا ہے اور **لم یذکر اسم اللہ** دو صورتوں میں صادق آسکتا ہے یا تو ذبح نہ ہو اور یا ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

حاصل جواب:.........پس حاصل جواب یہ ہوا کہ حلال ہونے کا مدار دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ایک ذبح جس سے ناپاک خون نکل جائے جو مانع حلت تھا۔دوسرے اللہ کا نام لینا کہ باعث برکت ہے اور حیوانات دمویہ کے لئے شرط حلت ہے۔غرضیکہ شرط کا وجود اور اتمام علت کے لئے جو مانع ہو اس کا عدم حلت کے لئے دونوں باتیں ضروری ہیں۔اس مجموعہ میں سے ایک جز کے اٹھ جانے سے گویا علت تامہ اٹھ جائے گی۔اس لئے اس پر معلول کیسے متفرع ہو سکتا ہے۔البتہ یہ ایک فقہی فرع ہے کہ اللہ کا نام اگر حکماً نہ لیا ہو جیسے متروک التسمیہ جانور۔تب بھی اس کو بمنزلہ حقیقت کے قرار دیا گیا ہے۔البتہ جو حلال جانور دموی نہ ہوں یا کھانے کی چیز میں جانوروں کے علاوہ ہوں۔ان میں چونکہ ناپاک خون شامل نہیں ہے، اس لئے ممکن ہے ان کے پاک کرنے کے لئے حصول برکت کے اس خاص طریقہ کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہو اور وہ اللہ کا نام لئے بغیر حلال قرار دی گئی ہوں۔یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

ذبح اختیاری وغیر اختیاری اور متروک التسمیہ ذبیحہ:............ماذکر اسم اللّٰہ میں اختیاری ذبح اور اضطراری ذبح اور ذکر حقیقی وحکمی سب صورتیں داخل ہیں۔ ذبح اضطراری کا مطلب یہ ہے کہ تیر، باز، شکاری، کتا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے جائیں تو ایسا زخمی شکار حلال ہے۔ پس امام اعظمؒ کے نزدیک بھولے سے بسم اللہ رہ جانا بھی مذکور التسمیہ میں حکماً داخل ہے۔ البتہ جان کر بسم اللہ چھوڑنے سے جانور حرام رہے گا۔ باقی امام شافعیؒ کو متروک التسمیہ عائداً کی صورت میں اس نص قطعی کا مخالف سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مالم یذکر اسم اللّٰہ کی تفسیر غیر اللہ کا نام پڑھنے سے کرتے ہیں۔ جس پر وانہ لفسق کو قرینہ بتلاتے ہیں۔

مردار جانور میں رخصت شرعی:............اہل اصول اس آیت سے یہ سمجھے ہیں کہ میتہ کی حرمت مضطر اور مکرہ کے حق میں الا ماضطررتم استثناء کی وجہ سے بالکل ساقط ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اگر پھر بھی کوئی صبر کرے اور مردار نہ کھائے۔ حتیٰ کہ مرجائے تو وہ گنا ہگار مرے گا۔ پس گویا یہ رخصت کی چوتھی قسم ہوئی۔ کیونکہ یہاں حرمت سے استثناء ہورہا ہے برخلاف حالت اضطرار میں کلمہ کفر کہنے کے وہاں بھی الا من اکرہ اگرچہ استثناء موجود ہے لیکن وہ حرمت سے استثناء نہیں ہے بلکہ غضب اور عذاب سے استثناء ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ حرمت باقی رہے اور عذاب وغضب عارضی اکراہ کی وجہ سے منتفی ہوجائے۔ چنانچہ رخصت حقیقی کی یہ قسم اتم ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی صبر کرکے جان دےدے تو شہید کہلائے گا۔

متروک التسمیہ مذبوحہ جانور کے متعلق فقہاء کی رائے مختلف ہے۔ حنفیہ عامداً کو حرام اور ناسیاً کو حلال فرماتے ہیں اور امام احمدؒ اور داؤد ظاہریؒ دونوں صورتوں کو مطلقاً حرام سمجھتے ہیں اور امام شافعیؒ دونوں کو حلال مانتے ہیں اور مالم یذکر اسم اللّٰہ کے معنی یہ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت جن پر غیر اللہ لات وعزیٰ بتوں کا نام لیا جائے یا جانور طبعی موت مرجائے۔ کیونکہ متروک التسمیہ فسق نہیں۔ بلکہ فسق کی یہی دو صورتیں ہیں۔ مردار جانور یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور لہذا متروک التسمیہ کی مطلقاً دونوں صورتیں حرام نہ ہوئیں بلکہ وہ حلال رہیں۔

لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ ظاہر آیت سے مطلقاً حرمت ہی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ حنابلہ کی رائے ہے۔ تاہم آیت لاتؤاخذنا ان نسینا الخ سے اور حدیث[1] تسمیة اللّٰہ فی اقلب کل مسلم کی وجہ سے متروک التسمیہ ناسیاً کو ہم جائز اور حلال سمجھتے ہیں۔

حنفیہ کی طرف سے جوابات:............اور رہے شوافع کے دلائل ان کا جواب شرح وقایہ میں مذکور ہے۔ منجملہ ان کے قل لااجد الخ کا حصر اگر حقیقی بھی مان لیا جائے تب بھی پہلے اعتبار سے ہے۔ متروک التسمیہ کی حرمت کا نزول بعد میں ہوا جو اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کذب لازم نہیں آتا۔

یا کہا جائے کہ قل لااجد میں حصر اضافی ہے۔ یعنی حلال بکری کو حرام سمجھنے کے جواب میں کہا جاتا ہے ورنہ حصر حقیقی کی صورت میں بہت سی حرام چیزوں کی وجہ سے کذب لازم آئے گا جیسے ذی ناب مخلب وغیرہ جانور۔ بہرحال متروک التسمیہ ناسیاً کے حلال ہونے میں شوافع کو یہ مغالطہ ہوگیا کہ حنفیہ مالم یذکر کے عموم میں تخصیص کررہے ہیں۔ پس اس تخصیص کے بعد عام مخصوص ظنی ہوگیا۔ جس کی تخصیص دوبارہ خبر واحد[2] المسلم یذبح علی اسم اللّٰہ سمی اولم یسم سے بھی ہوسکتی ہے اور عائداً کو

---

[1] اللہ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔۱۲

[2] مسلمان اللہ کے نام پر ہی ذبح کرتا ہے۔ بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے۱۲۔

ناسیاً پر قیاس کر کے بھی ہوسکتی ہے۔ جس کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ آیت میں عموم قطعی غیر مخصوص ہے کیونکہ ناسیاً متروک التسمیہ دراصل مذکور التسمیہ میں داخل ہے۔ امام مالکؒ کا مذہب ان کی کتابوں سے تو معلوم نہیں۔ دوسروں کی کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے وہ قابل اطمینان نہیں۔ مثلاً: ہدایہ اور شرح وقایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد اور داؤد ظاہری کی طرح ان کی نزدیک بھی عامداً کی طرح ناسیاً حلال نہیں ہے۔ لیکن بیضاوی میں امام مالکؒ کو امام شافعی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور شیخ عصام نے صاحب انصاف مالکی کے حوالہ سے۔ امام مالک کی ایک روایت کا امام ابوحنیفہ کے موافق ہونا بیان کیا ہے۔ تاہم صحیح مذہب کی تعیین کتب مذہب ہی سے ہوسکتی ہے۔

لطائف آیات:.......... آیت **ان یتبعون الخ** میں چونکہ ظن سے مراد وہ ظن ہے جو کسی شرعی دلیل کی طرف مستند نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ احکام میں کشف والہام حجت نہیں۔ بالخصوص ان پر جزم کرنا بالکل باطل ہے۔ آیت **ومالکم الا تاکلوا الخ** میں **غلو فی الزهد** کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ بعض جاہل صوفی کیا کرتے ہیں۔

آیت **وذروا الخ** سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح گناہ اعضائے ظاہرہ سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قلب سے بھی بعض گناہ ہوجاتے ہیں۔

وَنَزَلَ فِی اَبِیْ جَهْلٍ وَغَیْرِهٖ **اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا** بِالْكُفْرِ **فَاَحْیَیْنٰهُ** بِالْهُدٰی **وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ** یَبْصُرُ بِهِ الْحَقَّ مِنْ غَیْرِهٖ وَهُوَ الْاِیْمَانُ **كَمَنْ مَّثَلُهٗ** مَثَلٌ زَائِدٌ اَیْ كَمَنْ هُوَ **فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ** وَهُوَ الْكَافِرُ لَا **كَذٰلِكَ** كَمَا زُیِّنَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْاِیْمَانُ **زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾** مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ **وَكَذٰلِكَ** كَمَا جَعَلْنَا فُسَّاقَ مَكَّةَ اَكَابِرَهَا **جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ؕ** بِالصَّدِّ عَنِ الْاِیْمَانِ **وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ** لِاَنَّ وَبَالَهٗ عَلَیْهِمْ **وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾** بِذٰلِكَ **وَاِذَا جَآءَتْهُمْ** اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ **اٰیَةٌ** عَلٰی صِدْقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ **قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٖ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ** مِنَ الرِّسَالَةِ وَیُوْحٰی اِلَیْنَا لِاَنَّا اَكْثَرُ مَالًا وَاَكْبَرُ سِنًّا قَالَ تَعَالٰی **اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ** بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ وَحَیْثُ مَفْعُوْلٌ بِهٖ لِفِعْلٍ دَلَّ عَلَیْهِ اَعْلَمُ اَیْ یَعْلَمُ الْمَوْضِعَ الصَّالِحَ لِوَضْعِهَا فِیْهِ فَیَضَعُهَا وَهٰؤُلَاءِ لَیْسُوْا اَهْلًا لَهَا **سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا** بِقَوْلِهِمْ ذٰلِكَ **صَغَارٌ** ذُلٌّ **عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾** اَیْ بِسَبَبِ مَكْرِهِمْ **فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ** بِاَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قَلْبِهٖ نُوْرًا فَیَنْفَسِحَ لَهٗ وَیَقْبَلَهٗ كَمَا وَرَدَ فِیْ حَدِیْثٍ **وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا** بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ عَنْ قُبُوْلِهٖ **حَرَجًا** شَدِیْدَ الضِّیْقِ بِكَسْرِ الرَّاءِ صِفَةٌ وَفَتْحِهَا مَصْدَرٌ وُصِفَ بِهٖ مُبَالَغَةً **كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ** وَفِیْ قِرَاءَةٍ یَصَّاعَدُ وَفِیْهِمَا اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الصَّادِ وَفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا **فِی السَّمَآءِ ؕ** اِذَا كُلِّفَ الْاِیْمَانَ لِشِدَّتِهٖ عَلَیْهِ **كَذٰلِكَ** الْجَعْلَ

يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ الْعَذَابَ اَوِ الشَّيْطَانَ اَیْ يُسَلِّطُهُ **عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ** ﴿۱۲۵﴾ **وَهٰذَا** الَّذِیْ اَنْتَ عَلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ **صِرَاطُ** طَرِيْقُ **رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا** لَا عِوَجَ فِيْهِ وَنَصْبُهُ عَلَى الْحَالِ الْمُؤَكِّدَةِ لِلْجُمْلَةِ وَالْعَامِلُ فِيْهَا مَعْنَى الْاِشَارَةِ **قَدْ فَصَّلْنَا** بَيَّنَّا **الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ** ﴿۱۲۶﴾ فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الذَّالِ اَیْ يَتَّعِظُوْنَ وَاخْتُصُّوْا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا **لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ** اَیِ السَّلَامَةِ وَهِیَ الْجَنَّةُ **عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** ﴿۱۲۷﴾ **وَ** اذْكُرْ **يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ** بِالنُّوْنِ وَالْيَاءِ اَیِ اللّٰهُ الْخَلْقَ **جَمِيْعًا** وَيُقَالُ لَهُمْ **يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ** بِاِغْوَائِكُمْ **وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ** الَّذِيْنَ اَطَاعُوْهُمْ **مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ** اِنْتَفَعَ الْاِنْسُ بِتَزْيِيْنِ الْجِنِّ لَهُمُ الشَّهَوٰتِ وَالْجِنُّ بِطَاعَةِ الْاِنْسِ لَهُمْ **وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا** وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ وَهٰذَا تَحَسُّرٌ مِنْهُمْ **قَالَ** تَعَالٰى لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ الْمَلٰٓئِكَةِ **النَّارُ مَثْوٰىكُمْ** مَاْوٰكُمْ **خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ** مِنَ الْاَوْقَاتِ الَّتِیْ يَخْرُجُوْنَ فِيْهَا لِشُرْبِ الْحَمِيْمِ فَاِنَّهَا خَارِجَهَا كَمَا قَالَ تَعَالٰى ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَا اِلَى الْجَحِيْمِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهُ فِیْ مَنْ عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهُمْ يُؤْمِنُوْنَ فَمَا بِمَعْنٰى مَنْ **اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ** فِیْ صُنْعِهٖ **عَلِيْمٌ** ﴿۱۲۸﴾ بِخَلْقِهٖ **وَكَذٰلِكَ** كَمَا مَتَّعْنَا عُصَاةَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ **نُوَلِّیْ** مِنَ الْوِلَايَةِ **بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا** اَیْ عَلٰى بَعْضٍ **بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ** ﴿۱۲۹﴾ مِنَ الْمَعَاصِیْ

ع ۱۵ ۸ ۲

ترجمہ:.......(یہ آیت ابوجہل اور دوسرے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے) بھلا کیا وہ آدمی کہ (کفر کی وجہ سے) مردہ تھا اور ہم نے اسے (اسلام کی بدولت) زندہ کردیا اور اس کے لئے ایک نور ٹھہرادیا کہ اس کے اجالے میں لوگوں کے درمیان چلے پھرے (نور ایمان کی بدولت حق اور ناحق کو دیکھ سکے) اس آدمی جیسا ہوسکتا ہے (لفظ مثل زائد ہے اصل عبارت کمن ھو کافی ہوسکتی ہے) جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے اور ان سے باہر نکلنے والا نہیں (مراد کافر ہے۔ یعنی دونوں برابر نہیں ہوسکتے) اسی طرح (جیسے مسلمانوں کو ایمان خوشنما معلوم ہوتا ہے) خوشنما دکھائی دیتے ہیں کافروں کی نظروں میں وہ کام جو وہ کرتے رہتے ہیں (یعنی کفر و گناہ) اور اسی طرح (جیسے آج مکہ کے رئیسوں کو ہم نے سرگرم بنادیا ہے) ہم نے ہر بستی میں اس کے بدکردار آدمیوں کے سرادر بنادیئے ہیں تاکہ وہاں مکرو فریب کے جال پھیلادیں (لوگوں کو ایمان سے روک کر) اور فی الحقیقت وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر اپنے ہی ساتھ (کیونکہ مکاری کا وبال خود ان ہی پڑے گا) لیکن (اس کا) شعور نہیں رکھتے اور جب ان (اہل مکہ) کے پاس سچائی کی کوئی نشانی آتی ہے (جو آنحضرت ﷺ کی صداقت پر دلالت کرتی ہو) تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں، جب تک ہمیں ویسی ہی بات نہ ملے جیسی اللہ کے رسولوں کو مل چکی ہے (رسالت و وحی سے ہم بھی سرفراز ہوں، کیونکہ مالدار بھی ہم زیادہ ہیں اور عمر میں بھی ہم بڑے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے) اللہ ہی بہتر جاننے والے ہیں کہ کہاں اور کس طرح اپنی پیغمبری ٹھہرائیں (لفظ رسالت جمع اور مفرد دونوں صیغوں کے ساتھ آیا ہے اور لفظ حیث ایسی فعل کا مفعول ہے جس پر لفظ اعلم دلالت کرتا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ رسالت کے مقام و محل کو خوب جانتے ہیں۔ اس

لئے وہ اسے وہیں رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اس مصرف کے نہیں) جو لوگ (اس قسم کی باتیں کر کے) جرم کے مرتکب ہوتے ہیں، عنقریب انہیں اللہ کے حضور ذلت (حقارت) نصیب ہوگی اور سخت عذاب پاداش ملے گا۔ ان مکاریوں کے سلسلہ میں جیسی کچھ وہ کرتے رہے ہیں (یعنی ان مکاریوں کے صلہ میں) پس جس کسی کو اللہ میاں چاہتے ہیں کہ راہ دکھادیں، اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں (اس کے دل میں نور ایمان ڈال دیتے ہیں جس سے اس کا دل کشادہ ہو کر ایمان قبول کر لیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے) اور جس کسی پر راہ گم کر دینی چاہتے ہیں، اس کے سینہ کو اس طرح تنگ کر دیتے ہیں (ضیق تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے۔ اسلام قبول کرنے سے دل تنگ کر دیتے ہیں) اور بھچا ہوا بنا دیتے ہیں (بہت ہی تنگ لفظ ضیق کسر را کے ساتھ صفت کا صیغہ ہے اور فتح را کے ساتھ مصدر ہے مبالغہ کے طریقہ پر لایا گیا ہے) گویا چڑھ رہا ہے (اور ایک قرأت میں یصاعد ہے دونوں قرأتوں پر اصل میں تا کا ادغام صاد میں ہو رہا ہے اور ایک اور قرأت میں سکون صاد کے ساتھ ہے) آسمان پر (جب اس سے ایمان کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس پر ایمان شاق ہونے کی وجہ سے اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے) اسی (کارروائی) کی طرح اللہ ان لوگوں پر پھٹکار ڈال دیتے ہیں (عذاب یا شیطان مسلط کر دیتے ہیں) جو ایمان نہیں لاتے اور یہی تو (جس طریقہ پر اے محمد ﷺ آپ ہیں) تمہارے پروردگار کی سیدھی راہ (راستہ) ہے جس میں قطعاً کجی نہیں ہے اور مستقیماً حال موکدہ کی بناء پر منصوب ہے اور اشارہ کے معنی اس میں عامل ہیں) بلاشبہ ہم نے کھول کھول کر بتلا دی ہیں (بیان کر دی ہیں) نشانیاں دھیان دینے والی قوم کے لئے (لفظ یذکرون میں دراصل تاء کا ادغام ذال میں ہو رہا ہے۔ یعنی یتعظون ان لوگوں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ یہی لوگ اس سے نفع اٹھانے والے ہیں) ان لوگوں کے لئے سلامتی (عافیت) کا گھر ہے (جنت) تمہارے پروردگار کے حضور اور اللہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے مددگار ہیں اور (یاد رکھو) اس دن کیا ہوگا، جب اللہ جمع فرمائیں گے (لفظ یحشر نون اور یاء کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ یعنی اللہ اپنی مخلوق کو جمع فرمائیں گے) سب کو (اور ان سے کہا جائے گا) اے جنات کی جماعت تم نے تو انسانوں میں سے بڑی تعداد اپنے ساتھ لے لی (ان کو ورغلالیا) اور انسانوں میں سے جو لوگ ان کے ساتھ رہے (جنہوں نے ان کی اطاعت کی ہے) وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں (انسانوں نے تو جنات سے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ جنات نے انسانوں کے لئے خواہشات کو خوشنما بنا دیا تھا اور جنات نے اپنا کہا انسانوں سے منوا کر فائدہ حاصل کیا) اور میعاد کی اس منزل تک ہم پہنچ گئے جو آپ نے ہمارے لئے مقرر کر دی تھی (اس سے مراد قیامت ہے اور یہ کلام بطور حسرت ہوگا) ارشاد ربانی ہوگا (فرشتوں کی زبانی ان سے خطاب ہوگا) تمہارا ٹھکانا (پناہ گاہ) آتش دوزخ ہے اور اسی میں ہمیشہ رہو گے۔ بجز ان اوقات کے جن میں اللہ انہیں نجات دینا چاہیں گے (یعنی ماسوا ان اوقات کے جن میں یہ جہنمی لوگ گرم پانی پینے کے لئے جہنم سے باہر نکالے جائیں گے۔ کیونکہ پانی کا یہ مقام جہنم سے باہر ہوگا۔ جیسا کہ دوسری آیت ثم ان مرجعھم لا الی الجحیم سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا مومن ہونا علم الٰہی میں طے ہو چکا ہے۔ پس اس صورت میں ما بمعنی من ہوگا) بلاشبہ تمہارے پروردگار بڑی حکمت والے ہیں (اپنے کام میں) اور بڑے علم رکھنے والے ہیں (اپنی مخلوق کا) اور اسی طرح (جیسے نافرمان انسان اور جنات میں ایک دوسرے سے نفع اٹھانے کا ہم نے موقعہ بہم پہنچایا ہے) بعض ظالموں کو بعض ظالموں پر مسلط کر دیں گے (لفظ نولی ولایت سے ہے اور بعضاً بتقدیر علی بعض ہے) ان کی کمائی کی وجہ سے جو وہ (بدعملیوں سے) کرتے رہے ہیں۔

تحقیق وترکیب:............ونزل. اس سے دو خاص انسان مراد ہیں یا عام مومن و کافر کی مثال ہے۔ صحیح دوسری صورت ہے۔ نیز ابوجہل کے ساتھ غیرہ سے مراد یا حضرت عمرؓ ہیں یا حمزہؓ یا عمار بن یاسرؓ یا خود آنحضرت ﷺ۔ بہر حال عموم الفاظ کا اعتبار کر کے

مثال آیت کو عام لینا چاہئے۔ مثل زائدة ۔ کیونکہ مثل صفت ہے اور ظلمات میں کفار کی ذات مستقر ہوتی ہے نہ کہ ان کی صفات۔

اکبر مجرمیھا. ہر قوم میں اس قسم کے شریر لوگوں کو بروں کی پیشوائی حاصل رہتی ہے اور اکثر کمزور لوگ نیکیوں کی طرف راغب رہتے ہیں۔ فی کل قریة مفعول ثانی ہے جعلنا کا اور اکبر مفعول اول ہے ترکیب اضافی کے ساتھ اور مفعول ثانی کی تقدیم اس لئے کی تا کہ مجرمیھا کی ضمیر راجع ہو سکے۔ یہ ترکیب عمدہ ہے لیکن جلال محقق کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجرمیھا کو مفعول اول اور اکبر کو مفعول ثانی قرار دے رہے ہیں۔

حیث. یہ مفعول بہ ہے۔ ظرف مکان اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اللہ کا علم زمان ومکان کی قیود وگرفت سے بالا ہے۔ اگر چہ ابوحیان ظاہر کے مطابق اس کو ظرف پر برقرار رکھتے ہیں اور علم کی تضمین ایسے معنی کے ساتھ کرتے ہیں جو ظرف کی طرف متعدی ہو جائیں۔ ای اللّٰہ انفذ علماً حیث یجعل ای ھو نافذ العلم فی ھذا الموضع۔

صغار بروزن سحاب. مصدر صغر بروزن تعب ہے، لیکن صغر جو ضد کبر ہے اس کے متعلق صغر فھو صغیر بولتے ہیں۔

یشرح صدرہ. حدیث میں ارشاد ہے۔ نور یقذفہ اللّٰہ فی قلب المومن فینشرح لہ وینفتح ۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ شرح صدر کے اس مرتبہ کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا آخرت کی طرف رغبت، دنیا سے اعراض اور وقت سے پہلے موت کی تیاری۔ ضیقاً حرجاً اول عام اور ثانی خاص ہے۔ چنانچہ ہر حرج کو ضیق کہا جائے گا۔ بدون العکس حرج بکسر الراء صفت یعنی اسم فاعل مشتق ہے اور بالفتح مصدر ہے غیر مشتق۔ اس صورت میں مبالغہ سے مقصد تشبیہ یا امتناع ہوگا کہ جیسے آسمان پر چڑھنا عادۃً ممتنع۔ اسی طرح ان کا ایمان قبول کرنا بھی ممکن نہیں اور یا منشاء صرف بعد عن الحق ہوگا۔

رجس. ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی شیطان کے ہیں۔ یعنی اللہ شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور کلبی اس کے معنی گناہ کے لیتے ہیں اور مجاہدؒ کی رائے ہے کہ جس چیز میں کوئی بھلائی نہ ہو اور عطا رجس کے معنی عذاب کے لیتے ہیں رجز کی طرح اور بعض نے رجس کے معنی نجس کے لئے ہیں۔ اگر رجس سے مراد اول تفسیر یعنی عذاب ہو تو یجعل کے معنی یلقی اور یصیب کے ہوں گے اور دوسری تفسیر یعنی شیطان کے معنی ہوں تو مفسر علامؒ یجعل کے معنی یسلط کر رہے ہیں۔

صراط. اس میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہے۔

معنی الاشارة . بہتر یہ تھا کہ اسم اشارہ کو عامل کہنا چاہئے تھا۔ ای اشیر. یامعشر الجن. یہ خطاب موقف میں جمع ہونے کے بعد ہوگا۔ معشر کی جمع معاشر اور جن سے مراد شیاطین ہیں۔ استمتع بعضنا. انسانوں کا جنات سے استمتاع تو بقول کلبی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب کسی وادی میں اترتے تو ان جملوں سے استعاذہ کیا کرتے۔ اعوذ بسید ھذا الوادی من شر سفھا وقومہ اور جنات کا انسانوں سے استمتاع یہ تھا کہ انسانوں کے اس طرح ان کے آگے سرنگوں ہو جانے سے وہ اور زیادہ سرگرداں ہو جاتے اور بعض نے اول کی تشریح میں جنات کی طرف سے سحر وکہانت اور طرح طرح کی ٹوٹکہ بازیوں کو اور دوسرے کی تشریح میں انسانوں کا جنات کی اطاعت کرنا بیان کیا ہے۔

ماشاء اللّٰہ علامہ سیوطیؒ یہ تفسیر شیخ محلی کے اتباع میں کر رہے ہیں جو انہوں نے سورہ صافات میں اختیار کی ہے۔ حالانکہ ظاہر آیت یریدون ان یخرجوا من النار وما ھم بخارجین کے یہ تفسیر منافی ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سے استثنائی وقت

سے مراد طبقہ ناریہ سے طبقہ زمہریہ کی طرف مرجع وتبدیلی لی جائے اور یا اوقات محاسبہ کو مستثنیٰ کیا جائے اور یا پھر بقول ابن عباسؓ مــــا بمعنی من لے کر مومنین کا استثناء مراد لیا جائے۔ تفسیر کبیر میں یہ تینوں توجیہیں کی گئی ہیں۔

نولی . ولایۃ بفتح الواؤ بمعنی دوستی اور نصرت سے ہے اور بکسر الواؤ بمعنی تسلط اور غلبہ ہے۔ علی بعض کے لفظ سے جلال محققؒ نے دوسرے معنی کی طرف اشارہ کردیا۔

ربط آیات:............پچھلی آیات کی طرح آیت اومن کــان الخ سے بھی حق کی تصدیق وتکذیب کرنے والوں کا فرق بتلانا ہے اور پھر آیت ویوم یحشرھم الخ سے اہل حق اور اہل باطل کی جزاء وسزا کا وقت اور اس کی بعض کیفیات ومتعلقات بیان کرتے ہیں۔

شانِ نزول:............ایک دفعہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ پر کچھ نجاست پھینک دی جس کی اطلاع حضرت حمزہؓ کو ہوئی وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور تیر کمان سنبھالے شکار سے واپس چلے آ رہے تھے۔ سن کر برافروختہ ہوئے اور اسی برہمی کی حالت میں ابوجہل پر برس پڑے۔ پھر تو ابوجہل لگا خوشامد کرنے اور لگا گگھیا کر کہنے لگا یا ابا یعلی الا تری ماجاء بہ سفہ عقولنا وسب الھتنا وخالف اباء نا۔ حمزہؓ نے جواب دیا تم سے زیادہ سفیہ اور کون ہوسکتا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کی پوجا کرتے ہو۔ یہ فرما کر حضرت حمزہؓ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اس پر آیات اومن کان الخ نازل ہوئیں۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ نے جب یہ کہا کہ نبوت اگر کوئی حق بات ہے تو لکنت انا احق بھا فانی اکثر منہ مالاً وولداً وسناً۔ اس پر آیت واذا جاء تھم الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:............ان آیات میں ایمان وکفر کی مثال بیان کی جارہی ہے کہ ایمان زندگی ہے اور علم وبصیرت کی روشنی ہے۔ کفر موت ہے اور اوہام وظنون کی تاریکی۔ پس کیا وہ آدمی جس کے سامنے روشنی ہو اس جیسا ہوسکتا ہے جس کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی ہو۔ پس مومن جس کے تمام عقائد واعمال علم ویقین پر مبنی ہوں۔ اس کے لئے کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ کفر وشرک کے اوہام وخرافات کا اثر قبول کرے۔

شوریدہ سر لوگوں کی اہل حق سے دشمنی:............جب کسی آبادی میں کوئی داعی حق کھڑا ہوتا ہے تو وہاں کے سردار اور شورہ پشت لوگ محسوس کرتے ہیں کہ اگر دعوت حق کامیاب ہوگئی تو ان کے ظالمانہ اختیارات کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اس لئے انہیں ایک طرح کی ذاتی دشمنی اور کدورت ہوجاتی ہے اور وہ طرح طرح کی مکاریاں کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگ دعوت حق قبول نہ کرسکیں۔ چنانچہ سرداران مکہ کی منجملہ مکاریوں کے ایک مکاری یہ تھی کہ معجزات دکھانے کو کہتے۔ حالانکہ بار بار ان کو اس حیلہ سے روک گیا۔ دراصل جب کسی آدمی کی مت ماری جاتی ہے اور اس کی سمجھ ٹیڑھی ہوجاتی ہے تو گمراہی میں اس کو اس قدر جماؤ ہوجاتا ہے کہ وہ کتنا ہی سوچے، سیدھی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس شخص کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے جیسے کوئی بلندی پر چڑھنا چاہے مگر اس کا دم پھول جائے تو وہ کتنی ہی چڑھنے کی کوشش کرے لیکن اس کے قدم نہیں اٹھتے۔

لیکن خدا کے ٹھہرائے ہوئے قانون سعادت وشقاوت کے مطابق جس کسی کو راہ ملنے والی ہوتی ہے اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔

لطائف آیات:............ آیت اومن کان الخ میں طریق حق کی معرفت کو نور فرمانے سے معلوم ہوا کہ مشائخ کی زبانوں پر یہ لفظ بے اصل مروج نہیں ہے اور آیت الله اعلم سے معلوم ہوا کہ فیضان کے لئے استعداد شرط عادی ہے۔ آیت فمن یرد الله الخ میں قبض وبسط عقلی کا اثبات ہے اور یہی دونوں حالتیں سلوک کی اصل ہیں اور قبض وبسط طبعی تو غیر معتد بہ ہوتے ہیں۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ اَیْ مِنْ مَجْمُوْعِکُمُ الصَّادِقِ بِالْاِنْسِ اَوْرُسُلُ الْجِنِّ نُذُرُهُمُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ کَلَامَ الرُّسُلِ فَیُبَلِّغُوْنَ قَوْمَهُمْ **یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا** اَنْ قَدْ بَلَّغَنَا قَالَ تَعَالٰی **وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا** فَلَمْ یُؤْمِنُوْا **وَشَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ** اَیْ اِرْسَالَ الرُّسُلِ **اَنْ** اللَّامُ مُقَدَّرَةٌ وَهِیَ مُخَفَّفَةٌ اَیْ لِاَنَّهٗ **لَّمْ یَکُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ** مِنْهَا **وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾** لَمْ یُرْسَلْ اِلَیْهِمْ رَسُوْلٌ یُبَیِّنُ لَهُمْ **وَلِکُلٍّ** مِنَ الْعَامِلِیْنَ **دَرَجٰتٌ** جَزَاءٌ **مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ** مِنْ خَیْرٍ وَشَرٍّ **وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾** بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ **وَرَبُّكَ الْغَنِیُّ** عَنْ خَلْقِهٖ وَعِبَادَتِهِمْ **ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ** یَا اَهْلَ مَکَّةَ بِالْاِهْلَاكِ **وَیَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِکُمْ مَّا یَشَآءُ** مِنَ الْخَلْقِ **کَمَآ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۳﴾** اَذْهَبَهُمْ وَلٰکِنَّهٗ تَعَالٰی اَبْقَاکُمْ رَحْمَةً لَکُمْ **اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ** مِنَ السَّاعَةِ وَالْعَذَابِ **لَاٰتٍ** لَامُحَالَةَ **وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۱۳۴﴾** فَائِتِیْنَ عَذَابَنَا **قُلْ** لَهُمْ **یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ** حَالَتِکُمْ **اِنِّیْ عَامِلٌ** عَلٰی حَالَتِیْ **فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ** مَوْصُوْلَةٌ مَفْعُوْلُ الْعِلْمِ **تَکُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ** اَیِ الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُوْدَةُ فِی الدَّارِ الْاٰخِرَةِ اَنَحْنُ اَمْ اَنْتُمْ **اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ** یَسْعَدُ **الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾** اَلْکَافِرُوْنَ **وَجَعَلُوْا** اَیْ کُفَّارُ مَکَّةَ **لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ** خَلَقَ **مِنَ الْحَرْثِ** الزَّرْعِ **وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا** یَصْرِفُوْنَهٗ اِلَی الضِّیْفَانِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَلِشُرَکَائِهِمْ نَصِیْبًا یَصْرِفُوْنَهٗ اِلٰی سَدَنَتِهَا **فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ** بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ **وَهٰذَا لِشُرَکَآئِنَا ۚ** فَکَانُوْا اِذَا سَقَطَ فِیْ نَصِیْبِ اللّٰهِ شَیْءٌ مِنْ نَصِیْبِهَا اِلْتَقَطُوْهُ اَوْ فِیْ نَصِیْبِهَا شَیْءٌ مِنْ نَصِیْبِهٖ تَرَکُوْهُ وَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْ هٰذَا کَمَا قَالَ تَعَالٰی **فَمَا کَانَ لِشُرَکَآئِهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰهِ ۚ** اَیْ لِجِهَتِهٖ **وَمَا کَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِهِمْ ؕ سَآءَ** بِئْسَ **مَا یَحْکُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾** حُکْمُهُمْ هٰذَا **وَکَذٰلِكَ** کَمَا زَیَّنَ لَهُمْ مَاذُکِرَ **زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ** بِالْوَادِ **شُرَکَآؤُهُمْ** مِنَ الْجِنِّ بِالرَّفْعِ فَاعِلُ زَیَّنَ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِبِنَائِهٖ لِلْمَفْعُوْلِ وَرَفْعِ قَتْلَ وَنَصْبِ الْاَوْلَادِبِهٖ وَجَرِّ شُرَکَائِهِمْ بِاِضَافَتِهٖ وَفِیْهِ الْفَصْلُ بَیْنَ الْمُضَافِ

وَالْمُضَافِ اِلَیْهِ بِالْمَفْعُوْلِ وَلَا یَضُرُّ بِاِضَافَةِ الْقَتْلِ اِلَی الشُّرَکَاءِ لِاَمْرِهِمْ بِهٖ **لِیُرْدُوْهُمْ** یُهْلِکُوْهُمْ **وَلِیَلْبِسُوْا** یَخْلِطُوْا **عَلَیْهِمْ دِیْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَافَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ** حَرَامٌ **لَّا یَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ** مِنْ خِدْمَةِ الْاَوْثَانِ وَغَیْرِهِمْ **بِزَعْمِهِمْ** اَیْ لَاحُجَّةَ لَهُمْ فِیْهِ **وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا** فَلَا تُرْکَبُ کَالسَّوَائِبِ وَالْحَوَامِیْ **وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْکُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا** عِنْدَ ذَبْحِهَا بَلْ یَذْکُرُوْنَ اِسْمَ اَصْنَامِهِمْ وَنَسَبُوْا ذٰلِكَ اِلَی اللّٰهِ **افْتِرَآءً عَلَیْهِ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾** عَلَیْهِ **وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ** الْمُحَرَّمَةِ وَهُوَ السَّوَائِبُ وَالْبَحَائِرُ **خَالِصَةٌ** حَلَالٌ **لِّذُکُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزْوَاجِنَا ۚ** اَیِ النِّسَاءِ **وَاِنْ یَّکُنْ مَّیْتَةً** بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ مَعَ تَانِیْثِ الْفِعْلِ وَتَذْکِیْرِهٖ **فَهُمْ فِیْهِ شُرَکَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ** اللّٰهُ **وَصْفَهُمْ ؕ** ذٰلِكَ بِالتَّحْلِیْلِ وَالتَّحْرِیْمِ اَیْ جَزَاءَهٗ **اِنَّهٗ حَکِیْمٌ** فِیْ صُنْعِهٖ **عَلِیْمٌ ﴿۱۳۹﴾** بِخَلْقِهٖ **قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا** بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ **اَوْلَادَهُمْ** بِالْوَادِ **سَفَهًا ۢ** جَهْلًا **بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ** مِمَّا ذُکِرَ **افْتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۴۰﴾**

ترجمہ:............اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس ہمارے پیغمبر جو تم ہی میں سے تھے نہیں آئے تھے؟ (یعنی تمہارے مجموعہ میں سے جو صرف انسانوں کی صورت میں صادق آئیں یا جنات کے رسول سے مراد وہ ڈرانے والے ہیں جنہوں نے انبیاء کا کلام سن کر اپنی قوم میں تبلیغ کی) انہوں نے ہماری آیتیں تمہیں نہیں سنائی تھیں؟ اور آج کے دن سے جو تمہیں پیش آیا ہے نہیں ڈرایا تھا؟ وہ عرض کریں گے ہم اپنے اوپر آپ گواہی دیتے ہیں (کہ انہوں نے ہمیں سب کچھ پہنچایا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) فی الحقیقت دنیا کی زندگی نے انہیں فریب میں ڈال دیا تھا (اسی لئے وہ ایمان نہیں لاسکے) اور اب وہ خود ہی اپنے خلاف گواہ ہوگئے کہ وہ کافر تھے، یہ (پیغمبروں کو بھیجنا) اس لئے ہوا کہ (ان سے پہلے لام مقدر ہے اور یہ ان مخففہ ہے اصل میں لا نہ تھا) تمہارے پروردگار کا یہ ڈھنگ نہیں کہ وہ بستیوں کو ہلاک کردیں (ان کی) ناانصافی کی وجہ سے ایسی حالت میں کہ وہاں کے رہنے والے بے خبر ہوں (ان کو بتلانے والا کوئی رسول بھی ان کے پاس نہ بھیجا جائے) اور ہر ایک کے لئے (عمل کرنے والوں میں سے) درجے ہیں، ان کے (اچھے برے) عمل کے مطابق (بدلہ) اور تمہارے پروردگار غافل نہیں ہیں، جیسے کچھ ان کے کارنامے ہیں (یاء اور تاء کے ساتھ دونوں طرح لفظ یعلمون ہے) اور تمہارے پروردگار بے نیاز ہیں (اپنی تمام مخلوق اور ان کی بندگی سے) رحمت والے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو تمہیں بتادیں (اے مکہ کے باشندو! تمہیں ہلاک فرمادیں) اور تمہارے بعد جس کو چاہیں (مخلوق میں سے) تمہارا جانشین بنادیں۔ جس طرح ایک دوسرے گروہ کی نسل سے تمہیں اٹھا کر کھڑا کیا ہے (انہیں اٹھالیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت سے باقی رہنے دیا ہے) جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (قیامت اور عذاب کے متعلق) وہ یقیناً (ضرور) آنے والی ہے اور تمہارے بس میں نہیں کہ مجبور کرسکو (کہ ہمارے عذاب سے بچ نکلو) کہیے آپ (ان لوگوں سے) اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ (اپنی حالت پر) پر بھی (اپنے حال پر) کام کررہا ہوں۔ عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کس کا (من موصولہ اور علم کا مفعول ہے) انجام آخر کار بخیر ہے (یعنی آخرت میں بہترین نتیجہ ہمارے ہاتھ آتا ہے یا تمہارے ساتھ رہتا ہے) ظلم کرنے والے (کافر یقیناً کبھی کامیاب (فلاح یاب) ہونے والے نہیں ہیں اور

ٹھہرا لیتے ہیں (کفار مکہ) اللہ کے لئے جو کچھ اللہ نے پیدا فرمایا ہے (تخلیق کیا ہے) کھیتی (باڑی) اور مویشی میں سے ایک حصہ (جس کو یہ لوگ مہمانوں اور مسکینوں پر صرف کرتے ہیں اور ایک حصہ شرکاء کے لئے مخصوص رکھتے ہیں۔ جس کو وہاں کے مجاوروں پر صرف کرتے ہیں) اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لئے ہے، اپنے گمان کے مطابق (زعم فتح زا وضمہ زا کے ساتھ ہے) اور یہ ان کے لئے جنہیں ہم نے اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے (چنانچہ شرکاء کے حصہ میں سے اگر کچھ ریزہ اللہ کے حصہ میں شامل ہو جاتا ہے تو اسے فوراً اٹھا لیتے ہیں اور ہٹا دیتے ہیں۔ لیکن اگر اللہ میاں کے حصہ میں سے کچھ ان شرکاء کے حصہ میں جا ملتا ہے تو اسے علی حالہ شامل رہنے دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اللہ میاں کو کیا ضرورت۔ چنانچہ اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں) پس جو کچھ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لئے وہ تو اللہ کی طرف پہنچتا نہیں (یعنی اللہ کی ڈھیری میں نہیں لگاتے) لیکن جو کچھ اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے کیا ہی برا (بے جا) فیصلہ ہے جو یہ لوگ (اس قسم کا فیصلہ) کر رہے ہیں اور اسی طرح (جیسے مذکورہ باتوں کو ان کے لئے آراستہ کر دیا ہے) خوشنما کر دکھایا ہے۔ بہت سے مشرکین کی نظروں میں قتل اولاد کو ان کے شرکاء نے (جو جناتی ہیں۔ لفظ شرکاء رفع کے ساتھ زیـــن کا فاعل ہے اور ایک قرأت میں مفعول ہے اور اس کی وجہ سے قتل مرفوع اور اولاد منصوب ہے اور لفظ قتل کے لفظ شـرکاء کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے شرکاء مجرور ہے۔ اس صورت میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مفعول کا فاصلہ ہو جائے گا اور چونکہ قتل اولاد شرکاء کے حکم سے کرتے تھے، اس لئے شرکاء کی طرف قتل کی اضافت میں کوئی اشکال نہیں ہے) تاکہ انہیں تباہ (ہلاک) کر دیں اور مشتبہ (گڈمڈ) کر دیں ان پر ان کی دینی راہ۔ اگر اللہ میاں چاہتے تو وہ یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم انہیں اور ان کی افتراء پردازیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور کہتے ہیں یہ چوپائے اور کھیت ممنوع (حرام) ہیں۔ انہیں اس آدمی کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا۔ جسے ہم کھلانا چاہیں۔ بتوں کے مجاور وغیرہ لوگ) محض اپنے خیال کے مطابق (یعنی ان کا یہ خیال کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے) اور کچھ جانور ہیں کہ ان کی پیٹھ حرام ہے (کہ اس پر سوار نہیں ہو سکتے جیسے سائبہ اور حامی جانور) اور کچھ جانور ایسے ہیں کہ ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے (ان کے ذبح کے وقت۔ بلکہ بتوں کا نام اس وقت جپا جاتا ہے اور پھر ان کی نسبت اللہ کی طرف کر دیتے ہیں) اللہ پر افتراء کر کے انہوں نے یہ طریقہ نکال لیا ہے۔ جیسی کچھ یہ افتراء پردازیاں کرتے رہتے ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں (اس کی) سزا دیں اور کہتے ہیں ان چار پایوں کے پیٹ میں سے جو بچہ زندہ نکلے (حرام چوپائے سائبہ اور بحیرہ مراد ہیں) وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے (حلال) ہے اور ہماری بیبیوں (عورتوں) کے لئے حرام رہیں گے اور اگر بچہ مردہ ہو (لفظ میتـہ رفع ونصب کے ساتھ ہے اور فعل مؤنث ومذکر دونوں طرح) تو پھر اس میں مرد وعورت سب شریک ہیں۔ عنقریب (اللہ) ان کو ان کی اس (تحلیل وتحریم کے بارے میں) غلط بیانی کی سزا (بدلہ) دیں گے۔ بلاشبہ وہ اپنی صفت میں) بڑی حکمت والے اور (اپنی مخلوق سے) پوری طرح باخبر ہیں۔ یقیناً وہ لوگ تباہ وبرباد ہوئے جنہوں نے قتل کر دیا (لفظ قتلوا تخفیف وتشدید کے ساتھ دونوں طرح ہے) اپنی اولاد کو (زندہ درگور کر کے) حماقت (بیوقوفی) سے اور بغیر کسی سند کے اور جو کچھ اللہ نے ان کے لئے (مذکورہ) روزی پیدا کی ہے اسے اللہ پر افتراء کر کے حرام ٹھہرا لیا ہے۔ بلاشبہ وہ گمراہ ہوئے اور سیدھی راہ پر چلنے والے نہ تھے۔

تحقیق وترکیب: .... **یامعشر الجن** ضحاک کی رائے یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں انسانی انبیاء آئے اسی طرح جنات میں بھی جناتی نبی آئے، جیسا کہ نص سے معلوم ہوتا ہے، مگر دوسروں کی رائے یہ ہے کہ انبیاء صرف انسان ہوئے اور خطاب مجموعہ کے لحاظ سے ہوگا۔ جیسا کہ **یخرج منھما اللؤلؤ** میں ضمیر تثنیہ مجموعی لحاظ سے ہے۔ حالانکہ موتی مونگے صرف سمندر شور سے برآمد ہوتے ہیں اور یا انسانی انبیاء کے جو قاصد ہوئے ہیں ان ہی کو رسل جن کہا گیا ہے جلال مفسرؒ کی دونوں توجیہات کا حاصل یہی ہے۔

وشھدوا پہلی شہادت تبلیغ رسالت کے بارے میں ہے اور دوسری اپنے کفر پر۔ اسی لئے شہادت کا لفظ مکرر لایا گیا ہے اور

چونکہ آخرت میں مختلف احوال پیش آئیں گے۔ اس لئے ایک وقت میں کفر کا یہ اقرار دوسری وقت کے انکار واللّٰہ ربنا ماکنا مشرکین کے منافی نہیں ہے۔ ذٰلک۔ یہ مبتداء ہے اور ان لم یکن بتقدیر لانہ لم یکن بحذف اللام خبر ہے من الساعۃ یہ ما کا بیان ہے اور ان کا اسم ہے اور لات خبر ہے علی مکانتکم کو کلام عرب میں جب کسی کو ٹھہرانے کے لئے کہا جاتا ہے تو علی مکانتک یا فلان کہتے ہیں۔ مکانۃ اور مکان۔ مقامہ اور مقام کی طرح یکساں ہے۔

سدنتھا۔ یہ جمع ہے سادن کی۔ خادم کعبہ یا بت خانہ بالو الڑکیوں کو فقر اور عار کے اندیشہ سے زندہ دفن کرنے کی رسم تھی۔ جیسا کہ کسی زمانہ میں ہندوستان کے راجپوتوں میں بھی یہی رسم بد تھی۔ زین۔ ابن عامر کی قرأت میں یہ لفظ مجہول ہے اور قتل مرفوع اور اولاد منصوب اور شرکاء مجرور ہوگا۔ ای زین لکثیر من المشرکین قتل شرکاء ھم اولادھم لیکن اس صورت میں قتل مضاف اور شرکاء مضاف الیہ کے درمیان مفعول یعنی اولاد کا فاصلہ ہو رہا ہے۔ جس کو ضرورت شعری کے باوجود اشعار میں بھی مکروہ سمجھا گیا ہے۔ چہ جائیکہ قرآن کریم۔ مگر خطیب یہ کہتے ہیں کہ روایت متواترہ صحیحہ کی موجودگی میں اس قسم کا شبہ مناسب نہیں ہے۔ دوسرے قراء کے نزدیک زین معروف ہے اور قتل مفتوح اور اولاد مجرور اور شرکاء مرفوع ہے۔

باضافتہ۔ یعنی قتل کی اضافت شرکاء کی طرف ہے اور شرکاء آمر ہونے کی وجہ سے فاعل مجازی ہیں چونکہ علامہ زمخشریؒ مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ضعیف مانتے ہیں اور ضروریات شعری میں شمار کرتے ہیں۔ اس لئے جلال محققؒ ولا یضرہ کہہ کر ان پر رد کر رہے ہیں اور بعض حضرات مصدر کی اضافت معمول کی طرف اضافت لفظی مانتے ہیں اور ان میں فصل بھی جائز ہے۔ ولو شاء اللّٰہ اس سے معلوم ہوا کہ کل کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے۔

حجر۔ فعل بمعنی مفعول ہے۔ جیسے ذبح بمعنی مذبوح۔ واحد اور کثیر برابر ہیں۔ من نشاء صرف مردان خدا کو اجازت تھی عورتیں نہیں کھا سکتی تھیں۔ خلصۃ یہ ماَ کی خبر ہے بلحاظ معنی کے اور محرم خبر ہے خالصۃ کی بلحاظ لفظ کے۔ اس صورتیں خالصۃ میں تاء تانیث ہوگی۔ لیکن جلال محققؒ نے لفظ حلال نکال کر اشارہ کر دیا ہے کہ تنقل من الوصفیۃ الی العلمیۃ کے لئے ہے یا مبالغہ کے لئے جیسے علامۃ نسابۃ۔ لیکن ابن عباسؓ، شعبیؒ، قتادہؒ اس تا کو تاکید کے لئے مانتے ہیں۔ جیسے خاصۃ عامۃ۔ قد خسر۔ دنیاوی خسارہ تو ظاہر ہے کہ قتل اولاد سے اپنی طاقت عددی اور عددی دونوں کم ہوئیں اور اخروی عذاب رہا الگ، اور اس کی سفاہت و جہالت اس لئے کہا کہ یہ خود کو رازق سمجھ کر افلاس کے اندیشہ سے ایسا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا اور اولاد کا رازق اللہ ہے۔

ربط آیات: .... آیت یا معشر الجن الخ کا وہی تعلق ہے جو ماقبل کی آیات میں ربط مذکور رہا۔ کفار و مشرکین کی اعتقادی جہالتوں کے بعد آیت وجعلوا للّٰہ الخ میں ان کی بعض عملی جہالتوں کا بیان ہے۔ جن کا منشاء وہی اعتقادی فساد ہے۔

﴿تشریح﴾: .... **انسان اور جنات کی ہدایت کے لئے سلسلہ انبیاء:** .... انسان اور جنات دونوں میں اگر انبیاء کا الگ الگ سلسلہ قائم رہا ہے تب تو منکم کی قید اس لئے لگائی کہ باہمی مناسبت اور ہم جنس ہونی کی وجہ سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو لیکن اگر انسانوں ہی کے رسولوں کا اتباع ان پر بھی فرض کیا گیا ہو تو پھر منکم انسان اور جنات کے لحاظ سے الگ الگ نہیں ہوگا بلکہ مجموعہ کے لحاظ سے ہوگا۔ رہا یہ کہ انسانی رسولوں سے پھر جنات کو کیا مناسبت اور اکتساب فیض کی کیا صورت ہوگی؟ کہا جائے گا کہ انسان کی جامعیت واکملیت اس مشکل کا حل ہے۔ باقی اس پر دوسرے انبیاء کی عموم بعثت کے اشکال کا جواب آیت آل عمران لقد من اللّٰہ الخ کے تحت گزر چکا ہے۔ نیز دیسی بھی یہاں توحید کا بیان ہے جو تمام انبیاء کا دعوتی اصول مشترک ہے اور اس کا

اتباع بھی سب پر لازم ہے اور بعثت کے عموم وخصوص کا فرق تو بلحاظ غیر اصول ہوتا ہے۔

رہا یہ شبہ کہ بالکل ہی احکام کا پابند نہ کیا جاتا۔ اس میں زیادہ رحمت اور سہولت تھی؟ تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں جس قدر فساد ہوتا اس کے انسداد کی پھر کوئی صورت نہ تھی جو یقیناً منافی رحمت ہے۔

کفار کی دس برائیوں کا ذکر: .... آیت وجعلوا الخ میں منجملہ ان کی غلط رسموں اور بے جا رواج مندرجہ ذیل کے دس برائیوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱:............ غلہ اور پھلوں کی پیداوار کے دو حصے کر لیتے تھے۔ اللہ کے حصہ میں سے اگر کچھ بتوں کے حصہ میں جا ملتا تو اسے یہ کہہ کر ملا رہنے دیتے کہ "اللہ تو بے نیاز ہے" لیکن اگر بتوں کے حصہ میں سے کچھ ریزہ اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں پڑ جاتا تو اسے فوراً ہٹا دیتے۔ ظاہر ہے کہ یہ تقسیم کس درجہ بے جا تھی۔ ہونا تو اس کے برعکس چاہئے تھے۔

۲:............ بحیرہ، سائبہ جانوروں کو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھ کر بتوں کے نامزد کرتے تھے۔ گویا (نام اللہ کا ہو اور بندگی پوجا پاٹ بتوں کی۔)

۳:............ دختر کشی جیسی بے رحمانہ اور سفاکانہ رسم کو اپنی بہادری سمجھتے تھے۔

۴:............ جو کھیت بتوں کے نامزد ہوتے، ان کا اصل مصرف مردوں کو سمجھتے۔ لیکن عورتیں مصرف نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ یوں کوئی کچھ ان کے ہاتھ میں اگر رکھ دے تو وہ دوسری بات ہے۔ وہ مردوں کے رحم وکرم کا صدقہ ہوتا۔

۵:............ مویشی جانوروں کے بارے میں بھی ان کا یہی طرز عمل اور رویہ تھا۔

۶............ بتوں کے نامزد مخصوص جانوروں پر سواری اور بار برداری کو ناجائز سمجھتے تھے۔

۷............ مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ نہ سواری کے وقت نہ ذبح کے وقت اور نہ دودھ دوہتے وقت۔

۸............ بحیرہ، سائبہ جانوروں کے ذبح کرنے میں جو بچہ ان کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوتا تو اس کو ذبح کر کے صرف مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے اور مردہ ہوتا تو مال مشترک سمجھتے۔

۹............ مخصوص جانوروں کا دودھ بھی مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے۔

۱۰............ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی جانور جس کی تفصیل ساتویں پارہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ ان کی دائمی تحریک کے قائل تھے۔

ان آیات میں ان ہی نامعقول اور حماقت آمیز بندھنوں کی تردید ہے۔ آج کل غالی قسم کے مبتدعین میں بھی کچھ اسی قسم کی حرکات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ افسوس صد افسوس!

جانور ذبح کرنے کے بعد اگر پیٹ سے بچہ زندہ نکل آئے تو بالاتفاق ذبح کے بعد حلال ہو جاتا ہے لیکن بچہ اگر مردہ نکلے تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک زکوٰۃ الام زکوٰۃ لہ کی رو سے مردہ بچہ کا کھانا بھی روا ہے۔ لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس آیت سے استدلال کا حاصل یہ ہوگا کہ زندہ اور مردہ بچہ کے بارے میں جو مردوں اور عورتوں کے لحاظ سے زمانہ جاہلیت میں لوگ تفریق کرتے تھے۔ حق تعالیٰ اس کو ناپسند کر رہے ہیں کہ زندہ بچہ صرف مردوں کے لئے اور مردہ بچہ مرد وعورت دونوں کے لئے حلال کیسے ہے؟

بہرحال یہ ناراضی ان دونوں باتوں کی وجہ سے ہو سکتی ہے یا صرف اول وجہ سے یا صرف دوسری وجہ سے؟ لیکن تیسری شق کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اس لئے پہلی دو صورتیں رہ جاتی ہیں۔ ان میں سے امام شافعیؒ دوسری صورت کے قائل ہیں۔ یعنی زندہ بچہ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان تفریق کرنا باطل ہے بلکہ زندہ بچہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے حلال ہے۔ امام اعظمؒ پہلے احتمال کی

طرف مائل ہیں۔ یعنی جس طرح زندہ بچہ کے بارے میں ان کی تفریق باطل ہے ایسے ہی مردہ بچہ میں ان کی تعمیم باطل ہے یا تو اس لئے کہ مردہ بچہ میں بھی مرد وعورت کے مابین تفریق جاری ہے اور یا اس لئے کہ یہ صورت تمہاری بیان کردہ کی ضد ہے۔ یعنی سب کے لئے حرام ہے۔ اول صورت کا چونکہ کوئی قائل نہیں ہے اس لئے دوسری شق متعین ہے جو امام صاحب کی رائے ہے کہ مردہ بچہ سب کے لئے حرام ہے اور مقتضی احتیاط بھی یہی ہے کہ مذبوحہ جانور کے مردہ بچہ کو حرام کہا جائے۔

لطائف آیات:............آیت وربك الغنی الخ کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی مصالح سے بھی بے پرواہ ہیں اور ان کو نظر انداز فرما دیتے ہیں۔ آیت وجعلوا اللّٰہ الخ میں غالی مبتدعین بھی اس قسم کی جن خرافات میں مبتلا ہیں ان کی تردید ہے۔

وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَ خَلَقَ **جَنّٰتٍ** بَسَاتِیْنَ **مَّعْرُوْشٰتٍ** مَبْسُوْطَاتٍ عَلَى الْاَرْضِ كَالْبِطِّیْخِ **وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ** بِاَنْ اِرْتَفَعَتْ عَلٰی سَاقٍ كَالنَّخْلِ **وَّ** اَنْشَاَ **النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ** ثَمَرُهٗ وَحَبُّهٗ فِی الْهَیْئَةِ وَالطَّعْمِ **وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا** وَرَقُهُمَا **وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ** طَعْمُهُمَا **كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ** قَبْلَ النُّضْجِ **وَاٰتُوْا حَقَّهٗ** زَكٰوتَهٗ **یَوْمَ حَصَادِهٖ** بِالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ مِنَ الْعُشْرِ اَوْ نِصْفِهٖ **وَلَا تُسْرِفُوْا** بِاِعْطَاءِ كُلِّهٖ فَلَا یَبْقٰی لِعِیَالِكُمْ شَیْءٌ **اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾** الْمُتَجَاوِزِیْنَ مَاحُدَّ لَهُمْ وَاَنْشَاَ **مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً** صَالِحَةً لِلْحَمْلِ عَلَیْهَا كَالْاِبِلِ الْكِبَارِ **وَّفَرْشًا** لَاتَصْلُحُ لَهٗ كَالْاِبِلِ الصِّغَارِ وَالْغَنَمِ سُمِّیَتْ فَرْشًا لِاَنَّهَا كَالْفَرْشِ الْاَرْضِ لِدُنُوِّهَا مِنْهَا **كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ** طَرَائِقَهٗ فِی التَّحْلِیْلِ وَالتَّحْرِیْمِ **اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾** بَیِّنُ الْعَدَاوَةِ **ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ** اَصْنَافٍ بَدَلٌ مِنْ حَمُوْلَةٍ وَفَرْشًا **مِنَ الضَّاْنِ** زَوْجَیْنِ **اثْنَیْنِ** ذَكَرًا وَّاُنْثٰی **وَمِنَ الْمَعْزِ** بِالْفَتْحِ وَالسُّكُوْنِ **اثْنَیْنِ قُلْ** یَا مُحَمَّدُ لِمَنْ حَرَّمَ ذُكُوْرَ الْاَنْعَامِ تَارَةً وَاِنَاثَهَا اُخْرٰی وَنَسَبَ ذٰلِكَ اِلَی اللّٰهِ **ءٰٓالذَّكَرَیْنِ** مِنَ الضَّاْنِ وَالْمَعْزِ **حَرَّمَ** اللّٰهُ عَلَیْكُمْ **اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ** مِنْهُمَا **اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ** ذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰی **نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ** عَنْ كَیْفِیَّةِ تَحْرِیْمِ ذٰلِكَ **اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۴۳﴾** فِیْهِ الْمَعْنٰی مِنْ اَیْنَ جَاءَ التَّحْرِیْمُ فَاِنْ كَانَ مِنْ قِبَلِ الذُّكُوْرَةِ فَجَمِیْعُ الذُّكُوْرِ حَرَامٌ اَوِ الْاُنُوْثَةِ فَجَمِیْعُ الْاِنَاثِ اَوِ اشْتِمَالِ الرَّحِمِ فَالزَّوْجَانِ فَمِنْ اَیْنَ التَّخْصِیْصُ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ **وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ اَمْ** بَلْ **كُنْتُمْ شُهَدَآءَ** حُضُوْرًا **اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا** التَّحْرِیْمِ فَاعْتَمَدْتُمْ ذٰلِكَ لَابَلْ اَنْتُمْ كَاذِبُوْنَ فِیْهِ **فَمَنْ** اَیْ لَا اَحَدَ **اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا** بِذٰلِكَ **لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾**

ترجمہ:............ اور وہ اللہ ہی ہیں جنہوں نے پیدا فرمائے (بنائے) باغات (چمن) ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے (زمین پر پھیلی ہوئیں جیسے خربوزہ کی بیلیں) اور بغیر پھیلی ہوئی (اپنے تنوں پر کھڑے ہوئے جیسے کھجور کے درخت) اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں (پیدا کیں) جن کے پھل مختلف قسم کے ہوتے ہیں (شکل وصورت اور ذائقہ میں پھل اور دانے مختلف ہیں) نیز زیتون اور انار کے درخت صورت شکل میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے (ان کے پتے) لیکن (ذائقے ایک دوسرے سے مختلف) سوشوق سے پھل کھاؤ۔ جب اس میں پھل لگ جائیں (پکنے سے پہلے) اور چاہئے کہ ان کا حق (زکوٰۃ) ادا کردو۔ جس دن فصل کاٹو (لفظ حصاد فتح حا اور کسر حا کے ساتھ ہے۔ یعنی دسواں یا بیسواں حصہ نکال دیا کرو) اور فضول خرچی نہ کرو) کہ کل کا کل دے ڈالو جس سے تمہارے بال بچے بھی منہ تکتے رہ جائیں) بلاشبہ حق تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے (جو اپنی مقررہ حد سے تجاوز کر لیتے ہیں اور (اللہ نے پیدا فرمائے) چار پایوں میں سے کچھ تو بوجھ اٹھانے والے (جو لادنے کے کام آتے ہیں۔ جیسے بڑے اونٹ) اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں (جو بار برداری کے لائق نہیں جیسے چھوٹی اونٹ اور بکری۔ زمین سے قریب اور پستہ قد ہونے کی وجہ سے ان کو فرشا کہا گیا۔ گویا وہ فرش زمین ہیں) سو اللہ نے تمہاری روزی کے لئے جو کچھ پیدا کر دیا ہے اسے کھاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو (حلال وحرام کے بارے میں اس کے مقررہ طریقہ کے مطابق) بلاشبہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے (جس کی دشمنی نمایاں ہے) چوپاؤں میں آٹھ قسمیں ہیں (ازواج بمعنی اصناف۔ یہ جملہ بدل واقع ہو رہا ہے حمولۃ وفرشا سے) بھیڑ میں سے دو قسم (جوڑ) بنائے (نر و مادہ) اور بکری کی دو قسمیں (لفظ معز فتح عین اور سکون عین کے ساتھ ہے) پوچھئے (اے محمد ﷺ! ان لوگوں سے جو کبھی تو نر چوپاؤں کو حرام کر دیتے ہیں اور کبھی مادہ چوپاؤں کو اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں) کیا دونوں قسموں (بھیڑ اور بکری) کے نروں کو (اللہ نے تم پر) حرام کیا ہے یا (ان دونوں قسموں کی) مادیوں کو یا پھر اس بچے کو جسے دونوں قسموں کی مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں (خواہ وہ بچہ نر ہو یا مادہ) تم مجھے کسی دلیل سے تو بتلاؤ (اس حرام کرنے کی کیفیت) اگر تم سچے ہو) اس بارے میں حاصل یہ ہے کہ یہ تحریم کہاں سے آئی ہے۔ اگر نر ہونے کی وجہ سے ہے تو سارے نر حرام ہونے چاہئیں اور مادہ ہونے کی وجہ سے ہے تو ساری مادیاں حرام ہونی چاہئیں۔ اور بچے کی وجہ سے ہے تو پھر نر و مادہ دونوں حرام ہونے چاہئیں۔ پھر آخر یہ تخصیص کیسی ہے؟ غرضیکہ استفہام انکاری ہے) اور اونٹ میں سے دو قسمیں اور گائے میں دو قسمیں ہیں۔ آپ پوچھئے! کیا ان میں نر کو حرام کر دیا ہے یا مادہ کو یا اس بچہ کو جو ان دونوں کی مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں پھر (ام بمعنی بل ہے) کیا تم موجود (حاضر تھے) جب اللہ نے تمہیں اس بارے میں حکم دیا تھا (تحریم کے متعلق کہ تم نے اس حکم پر اعتقاد کیا ہو؟ نہیں ایسا نہیں ہوا بلکہ تم اس بارے میں جھوٹے ہو) پھر اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جس نے اللہ پر (اس بارے میں) افتراء پردازی کی۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور اس کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں پر راہ نہیں کھولتے۔

تحقیق وترکیب:............ کالبطیخ. اس سے معلوم ہوا کہ بستان اور باغ میں اس قسم کی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو کھیت میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ باغ میں صرف درخت ہوتے ہیں۔ والنخل لفظ انشاء کی تقدیر میں عطف خاص علی العام کی طرف اشارہ ہے۔ مختلفاً یہ حال مقدرہ ہے۔ کیونکہ نخل ابتدائی صورت میں کھانے کے قابل نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس درجہ پر نہ پہنچ جائے۔

اذا اثمر. پھلوں سے انتفاع اول وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اتو حقہ۔ زکوٰۃ مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی اور سورۃ مکی ہے۔ بلکہ وہ صدقہ مراد ہے جو فصل کٹائی کے موقعہ پر فقراء پر تقسیم کیا جاتا ہے اور بقول امام رازی بعض نے آیت کو مدنی مانتے ہوئے زکوٰۃ ہی مراد لی ہے بارانی زمین کی زکوٰۃ عشر اور غیر بارانی میں نصف عشر ہے۔

لاتسرفوا. تمام پیداوار فقراء کو دے دینا یا اصل سے پیداوار ہی نہ کرنا یا خلاف شرع خرچ کرنا۔ تینوں صورتیں اسراف کی ہوسکتی ہیں۔ لیکن شان نزول کی وجہ سے مفسر علامؒ نے اول کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ثابت بن قیس نے غزوہ احد میں اپنے باغ کے پانچ سو درخت صدقہ کر ڈالے اور اپنے بال بچوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ حمولة و فوشاً خاص بڑے یا چھوٹے بار برداری یا سواری کے اونٹ مراد ہیں۔ یا اونٹ، گائے، بیل، بکری سب کو یہ لفظ شامل ہے۔ جیسا کہ زجاج کی رائے ہے یا فرش سے مراد ذبح کئے ہوئے جانور مراد ہیں۔ ثمانية یہ بدل ہے حمولة سے یا کلوا کا مفعول ہے اور لاتتبعوا۔ جملہ معترضہ ہے اور من الضان۔ بدل ہے ثمانية ہے اور منصوب ہے انشاء سے اور من المعز کا عطف من الضان پر ہے اور ء الذکرین اور انثیین کا نصب حرم کی وجہ سے ہے جو صورۃً تو دونوں کے درمیان ہے مگر معنی آخر میں ہے اور زوج ہم جنس کو کہتے ہیں اور کبھی مجموعہ پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ مراد اول ہے المعز ابن کثیر اور ابو عمر و اور ابن عامر فتح عین کے ساتھ اور باقی قراء سکون عین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اما اشتملت، ام عاطفہ اور ما موصولہ میں ادغام ہو کر اما ہو گیا۔ نبؤنی اس سے مقصود تعجیز ہے۔ کیونکہ اس قسم کی چیزیں یا مشاہدہ سے معلوم ہوسکتی ہیں یا سماع سے۔ جس کی نفی ام کنتم شهداء میں کی جارہی ہے۔ باقی آنحضرت ﷺ کی نبوت کے وہ پہلے ہی سے معترف نہیں ہیں۔ ام کنتم یعنی ام منقطعہ ہے۔ یعنی استفہام و اضراب کیونکہ بعد کا جملہ مستقل ہے۔

ربط آیات: .... گذشتہ آیات کی طرح ان آیات میں بھی کفار کے اختراعی احکام پر قدرے تفصیل کے ساتھ رد ہے۔

﴿تشریح﴾: .... زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ: .... زمین کے حق سے مراد جیسا کہ زاہدی میں ذکر کیا گیا ہے اور صاحب مدارک نے اشارہ کیا ہے عشر یا نصف عشر ہے۔ جن کو فقہ میں زکوٰۃ الخارج کہا جاتا ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک زمین کی ہر پیداوار میں بجز گھاس پھونس، سوختہ کی لکڑی اور بانس کے زکوٰۃ ہے۔ بارانی زمین میں مؤنت کم ہونے کی وجہ سے دسواں حصہ اور غیر بارانی زمین میں محنت زیادہ ہونے کی وجہ سے بیسواں حصہ ہے۔ نیز سال بھر باقی رہنے اور پانچ وسق مقدار کی شرط بھی نہیں۔ اسی لئے توری ترکاری میں اور تھوڑی یا زیادہ پیداوار میں امام صاحبؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے برخلاف صاحبینؒ کے۔

شہد کی زکوٰۃ: .... نیز حدیث فی العسل العشر کی وجہ سے امام صاحب کے نزدیک شہد میں بھی عشر واجب ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک شہد زمین کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ریشم کی طرح چونکہ شہد جانور سے نکلتا ہے اس لئے اس میں عشر نہیں ہے اور امام صاحب شہد میں کسی مقدار کی پابندی نہیں لگاتے۔ البتہ امام ابو یوسفؒ پانچ وسق شہد میں عشر واجب کرتے ہیں۔ اسی طرح امام صاحبؒ کے نزدیک پہاڑی پھلوں اور شہد میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اور یہی قول راجح ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نامی زمین نہ ہونے کی وجہ سے ان میں عشر واجب نہیں ہے لیکن صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو عقلی و نقلی دلائل سے تو بیان کیا ہے، مگر اس آیت سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ جمہور کے نزدیک اس سے مراد حق شرعی خیر خیرات ہے۔ عشر یا نصف عشر مراد نہیں جو زمین کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس کے وجوب کو عشر و نصف عشر نے اس آیت کے مکی ہونے کی وجہ سے منسوخ کر دیا ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی جیسا کہ قاضی بیضاوی کی رائے ہے۔

اسراف وہ ہوتا ہے جو حدود شرعی سے متجاوز ہو اور کھیتی کٹنے کی قید واقعی ہے کہ زمین کی خیر خیرات اسی وقت دی جاتی ہے ورنہ وجوب اس سے پہلے ہو جاتا ہے، جب کہ پیداوار آفات سے مامون ہو جائے۔ پس اس جزو کے اعتبار سے یہ منسوخ نہیں ہے۔

اختراعی تحریم کا بانی عمرو بن لحی ہے:............آیت فمن اظلم کا مصداق عمرو بن لحی اور اس کے پیروکار ہیں۔ چنانچہ تفسیر حسینی میں مذکورہ ہے کہ یہ آیت عوف بن مالک کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ان آٹھ قسموں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ بظاہر اس آیت میں صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے لئے دلیل ہوسکتی ہے۔ جانور کے پیٹ سے نکلے ہوئے بچہ کے مطلقاً حلال ہونے کے متعلق خواہ بچہ زندہ ہو یا مردہ کیونکہ آیت مطلق ہے۔ نیز آیت میں گھوڑے، خچر، گدھے کے حرام ہونے کے سلسلہ میں امام اعظم کی دلیل بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آیت میں جانوروں کی صرف آٹھ قسموں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جس سے دوسرے جانوروں کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ ضرورت بیان کے موقعہ پر ان سے خاموشی اختیار نہیں کی جاتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی چیز کی تخصیص ذکری ماسوٰی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوا کرتی۔

رہا یہ شبہ کہ آیت میں ہرن کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے وہ بھی آٹھ قسموں کے علاوہ ہونے کی وجہ سے حرام ہونی چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ یہاں مانوس جانوروں کا ذکر ہے اور ہرن وغیرہ وحشی اور شکاری جانوروں میں داخل ہیں۔ باقی رہی بھینس چونکہ وہ عرب میں نہیں ہوتی اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ باقی بھینس کو بقر میں داخل سمجھنا اس لئے صحیح نہیں کہ پھر معز کو بھی ضان میں داخل کرنا چاہئے تھا۔ حالانکہ اس کا علیحدہ ذکر کیا گیا۔ پس جس طرح بکری اور بھیڑ علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں اور الگ الگ مذکور ہیں، اسی طرح بھینس اور گائے ایک دوسرے سے جدا اور مختلف ہیں۔ پس اگر لفظ بقر دونوں کو شامل ہوتا تو لفظ غنم بھی دونوں کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ البتہ اونٹ کی قسمیں بختی اور عربی دونوں مطلق ابل میں داخل ہیں۔ اس لئے ان کو الگ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ شَيْئًا **مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ** بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ **مَيْتَةً** بِالنَّصْبِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ مَعَ التَّحْتَانِيَّةِ **اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا** سَائِلًا بِخِلَافِ غَيْرِهٖ كَالْكَبِدِ وَالطِّحَالِ **اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ** حَرَامٌ **اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ** اَیْ ذُبِحَ عَلٰى اِسْمِ غَيْرِهٖ **فَمَنِ اضْطُرَّ** اِلٰى شَیْءٍ مِمَّا ذُكِرَ فَاَكَلَهٗ **غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ** لَهٗ مَا اَكَلَ **رَّحِيْمٌ** ﴿۱۴۵﴾ بِهٖ وَ يَلْحَقُ بِمَا ذُكِرَ بِالسُّنَّةِ كُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَمِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ **وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا** اَیِ الْيَهُوْدُ **حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ** وَهُوَ مَالَمْ تُفَرَّقْ اَصَابِعُهٗ كَالْاِبِلِ وَالنَّعَامِ **وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ** الثُّرُوْبَ وَ شَحْمَ الْكُلٰى **اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ** اَیْ مَا عُلِّقَ بِهِمَا مِنْهُ **اَوِ** حَمَلَتْهُ **الْحَوَايَآ** الْاَمْعَاءُ جَمْعُ حَاوِيَاءٍ اَوْ حَاوِيَةٍ **اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ** مِنْهُ وَهُوَ شَحْمُ الْاَلْيَةِ فَاِنَّهٗ اُحِلَّ لَهُمْ **ذٰلِكَ** التَّحْرِيْمُ **جَزَيْنٰهُمْ** بِهٖ **بِبَغْيِهِمْ** بِسَبَبِ ظُلْمِهِمْ بِمَا سَبَقَ فِیْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ **وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ** ﴿۱۴۶﴾ فِیْ اَخْبَارِنَا وَمَوَاعِيْدِنَا **فَاِنْ كَذَّبُوْكَ** فِيْمَا جِئْتَ بِهٖ **فَقُلْ** لَهُمْ **رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ** حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلْكُمْ بِالْعُقُوْبَةِ بِهٖ وَفِيْهِ تَلَطُّفٌ بِدُعَائِهِمْ اِلَى الْاِيْمَانِ **وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ** عَذَابُهٗ اِذَا جَاءَ **عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ** ﴿۱۴۷﴾ **سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ**

شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ فَاِشْرَاكُنَا وَتَحْرِيْمُنَا بِمَشِيَّتِهٖ فَهُوَ رَاضٍ بِهٖ قَالَ تَعَالٰى كَذٰلِكَ كَمَا كَذَّبَ هٰؤُلَاءِ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ رُسُلَهُمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا عَذَابَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ بِاَنَّ اللّٰهَ رَاضٍ بِذٰلِكَ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اَیْ لَا عِلْمَ عِنْدَكُمْ اِنْ مَا تَتَّبِعُوْنَ فِیْ ذٰلِكَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ مَا اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ تَكْذِبُوْنَ فِيْهِ قُلْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ حُجَّةٌ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ التَّامَّةُ فَلَوْ شَآءَ هِدَايَتَكُمْ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ اَحْضِرُوْا شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا الَّذِیْ حَرَّمْتُمُوْهُ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ يُشْرِكُوْنَ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ اَقْرَأُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ مُفَسِّرَةٌ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ بِالْوَاْدِ مِّنْ اَجْلِ اِمْلَاقٍ فَقْرٍ تَخَافُوْنَهُ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ الْكَبَائِرَ كَالزِّنَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ اَیْ عَلَانِيَتَهَا وَسِرَّهَا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ كَالْقَوَدِ وَحَدِّ الرِّدَّةِ وَرَجْمِ الْمُحْصِنِ ذٰلِكُمْ الْمَذْكُوْرُ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ تَتَدَبَّرُوْنَ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ اَیْ بِالْخَصْلَةِ الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ وَهِیَ مَا فِيْهِ صَلَاحُهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ بِاَنْ يَّحْتَلِمَ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ وَتَرْكِ الْبَخْسِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا طَاقَتَهَا فِیْ ذٰلِكَ فَاِنْ اَخْطَاَ فِی الْكَيْلِ وَالْوَزْنِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ صِحَّةَ نِيَّتِهٖ فَلَا مُؤَاخَذَةَ عَلَيْهِ كَمَا وَرَدَ فِیْ حَدِيْثٍ وَاِذَا قُلْتُمْ فِیْ حُكْمٍ اَوْ غَيْرِهٖ فَاعْدِلُوْا بِالصِّدْقِ وَلَوْ كَانَ الْمَقُوْلُ لَهٗ اَوْ عَلَيْهِ ذَا قُرْبٰى قَرَابَةٍ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ بِالتَّشْدِيْدِ تَتَّعِظُوْنَ وَالسُّكُوْنِ وَاَنَّ بِالْفَتْحِ عَلٰى تَقْدِيْرِ اللَّامِ وَالْكَسْرِ اِسْتِيْنَافًا هٰذَا الَّذِیْ وَصَّيْتُكُمْ بِهٖ صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا حَالٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ الطُّرُقَ الْمُخَالِفَةَ لَهٗ فَتَفَرَّقَ فِيْهِ حُذِفَ اِحْدَى التَّائَيْنِ تَمِيْلَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ دِيْنِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ التَّوْرٰةَ وَثُمَّ لِتَرْتِيْبِ الْاَخْبَارِ تَمَامًا لِلنِّعْمَةِ عَلَى الَّذِیْٓ اَحْسَنَ بِالْقِيَامِ بِهٖ وَتَفْصِيْلًا بَيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ فِی الدِّيْنِ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ اَیْ بَنِیْ اِسْرَاءِيْلَ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ بِالْبَعْثِ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ: .... کہہ دیجئے جو وحی مجھ پر بھیجی گئی ہے میں اس میں کوئی (چیز) حرام نہیں پاتا کہ کھانے والے پر اس کا کھانا حرام ہو۔ بجز اس کے کہ مردار ہو (یکون یا اور تا کے ساتھ ہے اور میتۃ منصوب ہے، لیکن یکون کی قرأت تحتانیہ کے ساتھ میتۃ مرفوع ہے) یا بہتا ہوا خون ہو (برخلاف اس خون کے جو بہنے والا نہ ہو۔ جیسے کلیجی اور تلی) یا سور کا گوشت ہو کہ یہ چیزیں بلاشبہ گندگی (حرام) ہیں۔ یا پھر

جو چیز کسی گناہ کا باعث ہو کہ اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو) اور اگر کوئی شخص بے تاب ہو جائے (مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کے کھانے پر) بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے متجاوز کرنے والا ہو تو بلاشبہ آپ کے پروردگار (کھائے ہوئے کو) معاف فرمانے والے (اور اس پر) مہربان ہیں۔ (مذکورہ چیزوں میں سنت کی رو سے پنجہ اور کچلیوں والے تمام درندے اور پرندے بھی داخل ہیں) اور یہودیوں پر ہم نے حرام کر دیئے تھے تمام ناخن والے جانور (جن کی انگلیاں الگ الگ نہ ہوں جیسے اونٹ اور شتر مرغ وغیرہ) اور گائے اور بکری میں سے ان کی چربی بھی حرام کر دی تھی (آنتوں وغیرہ کی باریک جھلی اور گردوں کی چربی) مگر وہ چربی نہیں جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو (جو دونوں کی کمر پر لگی ہوئی ہو) یا انتڑیوں میں ہو (حوایا بمعنی امعاء حاوی کی جمع ہے یا حاویۃ کی) یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو (اس سے مراد الیہ کی چربی ہے جو ان کے لئے حلال تھی) یہ (حرام کرنا) بطور سزا کے ہم نے تجویز کیا تھا ان کی سرکشی کی وجہ سے (ان کے ظلم کی وجہ سے جیسا کہ سورۂ نساء میں گزر چکا ہے) اور بلاشبہ ہم سچے ہیں (اپنی خبروں اور دھمکیوں کے سلسلہ میں) پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں (آپ کی پیش کی ہوئی باتوں میں تو (ان سے) فرما دیجئے تمہارے پروردگار بڑے ہی وسیع رحمت رکھنے والے ہیں (کہ تمہیں جلد سزا میں گرفتار نہیں کیا۔ اس میں لطیف طریقہ سے ان کو ایمان کی طرف بلانا ہے) اور ان کا عذاب بھی ٹلنے والا نہیں ہے (جب وہ آ جاتا ہے) مجرموں سے جن لوگوں نے شرک کا ڈھنگ اختیار کیا ہے وہ کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ کسی چیز کو حرام ٹھہراتے (لہٰذا ہمارا شرک کرنا اور حرام ٹھہرانا اس کی مشیت سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے راضی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اس طرح (جیسے انہوں نے جھٹلایا ہے) ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا (اپنے پیغمبروں کو) یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھنا پڑا۔ آپ ﷺ کہئے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے (کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ان باتوں پر راضی ہے) جسے تم ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہو؟ (یعنی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے) تم پیروی نہیں کر رہے ہو (اس بارے میں) مگر بالکل انکل پچو۔ اور تم لوگ محض خیالی باتوں پر چل رہے ہو (غلط باتیں کہہ رہے ہو) آپ ﷺ کہہ دیجئے (اگر ان کے پاس دلیل نہ نکلے کہ) پکی (پوری) دلیل اللہ ہی کی رہی۔ پھر اگر وہ چاہتے (تم کو ہدایت دینا) تو تم سب کو راہ دکھا دیتے۔ کہہ دیجئے بلا لو (حاضر کر دو) اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے سچ مچ یہ چیزیں حرام کر دی ہیں (جنہیں تم حرام بتلا رہے ہو) پھر اگر ان کے گواہ گواہی بھی دے دیں جب بھی تم ان کے ساتھ ہو کر اس کا اعتراف نہ کرو۔ اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور دوسری چیزوں کو اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں (شرک کرتے ہیں) ان سے کہو میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ یعنی (ان لاتشرکوا میں ان مفسرہ ہے) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک (احسان کرو) اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (زندہ درگور نہ کرو) افلاس کے ڈر سے (مفلسی کے اندیشہ سے) ہم تمہیں روزی دیتے ہیں انہیں بھی دیں گے اور قریب بھی نہ بھٹکو بے حیائی کی باتوں کے۔ (زنا جیسے بڑے گناہوں کے) کھلے طور پر ہوں یا چھپی ہوئی (یعنی ظاہری گناہوں یا پوشیدہ) اور کسی ایسی جان کو قتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ کسی حق کی بناء پر قتل کرنا پڑے۔ جیسے قصاص کے طور پر یا مرتد ہونے کی پاداش میں یا حد زنا کی مخصوص صورت میں) یہ (مذکورہ) ہیں وہ باتیں جن کی اللہ نے تمہیں وصیت فرمائی ہے تاکہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔ (غور وفکر کرو) اور یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ الا یہ کہ اس طریقہ پر ہو جو بہترین ہو (جس میں ان کی بھلائی ملحوظ ہو) حتیٰ کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے (جس کی شناخت احتلام ہے) اور ناپ تول انصاف (دیانت) کے ساتھ کیا کرو (اور کٹوتی نہ کیا کرو) ہم کسی شخص پر اس کے مقدور سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے (اس حکم میں طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ چنانچہ ناپ تول میں اگر بھول چوک ہو جائے اور اللہ کو اس کی نیک نیتی کا

حال معلوم ہے تو اس کی پکڑ دھکڑ نہیں ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) اور جب کبھی کوئی بات کہو (کسی حکم وغیرہ کے سلسلہ میں) تو انصاف کی کہو (سچائی کے ساتھ) اگر چہ (جس کے موافق یا خلاف بات کہی جائے) اپنا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ (قربیٰ بمعنی قرابۃ ہے) اور اللہ کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا ہے اسے پورا کرو۔ یہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ (لفظ تذکرون تشدید کے ساتھ ہے بمعنی تتعظون اور سکون کے ساتھ بھی ہے) اور یہ کہ (ان فتح کے ساتھ ہے تقدیر لام کی صورت میں اور مکسورہ ہونے کی حالت میں مستانفہ ہے) یہی (راہ جس کی میں نے تم کو تاکید کی ہے) میری سیدھی راہ ہے (مستقیماً حال ہے) اس لئے اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو۔ (جو اللہ کے راستہ کے خلاف ہیں) کہ تمہیں تتر بتر کر دیں (اس کی دو تاء میں سے ایک تاء محذوف ہو رہی ہے اور تفرق بمعنی تمثیل ہے) اللہ کی راہ (دین) سے یہ بات ہے جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی (یعنی تورات اور لفظ ثم خبر کی ترتیب کے لئے ہے) تاکہ (نعمت) پوری ہو عمل والے شخص پر (جو اس پر قائم رہا) اور تفصیل (بیان) ہو جائے سب احکام کی (جو دین میں ضروری ہوں) اور لوگوں کے لئے ہدایت ورحمت ہو تاکہ (بنی اسرائیل کے افراد) اپنے پروردگار کی ملاقات پر (آخرت میں) ایمان لائیں۔

تحقیق وترکیب:......... قل لا اجد . اس آیت میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق بعض اہل علم کے نزدیک صرف ان ہی چیزوں میں حرمت منحصر ہے اور میتۃ اور منخنقۃ اور موقوذہ جن کا ذکر سورۂ مائدہ کے شروع میں آ چکا ہے اسی میں داخل ہیں۔ لیکن اکثر علماء کے نزدیک بعض دوسری چیزوں کی حرمت دوسری نصوص سے بھی ثابت ہے۔ مثلاً: ابن عباسؓ کی روایت ہے نہی[1] رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کان ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر۔ امام شافعیؒ کا مذاق اس بارے میں یہ ہے کہ جن چیزوں کی حرمت یا حلت میں کوئی نص نہ آئی ہو تو اگر شرعاً ان کے مارنے کا حکم ہو جیسے خمس[2] من الفواسق یقتلن فی الحل والحرم ۔ یا ان کے مارنے کی ممانعت ہو جیسے نہی[3] رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن قطع النحلۃ وقتل النملۃ ۔ تو ایسی چیزیں تو حرام ہوں گی۔ باقی ان چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں مرغوب کے رواج کو دیکھا جائے گا۔ ان کی استعمالی چیزیں حلال اور غیر استعمالی حرام ہوں گی۔

میتۃ. یہاں تین قرأتیں ہیں۔ ابن کثیر اور حمزہ کے نزدیک تکون میتۃ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ الا ان تکون العین میتۃ. اور ابن عامر کے نزدیک تکون میتۃٌ ہے۔ ای الا ان تقع میتۃ اور باقی قراء کے نزدیک الا ان یکون میتۃ ہے ای الا ان یکون الماکول میتۃ فانہ. ابن حزم کے نزدیک ضمیر قریب ہونے کی وجہ سے خنزیر کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ نجس العین ہونے کی وجہ سے بلا تخصیص نجس ہے اور بعض نے اصل مقصد پر نظر کرتے ہوئے لحم کی طرف ضمیر راجع کی ہے۔ فسقاً یعنی اطاعت سے خارج ہونا زید عدل کی طرف مبالغہ کے لئے ہے۔

ویلحق. شبہ کے ازالہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی قرآن کریم میں صرف یہی چیزیں حرام ہیں۔ جیسا کہ فیما اوحی سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی چیز کا سنت سے حرام ہونا ثابت ہو جائے تو اس میں حصر کے منافی نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی نسخ کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس کے جواز کی کیا صورت ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ دوسری

---

[1] رسول اللہ ﷺ نے کچلیوں والے ہر درندہ اور ناخن والے ہر پرندہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

[2] پانچ بدترین جانور ہیں جنہیں حرم اور غیر حرم میں سب جگہ مار دینا چاہئے۔۱۲

[3] نبی کریم ﷺ نے شہد کی مکھی اور ایک خاص قسم کی مکھی کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔۱۲

چیزوں کی حرمت دوسری آیت سے ثابت ہے اور اس کی ممانعت خبر واحد سے ہو رہی ہے۔ البتہ عدم تحریم کے معنی اصلی اباحت کے باقی رہنے کے ہیں۔ پس خبر نے حلت اصل کو حرام کیا ہے۔ کسی حکم شرعی کو نہیں اٹھایا۔ اس لئے نسخ نہیں ہوا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ خبر مشہور ہے جس سے زیادتی جائز ہے۔ سانپ، بچھو، چیونٹی، مکھی کا حکم بھی یہی ہے۔ آیت کے اس صورت میں دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک توجیہ تو یہ ہے لا اجد فیما اوحی الی الان. دوسری توجیہ یہ ہے کہ جن مخصوص جانوروں کو تم زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھتے تھے، ان میں سے یہ حرام ہیں۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ صرف چوپاؤں میں یہ جانور حرام ہے مطلق حرمت مراد نہیں ہے غرضیکہ ان دونوں توجیہوں پر حصر اضافی مراد ہوگا۔ رہے موقوذۃ وغیرہ جانور سو وہ میتۃ میں داخل ہے۔

ذی ظفر جن درندوں اور پرندوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہیں جیسے مرغابی، بطخ وغیرہ۔ حوایا. حاویۃ یا حاویاً کی جمع ہے۔ جیسے قصاع کی جمع قواصع ہے یا حویۃ کی جمع ہے جیسے سفینۃ کی جمع سفائن ہے۔ الیۃ تثنیہ الیان جمع الیات ہے۔ گوشت اور چربی کے علاوہ یہ تیسری قسم ہوتی ہے۔ سورۃ النساء۔ یعنی آیت فبظلم من الذین ھادوا الخ.

ذلک جزینا ھم. پہلی شریعتوں کے احکام اگر بلا انکار منقول ہوں تو ہم پر بھی حجت ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں بنی اسرائیل پر ان جانوروں کی حرمت نقل کر کے ذلک جزینا ھم سے انکار بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ سزا ان کے ظلم وسرکشی کی پاداش تھی، جن کا مطلب یہ ہے کہ حرام ہونا ان کے ساتھ مخصوص تھا۔ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔

لصدقون. یعنی بنی اسرائیل کے ظلم وسرکشی کی وجہ سے سزاءً یہ جانور حرام کئے گئے ہیں۔ نہ یہ کہ ان کے گمان کے مطابق بنی اسرائیل نے اپنے نفس پر ان چیزوں کو حرام کیا تھا کہ بعد کے لوگوں نے ان کی تقلید کی ہو۔

وفیہ تلطفہ. یعنی ذو عقاب شدید کی بجائے ذو رحمۃ واسعۃ کہنے کے نکتہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

سیقول. یہ مستقبل کے لئے پیش گوئی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ کفار نے ایسا ہی کیا جیسا کہ سورۂ نحل میں ہے۔ قال الذین اشرکوا الخ گویا مشیت اور رضا کو لازم وملزوم سمجھتے تھے۔ پس حاصل جواب یہ ہوگا کہ دونوں لازم وملزوم نہیں ہیں۔ ما اشرکنا نحن ولا اباء نا کا عطف ضمیر منفصل موکد پر ہونا چاہئے تھا۔ مگر فصل کی وجہ سے ضمیر منفصل کو ترک کر دیا گیا ہے۔

فللہ. مفسر علامؒ نے شرط محذوف کی طرف اشارہ کر دیا۔

ھلم. یہ اسم فعل غیر منصرف ہے۔ اہل حجاز کے نزدیک جیسا کہ مفسر علامؒ نے احضروا سے لغت حجازیہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ لیکن بنو تمیم کے نزدیک فعل ہے جو مؤنث اور جمع بھی آتا ہے۔ اہل بصرہ کے نزدیک اس کی اصل ''ھالم من لم'' تھی اور اہل کوفہ کے نزدیک ''ھل ام'' اصل تھی۔ اول صورت میں الف حذف کر دیا گیا ہے۔ لام میں تقدیر سکون کی وجہ سے اور دوسری صورت میں الف کی حرکت لام کی طرف منتقل کر کے الف حذف کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ صورت بعید ہے، کیونکہ ھل امر پر داخل نہیں ہوا کرتا اور آیت میں متعدی ہے۔ لیکن کبھی لازم بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے ھل الینا.

ان لاتشرکوا. ممکن ہے یہ شبہ ہو کہ شرک حرام ہے نہ کہ ترک شرک۔ پھر حرم کے ساتھ لاتشرکوا کیسے کہا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان رفع کے موقعہ میں ہے۔ یعنی ھو ان لاتشرکوا اور اگر نصب مانا جائے تو بعض نے اس کی توجیہ حرم علیکم ان تشرکوا بہتر سمجھی۔ لا کو زائد مانتے ہوئے ما منعک ان لا تسجد کی طرح اور بعض نے حرم ربکم پر کلام کو پورا مان لیا اور ان لا تشرکوا لبطور اعزاء کے علیحدہ ہے اور زجاج اس کو معنی پر محمول کرتے ہیں۔ یعنی اتل علیکم تحریم الشرک. یا اوصیکم ان لاتشرکوا. کے معنی میں ہے۔ بہر حال اس نہی پر اگلے امر کا عطف درست ہو سکے گا۔ باقی ان تشرکوا کے ساتھ تحریم کا تعلق

باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اوامر سے اس کا تعلق بلحاظ اضداد ہوسکتا ہے اور جن حضرات نے ان کو ناصبہ مانا ہے ان کے نزدیک اس کا محل اغراء یا بدل کی وجہ سے نصب ہوگا۔

املاق. بمعنی فقر، افلاس، افساد۔ یہاں اول مراد ہے۔ قتل اولاد کا باعث اگر افلاس ہے تو اس کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک اپنی تکلیف یا عیش وآرام میں کمی۔ دوسرے خود اولاد کی تکلیف کا خیال کہ جتنی اولاد زیادہ ہوگی ان کے کفاف اور روزینہ میں کمی آنے کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوگی۔ اس آیت میں **من املاق** کہہ کر اول احتمال کے ازالہ کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ اس لئے جواب میں **نرزقکم** کو مقدم اور **وایاھم** کو موخر کیا گیا ہے۔ لیکن آیت بنی اسرائیل میں دوسرے اشکال کا ابطال منظور ہوا۔ اس لئے **من خشیة املاق** کے ساتھ جواب میں **نحن نرزقھم** کو **ایاکم** پر مقدم کیا گیا ہے۔ **الا بالتی ھی احسن** ۔ یعنی یتیم کے مال میں اصلاحی کوششوں کی اجازت ہے اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تجارت کرنا ہے تاکہ مال یتیم بڑھے اور ضحاک کی رائے یہ ہے کہ مال یتیم سے خود منافع نہ لے۔ ہاں یتیم کے بالغ ہونے کے بعد یہ سب چیزیں کرسکتا ہے۔ جیسا کہ حتیٰ غایۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ جس کی حد بقول ضحاک بیس سال اور بقول سدی تیس سال اور بقول مجاہد تینتیس سال ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔ جس کی تخریج ابن مردویہ نے ابن مسیب سے اسناد حسن کے ساتھ مرسلاً کی ہے اور جلال محقق احتلام کو علامت بلوغ قرار دے رہے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک بلوغ سنی کی حد ۱۵ یا ۱۸ سال ہے۔

فلا مواخذة. گناہ اگرچہ نہیں ہوتا لیکن ضمان دینا پڑے گا۔ کیونکہ مالی معاملات میں دانستہ اور نادانستہ دونوں کا ایک حکم ہے۔ صراطی مستقیما استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہے۔

لاتتبعوا السبل. اس سے غیر مجتہد کے لئے شخصی تقلید کا وجوب مستنبط ہوتا ہے۔ کیونکہ غیر مقلد کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں ہوتا بلکہ مختلف طرق کے پردے میں اپنی خواہشات کی پابندی کرتا ہے۔ تماماً اس میں پانچ صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ مفعول لہ ہو۔ ای **لاہل تمام نعمتنا** ۔ ۲۔ کتاباً سے حال ہو۔ ۳۔ مفعول مطلق ہو۔ بمعنی **اتیناہ ایتاء تمام لانقصان**.
۴۔ فاعل سے حال ہو۔ ای **متممین**. ۵۔ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہو۔ حذف زوائد کے ساتھ ای **اتممناہ اتماماً** اور **علی الذی** کا تعلق تماماً سے ہو یا صفت ہونے کی بناء پر محذوف ہے۔

ربط آیات و ﴿تشریح﴾:............ تحریم کا حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے:............ پچھلی آیت کی طرح آیت **قل لااجد الخ** سے کفار کی تحلیل وتحریم کے باطل کرنے کا سلسلہ چل رہا ہے کہ حرام تو فلاں فلاں جانور ہیں تم اس میں خود رائی کیوں کرتے ہو؟ نیز خون کھانے اور بتوں کے نام پر مذبوحہ جانوروں کے کھانے کا رواج جو تم میں ہے وہ تحلیل حرام کا فرد ہے۔ اس سے پہلے تحریم حلال کا ذکر تھا۔ پس تم دونوں کے مرتکب ہوئے۔ پھر آیت **وعلی الذین الخ** میں اس شبہ کا جواب ہے کہ ان چار چیزوں کے علاوہ تمام چیزوں کا حلال ہونا **قل لااجد** سے معلوم ہوا۔ حالانکہ بعض اور جانور بھی حرام ہیں؟ حاصل جواب یہ ہے کہ یہاں مطلقاً جانوروں کی حلت وحرمت کا بیان نہیں ہے کہ اشکال ہو بلکہ جن جانوروں میں کفار سے کلام ہو رہا ہے صرف ان کے لحاظ سے یہ حصر ہے۔ نیز یہ تحریم صرف یہود کے لئے۔ ایک خاص عارض کی وجہ سے ہوئی تھی جواب منسوخ ہوچکی ہے۔ پس دعویٰ حصر صحیح رہا اور ان کی نقیض بحالہ غلط رہی۔ اس میں ان لوگوں پر بھی رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ کتاب اللہ خبر واحد سے منسوخ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آیت میں تو صرف چند چیزوں کا حرام ہونا معلوم ہوا، مگر حدیث سے دوسری چیزوں کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز ان لوگوں پر بھی رد ہوگیا جو صرف ان ہی چیزوں کو حرام مانتے ہیں جو آیت میں مذکور ہیں۔

ایک شبہ کا تحقیقی اور الزامی جواب:............آیت فان کذبوک میں ایک دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ مشرکین کا طریقہ غلط ہے تو اللہ پھر ان کو سزا کیوں نہیں دیتے؟ پس اس سے تو مخالف جانب کے غلط اور جھوٹ ہونے کا شبہ ہوتا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بلا شبہ عذاب پر قدرت بھی ہے اور یہ اس کے مستحق بھی ہیں۔ مگر اللہ کریم کی رحمت ایک مخصوص وقت تک کے لئے مانع ہوگئی ہے۔ اس لئے فی الحال عذاب نہیں آئے گا۔ جب وقت آئے گا مانع اٹھ جائے گا اور مقتضی ظاہر ہو جائے گا۔ یہ جواب تو تحقیقی ہوا اور الزامی جواب یہ ہے کہ اگر فوراً عذاب کا نہ آنا حق ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو اس لحاظ سے اسلام بھی حق ہوا جو تمہارے طریق کی ضد اور نقیض ہے۔ اس سے تو ثابت ہوا کہ ایک چیز کا حق ہونا بھی حق ہے اور اس کا ناحق ہونا بھی حق ہے اور یہ سراسر اجتماع نقیضین ہے۔ جس سے معلوم ہوا (کہ یہ شبہ بھی محض سفسطہ ہے)۔

تیسرے شبہ کا جواب بطریقہ منع اور بطریقہ نقض:............اس کے بعد آیت سیقول الخ میں بطور پیشگوئی کے ایک تیسرے عقلی شبہ کا جواب ہے۔ شبہ کا ماحصل یہ ہے کہ مشرکین کا طریقہ اگر اللہ کو ناپسند تھا تو ان کو اپنی مرضی کے خلاف کیوں کرنے دیا۔ لیکن جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ خلاف مرضی نہیں ہے؟ اس کا جواب اس آیت میں دو طریقہ سے دیا گیا ہے۔ اول بطریق منع کہ یہ تمہارا مقدمہ کہ "ایسے شرکیہ کاموں پر قدرت دینا رضامندی اور خوشنودی کو مستلزم ہے" ایک دعویٰ ہے جس پر تمہاری طرف سے دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ ھل عندکم من علم میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس سے تو لازم آتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب ہی طریقے حق ہوں اور یہ صراحۃً اجتماع نقیضین ہے۔ مگر ظاہر و باہر ہونے کی وجہ سے اس الزام کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

دوسرے جواب کا خلاصہ نقض ہے۔ یعنی مشرکین کی دلیل کے بطلان پر دلیل پیش کی جا رہی ہے کہ تمہاری اس تقریر سے سارے انبیاءؑ کی تردید وتکذیب لازم آرہی ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کے بیانات سے تو شرک اور اس کی منگھڑت تحریم کا باطل ہونا معلوم ہوتا رہا اور تمہاری اس دلیل سے ان چیزوں کا حق ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کا سچا ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ اس لئے ان کا کذب محال ہوا اور مستلزم محال خود محال ہوتا ہے۔ پس مشرکین کی یہ دلیل ٹوٹ گئی۔ کذلک کذب الذین الخ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ غرضیکہ عقلی دلیل کا حال معلوم ہوگیا۔ لیکن اثبات مدعا کا ایک طریقہ چونکہ نقل صحیح بھی ہے اس لئے اگر عقلی دلیل سے عاجز ہو تو پھر نقلی ہی دلیل لے آؤ۔ چنانچہ قل ھلم الخ میں اس طرف اشارہ ہے۔ آگے آیت قال تعالوا الخ سے حکیمانہ اسلوب اور طرز یہ بتلاتا ہے کہ جو واقعی حرام چیزیں ہیں ان کو تو تم نے بالکل نظر انداز کر رکھا ہے بلکہ ان میں مبتلا ہو اور جو چیزیں حرام نہیں تھیں ان کو محض فرضی طور پر حرام کر رکھا ہے۔ یتیموں کے مال میں بجز باپ دادا اور ان کے وصی اور قاضی کے کسی کو تصرف کا مجاز نہیں ہے۔

اہل سنت والجماعت کا امتیازی نشان:............پس اہل حق کا مصداق وہ حضرات ہیں جو صحابہؓ اور تابعین کے مسلک پر ہوں۔ جن کی تعبیر مَنْ كَانَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ یا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ سے حدیث میں آئی ہے۔ یا ابن عباسؓ کی روایت ہے مَنْ كَانَ فِيْهِ عَشْرُ خِصَالٍ تَفْضِيْلُ الشَّيْخَيْنِ وَتَوْقِيْرُ الْخَتَنَيْنِ وَتَعْظِيْمُ الْقِبْلَتَيْنِ وَالصَّلٰوةُ عَلَى الْجَنَازَتَيْنِ وَالصَّلٰوةُ خَلْفَ الْاِمَامَيْنِ وَتَرْكُ الْخُرُوْجِ عَلَى الْاِمَامَيْنِ وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْقَوْلُ بِالتَّقْدِيْرَيْنِ وَالْاِمْسَاكُ عَنِ الشَّهَادَتَيْنِ وَاَدَاءُ الْفَرِيْضَتَيْنِ۔ شیخین سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ اور ختنین سے مراد عثمانؓ و علیؓ ہیں۔ قبلتین سے مراد بیت المقدس و بیت اللہ ہے اور جنازتین سے مراد فاسق وصالح کا جنازہ ہے اور امامین سے مراد بھی امام فاسق وصالح ہیں۔ نیز دوسرے امامین سے مراد عادل و ظالم امام ہیں اور خفین سے مراد دونوں موزے ہیں اور تقدیرین سے مراد اچھی اور بری تقدیر ہے اور شہادتین سے مراد کسی کے متعلق جنتی یا

جہنمی ہونے کی یقینی شہادت ہے اور فریضتیں سے مراد نماز اور زکوٰۃ کو ادا کرنا ہے (یہ اہل سنت کی علامات ہیں)۔

اسلام اپنی اصول و فروع میں تمام سابقہ مذاہب سے ممتاز ہے: .... هذا صراطی سے مراد اگر توحید و نبوت ہو اور لاتتبعوا السبل سے مراد سابقہ مذاہب کی بے اعتدالیاں! تو پھر مسلمانوں کے فرقہ ناجیہ اور گمراہ فرقوں کی طرف اس آیت میں اشارہ نہیں نکلتا۔ لیکن مدارک میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچ کر بتلایا کہ یہ طریق رشد و ہدایت ہے، اس کی پیروی کرو۔ پھر اس سیدھے خط کے دائیں بائیں چھ ٹیڑھے خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں، ان سے بچو اور تائید میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

مسلمانوں میں بہتر ۷۲ فرقے گمراہ اور ایک فرقہ اہل حق کا ہدایت یافتہ ہے: .... پس اب اس حدیث سے معلوم ہوگا کہ ان تمام خطوط سے مراد امت مسلمہ کے تہتر فرقے ہیں۔ جن میں سے ایک فرقہ نجات یافتہ اور بہتر ۷۲ فرقے گمراہ ہیں اور بجز ایک گروہ اہل حق کے سب جہنمی ہیں۔ حدیث مشہور ہے ستفترق امتی علٰی ثلثۃ وسبعین فرقۃ واحدۃ منھا ناجیۃ والبواقی ھالکۃ" او کلھم فی النار الا واحدا۔ بعض روایات میں بضع و سبعین کے الفاظ اور بعض میں علی اثنین و سبعین فرقۃ کے الفاظ ہیں۔ لفظ اما مین سے مراد سلطان عادل و ظالم ہے اور خفین چرمی موزے ہوتے ہیں جن پر سفر و حضر میں مسح کرنا شعار اہل سنت ہے اور تقدیرین سے مراد خیر و شر کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لانا ہے اور شہادتین کا مطلب یہ ہے کہ بجز عشرہ مبشرہ کے حتمی طور پر کسی کے لئے جنت و جہنم کی شہادت نہیں دی جاسکتی اور فریضتین سے مراد نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی ہے اور غالباً ان دس چیزوں سے مقصود حصر نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے معظم شعائر کا بیان ہے ورنہ عذاب قبر اور رؤیت باری جیسے مسائل اور بھی ہیں جو مسلک اہل سنت کے ساتھ خاص ہیں اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اہل سنت والجماعت ہونے کی شرائط تو یہی دس خصائل ہیں۔ لیکن دوسرے مسائل شرائط کے درجہ میں نہیں۔ البتہ خصائص میں داخل ہیں۔

گمراہ فرقوں کی تفصیل: .... دوسرے فرقے جو بنیادی طور پر اہل سنت سے الگ ہیں چھ ہیں۔ ۱۔ روافض۔ ۲۔ خوارج۔ ۳۔ جبریہ۔ ۴۔ قدریہ۔ ۵۔ جہمیہ۔ ۶۔ مرجیہ۔ پھر ان گروہوں میں سے ہر ایک میں بارہ بارہ چھوٹی ٹکڑیاں ہیں۔ مثلاً: روافض میں (۱) علویہ، (۲) ابدیہ، (۳) شیعیہ، (۴) اسحاقیہ، (۵) زیدیہ، (۶) عباسیہ، (۷) امامیہ، (۸) تناسخیہ، (۹) ناوسیہ، (۱۰) لاعنیہ، (۱۱) واجعیہ، (۱۲) وابصیہ۔ بارہ شاخیں شامل ہیں۔

اور خوارج میں (۱) ازریہ، (۲) اباضیہ، (۳) تغلبیہ، (۴) جارمیہ، (۵) خلفیہ، (۶) کوزیہ، (۷) معتزلہ، (۸) میمومنیہ، (۹) کنزیہ، (۱۰) محکمیہ، (۱۱) اخنسیہ، (۱۲) شرافیہ شاخیں۔ جبریہ کے بارہ فرقے یہ ہیں۔ (۱) مضطریہ، (۲) افعالیہ، (۳) معیہ، (۴) مفروغیہ، (۵) مجازیہ، (۶) مطمئنیہ، (۷) کسلیہ، (۸) سابقیہ، (۹) حبیبیہ، (۱۰) خوفیہ، (۱۱) فکریہ، (۱۲) حیبیہ اور قدریہ کی ٹکریاں حسب ذیل ہیں۔ (۱) احمدیہ، (۲) مثنویہ، (۳) کسانیہ، (۴) شیطانیہ، (۵) شریکیہ، (۶) وہمیہ، (۷) رویدیہ، (۸) ناکثیہ، (۹) متبریہ، (۱۰) فاسطیہ، (۱۱) نظامیہ، (۱۲) منزلیہ۔

جہمیہ فرقوں کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) مخلوقیہ، (۲) غیریہ، (۳) واقفیہ، (۴) خبریہ، (۵) زنادقیہ، (۶) نفطیہ، (۷) مرابعتیہ، (۸) متراقبیتہ، (۹) واردیہ، (۱۰) فانیہ، (۱۱) حرقیہ، (۱۲) معطلیہ۔ اور مرجیہ کی شاخیں مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) تارکیہ، (۲) شانیہ، (۳) راجیہ، (۴) شاکیہ، (۵) بہمیہ، (۶) عملیہ، (۷) منقوصیہ، (۸) مستثنیہ، (۹) اشریہ، (۱۰) بدعیہ، (۱۱) حشوریہ، (۱۲) مشتبہیہ۔ یہ

سب فرقے اپنے اپنے دور میں باطل رہے ہیں۔ اگرچہ آج ان میں سے بہت سوں کا کوئی نام نہیں جانتا۔ حدیث میں ان فرقوں کی تعداد بلحاظ عقائد مقصود ہے۔ مطلقاً تعداد بیان کرنا نہیں ہے، اس لئے اگر فرعیات اور جزئیات میں مسلمان اس سے زیادہ تعداد میں بھی بٹ جائیں تو حدیث کی رو سے اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

اصول روافض:............ان جماعتوں کے باہمی اختلافی نقاط حسب ذیل ہیں۔

روافض مثلاً: اقامت، جماعت، مسح خفین، تراویح کو اور نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے اور روزہ افطار کرنے اور نماز مغرب میں جلدی کرنے کو مسنون نہیں سمجھتے اور حضرت فاطمہؓ کو حضرت عائشہؓ سے فضل سمجھتے ہیں اور بجز حضرت علیؓ کے تمام صحابہؓ پر بالخصوص حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ پر لعنت بھیجتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں اور ایک لفظ سے تین طلاقیں نہیں مانتے۔

خارجی فرقے کے بنیادی اصول:............علیٰ ہذا خارجی فرقے جماعت کو مسنون نہیں سمجھتے اور گناہوں کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں اور ظالم حاکم کے خلاف بغاوت کرنے کو روا سمجھتے ہیں اور حضرت علیؓ پر لعنت کرتے ہیں۔

فرقہ جبریہ کا نظریہ:............فرقہ جبریہ کا خیال یہ ہے کہ بندہ بالکل مجبور محض ہے۔ اچھے برے کام کا۔ اس کو اختیار نہیں ہے جس کا مطلب ثواب وعذاب اور تمام احکام شرع کا بیکار ہونا ہے اور مال کو اللہ کا محبوب سمجھتے ہیں اور توفیق خداوندی کو کام کے بعد مانتے ہیں۔

فرقہ قدریہ کا نقطہ اختلاف:............لیکن فرقہ قدریہ سب کا فاعل حقیقی انسان کو سمجھتے ہیں۔ گویا ہر انسان اپنے کاموں کا خالق ہے۔ ان کے نزدیک ایک کام اللہ کے نزدیک کفر اور بندوں کے نزدیک ایمان ہوسکتا ہے۔ نماز جنازہ کو واجب نہیں سمجھتے۔ عہد میثاق کا انکار کرتے ہیں اور توفیق کو کام سے پہلے مانتے ہیں۔ جسمانی معراج کے قائل ہیں، بلکہ منامی معراج مانتے ہیں۔

جہمیہ کے افکار:............فرقہ جہمیہ کا نظریہ یہ ہے کہ ایمان کا تعلق صرف دل سے ہے۔ زبان سے بالکل نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ عذاب قبر، نکیرین کے سوال، اور حوض کوثر اور ملک الموت کو نہیں مانتے اور ان سب باتوں کو اوہام وخیالات بتلاتے ہیں۔ قبض ارواح کا تعلق صرف اللہ سے مانتے ہیں۔

مرجئیہ کے عقائد:............مرجئیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی شکل وصورت پر پیدا کیا ہے اور اللہ کے لئے جسم ومکان ہے۔ یعنی عرش اور ایمان کے بعد انسان کو کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ صرف ایمان لانا فرض ہے۔ نماز، روزہ، فرائض وواجبات کی ضرورت نہیں۔ عورتوں کی مثال باغ کے پھولوں کی طرح سمجھتے ہیں، جس کا جی چاہا توڑ لیا۔ نکاح وغیرہ قیود کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

یہ چھ گروہ ان مسائل میں بھی فروعی نزاعات کا شکار ہیں اور اس طرح اکائیوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے ہیں۔ غرضیکہ کل حزب بما لدیھم فرحون شرح وقایہ میں معطلہ کو اصل اور جہمیہ کو اس کی شاخ اور اسی طرح مشبہ کو اصل اور مرجئیہ کو اس کی شاخ اقرار دیا گیا ہے اور بعض نے بجائے چھ کے اصل گروہ کی تعداد بارہ قرار دی ہے اور پھر ان کی چھ چھ شاخیں قرار دی ہیں اور صاحب مواقف نے بالکل ایک دوسرے طرز سے تقسیم کی ہے۔ اصولی فرقے آٹھ قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ، شیعہ، خوارج، مرجئیہ، نجاریہ، جبریہ، مشبہ، ناجیہ۔

پھر معتزلہ کی بیس اور شیعوں کی بائیس اور خوارج کی بیس اور مرجئیہ کی پانچ اور نجاریہ کی تین اور جبریہ اور مشبہ اور ناجیہ کی ایک

ایک شاخ قرار دی ہے اور ان کے عقائد ونظریات کی تفصیلات پیش کی ہیں۔

لطائف آیات:............آیت ذلك جزیناهم سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے محروم رہنے کے سبب گناہ بھی ہوتے ہیں اور آیت وقال الذین اشرکوا الخ سے معلوم ہوا کہ جبر مذموم کا عقیدہ باطل ہے۔

وَهٰذَا الْقُرْاٰنُ **كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ** يَا اَهْلَ مَكَّةَ بِالْعَمَلِ بِمَا فِيْهِ **وَاتَّقُوْا** الْكُفْرَ **لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾** اَنْزَلْنَاهُ لِ **اَنْ لَا تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ** اَلْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى **مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ** مُخَفَّفَةٌ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَىْ اِنَّا **كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ** قِرَاءَتِهِمْ **لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾** لِعَدَمِ مَعْرِفَتِنَا لَهَا اِذْ لَيْسَتْ بِلُغَتِنَا **اَوْتَقُوْلُوْا لَوْاَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ** لِجَوْدَةِ اِذْ هَانِنَا **فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ** بَيَانٌ **مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ** لِمَنِ اتَّبَعَهٗ **فَمَنْ** اَىْ لَااَحَدَ **اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ** اَعْرَضَ **عَنْهَا سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ** اَىْ اَشَدَّهٗ **بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ** مَايَنْتَظِرُ الْمُكَذِّبُوْنَ **اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ** بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ **الْمَلٰٓئِكَةُ** لِقَبْضِ اَرْوَاحِهِمْ **اَوْيَاْتِىَ رَبُّكَ** اَىْ اَمْرُهٗ بِمَعْنٰى عَذَابِهٖ **اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ** اَىْ عَلَامَاتُهُ الدَّالَّةُ عَلَى السَّاعَةِ **يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ** وَهُوَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا كَمَا فِىْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ **لَايَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ** اَلْجُمْلَةُ صِفَةُ نَفْسٍ **اَوْ** نَفْسًا لَمْ تَكُنْ **كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا** طَاعَةً اِىْ لَاتَنْفَعُهَا تَوْبَتُهَا كَمَا فِى الْحَدِيْثِ **قُلِ انْتَظِرُوْٓا** اَحَدَ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ **اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾** ذٰلِكَ **اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ** بِاخْتِلَافِهِمْ فِيْهِ فَاَخَذُوْا بَعْضَهٗ وَتَرَكُوْا بَعْضَهٗ **وَكَانُوْا شِيَعًا** فِرَقًا فِىْ ذٰلِكَ وَفِىْ قِرَاءَةٍ فَارَقُوْا اَىْ تَرَكُوْا دِيْنَهُمُ الَّذِىْ اُمِرُوْا بِهٖ وَهُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى **لَسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَىْءٍ** فَلَا تَتَعَرَّضْ لَهُمْ **اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ** يَتَوَلَّاهُ **ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ** فِى الْاٰخِرَةِ **بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾** فَيُجَازِيْهِمْ بِهٖ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِاٰيَةِ السَّيْفِ **مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ** اَىْ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ **فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا** اَىْ جَزَاءُ عَشْرِ حَسَنَاتٍ **وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا** اَىْ جَزَاؤُهٗ **وَهُمْ لَايُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾** يُنْقَصُوْنَ مِنْ جَزَائِهِمْ شَيْئًا **قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** وَيُبْدَلُ مِنْ مَحَلِّهٖ **دِيْنًا قِيَمًا** مُسْتَقِيْمًا **مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ** عِبَادَتِىْ مِنْ حَجٍّ وَغَيْرِهٖ **وَمَحْيَاىَ** حَيَاتِىْ **وَمَمَاتِىْ** مَوْتِىْ **لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَاشَرِيْكَ لَهٗ** فِىْ ذٰلِكَ **وَبِذٰلِكَ** اَىِ التَّوْحِيْدِ **اُمِرْتُ وَاَنَا**

اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا اِلٰهًا اَیْ لَا اَطْلُبُ غَیْرَهٗ وَّهُوَ رَبُّ مَالِكُ كُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ذَنْبًا اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ تَحْمِلُ نَفْسٌ وَّازِرَةٌ اٰثِمَةٌ وِّزْرَ نَفْسٍ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ جَمْعُ خَلِیْفَةٍ اَیْ یُخْلِفُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فِیْهَا وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ بِالْمَالِ وَالْجَاهِ وَغَیْرِ ذٰلِكَ لِّیَبْلُوَكُمْ لِیَخْتَبِرَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ۭ اَعْطَاكُمْ لِیَظْهَرَ الْمُطِیْعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِیْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ لِمَنْ عَصَاهُ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾ بِهِمْ

ع ۲۰ / ۴۱ / ۷

ترجمہ:........ یہ (قرآن) کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی برکت والی ہے۔ اس لئے اس کی پیروی کرو (اے مکہ کے باشندو! اس پر کار بند ہو) اور (کفر سے) بچو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ہم نے یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ) تم یہ (نہ) کہو کہ کتاب ہم سے پہلے صرف دو فرقوں (یہود ونصاریٰ) پر تو نازل کی گئی ہے اور ہم (ان مخففہ ہے جس کا اسم محذوف ہے دراصل انا تھا) ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے (کیونکہ ہماری زبان میں نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں چلا) یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان جماعتوں سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے (اپنی ذہنی عمدگی کی وجہ سے) سو تمہارے پاس بھی ایک دلیل (بیان) تمہارے پروردگار کی جانب سے اور ہدایت ورحمت آچکی ہے (اس پر کار بند ہونے والے شخص کے لئے) پھر اس سے بڑھ کر ظالم انسان اور کون ہوسکتا ہے (کوئی نہیں) جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے گردن موڑے (روگردانی کرے) جو لوگ ہماری نشانیوں سے گردن موڑتے ہیں ہم عنقریب انہیں اس کی پاداش میں سخت (بدترین) عذاب دینے والے ہیں۔ پھر یہ لوگ کس بات کے انتظار میں ہیں (جھٹلانے والے منتظر نہیں ہیں) مگر اس کے انتظار میں ہیں کہ ان کے پاس آجائیں (یاتیھم یا اور تا کے ساتھ ہے) فرشتے (ان کی روحیں نکالنے) یا بنفس نفیس آپ کے پروردگار آپ کے سامنے آکھڑے ہوں (یعنی ان کا حکم۔ جس سے مراد عذاب ہے) یا پھر آپ کے پروردگار کی کوئی بڑی نشانی (قیامت کی کوئی علامت) نمودار ہوجائے۔ تو جس دن آپ کے پروردگار کی بڑی نشانی آپہنچے گی (آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں آیا ہے) کسی ایسے شخص کا ایمان سود مند نہیں ہوسکے گا جو پہلے سے ایمان نہ لاچکا ہو (یہ جملہ نفس کی صفت ہے) یا (ایسا انسان جس نے) اپنے ایمان کی حالت میں نیکی (نہ) کمائی ہو (یعنی ایسے آدمی کی توبہ قبول نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) آپ کہہ دیجئے کہ تم منتظر رہو (ان نشانیوں کے) ہم بھی (اس کا انتظار کرتے ہیں۔

جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال دیا (مذہبی اختلاف کھڑے کرکے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا) اور الگ الگ گروہ (فرقے) بن گئے (اور ایک قرأت میں فرقوا کی بجائے فارقوا ہے۔ یعنی جس دین کو اختیار کرنے کا حکم تھا اس کو چھوڑ بیٹھے اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں) آپ کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ (لہٰذا آپ ان کے پیچھے نہ پڑیئے) بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے (وہی دیکھ بھال رہے ہیں) پھر وہی جتلادیں گے (آخرت میں) ان کا کیا ہوا (اس کا بدلہ ان کو ملے گا) لیکن یہ حکم جہادی حکم سے منسوخ ہے) جو کوئی نیک کام کرے گا (لا الٰہ الا اللہ کہے گا) تو اس کے لئے دس گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ (یعنی دس نیکیوں کے برابر ایک نیکی کا ثواب عطا ہوگا) اور جو شخص برا کام کرے گا سو اس کو اس برائی کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی (کہ بدلہ میں کچھ کوتی کرلی جائے) آپ کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے مجھے تو سیدھا راستہ دکھادیا ہے (صراط مستقیم کے محل سے دینا

قیماً بدل واقع ہو رہا ہے) وہی دین مستحکم (درست) ہے جو ابراہیمؑ کا طریقہ ہے۔ جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے اور آپ ﷺ فرما دیجئے کہ بلا شبہ میری نماز اور ساری عبادت (حج وغیرہ عبادت) اور میرا جینا (زندگی) میرا مرنا (موت) سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کے پالنہار ہیں (اس بارہ) جن کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس (توحید) کا مجھے حکم ملا ہے اور میں (اس امت کے) مسلمانوں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔ آپ ان لوگوں سے پوچھئے، کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور پروردگار ڈھونڈوں؟ (یعنی اللہ کے سوا میں کسی کا طالب نہیں ہوں) حالانکہ وہی ہر چیز کی پرورش کرنے والے (مالک) ہیں اور ہر انسان جو کچھ عمل (گناہ) کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا (گناہ گار نفس) کسی دوسرے (نفس) کا بوجھ۔ پھر تم سب کو اپنے پروردگار کے حضور لوٹنا ہے۔ چنانچہ وہ تمہیں وہ سب کچھ جتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے اور اللہ وہی ہیں جنہوں نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا ہے و خلئف جمع خلیفۃ کی ہے۔ یعنی ایک دوسرے کا تمہیں زمین میں نائب بناتے ہیں) اور ایک کو دوسرے پر فوقیت بخشی (مال وعزت وغیرہ سے برتری دی) تاکہ تمہاری آزمائش (امتحان) کریں۔ جو کچھ تمہیں مرحمت فرمایا ہے (دیا ہے جس سے فرمانبردار اور نافرمان الگ الگ چھٹ جائیں) یقیناً آپ کے پروردگار جلد سزا دینے والے ہیں (نافرمانوں کو) اور وہ بلاشبہ (مسلمانوں کے لئے) بڑی مغفرت ورحمت رکھنے والے بھی ہیں۔

تحقیق وترکیب: .... **ان تقولوا** ۔ جلال محققؒ نے لام اور لائے نافیہ کی تقدیر سے اشارہ کر دیا کہ یہ انزلناہ کی علت ہے۔ اس میں کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہی جیسا کہ کسائی اور فراء نے آیت یبین اللّٰہ لکم ان تضلوا اور رواسی ان تمید بکم میں اس کو اختیار کیا ہے دوسری رائے بصریوں کی ہے۔ ای انزلناہ کراھۃ ان تقولوا! ان کے نزدیک لائے نافیہ کی تقدیر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جئت ان اکرمک کو ان لا اکرمک کے معنی میں لینا جائز نہیں سمجھتے۔ تیسری صورت فراء کے نزدیک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کا تعلق اتقوا کے ساتھ کر دیا جائے۔ ای اتقوا ان تقولوا انما انزل الکتاب۔ بہر حال جلال مفسرؒ نے انزلناہ کو عامل مقدر مانا ہے۔ جس پر انزلناہ ملفوظ دلالت کرتا ہے اور ملفوظ کو اس لئے عامل نہیں مانا کہ لفظ مبارک اجنبی کا فاصلہ لازم آتا ہے جو یا صفت ہے اور یا خبر۔

الکتب ۔ اس سے مراد جنس کتاب ہے۔ جس سے مراد تورات، زبور، انجیل ہے اور صحف اس میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کو عرف میں کتاب نہیں کہا جاتا جو احکام پر مشتمل ہوتی ہیں۔

فقد جاء کم ۔ یہ شرط محذوف کی جزاء ہے۔ ای ان صدقتم فیما کنتم تعدون من انفسکم فقد جاء کم الخ۔

ھل ینظرون ۔ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔ کفر پر باقی رہنے والوں کے لئے مزید تخویف ہے۔ علامات قیامت دو طرح کی ہیں۔ چھوٹی علامات تو بکثرت ہیں، لیکن بڑی علامات دس ہیں۔ جیسے آفتاب کا مغرب سے برآمد ہونا وغیرہ۔ چنانچہ حذیفہؓ اور براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ ہم بیٹھے ہوئے قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو فرمایا کہ جب تک یہ دس علامات نہیں ہوں گی۔ اس وقت تک قیامت نہیں ہوگی۔ (۱)[1] **الدخان، (۲) دابۃ الارض، (۳) خسف بالمشرق۔ (۴) خسف بالمغرب خسف بجزیرۃ (۵) العرب۔ (۶) الدجال (۷) طلوع الشمس من مغربھا (۸) یاجوج ماجوج (۹) نزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۰) نار تخرج من عدن۔**

---

[1] دھواں ایک خاص قسم کا، بانور، مشرقی خسف، مغربی خسف، ملک عرب کا خسف، دجال کا ظاہر ہونا۔ سورج کا پچھم کی طرف سے نکلنا یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا۔ حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا، آگ کا عدن سے رونما ہونا قیامت کی علامت ہیں۔۱۲

لایفن نفسا. ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے کہ جب تک آفتاب مغرب سے برآمد نہیں ہوگا، قیامت نہیں ہوگی۔ آفتاب طلوع ہونے پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ اس وقت ان کا ایمان نافع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اکثر مفسرین کی رائے بھی یہی ہے اور یہی صحیح ہے۔ لاعلی التعیین بعض علامات ظاہر ہونے پر ایمان کا غیر نافع ہونا مراد نہیں جیسا کہ بعض کی رائے ہے۔ ورنہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو لوگ ایمان لائیں گے اس کا بے کار ہونا لازم آئے گا کیونکہ مغرب سے آفتاب کا طلوع نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا۔ جیسا کہ عبد بن حمید نے عبداللہ بن ابی اوفی کی یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔ **یاتی قدر ثلاث لیال لایعرفها الا المتهجدون یقوم الرجل فیقرء حزبه ثم ینام ثم یقوم فعند ذلک تموج الناس. بعضهم فی بعض حتیٰ اذا صبلوا الفجر وجلسوا فاذآ الشمس قد طلعت من مغربها حتیٰ اذا توسطت الشمس رجعت** حذیفہ کی مرفوع روایت میں اس رات کا دورات کے برابر دراز ہونا آیا ہے اور ایک راویت کے مطابق مغرب سے آفتاب برآمد ہونا تین روز تک آیا ہے۔ لیکن بقول نووی اصح یہ ہے کہ طلوع کی یہ کیفیت صرف ایک روز رہے گی۔ اس کے بعد سابقہ معتاد طریقہ پر طلوع و غروب رہے گا اس کے بعد باب توبہ کا بند ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔[1] **قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل بالمغرب باباً مسیرة عرضه سبعون عاماً للتوبة لایغلق مالم تطلع الشمس من قبله۔**

ان الذین فرقوا. حسنؒ کی رائے تو یہ ہے کہ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ جن میں بعض بت پرست تھے اور بعض ستارہ پرست اور بعض فرشتہ پرست اور یہی ان کی مذہبی تفریق ہوئی لیکن بقول مجاہدؒ یہودی فرقے مراد ہیں۔ ان میں بھی باہمی گروہ بندیاں تھیں اور ابن عباسؓ اور قتادہؒ اور سدیؒ اور ضحاکؒ کے نزدیک یہود ونصاریٰ دونوں فرقے ہیں۔ لیکن ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس امت کے گمراہ فرقے مراد ہیں۔ چنانچہ مرفوع روایت ہے **قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعاً لست منهم فی شیء ولیسو منک اهل البدع واهل الشبهات واهل الضلالة من هذه الامة. الحسنة** ۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کو عام نیکی پر محمول کیا جائے جیسا کہ سیئہ سے مراد بھی عام ہے۔ ورنہ پھر اس سے بھی خاص شرک مراد لینا پڑے گا۔ یہاں نیکی کا کم از کم اجر بیان کیا گیا ہے ورنہ دوسری نصوص سے ستر (۷۰) یا سات سو (۷۰۰) اور اس سے بھی زائد معلوم ہوتا ہے۔ راویت کے الفاظ یہ ہیں۔[2] **قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا احسن احدکم اسلامه فکل حسنة یعملها تکتب له بعشرا مثالها الی سبعمائة ضعف وکل سیئة یعملها تکتب له بمثلها حتی یلقی اللہ عزوجل.**

دیناقیمًا ۔ یہ صراط مستقیم کے محل سے بدل واقع ہو رہا ہے اور مفعول ثانی کی وجہ سے محل نصب ہے اور یہاں ہدیٰ کا تعدیہ الٰی کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ لیکن کبھی خود مستعدی بھی ہوا کرتا ہے۔ جیسے **ویهدیکم صراطاًمستقیماً. قیم** ۔ بروزن فیعل ہے۔ قیام سے جیسے سید ساد سے ہے اور اہل کوفہ قاف کے کسرہ اور یا کی خفت سے ساتھ پڑھتے ہیں۔ زجاج کے نزدیک قیم مصدر ہے بمعنی قیام جیسے صغرو کبر **اول المسلمین** ۔ یہ بلحاظ اس امت کے ہے نیز عہد الست کے لحاظ سے اگر ہو تو حقیقی اولیت مراد ہوسکتی ہے۔ غیر اللہ اس کا نصب ابغی کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور رباً تمیز ہے اور ربا کی تفسیر **الٰها** ہے اور استفہام انکاری ہے۔ لاترو۔ دوسری آیت **لیحملن اثقالهم واثقالامع اثقالهم** سے اور حدیث **من سن سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیمة** سے تو اس آیت کے برخلاف مفہوم ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس آیت کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا جس میں کسی بھی لحاظ سے تسبب نہ ہو اور دوسری آیت اور حدیث تسبب پر محمول ہوگی۔ مباشرۃ گناہ ایک الگ چیز ہے اور گناہ کا سبب اور ذریعہ بن جانا ایک علیحدہ چیز ہے۔

خلائف. یہ جمع ہے خلیفہ کی، جیسے وصیفۃ کی جمع وصائف آتی ہے۔

---

[1] نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مغرب میں ایک دروازہ بنادیا ہے جس کی چوڑائی ستر (۷۰) سال کی مسافت کی برابر ہوگی یہ توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک مغرب کی طرف سے سورج نہیں نکلے گا۔۱۲

[2] آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں ٹکڑیاں کرلی ہیں اور وہ گروہ گروہ ہوگئے تو ان میں داخل نہیں اور نہ وہ تم میں سے ہیں وہ تو اس امت کے اہل بدعت ہیں اور اہل شبہات ہیں اور خائنین ہیں۔۱۲

سریع العقاب ۔عقاب کا جلد ہونایا تو اس لحاظ سے ہے کہ مستقبل کی ہر آنے والی چیز قریب ہی آتی جاتی ہے اور یا یہ مطلب ہے کہ جب عذاب کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر فوراً واقع ہوجاتا ہے۔اس میں تاخیر نہیں ہوتی۔غرضیکہ یہ مضمون اب اللہ کے حلم اور تحمل کے منافی نہیں رہا۔

ربط آیات: ....پچھلی آیات میں شرک اعتقادی اور تحریک وتحلیل کی خودکاری پر ضرب کاری لگائی گئی تھی۔اب آیات ثم اٰتینا اور وھذا الکتٰب الخ سے مسئلہ نبوت پر کلام کیا جارہا ہے کہ یہ کوئی عجیب وغریب امر نہیں جس کا دعویٰ آنحضرت ﷺ کررہے ہیں۔بلکہ اتمام حجت کے لئے دوسری قوموں کی طرح تمہارے لئے بھی ایک عظیم نبی کا بھیجنا ضروری سمجھا گیا۔اس کے بعد آیت ھل ینظرون سے ایمان نہ لانے کی صورت میں پچھلے مکذبین کی طرح عذاب کی دھمکی ہے۔پھر آیت ان الذین فرقوا الخ سے عام گمراہوں کو للکارنا ہے اور مذہبی تفریق اور گروہ بندیوں کی مذمت کے بعد آیت قل اننی الخ سے دین حق کے اتباع کا مشورہ دیا جارہا ہے اور اس پوری سورت میں چونکہ دین کی تحقیق ہے اب خاتمہ سورت پر آیت ھو الذی الخ سے اپنے انعام کو خاص بتلانا ہے۔جس سے ترغیب وترہیب مقصود ہے۔

شان نزول:...............مکہ کے کفار ومشرکین نے جب آنحضرت ﷺ سے ارجع الیٰ دیننا کی درخواست کی تو اس پر آیت قل اغیر اللّٰہ الخ نازل ہوئی اور ولید بن مغیرہ نے جب مسلمانوں کو بہکانا چاہا کہ اتبعوا سبیلی احمل عنکم اوزارکم وھو وازر تو اس پر آیت لاتزر وازرۃ الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:...............اہل کتاب کی تبلیغی کوتاہی بھی آنحضرت ﷺ کی بعثت کا سبب بنی:...............اس اتمام حجت کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح دینی قوموں کے لئے انبیاء اور ہادی بھیجے گئے اور وہ اپنے ساتھ پیغام اور کتابیں لائے،ایک لحاظ سے تمہارے لئے بھی ان کا اتباع لازم تھا۔تاہم کسی درجہ میں غیر زبان ہونے کا عذر تمہارے لئے مانع بن سکتا تھا۔اگرچہ تراجم کے ذریعہ وہ عذر بھی رفع ہوسکتا تھا لیکن ہم نے اہل کتاب کی اس کوتاہی کو دیکھتے ہوئے کہ انہوں نے کبھی بھی تعلیم وتوحید کے سلسلہ میں عرب قوم کے لئے کوئی اہتمام نہیں کیا۔یوں اتفاقاً کسی مضمون کا کبھی کان میں پڑجانا طالب کے حق میں تو کچھ سودمند ہوسکتا تھا۔مگر عام طور پر عادۃً تنبیہ کے لئے کم موثر ہوتا ہے۔غرضیکہ ان پر نظر کرتے ہوئے ایک مستقل اور عظیم نبی کا بھیجنا قریب مصلحت ہوا۔اس تقریر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوتوں کے عام ہونے کا شبہ نہ کیا جائے۔کیونکہ صرف اصول کے لحاظ سے بعثت مراد نہیں ورنہ بلا تخصیص تمام انبیاء علیہ السلام میں اصول کی دعوت مشترک رہی ہے بلکہ اصول وفروع کے لحاظ سے مجموعی طور پر عموم بعثت مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔بہرحال دوسرے انبیاء کی بعثت کے بعد ان کی اتباع نہ کرنے پر بھی اگرچہ عذاب کا استحقاق تھا جو بادی النظر میں عرب قوموں کی طرف سے نہ سمجھنے اور غیر زبان ہونے کا عذر پیش کیا جاسکتا تھا۔لیکن اب تو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد یہ عذر یا رد بھی نہ رہا اور اللہ کی حجت پوری ہوگئی۔

علاماتِ قیامت:...............علامات قیامت کے سلسلہ میں مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کی کیفیت حضرت کعبؓ سے یہ منقول ہے کہ آفتاب قطب کی طرف گھوم کر نقطہ مغرب پر آجائے گا اور ایک روایت کے مطابق اس کی تاویل رجعت قہقری سے بھی کرسکتے ہیں اور ہیئت دان جن اصول وضوابط کی رو سے اس کو محال کہتے ہیں خود ان اصول پر اب تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکی۔

اور عبداللہ بن ابی اوفی کی مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہوکر جب آسمان کے درمیان پہنچے گا، پھر مغربی سمت لوٹ کر مغرب میں غروب ہوجائے گا اور اس کے بعد پھر بدستور سابق مشرق سے طلوع ہوگا اور ایک روایت کے مطابق اس وقت ایمان کا اور ایک روایت کی رو سے توبہ کا مقبول نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ جس طرح شخصی نزع کے عالم میں آخرت کے احوال وکوائف کا مشاہدہ ہوجانے کی وجہ سے ایمان بالغیب نہیں رہتا اور اس وقت ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا،اسی طرح عالم علوی کے تغیر کا مشاہدہ ہوجانے کے بعد پورے عالم ناسوت پر ایک نزع کا عالم جب طاری ہوگا تو اس وقت کسی کا ایمان لانا معتبر نہیں ہوگا۔

باقی اس کیفیت کے ازالہ کے بعد بھی بعض حضرات کے نزدیک تو ایمان وتوبہ مقبول نہیں ہوگی۔ لیکن صاحب روح المعانی نے قبول ہونے کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً اس کے بعد جو لوگ دین کے مخاطب یا مکلف ہوں گے یا مدت گزر جانے کے بعد جب ہول دلی کی وہ کیفیت باقی نہیں رہے گی تو ان کا ایمان وتوبہ مقبول ہو جائے گی۔

ایک مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد ایک سو بیس سال تک آدمی باقی رہیں گے۔ احادیث سے بہت سی علامات قیامت کا اثبات ہو رہا ہے لیکن ان میں باہمی ترتیب وقوعی کے متعلق علماء سرگرداں ہیں۔

معتزلہ کے استدلال کا جواب: .... معتزلہ نے ظاہر آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بلا عمل ایمان نافع نہیں ہوتا؟ لیکن جواب یہ ہے کہ خاص نفع یعنی توبہ مقبول ہونے کی نفی کرنی مقصود ہے اور نفع خاص کی نفی سے عام نفی کی لازم نہیں آتی۔ پس معتزلہ کے لئے اس آیت سے یہ احتجاج بھی سودمند نہیں ہوگا کہ ''بغیر عمل کے نجات نہیں ہو سکتی'' نیز لفظ خیر نکرہ ہے نفی کے ماتحت واقع ہونے کی وجہ سے عام ہوا۔ جس سے لازم آیا کہ ایمان کا نفع مطلق خیر ہونا چاہئے۔ حالانکہ معتزلہ کا یہ مذہب نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک تمام اعمال بھی خیر میں داخل ہیں۔

صاحب مدارک نے یہ جواب دیا کہ خیر سے مراد اخلاق یا توبہ ہے۔ پس اول صورت میں حاصل یہ ہوگا کہ جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوگا یا جس کے ایمان میں اخلاص پیدا نہیں ہوا ہوگا۔ اس وقت یہ دونوں چیزیں کرنا کارآمد ہوں گی۔ یعنی نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا اور نہ منافق کا مخلص بننا اور دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ اس وقت کافر کا ایمان اور مومن کی توبہ بھی مقبول نہیں ہوگی۔ ان دونوں صورتوں میں عمل ایمان میں داخل نہیں رہتا۔ اس لئے معتزلہ کا استدلال باطل ہو گیا۔ لیکن مدارک کی پہلی صورت کو امام زاہد نے اس لئے پسند نہیں کیا کہ اس سے منافق کے لئے اس وقت مطلق وجود ایمان کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری صورت میں توبہ کا حتمی طور پر نا مقبول ماننا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ حالت یاس کی طرح حق تعالیٰ کی مشیت پر معلق رکھنا چاہئے۔

اور معالم سے نقل کرتے ہوئے حسینی میں لکھا ہے کہ اس روز کافر کا ایمان اور فاسق کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

قاضی بیضاویؒ نے اس سلسلہ میں تین توجیہیں اور کی ہیں۔ پہلی توجیہ تو یہ ہے کہ حکم اس روز کے لئے خاص ہوگا۔ لہٰذا اس سے عمل کا داخل ایمان سمجھنا صحیح نہیں۔ دوسری توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص ایمان اور خیر کے مجموعہ سے خالی ہوگا اس کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ نہ اس کا جو صرف عمل سے خالی ہو اور ایک توجیہ یہ ہے کہ ان اور اذا نفی کے موقعہ پر شمول عدم کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ الا یہ کہ اگر کوئی قرینہ قائم ہو تو عدم شمول کے لئے آئے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں علامہ زمخشریؒ نے عدم شمول پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کافر اس وقت ایمان لائے اور جو پہلے سے ایمان تو لا چکا مگر عمل نہیں کیا۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس آیت کو شمول عدم پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی یہ کہ جس نے پہلے سے ایمان وعمل نہ کیا ہو اس کے لئے اس روز ایمان نافع نہیں ہوا کیونکہ نفی ایمان کے بعد کسب خیر کی نفی کرنا اس صورت سے موجب تکرار ہوگا۔

آیت ان الذین فرقوا کو عام لینا مناسب ہے۔ البتہ اختلاف کرنے والوں کے لحاظ سے وعید کے مراتب بھی مختلف ہوں گے۔ کفار کے دائمی عذاب اور مبتدعین کو بقدر فساد عقائد عذاب ہوگا۔ اس کے بعد اصل ایمان کی وجہ سے نجات ہو سکے گی اور جن روایات میں امت کا تہتر فرقوں میں بٹنا اور ایک فرقہ کے علاوہ سب کا معذب ہونا آیا ہے اس سے دائمی عذاب مراد نہیں ہے کیونکہ کسی بھی مومن کو دائمی عذاب نہیں ہوگا اور نہ مطلق داخلہ یا غیر داخلہ مراد ہے۔ کیونکہ گناہوں کی وجہ سے مطلقاً تو اہل سنت کو بھی جہنم میں داخل کیا جائے گا بلکہ صرف فساد عقائد کی وجہ سے غیر دائمی داخلہ مراد ہے اور بلاشبہ یہ داخلہ اہل بدعت کے ساتھ خاص ہے۔ اہل حق کو اگر عذاب ہوگا خراب اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ فساد عقیدہ کی وجہ سے ان کا داخلہ نہیں ہوگا اور کفار کا داخلہ تو بہر حال دائمی ہوگا اور غیر کفار کے لئے دخول جہنم سے مراد صرف استحقاق دخول ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے گناہوں کی طرح فساد اعتقاد بھی اگر کفر کی حد تک نہ پہنچا ہو معاف

کردیا جائے۔ غرضیکہ لزوم عذاب کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس طرح حق کی بعض باتوں کو چھوڑنے والا افرقوا کا مصداق ہے اسی طرح کل حق کی باتوں کو ترک کرنے والا بدرجہ اولیٰ اس وعید کا مصداق ہوگا۔

نیکی اور بدی کے بدلہ کا فرق:............ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہونا کم از کم درجہ ہے۔ دوسری نصوص میں جو زیادہ اجر کا وعدہ ہے۔ یہ آیت اس کی نافی نہیں ہے۔ پس کلمہ توحید کی تصدیق اور اقرار دونوں الگ الگ نیکیاں ہوئیں۔ اس طرح ایمان لانے پر جس فضل وکرم کا وعدہ ہے اس کو دس حصے بڑھادیا جائے گا لیکن سیئہ اور برائی پر برابر سزا کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس پر شبہ ہوسکتا ہے کہ کفر بھی ایک برائی ہے۔ پھر اس پر دائمی عذاب تو اس پر برابری سے زیادتی ہوئی۔ پس آیت کی رو سے اس کی گنجائش کیسے؟ تو کہا جائے گا کہ کفر چونکہ سب سے زیادہ بدترین برائی ہے اس لئے اس کا مماثل دائمی عذاب ہی ہوسکتا ہے۔ اس کو زیادتی نہیں کہا جائے گا بلکہ اللہ کی ذات واجب الوجوب ہونے کی وجہ سے چونکہ ازلی اور ابدی ہے۔ پس اس کے ساتھ کفر وشرک کرنے کا مطلب اس کی حکومت سے بغاوت وسرکشی کرنا ہے۔ لہٰذا سزا بھی دائمی ہونی چاہئے تاکہ جرم کے مناسب پاداش رہے۔

اسلام ہی مذہب حق ہے اور اہل سنت ہی مسلک حق پر ہیں:............دینا قیما سے جو دین کے اوصاف اسلام میں سے بھی اہل سنت کے طریقہ پر صادق آتے ہیں کیونکہ حنفیت سے بدعت کے تمام طریقوں پر رد ہوگیا ہے جن میں کجی ہوتی ہے اور صلاتی و نسکی سے شرعی امور کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا بلحاظ ارادۂ عبادت ہے اور محیای ومماتی سے تکوینی امور مراد ہیں۔ جن کا اللہ کے لئے ہونا اعتقاد ربوبیت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جس طرح استحقاق عبادت میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح تصرفات میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسلام کی سب سے بڑی تعلیم یہی مجموعہ توحید ہے اور بذلک امرت میں لطیف پیرایہ کے ساتھ دوسروں کو دین کی طرف دعوت دینی ہے کہ جب نبی تک ایمان لانے کا مکلف ہے تو دوسروں کی کیا مجال!

ایک دقیق شبہ کا ازالہ:............آیت لاتذر الخ سے جو ایک کا گناہ دوسرے پر نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ان نصوص کے خلاف نہیں۔ جن میں دوسرے کو گمراہ کرنے والے پر خود اپنی گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کو گمراہ کرنے سے جو گناہ ہوا وہ اپنے ہی فعل سے ہوا کہ دوسرے کی گمراہی کا سبب بنا۔ پس ضلال کی طرح اضلال کا گناہ بھی ہوا اور آیت کا منشاء یہ ہے کہ کسی دوسرے کے فعل سے خود کو گناہ نہیں ہوتا۔ پس دونوں صورتوں میں کچھ تعارض نہ ہوا۔ نیز ولید بن مغیرہ کے بہکانے کا منشاء یہ تھا کہ تم پر کچھ گناہ نہیں رہے گا۔ حاصل رد یہ ہوا کہ دونوں پر اپنے اپنے کام کا گناہ ہوگا۔ اس لئے شبہ صاف ہوگیا۔

ہر حالت اللہ کی ایک نعمت ہے:............عقل، عزت، روزی، حسن وجمال، صحت وقوت وغیرہ وغیرہ اختیاری چیزوں میں اختلاف کا قرین مصلحت ہونا تو ظاہر ہے ہی لیکن باعث نعمت بھی ہے۔ چنانچہ ان باتوں میں جو شخص بڑھا ہوا ہو اس کے لحاظ سے تو ان چیزوں کا نعمت ہونا ظاہر ہے مگر جس شخص میں یہ باتیں کم درجہ کی ہوں اس کے حق میں بھی یہ نعمت ہے کیونکہ ہر نقصان میں کوئی نہ کوئی حکمت ومصلحت اور بھلائی رکھی ہوئی ہے جو ہماری عام نگاہوں سے اوجھل ہو۔ لیکن قدرت کی نظر میں وہ بھی ملحوظ ہوتی ہے۔ جیسا کہ جزئی واقعات میں غور کرنے سے واضح ہوسکتا ہے۔ اس لئے رفع بعضکم علی بعض کو انسان کے موقعہ پر بیان کرنا برمحل ہوا۔

لطائف آیات:............آیت قل ان صلوتی الخ میں توحید کامل کی تعلیم ہے۔ یعنی تمام تشریعی اور تکوینی کاموں میں عملی لحاظ سے بھی اللہ کے سپرد کردینا اور رضا بالقضاء پر کاربند ہونا۔

تمت السورة الانعام بحمداللہ وعونہ۔ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۸۳ھ یوم السبت ۲۰ اکتوبر ۶۳ء

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ اِلَّاوَ سْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الثَّمَانُ اَوِ الْخَمْسُ اٰيَاتٍ
مِائَتَانِ وَخَمْسٌ اَوْسِتٌّ اٰيَاتٍ

ترجمہ: سورۂ اعراف مکی ہے بجز اسئلهم عن القرية الخ آٹھ یا پانچ آیات کے جن میں دو سو پانچ یا چھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ الٓمّٓصٓ﴿۱﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ هٰذَا **كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ** خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ** ضَيْقٌ **مِّنْهُ** اَنْ تُبَلِّغَهُ مَخَافَةَ اَنْ تُكَذَّبَ **لِتُنْذِرَ** مُتَعَلِّقٌ بِاُنْزِلَ اَىْ لِلْاِنْذَارِ **بِهٖ وَذِكْرٰى** تَذْكِرَةٌ **لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴿۲﴾** بِهٖ قُلْ لَهُمْ **اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ** اَىِ الْقُرْاٰنَ **وَلَا تَتَّبِعُوْا** تَتَّخِذُوْا **مِنْ دُوْنِهٖٓ** اَىِ اللّٰهِ اَىْ غَيْرِهٖ **اَوْلِيَآءَ** تُطِيْعُوْنَهُمْ فِىْ مَعْصِيَتِهٖ تَعَالٰى **قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴿۳﴾** بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ تَتَّعِظُوْنَ وَفِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِى الْاَصْلِ فِى الذَّالِ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِسُكُوْنِهَا وَمَا زَائِدَةٌ لِتَاْكِيْدِ الْقِلَّةِ **وَكَمْ** خَبَرِيَّةٌ مَفْعُوْلٌ **مِّنْ قَرْيَةٍ** اُرِيْدَ اَهْلُهَا **اَهْلَكْنٰهَا** اَرَدْنَا اِهْلَاكَهَا **فَجَآءَهَا بَاْسُنَا** عَذَابُنَا **بَيَاتًا** لَيْلًا **اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ﴿۴﴾** نَائِمُوْنَ بِالظَّهِيْرَةِ وَالْقَيْلُوْلَةُ اِسْتِرَاحَةُ نِصْفِ النَّهَارِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا نَوْمٌ اَىْ مَرَّةً جَاءَهَا لَيْلًا وَمَرَّةً نَهَارًا **فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ** قَوْلُهُمْ **اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴿۵﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ** اَىِ الْاُمَمَ عَنْ اِجَابَتِهِمُ الرُّسُلَ وَعَمَلِهِمْ فِيْمَا بَلَغَهُمْ **وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴿۶﴾** عَنِ الْاِبْلَاغِ **فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ** لَنُخْبِرَنَّهُمْ عَنْ عِلْمٍ بِمَا فَعَلُوْهُ **وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ﴿۷﴾** عَنْ اِبْلَاغِ الرُّسُلِ وَالْاُمَمِ الْخَالِيَةِ فِيْمَا عَمِلُوْا **وَالْوَزْنُ** لِلْاَعْمَالِ اَوْلِصَحَائِفِهَا بِمِيْزَانٍ لَهٗ لِسَانٌ وَكِفَّتَانِ كَمَا وَرَدَ فِىْ حَدِيْثٍ كَائِنٌ **يَوْمَئِذِ** اَىْ يَوْمَ السُّوَالِ الْمَذْكُوْرِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ **اِلْحَقُّ** اَلْعَدْلُ صِفَةُ الْوَزْنِ **فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ** بِالْحَسَنَاتِ **فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴿۸﴾** اَلْفَائِزُوْنَ **وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ** بِالسَّيِّاٰتِ **فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ** بِتَصْيِيْرِهَا اِلَى النَّارِ **بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ﴿۹﴾** يَجْحَدُوْنَ **وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ** يٰبَنِىْ اٰدَمَ **فِى**

الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ بِالْيَاءِ اَسْبَابًا تَعِيْشُوْنَ بِهَا جَمْعُ مَعِيْشَةٍ **قَلِيْلًا مَّا** لِتَاكِيْدِ الْقِلَّةِ **تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ** اَيْ اٰبَاءَ كُمْ اٰدَمَ **ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ** اَيْ صَوَّرْنَاهُ وَاَنْتُمْ فِيْ ظَهْرِهٖ **ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ** سُجُوْدَ تَحِيَّةٍ بِالْاِنْحِنَاءِ **فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ** اَبَا الْجِنِّ كَانَ بَيْنَ الْمَلٰئِكَةِ **لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ** تَعَالٰى **مَامَنَعَكَ اَلَّا** زَائِدَةٌ **تَسْجُدَ اِذْ** حِيْنَ **اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا** اَيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَقِيْلَ مِنَ السَّمٰوٰتِ **فَمَا يَكُوْنُ** يَنْبَغِيْ **لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ مِنْهَا اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾** الذَّلِيْلِيْنَ **قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ** اَخِّرْنِيْ **اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾** اَيِ النَّاسُ **قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾** وَفِيْ اٰيَةٍ اُخْرٰى اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ اَيْ وَقْتِ النَّفْخَةِ الْاُوْلٰى **قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ** اَيْ بِاِغْوَائِكَ لِيْ وَالْبَاءُ لِلْقَسَمِ وَجَوَابُهٗ **لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ** اَيْ لِبَنِيْ اٰدَمَ **صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾** اَيْ عَلَى الطَّرِيْقِ الْمُوْصِلِ اِلَيْكَ۔ **ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ** اَيْ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ فَاَمْنَعُهُمْ عَنْ سُلُوْكِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَاْتِيَ مِنْ فَوْقِهِمْ لِئَلَّا يَحُوْلَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى **وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾** مُؤْمِنِيْنَ **قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا** بِالْهَمْزَةِ مَعِيْبًا مَمْقُوْتًا **مَّدْحُوْرًا** مُبْعَدًا عَنِ الرَّحْمَةِ **لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ** مِنَ النَّاسِ وَاللَّامُ لِلْاِبْتِدَاءِ وَمُوَطِّئَةٌ لِلْقَسَمِ وَهُوَ **لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾** اَيْ مِنْكَ بِذُرِّيَّتِكَ وَمِنَ النَّاسِ وَفِيْهِ تَغْلِيْبُ الْحَاضِرِ عَلَى الْغَائِبِ وَفِي الْجُمْلَةِ مَعْنٰى جَزَاءِ مِنَ الشَّرْطِيَّةِ اَيْ مَنِ اتَّبَعَكَ اُعَذِّبُهٗ **وَقَالَ يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ** تَاكِيْدٌ لِلضَّمِيْرِ فِيْ اُسْكُنْ لِيُعْطَفَ عَلَيْهِ **وَزَوْجُكَ** حَوَّآءُ بِالْمَدِّ **الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ** بِالْاَكْلِ مِنْهَا وَهِيَ الْحِنْطَةُ **فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ** اِبْلِيْسُ **لِيُبْدِيَ** يُظْهِرَ **لَهُمَا مَاوٗرِيَ** فُوْعِلَ مِنَ الْمُوَارَاةِ **عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ** كَرَاهَةَ **اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ** وَقُرِئَ بِكَسْرِ اللَّامِ **اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾** اَيْ وَذٰلِكَ لَازِمٌ عَنِ الْاَكْلِ مِنْهَا كَمَا فِيْ اٰيَةٍ اُخْرٰى هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى **وَقَاسَمَهُمَآ** اَيْ اَقْسَمَ لَهُمَا بِاللّٰهِ **اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾** فِيْ ذٰلِكَ **فَدَلّٰىهُمَا** حَطَّهُمَا عَنْ مَنْزِلَتِهِمَا **بِغُرُوْرٍ** مِنْهُ **فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ** اَيْ اَكَلَا مِنْهَا **بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا** اَيْ ظَهَرَ لِكُلٍّ مِّنْهُمَا قُبُلُهٗ وَقُبُلُ الْاٰخَرِ وَدُبُرُهٗ وَسُمِّيَ كُلٌّ مِنْهُمَا سَوْءَةً لِاَنَّ اِنْكِشَافَهٗ يَسُوْءُ صَاحِبَهٗ **وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ** اَخَذَا يَلْزِقَانِ **عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ** لِيَسْتَتِرَا بِهٖ **وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا**

عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۲﴾ بَیِّنُ الْعَدَاوَةِ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِیْرٍ **قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا** بِمَعْصِیَتِنَا **وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا** اَیْ اٰدَمُ وَحَوَّآءُ بِمَا اشْتَمَلْتُمَا عَلَیْهِ مِنْ ذُرِّیَّتِكُمَا **بَعْضُكُمْ** بَعْضُ الذُّرِّیَّةِ **لِبَعْضٍ عَدُوٌّ** مِّنْ ظُلْمِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا **وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ** مَكَانُ اِسْتِقْرَارٍ **وَّمَتَاعٌ** تَمَتُّعٌ **اِلٰی حِیْنٍ ﴿۲۴﴾** تَنْقَضِیْ فِیْهِ اٰجَالُكُمْ **قَالَ فِیْهَا** اَیِ الْاَرْضِ **تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾** بِالْبَعْثِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ

سورۂ اعراف مکی ہے، بجز آیت و سئلهم عن القریة الخ آٹھ یا پانچ آیات کے۔ جس میں دوسو پانچ (۲۰۵) یا دوسو چھ (۲۰۶) آیات ہیں

ترجمہ: ………… اللہ پاک کے نام نامی سے شروع ہے جو نہایت مہربان، بڑے رحم والے ہیں۔ الف لام میم صاد (اس کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) یہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی ہے۔ (آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے) پس دیکھو ایسا نہ ہو کہ کسی طرح کی تنگی (گھٹن) اس بارے میں آپ کے قلب میں راہ پائے (کہ اس کی تبلیغ کرتے وقت آپ کو جھٹلائے جانے کا اندیشہ رہے) کیونکہ مقصود ہی یہ ہے کہ آپ ڈرائیں (اس کا تعلق انـــزل کے ساتھ ہے یعنی ڈرانے کے لئے کتاب اتاری گئی ہے) اس کے ذریعہ اور یہ نصیحت (یاد دہانی) ہے ایمان والوں کے لئے (آپ ان سے کہئے) جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے (قرآن) اس کی پیروی کرو اور پیچھے مت چلو (نہ بناؤ) اللہ کے سوا (غیر اللہ) اپنا مددگار بنا کر (کہ اللہ کی نافرمانی کی صورت میں ان کے کہنے پر چلو) بہت ہی کم لوگ نصیحت مانتے ہیں (یـذکرون تا اور یا کے ساتھ ہے بمعنی تتعظون دراصل اس میں تا تھی جس کا ادغام ذال میں ہو رہا ہے اور ایک قراءت میں سکون ذال کے ساتھ ہے اور ما زائد ہوگا قلت کی تاکید کے لئے) اور کتنی ہے (کم خبریہ ہے اور مفعول ہے) بستیاں ہیں (اہل بستی مراد ہیں) جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا ہے (ان کی ہلاکت کا ارادہ کیا ہے) چنانچہ اچانک (عذاب کی) سختی نمودار ہوئی جب کہ رات میں پڑے بے خبر سو رہے تھے یا دوپہر کے وقت آرام میں تھے (دوپہر میں سو رہے تھے قیلولہ۔ دوپہر کے آرام کرنے کو کہتے ہیں خواہ نیند نہ ہو یعنی کبھی رات میں عذاب آیا اور کبھی دوپہر کے وقت) پھر جب عذاب کی سختی نمودار ہوئی تو اس وقت ان کے منہ سے اس کے سوا اور کوئی بات نہ نکلی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔ سو یقیناً ایسے لوگوں سے ہم باز پرس کریں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے (یعنی وہ امتیں جنہوں نے پیغمبروں کی دعوت قبول کی اور ان کی تبلیغ پر عمل پیرا ہوئے) اور بلاشبہ پیغمبروں سے بھی ہم ضرور پوچھیں گے (کہ تم نے اللہ کے احکام پہنچا دیئے تھے؟) پھر چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں اس لئے ان کے روبرو بیان کر دیں گے (ہم انہیں اپنے علم سے ان کا کیا ہوا سنا دیں گے) اور ہم بے خبر تھوڑا ہی تھے (پیغمبروں کی تبلیغ اور گذشتہ قوموں کے اعمال سے) اور تولنا (اعمال یا دفاتر اعمال کا ایسے ترازو سے جس میں اس کی زبان اور دونوں پلے ہوں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ضرور ہوگا) اس دن (یعنی اس پوچھ گچھ کے دن۔ مراد قیامت کا دن ہے) برحق (انصاف کے ساتھ۔ لفظ الحق صفت ہے وزن کی) پھر جس کسی (کی نیکیوں) کا پلہ بھاری نکلے گا تو کامیابی (مقصد برآری) ان ہی لوگوں کی ہوگی اور جس کسی کا پلہ ہلکا ہوگا (گناہوں کی وجہ سے) تو یہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا (جہنم کو اپنا ٹھکانا بنا کر) کیونکہ وہ ہماری آیتوں کی حق تلفی (انکار) کرتے تھے اور بلاشبہ ہم نے تمہیں (اے انسانو!) زمین پر بسا دیا اور تمہارے لئے زندگی کے سروسامان مہیا کر دیئے (لفظ معایش یا کے ساتھ ہے بمعنی اسباب تعیش معیشة کی جمع ہے) مگر تم لوگ بہت ہی کم (لفظ ما کمی کی تاکید کے لئے ہے) شکر کرتے رہو اور ہم نے

تمہیں پیدا کیا (یعنی تمہارے والد آدمؑ کو) پھر تمہاری شکل وصورت بنادی (یعنی آدمؑ کی شکل وصورت بنائی اور تم اس وقت ان کی پشت میں تھے) پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے آگے جھک جاؤ (جھک جانے سے تحیتی اور سلامی سجدہ مراد ہے) اس پر سب جھک گئے مگر ابلیس (جو جنات کا جد اعلیٰ تھا اور فرشتوں میں رہا کرتا تھا) کہ وہ جھکنے والوں میں شامل نہ ہوا حق (تعالیٰ) نے فرمایا کس بات نے تجھے سجدہ کرنے سے (لا زائد ہے) روکا جب کہ میں نے حکم دیا تھا؟ کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔ فرمایا تو نکل جا (جنت سے اور بعض نے کہا ہے آسمانوں سے) تیری یہ ہستی نہیں (تیرے لائق نہیں) کہ یہاں رہ کر اکڑ کرے یہاں سے نکل دور ہو۔ یقیناً تو ذلیل وخوار لوگوں میں شمار ہونے لگا۔ ابلیس کہنے لگا مجھے مہلت (گنجائش) دیجئے۔ اس وقت تک کہ (لوگ) اٹھائے جائیں۔ فرمایا تجھے مہلت ہے (دوسری آیت میں الیٰ یوم الوقت المعلوم کے الفاظ ہیں جس سے مراد پہلا نفخہ ہے) اس پر ابلیس بولا۔ چونکہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے۔ اس لئے میں قسم کھاتا ہوں کہ (یعنی آپ کی طرف سے مجھ پر گمراہی کی وجہ سے۔ اس میں با قسمیہ ہے جس کا جواب آگے ہے) میں ضرور ان کی (اولاد آدمؑ کی) تاک میں بیٹھوں گا۔ آپ کی سیدھی راہ سے بھٹکانے کے لئے (جو آپ تک پہنچانے والی ہوگی) پھر ان پر حملہ کروں گا۔ ان کے سامنے سے، پیچھے سے، داہنے سے بائیں سے (یعنی ہر طرف سے اور اس طرح ان کے چلنے کی راہ ماروں گا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شیطان اوپر سے حملہ آور نہیں ہوسکتا۔ تاکہ بندہ اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل نہ ہوجائے) اور آپ ان میں سے اکثر کو احسان ماننے والا (مومن) نہیں پائیے گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یہاں سے نکل جا ذلیل (لفظ مذؤماً ہمزہ کے ساتھ ہے یعنی عیب دار اور پھٹکارا ہوا) اور خوار ہوکر (رحمت سے دھتکارا ہوا) ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا (لوگوں میں سے اور لام ابتدائیہ ہے جو قسم کے لئے لایا گیا ہے اور قسم آگے ہے) تو میں تم سب سے جہنم بھردوں گا (یعنی ابلیس سے مع اس کی ذریت کے اور لوگوں سے حاضر کی غائب پر تغلیب کرلی گئی ہے اور اس جملہ میں من شرطیہ کی جزاء کے معنی رکھے ہوئے ہیں یعنی جو تیرا کہنا مانے گا میں اس کو عذاب دوں گا) اور (حق تعالیٰ نے فرمایا) اے آدم! تم (اسکن کی ضمیر کے لئے انت تاکید ہے تاکہ اس پر عطف صحیح ہوسکے) اور تمہاری بیوی (حوا اس کا تلفظ مد کے ساتھ ہے) جنت میں رہو سہو اور جس جگہ سے جو چیز پسند آئے دونوں شوق سے کھاؤ۔ مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا (اس کے کھانے کے قریب بھی مت جانا۔ گیہوں مراد ہے) ورنہ تم بھی زیادتی کرنے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔ پھر شیطان (ابلیس) نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ روبرو (ظاہر) کردے ان پر جو ایک دوسرے سے چھپائے ہوئے تھا۔ (وودی بروزن فوعل ہے موارۃ سے ماخوذ ہے) شرم گاہوں کو اور کہنے لگا تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس (ناگواری کی) بناء پر روکا ہے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ (اور ایک قراءت میں کسر لام کے ساتھ ملکین پڑھا گیا ہے) یا دائمی زندگی تمہیں حاصل ہوجائے۔ (یعنی اس درخت کے لینے کا یہ لازمی اثر ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے ھل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلیٰ) اور ان دونوں کے آگے قسمیں کھا بیٹھا (یعنی ان دونوں کے روبرو اللہ کی قسم کھالی) کہ یقین جانیے میں آپ دونوں کا (اس بارے میں) خیر خواہ ہوں۔ غرض شیطان انہیں فریب میں لے آیا (ان دونوں کو ان کے مرتبہ سے نیچے اتار دیا) پھر جوں ہی انہوں نے درخت کا پھل چکھا (کھایا) ان کے ستر ان پر کھل گئے (یعنی ہر ایک کے آگے پیچھے کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوگئیں اور ستر کا کھلنا چونکہ ایک دوسرے کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے اس لئے اس کو لفظ سوءۃ سے تعبیر کیا گیا ہے) اور لگے اوپر تلے چپکانے (جوڑ جوڑ رکھنے) اپنے جسم پر جنتی درختوں کے پتے (تاکہ برہنگی دور ہوسکے) ان کے پروردگار نے انہیں پکارا۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روک دیا تھا اور کیا میں نے تمہیں نہیں کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے (جس کی دشمنی کھلی ہوئی ہے۔ استفہام تقریری ہے) انہوں نے عرض کیا پروردگار ہم

نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا (نافرمانی کر کے) اگر آپ نے ہمارا قصور نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہمارے لئے بربادی کے سوا کچھ نہیں!'' فرمایا'' یہاں سے نکل جاؤ (یعنی آدمؑ وحواؑ کا جوڑا مع اپنی اولاد کے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو (بعض اولاد ظلم کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کی دشمن ہو جائے گی) اور اب تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا (رہنے کی جگہ) ہے اور ایک خاص وقت تک وہاں سرو سامان زندگی سے فائدہ اٹھاؤ گے (تمہاری عمریں اس میں گزریں گی) اور فرمایا تم اس (زمین میں جیو گے، اسی میں مرو گے، پھر اسی سے نکالے جاؤ گے (قیامت کے روز۔ لفظ تخرجون معروف ومجہول دونوں طرح ہے۔

تحقیق وترکیب: ....سورۃ الاعراف. چونکہ اس سورت میں اعراف کا ذکر ہے اس لئے تسمیۃ الکل باسم الجز کے طور پر سورت کا نام رکھا گیا ہے۔ الا یعنی آیت وسئلھم الخ سے آیت واذ نتقنا الخ تک آٹھ یا پانچ آیات مدنی ہیں۔ اسی طرح کل آیات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ المّص ابن عباسؓ سے ان حروف کی معنی ان اللّٰہ افضل اور انا اللّٰہ اعلم وافضل بھی منقول ہیں۔ لتنذر. مفسر محققؒ نے اشارہ کر دیا کہ بتقدیر ان مصدر کے معنی میں ہے اور علت ومعلول کے درمیان یہ جملہ نہی معترضہ ہے۔

ذکریٰ اشارہ ہے کہ کتاب پر عطف کرتے ہوئے محل رفع میں ہے اور ذکریٰ اسم مصدر ہے جیسا کہ فراء کی رائے ہے۔ قلیلاً بمعنی تذکراً قلیلاً اور زماناً قلیلاً بہر حال مصدریت یا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ یذکرون ابن عامر ما یتذکرون اور حمزہ اور کسائی تا کے ساتھ اور تخفیف ذال کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ان کی ایک قراءت میں کاف مشددہ بھی ہے بہر حال مشہور قرأتیں تین ہیں تذکرون، یتذکرون، تتذکرون اور ما زائدہ ہے مصدریہ نہیں ہے کیونکہ اس کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

قریۃ. بتقدیر مضاف ہے اوا گر اس کو مبتداء بنایا جائے تو ضمیر اھلکنا سے پہلے مضاف مقدر مانا جائے گا۔ اور زمخشریؒ جاء ھا سے پہلے مضاف مقدر مانتے ہیں کیونکہ مضاف کی تقدیر ضرورت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے اور یہاں ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ جب بستی برباد ہوگی تو اہل بستی کیسے سلامت رہ سکتے ہیں اس لئے جاء ہا سے پہلے مقدر مانا گیا ہے۔ فجاء ھا آیت کو من قریۃ اھلکنا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلاکت پہلے ہوئی اور بأس کا آنا بعد میں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے؟ اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ اہلاک سے مراد اہلاک کا حکم ہے۔ اس حکم اہلاک کے بعد بأس اور بأس کے بعد ہلاکت مرتب ہوئی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اہلاک سے مراد ارادہ اہلاک ہے اور وہ بأس سے پہلے ہوا اور یہاں فا تعقیب کے لئے نہیں ہے کہ اشکال ہو بلکہ تفسیر کے لئے ہے۔ چنانچہ ہلاکت کبھی تو معتاد موت کے طریقہ پر ہوتی ہے اور کبھی عذاب کے ذریعہ۔ پس عذاب ہلاکت کی تفسیر ہوا۔

بیاتاً لیلاً۔ سے اشارہ ہے کہ وقت مراد ہے ورنہ باء تین کے معنی میں ہو تو مصدر حال واقع ہو رہا ہے۔

والوزن. بقول ابن عباسؓ مومن وکافر کے اعمال اچھی بری شکل میں متشکل ہوں گے۔ اس تقدیر پر نفس اعمال موزوں ہوں گے۔ دوسرے قول میں دفاتر اعمال کا موزوں ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے بھی جب اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے صحائف ہی کا وزن ہونا بیان فرمایا۔ عام مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ فقہ اکبر کی عبارت بھی اس کی مؤید ہے۔ رہا یہ کہ ایک ہی میزان ہوگی یا بہت سی۔ تو آیت ونضع الموازین اور فمن ثقلت موازینہ سے متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پس ممکن ہے افعال قلوب کے لئے ایک میزان ہو اور افعال ظاہرہ کے لئے علیحدہ میزان ہو اور زبانی اقوال کی میزان الگ ہو۔ آخر دنیا میں بھی تو ایک ترازو لکڑیاں تولنے کی ہوتی ہے اور ایک سونا چاندی تولنے کا کانٹا ہوتا ہے اور ایک وہ مشین ہوتی ہے جس پر ہزاروں ٹن وزن گاڑیاں تل جاتی ہیں۔ پھر باد پیما یا محبت اور عداوت پیما جتنے لطیف ترین آلات پائے جاتے ہیں جن سے جواہر کی طرح اعراض بھی تل جاتی ہیں۔ لیکن

بقول زجاج اہل عرب جمع کا اطلاق واحد پر بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ خرج فلان علی البغل کی بجائے علی البغال بولتے ہیں۔ اسی طرح ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ موازین میزان کی جمع نہ ہو۔ بلکہ موزون کی جمع ہو۔ پس موازین سے مراد اعمال موزونہ ہوں اور فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری کی رائے یہ ہے کہ جمع کا مقابلہ جمع کے ساتھ کرتے ہوئے مخلوق کی کثرت کے لحاظ سے لفظ موازین جمع لایا گیا ہے یا لفظ حضاجر کی طرح میزان کے عظیم الجثہ ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے موازین جمع لائی گئی ہے۔ لیکن امام رازی نے ان توجیہات کو یہ کہہ کر رد کردیا ہے کہ ان سب صورتوں میں ظاہر لفظ سے عدول کرنا لازم آتا ہے جو کسی مانع کی صورت میں تو جائز ہے لیکن یہاں کوئی مانع نہیں ہی اس لئے لفظ کو اپنے ظاہر پر رکھنا چاہئے۔

فی حدیث. سلیمانؑ کی روایت ہے کہ اس ترازو کے ایک پلہ میں اگر زمین و آسمان بلکہ سب کچھ بھی رکھ دیا جائے تو سب سماجائے گا۔

یومئذ. اصل عبارت یوم اذیسأل اللّٰہ الامم رسلھم تھی۔ جملہ عبارت حذف کرکی اس کے بدلہ میں تنوین لائی گئی ہے۔ الوزن مبتداء ہے اور الحق۔ اس کی صفت ہے اور یومئذ خبر اور یہ بھی ممکن ہے کہ الوزن مبتداء اور یومئذ ظرف اور الحق خبر ہو معایش جمع ہے معیشۃ کی اور نافع کی قراءت میں مہموز ہے یائے زائدہ سے تشبیہ دیتے ہوئے جیسے صحائف۔

ثم صورناکم یعنی پہلے حضرت آدمؑ کا پتلہ بنایا۔ پھر ان کو صورت بخشی۔ یا ان کی تخلیق وتصویر کو سب کی تخلیق وتصویر کے قائم مقام قرار دے دیا اور یا عام انسانوں کی تخلیق اور صورت گری مراد ہے کہ ایک گندہ قطرہ پر کیا کیا صورت گری اور نقاشی فرمائی۔ اسجدوا یہ سربسجود ہونا ایسا ہی ہے جیسے برادران یوسفؑ کو مع والدین کے حضرت یوسفؑ کے آگے سربسجود ہونے اور شاہانہ آداب بجالانے کا حکم ہوا تھا اور پچھلی امتوں میں اس کی اجازت رہی ہے۔ لیکن اسلام نے عبادتی سجدہ کی طرح غیر اللہ کے لئے تحیتی سجدہ کی ممانعت بھی کردی۔ تاکہ مکمل طریقہ سے بت پرستی کا سد باب ہوجائے۔ تاہم اگر شرعی سجدہ مراد لیا جائے تو حضرت آدمؑ کو کعبۃ اللہ کی طرح محض جہت سجدہ ماننا پڑے گا اور یا مظہر خداوندی ہونے کی وجہ سے بظاہر سجدہ آدمؑ کو تھا۔ مگر فی الحقیقت مسجود حقیقی حق تعالیٰ تھے۔ الا تسجد. دوسری آیت ما منعک ان تسجد کی رو سے یہ لا زائد بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن امام رازی اس کو غیر زائد کہتے ہیں۔ ای ما اضطرک الی ان لا تسجد. وما منعک عن ترک السجود.

اذا مرتک۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر فوری وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ خلقتنی. شیطان کی نظر صرف آدمؑ کے ڈھانچہ میں الجھ کر رہ گئی اور علت فاعلی علت غائی پر نہیں گئی۔ اس آیت سے کون وفساد کا ہونا اور شیاطین کا جسمانی ہونا اور انسان میں عنصر خاکی کا اور شیاطین میں ناری عنصر کا غالب ہونا معلوم ہوتا ہے اور خاک میں خاکساری، حلم، حیا، وقار، صبر کا مادہ ہے جو توبہ واستغفار کی طرف لے جاتا ہے اور آگ میں ترفع، طیش ودیعت ہے جس سے تکبر ابھرتا ہے اور تکبر کی گنجائش جنت میں نہیں اس لئے مردود ابدی ہوا۔

بما اغویتنی۔ چونکہ اغواء اللہ کی صفت اور فعل ہے اس لئے با قسمیہ ہے اور سببیہ بھی ہوسکتی ہے ای اقسم باللّٰہ بسبب اغوائک لی. لاٰتینھم. صرف متعارف چار جانب بیان کرتی ہے اوپر کی جانب سے شیطان کا حملہ آور نہ ہونا تو ابن عباسؓ کی رائے سے معلوم ہوچکا اور نیچے سے حملہ آور ہونے میں اس کا کبر مانع ہے۔ آگے اور پیچھے سے بکثرت حملہ آور ہوتا ہے۔ البتہ دائیں بائیں سے آنا محافظ فرشتوں کی وجہ سے کم ہوتا ہے۔

لمن تبعک. ای واللّٰہ لمن تبعک. جلال محققؒ لا ملئن. کو قسم کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ جمہور کے نزدیک قسم محذوف ہے اور یہ جواب قسم ہے۔ فکلا. ای فکلا من ثمار ھا من حیث شئتما. اور لفظ رغداً یہاں ترک کردیا گیا ہے اور واؤ کی بجائے فا

لائی گئی ہے بخلاف بقرہ کے اور اس سے مقصود تفنن عبارت ہے اور اولاً صرف آدم کو اور بعد میں آدم وحوا کو خطاب کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصل سکونت میں آدم ہیں اور حوا ان کے تابع ہیں۔ لیکن ایک خاص قسم کی چیز نہ کھانے اور دوسری چیزوں کے کھا لینے کے حکم میں دونوں مستقل ہیں۔ فوسوس. کسی بات کا غیر محسوس اور غیر شعوری طور پر دل میں ڈال دینا وسوسہ کہلاتا ہے اس لئے اتحاد مکان ضروری نہیں۔ قوت وطاقت کی وجہ سے زمین میں رہتے ہوئے آسمان میں بھی وسوسہ کے اثرات پہنچائے جاسکتے ہیں جیسا کہ مسمر یزم میں مشاہد ہے اس لئے دوسری رکیک تاویلات کی ضرورت نہیں ہے۔

وقاسمهما. فاصل بمعنی افعل جیسے باعد منه یا کہا جائے کہ مفاعلۃ کا وزن مبالغہ کے لئے ہے مراد مبالغہ آمیز قسمیں کھانا ہے۔ فدلهما. اصل میں تدلی کہتے ہیں پانی کی تلاش میں کنویں کے اندر پاؤں لٹکانا۔ لیکن پھر بے فائدہ امید کے موقعہ پر استعمال ہونے لگا۔ ولا ہ بمعنی اطعمه۔ نیز یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ شیطان نے ان کو کھانے پر دھوکہ سے آمادہ کیا۔ گویا دلالۃ بمعنی جرأت ہے اور حط سے مراد حسی اتارنا ہے کہ جنت سے زمین پر اتار دیئے گئے اور یا معنوی اتارنا مراد ہے۔

ظلمنا. یہ کہنا حسنات الابرار سیئات المقربین. کے طور پر ہے اور یا ہضماً لنفسہ ہے اور طاعت پر خود کو آمادہ کرنے کے لئے۔ پس اس گناہ کے دانستہ کرنے کی نسبت حضرت آدم کی طرف کرنا جس طرح کفر ہے اسی طرح نفس گناہ کی نفی کرنا بھی موجب کفر ہونا چاہئے اس آیت کے رو سے تاہم معصیت خفیفہ کہلائے گی۔

اهبطوا. کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سراندیپ پہاڑ پر حضرت آدم کا اترنا ہوا ہے اور حضرت حوا جدہ میں یا عرفہ یا مزدلفہ میں اتاری گئی تھیں اور ابلیس ابلہ پہاڑ پر اتار ا گیا جو بصرہ یا جدہ کے قریب تھا۔

الی حین. ثابت بنانیؒ سے مروی ہے کہ جب حضرت آدم کی وفات کے قریب ملائکہ کا ہجوم ہوا اور حضرت حوا ان کے اردگرد گھومنے لگیں تو فرمایا کہ مجھے ملائکہ سے ملنے دو مجھے تمہاری ہی وجہ سے یہ سب صدمے اٹھانے پڑے ہیں۔ چنانچہ وفات کے بعد فرشتوں نے غسل دے کر کفن دفن کا انتظام کیا اور سراندیپ ہی کے پہاڑ پر سپرد خاک کیا گیا۔

ربط آیات: .... پچھلی سورت سے اس سورت کو قریبی مناسبت تو یہ ہے کہ اول سورت کو قل اننی هدانی الخ پر ختم کیا گیا تھا۔ جس سے دین حق کی تعیین ہو رہی تھی اور اس سورت میں کتاب انزل الخ سے تبلیغ دین کا حکم ہے۔ وہاں هو الذی الخ سے آخرت کے ثواب وعذاب کی ترغیب وترہیب تھی اور یہاں فلنسئلن الخ سے آخرت کے معاملات کا بیان ہے۔ لیکن اس سورت کے اجزاء میں باہمی مناسبت یہ ہے کہ زیادہ تر معاد اور نبوت سے متعلق بحث کی گئی ہے اور تیسری مناسبت دونوں سورتوں کی مجموعی ہے۔ یعنی دونوں سورتوں میں توحید ونبوت اور معاد سے متعلق مباحث ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مخالفین ومنکرین کے ساتھ مکالمہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ کتاب انزل الخ میں قرآن کا حق اور واجب الاتباع ہونا بیان کیا گیا ہے اور آیت وکم من قرية الخ میں اس کی مخالفت پر ترہیب اور وعید ہے۔ اس کے بعد آیت ولقد مكنكم الخ میں نعمتوں کی تذکیر کرتے ہوئے قبول حق کی طرف ترغیب دینا ہے۔ اسی تذکیر نعمت کے ذیل میں حضرت آدمؑ کے مسجود ملائکہ بننے کا واقعہ بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾: .... **قیامت میں اعمال کو تولنا:** .... ظالمین اور مفلحون سے مراد کافر اور مؤمن ہیں۔ پس آیت سے ایمان وکفر کا قیامت میں وزن کیا جانا معلوم ہوتا ہے اور پلہ کے ہلکے ہونے سے مراد یہ ہوگی کہ جو پلہ ایمان رکھنے کے لئے مخصوص ہوتا ہے وہ خالی رہنے کی وجہ سے ہلکا ہو جائے گا۔ کیونکہ دوسرے پلہ میں کفر ہوگا اور وہ پلہ بھاری ہوگا لیکن اسی کے ساتھ

ونضع الموازين الخ اور وان كان مثقال الخ وغیرہ آیات سے دوسرے اچھے برے اعمال کا موزون ہونا معلوم ہوتا ہے اسی طرح بعض احادیث میں کلی عنوان سے اور بعض میں صراحت کے ساتھ نیک و بد عمل کا وزن کیا جانا معلوم ہوتا ہے، بہر حال بعض آیات سے اگر چہ وزن کا عموم معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ آیات اس عموم کا انکار بھی نہیں کرتیں۔ پس ایمان و کفر کے وزن سے تو مومن و کافر میں امتیاز ہو سکے گا۔ پھر خاص مومنین کے لئے وزن ہوگا کہ ایک پلہ میں نیکیاں اور دوسرے پلہ میں بدیاں رکھ کر تولا جائے گا اور غالب وزن کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے گا اور دونوں پلوں کے برابر ہونے کی صورت میں ان کو مقام اعراف میں رکھا جائے گا۔ پھر خواہ سزا سے پہلے ہی بذریعہ شفاعت ان کی معافی ہو جائے یا سزا کے بعد ان کی مغفرت کر دی جائے۔

وزن اعمال پر مشہور شبہ کا جواب:........... اور اعمال اگر چہ اجسام نہیں ہیں تاہم ان کا وزن یا تو نامہ اعمال کے وزن کی صورت میں ہو جائے گا جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے اور یا پھر کہا جائے کہ وزن کے لئے جسم ہونے کی شرط خاص طور پر اس عالم ناسوت کی شرائط عادیہ میں سے ہے۔ لیکن عالم آخرت میں ممکن ہے کہ غیر اجسام بھی وزن کئے جا سکتے ہوں۔

رہا میزان کے معنی میں کسی قسم کی تاویل کرنا۔ سو وہ نصوص صریحہ کے خلاف تحریف کرنا ہے۔ اس لئے بلا ضرورت ایسی تاویل جو روایات کے بھی خلاف ہو۔ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے اور هم قائلون کے معنی اگر نوم و استراحت کے لئے جائیں تو یہ حکم بلحاظ اکثر افراد کے ہوگا۔ کیونکہ بعض افراد اس وقت بھی کاروبار میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے معنی دن میں ہونے اور دن نکلنے کے کئے جائیں تو پھر سب افراد کے اعتبار سے حکم ہو سکتا ہے اور اس کی حکمت انصاف و عدالت کا اظہار اور عذر و معذرت کا ختم کرنا ہو سکتا ہے۔

شیطانی قیاس اور اُس کے تار پود:........... قال انا خير . میں شیطان نے اپنے دعوے پر جن چار مقدمات سے مرکب یہ قیاس پیش کیا ہے اس کا صرف پہلا مقدمہ "خلقتنی من نار" تو صحیح ہے باقی سب مقدمات غلط ہیں اس لئے نتیجہ بھی غلط ہوگا۔ دوسرا مقدمہ کہ آگ نورانی ہونے کی وجہ سے مٹی سے افضل ہوتی ہے۔ اس لئے غلط ہے کہ کلی فضیلت تو کسی عنصر کو کسی دوسرے عنصر پر بھی حاصل نہیں اور جزئی فضیلت مفید نہیں اور تیسرا مقدمہ کہ افضل کی فرع افضل اور غیر افضل کی فرع غیر افضل ہوتی ہے۔ اس لئے غلط ہے کہ بعض دفعہ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا ہوتا ہے۔ پس اس مقدمہ کے دونوں جزو غلط ہوئے اور تیسرا مقدمہ کہ افضل کا مفضول کو سجدہ کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے غلط ہے کہ بعض دفعہ اسی میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔

قیاس فقہی اور قیاس ابلیسی کا فرق:........... لیکن چونکہ یہ قیاس ابلیسی نص صریح کے معارض تھا۔ اس لئے یہ قیاس مردود ہو گیا۔ بلکہ خود اس کی مردودیت کا سبب بن گیا۔ لیکن اس پر قیاس فقہی کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے جو نص سے حاصل ہوتا ہے اور ابلیس کے اس اعتراض کا منشاء چونکہ کبر تھا اس لئے کفر کا باعث ہوا۔ ورنہ اگر کسی حکم کی حکمت و مصلحت کی تحقیق محض طالب علمانہ طور پر مقصود ہوتی تو کافر نہ ہوتا۔

شیطان کا مرنا:........... یہاں " الی یوم یبعثون " اور دوسری آیت میں "الی یوم الوقت المعلوم" فرمایا گیا ہے دونوں سے مراد ایک ہی وقت ہے یعنی جس وقت کی ابلیس نے درخواست کی تھی وہی منظور کیا گیا ہے۔ باقی ابلیس کا مرنا۔ کعب احبار سے حشر کے روز منقول ہے اور وہ دن اگر چہ دوبارہ زندہ ہونے کا ہوگا نہ کہ مرنے کا۔ لیکن ممکن ہے کہ شروع دن میں ابلیس مرجائے اور

اس کے بعد پھر زندہ کر دیا جائے اور ابن مسعودؓ سے ''وقت معلوم'' کی تفسیر میں ابلیس کو دابۃ الارض کا ہلاک کرنا منقول ہے۔ بہر حال قیامت کے قریب کو مجازاً قیامت کا دن کہہ دیا گیا ہے۔

شیطان کی دعا قبول ہوئی یا نہیں:.......... آیت وما دعاء الکافرین الا فی ضلال سے شبہ ہوسکتا ہے کہ شیطان کافر ہے اور کافر کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی۔ حالانکہ یہاں انک من المنظرین سے دعاء شیطان کا مقبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور دعا کا قبول ہونا اکرام کی علامت ہے۔ حالانکہ شیطان مستحق اکرام نہیں ہے پس کہا جائے گا کہ کبھی کبھی کافر کی دعاء بھی قبول کر لی جاتی ہے اور ایسا کرنا اکرام یا محبت کی علامت نہیں ہوتی۔

رہا وما دعاء الکافرین کا تعلق؟ سووہ آخرت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی آخرت میں کافر کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ اور آیت انک من المنظرین. کا یہ مطلب نہیں کہ ''بمقتضائے حکمت ہم نے تو پہلے ہی تجھے مہلت دینا طے کر رکھا ہے۔ درخواست کی کیا ضرورت۔ اسی حکمت کی مطابق مہلت دی جا رہی ہے۔'' کیونکہ دوسری آیت میں فانک من المنظرین فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی درخواست پر ہی مہلت دی گئی ہے۔

قرآن کریم میں ایک ہی بات کو مختلف الفاظ میں بیان کرنا:.......... اس قسم کے واقعات کی حکایت قرآن کریم میں مختلف مواقع پر مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ حالانکہ واقعات کسی ایک خاص صورت میں ہی ہوں گے؟ پس ان سب کی صحت کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ کسی واقعہ کو نقل کرنے کے لئے بلفظہ اس کا روایت کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اصل مقصد محفوظ رہنا چاہئے۔ پھر چاہے تعبیر کے طریقے ہر مقام کے مناسب مختلف ہی کیوں نہ ہوں ایسی صورت کو غلط بیانی پر محمول نہیں کیا جاسکتا اور شیطان کو اتنی مہلت دینے کی حقیقت مصلحت تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

البتہ ظاہری حکمتیں واضح ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے یہ مکالمہ براہ راست حق تعالیٰ سے کیا ہوگا۔ اور اس گستاخانہ جرأت کی وجہ اس کی بے حیائی اور حق تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کا اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانا ممکن ہے۔

چند نکات:.......... ثم لأ تینهم الخ استعارہ تمثیلیہ ہے۔ چونکہ دشمن ان ہی چار طرف سے حملہ آور ہوسکتا ہے اس لئے تخصیص کی گئی۔ ورنہ مطلقاً ورغلانے کی کوشش کرنا مراد ہے۔ چنانچہ حدیث میں ان الشیطان یجری کمجری الدم. فرمایا گیا ہے۔ پس اس سے اوپر یا نیچے سے آنے کی نفی نہیں ہوئی۔ ورنہ بدن کے اندر جانے کی نفی کا شبہ کرنا صحیح ہوگا اور شیطان کا اپنے کو اکثر انسانوں کے بہکانے پر قادر سمجھنا قرائن کے ذریعہ معلوم ہوا ہوگا۔

اول اخرج سے نکلنے کا حکم محض تجویز کے درجے میں ہوا تھا اور دوسرے اخرج میں اس کا نفاذ مقصود ہے اور اغویتنی میں اغواء کرنے کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف پیدا کرنے اور موجود کرنے کے اعتبار سے تو درست اور صحیح ہوسکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب چیزوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ لیکن شیطان کا مقصد اعتراض تھا اور یہ صریح گمراہی اور باطل محض ہے اور گمراہی کی ترغیب دینے کے معنی مراد لینا تو بالکل غلط ہوں گے۔

قال فبما اغویتنی میں جس قسم کو بالاجمال ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت قال فبعزتک میں اسی کی تفصیل ہے۔ وسوسہ اندازی چونکہ ایک طرح کا نفسانی تصرف ہے جس کے لئے مکان کی دوری روک نہیں بنتی۔ اس لئے بالمشافہ آدمؑ وحواءؑ سے شیطان کی

ملاقات ثابت کرنے کے لئے تکلفات کی ضرورت نہیں ہے زمین پر رہتے ہوئے بھی شیطان جنت میں وسوسہ کے اثرات پہنچا سکتا ہے۔ جیسا کہ مسمریزم وغیرہ عملیات میں ہوتا رہتا ہے۔

حضرت آدمؑ وحواءؑ کا اپنے لئے ظلم وخسارہ کا اعتراف کرنا یا تو بطریق تواضع ہوگا اور یا ترقی نہ ہونے کو نقصان سے تعبیر فرمایا ہے۔ قال فیھا تحیون سے حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ آسمان پر زندہ گئے اور نہ وہاں رہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں صرف عادۃً زمین پر رہنے کو بیان کیا جارہا ہے پس یہ عارضی طور پر آسمان پر جانے یا زمین پر نہ رہنے کیخلاف نہیں ہے۔ ان آیات اور قصہ آدمؑ سے متعلق مزید تحقیقات سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔

لطائف آیات:............ آیت فلا یکن فی صدرک سے معلوم ہوتا ہے کہ مرشد ہمیشہ رشد وہدایت کی تلقین کرتا رہے۔ لیکن مرید اگر نہ مانے تو رنج وغم بھی نہ کرے یعنی نہ بالکل لا پروائی اختیار کرے اور نہ ضیق اور گھٹن میں پڑ جائے۔ آیت فمن ثقلت الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بھی لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرنا چاہئے کہ جس کی غالب حالت صلاح کی معلوم ہو اس کو صالح سمجھنا چاہئے۔ اگرچہ معمولی طور پر اس میں بعض برائیاں بھی پائی جاتی ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس شخص پر اصلاح نفس پھر بھی واجب رہے گی۔

آیت ولقد مکنکم الخ میں جاہ ومال کا نعمت الٰہی ہونا معلوم ہوتا ہے جو قابل شکر ہیں۔ البتہ ان کی تحصیل میں انہماک بلاشبہ برا ہے۔ آیت انا خیر الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی رائے، وجدان، کشف وذوق کو شریعت کے مقابلہ میں راجح سمجھے وہ شیطان کا وارث ہے۔ آیت فاھبط منھا سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر وصول الٰہی اور مقبولیت سے مانع ہے۔ آیت انک من المنظرین سے معلوم ہوا کہ قبولیت دعاء مقبول ہونے کی علامت نہیں جیسا کہ بعض جہلاء کا خیال ہے۔

آیت قال اخرج الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے ہم کلام ہونا بھی علامت مقبولیت نہیں ہے۔

اور آیت فوسوس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطانی تصرف جو معصیت کی حد میں نہ ہو عصمت انبیاء کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کی لغزش شرعی معصیت کے درجہ میں نہیں تھی اگرچہ آیت میں لغۃً اس کو معصیت کہا گیا ہے۔ نیز خطاء اجتہادی پر مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ ثواب ملتا ہے۔ البتہ اس پر صرف بدنی برہنگی کی سزا جاری کی گئی جو میاں بیوی کے لئے جائز ہے اور یہ اجتہادی خطا قطعی الثبوت مگر ظنی الدلالت تھی جس میں اجتہاد کی گنجائش تھی پس معلوم ہوا کہ جس دلیل ظنی میں گنجائش اجتہاد ہو اس کا چھوڑنا عذاب کا سبب تو نہیں۔ البتہ دنیوی نقصان کا سبب ہوجاتا ہے۔ کشف والہام بھی محتمل خطا ہونے کی وجہ سے یہی حکم رکھتے ہیں کہ ان کے خلاف سے اخروی عذاب تو نہیں ہوگا۔ البتہ دنیاوی نقصان ہوسکتا ہے۔ اگرچہ ایک طرف علمائے ظاہر کشف والہام کی مخالفت کو مطلقاً جائز سمجھتے ہیں اور دوسری طرف مشائخ بالکل حرام سمجھتے ہیں۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا اَیْ خَلَقْنَاهُ لَکُمْ **یُّوَارِیْ** یَسْتُرُ **سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا** هُوَ مَا یُتَجَمَّلُ بِهٖ مِنَ الثِّیَابِ **وَلِبَاسُ التَّقْوٰی** اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ اَوِ السَّمْتُ الْحَسَنُ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰی لِبَاسًا وَالرَّفْعِ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ جُمْلَةُ **ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ** دَلَائِلِ قُدْرَتِهٖ **لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ** ﴿۲۶﴾ فَیُؤْمِنُوْنَ فِیْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْخِطَابِ **یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ** یُضِلَّنَّکُمُ **الشَّیْطٰنُ** اَیْ لَا تَتَّبِعُوْهُ فَتُفْتَنُوْا **کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ** بِفِتْنَتِهٖ **مِّنَ**

الْجَنَّةِ يَنْزِعُ حَالٌ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۗ اِنَّهٗ اَيِ الشَّيْطٰنُ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ وَجُنُوْدُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ لِلَطَافَةِ اَجْسَادِهِمْ اَوْعَدَمِ اَلْوَانِهِمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ اَعْوَانًا وَقُرَنَاءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً كَالشِّرْكِ وَطَوَافِهِمْ بِالْبَيْتِ عُرَاةً قَائِلِيْنَ لَانَطُوْفُ فِيْ ثِيَابٍ عَصَيْنَا اللّٰهَ فِيْهَا فَهُوَاعَنْهَا قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا فَاقْتَدَيْنَابِهِمْ وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۗ اَيْضًا قُلْ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ۗ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ اَنَّهٗ قَالَهٗ اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارٍ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ الْعَدْلِ وَاَقِيْمُوْا مَعْطُوْفٌ عَلٰى مَعْنٰى بِالْقِسْطِ اَيْ قَالَ اَقْسِطُوْا اَوْاَقِيْمُوْا اَوْقَبْلَهٗ فَاَقْبِلُوْا مُقَدَّرٌ وُجُوْهَكُمْ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اَيْ اَخْلِصُوْا لَهٗ سُجُوْدَكُمْ وَّادْعُوْهُ اُعْبُدُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۗ مِنَ الشِّرْكِ كَمَا بَدَاَكُمْ خَلَقَكُمْ وَلَمْ تَكُوْنُوْا شَيْئًا تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ اَيْ يُعِيْدُكُمْ اَحْيَاءً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرِيْقًا مِنْكُمْ هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۗ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَيْ غَيْرِهٖ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ مَايَسْتُرُعَوْرَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ عِنْدَ الصَّلٰوةِ وَالطَّوَافِ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا مَاشِئْتُمْ وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾

ع۲ ۱۰

ترجمہ:.........اے اولاد آدمؑ! ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس مہیا کر دیا (یعنی اس کو تمہارے لئے پیدا کر دیا ہے) جو ستر پوشی (پردہ پوشی) کرتا ہے۔ تمہارے مخصوص جسم کی اور باعث آرائش و زیبائش بھی بنتا ہے (وہ کپڑے مراد ہیں جن سے زیب و زینت ہوتی ہے) اور لباس پرہیز گاری (نیک کام یا اچھی عادت۔ یہ منصوب ہے لباساً پر عطف کرتے ہوئے اور مرفوع ہونے کی صورت میں مبتداء ہوگا جس کی خبر اگلا جملہ ہے) سب لباسوں سے بہتر لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں (دلائل قدرت) میں سے ایک نشانی ہے تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں (اور ایمان لے آئیں۔ اس میں خطاب سے التفات پایا جاتا ہے) اے اولاد آدم! کہیں تمہیں بہکا نہ دے (گمراہ نہ کر دے) شیطان (یعنی اس کی پیروی نہ کرو ورنہ فتنہ میں پڑ جاؤ گے) جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو (اپنے فیور میں لے کر) جنت سے نکلوا چھوڑا تھا۔ ایسی حالت میں کہ ان کے لباس اتروا دیئے تھے (یہ حال ہے) تاکہ ان کا ستر انہیں دکھا دے وہ (یعنی شیطان) اور اس کا لشکر (گروہ) تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ (اس کی جسمانی لطافت یا کسی قسم کا رنگ نہ ہونے کی وجہ سے) ہم شیطانوں کو انہی لوگوں کا یار (مددگار) ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور یہ لوگ جب بے حیائی کی باتیں (جیسے شرک کرنا یا ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرنا اور یہ گمان کرنا کہ جن کپڑوں میں اللہ کی نافرمانی کی جائے ان کو پہن کر طواف نہیں کرنا چاہئے اور اس سے لوگوں کو روکنا) کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے (لہذا ہم ان کی اقتداء کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے (بھی) ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے (ان سے) کہ اللہ تعالیٰ کبھی فحش بات کی تعلیم نہیں دیا کرتے۔ کیا تم اللہ کے ذمہ ایسی بات لگانے کی جرأت کرتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے (کہ اللہ نے ایسا حکم دیا ہو یہ استفہام انکاری ہے) آپ فرما دیجئے کہ میرے پروردگار نے مجھے انصاف کرنے (اعتدال قائم رکھنے) کا حکم دیا ہے اور یہ کہ سیدھا رکھا کرو (بالقسط کے معنی پر اس کا عطف ہو رہا ہے گویا اصل عبارت اس طرح تھی قال اقسطوا او اقیموا یا اس سے پہلے فاقبلوا

مقدر مانا جائے گا) اپنے رخ کو (اللہ کی طرف) ہر سجدہ کے وقت (یعنی اخلاص کے ساتھ سجدہ کرو) اور اللہ کو اس طور پر پکارو (عبادت کرو) کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے لئے رکھا کرو (شرک سے) خالص کر کے تمہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے شروع میں پیدا کیا تھا (حالانکہ تم بالکل کچھ بھی نہیں تھے) اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہوگے (یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائیں گے) بعض لوگوں کو (تم میں سے) اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے شیطانوں کو اپنا رفیق بنالیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر (یعنی غیر اللہ کو) پھر بھی اپنے کو راہ راست پر سمجھتے ہیں۔ اے اولاد آدم! اپنے جسم کی زینت (لباس) سے آراستہ رہا کرو۔ عبادت کے ہر موقعہ پر (نماز ہو یا طواف) اور خوب کھاؤ پیو (جتنا چاہو) مگر حد سے نہ گزر جاؤ۔ بلا شبہ اللہ انہیں پسند نہیں کرتے جو حد سے گزر جانے والے ہیں۔

تحقیق وترکیب: .... ریشا ۔ بالکسر بمعنی پر اور قیمتی لباس۔ **لباس التقوی** ۔ لجین الماء کی طرح اضافت بیانیہ کے قریب ہے یعنی جو لباس تقوے سے ناشی ہو۔ مراد ٹاٹ اور صوف کا کھردرا لباس ہے یا نیک عمل ۔ یہ لفظ اگر منصوب ہے تو لباساً پر وقف کرتے ہوئے انزلنا عامل ہوگا۔ نافع اور ابن عامر اور کسائی نصب کے ساتھ اور باقی قراء رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں اور مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ لفظ مبتداء اور ذلک صفت یا بدل یا عطف بیان ہوگا اور خیر خبر ہوگی اور بعض کے نزدیک لباس التقویٰ خبر ہے۔ مبتداء محذوف ہوگی اور لباس التقویٰ سے اگر لباس ستر مراد ہو تو یہ لفظ اپنی حقیقت پر محمول ہو جائے گا۔ التفات۔ کلام کے ثقل کو دور کرنے کے لئے التفات کہا گیا ہے۔ ینزع لفظ ابویکم سے یا اخوج کے فاعل سے حال ہے اور مضارع لانے کی وجہ گذشتہ صورت کا استحضار کرنا ہے۔ **لا ترونهم** شیاطین اصلی صورت پر نظر نہیں آتے۔ البتہ غیر اصل صورت پر نظر آسکتے ہیں اور من ابتدائیہ ہے یہ آیت شیاطین کے فی الجملہ نظر نہ آنے پر دلیل ہے۔ نہ یہ کہ ان کا نظر آنا محال ہے۔

انا جعلنا الشياطين. اس ایت سے اور **انهم اتخذوا** سے حق تعالیٰ کا خالق اور مخلوق کا کاسب ہونا معلوم ہوا۔

كالشرك. فاحشہ کے عام ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ **وطوافهم.** مرد دن میں اور عورتیں رات میں برہنہ طواف کیا کرتے تھے۔ کل مسجد۔ سجدہ کا ہر موقعہ یا ہر محل مراد ہے۔ **اقيموا .** انشاء ہونے کی وجہ سے اس کا عطف لفظ امر پر خبر ہونے کی وجہ سے محل اشکال تھا۔ اس لئے معطوف علیہ معنی انشا مقدر کیا گیا ہے۔

كما بداكم. کاف محل نصب میں ہے مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے۔ ای **تعودون عود امثل ما بداكم** اور **فريقاً هدیٰ** جملہ مستانفہ ہے یا بدا کے فاعل اللہ سے حال ہے اور اول **فريقاً** معمول ہے **هدیٰ** کا اور دوسرا **فريقاً** معمول ہے مقدر کے ذریعہ جس کی تفسیر بعد میں موجود ہے ای **وخذل فريقاً واضل فريقاً** اور اعادہ کو ابتداء کے ساتھ یا تو بیان امکان کے لئے تشبیہ دی گئی ہے اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ جس طرح اول مٹی سے پیدا کیا تھا اعادہ بھی اسی سے ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ جس طرح اول مرتبہ **خفاة، عراة،** غرلاً مخلوق پیدا کی گئی ہے دوسری مرتبہ کی پیدائش بھی ننگ دھڑنگ ہوگی یا یہ معنی ہیں کہ جس طرح پہلے مؤمن و کافر ہوئے اسی طرح دوسری نشاۃ میں بھی رہیں گی۔

خذوا زينتكم اس سے نماز میں ستر کا واجب ہونا معلوم ہوا کیونکہ زینت سے مراد پردہ پوشی کا لباس ہے اور مسجد سے مراد نماز ہے جیسا کہ مفسرین اور صاحب ہدایہ کی رائے ہے۔ پھر بعض کی رائے پر یہ خطاب عام ہے تمام انسانوں کو لیکن اکثر کی رائے کے مطابق خاص مسلمان مخاطب ہیں۔ کیونکہ مطلق ستر میں گفتگو نہیں ہے۔ بلکہ نماز کے ستر میں کلام ہو رہا ہے۔ اگر چہ بقول ابن عباسؓ طواف کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات: .... اس سے پہلی آیات میں شیطان کی گمراہی اور حضرت آدمؑ سے اس کی عداوت کا بیان آ چکا ہے ان آیات میں اس کے گمراہ کرنے کا بیان ہے اور اس سلسلہ میں اس سے پوری احتیاط کی تعلیم ہے عام طور پر بھی اور خاص طور پر بھی۔ کیونکہ پہلے حضرت آدمؑ وحواؑ کو بہکا کر جنتی لباس اور کھانوں سے ان کو محروم کر دیا تھا اور اب ان کی اولاد کو گمراہ کر کے اور فاسد عقائد میں مبتلا کر کے کھانے اور لباس کی نعمتوں سے دنیا میں محروم کرنا چاہتا ہے جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوگا۔

شان نزول: .... عکرمہؓ سے روایت ہے کہ آیت **قد انزلنا** الخ قریش وغیرہ قبائل کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ گوشت نہیں کھاتے تھے۔ نیز قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کے لوگ برہنہ طواف کیا کرتے تھے اور سدی سے منقول ہے کہ بعض عرب برہنہ طواف کیا کرتے تھے اور **وجدنا علیہا اباء نا واللہ امرنا بھا** دلیل میں پیش کرتے تھے۔ اس پر آیت **واذا فعلوا فاحشۃ** نازل ہوئی اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عورتیں برہنہ طواف کیا کرتی تھیں۔ اس پر آیات **خذوا زینتکم** اور **قل من حرم زینۃ اللہ** نازل ہوئیں اور کلبی سے منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے زمانہ میں سد رمق سے زیادہ کھانا نہ کھاتے تھے بلکہ چکنائی چھوڑ دیتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی اس طرف کچھ دھیان ہوا تو آیت **کلوا واشربوا** نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: .... **جنات نظر آتے ہیں یا نہیں؟:** .... **لا ترونھم** سے جنات کو مطلقاً دیکھنے کا انکار کرنا نہیں ہے۔ بلکہ عادۃً عام طور پر دیکھنے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ پس انبیاء یا غیر انبیاء میں سے آرام وخواص کا بعض اوقات جنات کو دیکھ لینا اس کے منافی نہیں ہوگا۔ آیت **اقیموا وجوھکم** الخ سے نماز میں قیام کی فرضیت اور استقبال قبلہ اور مسجد میں ادائیگی اور کسی خاص مسجد کی تخصیص نہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے اور وادعوہ مخلصین سے عبادات میں بالخصوص نماز میں نیت کا شرط ہونا معلوم ہے۔ **فریقاً ھدیٰ وفریقا حق** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دانستہ اور نادانستہ کفر کرنے والے استحقاق مذمت میں دونوں برابر ہیں اور بقول صاحب مدارک یہ آیت معتزلہ کے برخلاف اہل سنت کے لئے حجت ہے۔ کیونکہ ہدایت وضلالت دونوں منجانب اللہ ہیں۔ آیت **خذوا زینتکم** میں لباس کی تخصیص صرف نماز وطواف کے اوقات میں کی گئی ہے۔ حالانکہ ستر کرنا دوسرے اوقات میں بھی واجب ہے؟ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان ہی اوقات میں برہنہ ہوا کرتے تھے۔ ان اوقات میں وجوب کو اور زیادہ مؤکد کرنا ہے۔

امام رازیؒ کی تحقیق: .... تفسیر کبیر میں زینت کے سلسلہ میں چار اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ طواف کے بارے میں یہ حکم ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں ستر عورت کے متعلق یہ حکم ہے۔ تیسرے یہ کہ جمعہ اور عیدین کے مواقع پر صفائی ستھرائی کا حکم ہے۔ چوتھا قول شاذ یہ ہے کہ تیل پھلیل، کنگھے وغیرہ سے آراستگی مراد ہے۔ بہرحال مختار قول کے مطابق نماز میں ستر عورت کی فرضیت اس آیت سے ثابت ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق آیا یہ حکم عام ہے یا بقول اکثر صرف مسلمانوں کے لئے خاص ہے۔ آیت **ولا تسرفوا** میں کھانے پینے کی کثرت سے ممانعت ہے جو بدن کے لئے نقصان دہ اور امراض کا باعث ہوتی ہے۔

ایک لطیفہ: .... چنانچہ علی بن حسین بن واقدؒ سے جب ایک عیسائی ڈاکٹر نے پوچھا کہ قرآن کریم میں کیا کوئی طبی حکم نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام طب آدھی آیت میں جمع فرما دی ہے۔ یعنی **کلوا واشربوا ولا تسرفوا** پھر اس نے احادیث رسول ﷺ کے بارے میں دریافت کیا؟ تو فرمایا کہ ساری طب کو آنحضرت ﷺ نے ان سادے اور مختصر الفاظ میں حل کر کے رکھ دیا ہے [1] **المعدۃ بیت الداء والحمیۃ راس کل دواء واعط کل بدن ماعودتہ**۔ اس پر نصرانی بول اٹھا [2] ما ترک

---

[1] معدہ بیماریوں کا گھر ہوتا ہے اور پرہیز سب سے بڑی دوا ہے اور پورے بدن کی دیکھ بھال رکھو۔ ۱۲

[2] تمہارے قرآن اور تمہارے نبی نے جالینوس کے لئے کچھ طب نہیں چھوڑی۔ ۱۲

کتابکم ولا نبیکم لجالینوس طباً اور مدارک اور بیضاوی نے لا تسرفوا سے حرام کی طرف جانے کی ممانعت لی ہے اور بعض نے اللہ کے ساتھ کفر کرنے کی ممانعت مراد لی ہے۔

لطائف آیت:..........آیت انہ یراکم الخ یہ قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں ہے یعنی صرف عادۃً عام طور پر دیکھنے کی نفی کرنا ہے یہ نہیں کہ کبھی کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا۔ لہٰذا بطور کرامت اگر کوئی دیکھنے کا دعوے کرے تو محض اس آیت کی وجہ سے اس کی تکذیب نہیں کی جاسکتی اور آیت واقیموا وجوھکم الخ سے معلوم ہوا کہ ظاہر کی بھی اصلاح کرنی چاہئے۔ جیسا کہ وادعوہ مخلصین لہ الدین میں اصلاح باطن کی طرف توجہ دلائی گئی ہے گویا ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ہونی چاہئے۔

قُلْ اِنْكَارًا عَلَيْهِمْ **مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ** مِنَ اللِّبَاسِ **وَالطَّيِّبٰتِ** الْمُسْتَلِذَّاتِ **مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا** بِالْاِسْتِحْقَاقِ وَاِنْ شَارَكَهُمْ فِيْهَا غَيْرُهُمْ **خَالِصَةً** خَاصَّةً بِهِمْ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ حَالٌ **يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ** نُبَيِّنُهَا مِثْلَ ذٰلِكَ التَّفْصِيْلِ **لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾** يَتَدَبَّرُوْنَ فَاِنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا **قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ** الْكَبَائِرَ كَالزِّنَا **مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ** اَيْ جَهْرَهَا وَسِرَّهَا **وَالْاِثْمَ** الْمَعْصِيَةَ **وَالْبَغْيَ** عَلَى النَّاسِ **بِغَيْرِ الْحَقِّ** هُوَ الظُّلْمُ **وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ** بِاِشْرَاكِهٖ **سُلْطٰنًا** حُجَّةً **وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾** مِنْ تَحْرِيْمِ مَا لَمْ يُحَرَّمْ وَغَيْرِهٖ **وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ** مُدَّةٌ **فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾** عَلَيْهِ **يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا** فِيْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِيَّةِ فِيْ مَا الْمَزِيْدَةِ **يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى** الشِّرْكَ **وَاَصْلَحَ** عَمَلَهٗ **فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾** فِي الْاٰخِرَةِ **وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا** تَكَبَّرُوْا **عَنْهَآ** فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بِهَا **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ** اَيْ لَا اَحَدٌ **اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا** بِنِسْبَةِ الشَّرِيْكِ وَالْوَلَدِ اِلَيْهِ **اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ** الْقُرْاٰنِ **اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ** حَظُّهُمْ **مِّنَ الْكِتٰبِ** مِمَّا كُتِبَ لَهُمْ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ مِنَ الرِّزْقِ وَالْاَجَلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ **حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا** الْمَلٰٓئِكَةُ **يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا** لَهُمْ تَبْكِيْتًا **اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ** تَعْبُدُوْنَ **مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا** غَابُوْا **عَنَّا** فَلَمْ نَرَهُمْ **وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ** عِنْدَ الْمَوْتِ **اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ** تَعَالٰى لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ **ادْخُلُوْا فِيْٓ** جُمْلَةِ **اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ** مُتَعَلِّقٌ بِادْخُلُوْا **كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ** النَّارَ **لَّعَنَتْ اُخْتَهَا** الَّتِيْ قَبْلَهَا لِضَلَالِهَا بِهَا **حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا** تَلَاحَقُوْا **فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ** وَهُمُ الْاَتْبَاعُ **لِاُوْلٰىهُمْ** اَيْ لِاَجْلِهِمْ وَهُمْ

الْمَتْبُوْعُوْنَ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مُضَعَّفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ تَعَالٰی لِكُلٍّ مِنْكُمْ وَمِنْهُمْ ضِعْفٌ عَذَابٌ مُضَعَّفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ مَا لِكُلِّ فَرِيْقٍ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ لِاَنَّكُمْ لَمْ تَكْفُرُوْا بِسَبَبِنَا فَنَحْنُ وَاَنْتُمْ سَوَاءٌ قَالَ تَعَالٰی لَهُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

ع ۸

ترجمہ:............آپ فرمایئے (ان پر انکار کرتے ہوئے) اللہ کی زینتیں جوانہوں نے اپنے بندوں کے برتنے کے لئے پیدا کی ہیں (لباس کی قسم سے) اور کھانے پینے کی اچھی (لذیذ) چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ آپ ﷺ یہ کہہ دیجئے یہ تو اسی لئے ہیں کہ ایمان والوں کے کام آئیں دنیا کی زندگی میں (اصل استحقاق کے اعتبار سے اگر چہ اس میں دوسرے بھی شریک ہو جائیں) اس طور پر کہ خالص رہیں (ان کے ساتھ مخصوص ہوں۔ یہ رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور نصب کے ساتھ حال ہے) قیامت کے روز۔ ہم اسی طرح تمام آیتیں کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں (جیسا کہ یہاں صاف صاف بیان کر دیا ہے) سمجھ داروں کے لئے (جو تدبر کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ دراصل نفع اٹھانے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں) آپ ﷺ فرما دیجئے میرے پروردگار نے تو صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام ٹھہرایا ہے (بڑے گناہ جیسے زنا) خواہ وہ علانیہ ہوں یا چھپا کر کی جاتی ہوں (یعنی کھلم کھلا ہوں یا در پردہ اور پوشیدہ) اور ہر گناہ (پاپ) کی بات اور (لوگوں پر) ناحق ظلم (زور زیادتی) اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس (شرک) کی اللہ نے کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری اور یہ کہ اللہ کے نام سے ایسی بات کہو جس کے لئے تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے (یعنی غیر حرام کو حرام کرنا وغیرہ) اور ہر امت کے لئے ایک ٹھہرایا ہوا وقت (مدت) ہے سو جب کسی امت کا ٹھہرایا ہوا وقت آ گیا تو پھر نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتی ہے اور نہ ایک گھڑی آگے۔ اے اولاد آدم! اگر (لفظ اما میں نون ان شرطیہ کا ادغام ما زائدہ میں ہو رہا ہے۔) تمہارے پاس پیغمبر آئیں میرے احکام تمہیں سنائیں تو جو کوئی (شرک سے) بچے گا اور (اپنے عمل کو) سنوار لے گا اس کے لئے کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا نہ کسی طرح کی غمگینی (آخرت میں) لیکن جو لوگ میری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی (تکبر) کریں گے (ایمان نہیں لائیں گے) تو وہ دوزخی ہوں گے ہمیشہ جہنم میں رہنے والے۔ پھر کون (یعنی کوئی نہیں) اس سے بڑھ کر ظالم ہوگا جو جھوٹ بولتے ہوئے اللہ پر بہتان لگائے (شرک اور اولاد کی نسبت اس کی طرف کرتے ہوئے) یا جو اللہ کی آیتیں (قرآن) جھٹلائے۔ یہی لوگ ہیں کہ حصہ (نصیب) پاتے رہیں گے جو کچھ ان کے لئے ٹھہرا دیا گیا ہے نوشتہ میں (لوح محفوظ میں جو کچھ رزق، موت وغیرہ لکھی ہوئی ہے) لیکن بالآخر جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) پہنچیں گے کہ ان کی جان قبض کریں تو اس وقت وہ کہیں گے (ان کو ڈانٹنے کے لئے) کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت (بندگی) کیا کرتے تھے اللہ کو چھوڑ کر۔ وہ جواب دیں گے ہم سے سب غائب ہو گئے (کھوئے گئے ہم ان کو دیکھ نہیں رہے ہیں) اور اپنے خلاف خود گواہی دیں گے (مرنے کے وقت) کہ وہ واقعی کافر تھے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے (قیامت میں ان سے کہ) داخل ہو جاؤ تم بھی (منجملہ) جنات اور انسانوں کی ان امتوں کے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں جہنم میں (اس کا تعلق ادخلوا کے ساتھ ہے) جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی طرح کی دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی (جو اول جماعت سے پہلے ہوگی کیونکہ پہلی جماعت نے دوسری کو گمراہ کیا ہوگا) پھر جب سب اکٹھے ہو جائیں گے (جمع ہو جائیں گے) جہنم میں تو پچھلی امت (جو تابع ہوگی) پہلی جماعت کی نسبت (یعنی ان کی وجہ سے اور اس سے مراد متبوع جماعت ہے) اے ہمارے پروردگار یہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اس لئے انہیں جہنم کا دوہرا (دوگنا) عذاب دیجئے۔ ارشاد

الٰہی ہوگا (تم میں سے اور ان میں سے) ہر ایک کو دوہرا عذاب ہے (دو چند سزا ہو رہی ہے) لیکن تمہیں خبر نہیں (یا اور تا کے ساتھ ہے۔ ہر فریق پر جو کچھ گزر رہی ہے) پہلی امت پچھلی امت سے کہے گی پھر تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہ ہوئی (کیونکہ تم نے ہماری وجہ سے کفر نہیں کیا۔ اس لئے تم ہم دونوں برابر ہوئے۔ فرمان الٰہی ہوگا) سو جیسی کچھ کمائی کر چکے ہو اس کے مطابق عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

تحقیق وترکیب:......... **من اللباس**. چنانچہ نباتات سے روئی اور کتان اور حیوانات سے ریشم اور اون اور معدنیات سے لوہے کی زرہیں پیدا فرمائیں جن میں بجز حریر و ریشم کے مرد وعورت سب کو پہننا جائز ہے اور خالص حریر و ریشم مردوں کو پہننا بالا جماع حرام ہے البتہ روئی اور کتان کی ملاوٹ سے تیار شدہ ریشمی کپڑا مردوں کے پہننے میں اختلاف ہے۔ کراہت وحرمت و جواز میں سے صحیح عدم حرمت ہے۔

بالا ستحقاق. یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ کفار اُن کے منافع سے متمتع ہوئے ہیں پھر **للذین امنوا**. کی تخصیص کیسے صحیح ہے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ اصل استحقاق کے لحاظ سے گفتگو ہے۔ کفار بھی اگر چہ ان لذائذ میں شریک ہوں تاہم اصل مستحق اور متبوع اہل ایمان ہیں۔ **خالصةً** ۔ زجاج کی رائے میں **زید عاقل عالم** کی طرح خبر بعد خبر ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے۔ **ای قل هی ثابتة للذین امنوا فی الحیٰوة الدنیا خالصة یوم القیٰمة** ۔ اور نصب بر بناء حال ہوگا۔ **ای انها ثابت للذین امنوا فی حال کونها خالصة لهم یوم القیامة**.

فواحش. کبائر مراد ہیں۔ یا بعض کی رائے پر برہنہ طواف بیت اللہ کرنا۔ برخلاف اثم کے اس سے عام گناہ مراد ہیں۔ کبائر ہوں یا غیر کبائر جیسا کہ قاضی کی رائے ہے اور بعض کی رائے ہے کہ لفظ **فاحشه** کا اطلاق اگر چہ **من حیث اللغة** شرم گاہوں کے ملنے پر آتا ہے۔ چنانچہ زنا کو بھی فاحشہ کہا گیا ہے لیکن اثم کا اطلاق شراب خوری کے ساتھ خاص ہونا چاہئے جیسا کہ " **اثمهما اکبر**" سے معلوم ہوتا ہے اور بعض نے فواحش سے کبائر اور اثم سے صغائر مراد لئے ہیں۔

فحش سے مراد یہاں چونکہ قبح عقلی ہے جس سے طبیعت سلیمہ نفرت کرتی ہو۔ نہی وارد ہونے سے پہلے کی چیز کا قابل مذمت ہونا مراد نہیں ہے اس لئے معتزلہ کے لئے گنجائش استدلال نہیں رہی۔ نیز اس سے مراد امکان کی نفی نہیں بلکہ عادت کی نفی مقصود ہے اس لئے عقل کا حاکم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

البغی مبالغہ کے لئے اس کو الگ ذکر کیا ہے ورنہ کبائر میں داخل تھا۔ **وان تشرکوا** . یہ بطریق تحکم کہا گیا ہے ورنہ شرک کے جواز پر دلیل کہاں؟ **لکل امة** . یعنی ہر فرد امت کے لئے معین وقت ہے **لا یستاخرون** . **ای لا یتاخرون** . **ساعة** مراد ساعت زمانیہ ہے۔ **لا یستأخرون** جواب **اذا** ہے اور **لا یستقدمون** یا جملہ مستانفہ ہے اور یا جملہ شرطیہ پر اس کا عطف ہے لیکن **لا یستاخرون** پر اس کا عطف کرنا درست نہیں ہوگا۔ ورنہ جواب پر عطف ہونے کی وجہ سے اس کو بھی جواب کہا جائے گا۔ حالانکہ **اذا** کے جواب کے لئے مستقبل ہونا شرط ہے۔ لیکن یہاں اجل آنے کے لحاظ سے استقدام ماضی ہوگا نہ کہ مستقبل اس لئے شرط پر اس کا ترتب درست نہیں ہوگا۔

یا بنی ادم. اگر چہ مراد سب انسان ہیں لیکن مقصود آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے لوگ ہیں۔ تاہم اس عموم خطاب میں آنحضرت ﷺ کے لئے عموم بعثت کی دلیل ہے۔

اما یاتینکم. حرف شک کے ساتھ ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ پیغمبر کا آنا جائز ہے عقلاً واجب نہیں جیسا کہ روافض میں سے فرقہ اہل تعلیم کا خیال ہے۔ **رسل** . اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور لفظ جمع تعظیم کے لئے ہے۔

نصيبهم . حسن اور سدی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے جس پر روسیاہی اور آنکھوں کی نیلگونی دلالت کرتی ہے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اللہ پر افتراء کرنے والا روسیاہ ہوتا ہے۔ ویوم القیٰمة تری الذین کذبوا علی اللّٰه وجوههم مسودة. اور سعید بن جبیرؒ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ سعادت وشقاوت ہے جو پہلے سے لکھی جا چکی ہوتی ہے اور ابن عباسؓ، قتادہؒ، ضحاکؒ کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اعمال خیر وشر ہیں جن پر انسان چلتا ہے اور محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اوزان واعمال عمر ہیں۔ جب وہ پورے ہو جاتے ہیں تو موت کے فرستادہ آ جاتے ہیں۔

من قبلکم. اس سے معلوم ہوا کہ جہنم میں ایک دم داخلہ نہیں ہوگا بلکہ ٹکڑیاں کر کے ہوگا۔ لا ولٰهم. جلال محققؒ اس میں لام تعلیلیہ مان رہے ہیں کیونکہ عرض معروض کا تعلق حق تعالیٰ سے ہوگا۔ جہنمی ایک دوسرے کو خطاب نہیں کر رہے ہوں گے۔

اخراهم ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر امت کا آخر اس امت کے اول سے کہے گا اور سدی کہتے ہیں کہ آخر دور کے لوگ اس مذہب کے متقدمین سے کہیں گے اور مقاتل کی رائے ہے کہ جو لوگ جہنم میں پیچھے داخل کئے جائیں گے یعنی مقلدین وہ اپنے قائدین کی نسبت کہیں گے۔ ضعفا۔ یعنی ضعف سے مراد بے انتہا زیادتی ہے صرف دو چند ہونا مراد نہیں ہے۔

ربط آیات: ....ان آیات کے ربط کی تقریر تقریباً وہی ہے جو اس سے پہلی آیات میں گزر چکی ہے یعنی ابوالشیخ نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگ بکری کے دودھ، گوشت، گھی کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے اس پر آیت قل من حرم الخ نازل ہوئی۔ ابن جریر وغیرہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کپڑے وغیرہ بہت سی حلال چیزوں کو حرام سمجھتے تھے۔ اس پر یہ آیت قل من حرم الخ نازل ہوئی اور ابوالشیخ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ما ظهر سے برہنگی اور ما بطن سے زنا مراد ہے۔ عقائد و اعمال میں شیطان کے اتباع کی ممانعت اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے پرہیز کی تعلیم کے بعد یبنی ادم اما یاتینکم الخ میں اس عہد اور وعدہ وعید کا لیا جانا عالم ارواح میں بتلایا جا رہا ہے۔ گویا یہ کوئی نیا معاہدہ نہیں بلکہ نہایت قدیم عہد کا اعادہ ہے اسی ذیل میں رسالت ومعاد کا اثبات بھی ہو گیا۔ آیت فمن اظلم الخ سے اہل جحیم کا ذکر تفصیلاً کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: ....ابن جریر، ابو سیار السلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کی ذریت کو اپنی ہتھیلی میں لے کر فرمایا یبنی ادم اما الخ گویا یہ وہی عہد میثاق ہے جو سب سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔

﴿ تشریح ﴾: ....مالم ینزل به سلطانا . میں ہر طرح کا عموم مراد ہے خواہ کلاً ہو یا جزءً۔ تاکہ تمام شرعی دلیلیں اس میں داخل ہو جائیں اور جو کافر اپنے مذہب کو حق سمجھتے ہیں ان پر یحسبون انهم مهتدون صادق آنا تو خیر ظاہر ہے لیکن اپنے مذہب کو باطل سمجھتے ہوئے جو کافر اس پر جمے رہتے ہیں ان پر صادق آنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کا اصرار یقیناً ان کے گمان کے مطابق کسی نہ کسی وہمی مصلحت کی وجہ سے ہوگا جس کی رعایت اور تحصیل وہ اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے ضروری یا مناسب سمجھتے ہوں گے اور کسی ضروری چیز کی رعایت کرنا عقلی ابتداء ہوتا ہے۔

رہا پہلی صورت پر یہ شبہ کہ پھر تو غلطی کو حق سمجھ کر اصرار کرنے والے کو معذور سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اس کو اپنی غلطی کی اطلاع ہی نہیں ہے؟ جواب یہ ہے کہ قوی دلائل کی موجودگی میں اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس میں نظر وتامل نہ کرنا اس کو تاہی شمار ہوگا اور آیت میں ایسے ہی لوگوں کا بیان ہے جن میں سے اکثر اپنے طریقہ کو باطل سمجھنے کے باوجود اس پر جمے ہوئے تھے۔ تاہم جو شخص اپنی مقدور بھر کوشش تلاش حق میں صرف کر دے۔ مگر اس جستجو کے باوجود صحیح مطلوب تک اس کی رسائی نہ ہو سکے تو اس کو یقیناً

معذور سمجھنا چاہئے۔

لیکن دوسری صورت پر اگر کسی کو شبہ ہو کہ اگر کوئی حق کو حق اور ناحق کو ناحق سمجھے تو اسے مؤمن سمجھنا چاہئے پھر اسے کفار میں کیوں شمار کیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ جس طرح قلبی تکذیب کفر ہے۔ اسی طرح زبانی تکذیب یا انبیاء کے ساتھ برتاؤ میں مخالفت کرنا اور ان سے عداوت رکھنا بھی کفر ہے۔

لطائف آیات:............ آیت انما حرم ربی الفواحش الخ میں فواحش سے قوت بہیمیہ کے رذائل کی طرف اور بغی سے قوت سبعیہ کے رذائل اور ان تقولوا میں قوت نطقیہ کے رذائل کی طرف اشارہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا تَكَبَّرُوْا **عَنْهَا** فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بِهَا **لَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ** اِذَا عَرَجَ بِاَرْوَاحِهِمْ اِلَيْهَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَيُهْبَطُ بِهَا اِلٰى سِجِّيْنٍ بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِ فَيُفْتَحُ لَهُ وَيُصْعَدُ بِرُوْحِهِ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيْثٍ **وَلَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ** يَدْخُلَ **الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ** ثُقْبِ الْاِبْرَةِ وَهُوَ غَيْرُ مُمْكِنٍ فَكَذَا دُخُوْلُهُمْ **وَكَذٰلِكَ** الْجَزَاءُ **نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾** بِالْكُفْرِ **لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ** فِرَاشٌ **وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ** اَغْطِيَةٌ مِنَ النَّارِ جَمْعُ غَاشِيَةٍ وَتَنْوِيْنُهُ عِوَضٌ مِنَ الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ **وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** مُبْتَدَأٌ وَقَوْلُهُ **لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ** طَاقَتَهَا مِنَ الْعَمَلِ اِعْتِرَاضٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَبَرِهِ وَهُوَ **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَافِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ** حِقْدٍ كَانَ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا **تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ** تَحْتَ قُصُوْرِهِمُ **الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا** عِنْدَ الْاِسْتِقْرَارِ فِيْ مَنَازِلِهِمْ **الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا** الْعَمَلِ هٰذَا جَزَاءُهُ **وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ** حُذِفَ جَوَابُ لَوْلَا لِدَلَالَةِ مَا قَبْلِهِ عَلَيْهِ **لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْٓا** اَنْ مُخَفَّفَةٌ اَيْ اَنَّهُ اَوْ مُفَسِّرَةٌ فِي الْمَوَاضِعِ الْخَمْسَةِ **تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ** تَقْرِيْرًا اَوْ تَبْكِيْتًا **اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَاوَعَدَنَا رَبُّنَا** مِنَ الثَّوَابِ **حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّاوَعَدَ** كُمْ **رَبُّكُمْ** مِنَ الْعَذَابِ **حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ** نَادٰى مُنَادٍ **بَيْنَهُمْ** بَيْنَ الْفَرِيْقَيْنِ اَسْمَعَهُمْ **اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ** النَّاسَ **عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ** دِيْنِهِ **وَيَبْغُوْنَهَا** اَيْ يَطْلُبُوْنَ السَّبِيْلَ **عِوَجًا** مُعْوَجَّةً **وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا** اَيْ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ **حِجَابٌ** حَاجِزٌ قِيْلَ هُوَ سُوْرُ الْاَعْرَافِ **وَعَلَى الْاَعْرَافِ** وَهُوَ سُوْرُ الْجَنَّةِ **رِجَالٌ** اِسْتَوَتْ حَسَنَاتُهُمْ وَسَيِّاٰتُهُمْ كَمَا فِي الْحَدِيْثِ **يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا** مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ **بِسِيْمٰهُمْ** بِعَلَامَتِهِمْ

وَهِيَ بَيَاضُ الْوُجُوهِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوَادُهَا لِلْكٰفِرِيْنَ لِرُؤْيَتِهِمْ لَهُمْ اِذْ مَوْضَعُهُمْ عَالٍ **وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ** قَالَ تَعَالٰى **لَمْ يَدْخُلُوْهَا** اَىْ اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ الْجَنَّةَ **وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾** فِىْ دُخُوْلِهَا قَالَ الْحَسَنُ لَمْ يُطْمِعْهُمْ اِلَّا لِكَرَامَةٍ يُرِيْدُهَا بِهِمْ وَرَوَى الْحَاكِمُ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ بَيْنَمَا كَذٰلِكَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ فَقَالَ قُوْمُوْا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ **وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ** اَىْ اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ **تِلْقَآءَ** جِهَةَ **اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا** فِى النَّارِ **مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا** مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ **يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ** مِنَ النَّارِ **جَمْعُكُمْ** الْمَالُ اَوْ كَثْرَتُكُمْ **وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾** اَىْ وَاسْتِكْبَارُكُمْ عَنِ الْاِيْمَانِ وَيَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مُشِيْرِيْنَ اِلٰى ضُعَفَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ **اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ** قَدْ قِيْلَ لَهُمْ **اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾** وَقُرِئَ اُدْخِلُوْا بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَدَخَلُوْا فَجُمْلَةُ النَّفْىِ حَالٌ اَىْ مَقُوْلًا لَهُمْ ذٰلِكَ **وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ** مِنَ الطَّعَامِ **قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا** مَنَعَهُمَا **عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ** نَتْرُكُهُمْ فِى النَّارِ **كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا** بِتَرْكِهِمُ الْعَمَلَ لَهُ **وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾** اَىْ وَكَمَا جَحَدُوْا **وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ** اَىْ اَهْلَ مَكَّةَ **بِكِتٰبٍ** قُرْاٰنٍ **فَصَّلْنٰهُ** بَيَّنَّاهُ بِالْاَخْبَارِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ **عَلٰى عِلْمٍ** حَالٌ اَىْ عَالِمِيْنَ بِمَا فُصِّلَ فِيْهِ **هُدًى** حَالٌ مِنَ الْهَاءِ **وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾** بِهٖ **هَلْ يَنْظُرُوْنَ** مَا يَنْتَظِرُوْنَ **اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ** عَاقِبَةَ مَا فِيْهِ **يَوْمَ يَاْتِىْ تَاْوِيْلُهٗ** هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ **يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ** تَرَكُوا الْاِيْمَانَ بِهٖ **قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ** هَلْ **نُرَدُّ** اِلَى الدُّنْيَا **فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ** نُوَحِّدُ اللّٰهَ وَنَتْرُكُ الشِّرْكَ فَيُقَالُ لَهُمْ لَا قَالَ تَعَالٰى **قَدْ خَسِرُوْآ اَنْفُسَهُمْ** اِذْ صَارُوْا اِلَى الْهَلَاكِ **وَضَلَّ** ذَهَبَ **عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾** مِنْ دَعْوَى الشَّرِيْكِ

ترجمہ:........جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں سرکشی (تکبر) کی (جس کی وجہ سے ایمان نہیں لائے) ان کے لئے آسمان کے دروازے کبھی کھلنے والے نہیں ہیں (جب کہ ان کی ارواح کو مرنے کے بعد آسمان کی طرف لے جایا جائے گا تو انہیں سجین کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ برخلاف مؤمن کے کہ ان کے لئے آسمانی دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان کی روح ساتویں آسمان تک لے جائی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) وہ لوگ کبھی بھی جنت میں نہ جاسکیں گے جب تک اونٹ نہ گزر جائے (داخل نہ ہو جائے) سوئی کے ناکہ سے (سوئی کے سوراخ سے اور یہ ناممکن ہے۔ اسی طرح ان کا جنت میں داخلہ ناممکن ہے)

اسی (بدلہ کی) طرح ہم مجرمین کو (انکے کفر کا) بدلہ دیتے ہیں۔ ان کے نیچے آگ کا بچھونا (بستر) ہوگا اور اوپر آگ کی چادر (آگ کا اوڑھنا۔ غواش۔ غاشیہ کی جمع ہے اور یائے محذوف کے بدلہ میں تنوین ہے) ہم ظلم کرنے والوں کو ان کے ظلم کا ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے (یہ مبتداء ہے اور اگلا قول) ہم کسی پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے (جو اس کی طاقت سے بالا کام ہو۔ یہ جملہ معترضہ ہے مبتداء اور اس کی خبر کے درمیان اور خبر یہ ہے) تو بس ایسے ہی لوگ جنت والے ہیں۔ ہمیشہ جنت میں رہنے والے۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں جو کچھ کینہ وغبار تھا (دنیا میں رہتے ہوئے جو ایک دوسرے کی طرف سے حسد تھا) وہ ہم نے نکال دیا ہے ان کے (محلات کے) نیچے نہریں رواں ہوگی اور وہ لوگ کہیں گے (اپنے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جانے کے بعد) اللہ کا لاکھ لاکھ احسان جنہوں نے اس مقام پر پہنچایا! (اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائی جس کا بدلہ جنت ہے) ورنہ ہماری کب رسائی ہوسکتی۔ اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ فرماتے (لولا کا جواب حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلا جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے) بلا شبہ ہمارے پروردگار کے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا (ان مخففہ ہے دراصل انہ تھا۔ یا مفسرہ ہے پانچوں مواقع میں) یہ جنت ہے جو تمہارے ورثہ میں آئی ہے۔ ان کاموں کی بدولت جو تم کرتے رہے ہو اور جنت والے دوزخیوں کو پکاریں گے (بات کو پختہ کرنے اور اتمام حجت کے طور پر) ہمارے پرودگار نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا (ثواب کا) ہم نے اسے سچا پالیا ہے پھر کیا تم نے بھی وہ تمام باتیں ٹھیک پائیں جن کا تمہارے پروردگار نے (تم سے) وعدہ کیا تھا (یعنی عذاب) دوزخی جواب میں بولیں گے "جی ہاں" اس پر ایک پکارنے والا (منادی کرنے والا) پکارے گا (آواز لگائے گا) ان دونوں (فریق) کی درمیان (ان کو سناتے ہوئے) ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہو جو (لوگوں کو) اللہ کی راہ (دین) سے روکتے تھے اور چاہتے تھے (تلاش کرتے تھے راستہ کی) کجی (میڑھا پن) اور آخرت کے بھی منکر تھے اور ان دونوں (جنتی اور جہنمی لوگوں) کے درمیان ایک آڑ (اوٹ) ہوگی (بعض نے اعراف کی دیوار مراد لی ہے) اور اعراف (جنت) کی دیوار) پر بہت سے لوگ ہوں گے (جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) پہچانتے ہوں گے ہر ایک کو (جنتی اور جہنمی لوگوں سے) ان کے قیافہ سے (علامات سے مومنین کے چہروں پر سفیدی اور کفار کے چہروں پر سیاہی ہوگی۔ جنتی جہنمیوں کو دیکھیں گے کیونکہ ان کا مقام بلند ہوگا) اور اعرافی لوگ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے "السلام علیکم" (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے یہ (اعرافی لوگ جنت میں) مگر وہ اس کے آرزو مند ہوں گے (جنت میں داخل ہونے کے۔ حسن فرماتے ہیں کہ اعرافیوں کو یہ طمع صرف ان کی تکریم کی وجہ سے ان میں پیدا کی جائے گی اور حاکم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ اسی حالت میں ہوں کے پروردگار جلوہ افروز ہوں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ کہ میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے) اور جب ان کی نگاہیں (اعرافیوں کی نظریں) پھریں گی دوزخیوں کی طرف (جانب) تو پکار اٹھیں گے پروردگار ہمیں شامل نہ فرمائیے۔ (جہنم میں) ان ظالموں لوگوں کے ساتھ اور اعراف والے ان لوگوں کو (جہنمیوں) کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کے قیافہ سے پہچان جائیں گے۔ کہیں گے نہ تو تمہارے جتھے (مال یا تمہاری کثرت) تمہارے کام آئے (لوگ سے بچانے میں) اور نہ تمہاری بڑائیاں (یعنی تمہارا ایمان لانے سے تکبر کرنا اور کمزور مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہنا) کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی رحمت سے انہیں کچھ ملنے والا نہیں ہے (ان سے کہا جائے گا) جنت میں جا داخل ہو، آج تمہارے لئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہے نہ کسی طرح کی غمگینی (اور ایک قرأت میں ادخلوا مجہول پڑھا گیا ہے اور دخلوا بھی پڑھا گیا ہے اور جملہ نفی لاخوف الخ حال ہے۔ یعنی درانحالیکہ ان سے لاخوف الخ کہا جائے گا) اور دوزخی جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ڈال دو یا کچھ اور ہی دے دو جو اللہ نے تمہیں بخش رکھا ہے (کھانے

میں سے) جنتی جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں حرام (ممنوع) کر رکھی ہیں کافروں پر کہ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سو آج ہم بھی ان کا نام تک نہ لیں گے (جہنم ہی میں پڑے رہنے دیں گے) جیسا کہ انہوں نے اس دن کا آنا بھلا دیا تھا (اس دن کے لئے عمل چھوڑ کر) نیز اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کا جان بوجھ کر انکار کیا کرتے تھے (یعنی جس طرح یہ لوگ انکار کیا کرتے تھے) اور ہم نے ان لوگوں (اہل مکہ) کے پاس ایسی کتاب (قرآن) بھی پہنچادی ہے جس کو ہم نے بہت ہی کھول کھول کر واضح کر دیا ہے (اخبار اور وعد و وعید کی شکل میں بیان کر دیا ہے) اپنے علم کامل سے (یہ حال ہے یعنی درانحالیکہ اس کی تفصیلات سے ہم باخبر ہیں) اور جو ہدایت ہے (یہ حال ہے فصلنٰہ کی ضمیر سے) اور رحمت ہے ایمان رکھنے والوں کے لئے۔ پھر کیا یہ لوگ انتظار میں ہیں (یعنی انتظار میں نہیں ہیں مگر) خیر نتیجہ کے (جو کچھ قرآن میں ہے اس کے انجام کے) جس دن اس کا اخیر نتیجہ پیش آئے گا (قیامت کے روز) اس دن جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے (ایمان چھوڑ بیٹھے تھے) بول اٹھیں گے کہ واقعی ہمارے پروردگار کے پیغمبر ہمارے پاس سچائی کا پیام لے کر آئے تھے مگر کاش شفاعت کرنے والوں میں سے کوئی ہو جو آج ہماری سفارش کرے یا (کاش! ایسا ہی ہو کہ) ہم پھر لوٹا دیئے جائیں (دنیا میں) اور جیسے کچھ کام کرتے تھے ان کے برخلاف کام انجام دیں (اللہ کی توحید بجالائیں اور شرک چھوڑ دیں۔ چنانچہ ان کو جواب دے دیا جائے گا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) بلاشبہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہی میں ڈالا (کیونکہ وہ ہلاکت میں پڑ گئے) اور کھوگئیں (گم ہوگئیں) وہ تمام افتراء پردازیاں جو وہ کیا کرتے تھے (یعنی اللہ کے شریک ہونے کا دعویٰ)۔

تحقیق وترکیب:.........سجین. زمین کے ساتویں طبق میں جہنم کی ایک وادی ہے۔ جس میں کفار کی ارواح رکھی جائیں گی اور بعض کے نزدیک شیاطین اور کفار کا دفتر اعمال ہے، اور اس کے بالمقابل علیین ہے کہ ملائکہ اور جنات اور انسانوں میں سے مومنین کا دفتر اعمال کہلاتا ہے یا ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے جنت کا ایک مقام ہے۔ کماورد فی حدیث براء بن عازبؓ کی مرفوع روایت ہے[1] ان الملائکة یجعلون روح المومن فی کفن الجنة وحنوطها فیصعدون بها الی السماء الدنیا فلا ینفتح بهم فیشیعهم من کل سماء مقربوهاالی السماء فی اللتی تلیها حتی ینتهی بها الی السماء الساعة ...... وان الکافر یجعلون روحها فی المسوح فیصعدون بها الی السماء والدنیا فلا یفتح له ثم قرء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاتفتح لهم ابواب السماء فیقول اللّٰه عزوجل اکتبو اکتابه فی سجین فی الارض السابعة فتطرح روحه طرحاً. الحدیث۔

حتی یلج الجمل. یہ تعلیق المحال بالمحال کے قبیل سے ہے۔ یعنی اونٹ جو اہل عرب کے خیال میں جانوروں میں سب سے بڑا جانور ہے اس کا سوئی کے ناکہ جیسی چھوٹی جگہ میں داخل ہونا جس طرح محال ہے ایسے ہی ان کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔ غواش دراصل غواشی تھا فواعل کے وزن پر تنوین صرف کے ساتھ ضمہ یا پر دشوار ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا یا اور تنوین چونکہ

---

[1] فرشتے مومن کی روح کو جنت کے کفن اور خوشبو میں ملبوس کر کے آسمان دنیا پر لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اس کی خبر مقربین میں پھیل جاتی ہے۔ ساتویں آسمان تک یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے اور اگر کافر ہوتا ہے تو اس کی روح ٹاٹ میں لپیٹ کر آسمان دنیا پر لے جائی جاتی ہے لیکن اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے آیت لاتفتح لهم ابواب السماء پڑھی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اس کا وہ اعمال نامہ جو زمین کے ساتویں طبقہ سجین میں ہے لکھو۔ پھر اس کی روح کو پھینک دیا جائے گا۔ ۱۲۔ الحدیث۔

دو ساکن اکٹھے ہوئے اس لئے یاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لیکن غیر منصرف کے وزن پر ہوتے ہوئے تنوین صرف کا آخر کیا مطلب ہے؟ اس اشکال کا جواب سیبویہ اور خلیل کے مذہب پر یہ ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ چونکہ جمع ہے اور جمع بہ نسبت واحد کے ثقیل ہوتی ہے۔ پھر جمع بھی منتہی الجمع ہے جس سے ثقل میں اضافہ ہوگیا۔ نیز یاء کے آخر میں ہونے کی وجہ سے ثقل اور زیادہ بڑھ گیا۔ اس لئے کلمہ کے ثقل کو ہلکا کرنے کے لئے یاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس لئے وزن میں نقصان آ گیا اور غواش بروزن جناح ہوگیا۔ چنانچہ اس نقصان کی تلافی کرنے کے لئے تنوین داخل کی گئی ہے۔ والذین أمنوا۔ یعنی مفسر علامؒ کی رائے کے مطابق یہ اسم موصول مبتداء اور امنوا اس کا صلہ اور جملہ وعملوا الصلحت معطوف علیہ اور لاتکلف الخ جملہ معترضہ ہے۔ اس کے بعد اولئک الخ مبتدا ماقبل کی خبر ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ لاتکلف الخ کو جملہ معترضہ کی بجائے خبر کیا جائے اور رابطہ محذوف ہو۔ ای لاتکلف منھم اور مقصد اس جملہ معترضہ لانے کا یہ ہوسکتا ہے کہ جنت جیسی عظیم الشان نعمت کا حصول سہل طریقہ سے آسان کر دیا ہے۔ باقی حدیث حفت الجنتہ بالمکارہ سے اس سہولت پر شبہ نہ کیا جائے، کیونکہ مکارہ سے مراد شہوات نفس کے خلاف کرنا ہے اور سہولت سے مراد انسانی طاقت میں جو کام ہو خواہ فعل ہو یا ترک فعل۔

ونزعنا چونکہ اہل جنت کو ان کی امیدوں سے بڑھ چڑھ کر نعمتیں عطا ہوں گی۔ اس لئے کینہ اور حسد کے احتمال کو بھی صاف کر دیا جائے گا تاکہ راحت وسرور میں فتور نہ آ جائے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے فینا واللّٰہ اھل بدر نزلت ونزعنا مافی صدورھم الخ نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ انی لارجو ان اکون انا و عثمانؓ و طلحۃؓ والزبیرؓ من الذین قال اللّٰہ لھو ونزعنا مافی صدورھم. تجری من تحتھم۔ سدی اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں کہ اہل جنت جب جنت کی طرف لے جائے جائیں گے تو اس کے دروازہ پر ایک درخت ہوگا جس کے نیچے دو نہریں جاری ہوں گی۔ ایک نہر سے پانی پیتے ہی سب پرانے کینے دھل جائیں گے اور دوسری نہر میں غسل کرتے ہی تروتازہ ہو جائیں گے اور پھر ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔

حذف جواب لو. تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لولا ھدایۃ اللّٰہ لنا موجودما اھتدینا۔

ونودوا. منادی حق تعالیٰ ہوں گے۔ یہ نداء جنت میں رہتے ہوئے ہوگی یا دور سے جب لوگ جنت دیکھیں گے اور ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک منادی ان الفاظ کے ساتھ ندا کرے گا۔ ان لکم ان تصلحوا فلا تسقموا ابدا و ان لکم ان تحیوا فلا تموتوا ابدو ان لکم ان تشبوا فلاتھرموا ابدا وان لکم ان تنعموا فلا تباسوا ابداًفذلک قولہ. ونودوا ان تلکم الجنۃ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مامن احدا لاولہ منزلۃ فی الجنۃ ومنزلۃ فی النار فاما الکافر یرث المومن منزلۃ من النار واما المومن فیرث الکافر منزلۃ من الجنۃ.

ان تلکم۔ یعنی ان۔ پانچوں موقعوں میں مخففہ بھی ہوسکتا ہے اور مفسرہ بھی۔ یہاں سے لے کر ان افیضوا تک پانچ موقعے ہیں اور ثتموھا۔ یعنی میراث کی طرف جنت بھی تمہیں بلاتعصب حاصل ہوگئی اور میراث کا تحقق بایں معنی ہے کہ جہنمیوں کی جو جگہ جنت میں ہوتی وہ بدعملی کی وجہ سے سوخت کر کے نیک عمل مومنین کو دے دی جائے گی تو گویا مومن وارث ہوئے اور کافر مورث عنہ۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ فمن لم یومن منھم جعل منزلہ لاھل الجنۃ فکانہ ورث عنہ اور کفار کو قرآن کریم میں اموات فرمایا گیا ہے۔ اموات غیر احیا. پس اس کے مقابل مومن احیاء ہوں گے اور میت کی میراث ظاہر ہے کہ زندہ کو ملا کرتی اور بما کنتم میں باسبیہ ہونے کی وجہ سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخل ہونے کا سبب اعمال ہوں گے۔ حالانکہ حدیث ہے۔ لن یدخل الجنۃ احد بعملہ۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللّٰہ ﷺ آپ بھی عمل سے جنت میں نہیں جائیں گی؟ فرمایا۔ ولا انا الا ان الا ان

یتغمدنی اللہ برحمتہ ۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں عمل سے مراد وہ عمل ہے جس کے ساتھ فضل الٰہی شامل ہو اور حدیث میں عمل سے مراد محض عمل بلا فضل الٰہی ہے۔ اس لئے کوئی تعارض نہیں رہا۔

ونادیٰ. جنت اگرچہ آسمانوں میں اور جہنم زمین کی تہہ میں ہوگی۔ لیکن قیامت میں چونکہ سب باتیں خارق عادت ہوں گی۔ اس لئے اتنے بعد اور دوری کے باوجود اہل جنت اور اہل جہنم کی ایک دوسرے کو ندا صحیح ہوگی اور جمع کا مقابلہ جمع کے ساتھ اس کا متقاضی ہے کہ ہر ہر فرد کی ندا ہر ہر کو ہوگی۔ **مؤذن.** یہ اعلانچی فرشتہ ہوگا۔ جلالؒ محقق نے اذن کی تفسیر **اسمعہم** کے ساتھ کی ہے۔ **عوجاً.** یہ حال ہے اور مصدر بمعنی معوجہ ہے۔ **عوج** کسر عین کے ساتھ معانی اور اعیان میں بولا جاتا ہے۔ بشرطیکہ قائم نہ ہو اور فتح عین کے ساتھ دیوار اور نیزہ جیسی چیزوں پر بولا جاتا ہے۔ **سورۃ الاعراف .** اضافت بیانیہ ہے اور اعراف سے مراد سور الجنۃ سے لی ہے۔ اعراف جمع ہے عرف کی بمعنی بلند مکان **عـرف الـديک** ۔ بولتے ہیں۔ بلندیٔ جسم کی وجہ سے سدی کہتے ہیں کہ سور جنت کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہاں سے تمام جنتیوں اور جہنمیوں کو پہچان لیا جائے گا۔ امام زاہد کی رائے یہ ہے کہ اعراف سفید مشک کا ایک ٹیلہ ہوگا جس پر شہید لوگ ہوں گے یا جن کی موت طلب علم میں ہوئی ہوگی۔ ایسی حالت میں کہ ان کے والدین نہیں چاہتے تھے کہ وہ طلب علم کریں۔ پس والدین کی ناراضگی کی وجہ سے باوجود شہادت اور طلب علم جیسے نیک کاموں کے ان کو مدت تک جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا اور ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اعرافی ہوں گے اور صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ اعراف میں رہنے والے افاضل مسلمین ہوں گے یا پھر سب سے آخر میں جنت میں جانے والے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں یا جن لوگوں کے والدین ناراض رہے ہوں یا مشرکین کے بچے اور فاضل خیالی کا خیال یہ ہے کہ اعرافی زمان فترۃ کے لوگ ہوں گے یا مشرکین کے بچے یا جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی اور قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ موحدین کی وہ جماعت جنہوں نے کچھ عمل میں کوتاہی کی ہوگی اور بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں بڑے درجہ کے اور بلند مرتبہ کے حضرات ہوں گے جیسے انبیاء شہداء، علماء، خیار مومنین یا انسانی شکل میں نمودار ہونے والے فرشتے اور شعبی سے مروی ہے کہ اصحاب اعراف حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ حضرت جعفر طیارؓ ہوں گے۔ بہر حال اعراف کا ہونا یقینی ہے۔ صاحب کشاف نے بھی معتزلی ہونے کے باوجود اس کا اعتراف کیا ہے۔

لايطمعهم اس کی اور لفظ یرید کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور روی الحاکم سے اس کرامت کا بیان ہے جس کو حسنؒ نے فرمایا تھا۔ **اذا صرفت.** یہاں اہل نار کے لئے صرف نظر اور اس سے پہلے اہل جنت کے لئے **نادوا.** استعمال کیا گیا ہے۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے کہ ایک کی حالت مسرت ہے اور دوسرے کی نہیں ہے۔

ما اغنی. ما استفہامیہ توبیخیہ ہے یا نافیہ۔ **ما کنتم . ما** مصدریہ ہے۔

ضعفاء المسلمین . جیسے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں صہیب رومیؓ، بلال حبشیؓ، سلمان فارسیؓ، خباب بن ارتؓ وغیرہ تھے۔ **وقوع.** یعنی **ادخلوا** اور **دخلوا.** دونوں قراءتیں شاذ ہیں اور جملۃ النفی سے مراد پورا جملہ **لا خوف علیهم ولا هم یحزنون** ہے۔ چونکہ جملہ انشائیہ کا حال بننا صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے مفسر محقق کو مقولا **لهم** سے تاویل کرنی پڑی۔ **حرمهما.** مفسر علامؒ نے حرام کی تفسیر منع سے کی ہے جو لازم ہے کیونکہ آخرت میں احکام تکلیفیہ نہیں ہوں گے۔

غرتهم. یہ دھوکہ دینا مجازاً ہوگا نہ کہ حقیقۃً۔ **فنسیهم .** مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا ہے کہ نسیان کا اطلاق چونکہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس سے لازم معنی مراد ہیں یعنی ترک کر دینا۔ **اوهل نرد.** مفسر علام نے **هل** سے اشارہ کر دیا کہ جملہ **نرد الخ**

پہلے جملہ پر معطوف ہو رہا ہے اور استفہام کے حکم میں اس کے ساتھ داخل ہے اور فنعمل منصوب ہے اضمار ان کے ساتھ۔

ربط آیات: ....آیات سابقہ کی طرح آیت ان الذین کذبوا الخ اور آیت والذین اٰمنوا الخ میں اہل جحیم اور اہل نعیم کی سزا اور جزاء کا تفصیلی ذکر ہے۔ آگے آیت ونادی اصحب الجنة الخ سے جنتی اور جہنمی لوگوں کے باہمی مکالمے اور اہل اعراف کہ جن کی ابتدائی حالت بین بین ہوگی۔ ان کی آپس کی گفتگو بھی منقول ہے۔ اس کے بعد آیت ولقد جئنٰھم الخ میں یہ بتلانا ہے کہ کھلے ہوئے مضامین کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کفر سے اور دین کی مخالفت سے باز آجائیں۔ جیسا کہ اہل سعادت ایمان سے مشرف بھی ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جو بد بخت کفار معاند ہوتے ہیں وہ جب تک انہیں سزا نہ ملے باز نہیں آتے اور سزا ہونے پر ماننا کام نہیں دیا کرتا۔

﴿ تشریح ﴾:............ابن حاتم ابو معاذ بصری سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ یہ آواز لگانے والا ایک فرشتہ ہوگا۔ درمنثور کے الفاظ یہ ہیں۔ فیذھب الملک فیقول سلام علیکم تلکم الجنة اور ثتموھا بما کنتم تعملون۔ یعنی فرشتہ اعلان کرے گا کہ تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ یہ جنت ہے جو تمہیں اعمال کے بدلہ میں دی گئی ہے۔

ایک اشکال کا جواب:............ظاہر آیت بما کنتم تعلمون سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں اعمال کی وجہ سے داخلہ ہوگا۔ حالانکہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اعمال کی وجہ سے جنت میں کوئی شخص نہیں جائے گا۔ بلکہ رحمت الٰہی کی وجہ سے سب جنت میں جائیں گے۔

جواب یہ ہے کہ آیت میں ظاہری سبب مراد ہے یعنی اعمال جنت میں جانے کا ظاہری سبب ہے اور حدیث میں حقیقی سبب سے بحث ہو رہی ہے کہ فی الحقیقت جنت میں داخل ہونے کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی پس ظاہری سبب کے اثبات اور حقیقی سبب کے انکار میں کوئی تعارض نہیں رہا۔

اعراف کی تحقیق:............درمنثور کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعراف اور سور دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں اور اہل اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں دونوں برابر ہوں گی۔ یہ لوگ بالآخر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور دلالت النص سے بھی اعرافیوں کا جنت میں داخل ہونا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ گنہگار جہنمی جب گناہوں کے غالب ہونے کے باوجود جہنم سے نکل آئیں گے تو اہل اعراف بدجہ اَولیٰ نکل آنے چاہئیں اور جنتی اور جہنمی یا اعرافی لوگوں کی باہمی یہ گفتگو یا تو بلا تخصیص محض اتفاقی طور پر ایک دوسرے سے ہوگی اور یا خاص جان پہچان والوں سے ہوگی۔

لطائف آیات:............آیت ان الذین کذبوا الخ کے ذیل میں علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی برکت کے دروازے کشادہ نہیں ہوا کرتے۔ آیت الذین اٰمنوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ بھی مرید کو اصلاحی سلسلہ میں اس کی برداشت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا۔

آیت ونزعنا الخ سے معلوم ہوا کہ جو کینہ غیر اختیاری اور طبعی ہو وہ جنت میں جانے سے نہیں روکے گا۔

آیت وما کنا لنھتدی الخ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ وصول مقصود وہبی ہے کسبی نہیں ہے اور ظاہراً کسب کا کچھ دخل ہے بھی تو وہ کسب خود وہبی ہے۔ آیت الذین یصدون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مشابہ وہ لوگ بھی ہیں جو راہِ مولیٰ میں

سالکین کو روکتے ہیں اور ان کے لئے اس طرح بھی تلاش کرتے ہیں جس سے سالکین کو نفرت پیدا ہو جائے جیسے اہل ریاء و بدعت۔
آیت ونادیٰ اصحٰب النار الخ کے متعلق بعض اہل علم کہتے ہیں کہ چونکہ یہ لوگ پیٹ کے بندے تھے اور کھانے پینے کے حریص۔ اسی حالت پر مرے اور اسی پر ان کا حشر ہوا کہ کھانا پینا ہی مانگتے رہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد بھی برائیوں کا اثر باقی رہتا ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا اَیْ فِیْ قَدْرِهَا لِاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ ثَمَّ شَمْسٌ وَلَوْشَآءَ خَلَقَهُنَّ فِیْ لَمْحَةٍ وَالْعُدُوْلُ عَنْهُ لِتَعْلِیْمِ خَلْقِهِ التَّثَبُّتَ **ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ** هُوَ فِی اللُّغَةِ سَرِیْرُ الْمَلِكِ اِسْتِوَاءً یَلِیْقُ بِهٖ **یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ** مُخَفَّفًا وَمُشَدَّدًا اَیْ یُغَطِّیْ كُلًّا مِنْهُمَا بِالْاٰخَرِ **یَطْلُبُهٗ** یَطْلُبُ كُلٌّ مِنْهُمَا الْاٰخَرَ طَلَبًا **حَثِیْثًا** سَرِیْعًا **وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ** بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالرَّفْعِ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ **مُسَخَّرٰتٍ** مُذَلَّلَاتٌ **بِاَمْرِهٖ** بِقُدْرَتِهٖ **اَلَا لَهُ الْخَلْقُ** جَمِیْعًا **وَالْاَمْرُ** كُلُّهٗ **تَبٰرَكَ** تَعَاظَمَ **اللّٰهُ رَبُّ** مَالِكُ **الْعٰلَمِیْنَ** ﴿۵۴﴾ **اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا** حَالٌ تَذَلُّلًا **وَّخُفْیَةً** سِرًّا **اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ** ﴿۵۵﴾ فِی الدُّعَاءِ بِالتَّشَدُّقِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ **وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ** بِالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِیْ **بَعْدَ اِصْلَاحِهَا** بِبَعْثِ الرُّسُلِ **وَادْعُوْهُ خَوْفًا** مِنْ عِقَابِهٖ **وَّطَمَعًا** فِیْ رَحْمَتِهٖ **اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ** ﴿۵۶﴾ الْمُطِیْعِیْنَ وَتَذْكِیْرُ قَرِیْبٍ الْمُخْبَرِ بِهٖ عَنْ رَحْمَةٍ لِاِضَافَتِهٖ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی **وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ** اَیْ مُتَفَرِّقَةً قُدَّامَ الْمَطَرِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِسُكُوْنِ الشِّیْنِ تَخْفِیْفًا وَفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا وَفَتْحِ النُّوْنِ مَصْدَرٌ اَوْفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا وَضَمِّ الْمُوَحَّدَةِ بَدَلَ النُّوْنِ اَیْ بِمُبَشِّرٍ وَمُفْرَدُ الْاُوْلٰی نُشُوْرًا كَرَسُوْلٍ وَالْاَخِیْرَةُ بَشِیْرٌ **حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ** حَمَلَتِ الرِّیْحُ **سَحَابًا ثِقَالًا** بِالْمَطَرِ **سُقْنٰهُ** اَیِ السَّحَابَ وَفِیْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغَیْبَةِ **لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ** لَانَبَاتَ بِهٖ اَیْ لِاِحْیَائِهٖ **فَاَنْزَلْنَا بِهِ** بِالْبَلَدِ **الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ** بِالْمَاءِ **مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ** الْاِخْرَاجِ **نُخْرِجُ الْمَوْتٰی** مِنْ قُبُوْرِهِمْ بِالْاِحْیَاءِ **لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ** ﴿۵۷﴾ فَتُؤْمِنُوْنَ **وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ** الْعَذْبُ التُّرَابُ **یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ** حَسَنًا **بِاِذْنِ رَبِّهٖ** هٰذَا مَثَلٌ لِلْمُؤْمِنِ یَسْمَعُ الْمَوْعِظَةَ فَیَنْتَفِعُ بِهَا **وَالَّذِیْ خَبُثَ** تُرَابُهٗ **لَا یَخْرُجُ** نَبَاتُهٗ **اِلَّا نَكِدًا** عُسْرًا بِمَشَقَّةٍ وَهٰذَا مَثَلٌ لِلْكَافِرِ **كَذٰلِكَ** كَمَا بَیَّنَّا مَاذُكِرَ **نُصَرِّفُ** نُبَیِّنُ **الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ** ﴿۵۸﴾ اللّٰهَ فَیُؤْمِنُوْنَ　ع ۵ / ۱۴

ترجمہ: .... بلاشبہ تمہارے پروردگار تو وہی اللہ ہیں جنہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ کے دن میں پیدا کیا ہے (دنیاوی دنوں کے اعتبار سے یعنی اتنے وقت میں۔ کیونکہ اس وقت آفتاب تو تھا نہیں اور اللہ چاہتے تو ایک پل بھر میں سب کچھ پیدا کر سکتے

تھے۔ لیکن مخلوق کو آہستگی اور جماؤ کی تعلیم دینے کے لئے انہوں نے ایسا نہیں کیا) پھر عرش پر متمکن ہو گئے (لغت میں عرش کے معنی شاہی تخت کے آتے ہیں اور متمکن ہونے سے مراد وہ تمکن ہے جو ان کے شایان شان ہو) چھپا دیتے ہیں رات سے دن کو (لفظ یغشی تخفیف و تشدید کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ یعنی دن ورات ہر ایک دوسرے کو چھپا دیتے ہیں) اس طرح کہ پا لیتے ہیں (ایک دوسرے کو پکڑ لیتے ہیں) جلدی سے (تیزی سے) اور سورج، چاند، تارے (نصب کے ساتھ سمٰوٰت پر عطف ہے اور رفع کے ساتھ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) سب جھکے ہوئے (تابع) ہیں ان کے حکم (قدرت) کے آگے۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے (سب) مخلوق ہے اور اسی کے لئے (ہر قسم کا) حکم دینا ہے۔ سو کیا ہی بابرکت (بری خوبیوں والی) ذات ہے اللہ کی جو تمام جہانوں کے پرورش کرنے والے ہیں۔ اپنے پروردگار سے دعا مانگا کرو، آہ وزاری کرتے ہوئے بھی (تذلل ظاہر کر کے) اور چپکے چپکے بھی (پوشیدہ طور پر) واقعی اللہ میاں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے (جو چیخ چیخ کر لمبی چوڑی دعائیں کیا کرتے ہیں) اور ملک میں خرابی مت پھیلاؤ (شرک اور گناہ کر کے) اس کی درستگی کے بعد (جو انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر کی گئی ہے) اور اللہ کے حضور (ان کے عذاب سے) ڈرتے ہوئے اور (ان کی رحمت سے) امید کرتے ہوئے دعائیں کیا کرو۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کرداروں سے نیک ہے (جو فرماں بردار ہیں۔ اور لفظ قریب کا مذکر لانا جس سے مراد رحمت ہے۔ اللہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ہے) اور یہ ان ہی کی کارفرمائی ہے کہ باران رحمت سے پہلے ہوائیں بھیجتے ہیں جو خوشخبری پہنچانے والی ہوتی ہیں (یعنی بارش سے پہلے جو منتشر ہو جاتی ہیں اور ایک قرأت میں سکون شین کے ساتھ تخفیف کی حالت میں ہے اور دوسری قراءت میں سکون شین اور فتح نون کے ساتھ مصدر ہے اور ایک قرأت میں سکون شین اور ضم با کے ساتھ ہی بجائے نون کے بمعنی مبشر۔ اور اول قراءت کا مفرد نشور بروزن رسول ہے اور آخری قرأت پر بشیر مفرد ہوگا) پھر جب وہ لے اڑتی ہیں (ہوائیں اٹھا لیتی ہیں) بوجھل بادل (بارش) کو تو ہم کھینچ لے جاتے ہیں اس کو (یعنی بادل کو۔ اس میں غائب سے التفات ہے) مردہ زمین کی طرف (جس میں گھاس پھونس نہیں ہوتی یعنی زمین کو زندہ اور سرسبز کرنے کے لئے) پھر ہم برساتے ہیں اسی (سرزمین) پر پانی۔ پھر (اس پانی سے) ہم پیدا کرتے ہیں ہر قسم کے پھل اسی (اگانے کی) طرح ہم مردوں کو زندہ کریں گے (ان کی قبروں سے جلا کر اٹھائیں گے) تاکہ تم غور و فکر کرو (اور ایمان لے آؤ) اور ستھری زمین (میٹھی مٹی) کی پیداوار نکلتی ہے (عمدہ) اپنے پروردگار کے حکم سے (یہ اس مسلمان کی مثال ہے جو وعظ سن کر اس سے نفع اندوز ہوتا ہے) لیکن نکمی زمین (مٹی) سے کچھ نہیں پیدا ہوتا مگر نکمی ہی چیز (بہت ہی کم اور وہ بھی مشقت کے ساتھ۔ یہ کافر کی مثال ہے) اسی طرح (جیسا کہ ہم نے مذکورہ باتیں بتلائیں) دوہراتے ہیں (طرح طرح بیان کرتے ہیں) دلائل۔ قدردان لوگوں کے لئے (جو اللہ کا شکر کر کے ان پر ایمان لے آئیں۔)

تحقیق وترکیب: .... ستة ایام۔ پیدائش کی ابتداء اتوار کو ہوئی۔ چنانچہ اتوار پیر کو زمین اور پہاڑ اور وحوش اور جانور، درخت، کھیتیاں منگل اور بدھ کو اور آسمان جمعرات اور جمعہ کو پیدا فرمائے۔ التثبت۔ یعنی تادیر آید درست آید کا مصداق ہو جائے۔ استویٰ۔ ام سلمہ، امام جعفر، حسن، امام ابوحنیفہ امام مالک فرماتے ہیں کہ استویٰ تو معلوم ہے مگر استواء کی کیفیت نامعلوم ہے۔ تاہم اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اس کے متعلق کنج وکاؤ اور کھوج کرید کرنا بدعت ہے۔ بیہقی امام اعظم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں نہ کہ زمین میں اور امام صاحب سے یہ بھی مروی ہے کہ جو اللہ کے آسمان میں ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں عرش پر ہیں، اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتے ہیں قریب کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اتارتے ہیں اور اسحاق فرماتے ہیں کہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ اللہ عرش کے اوپر چھائے ہوئے ہیں اور ہر چیز سے واقف ہیں اور ابراہیم فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ سلف کے اجماعی طریقے کے مطابق ہے کہ اللہ تمام صفات کے ساتھ کامل ہیں اور جن احادیث

سے عرش پر اللہ کا استقراء واستواء ثابت ہے، بلا کیف ومثال کے ان کے قائل ہیں اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ سلف کے اتباع میں جو چیز ہمیں پسند ہے وہ بلا تاویل نصوص کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے ان کے معانی اللہ کے حوالہ کرنا ہے۔ فرقہ کرامیہ اللہ کے لئے عرش پر استقراء ثابت کے بغیر بلندی کی جانب ثابت کرتے ہیں اور فرقہ مجسمہ ظاہر آیت سے اللہ کے لئے عرش پر استقراء ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ بے دلیل ہے کیونکہ استواء کے کئی معنی آتے ہیں۔ مثلاً: غالب ہونا، تمام وکمال اور استقرار۔ پس ان احتمالات کے ہوتے ہوئے استدلال کی گنجائش کہاں؟ اس لئے حقیقی مراد کو اللہ کے حوالہ کرنا ہی کمال بندگی ہے۔ بہرحال یہ کلمات متشابہات قرآن میں سے ہیں۔ جس کی مبسوط بحث کا موقعہ علم کلام ہے۔

یغشی۔ شعبہ اور حمزہ اور کسائی فتح غین اور تشدید شین کے ساتھ اور باقی قراء سکون غین اور تخفیف شین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بہرصورت لیل فاعل معنوی ہوگا اور **نہار** لفظاً ومعناً مفعول ہوگا اور اس باب کے دونوں مفعولوں میں چونکہ فاعل ومفعول بننے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لئے التباس سے بچنے کے لئے فاعل معنوی کی تقدیم واجب ہوتی ہے۔ جیسے **اعطیت زیداً عمراً** ہاں اگر التباس نہ ہوتو پھر تقدیم جائز رہتی ہے۔ **اعطیت زیداً درھماً** اور **کسوت عمراً جبۃً** اور یہ ایسا ہی ہے جیسے فاعل اور مفعول صریح ہوں۔ مثلاً ضرب موسیٰ عیسیٰ اور ضرب زید اً عمراً آیت میں چونکہ لیل اور نہار دونوں غاشی اور مغشی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے **اعطیت زیداً عمراً** کی طرح ہے۔ پس لیل کو فاعل معنوی اور نہار کو مفعول ماننا ضروری ہوگا اور اس کا عکس جائز نہیں ہے۔

ادعوا۔ حدیث میں ارشاد ہے۔ **الدعاء مخ العبادۃ المعتدین**۔ ابن جریج سے منقول ہے کہ اس سے مراد دعا میں چیخنے چلانے والے ہیں۔ اسی لئے دعا میں چلانے کو مکروہ اور بدعت فرماتے ہیں اور بعض نے اسہاب فی الدعاء مراد لیا ہے۔ لیکن عام طور پر ہر چیز میں حدود سے تجاوز نہ کرنا مراد لیا جائے تو الفاظ کے زیادہ مناسب ہے۔

تشدق کہتے ہیں منہ پھاڑ پھاڑ کر فضول لمبا کلام کرنے کو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے[1] **دعوۃ فی السر تعدل سبعین دعوۃ فی العلانیۃ**۔

وتذکیر۔ قریب یعنی لفظ رحمۃ کی تانیث کا تقاضہ اگر چہ یہ ہے کہ **قریبۃ** کا لفظ مؤنث آنا چاہئے۔ لیکن چونکہ رحمۃ سے مراد اللہ ہے اس لئے **قریب** خبر مذکر لانا صحیح ہوگیا۔ یا بقول ابوالسعود رحمۃ بمعنی رحم ہے یا اس کو موصوف محذوف کی صفت مانا جائے۔ **ای امر قریب**۔ اور سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ رحمۃ سے یہاں ثواب مراد ہے اس لئے قریب کا تعلق معنی کے لحاظ سے ہے۔ لفظ کے اعتبار سے نہیں ہے۔ البتہ یہ شبہ باقی رہ گیا ہے کہ لفظ **محسنین** کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ **محسنین** نہیں رحمت ان کے قریب نہیں ہوگی جیسے فاسق اور کبیرہ گناہ کرنے والی پس ان کی نجات اور مغفرت بھی نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایسی معافی رحمت ہوتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ محسنین سے مراد تو صرف توحید ورسالت کا اقرار کرنے والے لوگ ہیں۔ پس گنہگار بھی اس میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ کامل الاحسان لوگ ہی مراد ہوں۔ یہ جواب امام رازی کی تقریر کا خلاصہ ہے۔

بشرا۔ یعنی بارش سے پہلے ہوائیں رحمت کی بشارت ہوتی ہیں۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ قافلہ کے ساتھ حضرت عمرؓ حج کو جارہے تھے کہ راستہ میں تیز وتند ہوائیں چلیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے ہواؤں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد دریافت کیا۔ لیکن کسی نے کچھ نہیں بتلایا۔ مجھے جب معلوم ہوا تو قافلہ کے پیچھے سے میں آگے بڑھا اور عرض کیا

[1] ایک دفعہ آہستہ دعا مانگنا ستر بار زور سے دعا کرنے کے برابر ہے۔۱۲

یا امیرالمومنین ۔ انی [1] سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الریح من روح اللہ تاتی بالرحمۃ و بالعذاب فلا تسبوھا واسئلوا اللّٰہ من خیرھا وعوذوا بہ من شرھا ۔ ابوعمرواور ابن کثیر اور نافع کی قرأت میں نشرا ہے ۔ یہ کلام گویا بطور استعارہ مکنیہ کے ہے کہ بارش سے پہلے کی ہواؤں کو ان پیشگی خوشخبریوں سے تشبیہ دی گئی جو کسی بادشاہ کی آمد پر ہوتی ہے اور من بین یدی کا اثبات بطور تخییل کے ہے ابن عامر کی قرأت میں نشراً ہے اور حمزہ اور کسائی کے نزدیک نشراً مصدر ہے یعنی مفعول مطلق کیونکہ ارسال اور نشر قریب المعنی ہیں اور یا مصدر حال کے موقعہ میں ہے ۔ ای ناشراً اور نشور . بمعنی فاعل ہے یا بمعنی مفعول اور بشیر رغیف ورغف کی طرہ ہے یا بشیرۃ کی جمع ہے جیسے نذیرۃ اور نذیر .

اقلت . طاقتور چیز جب کسی چیز کو اٹھائے گی تو ہلکی پھلکی معلوم ہوگی ۔ حسناً . کلام میں یہ حذف معنی سمجھنے کے لئے ہے ۔ اس پر والبلدا لطیب دلالت کررہا ہے اور لا نکدا کے مقابلہ سے بھی یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں ۔

اور باذن ربہ میں باسببیہ ہے یا حالیہ ہے اور اچھی گھاس کی تخصیص بطور مدح ہے ورنہ اچھی بری سب گھاس اللہ ہی کے حکم سے نکلتی ہے اور ابوالسعود میں ہے کہ باذن ربہ سے مراد مشیت الٰہی ہے اس لئے گھاس کے زیادہ اور عمدہ ہونے کو اس طرح تعبیر کیا گیا ہے ۔ الا نکدا یہ منصوب علی الحال ہے ۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی ۔ والبلدا لذی خبث لایخرج نباتہ الا نکدا ۔ مضاف حذف کرکے مضاف الیہ کو قائم مقام کردیا گیا ہے ۔ اس لئے مرفوع مستتر ہوگیا ۔

ربط آیات:.......... پچھلی آیات میں معاد کی تفصیل بیان ہوئی ہے اور مشرکین عرب دوبارہ زندہ ہونے کو چونکہ نہیں مانتے تھے ۔ اس لئے اگلی آیات میں قدرت اور تصرفات الٰہیہ کا بیان ہوا ہے ۔ جس کو زمین وآسمان کی پیدائش سے شروع کرکے بارش کے ذکر پر ختم فرمایا جاتا ہے ۔ جس کا اثر یہ ہے کہ مردہ زمینیں زندہ ہوجاتی ہیں ۔ پس کذلک نخرج الموتیٰ کی تصریح سے اس کی مقصودیت کی تائید ہوگئی ۔ اسی طرح وضل عنھم الخ سے شرک کا بےکار ہونا معلوم ہوا تھا ۔ اس لئے ان آیات میں توحید کا اثبات مناسب ہوا ۔ نیز کلام الٰہی کا خطاب عام ہونے کے باوجود نفع مومنین کے ساتھ خاص ہونا ایسا ہے جیسے بارش اگرچہ عام ہوتی ہے لیکن نفع صرف قابل زمین ہی کو پہنچتا ہے ۔

﴿تشریح﴾:.......... توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال:.......... قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ ''توحید ربوبیت'' سے ''توحید الوہیت'' پر استدلال کیا کرتا ہے ۔ یعنی جب خالق اور رب صرف ایک ہے تو معبود بھی اس کے سوا کسی اور کو نہیں بنانا چاہئے ۔ پس ان آیات میں ''توحید الوہیت'' کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب ''خلق وامر'' دونوں اللہ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں ۔ یعنی وہی کائنات ہستی کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کے حکم وقدرت سے اس کا انتظام ہورہا ہے ۔ یہ نہیں کہ تدبیر وانتظام کی دوسری قوتیں بھی موجود ہیں ۔ جیسا کہ مشرکین کا خیال ہے ۔ پس اسی کی بادشاہت کائنات ہستی میں نافذ ہے ۔ کیونکہ وہی خالق ہے، وہی مدبر ہے تمام عالم ہستی اسی کے تخت جلال کے آگے جھکی ہوئی ہے تو جب یہ ذاتی اور صفاتی کمالات اللہ کے لئے مخصوص ہیں تو عبادت اور طلب حاجت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کیوں کیا جائے؟ اور اس کی

---

[1] میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرمایا کہ ہوا اللہ کی رحمت یا عذاب لے کر آتی ہے ۔ اس لئے اسے برا مت کہا کرو بلکہ اللہ سے اس کی بھلائی مانگو اور اس کی برائی سے پناہ مانگو ۔ ۱۲

قدرت کے کرشموں اور نمونوں کو پیش نظر رکھ کر مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کس طرح ممکن ہے؟ اس کافی اور شافی بیان کو بھی اگر کوئی نہ مانے تو اس کی مثال زمین شور کی ہے:

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
درباغ لالہ روید ودر شورہ بوم خس

آدابِ دُعاء:............ لایحب المعتدین کا مطلب یہ ہے کہ دعا میں حدود سے تجاوز نہیں ہونا چاہئے۔ مثلاً: عقلی یا شرعی محالات کو مانگنے لگے یا عادۃً مستبعد چیزوں یا گناہوں یا بے کار باتوں کا سوال کرنے لگے تو یہ حد سے آگے بڑھنا ہوگا۔ چنانچہ کوئی خدائی مانگنے لگے یا نبوت کی دعا کر بیٹھے یا فرشتوں پر حکومت کرنے کی درخواست یا غیر منکوحہ عورت سے آرزو پوری ہونے کی خواہش کرنے لگے یا فردوس بریں میں داہنی طرف سفید محل ملنے کی دعا کرنے لگے تو یہ سب باتیں ادب کے خلاف سمجھی جائیں گی۔ البتہ فردوس بریں کی دعا کرسکتا ہے۔ ہاں اس میں فضول قیدیں لگانا بے کار ہے۔

ہدایت و گمراہی کا اثر اور اس کی مثال:............ قرآنی دعوت کی راہ میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ پیش آئیں لیکن اس کی کامیابی اٹل ہے۔ اہل ایمان اس بارے میں دل تنگ نہ ہوں کہ اللہ کی رحمت نیک کرداروں سے دور نہیں اور اس کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے کہ جب پانی برسنے کو ہوتا ہے تو پہلے بارانی ہوائیں چلا کرتی ہیں۔ پھر پانی برستا ہے اور مردہ زمینیں زندہ ہوکر سرسبز و شاداب ہوجاتی ہیں۔

یہی حال وحی کی ہدایت اور اس کے انقلاب کا ہے کہ پہلے اس کی علامات نمودار ہوتی ہیں۔ پھر اس کی برکتوں سے مردہ روحوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ لیکن بارش سے صرف وہی زمین فائدہ اٹھاسکتی ہے جس میں استعداد ہو۔ شور زمین پر کتنی ہی بارش ہو، کبھی سرسبز نہ ہوگی۔ اسی طرح قرآنی ہدایت سے بھی وہی روحیں شاداب ہوں گی جن میں قبولیت حق کی استعداد ہے۔ مگر جنہوں نے استعداد کھودی ہو ان کے حصہ میں محرومی و نامرادی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

بادل کو ہوا کے اٹھالینے کا مطلب یہ ہے کہ ہوا بادل کے اجزاء کو باہم ملادیتی ہے۔ نیز ہوا کی وجہ سے بادل کے اجزاء معلق رہتے ہیں ورنہ وہ مرکز کی طرف مائل ہوجاتے۔ نیز ہوا کی وجہ سے بادل کی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتا ہے اور بارش سے پہلے بارانی ہواؤں کا چلنا بلحاظ اکثر احوال کے ہے۔ دوامی حالت مراد نہیں ہے اس لئے ایک کا دوسرے کے بغیر ہونا باعث اشکال نہیں ہونی چاہئے۔

لطائف آیت:............ آیت ثم استوی علی العرش جیسی نصوص میں سلف کا مسلک یہ رہا ہے کہ اس کی حقیقی مراد اللہ کو معلوم ہے۔ ہم تو صرف یہ سمجھتے ہیں کہ جو استویٰ اللہ کے شایان شان ہو وہی مراد ہے۔ صوفیاء کا مذہب بھی یہی ہے۔ آیت تضرعا و خفیۃ میں اشارہ ہے "طریق جلوت وخلوت" کی طرف اور یا اشارہ ہے اعضاء اور قلب کی عبادت کی طرف۔ آیت والبلد الطیب الخ سے صحیح الاستعداد اور فاسد الاستعداد شخص کی طرف اشارہ ہے کہ ایک میں وعظ اثر کرتا ہے اور ایک میں اثر نہیں کرتا۔

لَقَدْ جَوَابُ قَسَمٍ مَحْذُوْفٍ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ بِالْجَرِّ صِفَةً لِاِلٰهٍ وَالرَّفْعِ بَدَلٌ مِنْ مَحَلِّهٖ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ اِنْ عَبَدْتُمْ غَیْرَهٗ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ قَالَ الْمَلَاُ الْاَشْرَافُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ بَیِّنٍ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ هِیَ اَعَمُّ مِنَ الضَّلَالِ فَنَفْیُهَا اَبْلَغُ مِنْ نَفْیِهٖ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ اُرِیْدُ الْخَیْرَ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَكَذَّبْتُمْ وَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی لِسَانِ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ الْعَذَابَ اِنْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلِتَتَّقُوْا اللّٰهَ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ بِهَا فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ مِنَ الْغَرَقِ فِی الْفُلْكِ السَّفِیْنَةِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا بِالطُّوْفَانِ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ عَنِ الْحَقِّ وَاَرْسَلْنَا اِلٰی عَادٍ الْاُوْلٰی اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحِّدُوْهُ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ تَخَافُوْنَهٗ فَتُؤْمِنُوْنَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ جَهَالَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ فِیْ رِسَالَتِكَ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ بِالْوَجْهَیْنِ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ مَامُوْنٌ عَلَی الرِّسَالَةِ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی لِسَانِ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ فِی الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً قُوَّةً وَطُوْلًا كَانَ طَوِیْلُهُمْ مِائَةَ ذِرَاعٍ وَقَصِیْرُهُمْ سِتِّیْنَ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ نِعَمَهٗ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ تَفُوْزُوْنَ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ نَتْرُكَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ بِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۷۰﴾ فِیْ قَوْلِكَ قَالَ قَدْ وَقَعَ وَجَبَ عَلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ عَذَابٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَیْ سَمَّیْتُمْ بِهَا اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ اَصْنَامًا تَعْبُدُوْنَهَا مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا اَیْ بِعِبَادَتِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ فَانْتَظِرُوْٓا الْعَذَابَ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ ذٰلِكَ بِتَكْذِیْبِكُمْ لِیْ فَاُرْسِلَتْ عَلَیْهِمُ الرِّیْحُ الْعَقِیْمُ فَاَنْجَیْنٰهُ اَیْ هُوْدًا وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اَیْ اِسْتَاْصَلْنٰهُمْ وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾ عَطْفٌ عَلٰی كَذَّبُوْا

ترجمہ: .... واقعہ یہ ہے کہ (یہ محذوف قسم کا جواب ہے) ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! اللہ ہی کی بندگی کرو ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (لفظ غیرہ جر کے ساتھ الہ کی صفت ہے اور رفع کے ساتھ ہو تو الہ کے محل سے بدل ہونے کی بناء پر ہوگا) میں ڈرتا ہوں (کہ اگر تم غیر اللہ کی پرستش کرتے رہے) کہ ایک بڑے دن کا عذاب تمہیں پیش نہ

آ جائے (وہ قیامت کا دن ہوگا) کہنے لگے آبرومند (شرفاء) ان کی قوم میں سے کہ ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں پڑ گئے ہو (مبین بمعنی بین ہے) فرمایا "بھائیو! یہ بات نہیں کہ میں گمراہی میں پڑ گیا ہوں (ضلالۃ کا لفظ ضلال سے عام ہے۔ اس لئے ضلالۃ عام کی نفی زیادہ بلیغ ہوگی بہ نسبت ضلال خاص کی نفی کے) میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تمہیں پہنچاتا ہوں (یہ لفظ تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) اپنے پروردگار کے پیغامات اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں (بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں) اور میں اللہ کی طرف سے ایسی باتوں کی خبر رکھتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں، کیا (تم جھٹلاتے ہو) اور تمہیں اچنبھا ہو رہا ہے اس پر کہ تمہارے پاس نصیحت (موعظت) تمہارے پروردگار کی ایک ایسے آدمی کے ذریعہ (زبانی) پہنچی ہے جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تمہیں خبردار کردے (عذاب سے اگر تم ایمان نہ لائے) نیز تم (اللہ سے) ڈرتے رہو۔ علاوہ ازیں رحمت الٰہی کے سزاوار ہو۔ مگر وہ لوگ نوح علیہ السلام کو جھٹلاتے رہے۔ اس لئے ہم نے ان کو اور ان کے سب ساتھیوں کو (ڈوبنے سے) بچالیا جو کشتی (جہاز) میں تھے اور جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلاتی تھیں، انہیں ہم نے غرق کردیا۔ (طوفان میں) اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ (حق بات سے) اندھے ہوگئے تھے اور ہم نے (پہلی) قوم عاد کی طرف ان کے بھائی بندوں میں سے ہود علیہ السلام کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو (اس کی توحید بجالاؤ) ان کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے (خوف کرتے) نہیں ہو (کہ ایمان لے آؤ) اس پر قوم کے سربرآوردہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا تھا بولے ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم حماقت (جہالت) میں پڑ گئے ہو اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم بالکل جھوٹے ہو (اپنے دعویٰ رسالت میں) ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ بھائیو! میں احمق نہیں ہوں۔ میں تو اپنے پروردگار کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں (یہ لفظ بھی دونوں طریقہ سے ہے) اور یقین کرو کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں (جس کی رسالت محفوظ ہے) کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ ایک ایسے آدمی (کی زبانی) تمہارے پروردگار کی نصیحت تم تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے؟ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔ اللہ میاں کا یہ احسان یاد کرو کہ تمہیں (سرزمین ملک میں) قوم نوح علیہ السلام کے بعد ان کا جانشین بنادیا اور ڈیل ڈول میں تمہیں کشادگی بخشی (طاقتور، لمبے تڑنگے بنایا چنانچہ قوم عاد میں قد آور لوگ سو سو گز کے اور پستہ قد ساٹھ ہاتھ قد وقامت کے ہوئے تھے) اس لئے تمہیں چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کی یاد تازہ رکھو تاکہ ہر طرح کامیاب (بامراد) رہو۔ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس محض اس لئے آئے ہیں کہ ہم صرف ایک ہی خدا کے پجاری ہو جائیں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں (ترک کردیں) جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آتے ہیں؟ پس لا دکھاؤ جس بات کا ہمیں خوف دلا رہے ہو (یعنی عذاب) اگر تم سچے ہو (اپنی دھمکیوں میں) فرمایا بس اب تم پر اللہ کی طرف سے عذاب (پکڑ) اور غضب آیا ہی چاہتا ہے (واقع ہونے والا ہے) تو کیا تم مجھ سے محض ایسی چند ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے۔ (ٹھہرالیا ہے۔ ایسے بتوں کی پوجا کرتے ہو) حالانکہ اللہ نے ان کے معبود ہونے کی (ان کی عبادت کرنے کی) کوئی سند (دلیل و برہان) نہیں اتاری اچھا انتظار کرو (عذاب کا) میں بھی تمہارے ساتھ (اس کا) انتظار کر رہا ہوں (کیونکہ) تم نے مجھے جھٹلایا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں پر تیز وتند آندھیاں بھیجی گئی ہیں) پھر ایسا ہوا کہ ہم نے ان کو (یعنی ہود علیہ السلام پیغمبر کو) اور ان کے (ایمان لانے والے) ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ ہم نے ان کی بیخ و بنیاد تک اکھاڑ کر رکھ دی (یعنی ان کو نیست و نابود کردیا) اور اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ کبھی بھی ایمان لانے والے نہ تھے (کذبوا پر اس کا عطف ہے)۔

تحقیق وترکیب: ....لقد تقدیر عبارت واللہ لقد الخ ہے نوحا آپ کا نام عبدالغفار بن ملک بن متوشلخ ابن اخنوخ (ادریس) ہے اور آپ کو نبوت چالیس یا پچاس یا سو یا ڈھائی سو سال بعد علی اختلاف الاقوال عطا کی گئی تھی۔ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو (۹۵۰)

سال تبلیغ فرمائی۔ طوفان کے بعد ڈھائی سو سال زندہ رہے۔ صحیح قول کے مطابق آپ کی عمر بارہ سو چالیس سال ہوئی۔ آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ کشتی نوح دو سال میں تیار ہوئی تھی۔ قوم یا بیٹے کی ہلاکت پر کثرتِ نوحہ کی وجہ سے نوح نام پڑ گیا۔

قومه قوم کا لفظ جس طرح خویش واقارب پر بولا جاتا ہے۔ اسی طرح جن اجنبیوں میں رہنا سہنا ہو مجاورت کی وجہ سے مجاز ان پر بھی اس لفظ کا بولنا صحیح ہے۔

والرفع. چونکہ آلہ مبتداء ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے اور **لکم** اس کی خبر ہے اس لئے **غیرہ** پر بھی صفت ہونے کی وجہ سے رفع ہوگا۔ **الملأ** یہ مہموز ہے چونکہ سرداروں کی ہیبت سے جگہیں اور قلوب بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور آنکھیں ان کے جمال سے لبریز ہوتی ہیں اس لئے اس کے معنی اشراف کے ہو گئے ہیں۔

ضلالة اس میں تاء وحدۃ ہے۔ پس غیر معین وحدت کی نفی عام ہوگی۔ برخلاف لفظ **ضلال** کے۔ وہ مصدر ہونے کی وجہ سے واحد، تثنیہ، جمع سب کو شامل ہوگا۔ اس لئے اس کی نفی عام نہیں ہوگی۔ غرضیکہ **لیس بی ضلالة** بہ نسبت **لیس بی ضلال** کے زیادہ بلیغ ہوگا کیونکہ عام کے نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس کا برعکس نہیں ہوتا۔ **لکنی رسول.** حاصل جواب یہ ہے کہ میں تو رسول ہوں جو انتہائی طور پر صاحب ہدایت ہوتا ہے۔ پس گمراہی میرے قریب کیسے آسکتی ہے۔

اکذبتم اس میں مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا کہ **او عجبتم** میں ہمزہ انکاری ہے اور واؤ عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ **الفلک** ۔ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی۔ تین درجے تھے، نچلے درجہ میں وحشی جانور اور چوپائے رکھے گئے تھے اور درمیانی درجہ میں انسان اور اوپر کے درجہ میں پرندے رکھے گئے تھے۔ دسویں رجب کو یہ جہاز چل کر دسویں محرم کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہو گیا۔

عمین لفظ اعمیٰ بصر کے مقابلہ میں اور عم بصیرۃ کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ **عاد الاولیٰ.** مراد عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ہے اور بعض کے نزدیک عادِ اولیٰ سے مراد قوم ہے اور عاد ثانی سے مراد قوم صالح وثمود ہے ان دونوں قوموں کے درمیان ایک صدی کا فاصلہ ہے۔

قال . چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت مسلسل رہی ہے اس لئے قصہ نوح میں **فقال** فاء تعقیبیہ کے ساتھ لایا گیا ہے۔ لیکن چونکہ قصہ ہود میں صرف **قال** کہا گیا ہے کیونکہ ہود بہ نسبت نوح علیہ السلام کے مبالغہ دعا میں کم تھے۔ نیز حضرت نوح علیہ السلام کے بے موقعہ کشتی بنانے کو قوم نے ضلالت پر محمول کیا۔ برخلاف ہود کے کہ انہوں نے قوم کی بت پرستی کو سفاہت قرار دیا۔ اس لئے قوم نے بھی اسی لفظ سے خطاب کیا ہے۔ اسی طرح قصہ نوح میں **انصح لکم** جملہ فعلیہ لایا گیا ہے جو تجدد اور بار بار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ ان کی دعوت کی کیفیت بھی یہی تھی۔ برخلاف ہود کے کہ ان کی دعوت اس طرح مسلسل نہیں تھی۔ اس لئے "**انا لکم ناصح امین**" جملہ اسمیہ لایا گیا ہے۔

مائة ذراع. جلال الدین محلیؒ نے سورۃ الفجر میں لکھا ہے کہ قد آور آدمی کی لمبائی چار سو پانچ سو ہاتھ تھی اور ٹھگنا آدمی تین سو ہاتھ ہوتا تھا اور سر گنبد جیسا بڑا ہوتا تھا۔ اسماء یعنی محض بے حقیقت نام ہے۔ **سمیتموها** ضمیر مفعول ثانی ہے اور مفعول اول لفظ اصنام محذوف ہے۔ **الریح العقیم** یہ پالا کی ہوا سردی کے ختم پر آئی۔ آٹھویں شوال بدھ کی صبح شروع ہو کر ایک ہفتہ جاری رہی۔ جس سے مرد، عورتیں، بچے، مال واسباب سب ہلاک وبرباد ہو گئے۔ **عطف علی کذبوا** یعنی یہ بھی منجملہ صلہ کے ہے۔

ربط آیات: ...... اوپر سے توحید، رسالت، آخرت کا بیان اور ترغیب وترہیب کے ساتھ شیطانی تلبیس کا ذکر تھا۔ اگلی آیات

ں ان میں مضامین کے مناسب چند قصے پچھلی امتوں کے بیان کئے جا رہے ہیں۔ پانچ قصے تو اجمالاً ہیں اور چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ سلام کا بالتفصیل ہے۔ اول قصہ نوح علیہ السلام کا آ رہا ہے۔

تشریح: .... **مضامین آیات کا خلاصہ:** .... حاصل یہ ہوگا کہ توحید تمام انبیاء کی دعوت کا مشترک مضمون ہا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ایسی کون سی اپج کر دی جس کو یہ لوگ نہیں مان رہے ہیں۔ اسی طرح جب پہلے زمانہ سے انبیاء ہوتے چلے آ رہے ہیں پھر آپ کی نبوت میں لوگوں کو کیوں اچنبھا ہو رہا ہے۔ نیز ماضی کے جھروکہ سے جھانک کر اور تباہ شدہ قوموں کا حال یکھ کر ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے۔ یہ ترہیب کا مضمون ہوا۔ اسی سے ترغیب بھی سمجھ میں آ گئی اور جس طرح پچھلی قوموں کو کچھ دنوں ں مہلت مل جانا عذاب سے بچنے کی دلیل نہیں تھی۔ اسی طرح تمہیں اگر کچھ زیادہ مہلت مل گئی ہے تو یہ بھی آخرت کے عذاب سے بچ نکلنے کی دلیل نہیں ہونی چاہئے۔ یہ آخرت کا مضمون ہوگیا۔ جس کی تائید ان انبیائے کرام کے بعض الفاظ سے بھی نکل رہی ہے اور ان موں میں شیطانی تلبیس کا حال تو بالکل واضح ہے اور اس سے آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی وتشفی کا مضمون بھی مزید نکل رہا ہے کہ جب ل حق کی مخالفت پہلے سے ہوتی چلی آ رہی ہے تو آپ کو دل گیر اور رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ان غائبانہ واقعات کو صحیح صحیح نقل کر دینا پ کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے جو دلیل نبوت ہے۔

یک ہی بات کو مختلف الفاظ سے بیان کرنے کی تین توجیہیں: .... باقی ایک ہی قصہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور ہونے کی وجہ اس سورت کے شروع میں آیت قال انظرنی الخ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے سب باتیں سرزد ہوئی ہوں اور قوم میں سے کسی نے کچھ کہا ہو اور کسی نے کچھ کہا ہو یا مختلف مجلسوں میں مختلف گفتگو ہوئی ہو کسی کو کہیں نقل کر دیا اور کسی کو کہیں۔

قوم عاد کی تحقیق: .... نسب جاننے والوں کے نزدیک مشہور تو یہی ہے کہ حضرت ہود قوم عاد کے نسبی بھائی تھے۔ البتہ بعض حضرات کسی دوسری قوم کا بتلاتے ہیں۔ پہلی صورت میں بھائی کہنا حقیقت میں محمول ہوگا اور دوسری صورت میں مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ عاد اصل میں اسی قوم کے جداعلیٰ کا نام تھا۔ پھر بعد میں قوم کو بھی عاد کہنے لگے۔ قطعنا دابر الخ کے متعلق بعض کی رائے یہ ہے کہ ان کی نسل بالکل مٹ گئی تھی۔ لیکن بعض کا خیال یہ ہے کہ ان میں سے کفار تو ہلاک ہو گئے تھے مگر مومن باقی رہ گئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ کفار کے چھوٹے بچے بھی بچ گئے ہوں اور پھر ان ہی کی نسل آگے بڑھ کر عادِ اخریٰ کہلائی ہو اور بعض مفسرین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ قوم عاد میں سے کچھ لوگ بچ گئے تھے اور وہ مکہ کے آس پاس آ بسے تھے ان کو عادِ اخریٰ کہنے لگے۔ نیز پہلے قول والوں کی رائے یہ ہے کہ ان کو عادِ اولیٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے تباہ ہونے والی قوم یہی تھی اور سورۃ فجر میں جو عاد کے ساتھ لفظ ارم بدل کے طور پر آیا ہے وہ بھی عاد کے اجداد میں کسی کا نام ہے۔ گویا یہ دونوں لقب ایک ہی قبیلہ کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ارم عاد خاندانوں کی ایک شاخ ہے۔ پس پہلی صورت میں یہ بدل الکل اور دوسری صورت میں بدل البعض ہوگا۔ لیکن زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ عادِ اولیٰ ارم کے ایک بیٹے عاص کا بیٹا ہے اور عادِ ثانی ارم کے دوسرے بیٹے جثو کا بیٹا جس کو ثمود بھی کہتے ہیں۔ پس یہ دونوں پوتے ارم ہی کے ہوتے۔ مگر الگ الگ بیٹوں اور آگے چل کر ایک کی اولاد عادِ اولیٰ کہلائی اور دوسرے کی عادِ ثانی۔

بہر حال قوم عاد پر بادِ صرصر کا عذاب آیا تھا۔ جیسا کہ قرآن کی کئی آیتوں میں مذکور ہے۔ البتہ سورہ فصلت[1] (۱) میں جو

---

[1] حٰم السجدہ

صاعقہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد مطلق عذاب لیا جائے گا تا کہ باہمی نصوص میں تعارض نہ ہو جائے۔

سورہ مومنین کی آیت ثم انشانا من بعد هم قرنا اخرين سے مراد بھی اگر یہی قوم عاد ہو تو ماننا پڑے گا کہ ان پر گرج کا عذاب بھی آیا ہی اور ہوا کا بھی۔ محمد بن اسحاقؒ کے بیان کے مطابق عمان وحضر موت کے درمیان ایک ریگستانی علاقہ احقاف میں یہ عذاب آیا تھا۔

لطائفِ آیات:............آیت اوعجبتم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلوں کا اپنے معاصر اولیاء سے ہمعصر ہونے کی وجہ سے نفرت وحقارت کا معاملہ کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔ نیز قال الملا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وقوف لوگوں کا دین ومذہب کے دانشمندوں کو بے وقوف اور احمق جیسے خطابات دینا پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ آیت وزادکم فی الخلق بصطة سے معلوم ہوا کہ ڈیل ڈول اور طاقت کا زیادہ ہونا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ لہٰذا دنیاوی نعمتوں کی تحقیر نہیں کرنی چاہئے۔

وَ اَرسَلنَا اِلٰی ثَمُوْدَ بِتَرْكِ الصَّرْفِ مُرَادًا بِهِ الْقَبِيْلَةَ **اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ** مُعْجِزَةٌ **مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ** عَلٰى صِدْقِىْ **هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً** حَالٌ عَامِلُهَا مَعْنَى الْاِشَارَةِ وَكَانُوْا سَاَلُوْهُ اَنْ يُّخْرِجَهَا لَهُمْ مِنْ صَخْرَةٍ عَيَّنُوْهَا **فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِىْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ** بِعَقْرٍ اَوْ ضَرْبٍ **فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ** فِى الْاَرْضِ **مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ** اَسْكَنَكُمْ **فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا** تَسْكُنُوْنَهَا فِى الصَّيْفِ **وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ** تَسْكُنُوْنَهَا فِى الشِّتَاءِ وَنَصْبُهٗ عَلَى الْحَالِ الْمُقَدَّرَةِ **فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ** تَكَبَّرُوْا عَنِ الْاِيْمَانِ بِهٖ **لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ** اَىْ مِنْ قَوْمِهٖ بَدَلٌ مِمَّا قَبْلَهٗ بِاِعَادَةِ الْجَارِّ **اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ** اِلَيْكُمْ **قَالُوْٓا** نَعَمْ **اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِىْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾** وَكَانَتِ النَّاقَةُ لَهَا يَوْمٌ فِى الْمَاءِ وَلَهُمْ يَوْمٌ فَمَلُّوْا ذٰلِكَ **فَعَقَرُوا النَّاقَةَ** عَقَرَهَا قُدَارٌ بِاَمْرِهِمْ بِاَنْ قَتَلَهَا بِالسَّيْفِ **وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ** بِهٖ مِنَ الْعَذَابِ عَلٰى قَتْلِهَا **اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ** الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيْدَةُ مِنَ الْاَرْضِ وَالصَّيْحَةُ مِنَ السَّمَاءِ **فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾** بَارِكِيْنَ عَلَى الرُّكَبِ مَيِّتِيْنَ **فَتَوَلّٰى** اَعْرَضَ صَالِحٌ **عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّىْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾** وَاذْكُرْ **لُوْطًا** وَيُبْدَلُ مِنْهُ **اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ** اَىْ اَدْبَارَ الرِّجَالِ **مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾** الْاِنْسِ وَالْجِنِّ **اِنَّكُمْ** بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ **لَتَاْتُوْنَ**

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ مُتَجَاوِزُوْنَ الْحَلَالَ اِلَى الْحَرَامِ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ اَیْ لُوْطًا وَاَتْبَاعَهُ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ مِنْ اَدْبَارِ الرِّجَالِ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ اَلْبَاقِيْنَ فِی الْعَذَابِ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ هُوَ حِجَارَةُ السِّجِّيْلِ فَاَهْلَكَتْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاَرْسَلْنَا اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مُعْجِزَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى صِدْقِیْ فَاَوْفُوا اَتِمُّوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا تَنْقُصُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بِالْكُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ بِبَعْثِ الرُّسُلِ ذٰلِكُمْ اَلْمَذْكُوْرُ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ مُرِيْدِی الْاِيْمَانِ فَبَادِرُوْا اِلَيْهِ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ طَرِيْقٍ تُوْعِدُوْنَ تُخَوِّفُوْنَ النَّاسَ بِاَخْذِ ثِيَابِهِمْ اَوِ الْمَكْسِ مِنْهُمْ وَتَصُدُّوْنَ تَصْرِفُوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دِيْنِهٖ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ بِتَوَعُّدِكُمْ اِيَّاهُ بِالْقَتْلِ وَتَبْغُوْنَهَا تَطْلُبُوْنَ الطَّرِيْقَ عِوَجًا ۚ مُعَوَّجَةً وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ قَبْلَكُمْ بِتَكْذِيْبِهِمْ رُسُلَهُمْ اَیْ اٰخِرُ اَمْرِهِمْ مِنَ الْهَلَاكِ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ فَاصْبِرُوْا اِنْتَظِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَبَيْنَكُمْ بِاِنْجَاءِ الْمُحِقِّ وَاِهْلَاكِ الْمُبْطِلِ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ اَعَدَّ لَهُمْ

ترجمہ: ....اور (ہم نے بھیجا) قوم ثمود کی طرف (یہ لفظ غیر منصرف ہے، کیونکہ اس سے قبیلہ مراد ہے) ان کے بھائی بندوں میں سے صالح کو۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل (معجزہ) آ چکی ہے (میری صداقت پر) یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے دلیل ہے (لفظ ایۃ حال ہے جس میں عامل معنی اشارہ ہیں ان لوگوں نے صالح علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ وہ ہمارے ایک مقرر کردہ پتھر سے اونٹنی نکال کر دکھلائیں) سو اسے کھلا چھوڑ دو۔ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرے۔ اسے برائی کی نیت سے ہاتھ بھی مت لگانا (کبھی کونچیں کاٹنے لگو یا مارنے پیٹنے لگو) ورنہ کہیں تمہیں دردناک عذاب نہ آ پکڑے اور وہ وقت یاد کرو کہ اللہ نے تمہیں (سرزمین میں) قوم عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں اس طرح بسا دیا (ٹھکانا دے دیا) اس سرزمین میں کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو (گرمیوں کے موسم میں رہنے کے لئے) اور پہاڑوں کو تراش خراش بھی مکان بناتے ہو (سردیوں کے موسم میں رہنے کے لئے اور لفظ بیوتا کا نصب حال مقدرہ کی وجہ سے ہے) سو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرو۔ اور ملک میں سرکشی کرتے ہوئے، فساد مت پھیلاؤ۔ قوم کے وہ سربرآوردہ لوگ جن کو گھمنڈ تھا (پیغمبر پر ایمان لانے کو عار سمجھتے تھے) ان مسلمانوں سے جنہیں کمزور و حقیر سمجھتے تھے بولے (یعنی اپنی ہی قوم میں سے لفظ "لمن امن" بدل ہے "الذین استضعفوا" سے حرف جر لوٹا کر) کیا تم نے سچ مچ کر لیا ہے کہ صالح اللہ کا بھیجا ہوا ہے؟ (تمہارے پاس) انہوں نے کہا (ہاں) بے شک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ جس پیغام حق کے ساتھ ان کو بھیجا گیا ہے۔ اس پر گھمنڈ کرنے

والوں نے کہا تمہیں جس بات کا یقین ہے ہمیں اس سے انکار ہے (اور اونٹنی کا حال یہ تھا کہ ایک دن پانی پینے کی باری اس کے لئے مقرر تھی اور ایک روز دوسروں کے لئے، جس سے وہ گھٹنے لگے) غرضیکہ انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا (قدار نامی ایک شخص نے لوگوں کے کہنے سے تلوار لے کر اس کی کونچیں کاٹ دیں) اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے اے صالح! لا دکھاؤ اب وہ بات ہم پر جس کی ہمیں دھمکی دیا کرتے تھے (یعنی اونٹنی کے مار ڈالنے پر عذاب کا آنا) اگر آپ واقعی پیغمبروں میں سے ہیں۔ پس آ لیا انہیں لرزا دینے والی ہولناکی نے (زمین سے تو ایک سخت زلزلہ اور آسمان کی ایک کڑک) سو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے (سرنگوں مردہ پائے گئے) اس وقت منہ موڑ کر چلے (صالح علیہ السلام کنارہ کش ہو گئے) ان سے اور فرمانے لگے اے میری قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچایا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ مگر تم نے اپنے خیر خواہوں کو پسند نہیں کیا اور (یاد کیجئے) لوط علیہ السلام کا واقعہ (آگے اس کا بدل ہے) جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرنا پسند کرتے ہو (یعنی مردوں سے بدفعلی کرنا) جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے ایسا نہیں کیا (نہ انسان نے اور نہ جن نے) تم (دونوں ہمزہ کی تحقیق یا دوسرے ہمزہ کی تسہیل کر کے اور ان دونوں صورتوں میں ان کے بیچ میں الف داخل کر کے پڑھا گیا ہے) عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو۔ یقیناً تم تو حد ہی سے گزر گئے۔ (حلال چھوڑ کر حرام کی طرف ڈھلک گئے) قوم لوط کے پاس اس کا کچھ جواب اگر تھا تو یہ تھا کہ آپس میں کہنے لگے نکال باہر کرو، ان لوگوں کو (یعنی حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کو) اپنی بستی سے، یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں (مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنے سے) سو ہم نے لوطؑ کو اور ان کے متعلقین کو تو بچالیا۔ مگر ان کی بیوی نہ بچ سکی۔ وہ عذاب میں گرفتار لوگوں میں رہ گئی (یعنی جو لوگ عذاب میں دھر لئے گئے تھے) اور ہم نے ان پر ایک خاص طرح کا مینہ برسایا (یعنی پتھراؤ کر کے ان کا ستھراؤ کر دیا) سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ اور (ہم نے اسی طرح بھیجا) شہر مدین کی طرف ان کے بھائی بند شعیبؑ کو۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! تم صرف اللہ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل (معجزہ) تمہارے پاس آ چکی ہے (میری صداقت پر) سو ناپ تول پورا پورا (ٹھیک) کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم (گھٹا کر) نہ دیا کرو اور ملک کی سرزمین میں خرابی مت پھیلاؤ (کفر و نافرمانی کر کے) ملک کی درستگی کے بعد (انبیاءؑ کی تشریف آوری کی بدولت) اسی (مذکورہ باتے) میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو (ایمان لانے کا ارادہ ہے تو اس کی طرف جلد لپکو) اور دیکھو سڑکوں (ہر راستہ) پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ دھمکیاں دو (لوگوں سے کپڑے لتے چھین کر ان کو ڈراؤ دھمکاؤ) اور روکو (پھیرو) اللہ کی راہ (دین) سے۔ اللہ پر ایمان لانے والوں کو (انہیں قتل کی دھمکیاں دے کر) اور در پے رہو (تلاش کرو راستہ کے اندر) کجی (ٹیڑھے پن) کو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم بہت تھوڑے تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھ لو کیسا انجام ہوا۔ فساد پھیلانے والوں کو (تم سے پہلے جنہوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔ یعنی انجام کار انہیں تباہی کا منہ دیکھنا پڑا) اور تم میں سے بعض لوگ اس حکم پر جسے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اگر ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے تو ذرا صبر کرو (ٹھہر جاؤ) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دیں۔ ہمارے (اور تمہارے) درمیان (حق پرست کو نجات دے کر اور باطل پرست کو تباہ کر کے) اور وہ بہترین (زیادہ انصاف کا) فیصلہ فرمانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: .... **نـــاقة الله** ۔ بیت اللہ کی طرح اس میں اضافت تشریفی اور تعظیمی ہے۔ نیز براہ راست بلا واسطہ اسباب اللہ نے برآمد فرمایا۔ اس لئے بھی اللہ کی طرف اضافت صحیح ہو سکتی ہے۔ **معنی الاشارة . ای اشیر الیه ایة.**

من صخرة عینوها ۔ قوم کے سردار جندع بن عمرو نے ایک اکیلے پتھر کی طرف جس کو کافیہ کہا جاتا تھا۔ اشارہ کر کے حضرت

صالح علیہ السلام سے اونٹنی نکالنے کی فرمائش کی اور ایمان لانے کا پکا وعدہ کیا۔ چنانچہ حضرت صالح نے نماز پڑھ کر دعا فرمائی تو اس پتھر سے ان ہی اوصاف کے مطابق جو لوگوں نے پیش کی تھی اونٹنی کی باقاعدہ ولادت ہوئی اور پھر اس اونٹنی سے اتنا ہی بڑا بچہ پیدا ہوا۔ سب لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور جندع بن عمرو اس سے متاثر ہو کر مع اپنی جماعت کے ایمان لے آیا۔ لیکن دوسرے لوگ ذواب بن عمرو اور الحباب جو پجاری تھے اور رباب بن صمعر کاہن وغیرہ ایمان نہیں لائے۔ لیکن عنیزہ ام غنم اور صدقۃ بن المختار کے بہکانے سکھانے سے اس کو ذبح کر کے آپس میں تقسیم کرلیا۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ کم از کم اس کے بچہ ہی کو تلاش کر لو تو ممکن عذاب سے بچ جاؤ۔ لیکن بچہ کی تلاش ہوئی تو وہ بچہ اس پتھر میں گھس گیا اور جو تباہی مقدر ہو چکی تھی وہ ٹل نہ سکی۔

حال المقدرۃ. یعنی بیوتاً کا نصب ایسے ہی ہے جیسے **خط هذا الثوب قميصاً** اور **ابر هذا القصبة قلماً** کا نصب ہے۔ حال مقدرہ کی وجہ سے۔ کیونکہ نہ پہاڑ مکان ہوتا ہے اور نہ کپڑا کرتا اور نہ بانس قلم۔

لا تعثوا. عثوا کے معنی اشد فساد کے ہیں اور مفسد میں حال مؤکدہ ہے اپنے عامل کے لئے۔ کیونکہ **عثو** کے معنی بھی فساد کے ہیں۔ استکبر وا اس میں سین زائدہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

للذین. اس میں لام تبلیغ کا ہے۔ بدل منھم کی ضمیر اگر قوم کی طرف ہو تو "**لمن امن**" بدل الکل ہوگا۔ "**الذین استضعفوا**" سے اور اگر ضمیر **الذین استضعفوا** کی طرف راجع ہو تو بدل البعض ہو جائے گا۔ لیکن پہلی صورت بہتر ہے۔ **انا بما ارسل** ۔ مختصر جواب **نعم یانعلم انه مرسل من ربه** تھا۔ لیکن تحقیق حق کی خاطر **انا بما ارسل به مؤمنون** کی طرف عدول کیا گیا ہے اور دوام ایمان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جملہ اسمیہ لایا گیا ہے۔

انا بالذی ۔ اظہار مخالفت کے لئے "**انا ارسل به کفرون**" کی بجائے "**انا بالذی اٰمنتم به کفرون**" کہا گیا ہے جس سے تعنت وعناد معلوم ہو۔

فعقروا. یعنی اگرچہ ایک شخص نے اونٹنی کو مارا تھا لیکن سب کے مشورہ سے چونکہ کارروائی ہوئی اس لئے جمع کے صیغہ سے سب کو شریک سمجھا گیا ہے۔ قدار بن سالف فرعون کی طرح سرخ رنگ، نیلگوں آنکھیں، پستہ قد تھا اور ولد الزنا تھا۔ لیکن چونکہ سالف کے بستر پر پایا گیا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا تھا۔ **یا علیؓ اشقی الاولین عاقر ناقة صالح واشقی الاخرین قاتلک**[1] ۔ بہرحال بدھ کے روز اونٹنی کو مارا گیا اور حضرت صالح کی پیشگوئی کے مطابق جمعرات کو ان سب کے چہرے زرد اور جمعہ کو سرخ اور شنبہ کو سیاہ پڑ گئے اور خود ہی کفن وغیرہ پہن کر مرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ زمین کے زلزلہ اور آسمانی چنگھاڑ کی سب نذر ہو گئے۔ باقی اس اونٹنی کے بچہ کے بارے میں دو قول ہیں۔

۱۔ یہ منظر دیکھ کر اسی پتھر میں گھس گیا جس سے اونٹنی برآمد ہوئی تھی اور بقول بعض قیامت کے قریب جو دابۃ الارض رونما ہوگا وہ یہی بچہ ہوگا۔
۲۔ لوگوں نے اس کو بھی پکڑ کر ذبح کر دیا۔ عقر کہتے ہیں اونٹ کی کونچیں یعنی ٹانگیں کاٹ دینا۔ لیکن مراد اونٹنی کا ذبح کرنا ہے۔

جثمین. اس کے معنی اوندھے منہ پڑنے کے ہیں۔ **فتولی عنهم وقال** ۔ مردہ لوگوں سے یہ کلام بطور تحسر اور توبیخ کے ہے جیسے قلیب بدر پر کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ نے جب کفار مقتولین بدر کو خطاب فرمایا تو حضرت عمرؓ بولے یا رسول اللہ! یہ مردار سنتے کب ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ **ماانت باسمع لما اقول منهم ولکن لا یجیبونی** ۔ (ترجمہ) اے عمرؓ! میری باتیں تم اتنی نہیں سنتے جتنی کہ یہ سنتے ہیں لیکن مردہ ہونے کی وجہ سے جواب نہیں دے سکتے۔

---

[1] اے علیؓ! ان دونوں بدبختوں میں سے اول بدبخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارنے والا شخص اور دوسرا شخص تمہارا قاتل ہوگا۔۱۲۔

الانس والجن. بلکہ بہائم اور جانوروں تک میں یہ خباثت نہیں پائی جاتی۔ قوم لوطؑ میں اس بدفعلی کے ساتھ برسرمجمع گوز مارنے کو فخر ومباہات سمجھا جاتا تھا۔ "وتاتون فی نادیکم المنکر" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

شھوۃ. یہ مفعول لہ ہے یا مصدر ہے حال کے موقعہ میں "من دون النساء" یہ "من الرجال" سے حال ہے یا "تاتون" کی ضمیر ہے یتطھرون. یہ بطور تمسخر واستہزاء کے کہا ہے۔

الغابرین غبر. غبور اباب قعد سے ہے۔ غابر کبھی ماضی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پس گویا یہ اضداد میں سے ہوا۔ حجارۃ السجیل. سجیل سنگ گل کا معرب ہے۔ غلولوں کی طرح کے یہ پتھر تھے اور ممکن ہے ان میں گندھک اور آگ کے کچھ اجزاء بھی شامل ہوں۔

بینۃ یا تو قرآن میں اس معجزہ کا ذکر نہیں کیا گیا اور یا اس بینہ سے مراد خود پیغمبر کی ذات ہو اور یا پھر اوفوا الکیل الخ مراد ہو۔ خیر چونکہ حق تعالیٰ حاکم حقیقی ہیں اور دوسرے مجازی حاکم ہوتے ہیں اس لئے ان کا فیصلہ ہی حقیقۃً تفصیل کا مستحق ہوگا۔

ربط آیات:............ان واقعات کا ربط پہلے گزر چکا ہے۔ یہ بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ان میں دوسرا قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے اور تیسرا حضرت صالح علیہ السلام کا اور چوتھا حضرت لوط علیہ السلام کا اور پانچوں حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔

﴿تشریح﴾:............**قوم ثمود کا حال:**............قوم ثمود عرب کے اس حصہ میں آباد تھی جو حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ تک چلا گیا ہے۔ اسی مقام کو دوسری جگہ "الحجر" سے بھی تعبیر کیا ہے۔ ایک آیت میں صیحۃ معنی فرشتہ کی چیخ سے ان کا ہلاک ہونا بیان کیا گیا ہے۔ بعض نے دونوں کو جمع کر دیا کہ اوپر سے صیحۃ اور نیچے سے زلزلہ آیا تھا اور بعض کے نزدیک رجفہ سے مراد حرکت قلب ہے جو صیحہ کے ڈر سے پیدا ہوئی تھی۔

تاکل فی ارض اللہ سے مراد چھوٹی ہوئی اور افتادہ زمین ہے جس کو ایک طرح سے سرکاری اور سب کے لئے مباح سمجھنا چاہئے۔ کسی کی مملوک زمین مراد نہیں ہے کہ لوگوں کے کھیت چرتی پھرتی تھی۔ صالح علیہ السلام کا اس مقام سے کوچ فرمانا ظاہر آیت سے قوم کی ہلاکت کے بعد معلوم ہوتا ہے اور یہ خطاب یا تو اظہار حسرت کے لئے محض فرضی تھا اور یا عذاب کے آثار دیکھ کر زندوں سے خطاب کیا تھا اور پھر شام یا مکہ معظمہ تسریف لے گئے۔ اس صورت میں البتہ آیت کے اندر تقدیم تاخیر ماننی پڑے گی۔

قوم لوط کا حال:............قوم لوط کے سلسلہ میں بعض آیات میں پتھراؤ کا اور ان بستیوں کے الٹنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اہل سیر کے بیان کے مطابق لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ دونوں بابل سے ہجرت کر کے شام میں تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں اور لوط علیہ السلام بحر میت کے کنارے سندوم میں فروکش ہوگئے۔ آس پاس کی آبادیوں میں بھی اپنا تبلیغی کام جاری رکھا۔ بلکہ کبھی کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی سدوم میں تشریف لے جاتے اور ان کو نصیحت فرماتے۔

بقول عمرو بن دینارؒ دنیا میں سے سب سے پہلے لواطت کی خباثت ان ہی لوگوں نے پھیلائی۔

بل انتم قوم مسرفون. کا مطلب بھی یہی ہے کہ اور گناہوں میں تو آبائی تقلید وغیرہ کا بہانہ بھی بنا لیتے ہو لیکن یہاں تو یہ بھی نہیں۔ آیت "بل انتم قوم تجھلون" سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ شاید اس حرکت کی خباثت سے وہ ناواقف ہوں، کیونکہ علمی جہالت مراد نہیں ہے بلکہ اس کے برے انجام سے بے خبری مراد ہے۔

بہرحال جانور تک بھی اس برائی اور خباثت کا تصور نہیں کر سکتے۔ واقعی انسان جب گرنے پر آتا ہے تو بہائم تک کو پیچھے چھوڑ

دیتا ہے۔اسی لئے دوسرے ائمہ نے لواطت کی مختلف سزائیں بیان فرمائی ہیں۔

مثلاً: امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں پر حد زنا واجب ہے۔علۃ مشترک ہونے کی وجہ سے حکم بھی مشترک ہونا چاہئے۔لیکن امام صاحبؒ لواطت کی حرمت تو مانتے ہیں، کیونکہ پچھلی شریعت کی حرمت بلاانکار کے نقل ہوئی ہے۔اس لئے ہمارے لئے بھی اصولی قاعدہ سے حرمت رہے گی۔البتہ حد جاری نہیں کی جائے گی۔ورنہ لغت میں قیاس کرنا لازم آئے گا جو مردود ہے۔ہاں سزا اور تعزیر کی جائے گی۔کسی کے نزدیک آگ میں جلانا ہے، کسی کے نزدیک دریا میں ڈبو دینا ہے اور بعض کے نزدیک اونچی جگہ سے گرا کر اوپر سے پتھراؤ کیا جائے۔

بہرحال امام اعظمؒ اس فعل کو اس درجہ بدترین اور انسانیت سوز سمجھتے ہیں کہ کسی سزا کو بھی اس کے لئے کافی سمجھ کر بطور حد متعین نہیں کر سکے۔گویا ان کی نظر میں یہ جرم زنا سے بھی زیادہ بدترین اور سنگین ہے۔جس کی پاداش عذاب الٰہی ہی کر سکتا ہے۔یہ دنیاوی معمولی سزائیں (حدِ زنا) اس کے لئے کافی نہیں۔کسی اجنبی عورت سے لواطت کا حکم بھی یہی ہے۔البتہ اپنی بیوی سے لواطت ہمارے نزدیک بغیر تعزیر کے حرام ہے اور روافض کے نزدیک حرام بھی نہیں ہے۔

لوط علیہ السلام کی یہ بیوی جس کا ذکر آیت میں ہے کافرہ تھی اور اس زمانہ کی شریعت کی رو سے کافر عورت سے شادی کرنا ایسے ہی جائز تھا جس طرح کہ ہماری شریعت میں غیر مسلم کتابی عورت سے نکاح کی اجازت ہے۔بعض لوگوں کے بیان کے مطابق یا تو یہ بیوی حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ جا ہی نہیں سکی کہ بچ سکتی اور یا بقول بعض ساتھ گئی تھی لیکن پھر لوٹنے لگی تو ہلاک کر دی گئی اور لوط علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ رہے تھے۔

قومِ لُوط پر عذاب کے متعلق قرآن اور تورات کے بیان میں اختلاف:............قرآن کریم کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم پر پتھراؤ ہوا تھا، لیکن تورات میں ہے کہ سدوم اور عمورہ پر آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تھی۔

سو ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں بیانوں میں تطبیق دینے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ تورات کے بیان کے مقابلہ میں قرآن کا بیان زیادہ صحیح اور معتبر مانا جائے یا دونوں واقعے الگ الگ مان لئے جائیں۔

اور دوسری صورت تطبیق کی یہ ہے کہ آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے کی سی کیفیت مان لی جائے تو دونوں بیان درست ہو سکتے ہیں۔

قومِ لُوط کی عورتوں پر عذاب کیوں آیا؟............رہا یہ شبہ کہ جب یہ عذاب لواطت کی پاداش میں تھا اور وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے۔پھر عورتوں کو عذاب کیوں ہوا؟ اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ایک تو یہ کہ ان پر عذاب الٰہی کا صرف ایک ہی سبب لواطت نہیں تھا بلکہ کفر بھی عذاب الٰہی کا سبب تھا۔پس پہلا سبب مردوں کے لئے خاص تھا اور دوسرا سبب مردوں اور عورتوں دونوں میں پایا گیا۔اس لئے سب ہلاک ہو گئے۔گویا مردوں کی ہلاکت کے تو دو سبب ہوئے کفر اور لواطت اور عورتوں کی تباہی کا ایک ہی سبب رہا یعنی کفر۔

اور دوسرا جواب حذیفہؓ اور محمد بن علیؒ سے بعض روایات کی بناء پر یہ منقول ہے کہ عورتیں بھی آپس میں ایسی ہی بدفعلی کرتی تھیں۔جس کو سحق کہتے ہیں۔بس اب اس صورت میں مردوں اور عورتوں دونوں میں یکساں سبب پائے گئے۔خواہ صرف لواطت اور مساحقت یا ان کے ساتھ دونوں میں کفر و شرک بھی۔اس لئے شبہ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔

ان قوموں کے عذاب کی تعیین وتعبیر میں اختلاف:............قرآن کریم میں کہیں تو شعیب علیہ السلام کا اہل مدین کی طرف آنا معلوم ہوتا ہے اور کہیں اصحاب ایکہ کی جانب۔اسی طرح مدین والوں پر کہیں تو صیحہ کا عذاب بیان کیا گیا ہے اور کہیں رجفہ کا

عذاب معلوم ہوتا ہے اور اصحاب ایکہ پر ظلہ کا عذاب مذکور ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے تو دونوں قوموں کو ایک ہی مانا ہے اور بعض کے نزدیک یہ دونوں الگ الگ قومیں ہیں اور اہل مدین کے ہلاک ہونے کے بعد ان ہی کے قریب دوسری قوم اصحاب ایکہ کی طرف شعیب علیہ السلام تشریف لے گئے اور ان کے ہلاک ہونے کے بعد پھر مکہ میں آ رہے اور وہیں وفات پائی۔

کم تولنے اور ناپنے کا رواج دونوں ہی قوموں میں تھا۔ ان کی کساد بازاری کا اثر اقتصادی ڈھانچہ پر تو پڑتا ہی ہے اور اس کٹوتی سے اخلاقی حدود تو ٹوٹتی ہی ہیں۔ مگر ساتھ ہی خوش حالی کو بھی بٹہ لگ جاتا ہے۔ **لاتفسدوا فی الارض** . میں شاید اس طرف بھی اشارہ ہے۔

مدین دراصل کسی بستی کا نام نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک فرزند کا نام تھا۔ پھر ان کے قبیلہ اور اس شہر کا نام ہوگیا جو جزیرہ نمائے سینا میں مصر سے آٹھ میل پر عرب کے متصل آباد تھا۔ اسی میں اولاً حضرت شعیب علیہ السلام کا ظہور ہوا اور دو تین عذاب کا ایک ساتھ یا ایک جگہ جمع ہونا کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں پر اس درجہ گرمی مسلط ہوئی کہ گھروں میں چین نہیں آتا تھا۔ اتنے میں بدلی آئی اور ٹھنڈی ہوا چلی۔ سب نکل کر میدان میں جمع ہوگئے۔ پھر ایک طرف تو زمین کو زلزلہ آیا، دوسری طرف ان پر اوپر سے آگ برسی۔ غرض سب جل گئے۔

لطائف آیات: .... آیت **ناقة الله** میں بیت اللہ کی طرف اضافت تشریفی ہے اور حدیث **خلق الله ادم علی صورته** کی آسان توجیہ بھی یہی ہوسکتی ہے۔

آیت **وتنحتون الجبال الخ** سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی صنعت میں کمال اور مہارت بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔

آیت **وقال یقوم الخ** سے ظاہراً سماع موتی کا اثبات معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے مقتول کفار سے آنحضرت ﷺ کے خطاب فرمانے کا واقعہ بھی اس کی دلیل ہے اور کوئی قوی دلیل اس کے خلاف نہیں آئی۔

آیت **اتاتون الفاحشة الخ** معلوم ہوتا ہے کہ کسی برائی کی ایجاد بہ نسبت اس کی اقتداء کے زیادہ بری ہوتی ہے۔ تمام بدعات ورسومات کا بھی یہی حال ہے۔

آیت **ولا تبخسوا الناس الخ** سے قیاساً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل فضل وکمال کی شان گھٹانا اور ان کے رتبہ کو کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

الحمدللہ پارہ ولوا اننا ۸ کا ترجمہ وشرح وغیرہ تمام ہوئی۔

۴ رمضان المبارک ۸۳ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۶۴ء دوشنبہ۔

پارہ نمبر ﴿۹﴾

قَالَ الْمَلَأُ

فہرست پارہ ﴿قَالَ الْمَلَأُ﴾

قَالَ الْمَلَاُ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ عَنِ الْاِيْمَانِ **لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْلَتَعُوْدُنَّ** تَرْجِعُنَّ **فِيْ مِلَّتِنَا** دِيْنِنَا وَغَلَّبُوْا فِي الْخِطَابِ الْجَمْعَ عَلَى الْوَاحِدِ لِاَنَّ شُعَيْبًا لَمْ يَكُنْ فِيْ مِلَّتِهِمْ قَطُّ وَعَلٰى نَحْوِهٖ اَجَابَ **قَالَ اَنَعُوْدُ فِيْهَا وَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾** لَهَا اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارٍ **قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ** يَنْبَغِيْ **لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا** ذٰلِكَ فَيَخْذُلُنَا **وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا** اَيْ وَسِعَ عِلْمُهٗ كُلَّ شَيْءٍ وَّمِنْهُ حَالِيْ وَحَالُكُمْ **عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ** اُحْكُمْ **بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾** اَلْحَاكِمِيْنَ **وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ** اَيْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ **لَئِنِ** لَامُ قَسَمٍ **اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ** اَلزَّلْزَلَةُ الشَّدِيْدَةُ **فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾** بَارِكِيْنَ عَلَى الرُّكَبِ مَيِّتِيْنَ **اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا** مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ **كَاَنْ** مُخَفَّفَةٌ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَيْ كَاَنَّهُمْ **لَّمْ يَغْنَوْا** يُقِيْمُوْا **فِيْهَا** فِيْ دِيَارِهِمْ **اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾** اَلتَّاكِيْدُ بِاِعَادَةِ الْمَوْصُوْلِ وَغَيْرِهٖ لِلرَّدِّ عَلَيْهِمْ فِيْ قَوْلِهِمُ السَّابِقِ **فَتَوَلّٰى** اَعْرَضَ **عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ** فَلَمْ تُؤْمِنُوْا **فَكَيْفَ اٰسٰى** اَحْزَنُ **عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾** اِسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْيِ

ع ۱۱ / ۱

ترجمہ: ....اس پر قوم کے مغرور سرداروں نے کہا (جو ایمان لانے سے گھمنڈ کرتے تھے) اے شعیبؑ! یا تو تمہیں اور تمہارے ساتھ ان سب کو جو تم پر ایمان لائے ہیں ہم اپنے شہروں سے ضرور نکال باہر کریں گے یا لوٹ آؤ (واپس آجاؤ) ہمارے طریقہ (دین) میں (خطاب کرنے میں جماعت کو واحد پر غالب کرلیا ہے ورنہ شعیب علیہ السلام کبھی بھی ان کے طریقہ پر نہیں رہے اور اسی طرز کے مطابق اگلا جواب بھی ہے) شعیب علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔ کیا (لوٹ جائیں پچھلے طریقہ پر) اگرچہ ہم اس کو قابل نفرت سمجھتے ہوں (یہ استفہام انکاری ہے) اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے تو ہم جھوٹ بولتے ہوئے اللہ پر بہتان باندھیں گے اور ہمارے لئے یہ ممکن (مناسب) نہیں کہ اب قدم پیچھے ہٹائیں، ہاں اللہ

ہی چاہیں جو ہمارے پروردگار ہیں (اس ارتداد کو اور وہ ہمیں اس طرح رسوا کردیں تو دوسری بات ہے) ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے (یعنی ان کا علم سب چیزوں کو محیط ہے۔ میری اور تمہاری حالت بھی اس سے باہر نہیں) ہمارا تمام تر بھروسہ اللہ ہی پر ہے۔ اے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ (حکم) فرما دیجئے۔ آپ بہترین فیصلہ کرنے والے (حاکم) ہیں۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کے انکار کرنے والے سردار بولے (یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے) اگر (اس میں لام قسمیہ ہے) تم نے شعیب کی پیروی کی تو بس سمجھ لو کہ تم برباد ہو گئے پس انہیں زلزلہ (سخت جھٹکا) نے آ پکڑا۔ سو اپنے گھروں میں صبح ہوتے اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے (گھٹنوں کے بل اوندھے منہ مردہ پائے گئے) جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا (یہ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) گویا ان کی کیفیت یہ ہوگی (ان مخففہ ہے جس کا اسم محذوف ہے تقدیر عبارت کسانہم تھی) جیسے بسے ہی نہ تھے (ٹھہرے ہی نہ تھی) کبھی ان گھروں (بستیوں) میں جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا وہی برباد ہو گئے (موصول وغیرہ کو دوبارہ لا کر ان کے پہلے قول کی تردید کی تاکید کرنی ہے) بہر حال شعیب ان سے کنارہ کش (ایک طرف) ہو گئے اور کہنے لگے۔ بھائیو! میں نے پروردگار کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے تھے اور تمہاری بہتری چاہی تھی (لیکن تم ایمان نہیں لائے) تو اب میں کیسے (رنج) کروں نہ ماننے والوں پر (یہ استفہام بمعنی نفی ہے)۔

تحقیق وترکیب: ......معلک ۔ اس کا تعلق اخراج کے ساتھ ہے نہ کہ ایمان کے ساتھ ای واللہ لنخرجنک واتباعک اور معطوف معطوف علیہ کے درمیان شعیب علم کو منادیٰ لانا زیادہ دھمکانے کے لئے ہے۔ وغلبوا ۔ مفسر علامؒ ایک شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں وہ یہ کہ عود کہتے ہیں پہلی حالت کی طرف لوٹنے کو۔ لیکن شعیب علیہ السلام جب کبھی بھی ان کی ملت میں داخل نہیں تھے۔ پھر لفظ عود بولنا کیسے صحیح ہوا۔ اور خیر کفار کے قول پر تو اس لئے زیادہ اشکال نہیں کہ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کفار نے اپنے غلط خیال کے مطابق ایسا کہا ہوگا یا ظاہری طور پر شعیبؑ کی طرف سے مخالفت نہ ہونے کو انہوں نے اپنے ہم مذاق ہونے پر محمول کر لیا ہوگا۔ مگر خود شعیب علیہ السلام کے جواب میں بھی "ان عدنا" کا لفظ موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس الزام کو تسلیم کر لیا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ کہنا بناء بر تغلیب کے ہوا۔ یعنی اگرچہ شعیب علیہ السلام تو پہلے ان کے طریق کفر پر نہیں تھے۔ مگر آپ کے تمام مومن ساتھی تو پہلے کافر ہی تھے ان ہی کے ساتھ حضرت شعیب کو بھی شمار کر لیا گیا اور پھر خود حضرت شعیب نے بھی اپنے جواب میں اسی تقدیر پر گفتگو فرمائی۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ لفظ عود صار کے معنی میں بھی آتا ہے تو اشکال ہی متوجہ نہیں ہوتا کہ جواب وہی کی ضرورت پیش آئے۔

اولو کنا ۔ ہمزہ انکار وقوع کے لئے ہے اور لو یہاں زمانہ ماضی میں ایک چیز کی نفی سے دوسری چیز کی نفی کے لئے نہیں ہے بلکہ محض ربط ومبالغہ نفی کے لئے ہے۔ ای کیف نعود فیھا ونحن کارھون لھا ۔

الا ان یشاء ۔ اگر مستثنیٰ منہ عام احوال کو مانا جائے تو یہ استثناء متصل ہو جائے گا اور استثناء منقطع بھی ہو سکتا ہے اور مقصود محض رجوع الی اللہ ہے۔ ای وسع ۔ لفظ علما کے فاعلیت سے تمیز کی طرف آنے کے لئے اشارہ ہے۔ لم یغنوا ۔ اغنی بالمکان کے ٹھہرنے کے ہیں۔ غنی منزل کو کہتے ہیں۔ فکیف اولاً اظہار تاسف کر کے پھر اس سے رجوع فرما رہے ہیں۔

ربط آیات: ...... تقریر ربط پہلے گزر چکی ہے۔ ان آیات میں قصہ شعیب علیہ السلام کا تتمہ اور ان کی قوم کا جواب مذکور ہے۔

﴿ تشریح ﴾: ...... **قوموں اور پیغمبروں کی تاریخ کے آئینہ میں حالات کا جائزہ:** ...... قوموں اور پیغمبروں کے حالات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

۱۔ قبول حق کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ آباء واجداد کی اندھی تقلید اور گھڑی ہوئی بزرگیوں اور روایتی نسبتوں کی بے جا

ہو جاتا ہے۔ شروع میں جہالت یا کسی خاص غرض نفع وعظمت کی خاطر ایک عقیدہ گھڑ لیا جاتا ہے پھر ایک مدت تک لوگ اسے مانتے رہتے ہیں اور جب ایک عرصہ کے اعتقاد سے اس میں شان تقدیس پیدا ہو جاتی ہے تو اسے شک وشبہ سے بالاتر سمجھنے لگتے ہیں اور عقل و بصیرت کی پھر کوئی دلیل بھی اس کے خلاف تسلیم نہیں کرتے۔ ان ھی الا اسماء سمیتمو ھا انتم و اباء کم ۔ اسی کا ایک عنوان ور تعبیر ہے۔ کیونکہ بناوٹی ناموں اور لفظی ہیر پھیر کے سوا کوئی معقول حقیقت پیش نہیں کی جا سکتی۔

۲:...... عام طور پر پیغمبر اسی قوم میں پیدا ہوتے ہیں جس کی ہدایت کے لئے ان کو مقرر کیا جاتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ باہر سے کوئی بالکل ہی اجنبی آ گیا ہو۔ جس کی زندگی سے لوگ بے خبر ہوں۔

۳:...... ان میں سے کوئی نبی بھی بادشاہ یا امیر نہیں تھا۔ نہ کسی طرح کا دنیاوی سروسامان رکھتا تھا۔ بلکہ سب کی دعوت وارشاد کا سلسلہ اسی طرح ہوا کہ تن تنہا اعلان حق کے لئے کھڑے ہو گئے اور صرف اللہ کی معیت ونصرت پر بھروسہ کیا۔

۴:...... سب کا پیام ایک ہی رہا ہے "خدا کی بندگی کرو" اس کے سوا کوئی معبود نہیں"۔

۵:...... سب نے بالاتفاق نیک چلنی کی تلقین کی۔ انکار اور بدعملی کے برے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

۶:...... سب کے ساتھ یہی ہوا کہ رئیسوں نے سرکشی کی اور بے نواؤں نے ساتھ دیا۔

۷:...... مخالفت بھی ہمیشہ ایک ہی طرح ہوئی کہ اعلان حق کی ہنسی اڑائی گئی، ان کی باتوں کو حماقت کہا گیا، انہیں اور ان کے ساتھیوں کو اذیت پہنچانے کے تمام وسائل کام میں لائے گئے اور ان کی دعوت کی اشاعت کو روکنے کے لئے اپنی ساری قوتیں خرچ کر ڈالیں۔

۸:...... پیغمبروں نے یہاں تک کہا کہ اگر ہماری دعوت قبول نہیں کرتے تو کم از کم ہماری موجودگی ہی برداشت کر لو اور فیصلہ نتائج پر چھوڑ دو۔ لیکن مخالفین اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوئے۔

۹:...... ہمیشہ یہی ہوا کہ حق کا داعی اور اس کے ساتھی وعظ ونصیحت کے ذریعہ تبلیغ کرتے، لوگوں کے دل ودماغ کو موہنے کی کوشش کرتے رہے مگر اس کے برخلاف انکار کرنے والے جبر وتشدد، طاقت وقوت سے ان کی راہ روکنی چاہتے۔ پیغمبروں کی پکار تو یہ ہوتی کہ روشن دلیلوں پر غور کرو۔ مگر منکروں کا جواب یہ ہوتا کہ انہیں بستی سے نکال باہر کرو، یا سنگساری کر کے ان کا صفایا کر دو، پتھراؤ کر کے ان کا بھرکس نکال دو۔

۱۰:...... پھر دیکھو نتیجہ بھی ایک ہی طرح کا پیش آیا۔ یعنی وہ تمام جماعتیں جنہوں نے دعوت حق کا مقابلہ کیا تھا۔ نیست ونابود ہو گئیں۔ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ گئیں اور دنیا کی کوئی طاقت بھی انہیں قانون الٰہی کے شکنجہ سے نہیں بچا سکی۔ چنانچہ اگلی آیات میں خصوصیت سے اسی نتیجہ پر توجہ دلائی جا رہی ہے۔

لطائفِ آیات:...... آیت فکیف اسٰی الخ سے معلوم ہوا کہ عذاب وغضب میں گرفتار لوگوں پر رحم نہیں کھانا چاہئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ فَکَذَّبُوْهُ اِلَّآ اَخَذْنَآ عاقبنا **اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ** شدة الفقر **وَالضَّرَّآءِ** المرض **لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ** ﴿۹۴﴾ یتذللون فیؤمنون **ثُمَّ بَدَّلْنَا** اعطیناهم **مَكَانَ السَّیِّئَةِ** العذاب **الْحَسَنَةَ** الغنی والصحة **حَتّٰی عَفَوْا** کثروا **وَّقَالُوْا** کفرا للنعمة **قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ** کما مسنا وهذه عادة الدهر ولیست بعقوبة من الله فکونوا علی ما انتم علیه قال تعالٰی **فَاَخَذْنٰهُمْ** بالعذاب **بَغْتَةً** فجأة

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ بِوَقْتِ مَجِيْئِهٖ قَبْلَهٗ **وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى** الْمُكَذِّبِيْنَ **اٰمَنُوْا** بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِمْ **وَاتَّقَوْا** الْكُفْرَ وَالْمَعَاصِيَ **لَفَتَحْنَا** بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ **عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ** بِالْمَطَرِ **وَالْاَرْضِ** بِالنَّبَاتِ **وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا** الرُّسُلَ **فَاَخَذْنٰهُمْ** عَاقَبْنَاهُمْ **بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ** ﴿۹۶﴾ **اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى** الْمُكَذِّبُوْنَ **اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا** عَذَابُنَا **بَيَاتًا** لَيْلًا **وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ** ﴿۹۷﴾ غَافِلُوْنَ عَنْهُ **اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى** نَهَارًا **وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ** ﴿۹۸﴾ **اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ** اِسْتِدْرَاجَهٗ اِيَّاهُمْ بِالنِّعْمَةِ وَاَخْذَهُمْ بَغْتَةً **فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ** ﴿۹۹﴾ **اَوَلَمْ يَهْدِ** يَتَبَيَّنْ **لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ** بِالسُّكْنٰى **مِنْ بَعْدِ** هَلَاكِ **اَهْلِهَآ اَنْ** فَاعِلٌ مُخَفَّفَةٌ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَيْ اَنَّهٗ **لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ** بِالْعَذَابِ **بِذُنُوْبِهِمْ** كَمَا اَصَبْنٰهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ وَالْهَمْزَةُ فِي الْمَوَاضِعِ الْاَرْبَعَةِ لِلتَّوْبِيْخِ وَالْفَاءُ وَالْوَاوُ الدَّاخِلَةُ عَلَيْهَا لِلْعَطْفِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِسُكُوْنِ الْوَاوِ فِي الْمَوْضِعِ الْاَوَّلِ عَطْفًا بِاَوْ وَنَحْنُ **نَطْبَعُ** نَخْتِمُ **عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ** ﴿۱۰۰﴾ الْمَوْعِظَةَ سِمَاعَ تَدَبُّرٍ **تِلْكَ الْقُرٰى** الَّتِيْ مَرَّ ذِكْرُهَا **نَقُصُّ عَلَيْكَ** يَا مُحَمَّدُ **مِنْ اَنْۢبَآئِهَا** اَخْبَارِ اَهْلِهَا **وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ** الْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَاتِ **فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا** عِنْدَ مَجِيْئِهِمْ **بِمَا كَذَّبُوْا** كَفَرُوْا بِهٖ **مِنْ قَبْلُ** قَبْلَ مَجِيْئِهِمْ بَلْ اِسْتَمَرُّوْا عَلَى الْكُفْرِ **كَذٰلِكَ** الطَّبْعِ **يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ** ﴿۱۰۱﴾ **وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ** اَيِ النَّاسِ **مِّنْ عَهْدٍ** اَيْ وَفَاءٍ بِعَهْدِ يَوْمِ اَخْذِ الْمِيْثَاقِ **وَاِنْ** مُخَفَّفَةٌ **وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ** ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: .... اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا (اور لوگوں نے اس کو جھٹلایا) تو ہمیشہ ہم نے پکڑلیا (مبتلا کیا) وہاں کے باشندوں کو سختیوں (انتہائی محتاجگی) اور نقصانوں (بیماریوں) میں تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں (عاجزی پر اتر آئیں اور ایمان قبول کر لیں) پھر ہم نے بدل دی (عطا کردی) بدحالی (عذاب) کی جگہ خوشحالی (مالداری اور تندرستی) حتی کہ جب انہیں خوب ترقی ہوگئی (بڑھ گئے) اور کہنے لگے (کفران نعمت کے طور پر) ہمارے بزرگوں پر بھی تنگی اور راحت کے دن گزرے ہیں (جس طرح ہم پر یہ دور آرہے ہیں۔ بہر حال معلوم ہوا کہ یہ زمانہ کی عادت کے مطابق ہوا ہے نہ کہ اللہ کے عذاب کے طور پر۔ لہذا اپنے اسی طریقہ پر برقرار ہو۔ ارشاد حق ہوتا ہے) پھر تو پکڑلیا ہم نے (عذاب میں) انہیں اچانک (دم کے دم میں) اور انہیں پتہ بھی نہ تھا (پہلے سے اس عذاب کے آنے کا) اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے (جنہوں نے جھٹلایا تھا) ایمان لے آتے (اللہ اور اپنے پیغمبروں پر) اور (کفر اور گناہوں سے) پرہیز رکھتے تو ہم کھول دیتے (تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) ان پر آسمان سے (بارش کے ذریعہ) اور زمین سے (سبزیوں کے ذریعہ) برکتوں کے دروازے۔ لیکن انہوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا۔ پس ہم نے انہیں پکڑلیا (سزا دی) ان کے کرتوتوں کی وجہ سے۔ کیا ان شہروں کے بسنے والے (جھٹلانے والے) لوگوں کو اس بات سے امان مل گئی ہے کہ ان پر آنازل ہو ہمارا عذاب راتوں رات اور وہ پڑے سوتے ہوں (اس سے بے خبر ہوں) یا ان شہریوں کو اس بات سے بے فکری مل گئی ہے کہ ہمارا عذاب دن

دہاڑے (خوب دن چڑھے دوپہر کو) ان پر نازل ہو، اور وہ کھیل کود میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا یہ لوگ اللہ کی پکڑ سے بے فکر ہو گئے ہیں (کہ نعمتوں میں ان کو ڈھیل ملتی رہے اور پھر اچانک دھر لیے جاتے ہیں) سو یاد رکھو اللہ کی پکڑ (اور داؤ) سے جن لوگوں کی شامت ہی آ گئی ہے ان کے سوا کوئی بے فکر نہیں ہوا کرتا پھر کیا نہیں کھلی (واضح ہوئی) ان لوگوں کے لئے جو ملک کے وارث بنے ہیں (رہائش کے اعتبار سے) سرزمین ملک کے باشندوں (کے ہلاک ہونے کے بعد) یہ بات کہ (یہ فاعل ہے لم یھد کا اور مخففہ ہے اس کا اسم محذوف ہے اصل میں انہ تھا) اگر ہم چاہتے تو ان کو بھی ہلاک کر ڈالتے (عذاب سے) ان کے گناہوں کے سبب سے (جس طرح کہ ان سے پچھلوں کو برباد کر دیا ہے اور ہمزہ ان چاروں موقعوں پر توبیخ کے لئے اور فا اور واؤ جو اس پر داخل ہیں وہ عطف کے لئے ہیں اور ایک قرأت میں پہلی جگہ سکون واؤ کے ساتھ ہے او عاطفہ قرار دیتے ہوئے) اور ہم نے مہر لگا دی ہے (سیل کر دی ہے) ان کے دلوں پر کہ اب وہ کوئی بات سن ہی نہیں سکتے (وعظ ونصیحت کی باتیں۔ غور وفکر کے کان سے) یہ ہیں آبادیاں (جن کا ذکر ابھی گزرا ہے) جن کے حالات ہم آپ ﷺ کو (اے محمد ﷺ!) سناتے ہیں (وہاں رہنے والوں کی داستانیں) ان سب میں ان کے پیغمبر ﷺ روشن دلیلوں (کھلے معجزات) کے ساتھ آئے۔ مگر ان کے بسنے والے ایسے نہ تھے کہ مان جاتے (اپنے پاس آنے کے وقت) وہ بات جس کو جھٹلا چکے (کفر کر چکے) ایک دفعہ پہلے (آنے سے پہلے۔ بلکہ کفر ہی پر جمے رہے) اس طرح (جیسے یہ مہر لگائی ہے) بند لگا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر (لوگوں) کو اپنے عہد کا پابند نہیں پایا (یعنی روز اول جو عہد کیا گیا تھا اس کو پورا نہیں کرتے) اور (ان مخففہ ہے) ہم نے اکثر لوگوں کو ایک قلم نافرمان ہی پایا۔

تحقیق وترکیب: .... **یضرعون.** اصل میں **یتضرعون** تھا۔ تا کو ضاد بنا کر ادغام کر دیا گیا ہے اور سورۂ انعام میں **تضرعوا** کی مناسبت کی وجہ سے **یتضرعون** ہے۔

القریٰ الف لام سے مذکورہ بستیوں کی طرف اشارہ ہے۔ **واتقوا** عطف خاص علی العام ہے۔

افامن. ہمزہ انکار وتوبیخ کے لئے اور فا **اخذناھم** پر عطف کے لئے۔ معطوف معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔

القریٰ الف لام جنس کا بھی ہو سکتا ہے۔ مفسر علامؒ اگرچہ عہد کا لے رہے ہیں۔

مکر اللّٰہ. اللہ کی طرف اس کی نسبت دھوکہ اور حیلہ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ بقول مفسرؒ محقق استدراج مراد ہے۔ اس ڈھیل کا ظاہر باطن سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اگر مکر کے معنی مخفی تدبیر کے لئے جائیں تو اشکال ہی متوجہ نہیں ہوگا۔

افامن اور **اوامن** میں حرف استفہام کا حرف عطف پر داخل ہونا باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے کیونکہ عطف مفردین ہو تو ان دونوں میں منافات کی وجہ سے ممانعت ہوتی ہے، لیکن یہاں جملہ کا جملہ پر عطف ہو رہا ہے۔ جس کا حاصل جملہ کے بعد جملہ کا استیناف ہوگا۔ **اولم یھد.** اس کا تعدیہ چونکہ لام کے ذریعہ ہو رہا ہے اس لئے لازمی معنی سے اس کی تفسیر کی گئی ہے۔ **المواضع الاربعہ** . پہلا موقعہ **افامن اھل القریٰ** ہے اور آخری **اولم یھد** ہے۔ ان میں دو جگہ فا ہے اور دو جگہ واؤ۔ سکون واؤ کے ساتھ۔ اول موقعہ سے مراد **اومن اھل القریٰ** ہے۔ نافع، ابن کثیر، ابن عامر سکون واؤ کے ساتھ اور باقی قراء فتح واؤ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

ونحن جلال محققؒ نے **ونطبع** کے درمیان **نحن** مقدر مان کر ان کے مستانفہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ **وما وجدنا** . یہ جملہ معترضہ ہے جو آخر میں ہے اور جملہ معترضہ آخر میں آ سکتا ہے ما قبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ اگر ضمیر پہلی امتوں کی طرف لوٹائی جائے تو اس کا ربط پہلے سے بھی ہو سکتا ہے۔ **اکثر** مفعول اول اور **فاسقین.** مفعول ثانی ہے اور لام دونوں میں فرق کر رہا ہے۔

ربط آیات: .... مذکورہ بالا قوموں کے علاوہ دوسری قوموں کے ساتھ بھی چونکہ ایسے حالات و واقعات پیش آچکے ہیں اس لئے عام عنوان کے ساتھ اجمالاً ان کو بھی بیان کیا جا رہا ہے اور پھر **اولم یھد الخ** سے ایسے حالات کے باعث عبرت ہونے پر تنبیہ کرنی ہے۔

﴿تشریح﴾: .... **عذاب الٰہی کا دستور:** .... یعنی جن بستیوں میں بھی عذاب الٰہی آیا تو ایک دم بلا اتمام حجت کے نہیں آیا بلکہ سنت اللہ کے مطابق اولاً جرائم پر مہلت دی گئی۔ پھر بھی نہ سمجھے تب عذاب نے آکر پکڑا ہے۔ ان گذشتہ دعوتوں کے ذکر کرنے سے بھی مقصود اسی حقیقت کی تلقین کرنا ہے۔

آیت **لفتحنا علیھم برکات من السماء** پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب آیت **بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ** سے کفار پر بھی عیش کی فراخی کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت **فتحنا علیھم ابواب کل شیء** سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر خوشحالی کے لئے ایمان وتقویٰ کی کیا تخصیص رہی؟ جواب یہ ہے کہ کفار کو ہلاکت سے پہلے خوش حالی تو ایک حکمت کے ماتحت دی جاتی ہے۔ لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آخر میں وہ وبال جان ہو جاتی ہے۔ برخلاف ایمان وطاعت کے ساتھ نعمتوں کے کہ وہ کبھی بھی وبال جان نہیں ہوتیں۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں بلکہ ان میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ پس دونوں خوشحالیوں میں فرق ہو گیا۔

عذابِ الٰہی کا فلسفہ: .... سرکش قوموں کی ہلاکت کے جو احوال بیان کئے گئے ہیں، ان کی نوعیت سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدرتی حوادث تھے۔ مثلاً: زلزلہ، طوفان، سیلاب، آتش فشانی، ان کا ظہور اگرچہ قدرت کی عادی اور جاری صورتوں ہی میں ہوا تھا۔ لیکن انکار وسرکشی کے نتائج سامنے لانے کے لئے ہوا تھا اور وہ بھی پیغمبروں کی خبر دینے کے بعد۔ پس ہر زلزلہ کے لئے عذاب کا ہونا اگرچہ ضروری نہیں ہے مگر جس زلزلہ کی خبر پہلے سے پیغمبرؑ نے دے دی ہے اور اللہ نے بھی اسے اس معاملہ سے وابستہ کر دیا ہو تو وہ زلزلہ عذاب ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فطرت کے تمام مظاہر کے لئے ایک خاص بھیس مقرر کر دیا ہے وہ جب کبھی آئے گی تو اسی بھیس میں آئے گی۔

غور کرو فطرت کے داؤ کیسے مخفی اور ناگہانی ہوتے ہیں۔ زلزلہ کے اسباب دن رات نشو ونما پاتے رہتے ہیں اور سیلاب ایک لمحہ کی برف باری ہی کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ آتش فشاں پہاڑوں کا لاوا برسوں تک کھولتا رہتا ہے۔ تب کہیں جاکر پھٹنے کے قابل ہوتا ہے۔ فطرت چپکے چپکے یہ سب کام کرتی رہتی ہے لیکن ہمیں اس کی گود میں کھیلتے کھوتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کا گمان نہیں ہوتا کہ کوئی غیر معمولی بات ہونے ولی ہے یہاں تک کہ اچانک اس کا داؤ نمودار ہوتا ہے اور ہم بالکل غفلت وسرمستی میں سرشار ہوتے ہیں۔

عذابِ الٰہی سے بے خوفی اور رحمت الٰہی سے مایوسی کے کفر ہونے کا مطلب: .... آیت **لایمن مکر اللہ الخ** سے معلوم ہوا ہے کہ عذاب الٰہی سے بے خوف اور مطمئن ہو جانا کفر ہے۔ کیونکہ قرآنی محاورہ میں خاسر سے مراد کافر ہوتا ہے اسی طرح سورۂ یوسف کی آیت **لایایئس من روح اللہ الا القوم الکٰفرون** سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی کفر ہے۔ حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے **الایمان بین الخوف والرجاء** ۔ یعنی ایمان نام ہے امید وبیم کی درمیانی حالت کا۔ نہ محض ایسے خوف کو ایمان کہا جائے گا۔ جس میں امید کی کوئی کرن بھی نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے بالکلیہ مایوسی ہو جائے اور نہ ہی ایسے اطمینان ورجا کو ایمان کہا جا سکتا ہے جس میں ذرا بھی خوف کی جھلک نہ ہو اور عذاب الٰہی سے بالکل ہی بے خوف وخطر ہو جائے۔

بقول علامہ آلوسیؒ شافعیہ کے نزدیک یہ امید اور ناامیدی دونوں کفر نہیں ہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہیں۔ بعض محققین نے ان دونوں قولوں میں یہ محاکمہ فرمایا ہے کہ اطمینان اور امن اگر اس درجہ کا ہے کہ اللہ کو انتقام پر قادر ہی نہیں سمجھتا یا مایوس اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انعام پر قادر ہی نہیں سمجھتا۔ تب تو یہ دونوں کفر ہیں۔ لیکن اگر مایوسی اس معنی پر ہے کہ گناہوں کو بڑا اور ناقابل معافی سمجھتے ہوئے معافی اور مغفرت کو بعید سمجھتا ہے جس سے طاعت تو یہ بھی چھوڑ بیٹھا اور امن کا مطلب یہ ہو کہ غلبہ رحمت کی وجہ سے وہ گناہوں پر جری ہوجائے تو یہ بلاشبہ کبیرہ گناہ ہے کفر نہیں ہے۔ رہی یہ آیت، سو اس کو یا تغلیظ پر محمول کرلیا جائے اور یا مطلق خسارہ اور نقصان کے معنی لے لئے جائیں۔

لیکن سب سے بہترین توجیہ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے یہ فرمائی ہے کہ قطعی وعید کے بعد بے خوف ہوجانا، جیسا کہ ان کفار کی حالت تھی یا قطعی وعدہ کے بعد بھی مایوس ہوجانا۔ مثلاً کسی نبی کی بشارت کے باوجود مایوس رہنا۔ غرض کہ یہ خاص امن اور یاس دونوں کفر ہیں اور ان دونوں آیتوں کے یہی معنی ہوتے ہیں۔

ولقد جاء تھم رسلھم بالبینات کی ضمیر میں تمام مذکورہ انبیاء کا داخل ہونا اور بنیات سے معجزات کا مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جن انبیاء کے معجزات قرآن وحدیث میں مذکور نہیں وہ بھی صاحب معجزہ تھے۔ پس قوم ہود کا ما جئتنا ببینۃ کہنا بربناء عناد تھا۔ یہ صریح نص اس کو رد کر رہی ہے۔ اس لئے ان کا قول معتبر نہیں ہوگا۔

لطائف آیات:............ آیت **ولو ان اھل القریٰ الخ** سے معلوم ہوا کہ دنیاوی نعمتوں میں طاعت الٰہی کا اور دنیاوی مصائب میں معصیت ونافرمانی کو دخل ہوتا ہے۔ چاہے وہ نعمتیں یا قمتیں حسی ہوں یا معنوی۔ آیت **فلا یامن الخ** میں وہ سالک بھی داخل ہے جو اپنے صاحب نسبت ہونے پر مغرور ہو اور نسبت کے چھننے سے نہ ڈرتا ہو۔ آیت **فما کانوا لیؤمنوا الخ** میں کسی بات پر اتنا اصرار یا عناد بھی داخل ہے کہ اگر کسی موقعہ پر ایک دفعہ "ہاں" نکل گئی تو پھر "نا" نہیں ہوگی اور "نہیں ہوگئی" تو پھر "ہاں" نہیں نکلے گی۔ اگرچہ اس کا ناحق ہونا بھی واضح ہوجائے۔ افسوس کہ یہ بلا مقتداؤں میں بھی عام ہوگئی ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ اَيِ الرُّسُلِ الْمَذْكُوْرِيْنَ **مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ** التِّسْعِ **اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ** قَوْمِهٖ **فَظَلَمُوْا** كَفَرُوْا **بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾** بِالْكُفْرِ مِنْ اِهْلَاكِهِمْ **وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾** اِلَيْكَ فَكَذَّبَهٗ فَقَالَ اَنَا **حَقِيْقٌ** جَدِيْرٌ **عَلٰٓى اَنْ** اَيْ بِاَنْ **لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ** وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِتَشْدِيْدِ الْيَاءِ فَحَقِيْقٌ مُبْتَدَاٌ خَبَرُهٗ اَنْ وَمَا بَعْدَهٗ **قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ** اِلَى الشَّامِ **بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾** وَكَانَ اسْتَعْبَدَهُمْ **قَالَ** فِرْعَوْنُ لَهٗ **اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ** عَلٰى دَعْوَاكَ **فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾** فِيْهَا **فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾** حَيَّةٌ عَظِيْمَةٌ **وَّنَزَعَ يَدَهٗ** اَخْرَجَهَا مِنْ جَيْبِهٖ **فَاِذَا هِيَ بَيْضَاۗءُ** ذَاتُ شُعَاعٍ **لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾** خِلَافَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْاُدْمَةِ **قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾** فَائِقٌ فِيْ عِلْمِ السِّحْرِ وَفِي الشُّعَرَاءِ اَنَّهٗ مِنْ قَوْلِ فِرْعَوْنَ نَفْسِهٖ فَكَاَنَّهُمْ قَالُوْا مَعَهٗ عَلٰى سَبِيْلِ التَّشَاوُرِ **يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ**

ع ۱۳ ۹ ۳

اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ اَخِّرْ اَمْرَهُمَا **وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴿۱۱۱﴾** جَامِعِيْنَ **يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ** وَفِىْ قِرَاءَةٍ سَحَّارٍ **عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾** يَفْضُلُ مُوْسٰى فِىْ عِلْمِ السِّحْرِ فَجَمَعُوْا **وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ** بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ **لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ** عَصَاكَ **وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ﴿۱۱۵﴾** مَامَعَنَا **قَالَ اَلْقُوْا** اَمْرٌ لِلْاِذْنِ بِتَقْدِيْمِ اِلْقَائِهِمْ تَوَسُّلًا بِهٖ اِلَى اِظْهَارِ الْحَقِّ **فَلَمَّآ اَلْقَوْا** حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ **سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ** صَرَفُوْهَا عَنْ حَقِيْقَةِ اِدْرَاكِهَا **وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ** خَوَّفُوْهُمْ حَيْثُ خَيَّلُوْهَا حَيَّاتٌ تَسْعٰى **وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ** بِحَذْفِ اِحْدَى التَّائَيْنِ مِنَ الْاَصْلِ تَبْتَلِعُ **مَا يَاْفِكُوْنَ﴿۱۱۷﴾** يَقْلِبُوْنَ بِتَمْوِيْهِهِمْ **فَوَقَعَ الْحَقُّ** ثَبَتَ وَظَهَرَ **وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾** مِنَ السِّحْرِ **فَغُلِبُوْا** اَىْ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ **هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾** صَارُوْا ذَلِيْلِيْنَ **وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴿۱۲۲﴾** لِعِلْمِهِمْ بِاَنَّ مَاشَاهَدُوْهُ مِنَ الْعَصَا لَا يَتَاَتّٰى بِالسِّحْرِ **قَالَ فِرْعَوْنُ ءَاٰمَنْتُمْ** بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِيَةِ اَلِفًا **بِهٖ** بِمُوْسٰى **قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ** اَنَا **لَكُمْ اِنَّ هٰذَا** الَّذِىْ صَنَعْتُمُوْهُ **لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴿۱۲۳﴾** مَا يَنَالُكُمْ مِنِّىْ **لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ** اَىْ يَدَ كُلِّ وَاحِدٍ الْيُمْنٰى وَرِجْلَهُ الْيُسْرٰى **ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا** بَعْدَ مَوْتِنَا بِاَىِّ وَجْهٍ كَانَ **مُنْقَلِبُوْنَ﴿۱۲۵﴾** رَاجِعُوْنَ فِى الْاٰخِرَةِ **وَمَا تَنْقِمُ** تُنْكِرُ **مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا** عِنْدَ فِعْلِ مَاتَوَعَّدَهٗ بِنَا لِئَلَّا نَرْجِعَ كُفَّارًا **وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾**

ترجمہ: .... پھر ان پیغمبروں کے بعد (جن کا ذکر گزر چکا ہے) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباری امراء (قوم) کے پاس بھیجا۔ لیکن انہوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ غیر انصافی سلوک (کفر) کیا۔ سو دیکھو ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا۔ (جو کفر کے ذریعہ فساد پھیلا رہے تھے یعنی تباہ ہو گئے) اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے فرعون! میں پروردگار عالم کی طرف سے آیا ہوں۔ (تیرے پاس لیکن اس نے جھٹلایا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میری) شایان شان (لائق) یہ ہے کہ میں اللہ کے نام سے کوئی بات بجز سچ کے نہ کہوں (ایک قرأت میں یا کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی علی پس لفظ حقیق مبتداء ہوگا۔ جس کی خبر ان سے لے کر بعد تک ہے) میں تیرے پروردگار کی طرف سے ایک بڑی روشن دلیل لے کر آیا ہوں۔ سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ (ملک شام کی طرف) رخصت کر دے (فرعون نے ان سب کو غلام بنا رکھا تھا) کہا (فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو) اگر آپ واقعی کوئی دلیل (اپنے دعوے پر) لے کر آئے ہیں تو اسے پیش کیجئے۔ اگر آپ (اپنے دعوے میں) سچے ہیں۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو دفعتاً وہ صاف ایک اژدہا (بڑا سانپ) بن گیا اور اپنا ہاتھ (اپنے گریبان میں ڈال کر باہر) نکالا تو یکا یک بہت چمکتا ہوا (روشن) ہو گیا۔ سب دیکھنے والوں کے سامنے (اپنے اصلی گندمی رنگ کے برخلاف) فرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے۔ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے (جو جادوگری کے فن میں یکتا ہے اور سورۂ شعراء میں یہ ہے کہ یہ بات فرعون نے خود اپنے دل میں کہی تھی۔ پس یوں کہہ لیا جائے کہ یہ درباری بھی بطور مشورہ فرعون ہی کے ہم زبان ہو گئے تھے) یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اس تمہارے ملک سے نکال باہر کرے۔ اب بتلاؤ تمہاری اس بارے میں کیا صلاح ہے؟ کہنے لگے کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کو ذرا ڈھیل دے کر روکے رکھئے (ان کو ابھی مہلت دیجئے) اور اپنی قلمرو میں چپڑاسیوں کو بھیج دیجئے (جو اکٹھا کر کے) آپ کے حضور تمام جادوگر لے آئیں (اور ایک قرأت لفظ سحار) آیا ہے جو ماہر ہوں (کہ جادوگری کے فن میں موسیٰ علیہ السلام پر بازی لے جائیں۔ چنانچہ ماہرین اکٹھے ہو گئے) اور فرعون کے دربار میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ "کیا (یہ لفظ دونوں ہمزہ کی تحقیق اور دونوں ہمزہ کی تسہیل یا ان دونوں صورتوں میں ان دونوں ہمزوں کے درمیان الف کے ساتھ آیا ہے) ہمیں اس خدمت کے صلہ میں کوئی بھاری انعام ملے۔ اگر ہم غالب آ گئے۔ فرعون نے کہا، ہاں ضرور ملے گا۔ اور تم سب معتبر لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ جادوگر بولے۔ اے موسیٰ! یا تو پہلے آپ (اپنی لاٹھی) پھینکئے یا پھر (جو کچھ ہمارے پاس دھندا ہے) ہم ہی پھینکیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ تم ہی پہل کر کے پھینکو (اس حکم کا تعلق پھینکنے میں پہل کرنے سے ہے تاکہ اس کو اظہار حق کا ذریعہ بنایا جا سکے) پھر جب جادوگروں نے پھینکیں (اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں) تو لوگوں کی نظر بندی کر دی (جادو کے زور سے لوگوں کی نگاہیں ماردیں کہ وہ حقیقت تک نہیں پہنچ سکے) اور جادوگروں نے لوگوں میں دہشت پھیلا دی (ہیبت ڈال دی۔ کیونکہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں چلتے پھرتے سانپ نظر آ رہی تھیں) اور انہوں نے ایک طرح سے بہت بڑا جادو دکھلا دیا۔ اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ بھی لاٹھی ڈال دیجئے۔ سو عصا کو ڈالنا تھا کہ یکا یک نے اس نے نگلنا شروع کر دیا (تــلــقــف کی اصل سے ایک تاء حذف کر دی گئی ہے۔ تبتــلــع نگلنے کے معنی میں ہے) جو کچھ انہوں نے ڈھونگ رچا رکھا تھا (سوانگ بنا رکھا تھا) غرضیکہ حق ظاہر (ثابت اور واضح ہو گیا) اور جو کچھ جادوگروں نے (جادو کا) کرتب بنایا تھا سب ملیامیٹ ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نیچا دیکھنا پڑا (فرعون اور اس کے ساتھ والوں کو) اس مقابلہ میں اور الٹے خوب ذلیل ہوئے (اپنا سا منہ لے کر رہ گئے) پھر تو جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے، کہنے لگے ہم ایمان لے آئے تمام جہانوں کے پروردگار پر جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا بھی پروردگار ہے (کیونکہ انہیں پورا یقین ہو چکا تھا کہ لاٹھی کی جو کرامات انہوں نے دیکھی ہیں وہ جادو کے بل بوتے پر نہیں ہو سکتیں) فرعون بڑبڑایا کہ تم ایمان لے آئے ہو؟ (دونوں ہمزہ کی تحقیق اور دوسری ہمزہ کو الف سے بدل کر یہ لفظ آیا ہے) موسیٰ علیہ السلام پر اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں؟ ضرور یہ (جنگ زرگری کا روپ جو تم نے بھرا تھا) ایک خفیہ کارروائی تھی جس کا تم نے مل جل کر سوانگ بھرا تھا تاکہ یہاں کے باشندوں کو اس سے نکال باہر کرو۔ اچھا ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہوں) میں پہلے ہاتھ الٹے سیدھے کٹواؤں گا (یعنی ہر شخص کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کٹوا ڈالوں گا) پھر تم سب کو سولی میں ٹانگ دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا ہمیں اپنے پروردگار کی طرف (مرنے کے بعد جس طرح بھی ہو) جانا ہی ہے۔ (آخرت میں پیش ہوں گے) اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے۔ اس کے سوا کہ جب ہمارے پروردگار کے احکام آئے تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار! صبر سے ہم کو سرشار کر دینا (جبکہ فرعون اپنی دھمکیوں پر کاربند ہونا چاہے) ایسا نہ ہو کہ ہم کفر کی طرف ڈگمگا جائیں اور ہمیں دنیا سے اپنی فرمانبرداری کے ساتھ اٹھا لینا۔

تحقیق وترکیب:............موسیٰ آپ کی عمر ایک سوبیس سال ہوئی۔ ان میں اور حضرت یوسف علیہ السلام میں چار سو سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان سات سو سال کا فاصلہ ہے قرآن کریم میں ان کی دعوت وارشاد کے تفصیلی واقعات سب سے زیادہ ملتے ہیں یا تو اس لئے کہ نبوت وحکومت اور سیاسی ملکی مکمل انقلاب کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کو خصوصی مناسبت ہے۔ جس کی طرف ورقہ بن نوفل نے ابتداء"ناموس اکبر" کے آنے کی پیشگوئی میں ارشاد کیا تھا اور یا عرب ممالک میں یہود کی کثرت اس تفصیل کا باعث بنی۔

التسع. نومشہور معجزے یہ ہیں:۔(۱)عصا،(۲)ید بیضا،(۳)قحط سالی،(۴)طوفان،(۵)ٹڈی دل،(۶)جوؤں کے ڈھیر،(۷)مینڈکوں کی بھرمار،(۸)خونی عذاب، (۹) مسخ۔ ان میں آٹھ اسی صورت میں آگے آتے ہیں اور طمس اور مسخ کا ذکر سورۂ یونس میں آئے گا۔ **ربنا اطمس علی اموالهم**.

الیٰ فرعون. دراصل پہلے تو یہ ایک شخص کا نام تھا۔ پھر مصری بادشاہوں کا یہ لقب ہونے لگا۔ چنانچہ یہاں بھی لقب ہی ہے ورنہ اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ چھ سوبیس سال ایسے مزہ کی زندگی گزری کہ کبھی کوئی ناگوار بات سامنے نہیں آئی۔

علیٰ ان لا اقول. یعنی علیٰ بمعنی باء ہے اور دوسری صورت میں علی کی قراءت پر مبتداء خبر کی ترکیب ہوگی۔

الی الشام. یہ اصلی آبائی وطن تھا۔ جہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر آکر رہنا ہو گیا تھا اب قومی آزادی اور استخلاص وطن کی تحریک اور سیاسی جدوجہد کا نعرہ بلند کررہے ہیں۔ قوم موسیٰ جو فرعونیوں کی زنجیر غلامی میں جکڑی ہوئی تھی اس کو آزاد کرارہے ہیں۔

ثعبان. اس کے معنی اژدے کے ہیں۔ دوسری آیت میں "کانها جان" فرمایا گیا ہے جس کے معنی پتلے سانپ کے ہیں جو اژدہے سے مختلف ہوتا ہے۔ پھر دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ پس اس کی ایک توجیہ تو یہ ہے کہ تیز روی میں تو وہ پتلے سانپ کی طرح تھا اور جسامت کے لحاظ سے بڑا اژدہا تھا۔ چنانچہ اسی ۸۰ گز تو منہ کا پھیلاؤ ہوجاتا تھا اور نیچے کا جبڑا اگر زمین پر ہوتا تو اوپر والا جبڑا محل فرعون کے کنگروں پر جالگتا اور زمین سے ایک ایک میل اوپر اٹھ کر دم کے بل کھڑا ہوجاتا فرعون کی طرف دوڑتا تو وہ مارے دہشت کے تخت چھوڑ کر بھاگنے لگتا اور غریب کو دست لگ جاتے۔ اسی سے ڈر کر آزادی کا پروانہ بھی دینے کا وعدہ کرلیا تھا۔ لوگ بدحواس ہوکر تقریباً پچیس ہزار تو مرگئے۔ واللہ اعلم۔

اور دوسری توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ڈالنے پر ابتداءً وہ سانپ ہوتا اور بڑھتے بڑھتے پھر اژدہان بن جاتا۔ پس اس طرح دونوں لفظ بولنے صحیح ہوگئے۔

اور تیسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ جیسا کہ موقعہ ہوتا یا جیسے حضرت موسیٰ چاہتے ویسے ہی وہ بن جاتا تھا۔ کبھی سانپ بن گیا اور اول سے آخر تک ایک حال میں سانپ ہی رہا اور کبھی اژدہا ہوتا اور رہتا۔ بہرحال دوسری اور تیسری توجیہ میں فرق ظاہر ہے۔

نزع یده. گریبان میں ہاتھ ڈال کر بغل میں دبا کر نکالنے سے آفتاب کی طرح چمکنے لگتا۔ جو لوگ بیجان لکڑی سے جاندار سانپ بننے میں تعجب کرتے ہیں وہ انقلابات عناصر میں غور کریں جس کو فلاسفہ نے تسلیم کیا ہے۔

البتہ حقائق کا محال ہونا جو فلاسفہ میں مشہور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وجوب، امتناع، امکان۔ یہ تینوں ایک دوسرے کی طرف بدل نہیں سکتے۔ یعنی واجب ممتنع ہوسکتا ہے اور نہ ممکن اسی طرح امتناع، امکان، واجب کی طرف نہیں بدل سکتا۔ علیٰ ہذا امکان واجب یا ممتنع میں داخل نہیں ہوسکتا۔ لیکن عناصر کے انقلاب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ آگ، ہوا، پانی مٹی ایک

دوسرے میں تبدیل ہوسکتے ہیں۔

اور جولوگ ہاتھ میں روشنی اور چمک پیدا ہونے کو بعید سمجھتے ہوں وہ ذرا جگنوں کی دم پر نظر جمالیں قدرت الٰہی کے سیل سے یہ حیوانی ٹارچ کیسی جگمگائی نظر آئے گی۔

ارجہ ابوعمرؒ، ابوبکرؒ، یعقوبؒ کی قراءت میں اس کی اصل ارجۂ ہونے کی صورت میں اور ابن کثیرؒ، ہشامؒ کی قراءت پر اس کی اصل ارجوہونے کی صورت میں ارجات سے ماخوذ ہے یا ارجیٰ ارجیت سے ہے۔ جیسا کہ استغفار اسماعیلؒ، کسائیؒ کی روایت پر نافعؒ کی قراءت ہے۔ لیکن حمزہؒ اور حفصؒ کی قراءت پر ارجہ ہے منفصل کو متصل سے تشبیہ دیتے ہوئے سکون ہا کے ساتھ ہے۔ البتہ ابن ذکوانؒ کی قراءت پر ارجۂ ہمزہ اور کسرہا کے ساتھ نحویوں کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ کیونکہ ہا مکسور نہیں ہوتی۔ تاوقتیکہ اس کا ماقبل مکسور یا یائے ساکنہ نہ ہو۔ کیونکہ ہمزہ جب یا ہوجاتی ہے تو اسی کے قائم مقام ہوجاتی ہے۔

فجمعوا یہ جادوگر ابہتر ۷۲ تھے۔ یا بقول کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ اور بقول ابن اسحٰقؒ پندرہ ہزار ۱۵۰۰۰ اور بقول بعض ستر یا اسی ہزار ۷۰۰۰۰، ۸۰۰۰۰ یا اس سے بھی زائد تھے اور یہ مقابلہ اسکندریہ شہر میں کرایا گیا تھا۔

اما ان تلقی ۔ جادوگروں کی طرف سے پہل کا موقعہ دینا یا ادب وشائستگی کی وجہ سے ہوگا اور یا اپنی فن دانی پر گھمنڈ کرتے ہوئے مغرورانہ کہا ہو اور یا پیشہ وروں کی عادت کے مطابق کہا ہوگا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہل کی اجازت اس لئے دی کہ اقدام کی نسبت مدافعت میں آسانی ہوتی ہے اور یا غلبہ حق کی نیت سے ان کو پیش قدمی کا موقعہ دیا ہو۔ کیونکہ اپنی جیت اور مخالف کی ہار کا اظہار اس صورت میں خوب ہوسکتا ہے۔

سحروا اعین الناس اسی سے معجزہ اور جادو کا فرق واضح ہوگیا کہ جادوگروں نے محض تخیل بندی اور نظر بندی کی تھی۔ کیونکہ جادوگروں کے کرتب کا حاصل یہ تھا کہ انہوں نے موٹے موٹے رسوں پر زئبق مل دیا تھا اور بانس جیسی کھوکھلی لاٹھیوں کے اندر بھی زئبق بھر دیا تھا۔ جب میدان میں سورج کی گرمی پہنچی تو انہیں حرکت ہونے لگی اور ایک دوسرے سے لپٹنے لگیں۔ جس سے ناظرین سمجھے کہ سانپ حرکت کررہے ہیں اور میدان پٹا پڑا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قلب حقیقت وماہیت کرکے دکھلا دیا تھا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جادو کی تمام قسموں میں صرف خیال بندی ہوتی ہے اور واقعہ قلب حقیقت نہیں ہوتی؟ زیادہ سے زیادہ یہاں خیال بندی ہوگی مگر اس سے دوسری صورتوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ ہاں پھر مطلق معجزہ اور مطلق سحر میں فرق کی تقریر دوسری جگہ ہوتی اور وہ یہ کہ معجزہ اور جادو دونوں اگرچہ خلاف عادت ہوتے ہیں لیکن جادو میں اسباب خفیہ کے ذریعہ مقصد حاصل کیا جاتا ہے اور معجزہ میں بالکل اسباب کو دخل نہیں ہوتا۔ نہ ظاہری اسباب کا اور نہ اسباب خفی کا اور دوسرے جادو اختیاری ہوتا ہے۔ یعنی جب اس کے اسباب اختیار کئے جائیں گے تو ان پر اثر کا ترتب ہوجاتے ہیں ورنہ نہیں۔ اس کی تعلیم وتعلم بھی اختیاری ہے اور اس کے کرنے کا ایک خاص مقررہ طریقہ ہوتا ہے جو بھی اس کو کرلے گا ہوجائے گا۔ پھر باقاعدہ اس کی کاٹ کے طریقے بھی ہوتے ہیں اور اس کی اتار بھی کی جاسکتی ہے۔ غرضیکہ وہ ایک باضابطہ مدون فن ہے۔ اس لئے جاننے والا اس سے خائف نہیں ہوتا برخلاف معجزہ کے۔ ان میں اس قسم کی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ صاحب معجزہ کے اختیار میں معجزہ نہیں ہوتا کہ جب چاہا اور جونسا چاہا معجزہ ظاہر کردیا۔ بلکہ بعض دفعہ اس کے چاہنے کے باوجود بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام ڈرے کہ ممکن ہے اس وقت مصلحت الٰہی نہ ہونے کی وجہ سے معجزہ ظاہر نہ ہو اور میری ناموسی ہوجائے یا اگر ان کے جادو سے ڈرے تو یہ بھی ان کے پیغمبر ہونے کی دلیل ہے۔ جادوگر ہوتے تو نہ ڈرتے بلکہ فن دان ہونے کی وجہ سے مطمئن رہتے اور یہ خوف طبعی کمال نبوت کے منافی نہیں ہے۔

اسی طرح بسا اوقات اسے معجزہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اس کی لاعلمی اور بے خبری کی حالت میں اللہ کی حکمت و مصلحت کے تقاضہ اس کے ہاتھ پر معجزہ یا کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر نہ اس کی کوئی کاٹ یا اتار ہے اور نہ وہ کوئی کسبی اور مدون فن ہے کہ باضابطہ اس کا ڈپلومہ یا ڈگری ہر شخص حاصل کر سکے۔ نیز صاحبِ معجزہ اور صاحب کرامات کی غرض صرف دعوت وارشاد اور مرضیات الٰہیہ ہوتی ہے۔ دنیاوی اغراض اس کے پیش نظر نہیں ہوتیں۔ "ان اجری الا علی اللّٰہ" کا نعرہ اس کی زبان پر ہوتا ہے۔ لیکن ایک جادوگر کا ترانہ "ان لنا لاجرًا ان کنا نحن الغالبین" ہوتا ہے۔

ربط آیات: .... چھٹا قصہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سبطیوں اور قبطیوں سے متعلق ہے۔ حضرت موسیٰ کے معجزوں کی عظمت، فرعونیوں کے کفر کی شدت اور بنی اسرائیل کی عجیب وغریب جہالت کی وجہ سے قرآن کریم میں اس قصہ کو بار بار دہرایا گیا اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی آدھے پارہ تک اسی قصہ کی تفصیلات چلی گئی ہیں۔

﴿تشریح﴾: .... **آیات سے کیا مراد ہے:** .... آیات سے مراد یا تو صرف یہی دو معجزے ہیں اور ان کو جمع کے صیغہ سے بیان کرنا ان کے بڑے ہونے یا بار بار واقع ہونے کی وجہ سے ہو اور یا پھر نو معجزات مراد ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ جو اگرچہ مختلف اوقات میں ظاہر ہوئے۔ لیکن یہاں اجمالی طور پر مجموعی دقت مراد ہوگا۔

بنی اسرائیل کا نبی ہونے سے ساری دنیا کا نبی ہونا لازم نہیں آتا: .... فرعون اور درباریوں کی تخصیص محض اس لئے ہے کہ عوام ان ہی کے تابع ہیں۔ پس وہ بدرجہ اولیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے مکلف اور مخاطب ہوں گے۔ چنانچہ دوسری آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانا ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ محض اتنے پھیلاؤ سے وہ عموم بعثت لازم نہیں آتی جو آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے۔ دوسری آیات سے حضرت ہارون علیہ السلام کا رفیق سفر ہونا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن یہاں شاید تابع ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ بنی اسرائیل پر بے حد مظالم کر کے انسانی حقوق چونکہ پامال کئے جا رہے تھے اس لئے خاص طور پر اس کو اہمیت دینے کے لئے یہاں صرف اسی کو ذکر کیا گیا ہے ورنہ دوسری آیات میں توحید کا بیان بھی آیا ہے اور بعض کے نزدیک ارسل کے معنی صرف آزاد کرنے کے ہیں۔ شام کی طرف بھیجنا اس میں داخل نہیں ہے۔

معجزہ اور جادو کا فرق: .... اور مبین کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں معجزوں سے واقعی حقیقت تبدیل ہو جاتی تھی۔ محض خیالی بات نہ تھی۔ باقی "للناظرین" کے لفظ سے کوئی نظر بندی کا شبہ نہ کرے۔ کیونکہ اس لفظ سے تو اور زیادہ تاکید ہو رہی ہے۔ یعنی کھلی آنکھوں لوگوں نے سانپ بننے اور ہاتھ چمکنے کا منظر دیکھا۔ کوئی شعبدہ بازی نہیں تھی اور یہی فرق ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ اور جادوگروں کے اس جادو میں۔ باقی مطلق معجزہ اور مطلق جادو کا فرق ابھی "تحقیق وترکیب" عنوان کے آخر میں گزر چکا ہے۔

فرعونی پروپیگنڈہ: .... یرید ان یخرجکم جب کوئی گری ہوئی جماعت اٹھنا اور اپنی حالت سنوارنا چاہا کرتی ہے تو ظالم طاقتیں اسے بغاوت سے تعبیر کیا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سیدھا سادہ مطالبہ صرف یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے دیا جائے، لیکن اس معصومانہ مطالبہ کو بھی مصر کے گردن کشوں نے کیسا بھیانک رنگ دیا اور اسے ملکی بغاوت قرار دیتے ہوئے یہ کہا کہ یہ شخص مصریوں کو ان کے اپنے وطن سے نکال باہر کرنا چاہتا ہے۔ کچھ ٹھکانا ہے اس جھوٹ کا۔

جادو محض فریب نظر کا نام نہیں: .... سحروا اعین الناس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر قسم کے جادو میں صرف نظر بندی ہی ہوتی ہے اور حقیقت تبدیل نہیں ہوسکتی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس خاص جادو کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ محض نظر بندی اس سے نہ تو جادو کی سب قسموں کا نظر بندی میں حصر لازم آتا ہے اور نہ دوسری قسموں میں حقیقت تبدیل ہونے کی نفی کسی عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت ہے۔ نیز ''سحر عظیم'' کے لفظ سے بھی یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب اس نظر بندی کو ''بڑا جادو'' کہا گیا ہے تو اور طریقے اس نظر بندی سے کم اور چھوٹے ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اول تو عظیم سے بڑھ کر ایک درجہ اعظم کا ہوتا ہے۔ پس ممکن ہے کچھ اور قسمیں جادو کی اعظم ہوں۔ پھر عظیم کے مراتب اور درجے بھی مختلف ہوسکتے ہیں۔ کوئی ادنیٰ، کوئی درمیانی، کوئی اعلیٰ، پس ہوسکتا ہے کہ کسی لحاظ سے یہ نظر بندی عظیم ہو اور کسی دوسرے اعتبار سے تبدیل حقیقت عظیم ہو۔

فغلبوا هنالك. سورۃ طٰہٰ میں ہے کہ یہ معاملہ مصریوں کے تہوار کے دن پیش آیا تھا۔ اس وقت کچھ تو عادۃً بڑا جمگھٹا ہوتا ہوگا اور اب بھی زیادہ عظیم الشان اجتماع ہوگیا ہوگا اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ موقعہ مناسب سمجھ کر تجویز فرمایا تھا۔

''برب الغلمين'' کے ساتھ ''رب موسیٰ وہارون'' اس لئے بڑھا دیا ہے کہ فرعون جو اپنے لئے رب اعلیٰ ہونے کا دعویدار تھا وہ کہیں خوش نہ ہوجائے یا دوسروں کو کسی غلط فہمی کا موقعہ نہ مل جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ پہل کرنے کی اجازت دی تھی:......

معجزہ کا کفار سے مقابلہ کرنا اگر چہ کفر ہے اور کفر کی اجازت ایک مومن بھی نہیں دے سکتا۔ چہ جائیکہ ایک اولوالعزم پیغمبر اجازت دے۔ پھر القوا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے اس کی اجازت دی؟ مفسر علامؒ نے اسی کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر ڈالنے کی اجازت نہ بھی دیتے تب بھی وہ لوگ یہ کارروائی ضرور کرتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منشاء محض ڈالنے کی اجازت دینا نہیں تھا۔ بلکہ دوسری آیت ''اول من القى'' سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام پہل کرنے میں ہو رہا تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ حق کے اظہار کے لئے ایک شق کو اختیار فرمالیا۔ کیونکہ دوسری صورت میں ''عصا موسی'' کا سانپ بننا تو ظاہر ہوجاتا۔ مگر ان پر غلبہ ظاہر نہ ہوتا اور اب پہلے سے جادوگروں کی پڑی ہوئی لاٹھیوں اور رسیوں کو آنا فانا اور دفعۃً نگل جانے سے ''ہار جیت'' کا بہت جلد کھلی آنکھوں فیصلہ ہوگیا۔ جادوگروں کی طرف سے بعد میں لاٹھیاں اور رسیاں ڈالنے کی صورت میں بھی اگر چہ ''عصائے موسیٰ'' ان کو نگل کر مغلوب کرسکتا تھا، لیکن اچانک اور ایک دم یہ چھاپہ مار صورت نہ ہوتی۔ غرضیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہل کرنے کی اجازت دی ہے جادو کرنے کی نہیں۔

فرعون کی طرف سے ''سازش'' کا جھوٹا الزام: .... فرعون نے ''ان هذا لمكر'' یا تو ویسے ہی سخن پروری کے لئے کہہ دیا ہوگا اور یا بقول بعض حضرات اس کا منشاء مقابلہ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کی ایک باہمی گفتگو ہو جس سے جادوگر متاثر ہوکر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں جیت گیا تو پھر کیا تم لوگ ایمان لاؤ گے؟ انہوں نے کہا تھا ''ہاں ضرور''۔ اور فرعون یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اسی ''بات چیت'' کو وہ غلط پروپیگنڈے کے طریقہ پر سازش کا نام اور قوتی خطرہ کا رنگ دیتا ہے۔ فرعون نے جب دیکھا کہ تمام باشندگان ملک کے سامنے اسے شکست فاش ہوئی اور جن جادوگروں پر بھروسہ کیا تھا وہی ایمان لے آئے تو ڈرا کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معتقد ہوجائیں، اس لئے جادوگروں پر مکرو

سازش کا الزام لگایا کہ یہ سب ملی بھگت ہے۔

فرعون نے نومسلم جادوگروں کو سزا دی تھی یا نہیں: .... باقی ان نومسلموں کو فرعون نے سزا دی تھی یا نہیں؟ اس میں دونوں قول ہیں۔ ابن عباسؓ کے نزدیک سزا ہوئی۔ نیشاپوری اسی کو اظہر اور "مذہب اکثر" مانتے ہیں۔ چنانچہ "اتذر موسیٰ و قومہ" کے ساتھ ان "ساحرون" کا ذکر نہیں ہے۔ نیز صبر کی دعا کرنا بھی بلا آنے کی دلیل ہے۔ لیکن دوسرے حضرات "انتما من اتبعکم الغالبون" سے استدلال کرتے ہوئے سزا کا انکار کرتے ہیں۔ تاہم پہلے استدلال کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ نومسلم جادوگر بھی قوم موسیٰ میں داخل ہوگئے اس لئے الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور صبر سے مراد ایمان پر جمے رہنا ہو۔ اسی طرح دوسرے استدلال کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ غلبہ سے مراد دلیل کا غلبہ ہے۔ اس کے علاوہ قتل ہوجانا غلبہ کے منافی نہیں ہے۔ آخر غالب فریق میں کچھ لوگ مقتول بھی ہوا ہی کرتے ہیں۔ بہر حال سچا ایمان اگرچہ ایک لمحہ کا ہو، ایسی روحانی طاقت پیدا کردیتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے مرعوب و مسخر نہیں کرسکتی۔ وہی جادوگر جو فرعون سے صلہ وانعام کی التجائیں کررہے تھے ایمان لانے کے بعد یک لخت ایسے بے پرواہ ہوگئے کہ سخت سے سخت جسمانی عذاب کی دھمکی بھی انہیں ڈگمگا نہ سکی۔

لطائف آیات: .... آیت یرید ان یخرجکم الخ میں جس طرح فرعون نے ایک حق کو باطل کی صورت میں تلبیس کرکے پیش کیا۔ یہی شیوہ ہوتا ہے صوفیائے باطل کا کہ وہ اہل حق کی باتوں کو برے برے عنوان سے پیش کرکے عوام میں ان سے نفرت پیدا کردیتے ہیں۔

آیت قال القوا الخ سے بعض مشائخ کے اس طریقہ کی اصل نکلتی ہے کہ بعض دفعہ مصلحۃً بظاہر برے یا گناہ کے کام کی وہ اجازت دے دیا کرتے ہیں۔ جس میں آخر کار کوئی دینی صلحت چھپی ہوئی ہے اور وہی مقصود ہوتی ہے آیت فلما القوا الخ سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ خلاف عادت اور اچنبھے کی باتوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ وہ گمراہ لوگوں سے بھی ظاہر ہوسکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ جادو کی ایک قسم خیال بندی اور نظر بندی بھی ہوتی ہے۔ مسمریزم اسی میں داخل ہے۔ تیسری یہ کہ ایسی باتوں سے ایک صاحب کمال باطن بھی متاثر ہوسکتا ہے اور یہ تاثر اس کے باطنی کمال کے منافی نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس موقعہ پر خائف ہوئے۔ نیز اہل حق کا ایسی باتوں پر یا ان کے توڑ پر قادر ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ آیت والقی السحرۃ الخ سے معلوم ہوا کہ طریقت میں اصل مدار جذب حق پر ہے۔ جیسا کہ اہل طریق سے ثابت ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ لَهٗ **اَتَذَرُ** تَتْرُكُ **مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ** بِالدُّعَاءِ اِلٰى مُخَالَفَتِكَ **وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ** ط وَكَانَ صَنَعَ لَهُمْ اَصْنَامًا صِغَارًا يَعْبُدُوْنَهَا وَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ وَرَبُّهَا وَلِذَا قَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى **قَالَ سَنُقَتِّلُ** بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ **اَبْنَآءَهُمْ** الْمَوْلُوْدِيْنَ **وَنَسْتَحْيٖ** نَسْتَبْقِىْ **نِسَآءَهُمْ** كَفِعْلِنَا بِهِمْ مِنْ قَبْلُ **وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ** ﴿۱۲۷﴾ قَادِرُوْنَ فَفَعَلُوْا بِهِمْ ذٰلِكَ فَشَكَا بَنُوْ اِسْرَآءِيْلَ **قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا** عَلٰى اَذَاهُمْ **اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا** يُعْطِيْهَا **مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ** ط **وَالْعَاقِبَةُ** الْمَحْمُوْدَةُ **لِلْمُتَّقِيْنَ** ﴿۱۲۸﴾ اللّٰهَ **قَالُوْٓا** قَوْمُ مُوْسٰى **اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا** ط

قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ فِیْهَا وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ بِالْقَحْطِ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ یَتَّعِظُوْنَ فَیُؤْمِنُوْنَ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ اَلْخِصْبُ وَالْغِنٰی قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ اَیْ نَسْتَحِقُّهَا وَلَمْ یَشْکُرُوْا عَلَیْهَا. وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ جَدْبٌ وَبَلَاءٌ یَّطَّیَّرُوْا یَتَشَاءَمُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ شُؤْمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ یَاْتِیْهِمْ بِهٖ وَلٰـکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ اَنَّ مَا یُصِیْبُهُمْ مِنْ عِنْدِهٖ وَقَالُوْا لِمُوْسٰی مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَدَعَا عَلَیْهِمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَهُوَ مَاءٌ دَخَلَ بُیُوْتَهُمْ وَوَصَلَ اِلٰی حُلُوْقِ الْجَالِسِیْنَ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَالْجَرَادَ فَاَکَلَ زَرْعَهُمْ وَثِمَارَهُمْ کَذٰلِكَ وَالْقُمَّلَ اَلسُّوْسَ اَوْ نَوْعٌ مِنَ الْقِرَادِ فَیَتَّبَعُ مَاتَرَکَهُ الْجَرَادُ وَالضَّفَادِعَ فَمَلَأَتْ بُیُوْتَهُمْ وَطَعَامَهُمْ وَالدَّمَ فِیْ مِیَاهِهِمْ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ مُبَیَّنَاتٍ فَاسْتَکْبَرُوْا عَنِ الْاِیْمَانِ بِهَا وَکَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ اَلْعَذَابُ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ مِنْ کَشْفِ الْعَذَابِ عَنَّا اِنْ اٰمَنَّا لَئِنْ لَامُ قَسَمٍ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا کَشَفْنَا بِدُعَاءِ مُوْسٰی عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓی اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ یَنْکُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ وَیُصِرُّوْنَ عَلٰی کُفْرِهِمْ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ اَلْبَحْرِ الْمِلْحِ بِاَنَّهُمْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ لَا یَتَدَبَّرُوْنَهَا وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ بِالْاِسْتِعْبَادِ وَهُوَ بَنُوْ اِسْرَاءِیْلَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا بِالْمَاءِ وَالشَّجَرِ صِفَةٌ لِلْاَرْضِ وَهِیَ الشَّامُ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی وَهِیَ قَوْلُهٗ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا الخ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا عَلٰی اَذٰی عَدُوِّهِمْ وَدَمَّرْنَا اَهْلَکْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ مِنَ الْعِمَارَةِ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ بِکَسْرِ الرَّاءِ وَضَمِّهَا یَرْفَعُوْنَ مِنَ الْبُنْیَانِ وَجٰوَزْنَا عَبَرْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا فَمَرُّوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ بِضَمِّ الْکَافِ وَکَسْرِهَا عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ یُقِیْمُوْنَ عَلٰی عِبَادَتِهَا قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا صَنَمًا نَعْبُدُهٗ کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ حَیْثُ قَابَلْتُمْ نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ بِمَا قُلْتُمُوْهُ اِنَّ هٰٓـؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ هَالِكٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰهًا مَعْبُوْدًا وَاَصْلُهٗ اَبْغِیْ لَکُمْ وَّهُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ فِیْ زَمَانِکُمْ بِمَا ذَکَرَهٗ فِیْ قَوْلِهٖ وَاذْکُرُوْا اِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ وَفِیْ قِرَاءَةٍ اَنْجَاکُمْ مِّنْ اٰلِ

فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ يُكَلِّفُوْنَكُمْ وَيُذِيْقُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اَشَدَّهٗ وَهُوَ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ يَسْتَبْقُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ الْاِنْجَاءِ اَوِ الْعَذَابِ بَلَآءٌ اِنْعَامٌ اَوِ ابْتِلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ اَفَلَا تَتَّعِظُوْنَ فَتَنْتَهُوْنَ عَمَّا قُلْتُمْ

ترجمہ: .... اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے (چھوڑ دیں گے) کہ وہ ملک میں بدامنی پھیلاتے پھریں (آپ کی مخالفت پر لوگوں کو ابھارتے رہیں) اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو نظرانداز کئے رہیں (فرعون نے چھوٹے چھوٹے بت بنا کر رکھ چھوڑے تھے جن کی لوگ پوجا پاٹ کرتے رہتے اور کہتا تھا کہ میں ان سب کا اور تمہارا رب ہوں۔ اسی لئے فرعون اپنے کو رب اعلیٰ کہا کرتا تھا) فرعون بولا! ہم ابھی قتل کر دیں گے (یہ لفظ تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں طرف پڑھا گیا ہے) ان کے (نومولود) لڑکوں کو اور زندہ (باقی) رہنے دیں گے ان کی عورتوں کو (جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہیں اور ہمیں ہر طرح کا ان پر زور ہے (ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اسرائیلی لوگوں پر قبطیوں نے یہ آرڈر نافذ کر دیا۔ جس کی شکایت اسرائیلی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر رہے ہیں) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کا سہارا رکھو اور جمے رہو (ان کی تکلیفوں پر صبر کرو) بلاشبہ یہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کا وارث (مالک) بنا دیتے ہیں اور اخیر (اچھی) کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔ (موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے) لوگ کہنے لگے ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے۔ آپؑ کی تشریف آوری سے پہلے بھی اور آپؑ کی تشریف آوری کے بعد بھی۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو برباد کر دیں گے اور تمہیں ملک میں ان کی جگہ حکومت دے دیں گے۔ پھر (ملک میں) تمہارا طرز عمل دیکھیں گے اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے فرعون کی قوم کو مبتلا کیا تھا خشک سالی اور پھلوں کی کم پیداواری میں تا کہ وہ چونکیں (سبق حاصل کر کے ایمان لے آئیں) پھر جب ان پر خوش حالی (سرسبزی اور دولت) آ جاتی تو کہتے یہ تو ہمارے لئے ہونا چاہئے (یعنی ہم اسی لائق ہیں۔ پھر بھی اس پر شکر ادا نہ کرتے) اور اگر کوئی بدحالی (قحط سالی اور مصیبت) پیش آ جاتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے (مومن) ساتھیوں کی نحوست (بدفالی) بتلاتے۔ سن رکھو! ان کی نحوست (بدفالی) اللہ کے یہاں تھی (جہاں سے ان کے پاس آئی ہے) لیکن ان میں سے بہتوں کو یہ بات معلوم نہیں (کہ جو کچھ ان پر مصیبت آتی ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے) اور (موسیٰ علیہ السلام سے) یوں کہتے ہیں، ہم پر جادو چلانے کے لئے کیسی ہی اور کتنی ہی نشانیاں ہمارے سامنے لاؤ۔ پر ہم ماننے والے نہیں ہیں۔ (اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا فرمائی) پھر تو ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا (جس کا پانی ان کے گھروں میں گھس آیا اور بیٹھے ہوؤں کے گلے گلے آ گیا۔ سات دن یہی سماں رہا) اور ٹڈی دل (جنہوں نے ان کی کھیتیاں اور پھل اسی طرح سات روز تک چٹ کر دیئے) اور جوئیں یا ایک خاص قسم کی چھوٹی مکھیاں (گھن کا کیڑا یا ٹڈی کی ایک خاص قسم ہے جو عام ٹڈیوں سے بچی ہوئی ہریالی کو صاف کر دیتی ہے) اور مینڈک (چنانچہ ان کے گھروں اور کھانوں میں امنڈ پڑتے تھے) اور خون (پانیوں میں) کہ یہ سب کھلی کھلی (صاف) نشانیاں تھیں۔ اس پر بھی وہ تکبر کرتے رہے (ان معجزات کو مان کر نہیں دیئے) اور یہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔ اور جب ان پر (عذاب کی) سختی ہوئی تو کہنے لگے۔ "اے موسیٰ علیہ السلام! آپ کے پروردگار نے آپ سے جو عہد کر رکھا ہے (عذاب اٹھانے کے متعلق ہمارے ایمان لانے کی صورت میں) اس کی بناء پر ہمارے لئے دعا کر دیجئے۔ اگر (اس میں لام قسم کے لئے ہے) ہم سے عذاب ٹل گیا آپ کی دعا کی برکت سے تو ضرور ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی

آپ کے ساتھ جانے کے لئے آزاد کردیں گے۔ پھر جب ہم نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے) ان پر سے عذاب اٹھالیا، ایک خاص وقت تک کے لئے کہ انہیں اس تک پہنچنا تھا تو دیکھو اچانک وہ اپنی بات سے پھر گئے (عہد شکنی کر بیٹھے اور کفر پر جمے رہے) بالآخر ہم نے انہیں پوری سزا دی اور انہیں سمندر (شور سمندر) میں غرق کردیا۔ اس وجہ (سبب) سے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے بالکل ہی بے توجہی برتتے تھے۔ (غور نہیں کرتے تھے) اور ہم نے ان لوگوں کو جو بالکل ہی کمزور شمار کئے جاتے تھے (غلامی اور بے گاری کی وجہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں) اس سرزمین کے پورب پچھم کا مالک بنادیا جو ہماری بخشی ہوئی برکت سے مالا مال ہے (پانی اور درختوں کے ذریعہ سے یہ ارض کی صفت ہے۔ مراد ملک شام ہے) اور آپ کے پروردگار کا نیک وعدہ پورا ہوگیا (یعنی ارشاد باری نرید ان نمن علی الذین استضعفوا الخ) بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے (دشمنوں کی تکلیف پر) اور ہم نے درہم برہم (برباد) کردیا فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی (عمارت اور) اونچی اونچی بلڈنگوں کو (لفظ یعرشون کسر راہ اور ضمہ راء کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے جو کچھ وہ عمارتیں اٹھاتے تھے) اور ہم نے سمندر پار اتار دیا یا (عبور کرادیا) بنی اسرائیل کو، پس وہاں ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو مجاور بنے بیٹھے تھے (کاف کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے) اپنے بتوں کے (ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے تھے) لگے کہنے بنی اسرائیل کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنادیجئے (تاکہ بت پرستی کریں ہم) جیسا کہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے (اللہ کی نعمتوں کا مقابلہ ان چیزوں سے کرتے ہو جو تم بک رہے ہو) یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ تو تباہ (برباد) ہو کر رہے گا اور انہوں نے جو عمل اختیار کیا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ فرمایا کیا اللہ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کردوں؟ (ابغیکم کی اصل ابغی لکم تھی) حالانکہ انہوں نے ہی تمہیں دنیا کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے (تمہارے زمانہ میں جس کا بیان آگے ہے) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں بچالیا تھا (اور ایک قرأت میں انجاکم ہے) فرعونیوں سے جو تمہیں ستا رہے تھے (تمہیں تکلیفیں دینے اور ان کا مزہ چکھاتے بہت بری طرح (سخت ترین عذاب اور وہ یہ تھا کہ) تمہارے بیٹوں کو بکثرت مار ڈالتے اور زندہ چھوڑ دیتے (باقی رہنے دیتے) تمہاری عورتوں کو اور اس (بچانے یا عذاب دینے) میں بڑی ہی آزمائش تھی (انعام یا بلاء) تمہارے پروردگار کی طرف سے (کیا پھر بھی تم لوگ عبرت نہیں پکڑتے کہ اپنی بکواس سے باز آجاؤ۔)

تحقیق وترکیب: .... الھتك جلال محققؒ نے اشارہ کردیا کہ یہ اضافت ادنیٰ تلبیس کی وجہ سے ہے، کیونکہ فرعون نے ان کو بنوا کر پرستش کے لئے رکھوادیا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرعون جب بھی کوئی خوبصورت گائے دیکھتا تو اس کی پوجا کرتا اور کراتا۔

بہر حال الھتک کی آسان تفسیر وہی ہے جس کو مفسر محققؒ نے اختیار کیا ہے جو سدیؒ کا قول ہے۔ یعنی فرعون نے بت بنوا کر تقسیم کرار کھے تھے۔ بلکہ بعض کے قول کے مطابق خود اپنی تصویر کے بت بنوائے تھے اور بعض فاضلوں کا کہنا یہ ہے کہ مصری مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ جن میں سب سے بڑا دیوتا سورج تھا۔ جسے "رع" کہتے تھے۔ چونکہ بادشاہوں کو اس کا اوتار سمجھتے تھے اس لئے لقب "فارع" تھا جو عبرانی میں جاکر "فاراعو" اور عربی میں "فرعون" ہوگیا۔

کفعلنا۔ یہ اشارہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے جو فرعون نے بچوں کا قتل عام کیا تھا اس سنگین حکم کی طرف۔

عسیٰ ربکم پہلے استعینوا الخ سے کنایۃً فتح کی بشارت دی تھی۔ اب مزید صراحۃً پیغام سنایا جارہا ہے اور یقین کے الفاظ اس لئے نہیں کہے کہ موجودہ لوگوں سے کچھ کرنے کرانے کی توقع نہیں تھی۔ چنانچہ فتح مصر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی ہے۔

فینظر۔ اس سے مراد اگر اللہ کا اس کے فساد کو دیکھنا ہو تو فاء تعقیبیہ کی وجہ سے یہ اشکال ہوگا کہ اللہ کا دیکھنا فساد اعمال کے بعد

ہونا چاہئے اور یہ حدوث زمانی ہے جو اللہ کی صفت میں نہیں ہونا چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ دیکھنے کا تعلق اعمال کے ساتھ حادث ہوگا جو ایک نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت حقیقیہ نہیں ہے۔ کیونکہ نسبت اضافات میں سے ہوتی ہے۔ پس صفت حقیقیہ حادث نہ ہوئی بلکہ اس کا تعلق حادث ہوا۔

الطوفان ۔ حالانکہ سبطیوں اور قبطیوں کے مکانات ملے ہوئے تھے مگر عذاب الٰہی نے دونوں میں فرق کر رکھا تھا۔ جب قبطی گڑگڑائے تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے موسلا دھار بارش رکی۔

الجراد. ہفتہ کے روز یہ عذاب شروع ہوکر ہفتہ کے روز تک رہا۔

القمل. اس لفظ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بقول مفسر علامؒ، ابن عباسؓ نے تو گھن کے کیڑے کے معنی لئے ہیں اور قتادہؒ کی رائے میں ٹڈیوں کے بچوں کو پروں کے جمنے سے پہلے کہتے ہیں اور عکرمہ کے نزدیک یہ ٹڈی کی ایک خاص قسم ہوتی ہے اور عطاء اس کے معنی جوں کے لیتے ہیں۔ چنانچہ تورات میں بھی جوؤں کا ذکر ہے اور عربی میں چھوٹی مکھیوں کو بھی قمل کہتے ہیں اور مکھیوں کی کثرت بیماری کا سبب ہوتی ہے۔

الدم ۔ تورات میں ہے کہ دریائے نیل کا پانی خون کی طرح ہوگیا تھا اور تمام مچھلیاں مرگئی تھیں۔

مفصلات بقول مفسر واضح کے معنی ہیں اور منفصل کے معنی بھی ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ ایک ایک مہینہ کے فصل سے یہ عذاب آرہے تھے اور ایک ایک ہفتہ رہتے تھے۔

الیم ۔ صاحب کشافؒ، ابوالسعودؒ، قاضی بیضاویؒ کے نزدیک یم کے معنی سمندر کے ہیں۔ جس کی تہ کا پتہ نہ چلے ازہری فرماتے ہیں کہ شور اور شیریں دونوں سمندر پر یہ لفظ بولا جاسکتا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا گیا ہے "فاقذفیه فی الیم" حالانکہ دریائے نیل شیریں تھا۔ امام رازیؒ بھی مطلق دریا کے معنی لے رہے تھے اور صاحب قاموس بھی۔ اس لئے مفسر کا "بحر ملح" کے ساتھ تفسیر کرنا ضعیف اور تمام مفسرینؒ اور لغت کے خلاف ہے۔

غفلین ۔ جلال محققؒ اس شبہ کا دفعیہ کر رہے ہیں کہ غفلت پر کیسے مواخذہ ہوگیا؟ پس غفلت کے معنی عدم تدبیر کے لینے سے یہ اشکال صاف ہوگیا۔ کیونکہ تدبر نہ کرنا اختیاری ہے اور قابل مواخذہ ہے۔ چنانچہ قاموس میں ہے کہ غفل عنه غفولاً کے معنی ترک اور سہو کے ہیں۔ مصباح میں ہے کہ غفلت کا استعمال لاپروائی سے کسی چیز کو چھوڑ دینے کے آتے ہیں۔

صفة للارض. چونکہ اس صورت میں صفت موصوف کے درمیان عطف کا فاصلہ لازم آئے گا جو اجنبی ہے اس لئے مشارق ومغارب کی صفت بنانا بہتر ہے۔

قوله وزید. اسی طرح اس سے مراد عسیٰ ربکم الخ بھی ہوسکتا ہے لیکن اس پر خدشہ رہے گا کہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ حق تعالیٰ کا قول تو بطور حکایت کے ہے۔ جوزنا۔ یہ سمندر پار کردینا چونکہ دسویں محرم کو پیش آیا اس لئے عاشورا کے نام سے بطور شکر یہ روزہ یادگار رہا ہے۔

اصنام. یہ بیل کی شکل کا بت تھا یا حقیقۃ گائے تھی اور یہ پجاری کنعانی لوگ تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعد میں مروادیا تھا۔

ربط آیات: .... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا سلسلہ بیان چل رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: .... الیٰ اجل ھو بالغوہ سے مراد دوسری بلا کے آنے سے پہلے پہلے کا وقت ہے۔

لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے: .... قحط سالی اور پھلوں اور پیداوار کے مارے جانے پر اگرچہ لوگوں نے حسنہ کی نسبت اپنی طرف اور سیئہ کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی تھی۔ لیکن طوفان وغیر عذابوں کے تسلسل سے جب کچھ دماغ درست ہوا تو "ادع لنا ربک" پکار اٹھے۔ پھر بھی "ربک" کا طرز خطاب ملاحظہ ہو کہ "رسی جل گئی مگر بٹ نہیں گئے" کیا ٹھکانا ہے اس دماغی خناس کا۔

بنی اسرائیل کس ملک کے مالک بنے: .... لیث بن سعد کی تفسیر کے مطابق مشـــارق الارض الخ اور آیت ان الارض لله الخ سے مراد ملک مصر ہے۔ یعنی فلسطین وشام جو مصر کا پوربی حصہ ہے اس کے اور مغربی حصوں میں جزیرہ نمائے سینا کا جو فلسطین کے پچھم میں ہے۔ غرض تمام علاقہ کے یہ لوگ مالک ہو گئے تھے جو مصری شہنشاہیت کا باج گزار تھا۔ مصر میں ظاہری اور مادی برکات تو تھیں ہی، مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش مبارک مدفون ہونے کی وجہ سے باطنی برکت سے محروم نہیں تھا۔ لیکن بقول بعض اگر دونوں آیتوں میں ملک شام مراد لیا جائے تو وہ اپنی ظاہری برکات کی طرح باطنی برکات کا بھی ایک بڑا گہوارہ تھا۔ کیونکہ یہ خطہ ہزاروں انبیاء علیہم السلام کا مدفن رہا ہے۔ لیکن اس صورت میں ان آیات کا مضمون پہلی آیتوں سے کچھ میل نہیں کھاتا۔ اس لئے توجیہ کرتے ہوئے یوں کہہ لیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ تم لوگ اپنے آبائی وطن شام نہیں جا سکتے، لیکن سب زمین اللہ کی ہے۔ تم صبر کرو۔ وہ تمہیں یہ زمین اس طرح بھی دے سکتا ہے کہ جو دشمن اس وقت روک بنا ہوا ہے وہ تباہ ہلاک ہو جائے اور کسی وقت آگے چل کر قوم عمالقہ جو فی الحال شام پر قابض ہے تم سے مقابلہ میں مغلوب ہو جائے اور اس طرح تمہیں وہاں رسنا بسنا نصیب ہو جائے۔ لیکن بغوی اور سرزمین سے مراد شام ومصر دونوں کا مجموعہ لے رہے ہیں اور یہ قول انسب ہے کیونکہ اس صورت میں جنس زمین مراد ہو جائے گی جس کا وارث ہونا خواہ مالک بننے کی صورت میں ہو یا رہنے سہنے کے طریقہ پر۔

دو اشکالوں کا جواب: .... اور بمـا صبـروا. اسرائیلیوں کے پہلے قول اوذینـا الخ کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہاں مقصد شکایت اور اظہار تکلیف نہیں تھا۔ بلکہ محض حزن وملال تھا جو صبر کے منافی نہیں ہے۔ آیت ودمـرنـا الخ سے شہر کی عمارات کا برباد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سورۂ شعراء کی آیت فاخرجنا ھم من جنٰت الخ سے ان کا صحیح سالم رہنا معلوم ہو رہا ہے؟ پس ان میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ صورۃً تو عمارتیں مسمار نہ ہوئی ہوں۔ لیکن حکومت کے بدلنے سے جو انقلاب ہوتے ہیں اور انتظامات میں کافی اونچ نیچ آ جاتی ہے، جس کا نقشہ آیت ان الـملوك اذا دخلوا الخ میں کھینچا گیا ہے۔ پس درہم برہم کرنے سے مراد یہی تغیرات لئے جائیں۔ بقول بغوی اجعل لنا الهاً الخ سے ان کی بے ہودہ درخواست انکار توحید کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ ان دیکھے خدا تک پہنچنے کے لئے انہوں نے ایک محسوس چیز کو وسیلہ بنانا چاہا اور سمجھے کہ اس سے اللہ کا قرب و وصال زیادہ حاصل ہوگا۔ اسی کو جہالت فرمایا گیا ہے۔

صحیح احساس ختم ہو جانے کے بعد اچھی چیز بھی بری معلوم ہوا کرتی ہے: .... دراصل محکومانہ زندگی کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہمت وحوصلہ کی روح پژمردہ ہو جاتی ہے۔ لوگ غلامی کی ذلت آمیز امن پر قناعت کر لیتے ہیں اور جدوجہد کی مشکلات سے جی چرانے لگتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا بھی یہی حال ہوا کہ عرصہ تک مصریوں کی غلامی میں رہتے رہتے اس درجہ مسخ ہو گئے تھے کہ ان کی

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آزادی اور کامرانی کی تلاش میں اپنی معمولی راحتوں سے کیوں ہاتھ دھو بیٹھیں جو غلامی کی حالت میں میسر آرہی ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب صبر واستقامت کی تلقین کی تو شکر گزار ہونے کی جگہ الٹی شکایتیں شروع کردیں یعنی ملول ہوگئے۔ وہ ان کی نجات کے لئے فرعون کا مقابلہ کررہے تھے، انہیں شکایت ہوئی کہ تمہاری اس دوڑ دھوپ نے ہی فرعون کو اور زیادہ ہمارا مخالف بنادیا اور تم فائدہ پہنچانے کی جگہ الٹا وبال جان ہوگئے۔

کامیابی باہمت لوگوں کے قدم چومتی ہے:.........حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ جو جماعت دنیوی بے سروسامانی سے ہراساں اور تنگ دل ہوکر بے ہمت نہیں ہوجاتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرتی اور مشکلات اور کاوشوں کی پرواہ کئے بغیر جمی رہتی ہے وہی ملک کی وارث ہوتی ہے اور جو جماعت برائیوں سے بچنے والی اور عمل میں پکی ہوگی بالآخر کامیابی اسی کے لئے ہے۔

الی اجل ھو بالغوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت اپنے اعمال کے ذریعہ ایک خاص نتیجہ تک پہنچتی رہتی ہے جو اس کی مقررہ جگہ ہے۔ اعمال اگر اچھے ہوتے ہیں تو یہ فلاح کی جگہ ہوتی ہے۔ برے ہوتے ہیں تو ہلاکت کی ہوتی ہے اور واورثنا سے قانون الٰہی یہ معلوم ہوا کہ ظالم قومیں جن مظلوم قوموں کو حقیر اور کمزور سمجھتی ہیں ایک وقت آتا ہے کہ وہی شاہی اور جہانداری کی وارث ہوجاتی ہیں۔

لطائف آیات:.........آیت **قال عسیٰ ربکم الخ** سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا غالب اور کفار کا مغلوب رہنا نعمت الٰہی ہے۔ اس لئے بلاعذر کفار کے ہاتھوں ذلت وخواری میں پڑا رہنا ترک دنیا نہیں ہے۔ آیت **فاغرقنا الخ** سے معلوم ہوا کہ دنیاوی سزا کبھی گناہ پر بھی مرتب ہوجاتی ہے۔

آیت **اجعل لنا الٰھاً الخ** کے ساتھ اگر وہ حدیث بھی ملالی جائے جس میں مشرکین کی دیکھا دیکھی صحابہؓ نے بھی تلواروں کو درخت پر لٹکانے کی اجازت چاہی تھی اور آپ ﷺ نے ممانعت فرماتے ہوئے تائید میں یہی آیت تلاوت فرمائی تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ جب دنیاوی باتوں میں بھی اہل باطن کی حرص کرنا برا ہے تو عبادات میں بدعات کو برنگ عبادات اختیار کرنا تو کتنا برا ہوگا۔

وَوٰعَدْنَا بِالِفٍ وَدُوْنِهَا **مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً** نُكَلِّمُهٗ عِنْدَ اِنْتِهَائِهَا بِاَنْ يَّصُوْمَهَا وَهِیَ ذُوالْقَعْدَةِ فَصَامَهَا فَلَمَّا تَمَّتْ اَنْكَرَ خُلُوْفَ فَمِهٖ فَاسْتَاكَ فَاَمَرَاللّٰهُ بِعَشْرَةٍ اُخْرٰی لِيُكَلِّمَهٗ بِخُلُوْفِ فَمِهٖ كَمَا قَالَ تَعَالٰی **وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ** مِنْ ذِی الْحَجَّةِ **فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ** وَقْتُ وَعْدِهٖ بِكَلَامِهٖ اِيَّاهُ **اَرْبَعِیْنَ** حَالٌ **لَیْلَةً** تَمْيِيْزٌ **وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ** عِنْدَ ذَهَابِهٖ اِلَی الْجَبَلِ لِلْمُنَاجَاةِ **اخْلُفْنِیْ** كُنْ خَلِيْفَتِیْ **فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ** اَمْرَهُمْ **وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ**۝۱۴۲ بِمُوَافَقَتِهِمْ عَلَی الْمَعَاصِیْ **وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا** اَیْ لِلْوَقْتِ الَّذِیْ وَعَدْنَاهُ بِالْكَلَامِ فِيْهِ **وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ** بِلَاوَاسِطَةٍ كَلَامًا يَسْمَعُهٗ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ **قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ** نَفْسَكَ **اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ** اَیْ لَا تَقْدِرُ عَلٰی رُؤْيَتِیْ وَالتَّعْبِيْرُ بِهٖ دُوْنَ لَنْ اُرٰی يُفِيْدُ اِمْكَانَ رُؤْيَتِهٖ تَعَالٰی **وَلٰكِنِ**

انظُرْ اِلَى الْجَبَلِ الَّذِیْ هُوَ اَقْوٰی مِنْكَ **فَاِنِ اسْتَقَرَّ** ثَبَتَ **مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ** اَیْ تَثْبُتُ لِرُؤْیَتِیْ وَاِلَّافَلَا طَاقَةَ لَكَ **فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ** اَیْ ظَهَرَ مِنْ نُوْرِهٖ قَدْرَ نِصْفِ اَنْمِلَةِ الْخِنْصَرِ كَمَا فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ **لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا** بِالْقَصْرِ وَالْمَدِّ اَیْ مَدْكُوْكًا مُسْتَوِیًا بِالْاَرْضِ **وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا** مُغْشِیًّا عَلَیْهِ لِهَوْلِ مَارَاٰی **فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ** تَنْزِیْهًا لَكَ **تُبْتُ اِلَیْكَ** مِنْ سُوَالِ مَالَمْ اُوْمَرْبِهٖ **وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ** ﴿۱۴۳﴾ فِیْ زَمَانِیْ **قَالَ** تَعَالٰی لَهٗ **یٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَیْتُكَ** اخْتَرْتُكَ **عَلَى النَّاسِ** اَهْلِ زَمَانِكَ **بِرِسٰلٰتِیْ** بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ **وَبِكَلَامِیْ** اَیْ تَكْلِیْمِیْ اِیَّاكَ **فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ** مِنَ الْفَضْلِ **وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ** ﴿۱۴۴﴾ لِاَ نْعُمِیْ **وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ** اَیْ اَلْوَاحِ التَّوْرٰةِ وَكَانَتْ مِنْ سِدْرِ الْجَنَّةِ اَوْ زَبَرْجَدٍ اَوْزُمُرُّدٍ سَبْعَةً اَوْ عَشَرَةً **مِنْ كُلِّ شَیْءٍ** یَحْتَاجُ اِلَیْهِ فِی الدِّیْنِ **مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا** تَبْیِیْنًا **لِّكُلِّ شَیْءٍ** بَدَلٌ مِنَ الْجَارِوَالْمَجْرُوْرِ قَبْلَهٗ **فَخُذْهَا** قَبْلَهٗ قُلْنَا مُقَدَّرًا **بِقُوَّةٍ** بِجِدٍّ وَاجْتِهَادٍ **وَّاْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ** ﴿۱۴۵﴾ فِرْعَوْنَ وَاَتْبَاعَهٗ وَهِیَ مِصْرُ لِتَعْتَبِرُوْا بِهِمْ **سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ** دَلَائِلِ قُدْرَتِیْ مِنَ الْمَصْنُوْعَاتِ وَغَیْرِهَا **الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ** بِاَنْ اَخْذِ لَهُمْ فَلَا یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْهَا **وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ** طَرِیْقَ **الرُّشْدِ** الْهُدٰی الَّذِیْ جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ **لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا** یَسْلُكُوْهُ **وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ** الضَّلَالِ **یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ذٰلِكَ** الصَّرْفُ **بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ** ﴿۱۴۶﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهٗ **وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ** الْبَعْثِ وَغَیْرِهٖ **حَبِطَتْ** بَطَلَتْ **اَعْمَالُهُمْ** مَاعَمِلُوْهُ فِی الدُّنْیَا مِنْ خَیْرٍ كَصِلَةِ رَحِمٍ وَصَدَقَةٍ فَلَا ثَوَابَ لَهُمْ لِعَدَمِ شَرْطِهٖ **هَلْ** مَا **یُجْزَوْنَ اِلَّا** جَزَاءَ **مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ** ﴿۱۴۷﴾ مِنَ التَّكْذِیْبِ وَالْمَعَاصِیْ

ع ۱۷

ترجمہ: .... اور ہم نے وعدہ کیا تھا (یہ لفظ الف کے ساتھ اور بغیر الف کے دونوں طرح ہے) موسیٰ سے تیس راتوں کا (کہ یہ مدت پوری ہونے پر تمہیں شرف ہم کلامی بخشا جائے گا۔ اس میں روزہ رکھنا۔ اس سے مراد ذیقعدہ کا مہینہ تھا۔ لیکن جب مدت ختم ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے روزوں کی وجہ سے منہ کے بھپکارے بھبکنے کو نا گوار سمجھتے ہوئے مسواک کر لی۔ اللہ نے دس روزے اور بڑھانے کا حکم دیا تا کہ منہ کی وہی حالت پھر ہو کر گفتگو کے لئے تیار ہو سکیں جیسا کہ ارشاد ہے) پھر ہم نے دس راتیں (ذی الحجہ کی) بڑھا کر اسے پورا کر دیا۔ اس طرح پروردگار کے حضور آنے کی مقررہ معیاد (اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے وعدہ کا وقت) چالیس (یہ حال ہے) راتوں (یہ تمیز ہے) کی پوری میعاد ہو گئی۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہہ دیا تھا (طور پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت) میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا (میرے جانشین بن کر رہنا) اور ان کے سب کام) درستگی سے کرنا اور بدنظمی پھیلانے والوں کی راہ مت چلنا (گناہوں میں ان کی موافقت نہ کرنا) اور موسیٰ جب ہمارے مقررہ وقت پر حاضر ہوئے (جس وقت ان سے ہم نے گفتگو کا وعدہ کیا تھا) اور ان کے پروردگار نے ان سے باتیں کیں (براہ راست ایسا کلام جو ہر طرف سے سنا جا رہا تھا) تو پکار اٹھے۔ پروردگار!

مجھے اپنا جمال دکھلا کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے (یعنی تم میرے دیدار کی تاب نہ لا سکو گے۔ اور " لن اری " کی بجائے جواب میں " لن ترانی " کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے) مگر ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو (جو تم سے زبردست طاقت ور ہے) اگر ٹکا رہا (اپنی جگہ برقرار رہا) تو تم بھی تاب نظارہ لا سکو گے (یعنی تجلی حق کی تاب لا سکو گے۔ ورنہ تمہاری یہ مجال کہاں!) پھر جب ان کے پروردگار نے ذرا جھلک دکھلائی (یعنی جب آدھی کن انگلی کے برابر اللہ کے نور کا جلوہ ہوا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ جس کی تصحیح حاکم نے کی ہے) پہاڑ پر۔ تو پہاڑ کے پرخچے اڑا دیئے (لفظ دکا بغیر مد کے اور مد کر کے دونوں طرح آیا ہے یعنی ریزہ ریزہ اور سرمہ ہو کر زمین سے مل گیا) اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے (جو کچھ دیکھا تھا اس کی دہشت سے بے ہوش ہو گئے) پھر جب ذرا ہوش میں آئے تو بول اٹھے۔ خدایا! آپ کی ذات پاک ہے (آپ منزہ ہیں) میں آپ کے حضور معافی چاہتا ہوں (بغیر حکم ملے اس قسم کی درخواست کرنے سے) میں پہلا شخص ہوں گا اس پر یقین رکھنے والوں میں (اپنے زمانہ کے اعتبار سے۔ حضرت موسیٰ کو حق تعالیٰ کا) ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ! میں نے تم کو امتیاز بخشا ہے (برگزیدہ بنایا ہے) لوگوں پر (تمہارے وقت کے لوگوں پر) اپنی پیغمبری (یہ لفظ جمع اور مفرد کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے) اور ہم کلام سے (یعنی اپنی ہم کلامی کا تم کو شرف بخشا ہے) پس جو کچھ میں نے تم کو (فضل) عطا کیا ہے اسے لو اور (میری نعمتوں کا) شکر بجالاؤ اور ہم نے ان چند تختیوں میں لکھ کر ان کو دیں (تورات کی تختیوں پر جو جنت کی بیری کی لکڑی یا زبرجد یا زمرد کے پتھر سے بنی ہوئی تھیں اور سات یا دس تھیں) ہر قسم کی (دینی ضروری) باتیں نصیحت کی تھیں اور ہر چیز کی تفصیل (وضاحت) تھی (لفظ لکل شیئ پہلے لکل شیئ سے بدل ہے) پس اسے تھام و (اس سے پہلے لفظ قلنا مقدر ہوگا) مضبوطی (کوشش اور سعی) سے اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ اس کے پسندیدہ احکام پر عمل کریں اور وہ وقت دور نہیں کہ ہم نافرمانوں (فرعون اور اس کے ساتھیوں) کی جگہ تمہیں دکھلا دیں گے (یعنی مصر تا کہ تم ان لوگوں کو دیکھ کر عبرت پکڑو) میں اپنی نشانیوں سے (اپنی قدرت کے دلائل کو جو مصنوعات وغیرہ دیکھ کر حاصل ہوتے ہیں) برگشتہ ہی رکھتا ہوں ان لوگوں کو جو دنیا میں ناحق تکبر کرتے ہیں (اس طرح کہ ان کو ذلت کا مزہ چکھا دیتا ہوں جس سے وہ ان نشانیوں میں غور ہی نہیں کر پاتے) اگر وہ دنیا بھر کی نشانیاں دیکھ بھی لیں۔ پھر بھی ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر دیکھیں کہ ہدایت کی سیدھی راہ سامنے ہے (جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے) تب بھی کبھی اس پر نہ چلیں اور اگر دیکھیں کہ (گمراہی کی) ٹیڑھی راہ سامنے ہے۔ تو فوراً چل پڑیں۔ یہ (اس درجہ کی برگشتگی) اس لئے ہو جاتی ہے کہ وہ ہماری نشانیاں جھٹلاتے ہیں اور ان کی طرف سے غافل رہتے ہیں (ایسے ہی پہلے بھی گزر چکا ہے) اور جن لوگوں نے ہماری نشانیاں اور قیامت کے پیش آنے (بعثت وغیرہ) کو جھٹلایا تو ان کے سارے کام اکارت (غارت) گئے (جو انہوں نے دنیا میں صلہ رحمی، یا صدقہ جیسی نیکیاں کی تھیں ان پر کوئی ثواب نہیں ملے گا ثواب کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے) وہ جو کچھ بدلہ پائیں گے وہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ان ہی کی کرتوتوں کا پھل ہوگا جو دنیا میں وہ کرتے رہے (یعنی جھٹلانا اور گمراہ کرنا۔)

تحقیق وترکیب: .... **ثلثین لیلة.** روزہ اگرچہ دن میں ہوتا ہے لیکن رات کی تخصیص بقول قاضی بیضاویؒ صوم وصال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے جو انبیاءؑ کے لئے جائز ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں۔ [1] کما فی الحدیث ایکم مثلی الخ.

بخلوف فمه. اس سے مراد گندہ ذہنی نہیں ہے جو اشکال ہو بلکہ خلو معدہ کی وجہ سے جو بھپکارہ روزہ دار کے منہ سے نکلتا ہے وہ مراد ہے جس کو [2] **لخلوف فم الصائم اطیب عند الله المسک**۔ فرمایا گیا ہے۔

---

[1] تم میں کون میرے برابر ہے مجھے تو اللہ کھلاتا پلاتا ہے۔۱۲

[2] روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔۱۲

میقات. وقت اور میقات میں یہ فرق ہے کہ میقات میں پہلے سے عمل کی تعیین ہوتی ہے اور وقت میں نہیں۔

وقال موسیٰ. اس سے معلوم ہوا کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ وصیت تو کوہ طور پر جانے سے پہلے تھی۔

کلمہ. لطف آمیز کلام سن کر اشتیاق جمال پیدا ہوا۔ من کل جہتہ. اس میں اشارہ ہے کہ اللہ کا کلام قدیم مخلوق کے کلام جیسا نہیں ہے۔ وہ زمان ومکان کی قیود سے بالا ہے اور بعض کی رائے یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام میں ایسا ادراک پیدا فرما دیا تھا جس سے وہ کلام قدیم سن سکے۔ جس طرح جوہر وعرض نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کے جمال ذات کا عقلاً دیکھنا ممکن ہے۔ اسی طرح آواز وحروف کے بغیر اس کے کلام کا سننا بھی ممکن ہوگا اور شیخ ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسی آواز سنی جو کلام الٰہی پر دلالت کرتی تھی اور حضرت موسیٰ کی تخصیص اس معنی پر ہے کہ اللہ نے ان کو ایسی آواز سنائی جو بلاواسطہ اسباب تھی۔ کلام لفظی حادث اور کلام نفسی قدیم کا یہی فرق تھا۔ جس کے نہ جاننے سے مامون کے دور میں ''خلق قرآن'' کے نام سے ایک عظیم فتنہ کھڑا ہوگیا تھا اور معتزلہ کے اثر سے مامون کے ہاتھوں اللہ اسے معاف فرمائے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور شیخ عبدالعزیز جیسے ہزاروں اللہ والوں کو بے دردی کے ساتھ سخت ترین تکلیفیں دی گئیں جو مسلمانوں کی تاریخ کا نہایت تاریک اور سیاہ باب ہے۔

نفسك. ارنی کے مفعول ثانی کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ارنی اور انظر الیك میں شرط وجزاء ایک نہیں ہیں۔ بلکہ معنی یہ ہیں۔ ادنی نفسک واجعلنی متمکنا من رؤیتک فانظر الیک۔

لن ترانی. اللہ کو دیکھنا اس جملہ سے عقلاً محال معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ پہاڑ کا ٹھیراؤ ایک ممکن چیز ہی جس پر اللہ کے دیدار کو معلق کیا گیا ہے۔ اس سے عقلاً دیدار الٰہی بھی ممکن ہوا۔ ہاں حجاب بشریت دیکھنے والے (موسیٰ علیہ السلام) کے سامنے ہے۔ اللہ محجوب نہیں ہے اس کو دیکھنے والی آنکھ چاہئے فانی باقی کو اس وقت تک کیسے دیکھے جب تک فنا کے پل سے گزر کر دار البقاء میں نہ پہنچ جائے۔

ولکن انظر. یہ حضرت موسیٰ کے لئے متنزلات باری ہے۔ الجبل. اس پہاڑ کا نام زبیر تھا۔ جو سب سے بڑا پہاڑ تھا۔ اسی ظہر۔ یعنی تجلی بمعنی ظہور ہے۔ من نورہ۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت کی تخریج امام احمدؒ امام ترمذیؒ حاکم نے کی ہے۔ خر موسیٰ. ابن عباسؓ اس کی تفسیر غشی کے ساتھ فرماتے ہیں اور بعض

حضرت موسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ لیکن زجاجؒ کہتے ہیں کہ لفظ افاق اس خیال کی تردید کررہا ہے۔ کیونکہ ''افاق من موتہ'' نہیں کہا جاتا ہاں افاق من غشیۃ بول سکتے ہیں۔

قال یموسیٰ. حضرت موسیٰ کی دل شکنی کے خیال سے ان کی تسلی کا انتظام فرمایا جارہا ہے۔

فخذ ما اٰتیتك. عرفہ کے روز حضرت موسیٰ بے ہوش ہوئے تھے اور دسویں ذی الحجہ کو تورات مرحمت ہوئی اور چونکہ حضرت ہارونؑ وزیر تھے اس لئے خطاب میں صرف اصل کی رعایت رکھی گئی ہے۔

الواح التوراۃ. ربیع بن انس کی روایت کے مطابق تورات ستر اونٹ کے بوجھ کے برابر نازل ہوئی تھی چنانچہ سال بھر میں اس کا ایک جز پڑھا جاسکتا تھا۔ اسی لئے بجز حضرت موسیٰ اور حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے اس کو کوئی نہیں پڑھ سکا۔ یہ قرآن کریم ہی کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے کہ ہر زمانہ میں لاکھوں کروڑوں حفاظ نے باوجود زبان نہ جاننے کے اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا۔

من سدر الجنۃ. جیسا کہ حدیث میں ہے اور بغویؒ کہتے ہیں کہ تختی کی لمبائی بارہ ہاتھ تھی اور حسنؒ دس ہاتھ بتلاتے ہیں۔

باحسنھا. اس سے مراد وہ احکام ہیں جن میں زیادہ احتیاط کا پہلو ہو۔ کیونکہ احکام ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ عزیمت، رخصت، فرض، واجب، مندوب، جائز۔ پس مطلب یہ ہے کہ عزائم پر عمل کرنا چاہئے اور رخصتوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ مثلاً معاف کرنا بہ نسبت بدلہ لینے کے۔ صبر کرنا بہ نسبت مدد مانگنے کے احسن ہوگا اور یا کہا جائے کہ احسن اسم تفصیل اپنے معنی میں نہیں ہے بلکہ بمعنی حسن

ہے اور اس میں اضافت بیانیہ ہے۔ بغیر الحق یہ یتکبرون کا صلہ ہے۔ یعنی اللہ کا تکبر برحق ہے اور دوسروں کا تکبر ناحق ہے۔ یا یتکبرون کے فاعل سے حال ہو۔

ربط آیات: .... حضرت موسیٰ کی سرگذشت کا ایک حصہ تو ختم ہو چکا۔ جس کا تعلق ان واقعات سے تھا جو ان کے اور فرعون کے درمیان گزرے۔ اب یہاں سے وہ واقعات شروع ہوتے ہیں جو ان کے اور ان کی امت کے درمیان گزرے۔ پہلے حصہ میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ دعوت حق کی مخالفت ہمیشہ طاقت ور جماعتوں نے کی۔ لیکن ہمیشہ نا کام رہیں۔ اس حصہ میں یہ حقیقت واضح کرنی ہے کہ ایک نئی ہدایت پائی ہوئی جماعت کو راہ عمل میں کیسی کیسی لغزشیں پیش آ سکتی ہیں؟ تا کہ دعوت کے دوسرے پیرو بھی ان سے اپنی نگہداشت کر سکیں۔

﴿ تشریح ﴾: .... حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر ایک چلہ کا اعتکاف فرما کر شریعت کے وہ دس احکام بذریعہ وحی لائے جن کو پتھر کی تختیوں پر کندہ کیا گیا تھا۔ مثلاً: قتل مت کرو۔ زنا مت کرو وغیرہ وغیرہ۔

آیت وٰ عدنا میں اس اصل عظیم کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنے حواس کے ذریعہ ذات باری کا مشاہدہ اوا ادراک نہیں کر سکتا۔ بلکہ معرفت حق کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ عجز و نارسائی کا اعتراف کیا جائے۔ "**ماعر فناک حق معرفتک**" (ترجمہ) ہم نے آپ کے پہچاننے کا حق ادا نہیں کیا۔

جمال الٰہی: .... یہودی تورات کے متشابہات کو حقیقت پر محمول کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی شبیہ دیکھی۔ لیکن یہاں قرآن پاک ان کی اس غلطی کا ازالہ کر رہا ہے۔ یعنی جب غیب سے ندائے حق سنی تو جوش طلب میں مست و بے خود ہو کر پکار اٹھے کہ میرے سامنے آجا۔ ایک نگاہ ہی دیکھ لوں۔ حکم ہوا پہاڑ کو دیکھ۔ اگر یہ تاب نظارہ لا سکا تو تُو بھی تاب جلوہ لا سکے گا۔ جو بات نظارہ سے آڑے آ رہی ہے وہ خود تیری اپنی ہستی کا عجز ہے حق کی نمود میں کمی نہیں۔ وہ ہر ذرہ میں عیاں اور جلوہ فگن ہے ھو الظاھر والباطن۔

ہرچہ ہست از قامت ناسازو بے اندام است
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس دشوار نیست

کلام الٰہی: .... باقی کلام الٰہی کی حقیقت کیا تھی؟ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس کی زیادہ تفصیلی بحث علم کلام میں ہے۔ تاہم جن احتمالات عقلیہ کا شریعت انکار نہ کرے ان سب کے ماننے کی گنجائش ہے البتہ بلا دلیل تعیین نہ کرنا اسلم طریقہ ہے۔ ظاہر مقام سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص کلام تھا جس کی جوش مستی سے حضرت موسیٰ ابل پڑے اور پیمانہ صبر چھلک گیا۔

دنیا میں دیدار الٰہی کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ عقلاً تو ممکن ہے لیکن شرعاً محال ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی درخواست دیدار تو امکان عقلی کو بتلا رہی ہے۔ ورنہ ایک جلیل القدر پیغمبرؑ ناممکن چیز کی درخواست کیسے کر سکتا ہے۔ کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کا جواب اس کے شرعاً محال اور ممتنع ہونے کو بتلا رہا ہے۔ رہی آخرت تو وہاں آنکھوں کا حجاب دور کر دیا جائے گا۔ اس لئے تجلی الٰہی کا مشاہدہ بھی ہو سکے گا۔

حُبِّ نبوی میں ناسمجھی سے غلو: .... اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے واقعہ معراج میں تجلی الٰہی کے بیان کو اس طرح ذکر

کرنا جس سے محض آنحضرت ﷺ کی تفصیل ہی ثابت نہ ہو۔ بلکہ حضرت موسیٰ کی تنقیص بھی ہو جائے کسی طرح بھی جائز اور زیبا نہیں ہے جوش محبت میں ادب کا دامن چھوٹ جائے یہ کہاں مناسب ہے۔ باقی پہاڑ پر تجلی الٰہی کی کیفیت؟ سو اللہ تعالیٰ کا نور خاص چونکہ ان کے اپنے ارادہ سے مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور مخلوق کی نظروں کے حجابات کی تعیین تو اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن ان میں سے بہت ہی تھوڑے سے پردے۔ جن کو بطور تمثیل حدیث ترمذی میں بقول جلال محقق آدھی کن انگلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے سامنے سے ہٹا لئے ہوں اور اس طرح ایک ذرا سی جھلک کا اثر حضرت موسیٰ کو دکھلا دیا ہو۔ حدیث مذکور کو تشبیہ پر محمول کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مقدار اور تجزیہ سے پاک ہیں۔

پہاڑ پر تجلی الٰہی کی کیفیت:............اور چونکہ اللہ تعالیٰ جو کام کرتے ہیں وہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ان کے چاہنے کے مطابق وہ پردے پہاڑ کے سامنے سے تو ہٹے ہوں اور وہیں برابر میں کھڑے ہوئے موسیٰ علیہ السلام اور دوسری پاس کی چیزوں سے نہ ہٹے ہوں جیسا کہ للجبل کے لفظ سے سمجھ میں آتا ہے اس لئے حدیث[1] **لاحرقت سبحات النور ما انتھیٰ الیہ بصرہ** کی رو سے پہاڑ جیسی طاقتور چیز تو پاش پاش ہو کر سرمہ بن گئی۔ مگر حضرت موسیٰ اور دوسری چیزوں پر یہ اثر نہیں ہوا۔ بلکہ پورے پہاڑ کی یہ حالت ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی یہ تجلی ان کے اپنے اختیار سے تھی۔ اس لئے جتنے حصہ میں چاہا ہوئی۔ اور جتنے میں نہیں چاہا نہیں ہوئی۔ پس اس سے سارے پہاڑ کا ہٹ جانا لازم نہیں آتا جس سے کوئی اعتراض کرنے لگے کہ پہاڑ تو آج بھی اپنی جگہ موجود ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پہاڑ کے ایک تھوڑے سے حصہ پر یہ کیفیت گزری ہو اور وہ نہیں رہا۔ باقی پہاڑ پر چونکہ کوئی اثر مرتب نہیں ہوا اس لئے وہ برقرار ہے۔

ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی تجلی الٰہی سے نہیں تھی۔ بلکہ اس منظر کی دہشت سے ایسا ہوا نیز تجلی گاہ کے قرب و اتصال کا بھی یہ اثر ہوسکتا ہے جیسے بجلی کا کرنٹ کسی کے بدن میں اگر دوڑ جائے تو جو بھی اسے پکڑے گا یا ہاتھ لگائے گا تو اس کا متاثر ہونا لازمی ہے۔

پہاڑ کے برقرار رہنے یا نہ رہنے اور حضرت موسیٰ کے تجلی الٰہی کا نظارہ کرسکنے یا نہ کرسکنے میں کیا ربط ہے؟:
باقی تجلی الٰہی کے بعد پہاڑ کے برقرار رہنے اور حضرت موسیٰ کے دیدار کرسکنے میں یا اسی طرح پہاڑ کے برقرار نہ رہنے اور حضرت موسیٰ کے دیدار نہ کرسکنے میں کیا ربط اور تعلق ہے؟ سو دوسری صورت میں تو وہی علاقہ اور جوڑ ہے جس کی طرف ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ مادی اعتبار سے پہاڑ سے یقیناً بہت ہی کمزور اور ضعیف تھی۔ پس جب پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اس کو برداشت نہیں کرسکی اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اضعف چیز کیسے متحمل ہوسکے گی اور اس صورت کا حاصل اگرچہ یہ نکلتا ہے کہ پہلی صورت میں پہاڑ کا ٹھہراؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ کے تحمل کو عقلاً مستلزم نہ ہو۔ لیکن اس کو وعدہ الٰہی پر محمول کرنے سے اشکال دور ہو جائے گا۔ یعنی پہاڑ کا جماؤ اور نگاہ موسوی کا ٹھہراؤ اگرچہ برابر نہیں ہیں۔ مگر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر پہاڑ سہارا کر گیا تو تمہاری نگاہ بھی تاب نظارہ لا سکے گی۔

تجلی الٰہی کے لئے پہاڑوں کی تخصیص:............البتہ تجلی الٰہی کے لئے ساری سرزمین میں سے کسی پہاڑ کے انتخاب کی

---

[1] نور الٰہی کی تجلی سے نظر کی شعاعیں جل جاتی ہیں ۱۲۔

وجہ۔ شاید اس میں کوئی قدرتی راز پوشیدہ ہو۔ حضرت موسیٰ کے لئے تجلی طور اور لحن داؤدی کی پہاڑوں میں گونج حضرت عیسیٰ کا زیتون کی پہاڑیوں میں کھوئے رہنا۔ پیغمبرؐ اسلام کا فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہونا اور تمام قوموں کی مذہبی تاریخ کے نقوش کا پہاڑوں پر دعوت نظارہ دینا یہ آخر کیا ہے؟

تجلی کے معنی جیسا کہ مفسر محققؒ نے کہا ہے کسی چیز کے ظہور کے ہیں۔ اگر چہ دوسرے کو اس کا ادراک نہ ہو۔ اس لئے تجلی اور دیکھنے دونوں کو ایک یا مترادف اور متلازم نہ سمجھا جائے۔ بلکہ تجلی دیکھنے کے بغیر بھی ہوسکتی ہے چنانچہ آفتاب کی تجلی اور طلوع ہوتا ہے مگر شپرک کو تاب نظارہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہوسکتا کہ تجلی کے ساتھ یا اس سے کچھ ہی پہلے شپرک کی نگاہوں کے تار بےکار ہو جاتے ہوں۔

توراۃ کی تختیاں لکھی لکھائی ملیں یا حضرت موسیٰ نے لکھوائی تھیں: .... لفظ کتبنا کے ظاہر سے اور آثار واخبار کی کثرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ توراۃ کی یہ تختیاں لکھی لکھائی عطا ہوئی تھیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ وحی الٰہی سے یہ تختیاں کندہ کی گئی تھیں۔ اس لئے اللہ نے اس کی کتابت اپنی طرف منسوب کردی۔ دوسری آسمانی کتابوں کی نسبت بھی قرآن کا یہی طرز بیان ہے اور توراۃ میں ہے کہ یہ دو تختیاں تھیں اور دونوں طرف کندہ تھیں۔ قرآن کریم کے نزول کا معاملہ دوسری آسمانی کتابوں سے مختلف رہا اس لئے اس کی حفاظت وتحریف کا حال بھی مختلف ہے اور حضرت ہارونؑ چونکہ صرف نبی تھے۔ حضرت موسیٰ کی طرح حاکم نہ تھے اس لئے اخلفنی میں ان کو حکومت کے لحاظ سے نائب بنانا مقصود ہے نیابت نبوت مراد نہیں ہے۔

قرآن کریم کے عام اسلوب بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے ٹھہرائے ہوئے قوانین اور اسباب سے پیدا ہونے والے نتائج کو براہ راست اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ چنانچہ آیت ساصرف الخ کا حاصل بھی یہی ہے کہ "جو لوگ سرکشی کریں گے میں ان کی نگاہیں اپنی نشانیوں سے پھیر دوں گا" یعنی جو کوئی جان بوجھ کر سرکشی کرے گا تو خدا کا قانون یہی ہے کہ وہ دلیلوں اور روشنیوں سے متاثر ہونے کی استعداد کھو دیتا ہے۔ پھر آگے چل کر فرمایا کہ انہوں نے چونکہ نشانیاں جھٹلائیں اور غافل رہے اس لئے یہ حالت پیش آئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ نگاہیں پھیر دینے کا مطلب یہ تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بےعقلی یا گمراہی پر مجبور کرتا ہے۔

لطائف آیات: .... آیت فتم میقات الخ سے چلہ کشی کی اصل نکلتی ہے جو مشائخ کے یہاں معمول بہا ہے۔

آیت اخلفنی فی قومی الخ سے اس کی اصل نکلتی ہے کہ مشائخ بعض مریدوں کو اپنے بعض خلفاء کے سپرد کر دیتے ہیں۔

آیت لن ترانی الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں نہیں ہوتا۔ جو شخص اس کا دعوے کرے۔ وہ خود دھوکہ میں ہے اور دھوکہ دیتا ہے۔ باقی معراج کا واقعہ اس سے مختلف یا مستثنیٰ ہے۔

آیت ساصرف الخ سے معلوم ہوا کہ غیر متکبر کے سامنے تکبر کرنا ناحق تکبر ہے لیکن متکبر کے سامنے تکبر کرنا برحق ہے۔ کیونکہ وہ حقیقۃً تکبر نہیں۔ بلکہ تکبر کی محض ایک صورت ہے اور حقیقت میں دوسرے کے تکبر پر چوٹ دینا ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِهٖ ای بَعْدَ ذَهَابِهٖ اِلَی الْمُنَاجَاةِ مِنْ حُلِیِّهِمُ الَّذِیْ اِسْتَعَارُوْهَا مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ لِعِلَّةِ عُرْسٍ فَبَقِیَ عِنْدَهُمْ عِجْلًا صَاغَهُمْ لَهُمْ مِنْهُ السَّامِرِیُّ جَسَدًا بَدَلٌ لَحْمًا وَدَمًا لَّهٗ خُوَارٌ ای صَوْتٌ یُسْمَعُ اِنْقَلَبَ کَذٰلِكَ بِوَضْعِ التُّرَابِ الَّذِیْ اَخَذَهٗ مِنْ حَافِرِ فَرَسِ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ فَمِهٖ فَاِنَّ اَثَرَهُ الْحَیَاةُ فِیْمَا یُوْضَعُ فِیْهِ وَمَفْعُوْلُ اِتَّخَذَ الثَّانِیْ مَحْذُوْفٌ ای اِلٰهًا اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُکَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا فَکَیْفَ یُتَّخَذُ اِلٰهًا اِتَّخَذُوْهُ اِلٰهًا وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ بِاتِّخَاذِهٖ وَلَمَّا سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ ای نَدِمُوْا عَلٰی عِبَادَتِهٖ وَرَاَوْا عَلِمُوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا بِهَا وَذٰلِكَ بَعْدَ رُجُوْعِ مُوْسٰی قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ فِیْهِمَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ مِنْ جِهَتِهِمْ اَسِفًا شَدِیْدَ الْحُزْنِ قَالَ لَهُمْ بِئْسَمَا اِیْ بِئْسَ خِلَافَةً خَلَفْتُمُوْنِیْ هَا مِنْ بَعْدِیْ خِلَافَتُکُمْ هٰذِهٖ حَیْثُ اَشْرَکْتُمْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ اَلْوَاحَ التَّوْرٰةِ غَضَبًا لِرَبِّهٖ فَتَکَسَّرَتْ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ ای بِشَعْرِهٖ بِیَمِیْنِهٖ وَلِحْیَتِهٖ بِشِمَالِهٖ یَجُرُّهٗ اِلَیْهِ غَضَبًا قَالَ یَا ابْنَ اُمَّ بِکَسْرِ الْمِیْمِ وَفَتْحِهَا اَرَادَ اُمِّیْ وَذِکْرُهَا اَعْطَفُ لِقَلْبِهٖ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا قَارَبُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ تَفْرَحْ بِیَ الْاَعْدَآءَ بِاِهَانَتِكَ اِیَّایَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ بِعِبَادَةِ الْعِجْلِ فِی الْمُؤَاخَذَةِ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ مَا صَنَعْتُ بِاَخِیْ وَلِاَخِیْ اَشْرَکَهٗ فِی الدُّعَاءِ اِرْضَاءً لَهٗ وَدَفْعًا لِلشَّمَاتَةِ بِهٖ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

ع ۱۸ ۸

ترجمہ:......... اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (پہاڑ پر مناجات کے لئے تشریف لے جانے کے) بعد ان زیورات سے (جو سبطیوں نے قبطیوں سے کسی شادی میں شرکت کی غرض سے لئے تھے اور وہ ان ہی کے پاس رہ گئے تھے) ایک بچھڑے کا دھڑ بنایا (جس کو سامری نے لوگوں کے لئے اس سونے کو گلا کر بچھڑے کی مورتی بنادی تھی۔ لفظ جسداً بدل ہے گوشت اور خون سے بیچ بیچ کا بنا ہوا دھڑ) جس سے گائے کی سی آواز نکلتی (باقاعدہ آواز سنی جاتی تھی اور اس میں یہ انقلابی کیفیت اس مٹی سے ہوگئی تھی جس کو جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم کے نیچے سے اٹھا کر بچھڑے کے منہ میں رکھ دیا تھا۔ کیونکہ وہ مٹی جس چیز میں بھی ڈال دی جاتی۔ اس میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور اتخذ کا دوسرا مفعول محذوف ہے یعنی الھا) کیا انہوں نے اتنی بات بھی نہ سمجھی کہ نہ تو وہ ان سے بات تک کرتا ہے اور نہ کسی طرح کی رہنمائی کرسکتا ہے؟ (پھر کیسے اسے اپنا معبود بنالیا) وہ اسے (معبود بنا کر) لے بیٹھے۔ بڑا بے ڈھنگا کام کیا (اس کی پوجا کر کے) اور پھر جب ہاتھ ملنے لگے (یعنی اس کی پوجا کرنے پر شرمندہ ہوئے) اور انہوں نے دیکھ لیا (سمجھ گئے) کہ راہ حق سے قطعاً بھٹک گئے ہیں (یہ تنبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ہوا) تو کہنے لگے اگر ہمارے پروردگار نے ہم پر رحم نہ کیا اور نہ بخشا (دونوں لفظ یاء اور تاء کے ساتھ ہیں) تو ہمارے لئے تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے اور جب موسیٰ خشمناک ہوکر) (ان کے کرتوت کی وجہ سے) اور رنج میں بھرے ہوئے (بے حد غمگین) اپنی قوم میں لوٹے تو فرمایا (ان سے) کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول

حرکت (بہت بری جانشینی) کی (یہ تمہاری جانشینی ہے کہ تم نے شرک کرنا شروع کر دیا) کیا اپنے پروردگار کے حکم سے پہلے ہی تم لوگوں نے جلد بازی مچا دی اور جلدی میں تختیاں ایک طرف ڈال دیں (یعنی جلال خداوندی سے تورات کی تختیاں پھینک دیں جس سے وہ ٹوٹ گئیں) اور اپنے بھائی ہارونؑ کو بالوں سے پکڑ کر (یعنی داہنا ہاتھ ان کے سر پر اور بایاں ہاتھ ان کی داڑھی پر ڈال دیا) اپنی طرف کھینچنے لگے (جوش غضب میں) ہارونؑ نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی (لفظ ام میم کے کسرہ اور فتح کے ساتھ دونوں طرح ہے اصل میں امی تھا اور ماں کی نسبت کا ذکر ان کے دل کو نرمانے کے لئے کیا ہے) لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ پس مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے (خوش ہونے) کا موقعہ نہ دو (میرے ساتھ توہین کا برتاؤ کر کے) اور نہ مجھے ان ظالموں کے ساتھ شمار کیجئے۔ (بچھڑے کی پوجا کی پکڑ دھکڑ میں) موسیٰ نے دعا کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پروردگار! میری خطا معاف فرما دو (جو کچھ میں نے اپنے بھائی کے ساتھ رویہ اختیار کیا ہے) اور میرے بھائی کی بھی (ان کی دلجوئی اور دشمنوں کی ہنسی سے بچنے کے لئے اپنے بھائی کو بھی دعا میں شریک فرما لیا) اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرمالیجئے آپ سے بڑھ کر کون ہے جو رحم کرنے والا ہو؟

تحقیق وترکیب: ....**استعاروھا**. یہ مال پہلے تو مستعار لیا تھا اور قبطیوں کی تباہی کے بعد بطور مال غنیمت ان کے پاس رہا۔ جس کو موسیٰ سامری زرگر نے بچھڑے کی شکل میں ڈھال دیا اور پھر حضرت موسیٰ نے اس کو جلا کر راکھ دریا برد کر دی۔ ابن عباسؓ، قتادہؒ اور حسنؒ کی رائے میں وہ سچ مچ گوشت پوست کا جیتا جاگتا بچھڑا ہو گیا تھا اور بعض سونے ہی کا مانتے ہیں۔ مگر جاندار۔ **خوار**. کا مطلب بعض نے تو یہ لیا ہے کہ ہوا اس میں داخل ہو کر جب نکلتی تھی تو اس سے آواز پیدا ہوتی تھی اور اس سے زیادہ کوئی بات اس میں زندگی کی نہیں پائی جاتی تھی۔ لیکن بعض سچ مچ بچھڑے کی آواز اور چلنا پھرنا مانتے ہیں۔ چونکہ سامری نے سب کی مرضی سے یہ کام کیا تھا۔ اس لئے سب کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی ہے۔

سقط فی ایدیھم. عربی محاورہ میں اس کے معنی نادم ہونے کے آتے ہیں۔ کیونکہ اس حالت میں انسان اپنے ہاتھ کاٹنے کے لئے ہاتھوں پر جھکتا ہے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس موقعہ پر بہت بسط سے کام لیا ہے۔ **ولما رجع**. یہاں بھی واو مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں۔ **غضبان اسفاً**. یہ دونوں لفظ یا حال ہوں گے موسیٰ سے۔ ان لوگوں کے نزدیک جو کئی کئی حال کی اجازت دیتے ہیں ورنہ **غضبان موسیٰ** سے حال ہو اور **اسفا غضبان**. کی ضمیر سے حال ہوگا۔ یعنی حال متداخلہ ہو جائے گا اور تاسف کے معنی اگر سخت غصہ کے لئے جائیں تو یہ بدل بعض اور حزن کے معنی لئے جائیں تو بدل الاشتمال بھی ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے کوہ طور پر ہی اس صورت حال سے موسیٰ علیہ السلام کو باخبر کر دیا تھا۔ جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ہے۔ **انا قد فتنا قومک الخ** اسی لئے جوش الٰہی میں بھرے ہوئے آئے۔

فتکسرت. تختیاں رکھنے سے پہلے تورات کے سات حصے تھے اور ٹوٹنے کے بعد جب اٹھائی تو دیکھا کہ ہدایت ورحمت، احکام ووعظ سے متعلق چھ حصے باقی رہ گئے اور ایک حصہ جو غیبی خبروں سے متعلق تھا وہ اٹھا لیا گیا۔ لیکن امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ تورات کا ڈالنا تو قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن اس کا ٹوٹ جانا یا ایک حصہ کا غائب ہو جانا یہ قطعاً ثابت نہیں۔ اس لئے ایسی بات ماننا سخت جرائت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ درآنحالیکہ ایسی حرکت انبیاء علیہم السلام کے شایان شان بھی نہیں ہے۔

یابن ام. بصریوں کی رائے تو یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ فتح پر مبنی ہوتے ہیں **"خمسة عشر"** کی طرح پس لفظ ابن ام کی طرف مضاف نہیں ہوگا۔ بلکہ دو لفظوں سے مرکب ہوگا اور اس پر حرکت بنائی ہوگی۔ لیکن کوفیوں کی رائے یہ ہے کہ **ابن** مضاف ہے ام کی طرف اور ام مضاف ہے یائے متکلم کی طرف جو الف ہو کر پھر حذف ہو گئی اس صورت میں اس پر حرکت اعرابی ہوگی۔ حضرت ہارونؑ

حضرت موسیٰ سے تین سال بڑے بھائی تھے۔ پس ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوئے۔ پھر ماں کی تخصیص کیوں کی گئی؟ مفسر محقق اسی شبہ کا جواب دے رہے ہیں کہ ماں کا واسطہ دے کر مامتا سے جوش محبت کی اپیل کر رہے ہیں۔ فلا تشمت. ای لا تفعل بی ما یشمتو ن بی لا جله. شماتت کہتے ہیں کسی کو مصیبت میں دیکھ کر خوش ہونا۔ بولتے ہیں۔ شمت فلان بفلان.

ربط و ﴿تشریح﴾:.......... بنی اسرائیل مصر کی بت پرستی سے اس درجہ مانوس ہو چکے تھے کہ رہ رہ کر انہیں اس کا شوق اٹھتا تھا۔ لیکن موقعہ نہیں ملتا تھا۔ جوں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن الگ ہوئے انہوں نے گائے کے بچھڑے کی طلائی مورتی موسیٰ سامری سے بنوا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔

سونے کی مورتی بنی اسرائیل میں کس نے بنائی تھی؟:.......... تورات میں ہے کہ یہ مورتی حضرت ہارونؑ نے بنائی تھی لیکن قرآن کریم نے دوسری آیت میں واضح کر دیا ہے کہ یہ سامری نامی ایک شخص کی کارستانی تھی اور حضرت ہارونؑ کا دامن اس دھبہ سے بالکل پاک ہے۔

شرک کی نحوست سے عقل ماری جاتی ہے:.......... الم یروا انه لا یکلمهم الخ کا مطلب یہ ہے کہ ان عقل کے اندھوں کو اتنی موٹی سی بات بھی نہ سوجھی کہ اس سے ایک ہی طرح کی آواز کیوں نکلتی ہے؟ اور آدمی کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتا؟ ''تابہد ابت چہ رسد'' کیا ایک معبود کی شان یہی ہوتی ہے۔

دراصل ہندوستان کی طرح بابل اور مصر میں بھی بیل گائے کی عظمت کا تصور پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اگر کالڈیا کے تمدن کی قدامت تسلیم کر لی جائے تو وہیں سے یہ خیال دوسرے ملکوں میں پھیلا ہوگا۔

جائز اور ناجائز غصہ کی حدود اور اس کے اثرات:.......... حضرت موسیٰ کا غضب چونکہ محض اللہ کے لئے تھا۔ اس لئے اس کی مثال مباح نشہ کی سی ہوگی۔ جس میں انسان معذور شمار کیا جاتا ہے اور مکلف نہیں رہتا۔ نفسانی غصہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ حرام نشہ کی طرح حرام ہی رہتا ہے۔ شرعاً اس کو عذر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ حرام نشہ کی حالت میں طلاق دی جائے تو پڑ جاتی ہے۔ غرض کہ اس جوش وجلال کی حالت میں حضرت موسیٰ بے قابو ہو گئے جس کی وجہ سے تورات ایک طرف پھینک دی اور اپنے بڑے بھائی پر بھی دست درازی فرمادی اور اس طرح کے غلبہ حال کی کیفیت کبھی کبھی انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آ گئی ہے جو ان کے کمال کے منافی نہیں۔ اس لئے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جلال کی کیفیت میں یہ دھیان ہی نہ رہا ہو کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے اور چونکہ بھائی کو نگہداشت اور نگرانی کا ذمہ دار بنا گئے تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے سستی کا شبہ کر کے ان سے دارو گیر کرنے کے لئے جلدی ہاتھوں کو خالی کرنا چاہا اور جھٹک کر تختیوں کو ایک طرف رکھ دیا۔ جس کو القی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اسی میں بھائی کے مرتبہ کا خیال بھی نہ رہا کہ کس پر ہاتھ ڈال رہا ہوں۔ اکثر کسی دلچسپ بات چیت میں مست ہونے کی وجہ سے یا کسی خیال کے پوری طرح سوار ہو جانے کے وقت ایسے اتفاقات پیش آ جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے لکھا ہے کہ مجازاً اور تشبیہاً جلدی سے رکھ دینے کو القاء سے تعبیر فرمادیا گیا ہے۔

لطائفِ آیات:.......... آیت واتخذ قوم موسیٰ سے معلوم ہوا کہ خوارق سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور الم یروا انه

الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی حجت ہی فیصلہ کن اور راجح ہو سکتی ہے۔

آیت ولما رجع موسیٰ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت شیخ مرید پر غصہ کر سکتا ہے۔

آیت والقی الالواح سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی جوش میں ایسا غصہ جو اہل اللہ کو پیش آتا ہے بد خلقی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبہ حال شرعی عذر ہے۔ نیز غلبہ حال کبھی کبھی کاملین کو بھی پیش آتا ہے۔

آیت اخذ برأس اخیہ یعنی ہارون علیہ السلام کی طرف سے کوتاہی نہ ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مواخذہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کاملین سے بھی خطائے اجتہادی ہو جاتی ہے پھر مشائخ تو معصوم نہیں ہوتے ان سے اجتہادی خطا کیسے ممکن نہ ہوگی۔ (۱۱ رمضان ۸۳ھ بروز دوشنبہ)

قَالَ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ اِلٰهًا سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ عذابٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فعُذِّبُوا بالامر بقتلِهِم انفسَهُم وضُرِبَتْ عليهِمُ الذِّلَّةُ اِلٰى يومِ القيٰمةِ وَكَذٰلِكَ كما جزيْنٰهُم نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ على اللهِ بالاشراكِ وغيرِه وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا رجعُوا عنها مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا باللهِ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا اي التوبةِ لَغَفُوْرٌ لهم رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ بهم وَلَمَّا سَكَتَ سكن عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ التي القاها وَفِيْ نُسْخَتِهَا اي مَا نُسِخَ فيها اي كُتِبَ هُدًى من الضلالةِ وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ يخافون وادخل اللامُ على المفعولِ لتقدّمه وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ اي من قومه سَبْعِيْنَ رَجُلًا ممن لم يعبدوا العجلَ بامرِه تعالى لِّمِيْقَاتِنَا اي الوقتِ الذي وعدناه باتيانهم فيه ليعتذروا من عبادةِ اصحابِهِم العجلَ فخرج بهم فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ الزلزلةُ الشديدةُ قال ابنُ عباسٍ لانهم لم يزايلوا قومَهُم حين عبدوا العجلَ قال وهم غيرُ الذين سألوا الرؤيةَ واخذتهم الصاعقةُ قَالَ موسٰى رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ اي قبلَ خروجي بهم ليعاين بنو اسراءيل ذلك ولا يتهموني وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا استفهامُ استعطافٍ اي لا تعذبنا بذنبِ غيرِنا اِنْ ما هِيَ اي الفتنةُ التي وقع فيها السفهاءُ اِلَّا فِتْنَتُكَ ابتلاؤك تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ اضلالَه وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ هدايتَه اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ اوجب لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حسنةً اِنَّا هُدْنَآ تُبْنَا اِلَيْكَ قَالَ تعالى عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ تعذيبَه وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ عمَّت كُلَّ شَيْءٍ في الدنيا فَسَاَكْتُبُهَا في الاخرةِ لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ محمدًا صلى الله عليه وسلم الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ باسمِه وصفتِه يَاْمُرُهُمْ

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ مَاحُرِّمَ فِيْ شَرْعِهِمْ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ مِنَ الْمَيْتَةِ وَنَحْوِهَا وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ ثِقْلَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الشَّدَائِدَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ كَقَتْلِ النَّفْسِ فِي التَّوْبَةِ وَقَطْعِ اَثَرِ النَّجَاسَةِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ مِنْهُمْ وَعَزَّرُوْهُ وَقَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اَيِ الْقُرْاٰنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا اِۨلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ الْقُرْاٰنِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ تَرْشُدُوْنَ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ جَمَاعَةٌ يَّهْدُوْنَ النَّاسَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ فِي الْحُكْمِ

ترجمہ:.......... (حق تعالیٰ نے فرمایا) جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی (معبود بنا کر) ان کے حصہ میں بہت جلد ان کے پروردگار کا غضب (عذاب) آئے گا اور وہ دنیا کی زندگی میں ذلت ورسوائی پائیں گے (چنانچہ عذاب کی صورت تو یہ ہوئی کہ انہیں خودکشی کا حکم دیا گیا اور ذلت تو قیامت تک ان پر سوار رہے گی) اور ہم (اللہ پر شرک وغیرہ کی) افتراء پردازیاں کرنے والوں کو اسی طرح کا بدلہ (جیسے ان کو ملا ہے) دیا کرتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے برے کام کئے پھر توبہ کرلی (برے کام سے باز آگئے) گناہ کرنے کے بعد اور ایمان لے آئے (اللہ پر) تو بلاشبہ تمہارے پروردگار اس (توبہ) کے بعد (ان کو) بخش دینے والے (ان پر) رحم کرنے والے ہیں اور جب موسیٰ کا جوش کم (دھیما) ہوا تو ان تختیوں کو (جنہیں پھینکا تھا) اٹھالیا اور اس کے نوشتہ میں (یعنی جو کچھ اس میں قلم بند یعنی لکھا ہوا تھا) رہنمائی تھی (گمراہی سے ہٹانے کی) اور رحمت تھی اپنے پروردگار سے ڈرنے والوں کے لئے (جو اللہ کا خوف کرتے ہیں اور الذین مفعول پر مقدم ہونے کی وجہ سے لام داخل کردیا گیا ہے) اور چن لئے موسیٰ نے اپنی قوم کے (یعنی اپنی قوم میں سے) ستر ۷۰ آدمی (جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ ان میں سے ستر ۷۰ آدمی اللہ کے حکم سے چھانٹ لئے) ہمارے ٹھہرائے ہوئے وقت میں حاضر ہونے کے لئے (یعنی جس وقت ہم نے ان سے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تاکہ وہ آکر اپنی گوسالہ پرستی سے عذر کرلیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ان کو ساتھ لے کر نکلے) پھر جب کہ لرزا دینے والی چیز کے جھٹکے نے انہیں آلیا (مراد زوردار زلزلہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ اس لئے ہوا کہ بچھڑے کی پوجا پاٹ کے زمانہ میں یہ لوگ اپنی قوم میں ہی پڑے رہے اور فرمایا کہ یہ ستر ۷۰ اشخاص ان لوگوں کے علاوہ ہیں جنہوں نے دیدار الٰہی کی درخواست کی تھی جس پر ایک کڑک نے انہیں پکڑ لیا تھا) تو (موسیٰ) عرض کرنے لگے۔ پروردگار! اگر آپ کو یہی منظور تھا تو اب سے پہلے ہی انہیں ہلاک کرڈالتے (ان کو میرے لانے سے پہلے۔ تاکہ بنی اسرائیل بھی دیکھ لیتے اور مجھ پر تہمت نہ لگاتے) اور خود مجھے بھی آپ ختم کرڈالتے۔ پھر کیا ایک ایسی حرکت کی وجہ سے جو ہم میں سے چند بے وقوف کر بیٹھے ہیں۔ ہم سب کو ہلاک کردیں گے (یہ استفہام رحمت کو جوش دلانے کے لئے ہے یعنی بھلا کہیں دوسروں کے گناہ میں ہمیں آپ تھوڑا ہی پکڑیں گے) یہ محض (یعنی وہ فتنہ جس میں یہ بیوقوف لوگ پڑ گئے) آپ کی طرف سے ایک امتحان (آزمائش) ہے آپ جسے چاہیں (بھٹکانا) بھٹکادیں اور جسے چاہیں (راہ دکھانا) راہ دکھادیں۔ آپ ہی ہمارے والی ہیں۔ پس ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے۔ آپ سے بہتر بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں بھی ہمارے لئے اچھائی لکھ دیجئے (مقرر فرمادیجئے) اور آخرت میں بھی (اچھائی) ہم آپ کی طرف رجوع (توبہ) کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میرے عذاب کا حال یہ ہے کہ جسے چاہتا ہوں (عذاب دینا) دیتا ہوں اور رحمت کا حال یہ ہے کہ (دنیا

کی) ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ پس میں (آخرت میں) ان لوگوں کے لئے رحمت ضرور لکھ دوں گا۔ جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں جو رسول، نبی امی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جن کے ظہور کی خبر اپنے یہاں تورات، انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں (مع آپ ﷺ کے نام نامی اور خوبیوں کے) وہ انہیں نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ پاکیزہ چیزیں ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں (جو ان کی شریعتوں میں حرام تھیں) اور گندی (مردا سر وغیرہ) چیزیں ان پر حرام فرماتے ہیں اور نجات دلاتے ہیں اس بوجھ (وزن) کی چیز سے جس کے تلے وہ دبے ہوئے تھے اور ان پھندوں سے نکال دیں گے جن میں وہ گرفتار تھے (جیسے توبہ کے سلسلہ میں خودکشی کرنا اور ناپاکی کے اثر کو کاٹ پھینکنا) سو جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں (ان میں سے) اور ان کی حمایت (تائید) کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور (قرآن) کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگ پوری کامیابی پانے والے ہیں۔ آپ ﷺ فرما دیجئے (یہ خطاب ہے آنحضرت ﷺ کو) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جن کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی جلاتے ہیں، وہی مارتے ہیں۔ پس اللہ پر اور ان کے نبی امی پر ایمان لاؤ کہ وہ خود بھی اللہ اور ان کے کلمات (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی ...... پیروی کرو۔ تاکہ تم راہ رحمت پر آ جاؤ (ٹھیک چلنے لگو) اور موسیٰ کی قوم میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو (لوگوں کو) حق کے موافق ہدایت کرتی ہے اور اسی کے موافق (فیصلہ میں) انصاف بھی کرتی ہے۔

تحقیق وترکیب: .... **سکت.** یہ سکون سے استعارہ بالکنایہ ہے اور سکوت میں استعارہ تبعیہ ہے۔ کیونکہ سکون کو سکوت سے تشبیہ دی گئی ہے اور لفظ مشبہ بہ مشبہ میں بطور استعارہ لیا گیا ہے۔ اس لئے استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہوا اور چونکہ یہ غضب للہ تھا۔ اس لئے حلم کے خلاف یا بدخلقی نہیں ہوگا۔ **واختار** لفظ اختار، امر، امی، سمی، زوج، استغفر، صدق، دعا، حدث، انبا میں جار محذوف ہو کر یہ افعال خود متعدی ہوتے ہیں۔ **سبعین.** یہ بارہ خاندان تھے جن میں سے ہر خاندان کے چھ افراد تھے اس طرح کل بہتر ۷۲ اشخاص ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو آدمی کم ہونے کے لئے فرمایا۔ تو یوشع اور کالب بیٹھ گئے اور ستر ۷۰ باقی رہ گئے۔ کل بنی اسرائیل جو مصر سے آپ کے ساتھ نکلے تھے چھ ۶ لاکھ بیس ۲۰ ہزار تھے، جن میں بارہ ہزار کے علاوہ سب گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

بامرہ. اس کا تعلق اختار کے ساتھ ہے۔ یہ لوگ جب طور سینا کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بادل نے آ گھیرا۔ یہ سب سجدہ میں پڑ گئے۔ اور کلام الٰہی سنا تو کہنے لگے۔ لن نومن لك حتی نری اللّٰہ الخ اس پر یہ سانحہ پیش آیا۔ **لمیقاتنا.** بقول بغویؒ یہ وقت بچھڑے کی پوجا سے توبہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن زمخشریؒ کی رائے میں یہ وقت تورات دینے کے لئے طے ہوا تھا۔ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ مر گئے تھے۔ لیکن وہب کہتے ہیں کہ دہشت کی وجہ سے ان پر سکتہ طاری ہو گیا تھا اور یہ سرزنش اس بات پر تھی کہ اگرچہ بچھڑے کی پوجا میں یہ لوگ شریک نہیں ہوئے مگر وہاں سے ہٹے بھی نہیں۔ آخر کیوں جمے رہے۔

وایای. یہ بطور رضا بالقضا عرض کیا ہے ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی جرم لائق ہلاکت نہیں کیا تھا۔

السفھاء. اس سے مراد اگر بچھڑے کی پوجا کرنے والے ہیں تب تو ظاہر ہے کہ قوم کے سارے افراد نے ایسا نہیں کیا تھا۔ لیکن اگر دیدار الٰہی کی درخواست کرنے والے مراد ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ان سب ستر ۷۰ آدمیوں نے یہ درخواست نہیں کی تھی۔ بلکہ بعض نے کی ہوگی۔

الا فتنتك چنانچہ حق تعالیٰ نے قد فتنا قومك الخ کے ذریعہ پہلے ہی حضرت موسیٰ کو اس کے فتنہ ہونے کی اطلاع

دے دی تھی۔ کقتل النفس۔ اسی طرح بقول صاحب کشاف قتل کی سزا میں صرف قصاص واجب تھا۔ قتل خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ اس میں دیۃ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح خطاءً اگر کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تو اس کی سزا صرف ہاتھ پاؤں کا کاٹنا تھا۔ اسی طرح ناپاک بدن کی کھال اور کپڑے کو کاٹ دینا۔ اسی طرح مال غنیمت کو جلانا ضروری تھا اور جانور کے گوشت کے رگ پٹھے بھی حرام تھے۔ اسی طرح ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت۔ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے وقت یہود ٹاٹ پہنتے تھے اور ہاتھ گردنوں پر باندھ لیتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ گلے کی ہنسلی میں سوراخ کر کے اس میں رسی ڈالتے تھے اور آپ کو ستون سے باندھ کر عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ رات کو اگر کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اس کے دروازہ پر لکھا ملتا اور امام زاہدؒ فرماتے ہیں۔ کہ تہجد کی نماز ان پر فرض تھی اور زکوٰۃ چوتھائی مال کی دینی ضروری تھی اور بعض کے نزدیک ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں اور نماز صرف مسجد میں ادا کرنی ضروری ہوتی تھی اور روزہ کی راتوں میں بھی سوجانے کے بعد بیوی سے صحبت ناجائز تھی۔ اسی طرح پھر کھانا کھانے کی اجازت بھی نہیں رہتی تھی۔ اسی طرح صدقات کی قبولیت آگ میں جلانے سے ہوتی تھی اور ایک نیکی کا ثواب صرف ایک ہی ملتا تھا۔ دس نیکیاں نہیں تھیں۔ یہ تھی **علی الاختلاف الاقوال اصر و اغلال** کی تفصیل جس کو اسلام نے آ کر سہولت و آسانی سے تبدیل کر دیا۔

ربط و ﴿تشریح﴾:......... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے درمیان بطور جملہ معترضہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت واتباع کی تلقین فرمائی جارہی ہے۔ پہلے یہ کہا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ کی نشانیوں پر ایمان لائیں گے وہی رحمت کے سزاوار ہوں گے۔ اس لئے الذین یتبعون الخ سے سلسلہ بیان مخاطبین کی طرف پھر گیا ہے۔ یعنی اب جب کہ پیغمبر اسلام کی دعوت آشکارا ہوگئی ہے تو اہل کتاب کے لئے بھی رحمت الٰہی کی بخشش کا دروازہ کھل گیا۔ جو لوگ سچائی سے نشانیوں پر ایمان لائیں گے وہ فرمان الٰہی کے مطابق سعادت و کامرانی پائیں گے۔

آیت **یا ایھا الناس** سے تمام انسانوں کو عام خطاب ہے کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی اتباع کریں اور آیت **ومن قوم موسی الخ** سے نومسلم یہود کی تعریف ہے۔

دعوتِ اسلام کی تین خصوصیتیں:......... پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت کی یہاں تین خصوصیتیں بیان کی جارہی ہیں۔ ا۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں ۲۔ برائی سے روکتے ہیں۔ ۳۔ پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کے استعمال کو جائز اور ناپسندیدہ چیزوں کے استعمال سے روکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں اچھی ہیں انہیں جائز کیا ہے اور جو بری اور مضر ہیں ان سے روک دیا ہے اور جو بوجھ اہل کتاب کے سروں پر پڑ گیا تھا اور جن پھندوں میں وہ گرفتار ہوگئے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ ان سے نجات دلاتے ہیں۔

مذہب یہود کی دشواریاں:......... یہ بوجھ اور یہ پھندے کون سے تھے جن سے قرآن پاک رہائی دلاتا ہے؟ مذہبی احکام میں لوگوں کی پیدا کردہ بے جا سختیاں اور ناقابل عمل پابندیاں، سمجھ بوجھ سے باہر عقیدوں کا بوجھ، وہم پرستیوں کا ڈھیر، مذہب کے نام پر اندھی اور بے جا تقلید کی بیڑیاں، پیشواؤں کی پرستش کی زنجیریں۔ یہ بوجھل رکاوٹیں تھیں جنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے دل و دماغ جکڑ لئے تھے۔ لیکن نبی امی ﷺ نے ان سب سے نجات دلا کر سچائی کی ایسی اسہل اور شان راہ دکھائی جس میں عقل کے لئے کوئی پیچ اور عمل کے لئے کوئی بوجھ نہیں ہے۔

اور یہود پر جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔ فی نفسہ وہ چیزیں بری یا ناپاک نہ تھیں۔ بلکہ یہود کی شرارت و سرکشی ان کے حرام ہونے کا سبب بنی۔ اب آنحضرت ﷺ کے دور نبوت میں ان کی ذاتی اچھائی کی وجہ سے پھر ان کو حلال کر دیا گیا ہے۔

رسول عربی ﷺ کا اُمّی ہو کر ساری دُنیا کے لئے مُعلم بننا:............اور آنحضرت ﷺ کے امی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ معصوم اور کسیؐ کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی عمر بھر کسی سے لکھا پڑھا نہیں اور کسی کی شاگردی نہیں کی۔ گویا ساری عمر آپ ﷺ پیدائشی حالت پر رہے۔ جیسا کہ عرب کو بھی اسی معنی پر امی کہا جاتا ہے۔ بلکہ نحن امیون الخ سے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کا امتیازی نشان امی بتلایا۔ مگر اس کے باوجود پھر ساری دنیا کو دنگ کر دینے والے علوم وحقائق اور معارف ظاہر فرمانا دلیل ہے آپ ﷺ کے تلمیذ الرحمٰن اور رسول ﷺ خدا ہوں ہونے کی۔ نیاز امی ہونا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ کیونکہ بہت سے انبیاءؑ لکھے پڑھے ہوئے ہیں اور گو اس زمانہ میں تورات وانجیل میں کافی ردوبدل ہو چکا ہے۔ تاہم ان میں بھی آنحضرت ﷺ کے اوصاف اور آپ ﷺ کی بشارتیں موجود ہیں جو دلیل ہے۔ الــــذی یجدونہ الخ کے سچ ہونے کی۔

پچھلی آسمانی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کی طرح آپ کا نام نامی بھی موجود تھا:......
البتہ اگر بشارتوں کے سلسلہ میں علامات واشارات کافی نہ ہوں بلکہ آپ ﷺ کے نام نامی کی تصریح بھی ضروری سمجھی جائے تو کہا جائے گا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں آپ ﷺ کا نام نامی بھی ان آسمانی کتابوں میں ضرور ہوگا۔ ورنہ آپ ﷺ کے زمانہ کے علمائے تورات ضرور آپ ﷺ سے اس بارے میں کٹ حجتی کرتے۔ پس ان کا سن کر خاموش ہو جانا اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ ضرور اس وقت آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی موجود ہوگا۔ ردوبدل ہونے کی وجہ سے اگر چہ اب نہ رہا ہو۔

آپ ﷺ کی نبوت عامہ:............اور الناس میں بلحاظ عرف جنات بھی داخل ہیں۔ جیسے **فی صدور الناس من الجنة والناس**۔ میں داخل ہیں اور آنحضرت ﷺ کا ساری دنیا کے لئے نبی ﷺ ہو کر آنا قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

نبی اور رسول کا فرق:............اور نبی انسان کے ساتھ خاص ہے۔ صاحبِ کتاب ہو یا نہ ہو اور رسول۔ انسان اور فرشتہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا لفظ رسول عام ہوا اور یہاں دونوں لفظ لانے سے تاکید مقصود ہے۔ تورات وانجیل چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر مذہبی کتابیں سمجھی جاتی تھیں۔ اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ آنحضرت ﷺ کے متعلق بشارتیں زبور میں بھی تھیں۔

آیت کی جامعیت:............یہ آیت جوامع آیات میں سے ہے جس نے اسلام دعوت کی پوری حقیقت واضح کر دی۔ کہ پیغمبر اسلام ﷺ کسی خاص قوم اور ملک کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ تمام انسانی نوع کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کی یہ دعوت یکساں طور پر سب انسانوں کے لئے ہے اور یہ دعوت ایک خدا کے آگے سب کے سروں کو جھکا ہوا دیکھنا چاہتی ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے تمام کلمات وحی پر ایمان لانا چاہئے اور جب تمام کائنات ہستی میں ایک ہی خدا کی فرمانروائی ہے تو ضروری ہوا کہ اس کا پیغام ہدایت بھی ایک ہی ہو اور سب کے لئے ہو۔

لطائف آیات:............آیت ان الــذیـن اتـخـذوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی سزا میں کبھی دنیاوی ذلت ورسوائی

بھی حصہ میں آجاتی ہے۔

آیت رحمتی وسعت کل شئی سے اگرچہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ کفار کے لئے بھی آخر میں رحمت ونجات ہوجائے گی۔ لیکن اگلا جملہ فسا کتبھا الخ اس خیال کی تردید کررہا ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ فَرَّقْنَا بَنِیْ اِسْرَاءِ یْلَ **اثْنَتَیْ عَشْرَةَ** حَالٌ **اَسْبَاطًا** بَدَلٌ مِنْهُ اَیْ قَبَائِلَ **اُمَمًا** بَدَلٌ مِمَّا قَبْلَهٗ **وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ** فِی التِّیْهِ **اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ** فَضَرَبَهٗ **فَانْۢبَجَسَتْ** اِنْفَجَرَتْ **مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا** بِعَدَدِ الْاَسْبَاطِ **قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ** سِبْطٍ مِنْهُمْ **مَّشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ** فِی التِّیْهِ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ **وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی** هُمَا التَّرَنْجَبِیْنُ وَالطَّیْرُ السَّمَانِیْ بِتَخْفِیْفِ الْمِیْمِ وَالْقَصْرِ وَقُلْنَا لَهُمْ **كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْآ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ** ﴿۱۶۰﴾ وَ اذْكُرْ **اِذْ قِیْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ** بَیْتَ الْمَقْدِسِ **وَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا** اَمْرُنَا **حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ** اَیْ بَابَ الْقَرْیَةِ **سُجَّدًا** سُجُوْدَ اِنْحِنَاءٍ **نَّغْفِرْ** بِالنُّوْنِ وَبِالتَّاءِ مَبْنِیًّا لِلْمَفْعُوْلِ **لَكُمْ خَطِیْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ** ﴿۱۶۱﴾ بِالطَّاعَةِ ثَوَابًا **فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ** فَقَالُوْا حَبَّةٌ فِیْ شَعْرَةٍ وَدَخَلُوْا یَزْحَفُوْنَ عَلٰی اِسْتَاهِهِمْ **فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا** عَذَابًا **مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ** ﴿۱۶۲﴾ **وَاسْئَلْهُمْ** یَا مُحَمَّدُ تَوْبِیْخًا **عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ** مُجَاوِرَةً بَحْرَ الْقُلْزُمِ وَهِیَ اَیْلَةُ مَا وَقَعَ بِاَهْلِهَا **اِذْ یَعْدُوْنَ** یَعْتَدُوْنَ **فِی السَّبْتِ** بِصَیْدِ السَّمَكِ الْمَامُوْرِیْنَ بِتَرْكِهٖ فِیْهِ **اِذْ** ظَرْفٌ لِیَعْدُوْنَ **تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا** ظَاهِرَةً عَلَی الْمَاءِ **وَّیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ** لَا یُعَظِّمُوْنَ السَّبْتَ اَیْ سَائِرَ الْاَیَّامِ **لَا تَاْتِیْهِمْ** اِبْتِلَاءً مِنَ اللّٰهِ **كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ** ﴿۱۶۳﴾ وَلَمَّا صَادُوْا السَّمَكَ اِفْتَرَقَتِ الْقَرْیَةُ اَثْلَاثًا ثُلُثٌ صَادُوْا مَعَهُمْ وَثُلُثٌ نَهَوْهُمْ وَثُلُثٌ اَمْسَكُوْا عَنِ الصَّیْدِ وَالنَّهْیِ **وَاِذْ** عَطْفٌ عَلٰی اِذْ قَبْلَهٗ **قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ** لَمْ تَصِدْ وَلَمْ تَنْهَ لِمَنْ نَهٰی **لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا قَالُوْا** مَوْعِظَتُنَا **مَعْذِرَةً** نَعْتَذِرُ بِهَا **اِلٰی رَبِّكُمْ** لِئَلَّا تُنْسَبَ اِلٰی تَقْصِیْرٍ فِیْ تَرْكِ النَّهْیِ **وَلَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ** ﴿۱۶۴﴾ الصَّیْدَ **فَلَمَّا نَسُوْا** تَرَكُوْا **مَا ذُكِّرُوْا** وُعِظُوْا بِهٖ فَلَمْ یَرْجِعُوْا **اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا** بِالْاِعْتِدَاءِ **بِعَذَابٍۭ بَئِیْسٍ** شَدِیْدٍ **بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ** ﴿۱۶۵﴾ **فَلَمَّا عَتَوْا** تَكَبَّرُوْا **عَنْ** تَرْكِ **مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ** ﴿۱۶۶﴾ صَاغِرِیْنَ فَكَانُوْهَا وَهٰذَا تَفْصِیْلٌ لِمَا قَبْلَهٗ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا اَدْرِیْ مَا فُعِلَ بِالْفِرْقَةِ السَّاكِتَةِ

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَمْ تَهْلِكْ لِاَنَّهَا كَرِهَتْ مَافَعَلُوْهُ وَقَالَتْ لِمَ تَعِظُوْنَ الخ وَرَوَى الْحَاكِمُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ رَجَعَ اِلَيْهِ وَاَعْجَبَهُ **وَاِذْ تَاَذَّنَ** اَعْلَمَ **رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ** اَيِ الْيَهُوْدِ **اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ** بِالذُّلِّ وَاَخْذِ الْجِزْيَةِ فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَعْدَهُ بُخْتَ نَصَّرَ فَقَتَلَهُمْ وَسَبَاهُمْ وَضَرَبَ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ فَكَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلَى الْمَجُوْسِ اِلٰى اَنْ بُعِثَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَهَا عَلَيْهِمْ **اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ** لِمَنْ عَصَاهُ **وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ** لِاَهْلِ طَاعَتِهٖ **رَّحِيْمٌ﴿۱۶۷﴾** بِهِمْ **وَقَطَّعْنٰهُمْ** فَرَّقْنٰهُمْ **فِي الْاَرْضِ اُمَمًا** فِرَقًا **مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ** نَاسٌ **دُوْنَ ذٰلِكَ** الْكُفَّارُ وَالْفَاسِقُوْنَ **وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ** بِالنِّعَمِ **وَالسَّيِّاٰتِ** النِّقَمِ **لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴿۱۶۸﴾** عَنْ فِسْقِهِمْ **فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ** التَّوْرٰةَ عَنْ اٰبَائِهِمْ **يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى** اَيْ حُطَامَ هٰذَا الشَّيْءِ الدَّنِيِّ اَيِ الدُّنْيَا مِنْ حَلَالٍ وَحَرَامٍ **وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا** مَافَعَلْنَاهُ **وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ** اَلْجُمْلَةُ حَالٌ اَيْ يَرْجُوْنَ الْمَغْفِرَةَ وَهُمْ عَائِدُوْنَ اِلٰى مَافَعَلُوْهُ مُصِرُّوْنَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِي التَّوْرٰةِ وَعْدُ الْمَغْفِرَةِ مَعَ الْاِصْرَارِ **اَلَمْ يُؤْخَذْ** اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ **عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ** اَلْاِضَافَةُ بِمَعْنٰى فِيْ **اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا** عَطْفٌ عَلٰى يُؤْخَذْ قَرَءُوْا **مَا فِيْهِ** فَلِمَ كَذَبُوْا عَلَيْهِ بِنِسْبَةِ الْمَغْفِرَةِ اِلَيْهِ مَعَ الْاِصْرَارِ **وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ** الْحَرَامَ **اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴿۱۶۹﴾** بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ اَنَّهَا خَيْرٌ فَيُؤْثِرُوْهَا عَلَى الدُّنْيَا **وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ** بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ **بِالْكِتٰبِ** مِنْهُمْ **وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ** كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهٖ **اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ﴿۱۷۰﴾** اَلْجُمْلَةُ خَبَرُ الَّذِيْنَ وَفِيْهِ وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ اَيْ اَجْرَهُمْ وَاذْكُرْ **اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ** رَفَعْنَاهُ مِنْ اَصْلِهٖ **فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا** اَيْقَنُوْا **اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ** سَاقِطٌ عَلَيْهِمْ بِوَعْدِ اللّٰهِ اِيَّاهُمْ بِوُقُوْعِهٖ اِنْ لَمْ يَقْبَلُوْا اَحْكَامَ التَّوْرٰةِ وَكَانُوْا اَبَوْهَا لِثِقْلِهَا فَقَبِلُوْا وَقُلْنَا لَهُمْ **خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ** بِجِدٍّ وَاجْتِهَادٍ **وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ** بِالْعَمَلِ بِهٖ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۷۱﴾**

ترجمہ: .... اور ہم نے تقسیم کردیا (بنی اسرائیل کو بانٹ دیا) بارہ خاندانوں کو (یہ حال ہے) الگ الگ (یہ اثنی عشر سے بدل ہے مراد چھوٹے قبیلے ہیں) ٹکڑیوں میں (یہ اسباطاً سے بدل ہے) اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے (میدان تیہ میں) ان سے پانی مانگا کہ اپنی لاٹھی چٹان پر مارو (چنانچہ انہوں نے چٹان پر لاٹھی ماری) پس فوراً پھوٹ نکلے (بہہ پڑے) اس سے بارہ چشمے (قبیلوں کی تعداد کے مطابق) ہر ہر شخص نے (ان خاندان کے قبیلوں میں سے) معلوم کرلیا اپنے پانی پینے کا موقعہ۔ اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کردیا تھا۔ (میدان تیہ میں دھوپ کی گرمی سے) اور ترنجبین اور بٹیریں ان پر اتاری تھیں (من سے مراد ترنجبین گوند ہے اور سلویٰ سے مراد بٹیریں ہیں۔ لفظ سمانی بغیر تشدید میم کے اور بغیر مد کے ہے اور ہم نے انہیں اجازت دی کہ) نفیس چیزیں

جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا۔ خود اپنے ہاتھوں اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور (وہ زمانہ یاد کیجئے) جب بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ تم لوگ اس شہر (بیت المقدس) میں جا کر آباد ہو جاؤ اور جس جگہ سے چاہو کھاؤ پیو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ (ہمارا کام) توبہ ہے اور دروازہ (شہر) میں داخل ہونا جھکے جھکے (پستی کے ساتھ) ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے (نـغـفـر نون اور تا کی ساتھ ہے مجہول صیغہ سے) جو لوگ نیک کام کریں گے (فرمانبرداری کے ساتھ) انہیں اور زیادہ (اجر) دیں گے۔ لیکن پھر ان میں سے ظلم وشرارت کرنے والوں نے اللہ کی بتلائی ہوئی بات بدل کر ایک دوسری ہی بات بنا ڈالی۔ (چنانچہ بجائے حطة کے "حبة فی شعرة" کہنے لگے یعنی گیہوں کی بالوں میں غلہ کے دانے ہوں اور سرنگوں ہونے کی بجائے سرین کے بل گھسٹنے لگے) اس پر ہم نے ایک آسمانی آفت (عذاب) ان پر بھیجی اس ظلم کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے اور ان سے پوچھئے (اے محمد ﷺ! یہ پوچھنا بطور خفگی ہے) اس شہر کے بارے میں جو سمندر کے کنارے واقع تھا (بحر قلزم کے ساحل پر تھا یعنی ایلہ نامی بستی کے رہنے والوں پر کیا گزری ہے) جب کہ وہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حد سے باہر ہو جاتے تھے (پھلانگ جاتے تھے) ہفتہ کے دن (مچھلیوں کے شکار کا مشغلہ کر کے۔ حالانکہ اس روز اس کی ممانعت تھی) جب کہ (یہ یعدون کا ظرف ہے) ان کے پاس آ جاتی تھیں۔ ہفتہ کے روز پانی پر تیرتی ہوئی مچھلیاں (پانی پر نمایاں ہو کر) اور جب ہفتہ کا دن نہیں ہوتا تھا..... (ہفتہ نہیں مناتے تھے، ہفتہ کے دن کے علاوہ باقی دن مراد ہیں) تو پھر نہ آتیں (یہ اللہ کی طرف سے ایک طرح کی آزمائش تھی) اسی طرح ہم ان کی آزمائش کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے (مچھلی کے شکار میں بستی والوں کے تین حصے ہو گئے تھے۔ ایک تہائی لوگ شکار کھیلتے اور ایک تہائی حصہ لوگوں کا انہیں منع کرتا اور ایک تہائی افراد تو خود شکار کھیلتے اور نہ دوسروں کو منع کرتے) اور جب کہ (پہلے اذ پر اس کا عطف ہے) ان میں سے ایک جماعت نے (جو نہ خود شکار کھیلتی اور نہ دوسروں کو منع کرتی تھی ان لوگوں سے جو کھیلنے والوں کو منع کرتے تھے) کہا تم ایسے لوگوں کو نصیحت کیوں کئے جاتے ہو جنہیں یا تو اللہ ہلاک کر دیں گے یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا (کہ ہمارا وعظ ونصیحت) اس لئے ہے تا کہ تمہارے پروردگار کے حضور معذرت (عذر) کر سکیں (ورنہ کہیں برائیوں سے روکنے میں ہم کوتاہی کرنے والے نہ ٹھہریں) اور اس لئے بھی کہ شاید لوگ باز آ جائیں (شکار کرنے سے) پھر جب ان لوگوں نے وہ تمام نصیحتیں (وعظ) بھلائے (چھوڑے رکھیں جو انہیں کی گئی تھیں (اور باز نہ آئے) تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے مگر شرارت (سرکشی) کرنے والوں کو ایک سخت عذاب میں ڈال دیا۔ ان فرمانیوں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ پھر وہ اس بات میں حد سے زیادہ سرکش ہو گئے (مغرور ہو گئے) جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ بندر ہو جاؤ ذلت سے ٹھکرائے ہوئے (حقیر۔ چنانچہ وہ ایسے ہی بن گئے قلنا لهم یہ جملہ پہلے فلما عتوا الخ کی تفصیل ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ خاموش رہنے والی جماعت کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ لیکن عکرمہؒ کی رائے ہے کہ وہ لوگ ہلاک نہیں ہوئے۔ کیونکہ شکار کرنے والوں کی حرکتوں کو وہ اچھی نظروں سے نہیں دیکھا کرتے تھے اور کہتے تھے لم تعظون الخ اور حاکم ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی عکرمہؒ کی رائے پسند کرتے ہوئے اسی کو اختیار کر لیا تھا) اور جب کہ اعلان کر دیا تھا (بتلا دیا تھا) آپ کے پروردگار نے کہ وہ ان (یہودیوں) پر قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے ذلیل کر کے اور جزیہ لے کر چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان پر مسلط کر دیا۔ ان کے بعد بخت نصر کو جس نے ان کو قتل اور قید کر دیا تھا اور ان پر ٹیکس لگا دیئے تھے۔ جو آنحضرت ﷺ کے جلوہ افروز ہونے تک (مجوسیوں کو) برابر ادا کرتے رہے اور پھر آپ ﷺ نے بھی جزیہ مقرر فرمایا) حقیقت یہ ہے کہ آپ کے پروردگار (نافرمانوں کو) جلد ہی سزا دے دیتے ہیں اور ساتھ ہی وہ (فرمانبرداروں کو) بخشنے والے ہیں اور (ان پر) رحم کرنے والے بھی

ہیں اور ہم نے انہیں دنیا میں متفرق جماعتوں (فرقوں) میں بانٹ دیا (الگ الگ کر دیا) ان میں سے بعضے نیک ہیں اور نیک (لوگ) ان میں اور طرح کے ہیں (کافر وفاسق ہیں) اور ہم نے انہیں اچھی حالتوں میں (نعمت کے ساتھ) اور بری حالتوں میں (مصیبت کے ساتھ) رکھ کر دونوں طرح آزمالیا کہ شاید باز آجائیں (نالائقیوں سے) پھر ان کے بعد ایسے لوگ جانشین ہوئے کہ کتاب (تورات) کو تو (اپنے پہلوں سے) حاصل کیا وہ اس دنیائے حقیر کا مال متاع لے لیتے ہیں (یعنی اس کمینی دنیا کی معمولی بھی لے لیتے ہیں۔ حلال ہو یا حرام) اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو معافی مل ہی جائے گی (جو کارروائی ہم کر چکے ہیں) اور اگر کچھ مال متاع انہیں اسی طرح اور ہاتھ آجائے تو اسے بھی بلا تامل لے لیں (یہ جملہ حال ہے۔ یعنی ایسی حالت میں بھی مغفرت کی آس لگائے ہیں کہ اسی نالائقی کو پھر کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں۔ حالانکہ اتنے اصرار سے جرم کرنے کے باوجود کہیں تورات میں مغفرت کا وعدہ نہیں ہے) کیا ان سے (یہ استفہام تقریر وتاکید کے لئے ہے) کتاب میں عہد نہیں لیا گیا ہے (یہ اضافت فی کے ذریعہ ہو رہی ہے) کہ اللہ کے نام سے کوئی بات نہ کہیں بجز سچ کے۔ اور انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے (یوخذ پر اس کا عطف ہو رہا ہے اور قرء وا کے معنی میں ہے) جو کچھ اس کتاب میں ہے (پھر کیوں جھوٹ بول رہے ہیں۔ گناہ پر جماؤ کے ہوتے ہوئے اللہ کی طرف مغفرت کی نسبت کرتے ہیں) جو (حرام چیز سے) پرہیز کرتے ہیں ان کے لئے تو آخرت کا گھر کہیں بہتر ہے۔ کیا اتنی سی بات تمہاری عقل میں نہیں آتی (تا اور یا کے ساتھ یہ لفظ ہے کہ آخرت بہتر ہے۔ پس یہ آخرت کو دنیا سے بڑھا ہوا رکھیں) اور جو لوگ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں (تشدید اور تخفیف کے ساتھ یہ لفظ ہے ان میں سے) کتاب کے اور نمازوں کے پابند ہیں (جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی) ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اپنی اصلاح کرتے ہیں (یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔ اس میں اسم ظاہر بجائے ضمیر کے ہے اصل عبارت اجرھم تھی) اور (اس واقعہ کو یاد فرمایئے) جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر (یعنی جڑ بنیاد سے اسے اٹھا لیا تھا) ان کے اوپر سائبان کی طرح معلق کر دیا تھا اور انہیں گمان (یقین) ہو چکا تھا کہ اب ان پر گرا (آپڑے گا۔ کیونکہ اللہ نے انہیں اس کے گرنے کی دھمکی دے دی تھی۔ اگر انہوں نے تورات کے احکام نہ مانے اور پہلے وہ ان احکام کے دشوار ہونے کی وجہ سے ان کا انکار کر رہے تھے۔ لیکن پھر انہیں ماننا پڑا اور ہم نے انہیں حکم دے دیا کہ) یہ کتاب جو ہم نے تمہیں دی ہے مضبوطی (پوری کوشش) سے تھامے رہو اور جو کچھ اس میں بتلایا گیا ہے اسے اچھی طرح یاد رکھو (اس پر عمل کرو) جس سے توقع ہے کہ تم برائیوں سے بچ جاؤ گے۔

تحقیق وترکیب: .... الترنجبین. یہ ایک طرح کا میٹھا گوند صبح سے طلوع آفتاب تک شبنم کی طرح گرتا تھا۔

القریة. بعض کے نزدیک اریحا شہر ہے۔ اس صورت میں حضرت یوشع علیہ السلام کی زبانی یہ پیغام ہوگا۔ **حبة.** یا تو صرف حضرت موسیٰ کے جوش دلانے اور چڑھانے کو یہ ہذیان کیا ہوگا۔ اور یا کاشتکاری مرغوبات کا ذکر کیا ہے۔

ایلہ. مدین اور طور کے درمیان یہ شہر تھا اور یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا۔ ان میں یہ شکاریوں کو بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا۔ تین روز بعد پھر یہ مر گل گئے۔ البتہ منع کرنے والے محفوظ رہے اور جو نہ شکاریوں کے ساتھ رہے اور نہ منع کرنے والوں کے۔ ان کے بارے میں اختلاف ہے۔

معذرة. اس میں تین اعراب ہو سکتے ہیں۔ مگر مفعول لہ ہونے کی وجہ سے نصب اظہر ہے۔

کونوا. یہ تکوینی امر تھا۔ یعنی جلدی ہو جانے سے کنایہ ہے قولی حکم نہیں ہے۔ ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی۔ اب یہ کہ مکمل مسخ ہوا یا صرف معنوی؟ دونوں رائے ہیں۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک مسخ ہو کر ان کی نسل ختم ہو گئی تھی۔ لیکن بعض کہتے ہیں۔ ان کی نسل بعد میں بھی چلی ہے۔ بخت نصر۔ نصر ایک بت کا نام تھا۔ جس کے پاس یہ بچہ پڑا ہوا ملا۔ بخت کے معنی بندے کے ہیں یعنی

بندہ بت۔ ارمیا کے زمانہ میں یحییٰ بن زکریاؑ کی ولادت سے چار سو اکیس ۴۲۱ سال پہلے یہ عذاب الٰہی کی شکل میں نمودار ہوا۔

خلف. سکون لام کے ساتھ یہ شر کے موقعہ پر اور فتح لام کے ساتھ خیر کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے بولتے ہیں۔ **خلف سوء** اور **خلف صدق. حطام.** یعنی بہت گھٹیاں چیز۔

نتقنا الجبل. بعض نے اس سے طور مراد لیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نساء میں تصریح ہے اور بعض نے فلسطین کا کوئی پہاڑ لیا ہے اور بعض نے بیت المقدس کا پہاڑ لیا ہے۔ اس پہاڑ کے مسلط کرنے سے جبر اور تکلیف مالا یطاق کا شبہ نہ کیا جائے۔ بہرحال اس عذاب سے ڈر کر سجدے میں گئے۔ مگر اس طرح کہ ایک آنکھ اور رخسار زمین پر تھا اور ایک سے دیکھتے جاتے تھے کہ پہاڑ اٹھے ہے یا نہیں۔ جتنا جتنا پہاڑ اٹھتا۔ خود بھی اٹھتے جاتے۔ آج بھی یہود کی نماز اسی شان کی ہوتی ہے کہ بایاں رخسار زمین پر ہوتا ہے اور داہنا رخسار اوپر کی طرف۔

ربطِ آیات:............ ان آیات میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقیہ قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اسی ذیل میں مچھلی ماروں کا واقعہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ **واسئلهم الخ** سے بیان کیا جا رہا ہے اور پھر آگے چل کر آیت **قطعنا هم الخ** سے یہودیوں میں اچھے بروں کی تقسیم فرمادی۔ اس کے بعد آیت **فخلف الخ** سے آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے یہودیوں کو خطاب ہے۔ ان میں بھی اچھے بروں کی تفریق رہی ہے۔

شانِ نزول:............ آنحضرت ﷺ کے سامنے یہود نے یہ دعویٰ کیا کہ بنی اسرائیل اور ہمارے آباء واجداد نے کبھی کفر اور اللہ کی نافرمانی نہیں کی ہے۔ واقعہ ایلہ کو ہمیشہ چھپایا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ قصہ کسی کو معلوم نہیں ہے جس سے ان کے بڑوں پر حرف آتا ہے۔ چنانچہ جب یہ آیات نازل ہوئی تو سن کر حیران اور ہکا بکا رہ گئے اور بہت لاجواب ہوئے۔

﴿تشریح﴾:............ **نفسانی حیلہ بازی مذہب کے ساتھ ایک قسم کا آنکھ مچولی کھیل ہے:**............ بنی اسرائیل سچائی کے ساتھ دین کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے اور شرعی حیلے نکال کر ان سے بچنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ ہفتہ کا مقدس دن تعطیل اور مذہبی عبادت کا ہے اس دن شکار نہ کرو۔ لیکن ایک جماعت نے یہ حیلہ نکالا کہ سمندر کے کنارے گڑھے کھود لئے۔ جب سمندر کی طغیانی اور جوار بھاٹا کے بعد پانی اتر جاتا تو یہ لوگ گڑھے کے اندر کی مچھلیاں پکڑ لیتے اور کہتے یہ مچھلیاں خود آگئیں۔ شکار نہیں کی گئیں۔

نصیحت بہرحال مفید چیز ہے:............ گمراہوں کی ہدایت کی طرف سے کتنی ہی مایوسی ہو۔ لیکن اہل حق کا فرض ہے کہ نصیحت سے باز نہ رہیں۔ کیونکہ اول تو یہ ایک فرض ہے۔ جس کی ادائیگی میں نتیجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے کون کہہ سکتا ہے کہ ہدایت قطعاً مؤثر نہیں ہوگی؟ ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات لگ جائے اور اس کی ہدایت کا وقت آ گیا ہو۔ ایک وقت ہزاروں وعظ کام نہیں دیتے لیکن دوسرے وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی کلمہ سب کچھ کام کر دیتا ہے۔ اسی لئے **معذرة الیٰ ربکم ولعلهم یتقون** دو جملے بولے گئے ہیں کہ اللہ کے حضور معذرت کر سکیں اور شاید کہ لوگ مان جائیں اور باز آ جائیں۔ قرآن کریم کی بلاغت ملاحظہ ہو کہ ان دو جملوں میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو اس بارے میں کہا جا سکتا ہے۔

تاہم جب نصیحت کے کارگر ہونے کی کوئی صورت نہ رہے اور بالکل مایوسی ہو جائے تو پھر نصیحت کرنا واجب نہیں رہتا۔ البتہ

عالی ہمتی کا تقاضا پھر بھی یہی رہتا ہے کہ نصیحت کی جائے۔

چنانچہ ایلہ میں ناصحین یا تو عالی ہمتی پر عمل کر رہے تھے یا ان کو مایوسی نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن نصیحت اور شکار دونوں سے بچنے والوں کو مایوسی رہی ہوگی۔ اس لئے انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسی حالت میں نصیحت واجب نہیں اس کو چھوڑ بیٹھے۔ غرض کہ دونوں اپنی اپنی جگہ فرمانبردار رہے۔ ایک عزیمت کے درجہ میں دوسرے رخصت کے درجہ میں۔ اسی لئے حضرت عکرمہؒ نے جب ان دونوں جماعتوں کی نجات پر استدلال کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے پسند کر کے ان کو انعام عطا فرمایا۔

ظالم حاکم بھی عذاب الٰہی ہے:............ آیت اذ تاذن الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم پر ظالم حکمرانوں کا مسلط رہنا بھی خدا کا ایک عذاب ہے۔ ارشاد نبوی ہے[1] **اعمالکم عمالکم**۔ تمہارے اعمال ہی حکام کی شکل میں تم پر مسلط ہو جاتے ہیں اور آیت **قطعنا هم الخ** سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون الٰہی کے مطابق جب کوئی جماعت بدعملی اور فساد میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کا مہلک نتیجہ فوراً ظاہر نہیں ہو جاتا۔ بلکہ مسلسل آگے پیچھے مہلتیں ملتی رہتی ہیں۔ تاکہ اصلاح حال کا پورا موقعہ مل سکے اور اللہ کی حجت تمام ہو جائے۔ چنانچہ جب انہیں الگ الگ فرقوں میں کر کے ملک کے حصوں میں بانٹ دیا گیا تو ان کی قومی وحدت باقی نہیں رہی اور بنی اسرائیل چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گئے۔ یہ تباہی کی ابتداء تھی۔ تاہم ابھی نیک باتیں بالکل ختم نہیں ہوگئی تھیں۔ ہاں بعد میں جو نسلیں آئیں وہ عمل اور تلاش حقیقت سے کوری رہ گئیں۔ چنانچہ علمائے یہود کا یہ حال ہوگیا کہ دنیا کے حقیر فوائد کے لئے دین فروشی کر کے ناجائز باتوں کو جائز بنا لیتے اور سمجھتے کہ ہمارے لئے کوئی حرج نہیں۔ اللہ ہمیں بخش دے گا۔

جب کسی قوم میں عمل اور حقیقت کی روح باقی نہیں رہتی تو پھر وہ پیٹ بھر کر گناہ اور برائیاں کرتے ہیں اور عمل کی جگہ محض خوش اعتقادی کے بناوٹی سہاروں کے بل چلنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ یہود کا یہی حشر ہوا اور بدقسمتی سے کچھ یہی حال اب مسلمانوں کا ہوتا جا رہا ہے۔

علامہ زمخشریؒ کے اعتراض کا جواب:............ صاحب کشاف اور دوسرے معتزلہ نے آیت **وان یاتیهم الخ** پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہل سنت کا یہ اعتقاد کہ ''دائمی گنہگار مسلمان'' کی نجات ومغفرت ہو سکتی ہے۔ یہودیوں کے اس عقیدے سے ملتا جلتا ہے کہ ''گناہوں پر اصرار کرنے والے کی مغفرت ہو سکتی ہے'' اس لئے اہل سنت کا یہ عقیدہ صحیح نہیں بلکہ معتزلہ کا خیال صحیح ہے کہ کافروں کی طرح گنہگار مسلمان بھی بخشے نہیں جائیں گے۔

حاشا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں عقیدوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ یہود تو گناہوں کا استخفاف کرتے ہوئے مغفرت کا یقین رکھتے تھے اور اہل سنت گناہوں کو ہلکا اور معمولی سمجھ کر کرنے والوں کی مغفرت کا ہرگز عقیدہ نہیں رکھتے۔ ہاں جو گناہ کو برا سمجھ کر رہا ہے۔ اس کی نجات کی امید رکھتے ہیں اور وہ بھی ان کو سزا نہ ہونے پر یقین کرتے ہوئے نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ سزا کے بعد نجات یا بلا سزا ہی مغفرت ہو جائے۔ پس گویا یہود کے عقیدے سے دو طرح فرق ہوگیا۔ ایک استخفاف اور بلا استخفاف کے لحاظ سے دوسرے جزم ویقین اور احتمال کے اعتبار سے۔ یہود تو استخفاف کے ساتھ بھی مغفرت مانتے ہیں اور سزا کے بغیر ہی یقینی قطعی مانتے ہیں۔ لیکن اہل سنت صرف بلا استخفاف کے نجات کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ بھی احتمال عذاب کے ساتھ **فاندفع الاشکال**۔

---

[1] تمہارے اعمال تمہارے حکام ہیں ۱۲۔

لطائف آیات:............آیت اذ یعدون الخ سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام سے بچنے کے لئے حیلے بہانے کرنا نہایت برا ہے۔ البتہ جن حیلوں کو فقہاء نے اختیار کیا ہے وہ احکام سے بچنے کے لئے نہیں۔ بلکہ گناہوں سے بچنے اور احکام حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ آیت واذ قالت امۃ الخ سے معلوم ہوا کہ اصلاح کے باب میں مشائخ طریقت کا مذاق اسی طرح مختلف ہوتا ہے۔ بعض پہلی جماعت کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض دوسری جماعت کے۔ آیت و بلوناھم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کی طرح کبھی باطنی حسنات میں بھی آزمائش کی جاتی ہے مثلاً گناہوں کے ہوتے ہوئے ذوق، شوق اور وجد کی کیفیات کا پیش آنا کہ اس سے بہت سے اپنے کو حق پر ہونے کا دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ باطل پر ہوتے ہیں۔ پس گناہوں کے ہوتے ہوئے اس قسم کی حالت بسط کو ''استدراج'' کہا جائے گا۔

آیت فخلف الخ سے ان جھوٹے صوفیوں کی قلعی کھلتی ہے۔ جو دنیا کی شہوتوں اور نفس کی لذتوں پر پروانوں کی طرح گرتے ہیں اور کہتے ہیں واصل ہو جانے کے بعد یہ دنیا ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور ذکر نفی و اثبات سب آلائشوں کو صاف کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ کھلی گمراہی ہے۔

وَ اذْكُرْ **اِذْ** حِيْنَ **اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ ۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ** بَدَلُ اِشْتِمَالٍ مِمَّا قَبْلَهُ بِاِعَادَةِ الْجَارِ **ذُرِّيَّتَهُمْ** بِاَنْ اَخْرَجَ بَعْضَهُمْ مِنْ صُلْبِ بَعْضٍ مِنْ صُلْبِ اٰدَمَ نَسْلًا بَعْدَ نَسْلٍ كَنَحْوِ مَايَتَوَالَدُوْنَ كَالذَّرِّ بِنُعْمَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَنَصَبَ لَهُمْ دَلَائِلَ عَلٰى رُبُوْبِيَّتِهٖ وَرَكَّبَ فِيْهِمْ عَقْلًا **وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ** قَالَ **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** **قَالُوْا بَلٰى** اَنْتَ رَبُّنَا **شَهِدْنَا** بِذٰلِكَ وَالْاِشْهَادُ **اَنْ لَا تَقُوْلُوْا** بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ اَيِ الْكُفَّارُ **يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا** التَّوْحِيْدِ **غٰفِلِيْنَ** ﴿۱۷۲﴾ لَا نَعْرِفُهُ **اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ** اَيْ قَبْلَنَا **وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ ۢ بَعْدِهِمْ** فَاقْتَدَيْنَا بِهِمْ **اَفَتُهْلِكُنَا** تُعَذِّبُنَا **بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ** ﴿۱۷۳﴾ مِنْ اٰبَائِنَا بِتَاسِيْسِ الشِّرْكِ اَلْمَعْنٰى لَا يُمْكِنُهُمُ الْاِحْتِجَاجُ بِذٰلِكَ مَعَ اِشْهَادِهِمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَالتَّذْكِيْرُ بِهٖ عَلٰى لِسَانِ صَاحِبِ الْمُعْجِزَةِ قَائِمٌ مَقَامَ ذِكْرِهٖ فِي النُّفُوْسِ **وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ** نُبَيِّنُهَا مِثْلَ مَابَيَّنَّا الْمِيْثَاقَ لِيَتَدَبَّرُوْهَا **وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ** ﴿۱۷۴﴾ عَنْ كُفْرِهِمْ **وَاتْلُ** يَا مُحَمَّدُ **عَلَيْهِمْ** اَيِ الْيَهُوْدِ **نَبَاَ** خَبَرَ **الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا** خَرَجَ بِكُفْرِهٖ كَمَا تَخْرُجُ الْحَيَّةُ مِنْ جِلْدِهَا وَهُوَ بَلْعَمُ بْنُ بَاعُوْرَا مِنْ عُلَمَاءِ بَنِيْٓ اِسْرَاءِيْلَ سُئِلَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى مُوْسٰى وَمَنْ مَعَهٗ وَاُهْدِيَ اِلَيْهِ شَيْءٌ فَدَعَا فَانْقَلَبَ عَلَيْهِ وَانْدَلَعَ لِسَانُهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ **فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ** فَاَدْرَكَهٗ فَصَارَ قَرِيْنَهٗ **فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ** ﴿۱۷۵﴾ **وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ** اِلٰى مَنَازِلِ الْعُلَمَاءِ **بِهَا** بِاَنْ نُوَفِّقَهٗ لِلْعَمَلِ **وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ** سَكَنَ **اِلَى الْاَرْضِ** اَيِ الدُّنْيَا وَمَالَ اِلَيْهَا **وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ** فِيْ دُعَائِهٖ اِلَيْهَا فَوَضَعْنَاهُ **فَمَثَلُهٗ** صِفَتُهٗ **كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ** بِالطَّرْدِ وَالزَّجْرِ **يَلْهَثْ** يَدْلَعْ

لِسَانَهُ **اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ** وَلَيْسَ غَيْرُهُ مِنَ الْحَيْوَانَاتِ كَذٰلِكَ وَجُمْلَتَا الشَّرْطِ حَالٌ اَیْ لَا هِثًا ذَلِيْلًا بِكُلِّ حَالٍ وَالْقَصْدُ التَّشْبِيْهُ فِي الْوَضْعِ وَالْخِسَّةِ بِقَرِيْنَةِ الْفَاءِ الْمُشْعِرَةِ بِتَرْتِيْبِ مَابَعْدَهَا عَلٰى مَاقَبْلَهَا مِنَ الْمَيْلِ اِلَى الدُّنْيَا وَاتِّبَاعِ الْهَوٰى بِقَرِيْنَةِ قَوْلِهٖ **ذٰلِكَ** الْمَثَلُ **مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ** عَلَى الْيَهُوْدِ **لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ** ﴿۱۷۶﴾ يَتَدَبَّرُوْنَ فِيْهَا فَيُؤْمِنُوْنَ **سَآءَ** بِئْسَ **مَثَلًا الْقَوْمُ** اَیْ مَثَلُ الْقَوْمِ **الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ** ﴿۱۷۷﴾ بِالتَّكْذِيْبِ **مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ** ﴿۱۷۸﴾ **وَلَقَدْ ذَرَاْنَا** خَلَقْنَا **لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا** اَلْحَقَّ **وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا** دَلَائِلَ قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَصَرَ اِعْتِبَارٍ **وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا** اَلْاٰيَاتِ وَالْمَوَاعِظَ سِمَاعَ تَدَبُّرٍ وَاتِّعَاظٍ **اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ** فِيْ عَدَمِ الْفِقْهِ وَالْبَصَرِ وَالْاِسْتِمَاعِ **بَلْ هُمْ اَضَلُّ** مِنَ الْاَنْعَامِ لِاَنَّهَا تَطْلُبُ مَنَافِعَهَا وَتَهْرُبُ مِنْ مَّضَارِهَا وَهٰؤُلَاءِ يُقْدِمُوْنَ عَلَى النَّارِ مُعَانِدَةً **اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ** ﴿۱۷۹﴾ **وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى** اَلتِّسْعَةُ وَالتِّسْعُوْنَ الْوَارِدُ بِهَا الْحَدِيْثُ وَالْحُسْنٰى مُؤَنَّثُ الْاَحْسَنِ **فَادْعُوْهُ** سَمُّوْهُ **بِهَا وَذَرُوا** اُتْرُكُوا **الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ** مِنْ اَلْحَدَ وَلَحَدَ يَمِيْلُوْنَ عَنِ الْحَقِّ **فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ** حَيْثُ اِشْتَقُّوْا مِنْهَا اَسْمَاءً لِاٰلِهَتِهِمْ كَاللَّاتِ مِنَ اللّٰهِ وَالْعُزّٰى مِنَ الْعَزِيْزِ وَمَنَاتِ مِنَ الْمَنَّانِ **سَيُجْزَوْنَ** فِي الْاٰخِرَةِ جَزَاءَ **مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** ﴿۱۸۰﴾ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ **وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ** ﴿۱۸۱﴾ هُمْ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِيْ حَدِيْثٍ

ترجمہ:.......... اور (وہ وقت بھی لوگوں کو یاد دلا یئے) جب کہ (جس وقت) تمہارے پروردگار نے اولاد آدمؑ کی پشت سے (لفظ من ظهورهم بدل اشتمال ہے "من بنی ادم" سے حرف جار لوٹا کر) ان کی اولاد کو نکالا (آدم علیہ السلام کی اولاد، دراولاد کو ایک دوسرے کی پشت سے نکالا۔ جس ترتیب سے بعد میں ان کی پیدائش ہوئی چیونٹیوں کے نال کی طرح۔ نعمان میدان عرفہ کے دن اور پھر اپنی ربوبیت پر ان کے سامنے دلائل قائم کئے اور ان میں سمجھ پیدا کی) اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا (فرمایا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں (آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں) ہم سب گواہ ہیں (اس پر اور یہ اقرار و شہادت سب اس لئے ہوا تا کہ) تم سب یہ (نہ) کہہ سکو (یا اور تاء کے ساتھ دونوں جگہ یعنی کفار) قیامت کے دن کہ ہم تو اس (توحید) سے بالکل بے خبر تھے (ہم اس کو جانتے ہی نہیں) یا یہ کہہ بیٹھو کہ شرک تو ہم سے پہلے باپ دادوں نے کیا (جو ہم سے پہلے تھے) اور ہم ان کی نسل میں بعد کو پیدا ہوئے (لاچار ہم وہی چال چلے جس پر ہم نے پہلوں کو چلتے پایا) کیا پھر آپ ہم کو ہلاک کر ڈالے دیتے ہیں (عذاب دیتے ہیں) ان غلط راہ چلنے والوں کی وجہ سے (یعنی ہمارے باپ دادوں نے جو شرک کی بنیاد رکھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کی اپنی اقراری شہادت توحید کے بعد اس قسم کے بہانے بنانے کا موقعہ نہیں رہے گا اور پیغمبرؑ کی زبانی اس "عہد الست" کو یاد دلانا یہ دلی

یا دداشت کے قائم مقام ہے) اور ہم اسی طرح نشانیاں صاف صاف واضح کر دیا کرتے ہیں (اس عہد کی طرح ان آیات کو بیان کر دیتے ہیں تا کہ لوگ ان میں غور کریں) اور تا کہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں اور (اے محمد ﷺ!) ان لوگوں (یہود) کو اس شخص کا حال (کیفیت) پڑھ کر سنایئے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں۔ لیکن پھر وہ ان سے کورا ہی رہ گیا (یعنی وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس طرح ان نشانیوں سے صاف نکل آیا جیسے سانپ کینچلی سے سٹک آتا ہے اور وہ شخص بلعم بن باعور ایک یہودی عالم تھا۔ اس سے اس کے معتقدوں نے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں بددعا چاہی اور کچھ نذرانہ بھی پیش کیا۔ چنانچہ اس نے بددعا شروع کی۔ جس کی رجعت اسی پر ہوگئی اور خود اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ حتیٰ کہ زبان اس کی چھاتی پر لٹک آئی) پس شیطان اس کے پیچھے لگ لیا (اور اس سے گاڑھی چھننے لگی) نتیجہ یہ نکلا کہ گمراہوں میں سے ہوگیا اور اگر ہم چاہتے تو ان نشانیوں کی بدولت اس کا مرتبہ بلند کر دیتے (بڑے رتبہ کے علماء کے درجہ پر اسے پہنچا دیتے نیک عملی کی توفیق دے کر) لیکن وہ جھک گیا (مائل ہوگیا) دنیا کی طرف (اور اسی پر ریجھ گیا) اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے لگا (اس کی پکار پر۔ اس لئے ہم نے اسے پست کر دیا) تو اس کی مثال (حالت) کتے کی سی ہوگئی۔ اگر ڈانٹو ڈپٹو (دھمکاؤ چمکاؤ) جب بھی ہانپے (زبان باہر نکال دے) چھوڑ و تب بھی ہانپے (اس کے سوا کسی جانور کی ایسی حالت نہیں ہوتی۔ یہ دونوں جملے شرطیہ حال ہیں یعنی ہر حال میں ہانپتا کانپتا رہے گا اور اس مثال کا مقصد پستی اور ذلت میں تشبیہ دینا ہے اور اس کا قرینہ فا ہے جس میں اشارہ ہے کہ اس کے بعد اس کے پہلے مضمون یعنی ''دنیا کی طرف جھکاؤ اور ہوائے نفسانی کی پیروی'' پر مرتب ہے۔ جیسا کہ اگلے قول سے معلوم ہو رہا ہے) ایسی ہی مثال (یہی حالت) ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو یہ قصے لوگوں (یہودیوں) کو سنایئے شاید وہ کچھ سوچیں (ان میں غور کر کے ایمان لے آئیں) کیا ہی بری مثال ان لوگوں کی ہوئی۔ جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں۔ وہ اپنے ہاتھوں خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے (جھٹلانے کی وجہ سے) اللہ جسے ہدایت دیں۔ پس وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیں سو ایسے ہی لوگ تو گھاٹے ٹوٹے میں پڑتے ہیں اور کتنے ہی جن اور انسان ہیں جنہیں ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا (بنایا) ان کے پاس عقل تو ہے مگر اس سے (حق کی) سمجھ بوجھ کا کام نہیں لیتے اور آنکھیں ہیں مگر ان سے (اللہ کی قدرت کی دلائل عبرت کی آنکھ سے) دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان ہیں مگر ان سے (آیات اور نصیحتیں غور و عبرت کے کان سے) سننے کا کام نہیں لیتے۔ یہ لوگ (نہ بوجھنے، نہ دیکھنے، نہ سننے کے اعتبار سے) چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے (چوپاؤں سے بھی زیادہ کھوئے ہوئے کیونکہ وہ فائدہ کی چیزوں کی طرف لپک تو جاتے ہیں اور نقصان دینے والی چیزوں سے بھاگ تو کھڑے ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ محض عناد کی وجہ سے جہنم میں دھکیلے چلے جا رہے ہیں۔) ایسے ہی لوگ ہیں جو غفلت میں ڈوبے رہتے ہیں اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں (ننانوے ۹۹ نام جو حدیث میں آئے ہیں اور حسنی۔ احسن کا مؤنث ہے) سوتم ان ہی ناموں سے انہیں پکارو (نام لیا کرو) اور ایسے لوگوں سے تعلق ہی نہ رکھو (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) جو ٹیڑھا پن اختیار کرتے ہیں (یہ لفظ الحد اور لحد سے ہے یعنی حق سے کجی اختیار کرتے ہیں) اللہ کے ناموں میں (یعنی اللہ کے ناموں سے اپنے معبودوں کے لئے نام تجویز کرتے ہیں۔ مثلاً: کہتے ہیں اللہ سے لات اور عزیز سے عزی اور منان سے منات بنے ہیں) وہ وقت دور نہیں کہ آخرت میں) یہ اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے (یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہے جو دوسروں کو سچائی کی راہ دکھاتے اور سچائی ہی کے ساتھ ان میں انصاف بھی کرتے ہیں (اس سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

تحقیق وترکیب:............ **من بنی ادم.** جمہور مفسرینؒ کی رائے تو یہ ہے کہ تمام اولاد آدم کو حضرت آدمؑ کی پشت سے نکال کر اقرار لیا گیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر ان کے روبرو اقرار لیا گیا تھا اور مفسر علامؒ یہ صورت لے رہے ہیں کہ براہ راست حضرت آدمؑ کی اولاد کو ان کی پشت سے اور ان کی اولاد کی اولاد کو اولاد کی پشت سے۔ اسی طرح

اولا داور اولا د یہ سلسلہ چلا گیا۔ قیامت تک ہونے والی ساری نسل انسانی کو برآمد کر کے اقرار ربوبیت لیا گیا۔ گویا قرآن میں اولا د آدم کا ان کی پشت سے نکلنا ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف اولاد سے اولاد کی اولاد کے نکلنے کو ذکر کیا گیا ہے۔

باقی حضرت آدمؑ کی اولاد کا ان کی پشت سے برآمد ہونا اس حدیث مرفوع میں ہے[1] اخرج من صلبه كل ذرية ذرأها فنثرهم بين يديه كالذر ثم كلمهم قبلاً قال الست بربكم (عن ابن عباسؓ مرفوعاً)

اسی طرح ابن عمرؓ کی روایت ہے۔ اخذهم من ظهرهم. یا ابن عباسؓ کی دوسری روایت ہے۔[2] ثم ردهم في اصلاب اباء هم حتى اخرجهم قرناء بعدقرن.

غرض کہ ایک مضمون قرآن سے اور دوسرا احادیث سے ثابت ہو گیا۔ رہا یہ شبہ کہ قرآن میں ایک ہی مضمون کیوں بیان کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ جب اولا د آدم سے اولا د الاولاد کا نکلنا معلوم ہو گیا تو خود اولاد کا حضرت آدم سے نکلنا بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ ایسا ہی ہے کہ بٹوے میں روپے ہوں اور خود بٹوا جیب میں ہو تو جب بٹوا سے روپیہ نکالا جائے گا تو جیب سے بھی روپیہ کا نکلنا لازم آئے گا۔ یا کہا جائے کہ اولا د آدمؑ ہونے کے ناتہ سے سب کا آدمؑ کی نسبت سے نکلنا تو بالکل ظاہر و باہر تھا۔ اس لئے چھوڑ دیا۔ البتہ اولاد کی اولا د اور بعد کی نسلوں کا اپنے والدین سے نکلنا ذرا مخفی تھا۔ اس لئے صرف مخفی حصہ کو ذکر کر دیا اور واضح کو بیان نہیں کیا۔

پھر یہ عہد کہاں لیا گیا؟ بعض کہتے ہیں مکہ اور طائف کے درمیان۔ اور بعض وادی نعمان میں عرفہ کے نزدیک کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ ہندوستان کے ایک مقام وحبا میں لیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ اقرار کب اور کس وقت لیا گیا؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے اور بعض جنت میں داخل ہونے کے بعد اور بعض جنت سے نکلنے کے بعد کہتے ہیں۔ پھر جمہور کے نزدیک یہ اقرار اپنے حقیقی معنی پر ہے اور بعض کے نزدیک یہ تمثیلی کلام ہے کہ دلائل وحدانیت وربوبیت قائم کرنے کو اقرار لینے سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ اقرار بعض کے نزدیک صرف کافروں سے اور بعض کے نزدیک صرف مسلمانوں سے اور بعض کے نزدیک دونوں سے لیا گیا۔ مگر اس طرح کو مسلمانوں نے رغبت کے ساتھ اور کفار نے جبر کے ساتھ اقرار کیا۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ سب نے رغبت کے ساتھ اقرار کیا۔ مسلم و کافر کا فرق دنیا میں آ کر ہو گیا جنہوں نے اس کی پابندی کی وہ مسلم کہلائے اور جنہوں نے علم الٰہی کے مطابق اس عہد کی خلاف ورزی کی وہ کافر ہو گئے اور اس عہد کا یاد نہ رہنا مضر نہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین کی دعوت و تذکیر ہمیشہ جاری رہی جو اس یاد رہنے کے قائم مقام ہے، بلکہ عام طور پر یاد رہنا مفید نہ ہوتا، کیونکہ پھر انسان کے مکلف بنانے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا اور کمال درجہ ایمان بالغیب حاصل نہ ہوتا اور یوں لوگوں کے اطمینان کے لئے بعض خاص خاص اہل اللہ کو دنیا میں بھی اس نغمہ عہد الست کی آوازیں آتی رہی ہیں۔ جیسے حضرت علیؓ اور سہل بن عبداللہ التستریؒ سے منقول ہے یا جیسے کسی نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا کہ [3] "هل تذكره" تو فرمایا [4] "كانه الان في اذني" پس ان حضرات کی یادداشت ہے اور لفظ اخذ کے ماضی ہونے سے جو کچھ واقعہ کے ہونے پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اور شیخین کی حدیث "قد اردت منك اهون من ذلك قد اخذت في ظهر ابيك ادم ان لا تشرك بي فابيت الا ان تشرك بي" [5] سے عام تفسیر ہی کی تائید ہوتی ہے اور یہی معنی مناسب ہیں۔

---

[1] حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر ان کے سامنے چیونٹیوں کی طرح کھڑا کر دیا اور ان سے پوچھا "الست بربکم"؟ ۱۲۔

[2] پھر لوگوں کو اپنے باپ دادوں کی پشت میں واپس کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنے اپنے زمانہ میں پیدا فرماتا رہے گا۔ ۱۲۔

[3] کیا آپ کو وہ عہد یاد ہے؟ ۱۲

[4] گویا ابھی تک میرے کانوں میں اس کی گونج ہے۔ ۱۲

[5] میں نے اس سے بھی زیادہ آسان بات کا ارادہ کیا۔ میں نے تمہارے باپ آدمؑ کی پشت میں تم سے یہ عہد لیا تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا لیکن تم لوگوں نے شرک نہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ۱۲

اور بعض رسائل میں ہے کہ عہد لینے کے وقت انسانوں کی چار صفیں ہوگئی تھیں۔ پہلی صف میں وہ لوگ تھے جنہوں نے زبان اور دل سے اقرار کیا اور ان کی پیدائش و موت دونوں سعادت کے ساتھ ہوئیں۔ جیسے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ۔ دوسری صف ان لوگوں کی تھی جنہوں نے صرف دل سے اقرار کیا اور ان کی پیدائش شقاوت کے ساتھ اور وفات سعادت کی حالت میں ہوئی۔ جیسا خلفاء ثلاثہ اور تیسری صف ان لوگوں کی تھی جنہوں نے صرف زبانی اقرار کیا تھا۔ ان کی پیدائش سعیدانہ لیکن موت بدبختانہ ہوئی۔ جیسے ابلیس اور بلعم باعور اور چوتھی صف میں وہ لوگ تھے جنہوں نے نہ زبان سے اقرار کیا اور نہ دل سے۔ پیدائش و موت دونوں انکی بدبختانہ ہوئی۔ جیسے فرعون ودجال وغیرہ۔

قالوا بلیٰ. یہ پہلی نفی کے اثبات اور پہلے اثبات کی نفی کے لئے آتا ہے۔ اگر کہیں بلیٰ کی بجائے جواب میں **نعم** کہہ دیا جاتا تو یہ کلمہ کفر ہوتا۔ کیونکہ یہ لفظ پہلے کلام کی تاکید کے لئے بولا جاتا ہے۔ اثبات ہو یا نفی۔

وشهدنا. اگر یہ فرشتوں کی طرف سے تائیدی کلام ہے تب تو بلیٰ پر وقف کرنا چاہئے اور اگر انسانی کلام کا تتمہ ہو تو پھر بلیٰ پر وقف نہیں کرنا چاہئے۔

الاشهاد. یعنی یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے بتقدیر لام اور لائے نافیہ کے ساتھ اور یہ فعل محذوف کا مفعول لہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ **ای فعلنا ذلک کراهة ان تقولوا.** یا **اشهد** کا مفعول لہ ہوسکتا ہے۔ پھر شھدنا کو کلام الٰہی مانا جائے گا۔ **المعنی.** یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ کفار قیامت میں یاد نہ رہنے کا بہانہ نہیں کرسکیں گے۔ **والتذکیر.** یعنی اگر شرعی تکلیفات کا مدار صرف اسی عہد پر رکھا جاتا تب تو کسی درجہ میں عذر کی گنجائش تھی۔ مگر دعوت انبیاء کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جس سے تذکیر تازہ ہوتی رہی۔ اس لئے حجت پوری ہوگئی۔

اٰیٰتنا. یعنی پرانی کتابوں کا علم اور اسم اعظم کی طاقت عطا کی تھی۔ جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتا تو عرش تک نظر آجاتا اور بارہ ہزار طلبہ قلم و دوات سنبھالے اس کی مجلس میں شریک رہتے۔ بڑا ہی سیف زبان تھا کہ جو کہہ دیا وہی ہوگیا۔ حتیٰ کہ بعض کو اس کی نبوت تک کا شبہ ہوگیا۔ تاہم حضرت موسیٰ جیسے باخدا آویزش کا انجام بد دیکھ لیا۔ **فانقلب** حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے لئے کرنا چاہتا تھا بددعا مگر نکلتی تھی دعا اور اپنوں کے لئے کرنا چاہتا تھا دعا مگر نکلتی تھی بددعا۔ اس پر معتقدین نے ٹوکا بھی کہنے لگا کیا کروں بے اختیاری میں ایسا ہو رہا ہے چنانچہ غصہ میں زبان کو مروڑنا چاہا تو وہ باہر نکل کر چھاتی پر لٹک آئی۔

یلهث باب فتح سے ہے ولع لازمی اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ **ولع الرجل لسانه ودلع لسانه.** بمعنی اخرج و خرج۔ **بل هم اضل** یہ اضراب اور ترقی کلام صحیح ہے کیونکہ انسان کا ضرر رساں چیزوں کے عواقب جاننے کے باوجود پھر ادھر بڑھنا زیادہ گمراہی کا باعث ہے بہ نسبت جانوروں کے۔ کیونکہ وہ بے چارے نقصانات کے نتائج ہی سے واقف نہیں۔

وللّٰه الاسماء الحسنیٰ قرآن کریم میں یہ جملہ چار جگہ آیا ہے۔ (۱) اول یہاں (۲) دوسرے سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں **قل ادعوا اللّٰه الخ** (۳) تیسرے سورۂ طٰہٰ کے شروع میں **لا اله الا هو الخ** (۴) چوتھے سورۂ حشر کے آخر میں **البارئ المصور الخ**۔ اسماء الٰہیہ توفیقی ہیں یعنی شریعت نے جس لفظ کو جس طرح اللہ کے لئے بولنے کی اجازت دی ہے اس کی پابندی ضروری ہوگی۔ ادھر ادھر قیاس کی گنجائش نہیں ہوگی۔ مثلاً اللہ کو جواد تو کہیں لیکن سخی نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ جواد اور سخی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ اسی طرح رحیم تو بولا جائے گا لیکن رفیق نہیں کہہ سکتے۔ علیٰ ہذا عالم کہیں گے مگر عاقل نہیں کہا جائے گا۔ **وهو خادعهم** اور **ومکر اللّٰه** کے الفاظ اگرچہ قرآن میں آئے ہیں مگر دعا میں یا خادع یا مکار کہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اللہ سب چیزوں کا خالق ہے مگر **خالق القردة والخنازیر** کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ **وبه یعدلون** اس سے مراد علمائے دین ہیں پس معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کا اجماع حجت

نہیں۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تو ارشاد ہوتا کہ اس سے مراد تم لوگ ہو۔ جیسا کہ اس سے پہلے وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ میں یہود مراد ہیں۔

ربط آیات:............انبیاء علیہم السلام کی مسلسل واقعات کے ذیل میں رسالت و نبوت کا اچھی طرح اثبات ہو گیا۔ بلکہ توحید کا مسئلہ بھی واضح ہو گیا تھا۔ آیت واذاخـذ الـخ میں ان ہی دونوں مضمونوں کو ثابت کرنے کے لئے عام ارواح کے ایک ازلی عہد کو یاد دلاتے ہیں۔ جس میں اصل توحید کا اقرار ہوگا اور ساتھ ہی رسالت و نبوت کا اعتراف بھی۔ کیونکہ اس عہد کی اطلاع ہمیں تو نبیؑ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ نیز اس عہد کو دنیا میں بار بار یاد دلانے والے انبیاءؑ ہی ہوں گے۔ جن کی اطلاع بھی اسی عہد میں دی گئی تھی۔

آگے آیت واتـل عـلیهم الخ میں احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ایک قابل عبرت مثال بیان فرماتے ہیں۔ چونکہ حق واضح ہو جانے کے باوجود آنحضرت ﷺ کی قوم کا اختلاف محض عناد کی وجہ سے تھا۔ جس سے آپ کو رنج ہوتا تھا۔ اس لئے آگے آیت مـن یهـدی الـلـه میں آپ ﷺ کی تسلی کے لئے ارشاد ہوتا ہے اور کفار کی ایک قسم مشرکین بھی ہیں، جن کو اسلام کے تینوں بنیادی مسئلوں سے اختلاف رہا ہے۔ توحید، رسالت، قیامت۔ چنانچہ آیت ولـلّٰه الاسماء الحسنی الخ سے ختم نبوت تک ان ہی تینوں مضمونوں کا بیان آ رہا ہے۔ درمیان میں کچھ اور مناسب باتیں بھی آ گئی ہیں۔

شان نزول:............آنحضرت ﷺ کبھی یا اللہ کہتے اور کبھی یا رحمٰن کہہ کر اللہ کو یاد کرتے۔ اس پر مشرکین نے اعتراض کیا کہ دوسروں کو تو شرک سے منع کرتے ہیں اور خود دو خدا مانتے ہیں۔ کبھی اللہ کو پکارتے ہیں اور کبھی رحمٰن کو۔ ان کے اس اعتراض کے جواب میں آیت ولله الاسماء الحسنی الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:............اقرار ربوبیت کے بارے میں انسان کی فطری آواز بلیٰ اور تصدیق ہے:......

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اعتقاد انسان کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے فطری آواز بـلـٰـی یعنی تصدیق سے انکار نہیں ہے۔ پس کوئی انسان غفلت کا عذر کر کے یہ نہیں کہہ سکتا کہ باپ دادوں کی گمراہی سے میں نے بھی گمراہ ہو گیا ہوں کیونکہ انسان سے باہر گمراہی کے کتنے ہی موثرات جمع ہو جائیں مگر اس کی فطرت کی آواز کبھی دب نہیں سکتی۔ بشرطیکہ وہ خود اس کے دبانے کے درپے نہ ہو جائے اور اس کی طرف سے کان نہ بند کر لے:

الست از ازل ہمچناں شاں بگوش
بفر یاد قالوا بلیٰ درخروش

اس عہد کو یاد دلانے کے بعد یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ پیغمبروںؑ کو ہدایت انسان کو کوئی نیا پیام نہیں دیتی بلکہ وہ اس عہد الست کی صدائے بازگشت سے جو اول دن سے انسانی فطرت میں رکھ دی گئی تھی۔

حدیث میں چونکہ اس تمام انسانی نسل کا ننھی ننھی چوٹیوں کے نال کی طرح ہونا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ ان میں اتنی سمجھ پیدا کر دی گئی ہے جس سے وہ اللہ کو پہچان سکیں۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اتنے آدمی کھڑے کہاں ہوئے ہوں گے؟ یا ان میں عقل کہاں تھی؟ یا اتنے ننھے جسم میں عقل کیسے آ سکتی ہے؟ آخر چیونٹیوں میں اپنی ضروریات کی سمجھ کیسے ہوتی ہے۔ بلکہ جدید علم الحیوانات سے تو ان کے متعلق حیرت انگیز انکشافات ہو رہے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اسی فطری آواز کو ابھارتے ہیں:............اور گو یہ عہد عام طور پر یاد نہیں رہا لیکن پھر بھی اس کا یہ فائدہ کیا کم ہے کہ توحید کی تعلیم سے ایک فطری بات معلوم ہوتی ہے۔ اگر انصاف سے کام لیا جائے اور ضد نہ کی جائے تو فوراً توحید سمجھ میں آجاتی ہے اور عقل اس کو قبول کرلیتی ہے۔ پس ممکن ہے طبیعت کو ایسی مناسبت ہونا یہ اسی عہد کا اثر ہو، ورنہ عقل سلیم اتنی جلدی اس کو نہ مانتی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بھولا ہوا سبق دوبارہ کسی کو یاد دلا دیا جائے تو وہ نئے پڑھنے والوں کی نسبت جلد اس کو یاد ہو جاتا ہے اور طبیعت فوراً پکڑ لیتی ہے۔ کند ذہن اور ضدی آدمی کی دوسری بات ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً آ کر اس پیغام کو یاد دلایا۔

اسی لئے نہ تو صرف اس اقرار کو کافی سمجھا گیا اور نہ صرف دعوت انبیاء علیہم السلام پر اکتفاء کیا گیا بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تائید وتقویت کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں تدبیروں کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور اصل استعداد چونکہ اس عہد سے ہی پیدا ہوتی ہے اس لئے ان تقولو الخ کی حکمت بیان فرمانا بھی صحیح ہو گیا اور توحید کا تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی ان دیکھی ذات سے ہوتا ہے اس لئے اسی کو اہم سمجھتے ہوئے اور فطرت سے قریب کرنے کے لئے صرف ربوبیت کا اقرار لیا گیا ہے اور کفار کو عذاب دیا جانا چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کی رو سے ضروری تھا، لیکن بلا اقرار لئے لوگ غفلت اور بے خبری کا عذر کر سکتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کرنے کے لئے پہلے سب سے اقرار کرالیا۔ پس اب یہ شبہ بھی نہیں رہا کہ جب عہد نہ لیا جاتا تو عذاب بھی نہ ہوتا۔

انسان کی طرح جنات سے بھی عہد الست لیا گیا:............البتہ جنات کا اس عہد میں شریک نہ ہونا؟ سو ممکن ہی نہ کئے گئے ہوں صرف انسان سے اقرار لیا گیا ہو اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے احکام کی طرح یہاں بھی وہ انسان ہی کے تابع اور ساتھ ہوں۔ اس لئے علیحدہ ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے۔

ہر زمانہ میں بلعم باعور کی طرح کے لوگ رہے ہیں:............آیت واتل الخ میں بطور تمثیل کسی شخص کا ذکر ہے؟ اس میں کئی رائیں ہیں۔ ثقیف کے نزدیک اس سے مراد عرب جاہلیت کا ایک حکیم شاعر امیہ بن عبداللہ ابی الصلت ثقفی ہے جو غیر معمولی ذکاوت وذہانت کا آدمی تھا۔ اہل کتاب کی صحبت میں رہنے سے خدا پرستی اور دینداری سے آشنا ہو گیا تھا۔ پس قدرتی طور پر اتباع حق کی سب سے زیادہ اس سے توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن جب اسلام کی روشنی پھیلی تو پیغمبر ﷺ کی اطاعت اس پر گراں گزری اور وہ اس لالچ میں پڑ گیا کہ میں خود عرب کا پیغمبر کیوں نہ ہوا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ حق پالینے کی جو توفیق ملی تھی وہ ضائع گئی اور نفس کی پیروی نے محروم ونامراد کر دیا اور انصار کے نزدیک اس سے مراد ابو عامر راہب ہے۔ جس کے لئے مسجد ضرار بنائی گئی تھی اور زیادہ مشہور قول وہی ہے جس کو جلال محقق نے لیا ہے۔ یعنی بلعم باعور۔ لیکن قتادہ کی رائے یہ ہے کہ کوئی معین شخص مراد نہیں ہے۔ بہر حال عموماً اور خصوصاً ان سب اقوال کو اگر جمع کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ جنہوں نے شروع سے حق قبول نہیں کیا یا قبول کرنے کے بعد پھر گئے دونوں اس میں داخل کرلئے جائیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

ایک نکتہ نادرہ:............دراصل پہلے انسان کے پیچھے شیطان لگتا ہے، اس کے بعد انسان اس کے نتیجہ میں گمراہ ہوتا ہے۔ پھر یہ گمراہی اور شیطانی تابعداری بڑھتے بڑھتے بالکل انسان کو ہدایت سے باہر نکال پھینکتی ہے۔ لیکن آیت میں چونکہ شیطان کا مطلق پیچھے لگنا مراد نہیں جو اولی درجہ ہے۔ بلکہ اس کی گاڑھی دوستی مراد ہے جو گمراہی کے بعد ہوتی ہے۔ اسی طرح گمراہی سے مراد بھی ابتدائی درجہ نہیں۔ بلکہ مرنے تک اس پر جماؤ مراد ہے۔ جو ہدایت سے خارج ہو جانے کے بعد کا درجہ ہے پس اب فانسلخ اور فاتبعہ اور فکان

من الغاوین میں فاء کی ترتیب کے لحاظ سے کوئی اشکال نہیں رہا۔

نیز ہدایت سے خارج ہو جانے کے بعد شیطان کے پیچھے لگ جانے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مطلق گناہ سے کامل طور پر شیطان مسلط نہیں ہوسکتا۔ اول اس کا تسلط ناقص رہتا ہے، لیکن جب انسان بلحاظ عمل کے بھی اور بلحاظ اعتقاد کے بھی ہدایت سے کورا ہو جائے، تب شیطان کا غلبہ مکمل ہوتا ہے۔ غرضیکہ آدمی اپنے ہاتھوں بگڑتا ہے۔

چند اعتراضات کے جوابات:............ اللہ تعالیٰ کا ارادہ چونکہ ہر چیز کا سبب ہوتا ہے، اس لئے مجازاً اس کی طرف نسبت کردی۔ ورنہ لو عمل بمقتضاھا کہنا چاہئے تھا۔ پس اب "لٰکنہ اخلد" کا مقابلہ بھی سمجھ میں آ گیا اور کفر پر اخروی ذلت و پریشانی تو خیر ظاہر ہے۔ لیکن دنیا میں بھی اہل حق کی سی عزت و راحت نصیب نہیں ہوتی۔ دل ٹٹولا جائے تو ذرہ برابر بھی اس میں شک نہیں رہتا اور فمثلہ کمثل الخ علم الٰہی کے اعتبار سے نہیں بلکہ شاید بندوں کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے اور یہاں کتے کا ہمیشہ ہانپنا بتلانا مقصود نہیں ہے تا کہ اعتراض کیا جائے کہ کتے ہمیشہ کہاں ہانپتے ہیں؟ بلکہ یا کتوں کی اکثری عادت کو ہمیشگی پر محمول کرلیا گیا ہے اور یا کہا جائے کہ دونوں شرطوں میں تشبیہ کو مقید کرنا اصل مقصد ہے۔

تکوینی اور شرعی غرض کا فرق:............ آیت ولقد ذرانا الخ میں اکثر انسان و جنات کی پیدائش کی غرض جہنم میں داخل ہونا۔ پس بتلایا گیا ہے کہ یہ تکوینی غرض ہے جو دوسری آیت وما خلقت الجن والانس الالیعبدون کے خلاف نہیں۔ کیونکہ وہاں پیدائش کی غرض عبادت کو بتلایا گیا ہے اور وہ شرعی غرض ہے۔ بہر حال یہ دونوں غرضیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

لطائف آیات:............ آیت واذاخذ الخ سے جو اقرار ازلی معلوم ہوا حضرت ذوالنون مصریؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابھی تک میرے کانوں میں وہی آواز گونج رہی ہے۔ آیت واتل علیھم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ربانی علماء کے درپے آزار ہونے والے نفسانی اور شیطانی علماء کا انجام بد بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ اہل حق کو باطل پرست جو آزار پہنچاتے ہیں انہیں اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔

اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک شر یعنی برے اخلاق سے خیر یعنی اچھے اخلاق کی طرف انسلاخ ہوتا ہے۔ جس کو فنا کہتے ہیں اور ایک انسلاخ خیر سے شر کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی مقامات اور درجات میں ترقی کرنے کے بجائے ان سے گر جائے اور جہاں سے شروع کیا تھا پھر وہیں آ رہے بلکہ اصل ایمان سے بھی گر جائے تو اس کو رجعت کہتے ہیں۔ جیسے شیطان اور بلعم باعور کی رجعت ہوئی۔

اور ولو شئنا لرفعنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلعم درجہ مشاہدہ تک نہیں پہنچا تھا، ورنہ مشاہدہ اور وصل کے بعد رجعت نہ ہوتی اور فناء کے بعد واپسی نہ ہوتی اور لٰکنہ اخلد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی راستہ ہی میں تھا اور مقامات کسب طے کر رہا تھا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ ولی جب تک دنیا میں ہے اس کو مامون نہیں ہونا چاہئے۔

آیت ولقد ذرانا الخ سے لفظاً تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے غفلت جہنم کی آگ کا سبب ہے، لیکن قیاس اور مشاہدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے غفلت دنیاوی حرص و طمع کی آگ میں گھسنے کا سبب بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ ذکر اللہ قناعت اور انوار الٰہیہ کے ساتھ جنت میں داخل ہونا سبب ہے۔

آیت لھم قلوب الخ سے معلوم ہوا کہ صوفیاء جن لطائف کو مانتے ہیں وہ صحیح ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا الْقُرْاٰنِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ نَاْخُذُهُمْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا مِّنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اُمْهِلُهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ شَدِيْدٌ لَايُطَاقُ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فَيَعْلَمُوْا مَابِصَاحِبِهِمْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ جُنُوْنٍ اِنْ مَا هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ بَيِّنُ الْاِنْذَارِ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ مُلْكِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَفِيْ مَاخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ بَيَانٌ لِمَا فَيَسْتَدِلُّوْا عَلٰى قُدْرَةِ صَانِعِهٖ وَوَحْدَانِيَّتِهٖ وَّ فِيْ اَنْ اَيْ اَنَّهٗ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ قَرُبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَيَمُوْتُوْا كُفَّارًا فَيَصِيْرُوْا اِلَى النَّارِ فَيُبَادِرُوْا اِلَى الْاِيْمَانِ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ اَيِ الْقُرْاٰنِ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ مَعَ الرَّفْعِ اِسْتِيْنَافًا وَالْجَزْمِ عَطْفًا عَلٰى مَحَلِّ مَا بَعْدَ الْفَاءِ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَتَرَدَّدُوْنَ تَحَيُّرًا يَسْئَلُوْنَكَ اَيْ اَهْلُ مَكَّةَ عَنِ السَّاعَةِ الْقِيَامَةِ اَيَّانَ مَتٰى مُرْسٰهَا قُلْ لَهُمْ اِنَّمَا عِلْمُهَا مَتٰى تَكُوْنُ عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا يُظْهِرُهَا لِوَقْتِهَآ اَللَّامُ بِمَعْنٰى فِيْ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ عَظُمَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ عَلٰى اَهْلِهَا لِهَوْلِهَا لَاتَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ فُجَاءَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ مُبَالِغٌ فِي السُّوَالِ عَنْهَا ؕ حَتّٰى عَلِمْتَهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَاكِيْدٌ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهٗ تَعَالٰى قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا اَجْلِبُهٗ وَّلَا ضَرًّا اَدْفَعُهٗ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِّيْ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ مِنْ فَقْرٍ وَغَيْرِهٖ لِاِحْتِرَازِيْ عَنْهُ بِاِجْتِنَابِ الْمَضَارِ اِنْ مَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ بِالنَّارِ لِلْكٰفِرِيْنَ وَّبَشِيْرٌ بِالْجَنَّةِ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳ ۷ ۱۳

ترجمہ:.........اور جو لوگ ہماری آیات جھٹلاتے ہیں (مکہ کے وہ لوگ جو قرآن کو جھٹلاتے ہیں) ہم انہیں درجہ بدرجہ لئے جارہے ہیں (آہستہ آہستہ پکڑ رہے ہیں) اس طرح کہ انہیں خبر بھی نہیں۔ ہم انہیں ڈھیل (مہلت) دے رہے ہیں۔ بلاشبہ ہماری مخفی تدبیر بڑی ہی مضبوط ہے۔ (سخت ہے جس کا مقابلہ نہیں ہوسکتا) کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا؟ (یہ نہیں جانتے) کہ جن سے ان کا سابقہ ہے (محمد ﷺ) ان کو کچھ دیوانگی نہیں لگ گئی ہے (ذرا بھی جنون نہیں ہوا) وہ تو صاف صاف خبردار کرنے والے (کھلے طور پر عذاب سے ڈرانے والے) ہیں۔ پھر کیا یہ نظر اٹھا کر آسمان وزمین کی بادشاہی اور اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کو نہیں دیکھتے من شئی یہ لفظ ما کا بیان ہے۔ پس اس نظر وفکر سے ان کے بنانے والے کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر کیوں استدلال نہیں کرتے۔ اور اس بات میں غور کیوں نہیں کرتے کہ ممکن ہے ان کا وقت قریب آ گیا ہو (اور یہ کفر ہی کی حالت میں اگر مر گئے تو پھر جہنم میں داخل ہونا پڑے گا۔ لہٰذا ان کو ایمان کی طرف لپکنا چاہئے) پھر اس (قرآن) کے بعد اور کونسی بات ہوسکتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردیں تو پھر ان کے لئے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں (یا اور نون کے ساتھ مرفوع ہوتے ہوئے جملہ مستانفہ ہوجائے گا اور فا کے بعد محل پر عطف کرتے ہوئے اس پر جزم پڑھا جائے گا) ان کی گمراہیوں میں بھٹکنے کے لئے (کہ یہ حیران ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں) یہ (مکہ کے لوگ) آپ سے (قیامت کے) آنے والے وقت کی نسبت پوچھتے ہیں کہ آ کر وہ کب آئے

گا؟ آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ اس کا علم تو (کہ قیامت کب آئے گی) میرے پروردگار کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر (لام بمعنی فی ہے) ظاہر فرمائے گا۔ وہ بڑا ہی حادثہ ہوگا جو آسمان اور زمین (کے رہنے والوں) میں پیش آئے گا (اپنی ہیبت و دہشت کے لحاظ سے) وہ تم پر محض اچانک (دفعۃً) آپڑے گا۔ یہ لوگ تو آپ سے اس طرح پوچھ رہے ہیں کہ جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات (پوچھ تاچھ۔ چھان پھٹک) کر چکے ہیں (جس سے آپ کو پورا پتہ چل گیا ہے) آپ فرما دیجئے کہ یہ بات صرف اللہ ہی جان سکتے ہیں (یہ تاکید ہے) لیکن اکثر آدمی اس حقیقت سے انجان ہیں (کہ قیامت کا علم اللہ کو ہے) آپ کہہ دیجئے کہ میرا حال تو یہ ہے کہ میں خود اپنی جان کے لئے نفع (حاصل کرنا) اور نقصان (دفع کرنا) بھی اپنے قبضہ میں نہیں رکھتا۔ مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں۔ اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا (جو میرے سامنے نہیں) تو بہت سا نفع بٹور لیتا اور کوئی مصیبت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی (کیونکہ نقصانات سے بچنے کی وجہ سے میں اس مصیبت سے محفوظ رہتا) میں تو محض (کفار کو آگ سے) خبر کرنے والا اور ایمان لانے والوں کو (جنت کی) خوشخبری سنانے والا ہوں۔

تحقیق وترکیب:......... سنستدرجھم. عطاءؒ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ ہم ان سے اس طرح مکر کرتے ہیں کہ انہیں پتہ بھی نہیں ہوتا اور کلبیؒ کہتے ہیں کہ "ہم ان کے اعمال ان کی نظروں میں بھلے کر دیتے ہیں" اور ضحاکؒ کہتے ہیں کہ جب وہ کوئی تازہ گناہ کرتے ہیں تو ہم بھی ایک نئی نعمت دے دیتے ہیں اور سفیانؒ کہتے ہیں کہ نعمتوں کے تو ان پر ہم ڈھیر لگاتے ہیں مگر شکر کو بھلا دیتے ہیں۔

ای انه. یعنی یہ جملہ ماقبل پر عطف کرتے ہوئے محل جر میں ہے اور یہ ان مخففہ ہے جس کا اسم ضمیر شان ہے اور خبر عسیٰ ہے اور اقترب معمول ہے مرسھا اس میں استعارہ بالکنایہ ہے۔ قیامت کو جاری کشتی سے تشبیہ دے کر مشبہ کا ذکر لپیٹ دیا اور اس کے لوازم ارساء کا ذکر تخییل ہے اور ارساء نصر سے ٹھہرانے کے معنی ہیں۔

ولو کنت اعلم الغیب ۔اس سے علم غیب کو ثابت کرنا ایسا ہی ہے جیسے ماروں گھٹنا، سر لنگڑا یا ماروں گھٹنا پھوٹے خیر آباد کی مثال ہے۔

لاستکثرت. اگر کوئی شبہ کرے کہ ممکن ہے آپ عالم الغیب ہوں۔ البتہ نقصانات سے بچنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ غزوہ احد کی شکست کو آپ نے پہلے ہی بتلا دیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ پہلے سے اس کو جانتے تھے، مگر اس کے نقصانات کو دفع نہیں کر سکتے؟ جواب یہ ہے کہ شرط کے جزاء کو مستلزم ہونے کے لئے عقلی اور کلی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ استلزام بعض اوقات میں بھی ہو سکتا ہے۔

ربط آیات:......... پچھلی آیت سیجدون میں عذاب کی دھمکی دینے کے باوجود جواب تک عذاب واقع نہیں ہوا۔ والذین کذبوا میں اس کی وجہ بتلاتے ہیں اگلی آیت او لم یتفکروا میں رسالت کا بیان ہے اس کے بعد آیت اولم ینظروا میں توحید کے متعلق غور کرنے کو فرماتے ہیں جس میں استدلال کی طرف اشارہ ہے اور موت کو یاد دلاتے ہیں۔ جس سے آخرت کے عذاب کی مشروعیت ہو جائے گی پھر آیت من یضلل اللہ میں آنحضرت ﷺ کی تسلی کا مضمون ہے اور یسئلونک میں تیسری بات یعنی قیامت کو ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول:......... حضرت قتادہؒ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر ایک ایک قبیلہ کو پکارا اور

انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ ان صاحب کو جنون ہو گیا ہے اس پر آیت اولم یتفکروا نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: **اللہ کا قانونِ امہال**:.......... آیت والذین کذبوا میں اللہ کے قانون امہال کا ذکر ہے جس میں مفسدین مکہ کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ جزائے عمل کا قانون ان کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اس نتیجہ پر پہنچ کر رہیں گے جو سرکشی اور نافرمانی کا لازمی نتیجہ ہے چونکہ ان لوگوں کو دنیا ہی میں بدترین سزا دینی منظور تھی۔ اس لئے ایک دم فوراً مواخذہ نہیں کیا گیا۔ ورنہ اس پکڑ کے بعد نافرمانی آگے نہ بڑھتی اور وہ پوری اور آخری سزا کے مستحق نہ ہوتے اس لئے سزا کے اس مقررہ نشانہ پر پہنچانے کے لئے ان کو کھانے۔ پینے کھیلنے کودنے کی مہلت دے دی گئی ہے تا کہ ان کی حرکتیں بھی بڑھتی رہیں اور ہمارے قانون کا شکنجہ بھی آہستہ آہستہ کستا چلا جائے۔ اس طرح کہ پھر ہماری گرفت سے باہر نکلنے کی کوئی صورت ان کے لئے باقی نہ رہ جائے۔ یہی حاصل ہے استدراج کا۔

آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی خود ایک بڑا معجزہ ہے:.......... آیت اولم یتفکروا کا حاصل یہ ہے کہ حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ مجنون اور دیوانہ کہا گیا ہے۔ لیکن مکہ کے لوگ فکر ونظر سے کام لیتے تو پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی جوان ہی میں پیدا ہوئے ان ہی میں رہے سہے ان کے لئے سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی۔ آپؐ کے دوسرے معجزات جن میں قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے یہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن آپؐ کے عادات واطوار اور پاکیزہ زندگی کا ربانی انداز بھی ایک معجزہ ہے جس میں دوسرا کوئی ہرگز آپؐ کی برابری نہیں کر سکتا۔

آیت اولم ینظروا کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ تو دین حق تک پہنچانے والی دلیل کی فکر ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک ایک ایک ذرہ میں جلوہ گر ہے اور نہ ہی اس فکر میں مدد دینے والی چیز یعنی موت کی طرف ان کا دھیان ہے پھر ان پر ایمانی راہ کھلے تو کیوں کر کھلے۔

قیامت کا ناپا تلا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔.......... مکہ کے مشرکین تمسخر وانکار کی راہ سے پوچھتے تھے اگر سچ سچ قیامت آنے والی ہے تو کیوں نہیں بتلا دیتے کہ کب آئے گی جواب دیا جا رہا ہے اس وقت کا ٹھیک ناپ تول تو صرف اللہ کو معلوم دوسروں کو بتلانا کچھ مفید نہیں بلکہ ایک حد تک حکمت الٰہی کے خلاف ہے۔ لیکن اتنا جان لینا کافی ہے کہ جب آئے گی تو اچانک آئے گی ڈھنڈورا پیٹ کر نہیں آئے گی اور وہ اجرام سماویہ کا ایک بہت بڑا حادثہ ہوگا آیت **انما علمها عند ربی** اور حدیث **ما المسئول عنها باعلم من السائل** (جس طرح قیامت کا ٹھیک وقت سوال کرنے والا نہیں جانتا میں بھی نہیں جانتا) سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا مقررہ وقت آپؐ کو بھی معلوم نہیں تھا پس جن روایات سے دنیا کی عمر سات ہزار برس ہونا معلوم ہوتا ہے اول تو وہ اس آیت قرآنی اور مذکورہ حدیث شیخین کے برابر تو کیا فی نفسہ بھی سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں۔ دوسرے ان کا مطلب ظن غالب کے ساتھ ایک تخمین اور اندازہ بھی ہوسکتا ہے پس اس لحاظ سے دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں۔

نفع ونقصان کے مالک نہ ہونے سے لازم آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے..........

آیت قل لا املك الخ کا حاصل یہ ہے کہ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ فلاں کام میرے لئے یقیناً فائدہ مند ہوگا۔ اس لئے اختیار کر لیتا اور فلاں چیز میرے لئے یقیناً مضر ہے اس لئے میں اس سے بچتا اور اب چونکہ علم غیب نہیں ہے اس لئے مفید ومضر

چیزوں کا علم اور ان کو اختیار کرنا اور ان سے بچنا تو بجائے خود بعض دفعہ معاملہ الٹا ہو جاتا ہے کہ مفید کو مضر اور مضر کو مفید سمجھ لیا جاتا ہے خلاصہ استدلال یہ نکلا کہ علم غیب کے لئے نفع اور نقصان کا مالک ہونا لازم ہے لیکن یہ مقدمہ ذکر میں پہلے ہو گیا اور لازم کہ پایا نہیں جاتا یہ مقدمہ ذکر میں پہلے نہیں ہے۔ غرض ان دونوں مقدموں سے ثابت ہو گیا کہ ملزوم یعنی علم غیب نہیں ہے اور یہی مطلوب ہے بہر حال منشاء یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد تکوینی چیزوں کا احاطہ کرنا نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسی چیزوں کا جاننا جن میں قیامت کی تعیین بھی داخل ہے نبی کے لئے ضروری نہیں ہے البتہ نبوت کا اصلی جو ہر شرعی چیزوں کا مکمل جاننا ہے سو وہ الحمد اللہ مجھے حاصل ہے اور آنحضرت ﷺ کا بشیر و نذیر ہونا اگر چہ تمام دنیا کے اعتبار سے ہے لیکن پھر مؤمنین کو خاص کرنا بلحاظ نفع کے ہے۔

پیغمبر کی اصلی حیثیت:............ دنیا میں انسان کی ایک عام گمراہی پہلے سے یہ چلی آ رہی ہے کہ جب کوئی انسان روحانی عظمت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو لوگ چاہتے ہیں اسے انسانیت اور بندگی کی سطح سے بلند کر کے دیکھیں۔ لیکن قرآن کریم پیغمبر اسلام ﷺ کی حیثیت ایسے صاف اور قطعی لفظوں میں ظاہر کرتا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے اس قسم کی گمراہی کا ازالہ ہو جائے جو دنیا اپنے پیشواؤں کو خدا اور خدا کا بیٹا بنانے کی خواہشمند تھی پیغمبر اسلام ﷺ اس سے اتنا بھی نہ چاہا کہ کاہنوں کی طرح وہ اسے غیب دان ہی تسلیم کر لے زیادہ سے زیادہ بات جو اپنی نسبت کہی وہ یہ تھی کہ میں انکار اور بدعملی کے نتائج سے خبردار کرنے والا اور ایمان و نیک عمل کی برکتوں کی بشارت دینے والا ایک بندہ ہوں اگر میں غیب دان ہوتا تو زندگی بھر مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی غرض مجھے کیا معلوم قیامت کب آئے گی۔

لطائف آیات:............ آیت قل لا املك الخ سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ مستقل قدرت اور علم محیط دونوں بجز خدا کے کسی میں پائی نہیں جاتیں بعض لوگوں کا اپنے پیروں کی نسبت ایسا گمان و اعتقاد رکھنا نری جہالت ہے۔

هُوَ اَیِ اللّٰهُ **الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ** اَیْ اٰدَمَ **وَّجَعَلَ** خَلَقَ **مِنْهَا زَوْجَهَا** حَوَّاءَ **لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ** وَیَاْلِفُهَا **فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا** جَامَعَهَا **حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا** هُوَ النُّطْفَةُ **فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ** ذَهَبَتْ وَجَاءَتْ لِخِفَّتِهٖ **فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ** بِكِبَرِ الْوَلَدِ فِیْ بَطْنِهَا وَاَشْفَقَا اَنْ یَّكُوْنَ بَهِیْمَةً **دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا** وَلَدًا **صَالِحًا** سَوِیًّا **لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾** لَكَ عَلَیْهِ **فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا** وَلَدًا **صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ** وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِكَسْرِ الشِّیْنِ وَالتَّنْوِیْنِ اَیْ شَرِیْكًا **فِیْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ** بِتَسْمِیَتِهٖ عَبْدَ الْحَارِثِ وَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا اِلَّا لِلّٰهِ وَلَیْسَ بِاِشْرَاكٍ فِی الْعُبُوْدِیَّةِ لِعِصْمَةِ اٰدَمَ وَرَوٰی سَمُرَةُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا وَلَدَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا اِبْلِیْسُ وَكَانَ لَا یَعِیْشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ سَمِّیْهِ عَبْدَ الْحَارِثِ فَاِنَّهٗ یَعِیْشُ فَسَمَّتْهُ فَعَاشَ فَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَحْیِ الشَّیْطَانِ وَاَمْرِهٖ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِیْبٌ **فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾** اَیْ اَهْلُ مَكَّةَ بِهٖ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْجُمْلَةُ مُسَبَّبَةٌ عَطْفٌ عَلٰی خَلَقَكُمْ وَمَا بَیْنَهُمَا اِعْتِرَاضٌ **اَیُشْرِكُوْنَ** بِهٖ فِی الْعِبَادَةِ **مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ** اَیْ لِعَابِدِیْهِمْ

نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ بِمَنْعِهَا مِمَّنْ اَرَادَ بِهِمْ سُوْءً مِنْ كَسْرٍ اَوْغَيْرِهٖ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّوْبِيْخِ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اَيِ الْاَصْنَامَ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اِلَيْهِ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ عَنْ دُعَائِهِمْ لَايَتَّبِعُوْهُ لِعَدَمِ سِمَاعِهِمْ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ مَمْلُوْكَةٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ دُعَاءَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ فِيْ اَنَّهَا اٰلِهَةٌ ثُمَّ بَيَّنَ غَايَةَ عَجْزِهِمْ وَفَضْلِ عَابِدِيْهِمْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ بَلْ اَ لَهُمْ اَيْدٍ جَمْعُ يَدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ بَلْ اَ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ بَلْ اَ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارٍ اَيْ لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ لَكُمْ فَكَيْفَ تَعْبُدُوْنَهُمْ وَاَنْتُمْ اَتَمُّ حَالًا مِنْهُمْ قُلِ لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ اِلٰى هَلَاكِيْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ تُمْهِلُوْنَ فَاِنِّيْ لَا اُبَالِيْ بِكُمْ اِنَّ وَلِيِّ َۦ اللّٰهُ يَتَوَلّٰى الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ بِحِفْظِهٖ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآاَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ فَكَيْفَ اُبَالِيْ بِهِمْ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اَيِ الْاَصْنَامَ اِلَى الْهُدٰى لَايَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ اَيِ الْاَصْنَامَ يَا مُحَمَّدُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ اَيْ يُقَابِلُوْنَكَ كَالنَّاظِرِ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ اَيِ الْيُسْرَ مِنْ اَخْلَاقِ النَّاسِ وَلَا تَبْحَثْ عَنْهَا وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ الْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ فَلَا تُقَابِلْهُمْ بِسَفَهِهِمْ وَاِمَّا فِيْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِيَّةِ فِيْ مَا الزَّائِدَةِ يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ اَيْ اَنْ يُصْرِفَكَ عَمَّا اُمِرْتَ بِهٖ صَارِفٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ جَوَابُ الشَّرْطِ وَجَوَابُ الْاَمْرِ مَحْذُوْفٌ اَيْ يَدْفَعُهُ عَنْكَ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ لِلْقَوْلِ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ بِالْفِعْلِ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ اَصَابَهُمْ طَيْفٌ وَفِيْ قِرَاءَةٍ طٰٓئِفٌ اَيْ شَيْءٌ اَلَمَّ بِهِمْ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا عِقَابَ اللّٰهِ وَثَوَابَهٗ فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ اَلْحَقَّ مِنْ غَيْرِهٖ فَيَرْجِعُوْنَ وَاِخْوَانُهُمْ اَيْ اِخْوَانُ الشَّيَاطِيْنِ مِنَ الْكُفَّارِ يَمُدُّوْنَهُمْ الشَّيَاطِيْنُ فِي الْغَيِّ ثُمَّ هُمْ لَايُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ يَكُفُّوْنَ عَنْهُ بِالتَّبَصُّرِ كَمَا يَبْصُرُ الْمُتَّقُوْنَ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ اَيْ اَهْلَ مَكَّةَ بِاٰيَةٍ مِمَّا اقْتَرَحُوْهُ قَالُوْا لَوْلَا هَلَّا اجْتَبَيْتَهَا اَنْشَاْتَهَا مِنْ قِبَلِ نَفْسِكَ قُلْ لَهُمْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَايُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ لَيْسَ لِيْ اَنْ اٰتِيَ مِنْ عِنْدِ نَفْسِيْ بِشَيْءٍ هٰذَا الْقُرْاٰنُ بَصَآئِرُ حُجَجٌ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا عَنِ الْكَلَامِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ نَزَلَتْ فِيْ تَرْكِ الْكَلَامِ فِي الْخُطْبَةِ وَعُبِّرَ عَنْهَا بِالْقُرْاٰنِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَيْهِ وَقِيْلَ فِيْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ مُطْلَقًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ اَيْ سِرًّا تَضَرُّعًا تَذَلُّلًا

وَّ خِیْفَةً خوفًا منہ **وَّ** فوق السِّر **دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ** ای قصدًا بینھما **بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ** اوائل النھار واواخرہ **وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾** عن ذکر اللّٰہ **اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ** ای الملائکۃ **لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ** یتکبرون **عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ** ینزھونہ عما یلیق بہ **وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾** ای یخصونہ بالخضوع والعبادۃ فکونوا مثلھم

ترجمہ:.......... وہی (اللہ) ہے جس نے اکیلی جان (آدم) سے تمہیں پیدا کیا ہے اور اس سے اس کا جوڑا (حوا جورو) بنا دیا (پیدا کر دیا) (تا کہ وہ اپنے جوڑے سے چین (اُنس) حاصل کر سکے پھر جب خاوند نے بیوی سے قرب کی (دونوں کا ملاپ ہوا) تو عورت کو حمل رہ گیا ہلکا سا (نطفہ کی ابتدائی حالت) جسے وہ لے کر چلتی پھرتی رہی (پیٹ ہلکا ہونے کی وجہ سے آنے جانے میں سہولت رہی) لیکن پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے (پیٹ میں بچہ بڑا ہونے کی وجہ سے اور میاں بیوی ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی جانور نہ ہو) تو میاں بیوی دونوں اپنے رب اللہ سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اگر آپ نے ہمیں نیک (صحیح سالم) اولاد عطا فرمادی تو ہم (آپ کے) بہت ہی شکر گزار ہوں گے پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ دے دیا تو وہ دونوں میاں بیوی اللہ کا شریک ٹھہرانے لگے (اور ایک قرأت میں لفظ شــر کــاء شین کے کسرہ اور تنوین کے ساتھ بھی ہے یعنی شــر یـکـاً) جو کچھ اللہ نے انہیں عطا فرمایا (بچہ کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ حالانکہ اللہ کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ عبادت میں شریک کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم ایک معصوم نبی تھے۔ نبی کریم ﷺ سے سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حواءؑ کی جب زچگی ہوئی تو شیطان ان کے گرد گھومنے لگا اور حضرت حواءؑ کا یہ حال تھا کہ ان کے کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ پس ان کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ اگر تم اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھ دو گی تو پھر یہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کر دیا اور وہ بچہ زندہ بھی رہ گیا۔ غرضیکہ یہ شیطان کے بہکانے اور کہنے سے ہوا تھا حاکم نے اس کو روایت کر کے اس کی تصحیح کی ہے امام ترمذی اس حدیث کو حسن غریب فرماتے ہیں) سو اللہ ان کے شرک سے پاک ہے (یعنی مکہ والوں کی بت پرستی سے اور یہ جملہ فتعـلی اللہ خلقکم کو پر عطف ہو کر مسبب ہے اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے) کیا یہ لوگ اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک (عبادت میں) ٹھیراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی نہ بنا سکیں اور خود ہی کسی کے پیدا کئے ہوئے ہوں۔ ان میں نہ تو اتنی طاقت کہ وہ ان کی (اپنے پجاریوں کی) کچھ مدد کر سکیں اور وہ خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے (جو ان کی توڑ پھوڑ کرنا چاہے وہ اس کو بھی روک نہیں سکتے اور استفہام توبیخ کے لئے ہے) اگر تم انہیں (بتوں کو) سیدھی راہ کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چل سکیں (لفظ لا یتبــعــو کــم تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں طرح ہے) اور تم انہیں پکار دیا (ان کے بلانے سے) چپ رہو دونوں حالتوں کا نتیجہ تمہارے لئے برابر ہے (تمہارا کہا نہ مان سکیں گے کیونکہ وہ سنتے ہی نہیں) واقعی تم اللہ کے سوا جن کی عبادت (بندگی) کرتے ہو وہ بھی تم جیسے ہی اللہ کے بندے (ملک) ہیں سو انہیں پکارو پھر دیکھیں کہ وہ تمہاری (پکار کا) جواب دیتے ہیں اگر تم سچے ہو (اس بارے میں کہ وہ تمہارے معبود ہیں پھر آگے بھی ان کے انتہائی عجز کو اور ان سے زیادہ ان کے پجاریوں کی فضیلت کو بیان فرمایا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے) کیا ان مورتیوں کے پیکر میں ہیں جن سے چلتی ہوں؟ یا ہاتھ ہیں (ایــد جمع یــد کی) جن سے پکڑاتی ہوں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتی ہوں؟ کان ہیں جن سے سنتی ہوں؟ (یہ استفہام انکار کے لئے ہے یعنی ان باتوں میں سے کوئی بات بھی ان میں نہیں پائی جاتی جو تم میں ہے پھر جب کہ تمہاری حالت ان سے کہیں درجہ بڑھی ہوئی ہے کیسے ان کی پوجا کر رہے ہو) ان سے کہو (اے محمد ﷺ!) کہ اپنے سب شرکاء کو پکار لو (میرے مٹانے کے لئے پھر خفیہ تدبیریں کر ڈالو اور مجھے ذرہ بھی مہلت نہ دو (بہر حال مجھے ذرہ

پھر بھی پرواہ نہیں ہے) یقیناً میرے مددگار تو اللہ ہیں (ایسے مددگار) جنہوں نے کتاب (قرآن) نازل فرمائی ہے اور وہی ہیں جو نیک لوگوں کی (حفاظت کرکے) مدد فرماتے ہیں تم اللہ کے سوا جنہیں پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ وہ اپنی ہی مدد کرسکتے ہیں (پھر مجھے ان کی کیا پرواہ) اگر تم ان (مورتیوں) کو سیدھے رستے بلاؤ تو کبھی تمہاری پکار بھی نہ سنیں۔ اور آپ ملاحظہ فرمائیں گے (ان مورتیوں کو اے محمد!) کہ وہ آپ ﷺ کی طرف تک رہی ہیں (یعنی دیکھنے والے کی طرح تمہارے سامنے ٹکٹکی باندھے ہوتی ہیں) حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتیں۔ درگزر سے کام لیجئے (یعنی لوگوں کے ساتھ سہولت برتیئے اور زیادہ کنج دکاؤ میں نہ پڑیئے) اور نیکی (بھلائی) کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارے ہوجایا کیجئے (ان کے سفلہ پن کا سامنا نہ کیا کیجئے) اور اگر (ان شرطیہ کے نون کا ما زائدہ میں ادغام ہورہا ہے) آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے (یعنی جس کام کا آپ کو حکم ملا ہے اس سے پھیرنے والی کوئی چیز پیش آنے لگے) تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے (یہ شرط کا جواب ہے لیکن امر کا جواب محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس وسوسہ کو آپ سے دور فرمادیں گے) بلاشبہ وہ خوب سننے والے ہیں (آپ کی بات) خوب جاننے والے ہیں (آپ کے کام) جو لوگ متقی ہیں جب ان کو چھوجاتا ہے (پیش آجاتا ہے) کوئی خطرہ (اور ایک قراءت طیف کی بجائے طـائـف ہے یعنی تکلیف دہ چیز) شیطان کی طرف سے تو یاد کرلیتے ہیں (اللہ کے عذاب وثواب کو) سو اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (حق ناحق کو دیکھ لیتے ہیں اور اس وسوسہ سے باز آجاتے ہیں) مگر جو لوگ شیطان کے بھائی بند ہیں (یعنی کفار جو شیطان کے بھائی ہیں) ان کو کھینچے لئے جاتے ہیں (یہ شیاطین) گمراہی میں۔ پھر وہ شیطان کے چیلے ذرا بھی باز نہیں آتے (غور وفکر سے کام لے کر رک جاتے جیسے کہ متقی رک گئے تھے) اور جب آپ ظاہر نہیں کرتے (ان مکہ والوں کے سامنے) کوئی (فرمائشی) معجزہ تو کہتے ہیں یہ معجزہ کیوں نہ پسند کرکے چن لیا (اپنی طرف سے کیوں نہ ظاہر کردیا) آپ (ان سے) فرمادیجئے میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے (یہ میرے لئے ممکن نہیں کہ میں اپنے جی سے کوئی چیز گھڑ کے پیش کرسکوں) یہ (قرآن) دلائل کا خزینہ ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور یقین رکھنے والوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو کان لگا کرسنا کرو اور (بات چیت کرنے سے) چپ رہا کرو تاکہ اللہ کی مہربانی کے مستحق ہوسکو (یہ آیت خطبہ کے درمیان بات چیت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن خطبہ کی بجائے قرآن کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ خطبہ میں قرآن بھی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً قرآن کریم پڑھنے کے متعلق یہ حکم ہے) اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں (یعنی ذکر خفی) عجز (نیاز) کے ساتھ ڈرتے ہوئے (اللہ کا ڈر دل میں رکھتے ہوئے) اور زبان سے بھی (ذرا زور سے) بغیر پکارے (یعنی درمیانی آواز کے ساتھ) صبح وشام ودن چڑھے اور دن ڈھلے) اور ان لوگوں میں سے مت ہوجانا جو (ذکر اللہ سے) غافل ہوتے ہیں۔ جو اللہ کے حضور میں ہیں (یعنی فرشتے) وہ کبھی بڑائی (تکبر) میں آکر ان کی بندگی سے نہیں جھجکتے۔ وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں (نامناسب چیزوں سے ان کی صفائی بیان کرتے ہیں) اور ان ہی کے آگے سربسجود ہوتے ہیں (یعنی صرف ان ہی کے آگے پستی اور بندگی کرتے ہیں اسی طرح تمہیں بھی ہونا چاہئے۔

تحقیق وترکیب:......... **جعل منها.** ضمیر مؤنث۔ نفس کی طرف لوٹتی ہے جس سے مراد آدمؑ ہیں لیکن لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں ضمیر مؤنث لائی گئی ہے اور یسکن میں معنی کا لحاظ کرکے نفس کی طرف ضمیر مذکر راجع ہے اور **الیهــا** کی ضمیر حضرت حواءؑ کی طرف اور تغشی کی ضمیر مستتر حضرت آدمؑ کی طرف اور ضمیر بارز حضرت حواءؑ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ آدمؑ وحواءؑ کی یہ قربت جو حمل کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے دنیا میں آنے کے بعد ہوئی اور جنت میں بغیر نطفہ وحمل تھی۔ **واشـفـقـا** اس قسم کے یہ سب خطرات شیطانی وسوسہ اندازی سے ہوئے۔

عبدالحارث. حارث شیطان کا نام تھا فرشتوں کے نزدیک۔ یہ نام رکھوا کر غیر اللہ کے توسل پر آمادہ کیا جو شرک خفی سمجھنا چاہئے۔ عبدالنبی اور عبدالرسول، بندہ حسن، بندہ علی، محمد بخش وغیرہ نام بھی اسی طرح کراہت سے خالی نہیں ہیں۔ حضرت آدمؑ کی پہلی اولاد کے نام عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ ہوتے تھے مگر زندہ نہیں رہتے تھے والجملة یعنی فتعلی اللّٰه مسبب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ هو الذی خلقكم من نفس واحدة فتعلى الله عما یشر كون۔ اس کا تعلق اگر آدمؑ وحواءؑ کے واقعہ سے ہوتا تو عمایشر کان آنا چاہئے تھا۔ اس تغیر عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق پہلے قصہ سے نہیں۔ اولاد آدمؑ کے شرکیہ اعمال کی طرف گفتگو کا رخ پھر گیا ہے اور حضرت آدمؑ وحواءؑ کا واقعہ ہی اگر مراد لیا جائے تب بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ لیکن شرک سے مراد شرک اسمی ہوگا۔

ان تدعوهم. ضمیر خطاب کفار کی طرف اور ضمیر نصب بتوں کی طرف راجع ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ضمیر خطاب رسول اور مؤمنین کی طرف اور ضمیر غائب کفار کی طرف راجع ہو۔

المعروف. معروف کہتے ہیں پسندیدہ فعل کو یا عقل وشرع کے نزدیک بہترین عادت کو۔

عن الجاهلین. اگر کفار مراد ہوں تو اعراض کے معنی ترک قتال کے لیتے ہوئے آیت کو منسوخ کہا جاسکتا ہے ورنہ اگر عوام مسلمین جو ضعیف الاسلام ہوں مراد لئے جائیں تو پھر آیت محکم رہے گی اور اعراض کے معنی نرمی اور درگذر کرنے کے ہوجائیں گے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم میں اس آیت کو مکارم اخلاق میں سب سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ ینزغنك. نزغ کے معنی چرواہے کا چوپاؤں کو ڈانٹنا ہیں۔ مراد وسوسہ ہے بطور تشبیہ کے۔ بظاہر خطاب اگرچہ آنحضرت ﷺ کو ہے مگر دوسرے لوگ مراد ہیں جو شیطانی اثر سے مغلوب رہتے ہیں۔

طائف. یہ طاف یطوف سے ہے یا طاف به الخیال یطوف طیفاً سے ہے اور ایک قراءت میں طیفاً ہے۔ نیز طائف بمعنی طیف بھی ہوسکتا ہے جیسے عافیۃ وعاقبۃ وغیرہ مصادر فاعل اور فاعلہ کے وزن پر آتے ہیں۔

لا یقصرون. ضمیر خوان کی طرف راجع ہے اذا قرئ القراٰن. جمہور صحابہؓ اس آیت کو مقتدی کے لئے مانتے ہیں لیکن جلال محققؒ اپنے مذہب کی رعایت سے اس کو خطبہ کے ساتھ مخصوص کر رہے ہیں۔ جیسا کہ سعید بن جبیرؒ عطاءؒ اور مجاہدؒ کی رائے ہے۔ حالانکہ خطبہ مدینہ طیبہ میں جمعہ کے ساتھ مشروع ہوا اور یہ آیت مکی ہے۔ اسی لئے یہ قول بعض کا ہے۔ حسنؒ زہریؒ نخعیؒ کا قول بھی یہی ہے اور بیہقیؒ نے تو امام احمدؒ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ اول قول جمہور کا ہے جس کو اپنے خلاف ہونے کی وجہ سے مفسر علامؒ نے قیل کے صیغہ تمریض سے بیان کیا ہے اور صاحب مدارک مطلقاً قراءت قرآن کے لئے مانتے ہیں۔ خواہ نماز کی صورت میں ہو یا خطبہ کی شکل میں اور یہی اصح رائے ہے۔ اس تیسری صورت کے اعتبار سے امام شافعیؒ کے نزدیک یہ سکوت کا حکم استحبابی ہوگا اور حنفیہؒ کے نزدیک وجوبی۔ امام شافعیؒ مقتدی کو نماز میں حدیث لا صلوٰة الا بفاتحة الكتاب کی رو سے قراءت فاتحہ کی اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ حدیث تو محکم ہے اور آیت محتمل المعانی. اس لئے دونوں میں تعارض نہیں بلکہ حدیث راجح ہے۔ حنفیہؒ کہتے ہیں اس حدیث کی طرح ایک دوسری حدیث بھی ہے[1] من كان له امام فقراءة الا مام قراءة له. پس ان دونوں روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ ایک قراءت حقیقی ہوتی ہے دوسرے قراءت حکمی۔ بحالت نماز امام تو سورۂ فاتحہ کی حقیقی قرات کرے گا۔ لیکن مقتدی اس آیت کی رو سے خاموش رہے گا۔ مگر حدیث من كان له امام الخ کی رو سے اس کا خاموش رہنا پڑھنے ہی کے حکم میں ہوگا۔ یعنی اس کو حکمی قراءت حاصل ہوگی۔ غرض کہ آیت کے محتمل المعنی ہونے کی وجہ سے امام شافعیؒ کی طرح حنفیہ بھی مسئلہ کا اثبات اس آیت سے نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ حدیث من كان له امام فقراءة الا مام قراءة له. کی رو سے امام کے پیچھے مقتدی کو پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔

---

[1] جو نمازی امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہوگا ۱۲۔

امام کی طرح اگر مقتدی بھی حقیقۃً قراءت کرے گا تو اول تو حدیث[1] مالی انازع فی القران کے خلاف لازم آئے گا دوسرے اسے صرف سورۂ فاتحہ ہی پر بس نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ امام مالک کی حدیث[2] لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وسورۃ معھا کی رو سے امام کی طرح مقتدی کو سورت بھی پڑھنی چاہئے۔ حالانکہ امام شافعیؒ اس کو نہیں مانتے۔

دون الجھر. سری قراءت یہ ہے کہ نہ خود سنے نہ دوسرا۔ اور جہری یہ کہ دور کا آدمی بھی سن لے اور درمیانی قراءۃ یہ کہ پاس کا آدمی سن لے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ سری اور جہری میں جب کوئی واسطہ نہیں '' کیونکہ سری کہتے ہیں جو خود نہ سن سکے اور جہری کے معنی یہ ہیں کہ جو دوسرا سن لے خواہ دور کا ہو یا پاس کھڑا ہو۔'' تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیانی پڑھنے کی صورت پھر کیا ہوگی؟ شبہ کے دفعیہ کی تقریر کا حاصل یہ ہوگا کہ واسطہ کا نہ ہونا فقہاء کی اصطلاح پر ہے اور یہاں وہ مراد نہیں ہے۔ بظاہر یہ حکم قراءت دعا، ذکر سب کو شامل معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ اس کو نماز کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ صبح و شام کے دونوں وقت چونکہ ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ ایک سو کر اٹھنے کا وقت ہے اور دوسرا سونے کی تیاری کا۔ اس لئے غفلت دور کرنے کے لئے ذکر مناسب ہوا۔ امام شافعیؒ **واذکر ربک فی نفسک** سے مقتدی کی سری قراءت کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اکثر کے نزدیک اس کے معنی یہ نہیں بلکہ دوسرے ہیں۔

ربط آیات:............ آیت **ھو الذی الخ** توحید کو ثابت کیا جا رہا ہے اور شرک کو مفصل اور مدلل طریقہ سے باطل کیا جا رہا ہے جس میں ممکن ہے مخالفین میں ہیجان پیدا ہوا اور وہ اصرار و انکار سے پیش آئیں۔ اس لئے آیت **خذ العفو الخ** سے نرم روی کا مشورہ دیا جا رہا ہے اور پھر بھی غصہ آ ہی جائے تو اللہ سے پناہ چاہ لیجئے اور جس طرح پچھلی آیت **اولم یتفکروا الخ** میں رسالت کو ثابت کیا گیا تھا۔ یہاں آیت **واذا لم تاتھم الخ** میں کفار کے شبہ کا رد کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے کفار آپ کی رسالت کا انکار کرتے تھے اور کسی دعویٰ کو ثابت کرنے کے یہی دو طریقے ہوا کرتے ہیں یا اپنے مدعا پر استدلال اور یا مخالف کی بات کا رد اور لوگوں کے حق میں قرآن کا رحمت و ہدایت ہونا چونکہ خاموشی اور غور سے سننے پر موقوف ہے اس لئے **اذا قری الخ** سے اس کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔

آگے **اذکر ربک فی نفسک الخ** سے اس کو ذرا عام کر کے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ کا ذکر جس میں قرآن پڑھنا بھی داخل ہے ادب کے ساتھ ہونا چاہئے۔ جس کا منشاء وہی غور سے سننا ہے اس کے بعد خاتمہ سورۃ پر سورت کے تمام مضامین کی تائید و تاکید کے لئے **ان الذین الخ** سے طاعت و عبادت کا حکم دیا جا رہا ہے کہ فرشتوں کو جب مقربان بارگاہ ہوتے ہوئے اس سے عار نہیں تو پھر تمہیں کیا انکار ہے۔

شان نزول:............ ابن جریر اور ابن ابی حاتم مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے اس کا منشاء پوچھا؟ انہوں نے کہا۔ [3] **ان اللہ امرک ان تعفو عمن ظلمک وتعطی من حرمک. وتصل من قطعک.**

---

[1] نماز میں میرے پڑھنے سے کون ٹکراؤ کرتا ہے ۱۲۔

[2] سورہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کے بغیر پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی ۱۲۔

[3] اللہ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ظلم کرنے والے کو معاف فرمادیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس کو بھی نوازا کریں اور آپ ﷺ سے جو رشتہ توڑے آپ ﷺ اس سے اچھا سلوک کیجئے ۱۲۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس مرسل روایت کے اور بھی شواہد ہیں اور ابن سعد سے ابن مردویہ کی روایت تو مرفوع ہے۔ غرض کہ یہ حکم تو غصہ آنے کے احتمال پر تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ اگر غصہ آ جائے؟ تو اس کے متعلق آیت اما ینزغنک الخ نازل ہوئی اور ایک انصاری صحابیؓ نماز میں آپ ﷺ کے پیچھے قرآن تلاوت کر رہے تھے۔ اس پر آیت اذا قرئ الخ نازل ہوئی اور سعید بن جبیرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اور ابوالشیخ بالواسطہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور عبداللہؓ بن مغفل کہتے ہیں کہ یہ آیت قراءت خلف الامام کے بارے میں اتری اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر دونوں ابو ہریرہؓ سے تخریج کرتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ نماز میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے زور سے پڑھتے تھے اور ابن جریرؒ ابن سعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ تشریح ﴾: .... **نام رکھنے میں شرک کا واقعہ حضرت آدمؑ کا ہے یا اولاد آدم کا؟**: .... جلال محققؒ نے امام ترمذی کی تحسین کی ہوئی اور حاکم کی تصحیح کی ہوئی روایت

کی وجہ سے اس قصہ کا تعلق حضرت آدم وحواء سے کیا ہے۔ لیکن بعض حضرات نے کچھ اشکالات کی وجہ سے اس قصہ کا انکار کیا ہے۔ رہی حدیث سو اس سے اس قصہ کا اس آیت کے لئے تفسیر لانا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس حدیث کا محمل اور ہے۔ باقی آیت کے ظاہری الفاظ سے اس کا سمجھ میں آنا اس لئے حجت نہیں کہ تغشاھا حملت الخ کی ضمیریں اگر بعینہ نفس واحدۃ اور زوجھا کی طرف نہ لوٹائی جائیں۔ بلکہ بطور صنعت استخدام یہ کہا جائے کہ یہ ضمیریں مطلق زوج اور زوجہ کی طرف لوٹ رہی ہیں تو نہ تفسیر میں کچھ تکلف کرنا پڑتا ہے اور نہ بعد والی آیت میں کوئی اشکال رہتا ہے۔

مشرکین کو توحید ربوبیت میں ٹھوکر نہیں لگی بلکہ توحید الوہیت میں ہمیشہ بھٹکتے رہے: .... بہر حال مشرکین اس گمراہی میں مبتلا تھے کہ اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں تو اللہ تعالیٰ سے التجائیں کرتے۔ لیکن جب مطلب حل ہو جاتا ہے تو اسے ان آستانوں اور معبودوں کی بخشش سمجھنے لگتے ہیں جو ان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ مصیبت کی بھنور میں پھنستے ہیں تو خدا کو پکارتے ہیں لیکن مصیبت ٹل جاتی ہے تو آپ بنائے ہوئے آستانوں پر نذریں چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان ہی کی بخشش سے ہمیں یہ دولت واولاد ملی ہے۔ الوہیت کے لئے ایک بالاتر ہستی کا اعتقاد خدا کے لئے ہونا چاہئے اگر کسی دوسری ہستی کو بھی اس میں شامل کیا گیا تو یہ شرک ہوگا۔ یہی مقام ہے جہاں پیروان مذہب کو ٹھوکر لگی ہے وہ توحید ربوبیت میں نہیں کھو گئے۔ کیونکہ خالق اور رب خدا ہی کو مانتے تھے۔ توحید الوہیت میں البتہ گمراہ ہوئے یعنی اپنی دعاؤں، منتوں، مرادوں کے لئے بہت سے آستانے بنا لئے۔

بتوں میں ان اعضاء کے نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ میں ان کا پایا جانا ضروری ہے۔ حالانکہ اللہ بھی ان سے پاک ہے؟ بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ میں کمالات فاعلی ہونے چاہئیں۔ بتوں میں ان کے مادی ہونے کی وجہ سے کمالات بھی مادی آلات اور اعضاء پر موقوف ہوں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ غیر مادی ہیں اس لئے ان کے کمالات بھی مادی نہیں ہوں گے۔

پہلے جملہ لا یستطیعون لھم نصرا الخ میں بتوں سے اپنی اور دوسروں کی مطلق مدد کرنے کی نفی کرنا ہے اور دوسری آیت لا یستطیعون نصرکم الخ میں دشمن کے مقابلہ میں اپنی اور دوسروں کی مدد نہ کر سکنا بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے ان دونوں آیتوں میں تکرار کا شبہ نہیں کرنا چاہئے اور بتوں میں یہ نقصانات اگرچہ بالکل کھلے ہوئے ہیں۔ لیکن پجاریوں کی حماقت ظاہر کرنے کے لئے

تفصیل کی گئی ہے اور مشرکین اگر چہ ان بتوں کو خدا کے برابر نہیں مانتے تھے تاہم مقصد احتجاج یہ ہے کہ کسی چیز کا معبود بننا خواہ بالعرض ہی کیوں نہ ہو ان کمالات پر موقوف ہے۔ پس جب یہ لازم یعنی کمال ہی نہیں تو ملزوم یعنی ان کی معبودیت کیسے صحیح ہوئی۔

شیطان کی وسوسہ اندازی انبیاءؑ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے:.......... آیت اما ینزغنک الخ سے عصمت انبیاء پر شبہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ نبی کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس سے گناہ نہیں کرا سکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ گناہ کی رائے بھی نہیں دے سکتا۔ آخر اگر کوئی کافر کسی نبی کے روبرو کفر بکنے لگے تو اس سے نبوت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہی حال شیطانی وسوسہ کا سمجھنا چاہئے کہ وہ جن کافر کی طرف سے ہوتا ہے اور ہمزاد اگر چہ ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے اور حدیث مسلم فلا یا مرنی الا بخیر کی رو سے آنحضرت ﷺ کا قرین آپ ﷺ کو کوئی بری رائے نہیں دیتا تھا۔ لیکن یہاں شیطان سے مراد عام مشہور معنی ہیں۔ چنانچہ وہ بھی کبھی آپ ﷺ کے سامنے آجاتا تھا۔ ایک بار تو آگ کا شعلہ لے کر آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے آیا تھا۔

آیت قل انما اتبع الخ کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی معجزہ ہونا چاہئے۔ اور معجزے معجزے سب برابر ہیں۔ اس میں کسی خاص معجزہ کی فرمائش کرنا بالکل مہمل بات ہے۔ سو اول تو یہ فرمائش بیہودہ۔ دوسرے غرض بھی صحیح نہیں کہ طلب حق اور اصلاح نفس ہو بلکہ محض کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔

نماز میں امام کے پیچھے مقتدیوں کے قرآن پڑھنے نہ پڑھنے کے متعلق شوافعؒ کی نسبت حنفیہؒ کا موقف زیادہ صحیح اور مضبوط ہے:.......... آیت واذا قرئ الخ کے شان نزول میں جو مختلف روایات ذکر کی گئی ہیں ان کا حاصل یہ سات قول نکلتے ہیں:۔

۱۔ امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا ۲۔ امام کے پیچھے مقتدی کا زور سے قرأت کرنا۔ ۳۔ صرف جہری نماز میں امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا ۴۔ خود اپنی نماز میں بات چیت سے سکوت اور قراءت کی طرف دھیان ۴۔ خطبہ کے درمیان بات چیت نہ کرنا ۶۔ وعظ کے درمیان بات چیت نہ کرنا۔ ۷۔ مطلق قرآن پڑھنے کے وقت کلام نہ کرنا۔ خواہ نماز کے اندر ہو یا باہر۔ جب کہ آیت کے سباق میں نظر کی جائے تو حالت کے عام ہونے کی طرح اس میں خطاب بھی عام معلوم ہوتا ہے۔ یعنی مسلم و کافر دونوں کو۔

اس آیت سے حنفیہ نے امام کے پیچھے مقتدی کو سب نمازوں میں پڑھنے سے منع کیا ہے اور اسی طرح نماز سے باہر قرآن پڑھنے کے وقت دوسرے کام میں لگنے کو یا کام میں لگے ہوئے دوسرے آدمی کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ البتہ اسباب نزول پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محض ثواب حاصل کرنے یا صرف یاد کرنے کے لئے اگر نماز سے باہر قرآن پڑھا جائے اور وعظ و تبلیغ مقصود نہ ہو تو ایسے پڑھنے کا یہ حکم نہیں ہے۔ کہ خاموش ہو کر سننا ضروری ہو اور درمختار میں ہے کہ نماز سے باہر قرآن کا سننا فرض کفایہ ہے۔ یعنی بعض کا سننا بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ قراءت پہلے شروع ہوگئی ہو اور کام میں بعد کو لگے ہوں اور اگر پہلے کام شروع کر دیا ہو اور قرأت بعد میں شروع ہوئی تو قراءت شروع کرنے والا گنہگار ہوگا۔

قرآن کریم رحمت جدید بھی ہے اور رحمت مزید بھی:.......... کفار پر پہلے رحمت ہدایت نہ تھی۔ لیکن حق قبول کرنے کے بعد ان کی طرف رحمت متوجہ ہوگئی اور مومن اگر چہ پہلے سے آغوش رحمت میں تھے۔ لیکن اب اس میں اور ترقی ہوگئی۔ غرض کہ یہ قرآن قبول حق کے بعد کفار کے لئے تو رحمت جدید اور مسلمانوں کے لئے رحمت مزید ہے۔ یہی مطلب لعلکم ترحمون کا ہے۔

ذکرِ جہری افضل ہے یا ذکر خفی؟:............ آیت واذ کر ربك الخ میں جس ادب کی تعلیم دی جارہی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ذکر کے وقت دل میں خوف اور ہیبت میں تذلل ہونا چاہئے اور چلا کر ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ یا بہت ہی آہستہ کیا جائے۔ مگر اس حد تک کہ زبان کو حرکت ہوتی رہے اور یا پھر درمیانی آواز سے ذکر کیا جائے۔ جن روایتوں میں جہری ذکر کی ممانعت آئی ہے ان سے مراد یہی چلانا ہے ہاں اگر خطرات کے دفع کرنے یا دل کی قساوت دور کرنے اور رقت حاصل کرنے کے لئے کوئی محقق شیخ کسی کو زور سے ذکر کرنا بتلائے اور اس سے سونے والوں یا نماز پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہوتی ہو اور ذکر جہری کو محض علاج سمجھے قربت نہ جانے تو ان عوارض کی وجہ سے اجازت ہو جائے گی۔

اور ذکر خفی میں زبان کی حرکت سے زبان اور دل دونوں عضووں کو عبادت میں شریک سمجھا جائے گا۔ ذکر جہری اور ذکر خفی کی افضلیت میں مشائخ نقشبند اور حضرات چشت کے درمیان کلام بہت تفصیل طلب ہے۔

لطائف آیات:............ آیت ان الذین تدعون الخ سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو فریاد رسی کی نیت سے پکارنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ جاہل غلو کی وجہ سے کیا کرتے ہیں۔

آیت ان ولی اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ جو نیک نہیں ہیں اللہ ان کی کارسازی نہیں فرماتا۔ بلکہ ان کو نفس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ آیت خذ العفوا لخ میں لوگوں سے چشم پوشی کا معاملہ کرنے اور ان کو شفقت سے تعلیم دینے اور جاہلوں کے ساتھ حلم کرنے کی تعلیم ہے۔ حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی آیت اخلاق کی جامع نہیں ہے۔ آیت واما ینزغنك الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملوں کو بھی وسوسہ آسکتا ہے اور اس کا علاج استعاذہ اور آخرت کی یاد ہے۔

آیت ان الذین اتقوا الخ سے معلوم ہوا کہ شیطان جب سالکین پر اثر انداز ہوتا ہے تو ان کے ذکر اللہ کرنے سے اللہ وہ سب اثرات دور فرمادیتا ہے اور کلمات ذکر میں تصفیہ سر کے اعتبار سے سب سے زیادہ مفید کلمہ طیبہ ہے۔ آیت اذا لم تاتھم الخ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ غیبی چیزیں غیر اختیاری ہوتی ہیں اس لئے وہ کمال کی علامت بھی نہ ہوں گی۔ سب سے بڑی علامت کمال وحی کا اتباع ہے۔ پس اس کے ہوتے ہوئے کرامات کی تلاش جہالت ہے۔

آیت اذا قرئ القرأن الخ کا نزول بقول مجاہدؒ خطبہ کے لئے ہے۔ پس شیخ کا ارشاد بھی خطبہ ہی کے حکم میں ہے۔ جس کو خاموشی سے مرید کو سننا چاہئے۔ آیت واذکر ربك الخ میں ذکر خفی اور ذکر جہری کی طرف اشارہ ہے اور لا تکن من الغافلین سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذکر فکری بھی ہوتا ہے جس میں زبان کو بالکل حرکت نہیں ہوتی اور ان قسموں میں سے کسی خاص ذکر کی تجویز محقق شیخ ہی کر سکتا ہے۔

آیت ان الذین عند ربك الخ میں تکبر سے بچنے کو دوسری تمام طاعتوں پر مقدم کرنے سے معلوم ہوا کہ اصلاح اعمال کی شرط تکبر کا دور ہو جانا ہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ اَوْ اِلَّا وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الْاٰيَاتُ السَّبْعُ فَمَكِّيَّةٌ خَمْسٌ اَوْ سِتٌّ اَوْ سَبْعٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ① لَمَّا اخْتَلَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ غَنَائِمِ بَدْرٍ فَقَالَ الشُّبَّانُ هِيَ لَنَا لِاَنَّا بَاشَرْنَا الْقِتَالَ وَقَالَ الشُّيُوْخُ كُنَّا رِدْاً لَكُمْ تَحْتَ الرَّايَاتِ وَلَوِانْكَشَفْتُمْ لَفِئْتُمْ اِلَيْنَا فَلَا تَسْتَأْثِرُوْا بِهَا نَزَلَ **يَسْئَلُوْنَكَ** يَا مُحَمَّدُ **عَنِ الْاَنْفَالِ** الْغَنَائِمِ لِمَنْ هِيَ **قُلْ** لَهُمْ **الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ** يَجْعَلَانِهَا حَيْثُ شَاءَ اَفَقَسَّمَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ عَلَى السَّوَاءِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ **فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ** اَيْ حَقِيْقَةَ مَا بَيْنَكُمْ بِالْمَوَدَّةِ وَتَرْكِ النِّزَاعِ **وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ①** حَقًّا **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ** الْكَامِلُوْنَ الْاِيْمَانُ **الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ** اَيْ وَعِيْدُهٗ **وَجِلَتْ** خَافَتْ **قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا** تَصْدِيْقًا **وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ②** بِهٖ يَثِقُوْنَ لَا بِغَيْرِهٖ **الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ** يَاْتُوْنَ بِهَا بِحُقُوْقِهَا **وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ** اَعْطَيْنٰهُمْ **يُنْفِقُوْنَ③** فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ **اُولٰٓئِكَ** الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذُكِرَ **هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا** صِدْقًا بِلَا شَكٍّ **لَهُمْ دَرَجٰتٌ** مَنَازِلُ فِي الْجَنَّةِ **عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ④** فِي الْجَنَّةِ **كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ** مُتَعَلِّقٌ بِاَخْرَجَ **وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ⑤** الْخُرُوْجَ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ كَافِ اَخْرَجَكَ وَكَمَا خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مَحْذُوْفٍ اَيْ هٰذِهِ الْحَالُ فِيْ كَرَاهَتِهِمْ لَهَا مِثْلُ اِخْرَاجِكَ فِيْ حَالِ كَرَاهَتِهِمْ وَقَدْ كَانَ خَيْرًا لَهُمْ فَكَذٰلِكَ اَيْضًا وَذٰلِكَ اَنَّ اَبَاسُفْيَانَ قَدِمَ بِعِيْرٍ مِنَ الشَّامِ فَخَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ لِيَغْنَمُوْهَا فَعَلِمَتْ قُرَيْشٌ فَخَرَجَ اَبُوْجَهْلٍ وَمُقَاتِلُوْا مَكَّةَ لِيَذُبُّوْا عَنْهَا وَهُمُ النَّفِيْرُ وَاَخَذَ اَبُوْسُفْيَانَ بِالْعِيْرِ طَرِيْقَ

السَّاحِلِ فَنَجَتْ فَقِيْلَ لِاَبِیْ جَهْلٍ اِرْجِعْ فَاَبٰی وَسَارَ اِلٰی بَدْرٍ فَشَاوَرَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَنِیْ اِحْدَی الطَّائِفَتَيْنِ فَوَافَقُوْهُ عَلٰی قِتَالِ النَّفِيْرِ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ وَقَالُوْا لَمْ نَسْتَعِدَّ لَهٗ كَمَا قَالَ تَعَالٰی **يُجَادِلُوْنَكَ فِی الْحَقِّ** اَلْقِتَالِ **بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ** ظَهَرَ لَهُمْ **كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ﴿۶﴾** اِلَيْهِ عَيَانًا فِیْ كَرَاهَتِهِمْ لَهٗ **وَ** اُذْكُرْ **اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَيْنِ** اَلْعِيْرَ اَوِ النَّفِيْرَ **اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ** تُرِيْدُوْنَ **اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ** اَیِ الْبَاْسِ وَالسِّلَاحِ وَهِیَ الْعِيْرُ **تَكُوْنُ لَكُمْ** لِقِلَّةِ عَدَدِهَا وَعُدَدِهَا بِخِلَافِ النَّفِيْرِ **وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ** يُظْهِرَهٗ **بِكَلِمٰتِهٖ** السَّابِقَةِ بِظُهُوْرِ الْاِسْلَامِ **وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴿۷﴾** اٰخِرَهُمْ بِالْاِسْتِيْصَالِ فَاَمَرَكُمْ بِقِتَالِ النَّفِيْرِ **لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ** يَمْحَقَ **الْبَاطِلَ** اَلْكُفْرَ **وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴿۸﴾** اَلْمُشْرِكُوْنَ ذٰلِكَ اُذْكُرْ **اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ** تَطْلُبُوْنَ مِنْهُ الْغَوْثَ بِالنَّصْرِ عَلَيْهِمْ **فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ** اَیْ بِاَنِّیْ **مُمِدُّكُمْ** مُعِيْنُكُمْ **بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴿۹﴾** مُتَتَابِعِيْنَ يُرْدِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَعَدَهُمْ بِهَا اَوَّلًا ثُمَّ صَارَتْ ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ ثُمَّ خَمْسَةً كَمَا فِیْ اٰلِ عِمْرَانَ وَقُرِئَ بِاٰلُفٍ كَاَفْلُسٍ جَمْعٌ **وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ** اَیِ الْاِمْدَادَ **اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴿۱۰﴾**

۱۵

ترجمہ: ....سورۂ انفال پوری مدنی ہے یا واذیمکر بك الخ سے سات آیات چھوڑ کر مدنی ہے اور یہ آیات کی ہیں۔ اس میں کل ۷۵۔ یا ۷۶۔ یا ۷۷ آیات ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ (مسلمانوں میں مال غنیمت بدر کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔ نوجوان تو کہتے ہیں کہ چونکہ ہم فوجی ہیں اس لئے یہ صرف ہمیں ملنا چاہئے۔ اور بوڑھے کہتے کہ جنگی جھنڈے اٹھائے ہوئے تمہاری پشت پناہی کرتے تھے۔ تم میں جب کبھی کمزوری کے آثار پائے جاتے ہیں تو ہماری ہی طرف تم جھکتے ہو۔ لہٰذا تمہاری ترجیح کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں) یہ لوگ آپ ﷺ سے (اے محمد ﷺ!) مال غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں (کہ یہ مال کس کو ملنا چاہیے؟) کہہ دو (ان سے) مال غنیمت دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے (وہ جس کو چاہیں دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سب کو برابر سرابر تقسیم فرما دیا۔ حاکم نے مستدرک میں اس کو روایت کیا ہے) سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست رکھو (یعنی آپ کا معاملہ محبت سے اور جھگڑا چھوڑ کر سنوار لو) اور اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں سرگرم ہو جاؤ۔ اگر تم (فی الحقیقت) ایمان دار ہو۔ بس (کامل درجہ کے) ایمانداروں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ (کی دھمکی) کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل دہل (کانپ) جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان (تصدیق ویقین) کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (اسی کا سہارا لیتے ہیں۔ کسی دوسرے کا نہیں) جو نماز قائم کرتے ہیں (حقوق کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں) اور ہم نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے (عطا کیا ہے) اس میں سے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی فرمانبرداری میں) بلاشبہ ایسے ہی لوگ (ان خوبیوں کے مالک) سچے مومن ہیں (بلاشک صدق کی دولت حاصل کئے ہوئے ہیں) ان کے پروردگار کے یہاں بڑے رتبے (جنت میں درجے)

ہیں اور بخشش اور عزت کی روزی ہے (جنت میں) جس طرح آپ کے پروردگار نے مصلحت کے ساتھ آپ کو آپ کے مکان سے روانہ کیا (بالحق کا تعلق اخرج کے ساتھ ہے) اور یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس بات کو ناگوار سمجھتی تھی۔ (گھر سے نکلنے کو۔ اور یہ جملہ حال واقع ہو رہا ہے اخرجک کے کاف سے اور کما مبتدائے محذوف کی خبر ہے یعنی یہ حالت بھی لوگوں کو اسی طرح گراں ہے جیسے آپ کو بھیجنا ان کو ناپسند تھا۔ حالانکہ وہ روانگی بھی ان کے حق میں بہتر تھی۔ اسی طرح یہ حالت بھی ان کے لئے عمدہ ہی رہے گی اور اس روانگی کا واقعہ اس طرح پیش آیا تھا کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ اس قافلہ سے مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن کسی طرح قریش کو اس صورت حال کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ ابوجہل کی کمان میں مکہ کے سارے سورما اس قافلہ کے بچاؤ کے لئے امنڈ پڑے۔ ایسی جنگی جماعت کو نفیر کہا جاتا ہے۔ غرض کہ اسی آویزش میں ابوسفیان تو اپنے تجارتی قافلہ کو ساحلی راستہ سے صاف بچالے گیا۔ ابوجہل سے بھی واپسی کے لئے کہا گیا مگر اس نے انکار کر دیا اور مقام بدر کی طرف بڑھا۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے ان دونوں جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ عام صحابہؓ نے نفیر سے جنگ کرنے کی تائید کی۔ لیکن بعض لوگوں کو یہ بات گراں گزری اور کہنے لگے کہ ہم تو پہلے سے اس کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے) لوگ آپ ﷺ سے اس مصلحت (جنگ) کے بارے میں باوجود یہ کہ معاملہ واضح ہو (کھل) چکا تھا۔ اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا انہیں زبردستی موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں (موت کو کھلم کھلا۔ کیونکہ وہ دل سے آمادہ نہیں تھے) اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب کہ اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ دو جماعتوں (تجارتی قافلہ اور جنگی دستہ) میں سے کوئی ایک ضرور تمہارے ہاتھ آئے گی اور تم اس تمنا میں تھے (یہ چاہتے تھے) کہ غیر مسلح جماعت (یعنی ہتھیار اور آلات کے بغیر تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آ جائے (کیونکہ اپنی تعداد اور سامان تو کم ہے برخلاف نفیر کے) اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ حق کا حق ہونا ثابت (واضح) کر دکھلائے اپنے وعدہ کے ذریعہ سے (جو اسلام ظاہر ہونے سے پہلے کیا تھا) اور دشمنان حق کی جڑ بنیاد کاٹ کر رکھ دے (ان کا بیج تک باقی نہ رہے اسی لئے تمہیں جنگی دستہ سے بھڑ جانے کو کہا) تا کہ حق کو حق کرے اور باطل (کفر) کو باطل (مٹا) کر کے دکھلا دے۔ اگرچہ مجرم (مشرکین اس کو) ناپسند ہی کریں (وہ وقت یاد کیجئے) جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے (اللہ سے ایسی امداد مانگ رہے تھے جو دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے) پھر اللہ نے تمہاری فریاد سن لی کہ میں تمہاری مدد (تائید) ایک ہزار فرشتوں سے کروں گا جو لگاتار چلے آئیں گے (ایک دوسرے کے پیچھے سلسلہ وار چلے آئیں گے یہ ابتدائی وعدہ تھا۔ پھر بڑھ کر تین ہزار تک پہنچ گیا۔ پھر بڑھتے بڑھتے پانچ ہزار ہو گیا۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہی اور الف بروزن افلس صیغہ جمع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور اللہ نے یہ (امداد) تمہاری خوشخبری کے لئے کی ہے اور اس لئے کہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ ورنہ مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بلاشبہ زبردست حکمت والے ہیں۔

تحقیق وترکیب: ....سورۃ. یہ مبتداء ہے جس کی پہلی خبر مدنیۃ ہے اور دوسری خبر خمس الخ ہے اور اس کے مدنی ہونے میں دو قول ہیں۔ اصح یہ ہے کہ پوری سورت مدنی ہے اگرچہ سات آیات مکہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ مگر پھر تذکیر کے لئے مدینہ میں نازل ہو گئی ہوں گی اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ جیسا کہ خطیب کی رائے ہے اور مکی سات آیات اذیمکر الخ سے بما کنتم تکفرون. تک ہیں۔

الانفال. نفل کی جمع انفال ہی جیسے سبب کی جمع اسباب ہے اور نفل سکون فاء کے ساتھ بھی ہے اس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ نفل نماز کو بھی اسی لئے نفل کہتے ہیں کہ وہ فرضوں سے زائد ہوتی ہے مال غنیمت پچھلی امتوں کے لئے حلال نہیں تھا۔ امت محمدیہ

کے حق میں اس کی حلت گویا اس امت کے لئے زیادتی ہوئی۔ یا چونکہ مال غنیمت، جہاد کے مقصد اصلی، اعلاء کلمۃ اللہ سے ایک زائد چیز حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو نفل کہا گیا۔

امام اگر کسی بہادر کے لئے غیر معمولی انعام کا اعلان کرے تو اسے بھی نفل کہا جاتا ہے۔ مثلاً کہے من قتل قتیلاً فلہ سلبہ' یا کسی دستہ سے کہے **ما اصبتم فھو لکم.** یا تہائی چوتھائی کا اعلان کرے ہمارے نزدیک اس وعدہ کا پورا کرنا ضروری ہے اور امام شافعیؒ کے ایک قول میں ضروری نہیں ہے اور یہی آیت امام شافعیؒ کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے غنیمت برابر تقسیم فرمائی۔

للہ والرسول. یعنی نفل کے حکم کا اختیار صرف اللہ ورسول ﷺ کو ہے۔ اس میں کسی دوسرے کی رائے کا دخل نہیں ہے۔

زادتھم جلال مفسرؒ نے لفظ **تصدیقا.** نکال کر اپنے مذہب کی طرف اشارہ کر دیا کہ ایمان بمعنی تصدیق۔ زیادتی اور کمی کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔ لیکن فقہ اکبر اور اس کی شرح میں ہے کہ انبیاءؑ و اولیاءؒ عوام اور خواص سب کا ایمان برابر ہے گھٹتا یا بڑھتا نہیں ہے۔ یعنی بلحاظ "مومن بہ" کے چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان اصل تصدیق کے اعتبار سے کم زیادہ نہیں ہوتا۔ ہاں یقین کے مراتب البتہ مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ [1] **"لیس الخبر کالمعاینۃ"** کی رو سے عین الیقین کا درجہ علم الیقین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ **ھذہ الحال.** یعنی غزوہ بدر میں دو باتیں ناگوار پیش آئیں۔ ایک جنگی دستہ کے مقابلہ کے لئے آپ کا نکل کھڑا ہونا دوسرے مال غنیمت کی برابر تقسیم۔ یہ دونوں حالتیں ناگوار مگر مفید ہونے میں برابر ہیں۔ **فکذلک الینا.** مبتداء محذوف ہے۔ **ای فھذہ الحالۃ مثل ذلک ایضاً.**

بعیر. اس قافلہ میں صرف چالیس آدمی تھے اور مال بے شمار۔ **وقاتلوا مکۃ.** اس دستہ میں ساڑھے نوسو بہادر جوان تھے۔ نفیر کے لغوی معنی تین سے دس آدمیوں تک جماعت کے ہیں۔ لیکن اجتماعی لشکر کو بھی نفیر کہتے ہیں۔ اور غیر کے معنی دراصل لدے ہوئے اونٹ کے ہیں۔ عار یعیر. بمعنی سار پھر قافلہ پر بولا جانے لگا۔

فعلمت قریش ضمضمہ بن عمر والغفاری کے ذریعہ کرایہ دے کر ابوسفیان نے یہ اطلاع بھجوائی تھی۔

تستغیثون یا تو صرف تعظیماً آنحضرت ﷺ کو صیغہ جمع سے خطاب ہے اور یا اصحابؓ بھی مراد ہیں اس وقت یہ دعائیہ کلمات زبان نور پر تھے [2] **یا رب انصرنا علی عدوک اغثنا یا غیاث المستغیثین** اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے دشمن کے ایک ہزار لشکر پر اور اپنی تین سو کی مٹھی بھر جماعت پر نظر ڈالی تو بے ساختہ قبلہ رو ہو کر سجدہ میں گر پڑے اور گڑگڑا کر کہنے لگے۔ [3] **اللّٰھم انجزنی ما وعدتنی اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض.** آپ ﷺ پر اس قدر وارفتگی رہی کہ کاندھوں سے چادر بھی ڈھسک گئی۔ جس کو ابوبکرؓ نے سنبھالا اور تسلی آمیز کلمات عرض کئے کہ [4] **یا نبی اللّٰہ کفاک مناشدک ربک فانہ سیجزیک ما وعدک.**

ممدکم بالف. ایک روایت میں ہے کہ جبرائیلؑ پانسو فرشتوں کے ہمراہ داہنی جانب تھے۔ جہاں ابوبکرؓ لڑ رہے تھے اور میکائیل بائیں جانب پانسو فرشتوں کے ہمراہ تھے۔ جہاں حضرت علیؓ داد شجاعت دے رہے تھے۔ چونکہ اس آیت اور آل عمران کی آیت کے عدد میں تعارض تھا۔ اس لئے مفسرؒ علام نے **وعدھم الخ** سے رفع تعارض کی کوشش کی ہے۔

---

[1] سنا ہوا دیکھے ہوئے کے مثل کب ہوتا ہے ۱۲۔

[2] اے اللہ! اپنے دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ اے فریادیوں کے فریادرس ہماری فریادرسی کر ۱۲۔

[3] اے اللہ! آپ نے جو وعدہ فرمایا اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت تباہ ہوگئی تو پھر زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہیں رہے گا ۱۲۔

[4] اے پیغمبر ﷺ! آپ کے پروردگار نے جو آپ کو پورا یقین دلایا ہے وہ آپ کے لئے کافی ہے۔ جو وعدہ آپ سے ہوا ہے وہ ضرور پورا ہوگا ۱۲۔

ربط آیات:............پچھلی سورت میں زیادہ تر مشرکین کے اور کسی قدر اہل کتاب کے کفر وفساد کا ذکر تھا۔ اس سورت میں ان پر بدر وغیرہ واقعات کے ذیل میں جو وبال اور نکال نازل ہوا۔ اس کی تفصیل ہے۔ مشرکین کی شرارتیں زیادہ تھیں اس لئے اس سورت کا اکثر حصہ بدر کی تفصیل سے گھرا ہوا ہے اور اہل کتاب کی شرارتیں کم تھیں۔ اس لئے اسی قدر دوسرے واقعات کا بیان بھی کمی کے ساتھ کیا گیا ہے یہ سب واقعات چونکہ کفار کے حق میں تو عذاب ہیں اور مسلمانوں کے حق میں رحمت واحسان۔ اس لئے جگہ جگہ نعمتوں اور قصوں کا تذکرہ اور ان واقعات کے متعلق مناسب احکام کا تذکرہ بھی کیا جا رہا ہے۔ پوری سورت کے مضامین کا یہ خلاصہ ہے اور ان آیات کا خصوصی ربط یہ ہے کہ چونکہ کفار سے مقابلہ میں دین دنیا کی کامیابی کا اصلی مدار للہیت اور اتفاق پر ہے۔ اس لئے اس سورت کے شروع میں صلاح وتقویٰ اللہ ورسول ﷺ کی طاعت، خوف کی فضیلت، ایمان وتوکل کی تکمیل، نماز کے قائم کرنے، اللہ کی راہ میں مال قربان کرنے کی اپیل کی جارہی ہے۔

اور بدر کے مال غنیمت تقسیم کرنے کے سلسلہ میں جو ایک ہلکا سا قصہ پیش آ گیا تھا جو کسی قدر یک جہتی اور للہیت سے ہٹا ہوا تھا۔ اسی ذیل میں اس کو بھی صاف کر دیا گیا ہے۔ آیت **کما اخرجك الخ** سے بعض واقعات کے تحت مسلمانوں کی ناگواری اور اپنے انعام کا ذکر کرتے ہیں۔ آگے **واذ یعد کم اللّٰہ** سے دوسرا انعام ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح آیت **اذ تستغیثون الخ** سے تیسرے انعام کا ذکر فرماتے ہیں۔

شانِ نزول:............صاحب تفسیرات احمدیہ نے ان آیات کے تین شان نزول ذکر کئے ہیں۔ ۱۔ صحابہؓ میں یہ اختلاف تھا کہ مال غنیمت کس طرح تقسیم ہو؟ اور کس کس کو دیا جائی اور مہاجرینؓ وانصارؓ میں سے کون تقسیم کرے؟ اس صورت مین نفل سے مراد مال غنیمت ہوگا۔ پس اگر اس کا مطلب پیغمبر علیہ السلام کا مالک ہونا ہے تو پھر یہ حکم آیت **واعلموا الخ** سے منسوخ ماننا پڑے گا۔ لیکن اگر آپ کو تقسیم کا اختیار ملنا مراد ہے تو یہ حکم علیٰ حالہ باقی ہے ۲۔ نوجوانوں اور بوڑھوں کے جس اختلاف کی طرف جلال محققؒ نے اشارہ کیا ہے۔ وہ ان آیات کے نازل ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ اس صورت میں قاضی بیضاوی آنحضرت ﷺ کے برابر تقسیم فرمانے سے استدلال کرتے ہیں کہ امام وقت کو اپنا وعدہ انعام پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہی رائے امام شافعیؒ کی ہے۔ اب نفل سے مراد مال غنیمت سے زائد انعام ہوگا۔ ۳۔ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ بدر میں میرا بھائی عمیرؓ مارا گیا تو میں نے اس کے بدلہ میں سعید بن العاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ مجھے عنایت فرمادیں۔ لیکن آپ نے فرمایا جاؤ اسے مال غنیمت میں رکھ دو! مجھے یہ سن کر رنج ہوا۔ اس پر آیت انفال نازل ہوئی۔ تب آپ نے فرمایا کہ اب وہ تلوار لے لو اور ابوداؤد وترمی، نسائی حضرت سعدؓ سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بدر کے روز ایک تلوار پیش کر کے عرض کیا کہ مجھے ہبہ کر دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے جواب دیا کہ یہ نہ تیری ہے اور نہ میری ہے سنکر مجھے رنج ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ اس وقت تو وہ تلوار کسی کی نہیں تھی لیکن اب میری ہے اس لئے میں تمہیں دیتا ہوں۔ اس صورت میں انفال کے معنی غنیمت کے ہوں گے اور یہ واقعہ امام شافعیؒ کے خلاف ہمارے لئے حجت ہو جائے گا۔

﴿ تشریح ﴾:............**مال غنیمت کس کا ہے؟**:............چونکہ عرب جاہلیت بلکہ ساری دنیا کا دستور یہی تھا اور اب تک یہی چلا آ رہا ہے کہ لڑائی میں جو مال جس کے ہاتھ لگ جائے وہ اسی کا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلام اور قرآن نے یہ حکم دے کر کہ " جنگی مال جو کچھ بھی ہاتھ آئے وہ اللہ ورسول ﷺ (حکومت) کا ہے۔ یہ بات نہیں ہونی چاہئے کہ جو جس کے ہاتھ لگا وہ اسی کا ہو گیا۔

بلکہ سب کچھ امام کے سامنے پیش کر دینا چاہئے وہ اسے جماعت میں تقسیم کرے گا'' سپاہیوں کے ذاتی حرص وطمع کے ابھرنے کی راہ روک دی۔

تاہم چونکہ یہ نئی قسم کی سختی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ لوگوں پر شاق گزرے۔ چنانچہ اس کے ازالہ کے لئے پہلے تقویٰ اور طاعت کی تلقین کی جارہی ہے۔ پھر سچے مومنوں کی شان بتلائی گئی۔ پھر بدر کے واقعہ کی طرح اس کو بھی حکمت ومصلحت پر مبنی بتلایا گیا ہے۔ لوگوں کی اپنی خواہش ایک طرف تھی اور اللہ ورسول ﷺ کا فیصلہ دوسری طرف۔ لیکن بالآخر سب نے دیکھ لیا کہ حق بات وہی تھی جسے اللہ ورسول ﷺ نے چاہا۔

جنگ کس مجبوری سے مسلمانوں کو اختیار کرنی پڑی؟:.......... پیغمبر اسلام ﷺ نے تیرہ برس تک ہر طرح کے مظالم برداشت کئے۔ آخر جب مکہ میں رہنا دوبھر ہوگیا تو مدینہ اٹھ آئے مگر قریش نے یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ اب آنحضرت ﷺ کے سامنے تین راہیں ہو سکتی تھیں۔ ۱۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس سے دستبردار ہو جائیں۔ ۲۔ اس پر قائم رہ کر مسلمانوں کو قتل ہونے دیں۔ ۳۔ ظلم وتشدد کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور نتیجہ خدا کے ہاتھ چھوڑ دیں۔ آپ نے ان میں سے تیسری راہ اختیار فرمائی اور نتیجہ وہی نکلا جو ہمیشہ نکل چکا ہے یعنی حق کا بول بالا ہوا اور ظالموں کا ہمیشہ کے لئے منہ کالا ہو گیا۔

مختصر احکام جنگ:.......... اور چونکہ لڑائی کی حالت پیش آ گئی۔ اس لئے اس کے ضروری احکام بیان کئے جارہے ہیں۔ ۱۔ لڑائی میں جو مال ہاتھ آئے وہ حکومت کا ہے نہ کہ لوٹنے والوں کا۔ ۲۔ حالت امن ہو یا جنگ۔ مسلمانوں کو باہمی صلح وصفائی کے ساتھ رہنا چاہئے۔ ۳۔ ہر حال میں تقویٰ واطاعت نصب العین ہونا چاہئے کہ اس کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ ۴۔ سچا مومن وہ ہے جس کا ایمان گھٹنے کی بجائے بڑھتا ہی رہتا ہے اور نماز کی پابندی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی نہیں تھکتا۔

اللہ تعالیٰ اور بندوں کے سب حقوق کی ادائیگی کا حکم:.......... لفظ اصلحوا میں بندوں کے سب حقوق آ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حق دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ظاہری، باطنی۔ پھر ظاہری اگر بدنی ہیں تو یقیمون الصلوۃ میں اور مالی ہیں تو ینفقون میں آ گئے۔ اسی طرح باطنی حقوق اگر عقائد سے متعلق ہیں تو زادتھم ایمانا میں ان کی طرف اشارہ ہو گیا اور اخلاق سے متعلق ہوں تو یتوکلون میں ان کا بیان آ گیا اور ان سب کی بنیاد خوف الٰہی اور تقوے پر ہے اور شاید اسی اہمیت کی وجہ سے اس کو دوبارہ ذکر کیا گیا ہو۔ غرض کہ اس آیت میں سب طرح کے احکام آ گئے۔ اسی طرح اس آیت میں بدلہ کے تمام اقسام بھی آ گئے۔ جہنم کے نقصان سے بچنا مغفرت میں آ گیا اور نفع کا ہونا جنت عطا ہونے میں آ گیا۔ پھر روحانی نفع ہے تو لفظ درجت میں اور جسمانی ہے تو رزق میں اس طرف اشارہ ہو گیا۔

واقعہ بدر کی تفصیل:.......... واقعہ بدر جس کی کسی قدر تفصیل جلال محققؒ نے کر دی ہے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیش آیا۔ جب رؤسائے مکہ نے مدینہ پر حملہ کیا تو اسی زمانہ میں ان کا ایک تجارتی قافلہ بھی شام سے مکہ واپس آ رہا تھا اور مدینہ کے آس پاس سے گزرنے والا تھا۔ آپ ﷺ نے زبان وحی سے فرمایا کہ ایک جماعت مکہ سے آ رہی ہے اور ایک یہ قافلہ ہے ان میں سے کسی ایک سے ضرور جنگ ہوگی اور تم کامیاب ہو گے۔ چونکہ تجارتی قافلہ میں بہت تھوڑے آدمی تھے اور سامان بہت زیادہ تھا۔ نیز خود مسلمان بڑی بے

بے سروسامانی اور کمزوری کی حالت میں تھے اور مکہ کا فوجی دستہ سامان جنگ میں غرق تھا۔ تین سو تیرہ بے نواؤں کا مقابلہ ایک ہزار چیدہ نوجوانوں سے ہو رہا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کی خواہش ہوئی کہ تجارتی قافلہ سے مقابلہ ہو۔ مکہ والی فوج سے نہ لڑیں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ رنجیدہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت مقداد بن عمروؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ نے کھڑے ہو کر گرم اور جوشیلی تقریریں کیں جس کی مسرت سے آپ ﷺ کا چہرہ انور کھل گیا۔ تب آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔

نکات آیات:.........اور جس مصلحت کی خاطر مسلمانوں کی باگ تجارتی قافلہ کی بجائے فوجی دستہ کی طرف پھیر دی گئی تھی وہ اسلام کا غلبہ تھا۔ اس سلسلہ میں بعض صحابہؓ کو جو طبعی ناگواری پیش آئی وہ اگرچہ گھر سے نکلنے کے بعد ہوئی تھی۔ لیکن تمام وقت کو ایک ہی زمانہ قرار دے لیا گیا ہے اور یا پھر اس کو حال مقدرہ کہہ لیا جائے اور فریقا اس لئے کہا کہ بعض حضرات کو ذرا بھی تردد پیش نہیں آیا۔

اور **کانما یساقون** سے معلوم ہوا کہ یہ ناگواری اعتقادی نہ تھی کہ قابل اعتراض ہو۔ بلکہ طبعی گرانی تھی کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی حالت بری ہی بے بسی کی تھی۔ کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور ان میں بھی ایک آدمی کے سوا کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ پس قدرتی طور پر کچھ لوگ ہراساں ہوئے اور جو دل کے کچے تھے انہیں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے۔ اسی طرح باہمی مشورہ کی بات چیت اس سلسلہ میں ذرا اعتدال سے بڑھ گئی تھی۔ جس کو مجازاً جدال فرما دیا گیا۔ اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ اس معرکہ حق و باطل میں چونکہ بڑے بڑے شورہ پشت تقریباً سب کام آ چکے تھے۔ ستر سورما تو قتل ہوئے اور اتنے ہی بہادر گرفتار ہو چکے تھے۔ جس سے کفر و سرکشی کا سارا کس بس نکل چکا تھا اور دشمن کا اصلی زور ٹوٹ چکا تھا۔ اسی لئے اس کو ''قطع دابر'' جڑ کا کٹنا فرمایا گیا ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت سب کافر ہلاک نہیں ہوئے تھے اور **یحق الحق** میں ایک جگہ تو بلا واسطہ حق کا غلبہ مقصود ہے اور دوسری جگہ ''کفر کی جڑ بنیاد اکھڑ جانے کی وجہ سے'' بالواسطہ حق کا غلبہ ہو گیا۔ اس لئے تکرار نہ رہا۔

لطائف آیات:.........آیت **انما المؤمنون الخ** سے معلوم ہوا کہ ان باتوں کے جمع ہونے سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ پس صوفیاء جو ان اوصاف کے جامع ہوتے ہیں وہ کامل الایمان ہوئے۔

آیت **کما اخرجك الخ** میں پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفع نقصان کے لباس میں ہوتا ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ نقصان کبھی نفع کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ عارفین ہر وقت اپنے معاملات میں اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ آیت **وما جعله اللّٰه الخ** سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتے ہیں۔ اسباب پر ان کا مدار نہیں ہے۔ تاہم پھر بھی اسباب کے پردہ میں کچھ نہ کچھ حکمتیں ضرور ہوتی ہیں۔

اُذْكُرْ **اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً** اَمْنًا مِمَّا حَصَلَ لَكُمْ مِنَ الْخَوْفِ **مِّنْهُ** تَعَالٰى **وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ** مِنَ الْاَحْدَاثِ وَالْجَنَابَاتِ **وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ** وَسْوَسَتَهٗ اِلَيْكُمْ بِاَنَّكُمْ لَوْ كُنْتُمْ عَلَى الْحَقِّ مَا كُنْتُمْ ظَمَاءً مُحْدِثِيْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ عَلَى الْمَاءِ **وَلِيَرْبِطَ** يَحْبِسَ **عَلٰى قُلُوْبِكُمْ** بِالْيَقِيْنِ وَالصَّبْرِ **وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ** اَنْ تَسُوْخَ فِي الرَّمْلِ **اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ** الَّذِيْنَ مَدَّ بِهِمُ الْمُسْلِمِيْنَ **اَنِّيْ** اَيْ بِاَنِّيْ **مَعَكُمْ** بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ **فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** بِالْاِعَانَةِ وَالتَّبْشِيْرِ

سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ الخوف فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ ای الرُّءُ وس وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ای اطراف الیدین والرجلین فکان الرجل یقصد ضرب رقبۃ الکافر فتسقط قبل ان یصل سیفہ الیہ ورماھم صلی اللہ علیہ وسلم بقبضۃ من الحصی فلم یبق مشرک الا دخل فی عینیہ منھا شیء فھزموا ذٰلِكَ العذاب الواقع بھم بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا خالفوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ لہ ذٰلِكُمْ العذاب فَذُوْقُوْهُ ای ایھا الکفار فی الدنیا وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ فی الاخرۃ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا ای مجتمعین کانھم لکثرتھم یزحفون فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ منھزمین وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ ای یوم لقائھم دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا منعطفا لِّقِتَالٍ بان یریھم الفرۃ مکیدۃ وھو یرید الکرۃ اَوْ مُتَحَيِّزًا منضما اِلٰى فِئَةٍ جماعۃ من المسلمین یستنجد بھا فَقَدْ بَآءَ رجع بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ المرجع ھی وھذا مخصوص بما اذا لم یزد الکفار علی الضعف فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ ببدر بقوتکم وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ بنصرہ ایاکم وَمَا رَمَيْتَ یا محمد اعین القوم اِذْ رَمَيْتَ بالحصی لان کفا من الحصا لا یملأ عیون الجیش الکثیر برمیۃ بشر وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ بایصال ذلک الیھم فعل ذلک لیقھر الکافرین وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً عطاء حَسَنًا ھو الغنیمۃ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ لاقوالھم عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ باحوالھم ذٰلِكُمْ الابلاء حق وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ مضعف كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا ایھا الکفار تطلبوا الفتح ای القضاء حیث قال ابو جھل منکم اللھم اینا کان اقطع للرحم واتانا بما لا نعرف فاحنہ الغداۃ ای اھلکہ فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ القضاء بھلاک من ھو کذلک وھو ابو جھل ومن قتل معہ دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمؤمنین وَاِنْ تَنْتَهُوْا عن الکفر والحرب فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا لقتال النبی نَعُدْ ۚ لنصرہ علیکم وَلَنْ تُغْنِيَ تدفع عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ جماعتکم شَيْـــًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ بکسر ان استینافا وفتحھا علی تقدیر اللام

ترجمہ: .... (یاد کیجئے) وہ وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر غنودگی طاری کر دی تھی تمہیں چین دینے کے لئے (جو خطرہ تمہیں پیدا ہو گیا تھا اس کو دور کرنے کے لئے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور آسمان سے تم پر پانی برسا دیا تھا تا کہ تمہیں اس پانی سے پاک صاف ہونے کا موقعہ عنایت فرما دے (چھوٹی بڑی ناپاکیوں سے) اور تم سے شیطانی وسوسہ دور فرما دے (جو اس نے تمہارے دلوں میں ڈال رکھا تھا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تم پیاسے اور بے وضو۔ اور مشرکین پانی پر قابض کیوں ہوتے) نیز تمہارے دلوں کو (یقین وصبر کی بدولت) ڈھارس بندھ جائے اور تمہارے قدم جما دے (ریت میں دھنس نہ جائیں) یہ وہ وقت تھا کہ آپ ﷺ کے پروردگار نے

فرشتوں پر وحی کی تھی (جن سے مسلمانوں کو مدد پہنچائی گئی تھی) کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (اعانت اور مدد کے لئے) تم مسلمانوں کی ہمت بڑھاؤ (اس تائید غیبی سے اور خوشخبری سنا کر) میں ابھی کفار کے دل میں رعب (دہشت) ڈالے دیتا ہوں۔ سو ان کی گردنوں کے اوپر (سر پر) مارو اور ان کے پور پور پر ضرب لگاؤ (یعنی ہاتھ پاؤں کی انگلیوں پر۔ چنانچہ مسلمان جب کافر کی گردن پر مارنا چاہتا تو تلوار پہنچنے سے پہلے ہی اس کی گردن الگ ہو کر دور جا گرتی اور نبی کریم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی پھینک ماری جس کا اثر یہ ہوا کہ کوئی کافر ایسا نہیں بچا۔ جس کی آنکھ میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ پہنچ نہ گیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں شکست ہوگئی) یہ (عذاب جوان پر آیا) اس لئے آیا کہ انہوں نے اللہ و رسول کی مخالفت (نافرمانی) کی تھی اور جو اللہ و رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا تو یاد رکھو اللہ اسے سخت ترین سزا دیں گے سو یہ (سزا ہے) اس کا مزہ چکھو (اے کافرو! دنیا میں) اور جان رکھو کہ کافروں کو (آخرت میں) دوزخ کی آگ کا عذاب بھی پیش آنے والا ہے۔ مسلمانو! جب کافروں کے لشکر سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہو جائے (یعنی گتھ ہو جائیں۔ گویا وہ اپنی کثرت کی وجہ سے گھسٹ رہے ہیں) تو انہیں پیٹھ نہ دکھانا (شکست کھا کر) اور جو کوئی ایسے موقعہ پر (جب دشمن دو بدو ہو) پیٹھ دکھائے گا ہاں مگر یہ کہ پینترا بدلتا ہو (مڑتا ہو) لڑائی کے لئے (اس طرح کہ دھوکہ سے دکھلائے تو اپنا بھاگنا مگر نیت ہو حملہ کرنے کی) یا پناہ لینی چاہتا ہو اپنی جماعت سے مل کر (مسلمانوں کے جتھے سے مدد لینا چاہے) تو سمجھ لو کہ وہ عذاب کے غضب میں آ گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوا اور کیا ہی بری جگہ ہے (ٹھکانا ہے وہ لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مقابل کفار دو چند سے زیادہ نہ ہوں) پھر تم نے انہیں (بدر میں) قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے انہیں قتل کر دیا ہے (تمہاری مدد کر کے) اور جب تم نے خاک کی مٹھی پھینکی تو حقیقت یہ ہے کہ (اے محمد ﷺ!) تم نے (کفار کی آنکھوں میں) نہیں پھینکی (کیونکہ مٹھی بھر کنکریاں اور وہ بھی ایک دفعہ ایک انسان کی طرف سے اتنے بڑے لشکر کی آنکھوں میں نہیں بھر سکتیں) لیکن اللہ نے خاک دھول ان کی آنکھوں میں جھونک دی تھی (کنکریاں ان کی آنکھوں میں گھسا دیں۔ اور یہ کارروائی اس لئے کی تا کہ کفار ذلیل ہوں) اور تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا اچھا پھل (بدلہ) مرحمت کرے (یعنی مال غنیمت) بلا شبہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کی باتیں) خوب سننے والے (اور ان کے احوال) خوب جاننے والے ہیں۔ یہ (آزمائش برحق) ہے اب سن رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو ان کافروں کی تدبیر کو کمزور (بودی) کرنا تھا۔ اگر تم فتح مندی چاہتے تھے (یعنی اے کافرو! اگر تم فتح یعنی فیصلہ چاہتے تھے۔ جیسا کہ تمہاری طرف سے ابو جہل بولا تھا کہ اے اللہ ہم میں سے جو رشتوں کو توڑ رہا ہو اور انوکھی باتیں لا رہا ہو کل تو اسے برباد کر دینا یعنی ہلاک کر دینا) تو دیکھ لو فتح مندی تمہارے سامنے آ گئی (جو ایسا تھا اس کی بربادی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے یعنی ابو جہل اور اس کے مددگار جوان۔ نبی کریم ﷺ اور مسلمان ایسے نہیں تھے) اور اگر باز آ جاؤ (کفر و جنگ سے) تو تمہارے لئے بہتری کی بات یہی ہے اور پھر بھی یہ لوگ چال چلے (نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی) تو ہم بھی چلیں گے (تمہارے مقابلہ میں آپ ﷺ کی مدد کریں گے) اور یاد رکھو تمہارا جتھا (گروہ) تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر چہ بہت سے آدمی اکٹھے کر لو۔ یقین کرو۔ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہیں۔

(ان اگر مکسورہ ہے تو جملہ مستانفہ ہو جائے گا اور مفتوح ہے تو لام مقدر مانا جائے گا۔)

تحقیق وترکیب: .... **یغشیکم**. آنحضرت کا معجزہ تھا کہ ایک دم خوف کے باوجود سب کو ایک ذرا دیر کے لئے نیند کا جھونکا آیا۔ **امنا**. مفسر علامؒ امنۃ کے مفعول لہٗ ہونے کی طرف شارہ کر رہے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بدل الاشتمال ہے۔ **ان تسوخ**. ای من ان تسوخ. اس کے معنی پاؤں دھنسنے کے ہیں۔ **فاضربوا**. اس کا خطاب مسلمانوں کو ہے فرشتوں کو نہیں ہے۔

فوق الاعناق. یہ مفعول بہ ہے مفسرؒ نے اس سے مراد لیا ہے۔ گویا ظرف مکان کو توسعاً مفعول بہ کے معنی میں لیا ہے تو اس طرح اس میں دو توسع ہوئے ایک نصب سے خارج کرنا دوسرے غیر مکان میں استعمال کرنا اور لفظ فوق کو زائد بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا

کہ مفسرؒ کی عبارت "یقصد ضرب رقبة الکافر" سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے۔ زحفاً. یہ الذین مفعول بہ سے حال ہے زاحفین کے معنی میں تاویل کر کے سرین کے بل گھسٹنا۔ لا تولوا. ملزوم بول کر لازم یعنی شکست کھانا مراد ہے۔

متحیز ا الیٰ فئة. یہ دونوں ضمیر فاعل سے حال ہیں۔ وما رمیت اذ رمیت بظاہر نفی واثبات میں تعارض ہو رہا ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ نفی لگنے کی ہے اور اثبات پھینکنے کا ہے۔ جیسا کہ مفسر علامؒ نے "ایصال" کے لفظ سے اشارہ کیا ہے۔ نیز اسی آیت سے جبریہ یا معتزلہ کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ رمی اور قتل کی نسبت بندوں کی طرف اس کام کو کرنے کے اعتبار سے ہو رہی ہے اور اللہ کی طرف ان کی نسبت بلحاظ پیدا کرنے کے ہے۔ جو اہل سنت کا مسلک ہے۔ ذلکم مبتداء ہے جس کی خبر مفسرؒ کے بیان کے مطابق محذوف ہے اور وان اللہ دوسرا مبتداء ہے جو پہلے مبتداء پر معطوف ہے۔ اس کی خبر بھی پہلے کی طرح محذوف ہوگی۔ ای توھین اللہ کید الکافرین حق. تطلبوا الفتح. چنانچہ غلاف کعبہ پکڑ کر کافروں نے یہ دعا کی تھی۔ اللّٰھم انصرا علی الجندین واھدی الفئتین واکرم الحزبین اور فتح کا لفظ تہکم کے طور پر بولا گیا ہے۔

ربط آیات:.......... آیت اذ یغشیکم الخ سے غزوہ بدر کے سلسلہ میں چوتھے انعام کو اور آیت اذ یوحی ربک الخ سے پانچویں انعام کو۔ اور آیت ذلک بانھم شاقوا الخ میں کفار سے انتقام لینے کو اور آیت یا ایھا الذین اٰمنوا الخ سے عام عنوان کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کے موقعہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ آیت فلم تقتلو ھم الخ میں بدر میں مسلمانوں کی امداد کا فی الحقیقت اللہ کی طرف سے ہونا اور بظاہر خود مسلمانوں کی جدوجہد پر مرتب ہونا بتلایا جا رہا ہے۔ اسی انعام کے ذیل میں کفار قریش کی طرف سے کی ہوئی نصرت کی دعاؤں کا اثر خود ان کے حق میں الٹا ظاہر ہونا بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول:.......... بدر کے مقام پر مسلمانوں سے پہلے کفار جا کر قابض ہو چکے تھے۔ پانی صرف اسی ایک جگہ تھا اور وہ جگہ دشمن کے ہاتھ آ گئی۔ مسلمان خشک ریتلے حصہ میں اترے۔ جہاں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ مسلمان پیدل تھے۔ اس لئے ان کے پاؤں نہ جمتے اور دشمن سوار تھے۔ ان کا کچھ نہ بگڑتا۔ پیاس کی وجہ سے الگ برا حال تھا۔ وضو، غسل کی سخت پریشانی تیمم کا حکم اس وقت تک نازل نہیں ہوا تھا۔ غرض کہ عجب پریشانیوں کا ہجوم تھا۔ رہی سہی کسر ان شیطانی وسوسوں نے پوری کر دی کہ یہ کیا ماجراہ ہے دشمن مزے میں ہے اور اللہ کے دوست مصائب کا شکار ہیں۔ حالانکہ یہ وساوس بے بنیاد تھے۔ مگر پریشانی بڑھانے کے لئے کافی تھے۔ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے باران رحمت بھیجی۔ جس سے ریت دب گئی، دھنس جاتی رہی، پینے، رکھنے، وضو، غسل کے لئے بڑی مقدار میں پانی جمع ہو گیا۔ ادھر کفار نرم زمین میں تھے۔ وہاں کیچڑ ہو گئی۔ چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا۔ غرض کہ ادھر کی تکلیفیں ادھر چلی گئیں اور ادھر کا آرام ادھر آ گیا۔ سب وساوس کا علاج ہو گیا۔ آیت اذ یغشیکم الخ میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے۔ غزوہ بدر کی فاتحانہ واپسی کے بعد مسلمان فخر کا اظہار کرنے لگے تو آیت فلم تقتلو ھم نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: **بدر کے موقعہ پر تائیدِ الٰہی:**.......... خدا کی کارسازی نے بدر میں مسلمانوں کی ساری مشکلیں حل کر دیں دلوں کو چین دینے کے لئے نیند کا ایک جھونکا آیا اور سب پر نیند غالب کر دی۔ آنکھ کھلی تو دل کا سارا خوف وہراس دور ہو چکا تھا اور معلوم ہے کہ جس کے دل میں خوف وخطرہ ہوتا ہے وہ کبھی آرام سے سو نہیں سکتا۔ پس اس غنودگی کا آنا بے خوفی اور اطمینان کے لئے تھا۔ آنحضرت ﷺ پر چونکہ کوئی خوف نہیں تھا۔ اس لئے آپ کو نیند کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ چنانچہ بیہقی کے بیان کے مطابق حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ساری رات عبادت کرتے رہے اور پھر عین موقعہ پر بارش ہو گئی اور اتنی ہوئی کہ لوگ خوب

نہا دھوکر صاف ستھرے، چاق چوبند اور تازہ دم ہوگئے، ریت جم گئی، دھنس جاتی رہی اور وہ شیطانی وساوس دور ہوکر لوگوں میں خود اعتمادی اور سرگرمی پیدا ہوگئی جس کی جنگ میں شدید ضرورت ہوتی ہے۔ پس ان قدرتی حوادث نے دم کے دم میں جنگ کا نقشہ ہی پلٹ کر رکھ دیا۔ لیکن اگر یہ نیند کا جھونکا اور پانی کا چھینٹا نہ آتا تو کیا ہوتا۔ پیغمبر امی ﷺ کی زبان پر اس خطرہ کا اظہار ان الفاظ میں ہو رہا تھا[1] اللّٰھم ان تھلک ھذا العصابۃ فلا تعبدفی الارض۔

فرشتوں کی کمک:............ قتادہؒ سے مروی ہے کہ نیند اور اونگھ کا یہ واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ ایک بدر میں دوسرے احد کے موقعہ پر۔ جیسا کہ چوتھے پارہ کے نصف میں گزر چکا ہے۔

اور ماء لیطھر کم سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کا پانی مطہر ہوتا ہے یعنی پاک ہونے کے ساتھ دوسری ناپاک چیز کو بھی پاک کرسکتا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت وانزلنا من السماء ماء طھورا سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

فرشتوں کی کمک کا بھیجنا محض کمزور مسلمانوں کی ڈھارس بندھانے کے لئے تھا۔ تاکہ ان کے دل قرار پا جائیں۔ لڑائی میں ان کی شرکت ثابت نہیں اور نہ اس کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ جیسا کہ محققین کی رائے یہی ہے اور فرشتے اپنے تصرف سے بغیر لڑے بھی دلوں میں اطمینانی کیفیت پیدا کرسکتے ہیں۔

میدان جنگ سے بھاگنا:............ آیت یا ایھا الذین امنوا الخ سے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا ناجائز اور حرام معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن اگر کافر دو گنے سے زائد ہوں تو بقول جلال محققؒ پھر میدان چھوڑنا جائز ہوگا۔ البتہ اگر دو نے سے زائد نہ ہوں تو اس وقت بھی دو صورتوں میں میدان سے ہٹنے کی اجازت دی جارہی ہے۔ ۱۔ ایک تو پینترا بدلنے اور جنگی تدبیر کے لئے کہ وہ ہٹنا حقیقت میں آگے بڑھنے کے لئے ہے۔ ۲۔ دوسرے کسی طرح کی مدد حاصل کرنے کے لئے یا اپنے کو مقابلہ کے لئے قابل نہ پا کر اپنی بڑی جماعت میں آملنا۔ یہاں بھی مقصود اصلی بھاگنا نہ ہوا۔ غرض کہ ان دو صورتوں میں ہٹنا جائز ہوگا۔ خواہ کفار برابر ہوں۔ یا اس سے بھی کم۔

البتہ جنگ میں غدر کرکے بھاگنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً: زبان سے تو وعدہ کرے کہ میں لڑوں گا نہیں اور پھر بے خبری میں حملہ کردے۔ یہ غداری جائز نہیں ہے۔ ہاں زبان سے کچھ نہ کہے اور کام ایسے کرے جس سے دشمن مغالطہ اور دھوکہ میں آکر مارا جائے تو یہ خداع کہلاتا ہے جو جائز ہے۔ حدیث میں ہے الحرب خدعۃ. خداع اور غدر دونوں میں یہی فرق ہے۔ پھر وہ بڑی فوج نزدیک ہو یا دور۔ جیسا کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایک چھوٹے سے فوجی دستہ میں بھیجا۔ لیکن ہم ایک موقعہ سے مدینہ بھاگ آئے اور جب اس بھاگنے کا خیال آیا تو پریشانی ہوئی اور آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ نحن الفرارون؟

کیا ہم بھاگنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ بل انتم العکارون. یعنی بھاگنے والے نہیں۔ بلکہ اپنی جماعت سے ملنے والے ہو۔ اور بعض روایتوں سے جو اس حکم کا بدر کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے جنگی موقعوں پر بھاگنا جائز ہوگا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ غزوہ بدر کی اہمیت کے پیش نظر یا اس وقت تک اس آسانی کے حکم نہ آنے کی صورت میں دوگنے سے زائد کفار کے سامنے سے بھی بھاگنا جائز نہیں تھا یہ سہولت بعد میں دی گئی ہے۔ تاہم ایک مسلمان کو پھر بھی کم از کم دو دشمنوں پر بھاری ہونا چاہئے۔ مٹھی بھر خاک پھینکنے کا واقعہ بدر، احد، حنین سب جگہ پیش آیا۔ لیکن یہاں کلام سیاق سے واقعہ بدر قرار دیا جائے گا۔

---

[1] اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت تباہ ہوگئی تو پھر زمین پر تیری بندگی کرنے والا کوئی نہیں رہے گا ۱۲۔

لطائف آیات:...........آیت اذ یغشیکم النعاس الخ سے سکینہ کا نازل ہونا اور امن کا ملنا اور شیطانی وسوسہ اور تخویف یقین اور ثبات قدمی یہ باتیں ثابت ہوئیں۔ جن کو صوفیاء معتبر مانتے ہیں۔

آیت فلم تقتلوھم الخ میں جملہ لم تقتلوھم اور ما رمیت سے تو فناء افعال معلوم ہوتا ہے اور اذ رمیت میں بقاء کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ مقام بقاء میں تھے۔

اور لکن اللہ رمٰی سے بتلا دیا کہ آپ ﷺ خود خاک نہیں پھینک رہے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ پھینک رہے تھے اور صحابہؓ چونکہ اس مقام پر نہیں تھے۔ اس لئے ان کی طرف کسی فعل کی نسبت نہیں کی گئی۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا تُعْرِضُوْا **عَنْہُ** بِمُخَالَفَةِ اَمْرِہٖ **وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾** اَلْقُرْاٰنَ وَالْمَوَاعِظَ **وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾** سِمَاعَ تَدَبُّرٍ وَّاتِّعَاظٍ وَھُمُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ **اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ** عَنْ سِمَاعِ الْحَقِّ **الْبُکْمُ** عَنِ النُّطْقِ **الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا** صَلَاحًا بِسِمَاعِ الْحَقِّ **لَاَسْمَعَھُمْ** سِمَاعَ تَفَھُّمٍ **وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ** فَرْضًا وَقَدْ عَلِمَ اَنْ لَّا خَیْرَ فِیْھِمْ **لَتَوَلَّوْا** عَنْہُ **وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾** عَنْ قُبُوْلِہٖ عِنَادًا وَّجُحُوْدًا **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ** بِالطَّاعَةِ **اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ** مِنْ اَمْرِ الدِّیْنِ لِاَنَّہٗ سَبَبُ الْحَیَاةِ الْاَبَدِیَّةِ **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ** فَلَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّؤْمِنَ اَوْ یَکْفُرَ اِلَّا بِاِرَادَتِہٖ **وَاَنَّہٗٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾** فَیُجَازِیْکُمْ بِاَعْمَالِکُمْ **وَاتَّقُوْا فِتْنَةً** اِنْ اَصَابَتْکُمْ **لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّةً** بَلْ تَعُمُّھُمْ وَغَیْرَھُمْ وَاتِّقَاؤُھَا بِاِنْکَارِ مُوْجِبِھَا مِنَ الْمُنْکَرِ **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾** لِمَنْ خَالَفَہٗ **وَاذْکُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ** اَرْضِ مَکَّةَ **تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ** یَاْخُذُکُمُ الْکُفَّارُ بِسُرْعَةٍ **فَاٰوٰکُمْ** اِلَی الْمَدِیْنَةِ **وَاَیَّدَکُمْ** قَوَّاکُمْ **بِنَصْرِہٖ** یَوْمَ بَدْرٍ بِالْمَلٰٓئِکَةِ **وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ** الْغَنَائِمِ **لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۲۶﴾** نِعَمَہٗ وَنَزَلَ فِیْ اَبِیْ لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَقَدْ بَعَثَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَةَ لِیَنْزِلُوْا عَلٰی حُکْمِہٖ فَاسْتَشَارُوْہُ فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اَنَّہُ الذَّبْحُ لِاَنَّ عِیَالَہٗ وَمَالَہٗ فِیْھِمْ **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ** مَا اُؤْتُمِنْتُمْ عَلَیْہِ مِنَ الدِّیْنِ وَغَیْرِہٖ **وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ** لَّکُمْ صَادَّةٌ عَنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ **وَّاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾** فَلَا تُفَوِّتُوْہُ بِمُرَاعَاةِ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَالْخِیَانَةِ لِاَجْلِھِمْ وَنَزَلَ فِیْ تَوْبَتِہٖ **یٰٓاَیُّھَا**

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ بِالْاَمَانَۃِ وَغَیْرِھَا یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ مَا تَخَافُوْنَ فَتَنْجُوْنَ وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾ وَاذْکُرْ یَامُحَمَّدُ اِذْیَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَدِ اجْتَمَعُوْا لِلْمُشَاوَرَۃِ فِیْ شَانِکَ بِدَارِالنَّدْوَۃِ لِیُثْبِتُوْکَ یُوْثِقُوْکَ وَیَحْبِسُوْکَ اَوْیَقْتُلُوْکَ کُلُّھُمْ قَتْلَۃَ رَجُلٍ وَاحِدٍ اَوْ یُخْرِجُوْکَ مِنْ مَکَّۃَ وَیَمْکُرُوْنَ بِکَ وَیَمْکُرُاللّٰہُ بِھِمْ بِتَدْبِیْرِ اَمْرِکَ بِاَنْ اَوْحٰی اِلَیْکَ مَا دَبَّرُوْہُ وَاَمَرَکَ بِالْخُرُوْجِ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ اَعْلَمُھُمْ بِہٖ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا اَلْقُرْاٰنُ قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَالَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ قَالَہُ النَّضْرُبْنُ الْحَارِثِ لِاَنَّہٗ کَانَ یَاتِیَ الْحِیْرَۃَ یَتَّجِرُ فَیَشْتَرِیْ کُتُبَ اَخْبَارِ الْاَعَاجِمِ وَیُحَدِّثُ بِھَا اَھْلَ مَکَّۃَ اِنْ مَا ھٰذَآ الْقُرْاٰنُ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ اَکَاذِیْبُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا الَّذِیْ یَقْرَؤُہٗ مُحَمَّدٌ ھُوَالْحَقَّ الْمُنَزَّلَ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۲﴾ مُؤلِمٍ عَلٰی اِنْکَارِہٖ قَالَہُ النَّضْرُ اَوْغَیْرُہٗ اِسْتِھْزَاءً اَوْ اِیْھَامًا اَنَّہٗ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ وَجَزْمٍ بِبُطْلَانِہٖ قَالَ تَعَالٰی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِمَا سَاَلُوْہُ وَاَنْتَ فِیْھِمْ لِاَنَّ الْعَذَابَ اِذَا نَزَلَ عَمَّ وَلَمْ تُعَذَّبْ اُمَّۃٌ اِلَّابَعْدَ خُرُوْجِ نَبِیِّھَا وَالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْھَا وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ حَیْثُ یَقُوْلُوْنَ فِیْ طَوَافِھِمْ غُفْرَانَکَ غُفْرَانَکَ وَقِیْلَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ فِیْھِمْ کَمَا قَالَ تَعَالٰی لَوْتَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَمَا لَھُمْ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ بِالسَّیْفِ بَعْدَ خُرُوْجِکَ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَعَلَی الْقَوْلِ الْاَوَّلِ ھِیَ نَاسِخَۃٌ لِمَا قَبْلَھَا وَقَدْ عَذَّبَھُمْ بِبَدْرٍ وَغَیْرِہٖ وَھُمْ یَصُدُّوْنَ یَمْنَعُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِیْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ یَّطُوْفُوْا بِہٖ وَمَا کَانُوْآ اَوْلِیَآءَہٗ کَمَا زَعَمُوْا اِنْ مَا اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَنْ لَّا وِلَایَۃَ لَھُمْ عَلَیْہِ وَمَا کَانَ صَلَاتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً صَفِیْرًا وَّتَصْدِیَۃً تَصْفِیْقًا اَیْ جَعَلُوْا ذٰلِکَ مَوْضَعَ صَلَاتِھِمُ الَّتِیْ اُمِرُوْابِھَا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِبَدْرٍ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ حَرْبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ فِیْ عَاقِبَۃِ الْاَمْرِ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً نَدَامَۃً لِفَوَاتِھَا وَفَوَاتِ مَا قَصَدُوْہُ ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ فِی الدُّنْیَا وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا مِنْھُمْ اِلٰی جَھَنَّمَ فِی الْاٰخِرَۃِ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ یُسَاقُوْنَ لِیَمِیْزَ مُتَعَلِّقٌ بِتَکُوْنَ بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ اَیْ یُفَصِّلَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ الْکَافِرَ مِنَ الطَّیِّبِ الْمُؤْمِنِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ

عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَهٗ جَمِیْعًا یَجْمَعُهٗ مُتَرَاکِمًا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ فَیَجْعَلَهٗ فِیْ جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا کَاَبِیْ سُفْیَانَ وَاَصْحَابِهٖ اِنْ یَّنْتَهُوْا عَنِ الْکُفْرِ وَقِتَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا اِلٰی قِتَالِهٖ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ اَیْ سُنَّتُنَا فِیْهِمْ بِالْاِهْلَاكِ فَکَذَا نَفْعَلُ بِهِمْ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ تُوْجَدَ فِتْنَةٌ شِرْكٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَلَا یُعْبَدُ غَیْرُهٗ فَاِنِ انْتَهَوْا عَنِ الْکُفْرِ فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۳۹﴾ فَیُجَازِیْهِمْ بِهٖ وَاِنْ تَوَلَّوْا عَنِ الْاِیْمَانِ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰکُمْ نَاصِرُکُمْ وَمُتَوَلِّیْ اُمُوْرِکُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰی هُوَ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۴۰﴾ اَیِ النَّاصِرُ لَکُمْ

ترجمہ:............ مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی (اعراض) نہ کرو (اس کے حکم کی خلاف ورزی کر کے) اور تم سن تو رہے ہی ہو (قرآن اور وعظ) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے دعویٰ تو کیا تھا کہ ہم نے سن لیا۔ حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔ (ذکر ونصیحت کا سننا۔ اس سے مراد مشرک اور منافق ہیں) یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے بدتر حیوان وہ انسان ہیں جو بہرے ہو گئے (حق بات سننے کی صلاحیت) تو ضرور انہیں سنوا دیتے (سمجھ کر سننا) اور اگر اللہ انہیں سنوا بھی دیں (بالفرض۔ حالانکہ ان میں بھلائی کا نہ ہونا معلوم ہو چکا ہے) تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ منہ پھیر لیں گے (اس سے) اور وہ بے رخی کرتے ہیں (دشمنی اور انکار کے سبب قبول نہیں کرتے) مسلمانو! اللہ ورسول ﷺ کے کہنے کو بجالاؤ (اطاعت کرو) جب کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں ایسی چیز کی طرف پکارتے ہیں جو تمہاری زندگی کا سروسامان ہے (یعنی دینی کام۔ کیونکہ ان سے دائمی زندگی بنتی ہے) اور جان رکھو کہ اللہ میاں آڑ بن جایا کرتے ہیں انسان اور اس کے دل کے درمیان (جس سے وہ اللہ کے ارادہ کے بغیر نہ ایمان لاسکتا ہے اور نہ کفر کر سکتا ہے) اور بلاشبہ تمہیں سب کو اسی کے حضور جمع ہونا ہے (تاکہ تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے) اور تم ایسے وبال سے بچو (کہ اگر تم پر آپڑے) جس کی زد میں صرف وہی لوگ نہیں آئیں گے جو تم میں گناہ کرنے والے ہیں (بلکہ سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے تم بھی اور دوسرے بھی۔ اس سے بچنے کی صورت تو بس یہی ہے کہ جو برا کام ہے اس سے باز آجاؤ) اور یہ سمجھ لو کہ اللہ (خلاف کرنے والے کو) سخت سزا دینے والے ہیں اور وہ وقت یاد کرو جب تمہاری تعداد بہت تھوڑی تھی اور تم سرزمین (مکہ) میں کمزور سمجھے جاتے تھے۔ تمہیں اس وقت یہ اندیشہ لگا رہتا کہ کہیں لوگ تمہیں لوٹ کھسوٹ نہ لیں (کفار تمہیں اچک نہ لیں) پھر اللہ نے تمہیں (مدینہ میں) ٹھکانا دیا اور تمہیں قوی (مضبوط) کیا اپنی مدد سے (جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ) اور تمہیں نفیس نفیس چیزیں (مال غنیمت) عطا فرمائیں تاکہ تم شکر گزار رہو (اس کی نعمتوں کے۔ اگلی آیات ابولبابہؓ بن عبدالمنذر کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں ان کو آنحضرت ﷺ نے بنو قریظہ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ وہ ان کو آنحضرت ﷺ کے فیصلہ پر ہموار کرلیں۔ لیکن ان لوگوں نے جب ان سے اس بارے میں مشورہ چاہا تو انہوں نے اشارہ کر کے بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارادہ تمہیں قتل کرنے کا ہے اور اس افشاء راز کی ضرورت انہیں اس لئے پیش آئی کہ ان کے اہل وعیال ان لوگوں کے پاس رہا کرتے تھے) مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور (نہ) اپنی قابل حفاظت باتوں میں خلل ڈالو (دین وغیرہ کی وہ باتیں جن کو بطور امانت راز رکھا گیا

ہے) حالانکہ تم اس بات سے بے خبر نہیں ہو اور یاد رکھو تمہارا مال اور تمہاری اولاد۔ تمہارے لئے ایک آزمائش ہے (جو آخرت کی باتوں کے لئے رکاوٹ بنتے ہیں) اور یہ بھی نہ بھولو کہ اللہ ہی وہ ہیں جن کے پاس بڑا بھاری اجر ہے (لہذا مال و اولاد کی خاطر نہ اس کو چھوڑو اور نہ ان کی وجہ سے خیانت کرو اور اگلی آیت ابولبابہؓ کی توبہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے) مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو (امانت وغیرہ میں) تو تمہیں چھٹکارا دے دیں گے (جو تمہارے اور جن خطرات میں تم گھرے ہوئے ہو ان کے درمیان ایک فیصلہ کن ہوگا اور تم ان اندیشوں سے چھٹکارا پا جاؤ گے) اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دیں گے۔ اور بخش دیں گے (تمہارے گناہ) اللہ تو بہت بڑے فضل کرنے والے ہیں اور (اے محمد ﷺ! یاد کیجئے) وہ وقت جب کہ کافر آپ ﷺ کے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے (آپ ﷺ کے خلاف سوچ بچار کے لئے ''دار الندوہ'' میں ایک کمیٹی بلائی تھی) کہ آپ ﷺ کو قید کر لیں آپ ﷺ کو بیڑیاں پہنا کر گرفتار کر لیں) یا آپ ﷺ کو قتل کر ڈالیں (سب مل کر۔ تاکہ ایک ہی قتل شمار ہو) یا آپ ﷺ کو جلا وطن کر ڈالیں (مکہ سے نکال دیں) اور وہ چپکے چپکے (آپ ﷺ کے بارے میں) اپنی اپنی تدبیروں میں لگے ہوئے تھے اور اللہ (خود ان کے بارے میں) مخفی تدبیر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے لئے بندوبست اس طرح کیا جا رہا تھا کہ جو کچھ وہ اسکیم بناتے تھے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو خبردار کر دیا جاتا اور پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہو گیا) اور اللہ سب سے مضبوط تدبیر کرنے (جاننے) والے ہیں اور جب ان کے سامنے ہماری (قرآن کی) آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ''ہاں ہم نے سن لیا۔ اگر چاہیں تو اس طرح کی باتیں ہم بھی کہہ سکتے ہیں (نضر بن الحارث نے یہ دعوے کیا تھا۔ محض اس بل بوتہ پر کہ وہ حیرہ میں تجارت کے لئے جاتا اور وہاں سے عجمی تاریخ کی کتابیں خرید لاتا اور ان کو مکہ والوں کے سامنے آ کر سناتا) یہ (قرآن) کچھ بھی نہیں۔ صرف پچھلوں کی لکھی ہوئی بے سند (جھوٹی) داستانیں ہیں'' اور جب ان لوگوں نے کہا تھا خدایا اگر یہ بات (جس کو محمد ﷺ پڑھتا رہتا ہے) واقعی آپ کی طرف سے (اتری ہوئی) ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے۔ یا ہمیں کسی دردناک (تکلیف دہ) عذاب میں مبتلا کر دے (اس کو نہ ماننے کی وجہ سے۔ یہ بات نضر بن حارث وغیرہ نے مذاق اڑانے کے لئے کہی تھی اور یا دوسروں کو اس فریب میں مبتلا کرنے کے لئے کہ میں اس قرآن کو دلیل و یقین کے ساتھ غلط سمجھتا ہوں۔ آگے حق تعالیٰ جو اب ارشاد فرماتے ہیں) اور اللہ ایسا نہیں کریں گے کہ (ان کی فرمائش کے مطابق) ان میں آپ کے تشریف فرما ہوتے ہوئے ان کو مبتلائے عذاب کریں (کیونکہ عذاب جب آئے گا تو پھر وہ سب ہی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور جب کبھی کسی امت پر عذاب آیا ہے تو نبی اور اس پر ایمان لانے والوں کے وہاں سے نکل جانے کے بعد ہی آیا) اور اللہ ایسا بھی نہیں کریں گے کہ انہیں عذاب میں ڈال دیں حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں (کیونکہ کفار طواف کی حالت میں ''غفرانک غفرانک'' الفاظ کہا کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ کمزور مسلمان ہیں جو ان میں رہتے ہوئے استغفار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ دوسری جگہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں لو تزیلوا الخ) لیکن اب کون سی بات رہ گئی ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دیں (تلوار کے ذریعہ۔ جب کہ آپ ﷺ اور کمزور مسلمان مکہ سے ہجرت کر چکے ہیں اور پہلے قول کی صورت میں یہ آیت پہلی آیت کے لئے ناسخ ہو جائے گی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بدر وغیرہ مختلف موقعوں پر ان کو عذاب دیا) حالانکہ وہ روکتے ہیں (نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو باز رکھتے ہیں) مسجد حرام سے (اس میں طواف نہیں کرنے دیتے) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ متولی ہونے کے لائق نہیں (جیسا کہ وہ خود کو سمجھتے ہیں) اس کے متولی اگر ہو سکتے ہیں تو ایسے ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو متقی ہوں۔ لیکن ان میں سے اکثروں کو علم نہیں (کہ یہ اس کے متولی نہیں ہو سکتے) اور خانہ کعبہ میں ان کی نماز اس کے سوا کیا ہے کہ سیٹیاں بجائیں اور تالیاں پیٹیں (یعنی خانہ کعبہ میں ان کو جس نماز کا حکم دیا گیا ہے اس کے بجائے یہ خرافات کرتے ہیں) سو دیکھو جیسے کچھ تم کفر کرتے رہے ہو اب (بدر میں) عذاب کا مزہ چکھ لو۔ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ اپنا مال نبی کریم

ﷺ کے ساتھ لڑنے میں) اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔ سو یہ لوگ آئندہ بھی خرچ کرتے ہی رہیں گے۔ لیکن پھر (آخرکار) ان کے لئے سراسر پچھتاوا ہوگا (کیونکہ مال بھی گیا اور مقصد بھی پورا نہ ہوا) اور پھر مغلوب کئے جائیں گے (دنیا ہی میں) اور جن لوگوں نے (ان میں سے) کفر کی راہ اختیار کی وہ (آخرت میں) دوزخ کی طرف ہنکائے (کھینچے) جائیں گے اور یہ اس لئے ہوگا کہ (لفظ یمیز) تخفیف وتشدید کی صورت میں دونوں طرح ہے اور اس کا تعلق تکون کے ساتھ ہے۔ یعنی جدا کر دے گا) ناپاک (کافر) کو اللہ پاک (مومن) سے الگ کرنا چاہتے ہیں اور ناپاک لوگوں میں بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر، پھر سب کو اکٹھا کر دینا چاہتے ہیں (سب کو ایک دوسرے پر گڈمڈ کر دیں) پھر ان کو جہنم کے حوالہ کر دیں۔ یہی لوگ ہیں جو بالکل تباہ ہو جانے والے ہیں جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی (جیسے ابوسفیان اور ان کے ساتھی) تم ان سے کہہ دو، اگر وہ باز آ جائیں (کفر سے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے سے) تو جو کچھ (ان کے کرتوت) گزر چکے، سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ اگر وہ اپنی (جنگی) حالت پر رہے تو پچھلوں کا طور طریقہ گزر چکا ہے۔ (یعنی ان کو تباہ و برباد کرنے کے سلسلہ میں ہمارا اپنا قانون۔ لہٰذا ان کے ساتھ بھی وہی کارروائی کی جائے گی) اور ان سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فساد (شرک) باقی نہ رہے اور دین کا سارا معاملہ اللہ ہی کے لئے ہو جائے (کہ ان کے سوا کسی کی بندگی نہ ہو سکے) پھر اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ اللہ کی نگاہوں سے چھپا ہوا نہیں (لہٰذا وہ اسی کے مطابق لوگوں کو بدلہ دیں گے) اور اگر وہ روگردانی کریں (ایمان سے) تو یاد رکھو، اللہ تمہارے رفیق (تمہارے مددگار اور سب کاموں کے سنوارنے والے) ہیں اور وہ کیا ہی اچھے کارساز اور کیا ہی اچھے مددگار ہیں (تمہارے)۔

تحقیق وترکیب: .... **فرضاً**۔ یہ لفظ نکال کر مفسرؒ علام اس شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں، قیاس اقترانی کی صورت میں تقریر استدلال اس طرح ہوگی کہ **لو علم اللّٰہ فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا**۔ جس کا نتیجہ حد اوسط گرانے کے بعد یہ نکلے گا "**لو علم اللّٰہ فیھم خیرا لتولوا**" حالانکہ یہ محال ہے کیونکہ جب اللہ کو ان میں خیر معلوم ہوگی تو اس صورت میں ان کی طرف سے اطاعت ہونی چاہئے نہ کہ سرکشی؟ جواب کا حاصل ہوگا کہ یہاں حد اوسط مکرر نہیں ہے۔ یعنی ایک نہیں ہے بلکہ دونوں جگہ مختلف ہے۔ کیونکہ پہلے "اسماع" سے مراد تو وہ خاص سنانا ہے جس کے بعد ہدایت ہو جائے، لیکن دوسرے لفظ "اسماع" سے محض سنانا ہے۔ اس لئے شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے شکل نتیجہ خیز نہیں ہوگی۔

دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آیت سے مقصود استدلال نہیں بلکہ سببیت کا بیان کرنا ہے جو **لو** کی اصلی وضع ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ان کو نہ سنانے کا سبب یہ ہے کہ ان کو ان میں خیر کا ہونا معلوم نہیں ہوگا۔ گویا اس صورت میں "**لو سمعھم**" پر کلام پورا ہو گیا اور **لو اسمعھم** جملہ مستانفہ ہوگا۔ یعنی جب سنانے کی صورت میں ان کی طرف سے اعراض پایا جاتا ہے تو نہ سنانے کی صورت میں کیسے نہیں ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے **لو یخف اللّٰہ لم یعصہ** (ترجمہ) اگر خوف خدا ہو تو گناہ نہیں کر سکتا۔

استجیبو۔ اس میں ست زائد ہے۔ چونکہ اللہ و رسول کا حکم ایک ہی ہے۔ اس لئے دعا واحد لایا گیا۔

یحول۔ اس میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے۔ **ان اصابتکم** یہ **لاتصیبن الخ** کی شرط محذوف ہے۔

الغنائم۔ جب مسلمان سب کاروبار چھوڑ کر جہاد میں لگے تو اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں ان کے رزق کا دروازہ کھول دیا۔ حدیث میں ہے "**اجعل رزقی تحت ظل رمحی**" (ترجمہ) میں اپنی روزی اپنے نیزہ کے سایہ تلے پاتا ہوں۔

فی ابی لبابۃؓ۔ لیکن ان کے اپنے آپ کو ستون سے باندھنے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا اسی موقعہ پر ہوا یا غزوہ تبوک کے موقعہ پر۔ ابن عبدالبرؒ نے استیعاب میں دوسری رائے کو احسن قرار دیا ہے۔

وانتم تعلمون. واوحالیہ ہے اور **تعلمون** کا مفعول محذوف ہے۔ **بدار الندوة.** قصیٰ بن کلاب نے یہ ہاؤس بنایا تھا جو عرب کے لئے پارلیمنٹ کا کام دیتا تھا۔ جس کو بعد میں حج کے موقعہ پر حضرت معاویہؓ نے زبیر عبدری سے ایک لاکھ درہم میں خرید کر حرم میں شامل فرمالیا تھا۔ بیت اللہ کے شمالی جانب ایک وسیع دالان کی صورت میں ہے۔

بتدبیر امرک. یعنی اللہ کے مکر کرنے کے وہ مشہور معنی نہیں ہیں جو قابل اعتراض ہوں، بلکہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت و سلامتی کی پوشیدہ تدبیر مراد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے صورۃً اللہ کے معاملہ کو مکر کہا گیا ہے یا "**جزاء سیئة سیئة**" کی طرح مکر کے بدلہ کو مکر کہا گیا ہے۔

الحیرة. کوفہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔ **فامطر علینا حجارة.** حضرت معاویہؓ نے ملک سبا کے رہنے والے ایک شخص سے طنزاً کہا کہ تمہاری قوم بڑی جاہل تھی۔ جس پر ایک عورت ذات حکومت کرتی رہی مگر اس نے فوراً پلٹ کر جواب دیا کہ میری قوم سے کہیں زیادہ آپ کی قوم جاہل ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں "**ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علینا حجارة**" کہتی ہے۔ حالانکہ یوں کہنا چاہئے تھا۔ **ان کان هذا هو الحق فاهدنا له.**

وهم یستغفرون. کفار کی توبہ استغفار کا فائدہ دنیاوی مراد ہے۔ لہٰذا یہ آیت دوسری آیت **وما دعاء الکافرین الافی ضلل** اور **الافی تباب** یا آیت **قدمنا الٰی ماعملوا من عمل فجعلنا هباءً منثورًا** کے خلاف نہیں ہوگی۔ جن میں آخرت کے نفع کی نفی ہے۔ **ناسخة.** لیکن جب دیکھا جائے کہ کفار نے توبہ استغفار ندامت کا اظہار چھوڑ کر مسلمانوں کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔ جس سے پھر عذاب کے مستحق ہوگئے تو پھر منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں رہتی اور ویسے بھی اخبار منسوخ نہیں ہوا کرتے۔ قول اول یہ ہے کہ کفار مراد لئے جائیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ کمزور مسلمان مراد لئے جائیں۔

ان یطوفوا. یہ مسجد حرام سے بدل اشتمال ہے۔ **مکاءً** خواہ صرف منہ سے سیٹی بجانا یا دو انگلیوں کو منہ میں داخل کر کے سیٹی بجانا۔ یا دونوں ہتھیلیوں اور انگلیوں کو اکٹھا کر کے اس میں پھونک ماری جائے۔ جس سے سیٹی کی آواز پیدا ہو اور تصدیہ اور تصفیق کے معنی تالی بجانا۔ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، سعید ابن جبیرؒ سب نے یہی معنی لئے ہیں۔ لہٰذا بخاری نے جو مجاہدؒ سے مکاء کے معنی انگلیوں کو منہ میں داخل کر کے اور تصدیہ کے معنی صرف منہ سے سیٹی بجانے کے نقل کئے ہیں وہ غریب ہیں اور چونکہ یہ لوگ ان حرکات کو عبادت شمار کرتے تھے اس لئے نماز سے ان کا استثنیٰ صحیح ہو جائے گا۔ اس میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

کابی سفیان. چونکہ یہ آیت بدر کے بعد نازل ہوئی، اس لئے وہی لوگ مراد ہوں گے جو اس وقت کافر بچے۔

ماقد سلف. یعنی بحالت کفر جو گناہ کئے وہ حدیث الاسلام[1] **یهدم ما کان قبله** کی رو سے سب معاف ہیں۔ امام اعظمؒ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ مرتد اگر مسلمان ہو جائے تو اس کی چھوٹی ہوئی عبادات کی قضاء لازم نہیں اور یہی امام مالکؒ کی رائے ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نماز، روزہ، زکوٰۃ، نذر، کفارہ، سب کی قضا لازم آئے گی۔ لیکن علامہ تفتازانی کی رائے ہے، امام صاحبؒ کا یہ استدلال نہایت کمزور ہے کیونکہ یہاں کفر سے مراد کفر اصلی اور اس کے کام ہیں اور امام صاحبؒ کی رائے پر تو لازم آتا ہے کہ ایک مسلمان ساری عمر گناہ کرتے رہے۔ پھر آخر میں مرتد ہو کر پھر مسلمان ہو جائے تو اسی طرح اس پر کچھ گناہ نہیں رہنا چاہئے۔

---

[1] اسلام لانے سے پہلے انسان جو گناہ کرتا ہے وہ سب اسلام لانے کے بعد معاف ہو جاتے ہیں۔ ۱۲

سنة الاولین. مطلق ہلاک ہونے میں تشبیہ دینی ہے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ قوم عاد و ثمود وغیرہ پر تو عام عذاب آیا ہے اور امت محمد یہ ﷺ عذاب عام سے محفوظ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ قریبی زمانہ کے کفار مراد ہوں جو بدر سے پہلے خاص خاص مصائب کا شکار ہوئے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ فقد مضت کا تعلق ان یعودوا سے نہ ہو بلکہ یہ محذوف کی علت ہو اور ان یعودوا کا جواب بھی محذوف ہو۔ ای ان یعودوا نھلکم کما اھلکنا الاولین۔

قاتلوا اس کا عطف قل للذین پر ہے۔ آپ ﷺ پر چونکہ شفقت غالب تھی، اس لئے قل میں صرف آپ کو خطاب کیا اور قاتلوا میں جہاد کے مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں۔

ربط آیات:.........پچھلی آیات میں کفار کی برائی کا بیان تھا۔ اب آیت اطیعوا میں اطاعت کا حکم اور لاتولوا میں خلاف کرنے کی ممانعت اور لاتکونوا سے تاکید کے خلاف کرنے والوں کی مشابہت سے روکا جارہا ہے اور ان شر الدواب میں مخالفین کی بڑائی اور استجیبو میں ماننے والوں کا نفع اور نہ ماننے والوں کا نقصان اور اتقوا میں دوسروں کو اطاعت کی ترغیب دینا اور واذکروا میں اپنی نعمتیں یاد دلانا اور لاتخونوا میں اطاعت کی کمی کو خیانت قرار دینا اور واعلموا میں اطاعت میں کمی کی طرف توجہ دلانا اور اطاعت کی بعض برکتوں کا بیان ان تتقوا میں اور ہجرت جیسی مفید عام نعمت کا یاد دلانا۔ اذ یمکر الخ میں غرضیکہ خیر الماکرین تک یہ سب مضامین چلے گئے ہیں۔ جن میں باہمی مناسبت ظاہر ہے۔ آگے آیت اذا تتلی الخ سے بھی کفار کی برائی اور ان کا مستحق عذاب ہونا تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

شانِ نزول:.........آیت ان شر الدواب الخ بنوعبدالدار بن قصی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو غزوہ بدر میں ابوجہل کے ساتھ مارے گئے اور یہ کہا کرتے تھے۔ نحن[1] صم وبکم وعمی عما جاء به محمد ان میں سے صرف دو آدمی مصعب بن عمیرؓ اور سبیط بن حرملہؓ مسلمان ہوسکے۔

آیت واذکروا الخ غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ آیت یآیھا الذین اٰمنوا لاتخونوا الخ کے متعلق مغیرہ کا خیال یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام زاہد نے یہ توجیہ بھی بیان کی ہے کہ بعض لوگ راز کی باتیں کفار کو بتلادیا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور علامہ زمخشری نے شان نزول میں ابولبابہؓ کی روات پیش کی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اکیس روز تک یہود بنوقریظہ کا محاصرہ فرمایا تو انہوں نے بنونضیر کی مصالحت کرنی چاہئے اور اپنی کاشت کی زمینوں میں یا شام کے علاقہ کی طرف ملک اریحا میں چلے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ ﷺ نے انکار فرمادیا اور کہا کہ سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کردیں وہ ہمیں منظور ہے۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ گفتگو کے لئے ابولبابہ کو بھیجئے۔ آپ ﷺ نے ان کو بھیج دیا۔ ان کے بال بچے چونکہ بنوقریظہ کی ڈیوڑھی میں رہتے تھے، اس لئے ان کا خیال کرتے ہوئے جب یہود نے ان سے سعد بنؓ معاذ کے فیصلہ کے بارے میں مشورہ چاہا تو انہوں نے گلے کی طرف اشارہ کرکے بتلادیا کہ "قتل کئے جاؤ گے" کہنے کو تو خیر یہ بات کہہ گئے، مگر بعد میں بہت پچھتائے اور آنحضرت ﷺ کے افشاء راز کا بے حد رنج اور افسوس ہوا۔ اسی کیفیت میں انہوں نے خود کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ کچھ کھاؤں پیوں گا نہیں، جب تک کہ اللہ اور رسول ﷺ میری توبہ قبول نہیں فرماتے۔ چنانچہ سات

---

[1] ہم بہرے، گونگے، اندھے ہیں، اس بارے میں جو محمد ﷺ کہتے ہیں۔ ۱۲

روز کا فاقہ ہوا تو بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اللہ نے جب ان کی توبہ قبول کی اور ان کو اطلاع دی گئی تو کہنے لگے جب تک آنحضرت ﷺ خود دست مبارک سے نہیں کھولیں گے میں اسی طرح بندھا رہوں گا۔ چنانچہ بنفس نفیس آپ ﷺ نے ان کو کھولا تو جوش مسرت میں کہنے لگے کہ جس مکان کی وجہ سے اس گناہ میں مبتلا ہوا ہوں اسے اور اپنی کل جائیداد کو اللہ کے لئے وقف کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک تہائی حصہ وقف کرنا بھی کافی ہے۔

آیت وھو یصدون الخ کا تعلق واقعہ حدیبیہ سے ہے۔ کفار نے آپ کو اور مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا اور کہتے تھے [1] نحن ولاۃ البیت والحرم نصد من نشاء وندخل من نشاء.

آیت قل للذین کفروا الخ کے متعلق امام زاہدؒ نے لکھا ہے کہ اس کا نزول عکرمہؓ بن ابوجہل کے بارے میں ہوا ہے۔ ایک مرتبہ یہ کشتی پر سوار تھا کہ ہوا ناموافق ہوئی اور کشتی لگی ڈوبنے تو اس وقت اس نے نذر کی کہ اگر میں بچ گیا تو محمد ﷺ پر ایمان لاؤں گا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو عمرو ابن العاصؓ بھی اس کے ساتھ تھے۔ دونوں مسلمان ہوئے مگر عمرو بن العاصؓ پچھلے گناہوں کی وجہ سے رونے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾:............ آیت یایھا الذین الخ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اہل کتاب کی طرح نہیں ہونا چاہئے جو تورات وانجیل سنتے تھے مگر حقیقۃً نہیں سنتے تھے، کیونکہ اگر سمجھ کر سنتے تو عمل ضرور کرتے۔

جو انسان ہدایت قبول نہ کرے وہ چوپایہ سے بدتر ہے:............ آیت ان شر الدواب الخ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی دعوت سرتا تعقل وتفکر کی دعوت ہے جو انسان اپنے حواس سے عقل سے کام نہیں لیتا۔ وہ اس کے نزدیک انسان نہیں بدترین چوپایہ ہے اسی طرح قرآن فکر وعمل کی جس حالت کو کفر کی حالت قرار دیتا ہے۔ اس کا سرچشمہ بھی عقل وحواس کا بے کار ہو جانا ہے۔ پھر آگے فرماتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی یہ دعوت اس لئے ہے کہ تمہیں زندہ کردے۔ اس سے بڑھ کر اس کا جلانا اور کیا ہوگا کہ عرب کے ساربانوں کے قدموں میں ساری دنیا کا اقتدار آپڑا اور پچاس برس کے اندر کرۂ ارض کی سب سے بڑی مہذب اور اشرف قوم عرب کے وحشی تھے۔

استجیبوا کے حکم میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کسی کو پکاریں تو جواب دینا واجب ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی نماز میں ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ حدیث ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابیؓ بن کعب کو پکارا۔ لیکن وہ نماز میں ہونے کی وجہ سے نہیں بولے تو آپ ﷺ نے ان کو یہی آیت یاد دلائی۔ رہی یہ بات کہ وہ نماز باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی اور اس کو لوٹانا پڑے گا؟ اس میں اختلاف ہے اور چونکہ اس کا تعلق آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا اور وہ صورت آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھی اب نہیں رہی۔ اس لئے اب اس میں گفتگو کرنے کا کوئی ثمرہ بھی نہیں۔

انسانی دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے، وہ جدھر چاہے پھیر دے:............ پھر فرمایا کہ بسا اوقات انسان کے ارادوں اور اس کے دلی جذبات کے درمیان قدرت کی طرف سے اچانک کوئی غیر متوقع بات آکر حائل ہو جاتی ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ ایک دم وہ اچھائی سے برائی میں جا پڑتا ہے اور کبھی دفعۃً برائی سے بھلائی میں آنکلتا ہے۔ کتنے ہی اچھے ارادے ہوتے ہیں جن سے عین وقت پر ہمارا دل انکار کر دیتا ہے اور کتنے ہی برائی کے منصوبے ہوتے ہیں جن سے اچانک ہمارا دل بغاوت کر دیتا ہے۔

---

[1] ہم بیت اللہ اور حرم کے متولی ہیں، اس لئے جب چاہیں رد کر سکتے ہیں اور جس کو چاہیں داخل ہونے دیں۔۱۲

اس لئے چاہئے کہ انسان اپنے دل کی نگرانی سے کبھی بھی غافل نہ ہو۔ کیا معلوم کون سی گھڑی اس کے کس طرف پلٹنے کی آ جائے۔ حضرت ابن عباسؓ یحول کی تفسیر میں فرماتے ہیں [1] کمن حال بین شخصہ ومتاعہ فانہ القادر علی التصرف دونہ اہ کذلک لایقدر العبد علی التصرف فی قلبہ کقدرۃ اللہ علیہ۔

اور یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ آخر انسان کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ جس دل میں قیامت اور آخرت کا یقین ہوگا۔ وہ زندگی کی غفلتوں سے کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا۔

فتنہ کی آگ صرف سلگانے والے ہی کو نہیں جلاتی بلکہ دوسروں کو بھی بھسم کردیتی ہے:..........اس کے بعد آیت واتقوا فتنۃ الخ میں انفرادی خطرات کے بعد اجتماعی خطرات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ ان فتنوں سے خاص طور پر بچنا چاہئے۔ جنہیں ایک فرد یا ایک طبقہ برپا کردیتا ہے۔ لیکن جب اس کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو صرف سلگانے والوں ہی کو نہیں جلاتی۔ بلکہ سبھی لپیٹ میں آجاتے ہیں اور اس لئے آجاتے ہیں کہ کیوں آگ لگانے والے کا ہاتھ نہیں پکڑا؟ کیونکہ بروقت بجھانے کی کوشش نہیں کی؟ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ دوسروں کے گناہ میں پکڑا جانا تو آیت لاتزر الخ کے خلاف ہے؟ کیونکہ جواب یہ ہے کہ بے شک اس کام کا اصل گناہ تو کرنے والے کو ہوگا۔ لیکن مداہنت کرنا یہ اس کا گناہ ہے۔ یہ اس گناہ میں پکڑا جائے گا۔ آیت یایھا الذین امنوا الخ میں اسلامی احکام کی تعمیل وتبلیغ اور امت کے مصالح ومقاصد میں ہر قسم کی رخنہ اندازیوں کو روکا جارہا ہے اور خصوصیت سے اس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ جس میں دشمن کو اپنے جنگی ارادوں سے بعض سادہ لوحوں کی طرف سے محض اپنے بال بچوں کے خیال سے ایک طور پر باخبر کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ قرآن پاک اس حرکت کو خیانت مجرمانہ قرار دیتا ہے۔ آخرکار اس کی یہ للکار رایگاں نہیں جاتی۔ بلکہ اس کام کے کرنے والے کو اس درجہ گرمادیتی اور بے چین کردیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لئے عبرت کا سبق بن جاتا ہے۔

انسان اپنے بنے ہوئے مکر کے جال میں آخرکار خود ہی پھنس جاتا ہے:..........آیت اذیمکر الخ میں یہ بتلایا جارہا ہے کہ انسان کو سوچنا چاہئے کہ بعض دفعہ وہ اپنی جہالت، حماقت، غفلت سے کیا کیا اسکیمیں بناتا ہے اور مکڑی کی طرح سازشوں کا ایک جال بنتا ہے۔ لیکن حکمت الٰہی کی پوشیدہ تدبیروں کا حال اس کے بارے میں کیا ہوتا ہے؟ ہجرت سے پہلے قریش نے جو منصوبے باندھے تھے تو کیا ایک لمحہ کے لئے انہیں آنے والے نتائج کا گمان ہوسکتا تھا؟ مگر دیکھنا چاہئے کہ خود ان ہی کے ظلم و عداوت نے ان نتائج کے لئے کس طرح زمین ہموار کردی؟ اگر ظلم نہ ہوتا تو ہجرت بھی نہ ہوتی اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو وہ تمام نتائج بھی ظہور میں نہ آتے جو ہجرت سے ظہور میں آئے۔ یہی صورت حال ہے قانونِ الٰہی کی مخفی تدبیر سے جو انسانی ظلم وفساد کی ساری تدبیریں ملیامیٹ کردیتی ہے۔

---

[1] جس طرح کسی انسان اور اس کے سامان کے درمیان کوئی دوسرا شخص حائل ہوجائے تو پہلا شخص کچھ نہیں کرسکتا۔ دوسرا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسی طرح بندہ بھی اللہ کی قدرت کے آگے کچھ نہیں کرسکتا۔ ۱۲

عذاب الٰہی کی ایک سنت:............آیت و اذا تتلیٰ الخ سے نضر بن الحارث اور ابوجہل کی جس مغرورانہ ڈینگ اور دعا کا جواب دیا گیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کسی قوم پر اس کے پیغمبر کی موجودگی میں اور لوگوں کے استغفار کرنے کی صورت میں عذاب نازل کیا نہیں کرتا۔ اس لئے تم پر عذاب آنے کے لئے اس کی یہ سنت آڑے آ رہی ہے۔ لیکن جب تم نے پیغمبر اسلام کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا اور ادھر تمہاری سرکشی بھی اس درجہ پر پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ سے خود تو کیا استغفار کرتے۔ دوسرے اللہ کے بندوں کو بھی اس کی عبادت گاہ میں آنے تک سے بجبر روکنے لگے۔ غرضیکہ دونوں رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ عمل کی پاداش میں تاخیر ہو۔ چنانچہ وہ اس طرح ظاہر ہوا کہ تمہارے جماعتی اقبال کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

بہر حال اب دونوں آیتوں میں تعارض نہیں رہا۔ دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ بڑا عذاب تو نہیں آیا کیونکہ مذکورہ دو رکاوٹیں تھیں، لیکن معمولی عذاب کا وقت آ گیا۔ اسی لئے ذوقوا فرمایا گیا ہے کہ اس کو ذرا چکھو اور فرمایا کہ جو متقی نہیں انہیں عبادت گاہوں کی تولیت نہیں پہنچتی۔

اور لفظ عند اس لئے لایا گیا ہے کہ بیت اللہ کے اندر نماز کم پڑھتے ہیں۔ اکثر باہر ہی پڑھی جاتی ہے اور کفار پر عذاب کا سبب لو نشاء لقلنا الخ اور ان کان ھذا الخ وغیرہ کفریات بھی ہیں۔ لیکن عملاً ان کا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر میں آنے سے روکنا سب سے بڑا عذاب کا سبب بنا ہے۔ یعنی پہلا ہی جرم کیا کم تھا کہ رہی سہی کی اس حرکت نے پوری کر دی۔ کریلے اور نیم چڑھے کی مثال ہو گئی۔

یحشرون کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کو جہنم میں پاش پاش کر دیا جائے گا اور فیرکمہ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں بالکل ملا دیا جائے گا۔ گویا ان کا حشر الی النار اس لئے ہوگا کہ انہیں فی النار کر دیا جائے گا۔

اور علامہ زمخشریؒ نے وما کان اللہ کے ایک معنی یہ بھی لکھے ہیں کہ اگر یہ لوگ استغفار کرتے اور ایمان لے آتے تو اللہ ان کو عذاب نہ دیتا۔ مگر اب ایسا نہیں۔ اس لئے یہ عذاب کے مستحق ہو گئے۔ پس اس صورت میں کفار کا استغفار ثابت نہ ہوا۔ بلکہ اس کی نفی ہو گئی۔ جیسے دوسری آیت بھی اسی طرح کی ہے۔ وما کان ربک لیھلک القریٰ بظلم و اھلھا مصلحون.

آیت قل للذین کفروا بخشش ومعافی اور دعوت امن وصلح کی انتہاء ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کا اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا طرز عمل رہا اور کس طرح مجبور و بے بس ہو کر اسے میدان جنگ میں کودنا پڑا۔

فقہی استنباط:............آیت ان ینتھوا الخ کی تفسیر امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہوگی کہ عرب کے کفار کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ اپنے مذہب پر باقی رہتے ہوئے ان سے جزیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ عرب کے علاوہ دنیا کے دوسرے حصوں کے کافروں سے جزیہ قبول کرنے اور ذمی بنا لینے کی اجازت ہے اور جن حضرات کے نزدیک کفارِ عرب سے بھی جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے ان کے نزدیک فتنۃ کی تفسیر کفر و شرک سے نہیں ہوگی بلکہ لڑائی اور فساد سے کی جائے گی۔ یعنی عرب کے کافر اگر حرب سے باز آ جائیں اور ''حربی'' کی بجائے ''ذمی'' بن جائیں تو پھر انہیں قتل نہ کرو۔ رہا یہ کہ اس طرح وہ ذمی بن کر اگر تمہارے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہوں تو فان اللّٰہ بما یعملون بصیر اللہ خود ان سے نمٹ لیں گے۔ اس قسم کے شبہات ذمی ہونے سے رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ ہاں اسلام لانے اور ذمی بننے سے اگر یہ دونوں سے انکار کر دیں تو پھر اللہ تمہارا حمایتی ہے۔ یہی مطلب ہوگا ان تولوا کا۔

نیز اس آیت میں کفار کو ان کے اسلام لانے کے بعد ان کے سابقہ گناہوں کی معافی کی بشارت سنائی جارہی ہے۔ خواہ وہ کافر اصلی ہوں یعنی شروع ہی سے کافر ہوں یا مرتد ہوں۔ دونوں کو اسلام لانے کی صورت میں صرف گناہوں کے معاف کرنے کی خوشخبری دی جارہی ہے۔ لیکن ان کا کفر وشرک یا ان کے ذمے کے حقوق اور سزاؤں کا بیان۔ تو یہ آیت ان سے خاموش ہے اور اصلی کافر اور مرتد کے احکام فقہی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

لطائف آیات:............ آیت **ان اللّٰہ مع المؤمنین** میں اللہ تعالیٰ کا مومنین کے ساتھ ہونا معلوم ہورہا ہے۔ آیت **ولو علم اللّٰہ فیھم خیرا** میں خیر سے مراد خیر کی استعداد ہے اور **لاسمعھم** سے مراد سمجھ کر نہ سننا ہے اور **لو اسمعھم** یعنی اس میں خیر نہ ہونے کے باوجود اگر انکو سنایا جائے اور **لتولوا** کے معنی یہ ہیں کہ وہ فائدہ نہ اٹھائیں اور **ان اللّٰہ یحول** کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس کی استعداد ہونا بالکلیہ فنا ہو جائے گی۔ اس لئے فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ آیت **واتقوا فتنۃ الخ** سے بری صحبت کے وبال کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ **وما کانوا اولیاءہ** کی ضمیر اگر اللہ کی طرف لوٹائی جائے تو اس سے تقویٰ کا شرط ولایت ہونا معلوم ہوتا ہے۔

﴿الحمد للہ جلالین شریف کے پارہ قال الملاء نمبر ۹ کا ترجمہ وشرح تمام ہوئی۔﴾

پارہ نمبر ﴿۱۰﴾
وَاعْلَمُوْا

فہرست پارہ ﴿وَاعْلَمُوْا﴾

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ اَخَذْتُمْ مِنَ الْكُفَّارِ قَهْرًا مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ يَاْمُرُ فِيْهِ بِمَا يَشَاءُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى قَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ وَالْيَتٰمٰى اَطْفَالِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ هَلَكَتْ اٰبَاؤُهُمْ وَهُمْ فُقَرَاءُ وَالْمَسٰكِيْنِ ذَوِى الْحَاجَةِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ الْمُنْقَطِعِ فِىْ سَفَرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَىْ يَسْتَحِقُّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَصْنَافُ الْاَرْبَعَةُ عَلٰى مَا كَانَ يَقْسِمُهٗ مِنْ اَنَّ لِكُلٍّ خُمُسُ الْخُمُسِ وَالْاَخْمَاسُ الْاَرْبَعَةُ الْبَاقِيَةُ لِلْغَانِمِيْنَ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَاعْلَمُوْا ذٰلِكَ وَمَآ عَطْفٌ عَلٰى بِاللّٰهِ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْاٰيَاتِ يَوْمَ الْفُرْقَانِ اَىْ يَوْمَ بَدْرٍ الْفَارِقِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُ نَصْرُكُمْ مَعَ قِلَّتِكُمْ وَكَثْرَتِهِمْ اِذْ بَدَلٌ مِنْ يَوْمَ اَنْتُمْ كَائِنُوْنَ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا الْقُرْبٰى مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَهِىَ بِضَمِّ الْعَيْنِ وَكَسْرِهَا جَانِبُ الْوَادِىْ وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى الْبُعْدٰى مِنْهَا وَالرَّكْبُ الْعِيْرُ كَائِنُوْنَ بِمَكَانٍ اَسْفَلَ مِنْكُمْ مِمَّا يَلِى الْبَحْرَ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ اَنْتُمْ وَالنَّفِيْرُ لِلْقِتَالِ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ وَلٰكِنْ جَمَعَكُمْ بِغَيْرِ مِيْعَادٍ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا فِىْ عِلْمِهٖ وَهُوَ نَصْرُ الْاِسْلَامِ وَمَحْقُ الْكُفْرِ فَعَلَ ذٰلِكَ لِيَهْلِكَ يَكْفُرَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ اَىْ بَعْدَ حُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ قَامَتْ عَلَيْهِ وَهِىَ نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ قِلَّتِهِمْ عَلَى الْجَيْشِ الْكَثِيْرِ وَيَحْيٰى يُؤْمِنُ مَنْ حَىَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اُذْكُرْ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ اَىْ نَوْمِكَ قَلِيْلًا فَاَخْبَرْتَ بِهٖ اَصْحَابَكَ فَسُرُّوْا وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ جَبُنْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ اِخْتَلَفْتُمْ فِى الْاَمْرِ اَمْرِ الْقِتَالِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ كُمْ مِنَ الْفَشَلِ وَالتَّنَازُعِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ بِمَا فِى الْقُلُوْبِ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِىْٓ اَعْيُنِكُمْ

قَلِيْلًا نَحْوَ سَبْعِيْنَ اَوْ مِائَةٍ وَهُمْ اَلْفٌ لِتَقْدَمُوْا عَلَيْهِمْ وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيُقْدِمُوْا وَلَا يَرْجِعُوْا عَنْ قِتَالِكُمْ وَهٰذَا قَبْلَ اِلْتِحَامِ الْحَرْبِ فَلَمَّا الْتَحَمَ اَرٰهُمْ اِيَّاهُمْ مِثْلَيْهِمْ كَمَا فِي اٰلِ عِمْرَانَ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً جَمَاعَةً كَافِرَةً فَاثْبُتُوْا لِقِتَالِهِمْ وَلَا تَنْهَزِمُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اُدْعُوْهُ بِالنَّصْرِ لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ تَفُوْزُوْنَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا تَخْتَلِفُوْا فِيْمَا بَيْنَكُمْ فَتَفْشَلُوْا تَجْبُنُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ قُوَّتُكُمْ وَدَوْلَتُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ بِالنَّصْرِ وَالْعَوْنِ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ لِيَمْنَعُوْا غَيْرَهُمْ وَلَمْ يَرْجِعُوْا بَعْدَ نَجَاتِهَا بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ حَيْثُ قَالُوْا لَا نَرْجِعُ حَتّٰى نَشْرَبَ الْخُمُوْرَ وَنَنْحَرَ الْجُزُوْرَ وَتَضْرِبُ عَلَيْنَا الْقِيَانُ بِبَدْرٍ فَيَتَسَامَعُ بِذٰلِكَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ النَّاسَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ عِلْمًا فَيُجَازِيْهِمْ بِهٖ وَ اُذْكُرْ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اِبْلِيْسُ اَعْمَالَهُمْ بِاَنْ شَجَّعَهُمْ عَلٰى لِقَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ لَمَّا خَافُوا الْخُرُوْجَ مِنْ اَعْدَاءِ هِمْ بَنِيْ بَكْرٍ وَقَالَ لَهُمْ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ مِنْ كِنَانَةٍ وَكَانَ اَتَاهُمْ فِيْ صُوْرَةِ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ سَيِّدِ تِلْكَ النَّاحِيَةِ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْتَقَتِ الْفِئَتٰنِ اَلْمُسْلِمَةُ وَالْكَافِرَةُ وَرَاَى الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَانَ يَدُهٗ فِيْ يَدِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ نَكَصَ رَجَعَ عَلٰى عَقِبَيْهِ هَارِبًا وَقَالَ لَمَّا قَالُوْا لَهٗ اَتَخْذُلُنَا عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ مِنْ جِوَارِكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ اَنْ يُّهْلِكَنِيْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:......... اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہیں مال غنیمت ملے (جس کو تم کفار سے زبردستی وصول کرو) اس پورے کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے (وہ جو چاہے اس کے بارے میں حکم نافذ کرے) اور اس کے رسول کے لئے اور اس کے قرابت داروں کے لئے (ہاشمی اور مطلبی جو آپ ﷺ کے رشتہ دار ہیں) یتیموں کے لئے (مسلمانوں کے ان غریب بچوں کے لئے جن کے باپ بچپن میں انہیں چھوڑ کر مر گئے ہوں) اور مسکینوں کے لئے (ضرورت مند مسلمانوں کے لئے) اور مسافروں کے لئے (جو بحالت سفر مسلمانوں کے قافلہ سے بچھڑ گئے ہوں۔ یعنی اس پانچویں حصہ میں آنحضرت ﷺ اور یہ چاروں حق دار شریک ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کو اس پانچویں حصہ کا پانچواں حصے ملے گا اور کل مال کے جو چار حصے بچے وہ مجاہدین کا حصہ ہیں) اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو (تو اسے ذہن نشین کر لو) اور اس چیز پر (اس کا عطف باللہ پر ہے) جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کی ہے (یعنی فرشتے اور آیات) فیصلہ کر دینے والے دن میں (یعنی جنگ بدر کے روز جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن تھا) جب کہ دونوں لشکر (مسلمان اور کفار) ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے اور اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے (تمہاری تعداد تھوڑی ہوتے ہوئے اور دشمن زیادہ ہوتے ہوئے۔ پھر تمہاری مدد کرنا بھی اسی کی قدرت میں داخل ہے) یہ وہ وقت تھا جب کہ (یہ بدل ہے یوم سے) تم ادھر قریب کے ناکہ پر تھے (جو مدینہ طیبہ سے نزدیک تھا۔ لفظ عدوۃ عین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ میدان کے کنارہ کو کہتے ہیں) ادھر دشمن دور کے

تا کہ پر (مدینہ کی پرلی جانب) اور قافلہ (یعنی تجارتی قافلہ ایسی جگہ تھا جو) تم سے نچلے حصہ میں تھا (سمندری ساحل کی جانب) اور اگر تم نے آپس میں لڑائی کی بات ٹھہرائی ہوتی (تمہاری اور جنگی دستے۔ جو کی لڑائی کے لئے بات چیت طے ہو جاتی) تو جنگ کی میعاد سے گریز کرتے لیکن (اللہ نے دونوں لشکروں کو ٹھہرا دیا بغیر میعاد ہی کے) تا کہ جو بات ہونے والی تھی اسے کر دکھائے (یعنی علم الٰہی میں اور وہ بات اسلام کی تائید اور کفر کی بربادی ہے۔ یہ کارروائی اللہ نے اس لئے کی) تا کہ جسے برباد ہونا ہے۔ (کفر کرنا ہے) وہ حجت پوری ہونے کے بعد برباد ہو (یعنی کھلی دلیل کے بعد ہو جو اس پر قائم ہو چکی ہے اور وہ تھوڑی مقدار کے باوجود ایک بڑے لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کرنا ہے) اور جسے زندہ رہنا ہے (ایمان لانا ہے) وہ حجت پوری ہونے کے بعد زندہ رہے اور بلاشبہ اللہ سب کی سنتے اور سب کچھ جانتے ہیں (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب کہ اللہ نے آپ کو خواب (سونے کی حالت) میں ان کی تعداد تھوڑی کر کے دکھلائی (جس کی اطلاع آپ ﷺ نے جب صحابہ کو دی تو وہ خوش ہو گئے) اور اگر اللہ انہیں بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ ضرور ہمت ہار دیتے (کم ہمتی کرتے) اور جھگڑنے لگتے (اختلاف کرتے) اس معاملہ (جنگ) میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے (تمہیں) اس صورت حال (یعنی بزدلی اور جھگڑے بازی) سے بچا لیا۔ یقین کرو جو کچھ انسان کے سینوں (دلوں) میں چھپا ہوتا ہے وہ اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں اور جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو (اے مسلمانو!) جب کہ تم دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہو رہے تھے۔ تمہارے دشمن تمہاری نظروں میں کم کر کے دکھلائے (یعنی صرف ستر یا سو۔ حالانکہ وہ ایک ہزار تھے۔ تا کہ ان کے مقابلہ میں تمہارے اندر ابھار پیدا ہو) اور ان کی نظروں میں تم تھوڑے دکھائی دیئے (تا کہ تم بھڑ جاؤ اور جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کرو اور یہ کیفیت مٹھ بھیڑ سے پہلے کی تھی۔ لیکن جب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے تو پھر مسلمانوں کو کافر دوگنے دکھلا دیئے۔ جیسا کہ آل عمران میں گزر چکا ہے) تا کہ جو بات ہونے والی تھی اللہ اسے کر دکھائے اور سارے کاموں کا دارومدار اللہ ہی کی ذات پر ہے۔ مسلمانو! (کافروں کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو لڑائی میں ثابت قدم رہو (لڑنے میں شکست مت کھانا) اور زیادہ سے زیادہ اللہ کو یاد کرو (مدد کے لئے اسے پکارو) تا کہ تم کامیاب ہو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو (باہم نااتفاقی نہ کرو) ورنہ بزدل (پست ہمت) ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (۔ طاقت و دولت چلی جائے گی) اور صبر سے کام لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے (تائید و مدد کے لحاظ سے) اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے نکلے (تا کہ اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ مگر قافلہ کے بچ نکلنے کے بعد انہیں اپنے گھروں کو لوٹنا نصیب نہ ہوا) اتراتے ہوئے اور لوگوں کو نظروں میں نمائش کرتے ہوئے (اس قسم کے بول بول رہے تھے کہ ہم نہیں واپس ہوں گے جب تک مقام بدر پر شراب نہ پی لیں، اونٹ نہ ذبح کر لیں اور گانے والیوں سے مزامیر نہ سن لیں۔ تا کہ لوگ جشن مسرت منالیں) اور (لوگوں کو) روکتے تھے اللہ کے راستے سے۔ اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں (یا اور تا کے ساتھ دونوں طرح ہے) اللہ اسے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں (یعنی ان کے علم میں ہے۔ لہٰذا وہ اسی کے مطابق ان کو بدلہ دیں گے) اور (وہ وقت بھی یاد رکھئے) جب شیطان (ابلیس) نے ان کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما کر کے دکھا دیئے تھے (مسلمانوں سے گتھ جانے کے لئے ابھار دیا۔ حالانکہ مسلمانوں کے دشمن بنو بکر ان کے سامنے پڑتے ہوئے گھبرا رہے تھے) اور (ان سے) کہا تھا کہ آج ان لوگوں میں کوئی نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں (یعنی قبیلہ کنانہ سے ہوں اور شیطان سراقہ بن مالک کے بھیس میں ان کے پاس آیا تھا جو اس قبیلہ کا سردار مانا جاتا تھا) مگر جب آمنے سامنے ہوئیں (ایک دوسرے سے گتھیں) دونوں فوجیں (مسلمانوں اور کافروں کی اور شیطان کی نظر فرشتوں پر پڑی) حالانکہ اس کا ہاتھ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا) تو الٹے پاؤں (بھاگتے ہوئے) واپس ہوا (لوٹا) اور لگا کہنے (جب کہ لوگوں نے اسے جتلایا کہ کیا تو اس حالت میں ہمیں چھوڑے جاتا ہے) میرا تم

سے (تمہاری حمایت سے) کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے وہ چیز دکھائی دے رہی ہے جو تمہیں نظر نہیں آتی (یعنی فرشتے) میں اللہ سے ڈرتا ہوں (کہ کہیں مجھے ہلاک نہ کردے) اور اللہ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تحقیق وترکیب:............غنمتم. غنیمت کا بیان تین جگہ آیا ہے۔سورۂ انفال میں لفظ نفل کے ساتھ اور یہاں غنیمت کے ساتھ اور سورۂ حشر میں لفظ فیئ کے ساتھ للہ۔ان کی خبر مقدم ہے۔اور خمسہ اسم مؤخر۔پھر یہ جملہ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای حکمه اور من شیئ حال ہے موصول مقدر کے عائد سے ای ماغنمتموہ کائنا من شیء ای قلیلاً کان او کثیراً۔امام زاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت۔آیت انفال کے لئے ناسخ ہے۔اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مال غنیمت کے چار حصے مجاہدین کو ملیں گے مگر پانچویں حصہ میں اختلاف ہے۔بعض تو ظاہری آیت کی وجہ سے اس کو چھ حصوں پر مانتے ہیں۔اس طرح کہ ابوالعالیہ کے نزدیک اللہ کا حصہ بیت اللہ پر صرف کیا جائے گا اور بعض کے نزدیک بیت المال میں رہے گا اور بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں شامل ہوجائے گا۔لیکن جمور کے نزدیک اللہ کا ذکر محض تبرکاً ہے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں وفات کے بعد اختلاف ہے۔امام شافعیؒ تو مسلمانوں کی مصالح پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے کیا اور بعض کے نزدیک امام وقت اپنی ذات پر خرچ کرے اور بعض کے نزدیک باقی چاروں قسموں کو دے دیا جائے گا۔لیکن حنفیہ آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے قرابتداروں کا حصہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ساقط مانتے ہیں۔اب صرف تین مصرف رہ گئے اور امام مالکؒ کے نزدیک خلفیہ وقت کی رائے پر محمول ہے۔

والمطلب. عبد مناف کے اگرچہ دوسرے دو بیٹے عبد شمس اور بنی نوفل بھی ہیں اور ان کی اولاد بھی آنحضرت ﷺ کی قرابت دار ہے۔لیکن جو خصوصیت تیسرے بیٹے بنوالمطلب اور ان کی اولاد کو حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں۔آنحضرت ﷺ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈال کر اشارہ کرکے فرمایا۔کہ بنوالمطلب تو اسلام اور کفر کی حالت میں اس طرح میرے ساتھ رہے ہیں اور بعض کے نزدیک قرابتداروں سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں اور بعض کے نزدیک تمام قریش ہیں۔پھر امام شافعیؒ کے نزدیک امیر غریب قرابتداروں میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔لیکن بعض صرف غریب قرابتداروں کے لئے مانتے ہیں اور یہ امام زاہد فرماتے ہیں کہ ہمارے اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن کا نسخ حدیث متواتر کی وجہ سے جائز ہے اور ان کے نزدیک جائز نہیں۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کے قرابتداروں کا ذکر اس آیت میں ہے۔لیکن خلفائے راشدینؓ نے اس پر عمل نہیں کیا۔معلوم ہوا یہ منسوخ ہے۔مگر امام شافعیؒ اس کو نہیں مانتے۔

فاعلموا. آیت کی جزائے محذوف کی طرف اشارہ کردیا۔لیکن فامتثلوا. جن لوگوں نے جزا نکالی ہے وہ زیادہ بہتر ہے یا اس علم سے مراد علم عملی لے لیا جائے تو پھر دونوں کا حاصل ایک ہی ہوجائے گا۔کائنون اس کی تقدیر سے اشارہ کردیا کہ اسفل اپنے متعلق سمیت خبر ہے الرکب کی اور یہ جملہ پھر حال ہو رہا ہے بالعدوۃ کا۔

لیھلک. لفظ ہلاکت اور حیات کفر وایمان سے استعارہ ہیں۔قلیلاً۔یہ تیسرا مفعول ہے یریک کا کیونکہ ہمزہ داخل ہونے کے سبب رویت تین مفعول کی طرف متعدی ہوگیا اور جلال محققؒ نے فاخبرت سے اشارہ کردیا کہ مضارع ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ خواب کے بعد آیات کا نزول ہوا ہے۔مثلیھم۔مفسر کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آل عمران کی آیت یرونھم کی ضمیر مرفوع کا مرجع کفار اور ضمیر منصوب کا مرجع مسلمان ہوں۔حالانکہ آل عمران میں مفسر کی ظاہر عبارت سے اس کا برعکس ہوا ہے تو اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ جنگ سے پہلے تو کفار مسلمانوں کو کم نظر آئے۔لیکن عین جنگ کے وقت مسلمانوں نے اپنے برابر دیکھا۔

حالانکہ وہ ان سے تین گنے ایک ہزار تھے۔ یہ توجیہ اس وقت ہے جب کہ مثلیھم سے اکثر ہوں۔ جیسا کہ مفسر کہہ رہے ہیں۔ لیکن اگر بغوی وغیرہ کے مطابق اس کو اپنی حقیقت پر باقی رکھا جائے اور یرونھم کی ضمیر مرفوع کا مرجع مسلمانوں کو بنایا جائے تب بھی " یقللکم فی اعینھم " کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اپنے سے دوگنے دیکھے تھے۔ حالانکہ کفار مسلمانوں سے تین گنے تھے۔ چنانچہ واحدی نے سورۂ آل عمران میں کہا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے سے تین گنا کفار کی تعداد کو دوگنا دیکھا تو اللہ نے یہ بتلانے کے لئے کہ تمہارے ایک سو ان کے دوسو پر غالب رہیں گے۔ یہ کمی دکھلائی۔

اذکروا. اس سے مراد ذکر اللہ ہے یا دعا۔ ریحکم۔ قوت و دولت کو ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے اثر و نفوذ کے اعتبار سے۔

انی اخاف اللہ۔ یا تو شیطان نے یہ جھوٹ بولا ہے جو اس کی شیطنت سے بعید نہیں ہے اور یا دہشت کے غلبہ میں وعدہ الٰہی " انک من المنظرین " اسے یاد نہیں رہا۔ بہرحال ان دونوں توجیہوں پر اس آیت کے خلاف کا شبہ نہیں رہا۔

ربط آیات: .... پچھلی آیت میں وجہاد کا بیان تھا۔ آیت واعلموا الخ میں اسی کے مال غنیمت کا حکم ذکر کیا جا رہا ہے اور اکثر قول کے مطابق اگر آیتوں کو بدری مانا جائے تو پھر یہ آیت قل الانفال کی ایک اعتبار سے تفصیل ہو جائے گی۔ آیت اذا نتم الخ سے غزوہ بدر کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ اس میں لو تواعدتم سے ساتویں انعام کو اور واذ یریکھم الخ سے آٹھویں انعام کو جتلایا جا رہا ہے۔ آیت یا ایھا الذین اٰمنوا الخ میں جنگ اور جہاد کے ظاہری اور باطنی آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

آیت اذ زین الخ سے غزوہ بدر میں شیطان کے نمودار ہونے کو ذکر کیا جا رہا ہے۔ صاحب کشاف اور قاضی کی رائے یہ ہے کہ آیت واعلموا الخ بدر میں نازل ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ بدر کے ایک مہینہ تین روز بعد نازل ہوئی یعنی نصف شوال میں ہجرت کے بیسویں مہینہ کے بعد غزوہ بنی قینقاع کے موقعہ پر۔

شانِ نزول: .... بدر کے موقعہ پر جب قریش اکڑتے ہوئے آئے تو آنحضرت ﷺ نے دعا کی۔

اللھم ھذہ قریش قد اقبلت بفخرھا وبخیلاھا تجادلک وتکذب رسولک اللھم فنصرک الذی وعدتنی.

چنانچہ یہی ہوا کہ ابوجہل وغیرہ کی تمنا قدرت نے اس طرح پوری کی کہ بجائے جام شراب کے موت کا پیالہ پینا پڑا اور بجائے گانے والیوں کی آواز کے لوگوں نے نوحوں کی آوازیں سنیں اور اس طرح خیالی جشن خوشی واقعی جشن غمی میں تبدیل ہو گیا۔ اس لئے آیت لا تکونوا الخ نازل ہوئی اور آیت اذ زین الخ کا شان نزول جلال محقق نے بیان فرمادیا ہے۔

﴿ تشریح ﴾: .... **مال غنیمت کی تقسیم:** .... آیت واعلموا میں مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں اور چار حصوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا جائے اور پانچویں حصہ کو پھر پانچ حصے کیا جائے گا۔ اللہ ورسول کے حصوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک خاص رقم رکھی جائے جس میں سے پیغمبر اسلام کو جب تک زندہ رہیں ضروری مصارف ملیں اور ایک حصہ آپ ﷺ کے قرابتداروں کو اور ایک ایک حصہ یتیم و مسکین کو دیا جائے جس کے معنی یہ نکلے کہ یتیموں اور مسکینوں اور مصیبت زدوں کی خبر گیری کے لئے اسلامی حکومت ذمہ دار ہوگی اور حکومت کے خزانہ کا ایک لازمی مصرف قوم کے ان افراد کی اعانت ہے۔

فقہ حنفی کی رو سے مالِ غنیمت کی موجودہ تقسیم: .... اب چونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی ہے اس لئے آپ ﷺ کے حصہ کی ضرورت نہیں رہی اور آپ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ بھی محض آپ ﷺ کے نصرت و تائید کرنے کی وجہ سے تھا۔

جب آپ ﷺ ہی تشریف فرما نہیں تو آپ ﷺ کی نصرت کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا وہ حصہ بھی ساقط۔ صرف تین حصے ہیں جو قوم کے کمزور افراد پر خرچ کئے جائیں۔ ہاں ان مساکین وغیرہ میں اگر آنحضرت ﷺ کے قرابتدار ہوں تو وہ بحیثیت مسکین دوسروں سے مقدم سمجھے جائیں گے اور حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کی طرح یہ لوگ مال غنیمت کے مصرف ہیں مستحقین نہیں ہیں۔ چنانچہ اگر ساری رقم ایک قسم مثلاً مسکینوں پر بھی خرچ کر دی جائے تب بھی جائز ہوگا۔ پانچواں حصہ نکالنے کے بعد بقیہ مال غنیمت میں سب مجاہدین حصہ دار ہوں گے۔ خواہ انہوں نے کفار کو قتل کیا ہو یا مجاہدین کو دوسری کسی طرح کی مدد پہنچائی ہو۔

حکومت کے فوجی خصوصی انعامی اختیارات: .... البتہ اگر کمانڈر یہ اعلان کر دے "من قتل قتیلا فله سلبه، تو اس خصوصی انعام کا جس کو نفل کہتے ہیں صرف قاتل مجاہد مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر افسر نے کسی اور طرح کے انعام کا اعلان کر دیا ہو تو وہ بھی خاص اسی فوجی کا ہوگا۔ ہاں اس میں سے جو کچھ بچے گا اس کے دوسرے فوجی بھی حق دار ہوں گے۔ نیز اگر کمانڈر مقررہ انعام اور حصہ غنیمت کے علاوہ کسی فوجی کو اس کی بہادری کے صلہ میں اور کچھ زائد دینا چاہے تب بھی حکومت کے پانچویں حصہ میں سے دے سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے حصہ میں جو تلوار آنحضرت ﷺ نے ان کو مرحمت فرمائی تھی۔ وہ ایک زائد انعام تھا جس کا دینا آپ ﷺ پر واجب نہیں تھا۔ صرف رعایۃً دے دی تھی۔ اس آیت میں اذا نتم الخ سے بدر کی تفصیل پیش کرتے ہوئے قدرت الٰہی کا نمونہ دکھلایا ہے۔

چھ ۶ قیمتی فوجی قواعد: .... اور یآیها الذین امنوا الخ سے بما یعملون محیط تک چھ ضروری باتوں پر زور دیا گیا ہے جو فتح و کامرانی کا اصلی سرچشمہ ہیں۔

۱۔ ثابت قدم رہو۔ ۲۔ اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔ ۳۔ اللہ ورسول کی اطاعت کرو۔ ۴۔ باہمی نزاعات سے بچو۔ ۵۔ مشکلیں کتنی ہی آئیں پر جھیلتے رہو۔ ۶۔ گھمنڈ اور نمائش کرنے والے کافروں کا سا چلن اختیار نہ کرو۔ آگے آیت اذ زین الخ میں شیطان کے ایک دھوکہ آمیز لطیفہ کا ذکر ہے سراقہ کی اتنی بدنامی ہوئی کہ مکہ کے لوگ کہتے تھے کہ سراقہ نے ہمیں ہرا دیا۔ لیکن سراقہ نے قسم کھائی۔ کہ مجھے خبر تک نہیں اور چونکہ اللہ سے ڈرنا بلا ایمان لائے معتبر نہیں۔ اس لئے اگر شیطان کا ڈرنا واقعی اور صحیح بھی ہو تب بھی محل اشکال نہیں ہو سکتا۔

لطائف آیات: .... آیت اذ یریکهم اللّٰہ الخ سے معلوم ہوا کہ بعض باتیں حق تعالیٰ آنحضرت ﷺ سے بھی مخفی فرما دیتے تھے۔ پس نبی کے علاوہ کسی ولی کے لئے کلی معلومات کا ماننا کیسے صحیح ہوگا اور خواب کی طرح بیداری کا بھی یہی حال ہے۔ جیسا کہ آیت اذ یریکموهم الخ سے معلوم ہو رہا ہے۔ آیت ولا تکونوا الخ سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کو دشمنان خدا کی مشابہت اختیار نہیں کرنی چاہئے آیت فلما تراء ت الخ سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ کبھی شیطان وسوسہ کو چھوڑ بھی دیتا ہے۔
جیسے انی بریٔ سے معلوم ہو رہا ہے۔ جب کہ اسے یہ اطمینان ہو جائے کہ میرے وسوسہ کے بغیر بھی انسان گناہ کرے گا۔ دوسرے یہ کہ کشف اہل باطل کو بھی ہو سکتا ہے جیسے ابلیس کو ہوا۔ انی اریٰ الخ تیسرے اس سے تمثیل کا وقوع معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیطان سراقہ کی شکل میں نمودار ہوا۔ چوتھے یہ کہ اللہ سے طبعی خوف جیسا کہ انی اخاف اللّٰہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ ایمان کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ اعتقادی اور عقلی خوف ایمان کے لئے مطلوب ہے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ضَعْفُ اِعْتِقَادٍ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ اَيِ الْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ ؕ اِذْ خَرَجُوْا مَعَ قِلَّتِهِمْ يُقَاتِلُوْنَ الْجَمْعَ الْكَثِيْرَ تَوَهُّمًا اَنَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ بِسَبَبِهٖ قَالَ تَعَالٰى فِيْ جَوَابِهِمْ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ يَثِقْ بِهٖ يَغْلِبْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ فِيْ صُنْعِهٖ وَلَوْ تَرٰٓى يَا مُحَمَّدُ اِذْ يَتَوَفَّى بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ حَالٌ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ بِمَقَامِعَ مِنْ حَدِيْدٍ وَ يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ اَيِ النَّارِ وَجَوَابُ لَوْ لَرَاَيْتَ اَمْرًا عَظِيْمًا ذٰلِكَ التَّعْذِيْبُ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ عَبَّرَ بِهَا دُوْنَ غَيْرِهَا لِاَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تُزَاوَلُ بِهَا وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ اَيْ بِذِيْ ظُلْمٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ فَيُعَذِّبُهُمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ دَاْبُ هٰؤُلَاءِ كَدَاْبِ كَعَادَةِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِالْعِقَابِ بِذُنُوْبِهِمْ جُمْلَةُ كَفَرُوْا وَمَا بَعْدَهَا مُفَسِّرَةٌ لِمَا قَبْلَهَا اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَلٰى مَا يُرِيْدُهٗ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ اَيْ تَعْذِيْبُ الْكَفَرَةِ بِاَنَّ اَيْ بِسَبَبِ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ مُبْدِلًا لَهَا بِالنِّقْمَةِ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ يُبَدِّلُوْا نِعْمَتَهُمْ كُفْرًا كَتَبْدِيْلِ كُفَّارِ مَكَّةَ اِطْعَامَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَاَمْنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ وَبَعْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ بِالْكُفْرِ وَالصَّدِّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقِتَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ قَوْمَهٗ مَعَهٗ وَكُلٌّ مِنَ الْاُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ وَنَزَلَ فِيْ قُرَيْظَةَ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ اَنْ لَا يُعِيْنُوا الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ عَاهَدُوْا فِيْهَا وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ اللّٰهَ فِيْ غَدْرِهِمْ فَاِمَّا فِيْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِيَّةِ فِيْ مَا الزَّائِدَةِ تَثْقَفَنَّهُمْ تَجِدَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ فَرِّقْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ مِنَ الْمُحَارِبِيْنَ بِالتَّنْكِيْلِ بِهِمْ وَالْعُقُوْبَةِ لَعَلَّهُمْ اَيِ الَّذِيْنَ خَلْفَهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ يَتَّعِظُوْنَ بِهِمْ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ عَاهَدُوْكَ خِيَانَةً فِي الْعَهْدِ بِاَمَارَةٍ تَلُوْحُ لَكَ فَانْۢبِذْ اِطْرَحْ عَهْدَهُمْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ حَالٌ اَيْ مُسْتَوِيًا اَنْتَ وَهُمْ فِي الْعِلْمِ بِنَقْضِ الْعَهْدِ بِاَنْ تُعْلِمَهُمْ بِهٖ لِئَلَّا يَتَّهِمُوْكَ بِالْغَدْرِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ع ۳

ترجمہ: .... منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ (ضعف اعتقاد) تھا جب وہ کہنے لگے کہ ان (مسلمانوں) کو تو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے (جب ہی تو تھوڑی تعداد ہوتے ہوئے اتنی بڑی بھیڑ سے بھڑنے چلے ہیں اس گھمنڈ میں کہ اس دین کے سبب ان کی مدد ہوگی۔ حق تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں) اور جس کسی نے اللہ پر بھروسہ کیا (اس پر اعتماد کیا تو وہ غالب ہی

آتا ہے) کیونکہ بلاشبہ حق تعالیٰ زبردست (اپنے حکم پر غالب) ہیں (اپنی کارروائی میں) حکمت والے ہیں اور (اے محمد ﷺ!) اگر آپ وہ حالت ملاحظہ فرمائیں جب کہ قبض کرتے جاتے ہیں (یہ لفظ یا اور تا کے ساتھ ہے) فرشتے کافروں کی روحیں۔ مارتے جاتے ہیں (یہ حال ہے) ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر (لوہے کے گرز) اور (ان سے کہتے جاتے ہیں) کہ اب جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو (یعنی آگ کا اور لو کا جواب لرأیت امراً عظیماً محذوف ہے) یہ (سزا دینا) نتیجہ ہے ان کاموں کا جنہیں خود تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹا ہے (ان کاموں کی نسبت ہاتھوں کی طرف کرنا کسی دوسرے عضو کی طرف نہ کرنا اس لئے ہے کہ اکثر کام ہاتھوں سے کئے جاتے ہیں) اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ ظلم کرنے والے (ظلام کے معنی ظلم کرنے والے کے ہیں) ہوں اپنے بندوں پر (کہ انہیں بلاقصور ہی سزا دے دیں۔ ان کی حالت) ایسی حالت ہے جیسی (عادت) فرعونیوں کی اور ان سے پہلے لوگوں کی تھی کہ آیات الٰہیہ کا انکار کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں (کی سزا) میں انہیں پکڑ لیا (کفروا اور اس کے بعد کا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے طاقتور ہیں (اپنے ارادہ پر) سزا دینے میں بہت سخت ہیں۔ یہ بات (یعنی کافروں کو سزا دینا) اس لئے (اس سبب سے) ہے کہ اللہ جو نعمت کسی قوم کو عطا فرماتے ہیں اسے پھر کبھی نہیں بدلتے (نعمت کو مصیبت میں تبدیل نہیں کرتے) جب تک خود اس قوم کے افراد اپنی حالت نہ بدل لیں (اپنی نعمتوں کو کفر میں تبدیل کرلیں جیسے کہ کفار مکہ نے اپنے کھانے کو بھوک میں اور اپنے امن کو خوف میں اور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کو کفر میں اور اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے میں تبدیل کرلیا ہے) اور بلاشبہ اللہ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں ان کی حالت فرعونیوں اور ان سے پہلوں سے ملتی جلتی ہے جنہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں ہلاک کرڈالا اور فرعون کے گروہ کو (فرعون کو مع اپنی جماعت کے) سمندر میں غرق کردیا اور وہ سب (جھٹلانے والے گروہ) ظالم تھے (اگلی آیت یہود بنی قریظہ کے بارے میں اتری ہے) بلاشبہ اللہ کے نزدیک بدترین چوپائے وہ ہیں جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی ایمان لانے والے نہیں۔ جن کی کیفیت یہ ہے کہ آپ ﷺ ان سے عہد و پیمان لے چکے ہیں (کہ مشرکین کی مدد نہ کرنا) مگر ہر بار (جب بھی وہ عہد کرتے ہیں) عہد توڑ ڈالتے ہیں اور (اس بدعہدی کے بارے میں اللہ سے) یہ لوگ ڈرتے نہیں۔ سو اگر (ان شرطیہ کے نون کا۔ ما زائدہ میں ادغام ہورہا ہے) آپ ان پر قابو پالیں (ان کو لڑائی میں پکڑ لیں) جنگ میں تو تتر بتر (منتشر) کردیجئے ان کی وجہ سے ان کے پس پشت لوگوں کو (جو جنگ میں حصہ لے رہے ہیں ان کو تکلیف اور سزا دیجئے) تاکہ وہ لوگ (جو ان کی پس پشت ہیں) سمجھ جائیں (ان کو دیکھ کر سبق حاصل کرلیں) اور اگر آپ کو (معاہدین کی) کسی جماعت سے دغا کا اندیشہ ہو (کسی علامت سے ان کی بدعہدی ظاہر ہورہی ہو) تو الٹا دیجئے (ان کا عہد واپس کردیجئے) ان کی طرف اس طرح کہ آپ اور وہ برابر ہوجائیں (یہ حال ہے یعنی عہد ٹوٹنے کا حال جاننے میں اپ اور وہ یکساں ہوجائیں اس طرح کہ آپ ان پر یہ واضح کردیجئے اور جتلا دیجئے تاکہ آپ پر بدعہدی کا الزام نہ آجائے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تحقیق وترکیب: ....یثق . یہ توکل کی تفسیر ہے اور یغلب. جواب شرط ہے جو محذوف ہے اور فان اللہ ۔ وال برجزاء ہے مقامع. جمع مقمعۃ لوہے کا گرز یا لکڑی کا مڑا ہوا چابک ویقولون یعنی یضربون پر اس کا عطف ہورہا ہے۔ ظلام ۔ صیغہ مبالغہ ہونے کی وجہ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس طرح زائد ظلم کی نفی تو ہوئی۔ لیکن اصل ظلم اللہ کے لئے ثابت رہا۔ حالانکہ ظلم کی بالکلیہ نفی ہونی چاہئے مفسر علام" ذی ظلم" کہہ کر اسی کا ازالہ کررہے ہیں کہ یہاں اس لفظ کے معنی مبالغہ کے نہیں۔ بلکہ ظلم کی نسبت کرنے کے ہیں۔ پس ظلم کی نفی بالکل ہوگئی اور ظلم کہتے ہیں بے جا اور بے موقع تصرف کو اور ظاہر ہے۔ کہ مالک مطلق ہونے کی وجہ سے اللہ کا کوئی تصرف بے محل نہیں۔ اس لئے عقلاً بھی اللہ سے ظلم کی نفی ضروری ہے۔

داب ۔یعنی کاف کا پہلے سے تعلق ہے اور مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے یہ محل رفع میں ہے جملہ مستانفہ ہے یہ الفاظ دو جگہ آرہے ہیں ۔لیکن اول جگہ کفر پر سزا ہونے میں تشبیہ دینا ہے اور دوسری جگہ اس بارے میں تشبیہ دینی ہے کہ اللہ کا معاملہ بغیر اپنی حالت تبدیل کئے نہیں بدلتا۔اس لئے تکرار کا اب شبہ نہیں رہا یا یوں کہا جائے کہ اول اجمال ہے اور دوسرا تفصیل یا کہا جائے کہ پہلا تغیر کفر کی وجہ سے اور دوسرا تکذیب کی وجہ سے بیان کیا گیا۔غرض سب کا حاصل یہی ہے کہ تکرار نہیں ہے۔

نیز "ذٰلک بان اللّٰہ" کا مطلب یہ نہیں کہ انسانوں کی حالت پلٹنے پر اللہ کا معاملہ ضرور پلٹ جاتا ہے بلکہ منشاء یہ ہے کہ اللہ اپنے معاملہ کو نہیں بدلتے جب تک انسان خود نہ بدلے اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے مغالطہ نہیں کھانا چاہئے اور یہاں تو آیت ان شر الدواب اہل کتاب کے بارے میں ہے۔لیکن اس سورت کے تیسرے رکوع میں یہی لفظ مشرکین کے حق میں آچکے ہیں۔ پس بظاہر تعارض ہو گیا۔لیکن کہا جائے گا کہ عام گنہگاروں سے بدتر ہونا تو سب کفار پر صادق آتا ہے۔خواہ وہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب۔اس لئے کوئی تعارض نہیں ہے۔

اور لا یؤمنون سے مراد تمام کافر نہیں ہیں۔بلکہ صرف وہ کافر مراد ہیں جن کا مرتے دم تک ایمان نہ لانا علم الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے اس لئے اسلام میں داخل ہونے والے کافروں کی وجہ سے شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

فشرد. یعنی ان کے ساتھ ایسی سخت کارروائی کیجئے جس سے دوسرے دشمنوں کو عبرت ہو اور اپنے ارادوں سے باز آجائیں اور آپ ﷺ کا رعب اور دبدبہ بیٹھ جائے اور فشرد اور فانبذ میں اس طرف اشارہ ہے کہ عہد کے توڑ جوڑ کا اختیار امام وقت کو ہے جو آنحضرت ﷺ کا جانشین ہے اور عہد کی واپسی میں دغا کی قید اکثری ہے۔مناسب ہو تو اس کے بغیر بھی امام واپس کر سکتا ہے۔

ربط آیات:......... پچھلی آیات میں کفار کو اپنے غالب ہونے کے گمان کا غلط ہونا بتلایا تھا اور آیت اذ یقول الخ میں مسلمانوں کی مغلوبیت کے گمان کی غلطی واضح کرنی ہے کہ وہ توکل سے غالب آئے اور جس طرح پہلی آیت سے کفار کا دنیا میں مغلوب اور سزا یافتہ ہونا معلوم ہوا۔اسی طرح آیت ولو تری الخ سے ان کی اخروی مغلوبیت اور سزاؤں کا بیان ہے اور کفار مشرکین کے ان احوال وقتال کے بعد آیت ان شر الدواب الخ سے اہل کتاب کفار کے معاملہ کا بیان ہے۔

شانِ نزول:......... مشرکین مکہ میں سے جب کچھ مذبذب قسم کے لوگ بدر میں مسلمانوں اور اپنے ہم مذہب لوگوں کی حالت کا موازنہ کرنے آئے تھے۔انہوں نے مسلمانوں کی بے سروسامانی دیکھ کر غر ھؤلاء کہا تھا اور ابن عباسؓ، کلبیؒ، مقاتلؒ سے آیت ان شر الدواب کا شان نزول وہی منقول ہے جس کی طرف جلال محققؒ نے اشارہ کیا ہے۔بنو قریظہ کے یہود نے اگرچہ آنحضرت ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم لوگ آپ کے دشمن مشرکین کا ساتھ نہیں دیں گے اور ان کی مدد نہیں کریں گے۔لیکن بدر کے موقعہ پر عہد و پیمان سہو ونسیان کی نظر کر دیا۔اسی طرح غزوہ احزاب وخندق میں بھی بار بار عہد شکنیاں کیں۔تب ان آیات میں ان سے بھی جہاد کرنے کا حکم ہوا اور ابوالشیخ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ جبرائیل امین آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے تلوار رکھ دی ہے۔اٹھیئے اللہ نے آپ کو یہود قریظہ کے بارے میں حکم دیا ہے۔یعنی آیت اما تخافن الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:......... **مذہبی نشہ اور اس کا اثر:**......... بدر میں جب مٹھی بھر بے سروسامان مسلمان جنگ کے لئے نکلے تو منافق اور کچے دل کے آدمی اس کی کوئی توجیہ نہیں کر سکے۔اس لئے کہنے لگے کہ مسلمانوں کو ان کے دین کے نشہ نے مغرور کر دیا ہے۔

بہرحال یہ بات اگرچہ طعنہ کے طور پر کہی گئی تھی لیکن غلط نہیں تھی کیونکہ بلاشبہ یہ دین ہی کا نشہ تھا جس کی وجہ سے حق غالب آیا اور باطل ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ اسی لئے شاید قرآن کریم نے ان کے اس قول کو نقل کر کے رد کئے بغیر صرف اتنا کہا کہ **ومن یتوکل علی اللہ** یہ توکل وہی نشہ تو ہے مگر نشہ حق ہے، باطل نہیں ہے۔

قوموں کا عروج وزوال خود ان کے اپنے ہاتھوں ہوتا ہے:............ آیت ذلک بان اللہ الخ نے واضح کر دیا کہ قوموں اور جماعتوں کے مرنے، جینے، بڑھنے، گرنے کا قانون کیا ہے؟ تو اللہ کی مقررہ سنت یہ ہے کہ وہ جب کسی کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے تو اس میں از خود تبدیلی نہیں فرماتا۔ جب تک لوگ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ دنیا کی پوری تاریخ بھی بتلا رہی ہے کہ ہر قوم خود ہی اپنی زندگی کا گہوارہ بناتی ہے اور پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھودتی ہے۔ آیت ان شر الدواب الخ میں یہ بتلانا ہے کہ عقل وحواس سے ٹھیک طرح کام نہ لینا اور اندھوں کی طرح چلنا، انسانیت کی درجہ سے اپنے کو گرا دینا ہے۔ کفر وشرک بھی اسی اندھے پن کا نتیجہ ہے۔ پس ایمان کی راہ تو عقل وبصیرت کی راہ ہوئی اور کفر اندھے پن کا دوسرا نام ہوا۔

یہود کو ان کی غداریوں کی عبرت ناک سزا:............ یہاں سے یہود کی غداریوں کا دامن قبا تار تار کیا جا رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کی تین بستیاں آباد تھیں۔ بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ۔ پیغمبر اسلام نے ان سب سے امن وصلح اور باہمی ہمدردی کا معاہدہ فرمایا۔ اس عہد نامہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ تمام جماعتیں ایک قوم بن کر رہیں گی اور اگر کسی فریق پر اس کے دشمن حملہ کریں گے تو سب اس کی مدد کریں گے۔ لیکن ابھی معاہدہ کی سیاہی خشک بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ یہودیوں نے خلاف ورزی شروع کر دی اور قریش مکہ سے مل کر مسلمانوں کی تباہی کی سازشیں کرنے لگے۔ حتیٰ کہ خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہلاک (شہید) کرنے کی تدبیروں میں لگ گئے۔ اس لئے حکم ہوا کہ اب ایسے دغا باز لوگوں کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس میں سے جو کھلم کھلا لڑیں ان کا مقابلہ کرو اور جو ایسا نہ کریں اور غداری اور عہد شکنی کا ان سے اندیشہ ہو تو کھلے طور پر جتلا دو کہ ہمارا معاہدہ ختم ہو گیا۔

لڑنے کی حالت میں بھی دشمن کے ساتھ اسلام کا عدل وانصاف:............ مگر اس کا لحاظ رہے کہ دوسرے فریق کو تمہارے طرز عمل سے نقصان نہ پہنچنے پائے مثلاً: ایک دم معاہدہ توڑ کر رکھ دے اور ان کو سوچنے یا سنبھلنے کا موقعہ بھی نہ مل سکے تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ وقت سے پہلے انہیں خبردار کر دینا چاہئے۔ تاکہ لوگ تیاری کرنا چاہیں تو ہماری طرح انہیں بھی تیاری کا پورا موقعہ مل سکے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن نے ہر معاملہ میں حتیٰ کہ جنگ میں بھی سچائی اور دیانت کا جو معیار قائم کیا ہے وہ کس قدر بلند ہے کہیں بھی اس نے کوئی ایسا گوشہ نہیں چھوڑا جہاں اخلاقی کمزوری کو ابھرنے کا موقعہ دیا گیا ہو۔ کیا دنیا میں اس وقت تک کسی قوم نے احکام جنگ کو اس درجہ بلند اخلاقی معیار پر رکھا ہے۔ (ترجمان)

ان آیات سے یہ مسائل مستنبط ہو رہے ہیں۔ ۱۔ ذمی اگر عہد توڑ دے تو حربی کافر کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ ۲۔ اسلام میں جنگ کے درمیان خداع تو جائز ہے مگر غداری کی اجازت نہیں ہے۔

لطائف آیات:............ آیت ذلک بان اللہ الخ کے عام مضمون میں یہ بات بھی آ جاتی ہے کہ کسی سالک سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے یا طاعت چھوٹ جاتی ہے تو اس سے انوار وبرکات مقصودہ ختم ہو جاتے ہیں۔ آیت اما تثقفنهم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی تدابیر باطنی کمالات کے منافی نہیں۔

وَنَزَلَ فِيمَنْ اَفْلَتَ يَوْمَ بَدْرٍ **وَلَا تَحْسَبَنَّ** يَا مُحَمَّدُ **الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا** اللّٰهَ اَىْ فَاتُوْهُ **اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ﴿۵۹﴾** لَا يَفُوْتُوْنَهٗ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِالتَّحْتَانِيَّةِ فَالْمَفْعُوْلُ الْاَوَّلُ مَحْذُوْفٌ اَىْ اَنْفُسَهُمْ وَفِىْ اُخْرٰى بِفَتْحِ اِنَّ عَلٰى تَقْدِيْرِ اللَّامِ **وَاَعِدُّوْا لَهُمْ** لِقِتَالِهِمْ **مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ** قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِىَ الرَّمْىُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ **وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ** مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى حَبْسِهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ **تُرْهِبُوْنَ** تُخَوِّفُوْنَ **بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ** اَىْ كُفَّارَ مَكَّةَ **وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ** اَىْ غَيْرِهِمْ وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ اَوِ الْيَهُوْدُ **لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَىْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ** جَزَاؤُهٗ **وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴿۶۰﴾** تُنْقَصُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا **وَاِنْ جَنَحُوْا** مَالُوْا **لِلسَّلْمِ** بِكَسْرِ السِّيْنِ وَفَتْحِهَا الصُّلْحِ **فَاجْنَحْ لَهَا** وَعَاهِدْهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذَا مَنْسُوْخٌ بِاٰيَةِ السَّيْفِ وَمُجَاهِدٌ مَخْصُوْصٌ بِاَهْلِ الْكِتَابِ اِذْ نَزَلَتْ فِىْ بَنِىْ قُرَيْظَةَ **وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ** ثِقْ بِهٖ **اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ** لِلْقَوْلِ **الْعَلِيْمُ﴿۶۱﴾** بِالْفِعْلِ **وَاِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ** بِالصُّلْحِ لِيَسْتَعِدُّوْا لَكَ **فَاِنَّ حَسْبَكَ** كَافِيْكَ **اللّٰهُ هُوَ الَّذِىْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ** جَمَعَ **بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ** بَعْدَ الْاِحَنِ **لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ** بِقُدْرَتِهٖ **اِنَّهٗ عَزِيْزٌ** غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ **حَكِيْمٌ﴿۶۳﴾** لَا يَخْرُجُ شَىْءٌ عَنْ حِكْمَتِهٖ **يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ** حَسْبُكَ **مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۶۴﴾ يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ** حُثَّ **الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ** لِلْكُفَّارِ **اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ** مِنْهُمْ **وَاِنْ يَّكُنْ** بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ **مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ** اَىْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ **قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴿۶۵﴾** وَهٰذَا خَبَرٌ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَىْ لِيُقَاتِلِ الْعِشْرُوْنَ مِنْكُمُ الْمِائَتَيْنِ وَالْمِائَةُ الْاَلْفَ وَيَثْبُتُوْا لَهُمْ ثُمَّ نُسِخَ لَمَّا كَثُرُوْا بِقَوْلِهٖ **اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا** بِضَمِّ الضَّادِ وَفَتْحِهَا عَنْ قِتَالِ عَشَرَةِ اَمْثَالِكُمْ **فَاِنْ يَّكُنْ** بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ **مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ** مِنْهُمْ **وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ** بِاِرَادَتِهٖ وَهُوَ خَبَرٌ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَىْ لِتُقَاتِلُوْا مِثْلَيْكُمْ وَتَثْبُتُوْا لَهُمْ **وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴿۶۶﴾** بِعَوْنِهٖ وَنَزَلَ لَمَّا اَخَذُوا الْفِدَاءَ مِنْ اَسْرٰى بَدْرٍ **مَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنْ يَّكُوْنَ** بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ **لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ** يُبَالِغَ فِىْ قَتْلِ الْكُفَّارِ **تُرِيْدُوْنَ** اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ **عَرَضَ الدُّنْيَا** حُطَامَهَا بِاَخْذِ الْفِدَاءِ **وَاللّٰهُ يُرِيْدُ** لَكُمُ **الْاٰخِرَةَ** اَىْ ثَوَابَهَا بِقَتْلِهِمْ **وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴿۶۷﴾** وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهٖ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً **لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ** بِاِحْلَالِ الْغَنَائِمِ وَالْاَسْرٰى لَكُمْ **لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ** مِنَ الْفِدَاءِ **عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ**

حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: ....(جو کفار غزوہ بدر سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) اور (اے محمد ﷺ!) یہ نہ سمجھنا کہ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ بچ نکلے (اللہ سے یعنی اس سے چھوٹ گئے) وہ کبھی عاجز نہیں کر سکتے (اللہ سے نہیں چھوٹ سکتے اور ایک قراءت میں لاتحسبن یائے تحتانیہ کے ساتھ ہے اس صورت میں اول مفعول محذوف ہوگا یعنی لفظ انفسھم اور ایک قرائت میں انھم ہمزہ کے فتح کے ساتھ ہے لام مقدر ہو کر) اور (ان کافروں سے مقابلہ کرنے کے لئے) مہیا رکھو جتنی تمہارے بس میں طاقت ہے (نبی کریم ﷺ نے اس قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے) اور پلے ہوئے گھوڑوں سے (یہ مصدر ہے جس کے معنی اللہ کی راہ میں گھوڑے تیار رکھنے کے ہیں) کہ دھاک بٹھائے رکھو (اس سامان اور تیاری کی وجہ سے رعب جمائے رہو) اللہ کے اور اپنے دشمنوں (کفار مکہ) پر اور اوروں پر بھی جو ان کے علاوہ ہیں (یعنی کفار مکہ کے علاوہ۔ وہ منافق ہوں یا یہودی) جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے تمہیں (اس کا ثواب) پورا پورا مل جائے گا۔ ایسا نہ ہوگا کہ تمہاری حق تلفی ہو (اس میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی) اور اگر یہ جھکیں (مائل ہوں) صلح کی طرف (سلم سین کے کسرہ اور فتح کے ساتھ دونوں طرح ہے صلح کے معنی ہیں) تو آپ بھی اس طرف جھک جائیے (اور ان سے معاہدہ کر لیجئے۔ ابن عباسؓ کی رائے میں یہ آیت جہاد کی آیت سے منسوخ ہے اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کے ساتھ یہ آیت خاص ہے کیونکہ بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے) اور اللہ پر بھروسہ رکھئے (انہیں کا سہارا تکیے) بلاشبہ وہی ہیں جو سب کی (باتیں) سنتے ہیں۔ (سب کچھ کارروائیاں) جانتے ہیں اور اگر ان کا ارادہ یہ ہو کہ آپ کو دھوکہ دیں (صلح کر کے آپ کے خلاف تیاری کرنے کے لئے) تو اللہ کی ذات آپ کے لئے کافی (بس) ہے وہی ہیں جنہوں نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعہ آپ کو قوت بخشی اور ان میں باہم ولی الفت (یک جہتی) پیدا کر دی (پہلے دشمنی تھی) اور اگر دنیا بھر کا خزانہ بھی آپ خرچ کر ڈالتے تب بھی ان کے دلوں میں باہمی اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔ لیکن یہ اللہ ہی ہیں جنہوں نے (اپنی قدرت سے) ان میں باہمی الفت پیدا کر دی بلاشبہ وہ (اپنے کاموں میں) زبردست ہیں حکمت والے ہیں (کوئی چیز بھی ان کی حکمت سے باہر نہیں ہے اے نبی ﷺ! آپ کے لئے اللہ کافی ہیں اور (آپ کے لئے بس کرتے ہیں) وہ مؤمنین جو آپ کے پیچھے چلتے ہیں۔ اے نبی ﷺ! آپ مسلمانوں کو (کفار سے) جہاد کرنے کا شوق (ترغیب) دلائیے اگر تم میں بیس ۲۰ آدمی بھی مشکلوں کو جھیلنے والے نکل آئیں تو یقین کرو۔ دو سو ۲۰۰ دشمنوں پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں ایسے آدمی سو ۱۰۰ ہو گئے (یکن یا اور تا کی ساتھ دونوں طرح ہے) تو سمجھ لو کہ ہزار ۱۰۰۰ کافروں کو مغلوب کر کے رہیں گے۔ کیونکہ (یعنی یہ اس وجہ سے ہوگا کہ یہ کافر لوگ) ایسی جماعت ہے جس میں سمجھ بوجھ نہیں (یہ خبر حکم کے درجہ میں ہے۔ یعنی بیس ۲۰ مسلمانوں کو دو ۲۰۰ سو کفار سے۔ اور ایک سو مسلمانوں کو ایک ہزار کفار سے بھڑ جانا چاہئے۔ اور ثابت قدم رہیں۔ لیکن بعد میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو اگلی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ تم میں کچھ ہمت کی کمی ہے (لفظ ضعف ضاد کے ضمہ اور فتح کے ساتھ ہے یعنی اپنے سے دس گنا طاقت کا مقابلہ کرنے سے کمزوری آ گئی ہے) اب اگر (یا اور تا کے ساتھ ہے) تم میں سے سو آدمی ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو (دشمنوں) پر چھا جائیں گے اور اگر ہزار ہوں تو سمجھو کہ دو ہزار دشمنوں کو مغلوب کر کے رہیں گے اللہ کے حکم سے (ان کے ارادہ سے۔ یہ خبر بھی حکم کے معنی میں ہے یعنی تمہیں اپنے سے دوگنی طاقت سے بھڑتے ہوئے بھی ڈٹ جانا چاہئے) اور اللہ تعالیٰ جمنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں (اپنی مدد سے۔ اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ آنحضرت ﷺ نے بدری قیدیوں سے کچھ

معاوضہ قبول فرمالیا تھا) نبی ﷺ کے شایان شان نہیں کہ ان کے قیدی رہ جائیں (تکون تا اور یا کی ساتھ ہے) جب تک نبی خوب خونریزی نہ کرلیں ملک میں (کفار کے قتل میں سرکشی نہ دکھلالیں) تم (اے مسلمانو!) دنیا کا سامان چاہتے ہو (فدیہ قبول کر کے مال واسباب) اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت چاہتے ہیں (یعنی کفار کو مار کر آخرت کا ثواب) اور اللہ بڑے زبردست، بڑے حکمت والے ہیں (یہ حکم منسوخ ہے دوسری آیت فاما منا بعد و اما فداء کی وجہ سے) اگر پہلے سے اللہ کا حکم نہ ہوگیا ہوتا۔ (تمہارے لئے مال غنیمت اور قیدیوں کے جائز ہونے کا) تو جو کچھ تم نے (معاوضہ) لیا ہے اس کے لئے ضرور تمہیں بہت بڑا عذاب ہوتا۔ بہرحال جو کچھ تمہیں یہ مال غنیمت ہاتھ لگا ہے اسے حلال و پاکیزہ سمجھ کر اپنے کام میں لاؤ اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے، رحمت والے ہیں۔

تحقیق وترکیب:.........تقدیر اللام . ای لا نھم لا یعجزون . من قوۃ۔ اس کی تفسیر میں تین قول ہیں اس کے معنی قلعہ کے بھی کئے گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے تیراندازی کے معنے لئے ہیں اور تیسری رائے یہ ہے کہ ہر قسم کے جنگی آلات اور زمانہ کے مطابق لڑائی کے طریقوں کو اس میں داخل کیا جائے گا۔ من دونھم۔ اس میں شیاطین وجنات بھی داخل ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ جس کے پاس یا جس مکان میں گھوڑا ہوتا ہے وہاں شیاطین نہیں آتے۔

وان یریدوا جواب شرط محذوف ہے۔ ای فصالح ولا تخشی منھم۔ بقول مجاہدؒ اس سے مراد بنوقریظہ ہیں۔

الف بین تلو بھم. اوس وخزرج اور دوسرے عرب خاندانوں کی لڑائیں مشہور ہیں لیکن اسلام نے اس عداوت وعصبیت کو جس بے نظیر بھائی چارگی میں تبدیل کردیا اس کی مثال بھی دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ومن اتبعک مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور بعض کے نزدیک اللہ پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے لیکن اکثر مفسرین حسبک کے کاف پر عطف کرتے ہوئے مجرور مانتے ہیں۔

عشرون. چونکہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی نصرت ہے اس لئے اپنے سے دس گنا طاقت سے مقابلہ کا حکم ہوا اور یہ طاقت مشرکین کو حاصل نہیں اس لئے وہ مقابلہ نہیں کر پاتے۔ اس آیت میں محسنات بدیعیہ میں سے صنعت احتباک پائی جاتی ہے۔ یعنی ایک جگہ سے ایک نظیر حذف کردی جائے اور دوسری جگہ وہ موجود ہے چنانچہ یہاں پہلے جملہ میں لفظ الصابرون محذوف ہے اور الذین کفروا مذکور ہے اور دوسرے جملہ میں الذین کفروا موجود ہے اور صبر کا لفظ حذف ہوگیا۔ حتی یثخن . ثخانۃ بمعنی کثافت و صلابت آتا ہے لیکن یہاں لازمی معنی یعنی قوت میں استعمال ہوا ہے۔

واللہ یرید الأخرۃ۔ یہاں ارادہ کے معنی مرضی اور پسندیدہ کے ہیں۔ اس لئے اب یہ اشکال نہیں ہوسکتا کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ اللہ کا ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ بات اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے۔ وھذا۔ یعنی قیدیوں کے معاوضہ کا حرام ہونا اور صرف ان کے قتل کا واجب ہونا منسوخ ہوگیا ہے سورۂ محمد کی آیت کی وجہ سے یہی امام شافعیؒ کی رائے ہے۔ لیکن حنفیہؒ کے نزدیک بقول صاحب تفسیر احمدی۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اور اب امام وقت کو چاروں باتوں کا اختیار ہے۔ خواہ قتل کردے۔ یا غلام بنادے۔ یا منت احسان کر کے چھوڑ دے یا فدیہ لے کر رہا کردے۔

لو لا کتاب اس کی خبر محذوف ہے۔ ای لو لا وجود حکم من اللہ مکتوب باجلال الغنائم لمسکم الخ (یعنی اگر اللہ کی طرف سے مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نہ آتا تو تمہیں عذاب الٰہی پہنچ جاتا۔)

اور بعض حضرات نے لو لا کتاب سے مراد یہ نوشتہ الٰہی لیا ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوں گے

ان پر عذاب الٰہی نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ **لو نزل من السماء عذاب ما نجامنه غیر عمر بن الخطابؓ وسعد بن معاذؓ.** ﴿ترجمہ﴾ اگر عذاب الٰہی آتا تو بجز عمر بن الخطابؓ اور سعد بن معاذؓ کے کوئی نہ بچتا۔

ربط آیات:......... پچھلی آیات سے جنگ کا ذکر چلا آرہا ہے۔ لڑائی میں کچھ لوگ بچ بھی جایا کرتے ہیں۔ آیت **لا یحسبن الخ** میں یہ بتلانا ہے کہ اللہ کی پکڑ سے یہ لوگ بچ کر نہیں جاسکتے۔ آخر کسی نہ کسی روز پھر پکڑے جائیں گے۔ آیت **واعدوا الخ** میں جنگ کی تیاری میں ممکنہ حد تک ہر وقت مستعد رہنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں سے مرعوب ہو کر اگر کفار صلح کی طرف جھک پڑیں تو آیت **وان جنحوا** میں اس کو ہر قیمت پر مان لینے کا مشورہ دیا جارہا ہے اور اس سلسلہ میں بے کار وہم میں مبتلا ہونے سے بچایا جارہا ہے۔ اگلی آیت **یا ایہا النبی الخ** میں جہاد کا شوق دلایا جارہا ہے اور اس سلسلہ میں پہلے قانون جنگ کی ایک دفعہ بیان کی جارہی ہے۔ پھر اس کو نرم کر کے دوسری دفعہ کی شکل میں ترمیم کی جارہی ہے۔ اسی سلسلہ میں آیت **ما کان لنبی ان یکون الخ** سے جنگی قیدیوں کا حکم بیان کیا جارہا ہے۔ بدری قیدیوں سے جو فدیہ وصول ہوا۔ آیت **فکلوا الخ** میں بلا تکلف اس کو استعمال کرنے کی اجازت دی جارہی ہے۔

شانِ نزول:......... آیت **ولا یحسبن الخ** کے شان نزول کی طرف مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا ہے کہ جنگ بدر سے فرار ہونے والے کفار کے بارے میں نازل ہوئے ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ **یا ایہا النبی حسبک اللہ** ۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

سعید بن جبیرؒ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اس وقت ۳۳ مرد اور ۶ عورتیں ایمان لاچکی تھیں جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو ۴۰ کا عدد پورا ہوگیا اور یہ آیت نازل ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ بدریین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ پہلی صورت میں آیت کو مکی اور دوسری صورت میں مدنی ماننا پڑے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں جگہ نازل ہوئی۔ اس لئے مکی بھی ہو اور مدنی بھی۔

آیت **ما کان لنبی الخ** کا شان نزول یہ ہے کہ جنگ بدر میں ستر ۷۰ کا فر مارے گئے اور ستر ۷۰ گرفتار ہوئے۔ جنگی قیدیوں کے متعلق جن میں عباس اور عقیل بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ لیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے تو ان الفاظ میں رائے دی۔ **املک وقومک وقد اعطاک اللہ الظفر سبقتهم وانی اری ان تاخذوا لفداء منهم فیکون قوة لنا علی الکفار وعسی اللہ ان یهدیهم بک** یعنی یارسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کی قوم ہے کے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ کو اللہ نے کامیاب کر دیا ہے آپ ان سے تاوان لے کر چھوڑ دیجئے۔ اس سے ایک طرف تو ہمیں دشمن کے مقابلہ میں زیادہ طاقت ور ہونے کا موقع مل سکے گا۔ دوسرے ممکن ہے آگے چل کر اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت دے دے اور ظاہر ہے کہ قتل کر دینے کی صورت میں یہ دونوں فائدے ممکن نہیں۔ مگر حضرت عمرؓ بولے۔ **اضرب اعناقهم فان هؤلاء ائمة الکفر مسکن علیا من عقیل وحمزة من عباسؓ ومکنی من فلان لاضرب اعناقهم.** یعنی ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ بلکہ علیؓ اپنے بھائی عقیل کو اور حمزہؓ اپنے بھائی عباس کو قتل کریں اور میں اپنے فلاں رشتہ دار کی گردن اڑاؤں۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔ **کان الا ثخان فی القتل احب الی من استبقاء الرجال** ۔ یعنی ان کی اچھی طرح خونریزی کرنا مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت ان کو رہا کر دینے کے۔ آپ نے وحی الٰہی کی روشنی میں صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں باتوں کا اختیار دیتے ہیں۔ چاہے انہیں قتل کر دو، چاہے ان سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دو۔ لیکن اس دوسری صورت میں تمہیں اپنے ستر آدمی بھینٹ دینے پڑیں گے۔ یعنی تمہارے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے۔ مگر صحابہؓ نے

گونا گوں مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے مالی فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دینے کی رائے کو زیادہ پسند کیا اور کہا کہ خیر ہم شہید ہو جائیں گے ۔آپ ﷺ نے بھی اپنی طبعی رحم دلی سے اسی رائے کو ترجیح دے کر فیصلہ فرما دیا اور فرمایا کہ بعض دلوں کو اللہ دودھ سے بھی نرم اور بعض کو پتھر سے بھی زیادہ سخت بنا دیتا ہے ۔اے ابو بکرؓ! تمہاری مثال حضرت ابراہیمؑ جیسی ہے ۔جنہوں نے اپنی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا ۔**فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانک غفور رحيم**.

اور اے عمرؓ! تمہاری مثال حضرت نوحؑ جیسی ہے ۔جنہوں نے اپنی قوم کے بارے میں ان الفاظ میں بددعا کی تھی ۔**رب لا تذر علی الارض من الکٰفرین دیارا**.

چنانچہ عقبہ، نضر، طعمہ ان تین کی تو گردنیں اڑادی گئیں اور کسی قیمت پر انہیں معافی نہیں دی گئی ۔لیکن باقی سب کو رہا کر دیا گیا ۔حضرت ابو العاصؓ کو صحابہؓ کے مشورہ سے مفت رہا کیا گیا ۔جس کو شرعی اصطلاح میں مَن کہا جاتا ہے ۔کسی سے معاوضہ کے طور پر مسلمان بچوں کی تعلیم کا کام لیا گیا اور کسی سے مالی معاوضہ لے لیا گیا اسی میں حضرت عباسؓ بھی ہیں جو فدیہ ادا کرنے کے بعد مسلمان ہو گئے ۔مگر اپنے افلاس کی شکایت کرنے لگے جس پر اگلی آیتیں نازل ہوئیں ۔

چونکہ حق تعالیٰ کو مسلمانوں کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا ۔اس لئے سرزنش کی گئی ۔جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ روئے اور فرمایا کہ عذاب کے آثار بہت قریب آچکے تھے ۔بجز عمرؓ اور سعد بن معاذؓ کے کوئی نہ بچتا ۔لیکن اللہ نے فضل فرما دیا کہ عذاب نازل نہیں ہوا ۔

﴿ تشریح ﴾:............ **مسلمانوں کو ہر قسم کی فوجی طاقت واسلحہ فراہم رکھنے کا حکم**:............ یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی جماعت جنگ کا سروسامان اس طرح مہیا کر سکے ۔جو ہر اعتبار سے مکمل ہو ۔تاہم مسلمانوں کو اس بارے میں جو حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مقدور بھر جو کچھ کر سکتے ہیں کریں یہ بات نہیں کہ جب تک دنیا بھر کے ہتھیار اور ہر قسم کے ساز وسامان مہیا نہ ہو جائیں ۔اس وقت تک بے بسی کا عذر کرتے رہیں اور جنگ کے دفاع سے بے فکر ہو جائیں ۔چونکہ جنگی تیاری بغیر مال کے نہیں ہو سکتی ۔اس لئے **وما تنفقوا الخ** میں روپیہ سے مدد کرنے کی اپیل کی جارہی ہے ۔

مسلمانوں کا اصل مشن صلح وسلامتی ہے:............ آیت **وان جنحوا الخ** میں قطعی لفظوں سے دعوت امن کا اعلان کیا جارہا ہے ۔یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب کہ جنگ بدر کے فیصلہ نے مسلمانوں کی فتح مندی آشکارا کر دی تھی اور تمام جزیرہ عرب ان سے متاثر ہونے لگا تھا ۔حکم ہوتا ہے جب بھی دشمن امن وصلح کی طرف جھکے تو بلا تامل تمہیں بھی جھک جانا چاہئے اور اس بارے میں فضول اندیشے نہیں لانے چاہئیں ۔اگر دشمن کی نیت میں کھوٹ اور فتور ہوگا تو ہوا کرے ۔اس کی وجہ سے امن وصلح کے قیام میں دیر نہیں کرنی چاہئے ۔ہاں اگر صلح کرنا ہی موقعہ اور مصلحت کے سراسر خلاف ہو تو یہ دوسری بات ہے ۔امام وقت کی نظر اس پر رہنی چاہئے ۔

غرض یہ کہ جن حضرات نے **فاجنح** کے حکم کو ضروری قرار دیا تو ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہوگی ۔لیکن اگر مصلحت کی قید لگادی جائے تو پھر منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی ۔

رسول اللہ ﷺ کا بے مثال کارنامہ:............ واقعہ یہ ہے کہ بکھرے ہوئے دلوں کو ایک رشتہ الفت میں پرو دینے سے زیادہ مشکل کام شاید دنیا میں کوئی دوسرا نہ ہو ۔مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے نہایت حسن وخوش اسلوبی سے یہ کام ان لوگوں میں کر کے دکھلا دیا ۔

جو صدیوں سے فتنہ وفساد کی فضا میں پرورش پائے ہوئے تھے۔ لیکن دس بارہ سال کی ذراسی مدت میں آپ ﷺ نے وہ کایا پلٹ دی کہ اب باہمی کینہ اور عداوت کی جگہ محبت وآشتی نے اس طرح لے لی کہ ہر فرد دوسرے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے مستعد ہو گیا۔ فی الحقیقت یہ ایک پیغمبرانہ عمل تھا جو پیغمبر اسلام کی تعلیم وتربیت نے انجام دیا۔

مسلمانوں کو دوگنی طاقت کے مقابلہ میں بھی پامردی کا حکم:............ آیت ان یکن منکم الخ میں اگرچہ اس حکم کو خبر کے عنوان سے بیان کیا جارہا ہے۔ لیکن مقصود خبر دینا نہیں ہے بلکہ حکم دینا ہے کہ میدان جنگ میں اتنی طاقت کے آگے بھی ثابت قدم رہنا واجب ہے۔ بھاگنا جرم ہے اور سنگین جرم۔ اور اس طرز تعبیر میں نکتہ تاکید ومبالغہ ہے کہ جس طرح غلبہ کی خبر کے یقینی ہونے کی صورت میں ثابت قدم رہنا واجب ہونا چاہئے، اسی طرح اب بھی واجب ہے۔ اس توجیہ کے بعد اب آیت کے الفاظ پر یہ شبہ بھی متوجہ نہیں ہوسکتا کہ ہم بعض دفعہ اس کے خلاف دیکھتے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کا غلبہ نہیں ہوتا۔ لہذا یہ خبر غلط ہوگئی۔ کیونکہ صدق وکذب کا تعلق تو خبر سے ہوا کرتا ہے اور کہا جاچکا ہے کہ یہ حکم لفظوں میں اگرچہ خبر ہے مگر معنا انشاء ہے بطور کنایہ کے اور کنایہ میں اگرچہ ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے، مگر مقصود لازم ہی ہوتا ہے۔ ملزوم مقصود نہیں ہوتا اور صدق وکذب بھی غیر مقصود چیز پر متوجہ نہیں ہوا کرتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہاں خود ملزوم بھی نفسہا صادق ہے۔ کیونکہ غلبہ کا ہونا باذن اللہ کی قید کے ساتھ ہے۔ لہذا اگر کسی حکمت ومصلحت خداوندی سے اللہ کی مرضی نہ ہو تو غلبہ بھی نہیں ہوگا۔

صحابہ کرامؓ کا ضعف ضعف ایمانی نہیں تھا بلکہ طبعی ضعف مراد ہے:............ اور آیت علم ان فیکم ضعفا کا مطلب یہ ہے کہ عادۃً جب کام کرنے والے کم اور کام اہم سمجھا جائے تو ہر شخص کو ایک خاص فکر اور لگن ہوا کرتی ہے کہ یہ کام میرے ہی کرنے سے ہوگا۔ ایسی صورت میں کوئی بھی دوسرے کا سہارا نہیں تکتا بلکہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کر کے فرض سے زیادہ ادائیگی کی کوشش کیا کرتا ہے۔ اس لئے ہمت زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر جب کام والے بڑھ جایا کرتے ہیں تو کام کرنے والوں میں ایک گونہ بے فکری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص کا خیال ہوا کرتا ہے کہ مجھ ہی پر کیا منحصر ہے، کام کرنے والے اور بھی تو ہیں۔ اس طرح پہلے سے جوش وخروش اور ہمت، سرگرمی میں کمی سی آجایا کرتی ہے۔ یہ قصور افتاد طبع کا ہوتا ہے جو ہر کام اور تحریک کے آغاز وانجام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسلامی تحریک اور اس کی جدوجہد میں بھی یہی بات رہی۔ اس لئے صحابہؓ پر کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی شبہ کا نہیں ہوتا کہ ان کے باطنی ملکات تو روزانہ بلکہ ہر آن ترقی پر تھے۔ پھر یہ ضعف کیسا؟ کیونکہ یہ ضعف ایمانی نہیں بلکہ طبعی ضعف تھا۔

ایک دقیق اشکال:............ بدر کے قیدیوں کے متعلق صحابہؓ نے جو رائے دی تھی اس کے متعلق اشکال یہ ہے کہ آیا کسی نص کے ہوتے ہوئے انہوں نے یہ قیاس کیا تھا یا نص موجود نہیں تھی تب قیاس کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ غرض ان دونوں صورتوں میں شبہ ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں تو یہ اشکال ہے کہ نص موجود ہوتے ہوئے صحابہؓ کا قیاس کرنا ہی غلط ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی موافقت کیوں فرمائی؟ اور دوسری صورت میں اشکال یہ ہوتا ہے کہ نص نہ ہونے کی صورت میں قیاس کرنا صحیح ہوا۔ پھر عتاب کیوں ہوا؟ خاص کر جب کہ پہلے وحی کے ذریعہ اختیار بھی دے دیا گیا تھا۔ پھر یہ عتاب صرف صحابہؓ ہی پر کیوں ہوا۔ حضور ﷺ بھی تو اس مشورہ کے قبول میں برابر کے شریک تھے؟

اشکال کا حل:............ جواب یہ ہے کہ یہاں دوسری صورت تھی۔ یعنی کوئی نص موجود نہیں تھی۔ اس لئے قیاس کیا گیا تھا لیکن پھر عتاب کی وجہ یہ ہوئی کہ اس رائے میں ایک دنیوی مصلحت یعنی مالی نفع کا کیوں لحاظ کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کی برائی تم لوگوں کو پہلے سے

معلوم تھی۔ جس کی طرف تریدون عرض الدنیا میں اشارہ کیا گیا ہے۔

صحابہؓ کی اِجتہادی غلطی: .... مگر صحابہؓ کی نظر دنیوی مفاد کے ساتھ اس کے دینی پہلو پر بھی تھی۔ یعنی انکے راہ راست پر آنے کی امید۔ اسی لئے انہوں نے اس رائے کو ترجیح دی اور یہ سمجھے کہ جس کام میں صرف دنیاوی مفاد کا پہلو ہو اسے نہیں کرنا چاہیے، لیکن جس بات میں دین و دنیا دونوں کے فائدے ہوں اس کو اختیار کر لینا چاہیے۔ حالانکہ اگر ذرا تامل کرتے تو سمجھ میں آ جاتا کہ اچھائی اور برائی کا مجموعہ اچھا نہیں ہوا کرتا بلکہ نتیجہ ارذل کے تابع ہونے کی وجہ سے مجموعہ کو برا ہی کہا جائے گا۔ اسی غور و تامل نہ کرنے پر عتاب ہوا۔ باقی وحی میں اگر چہ ایسا صیغہ بولا گیا تھا، جس سے اختیار سمجھ میں آتا ہے، لیکن اختیار دینا مقصود نہیں تھا بلکہ آزمائش و امتحان مقصود تھا۔ چنانچہ اختیار کا تعلق دو مباح چیزوں سے ہوا کرتا ہے، لیکن ایک مباح اور ایک غیر مباح میں اختیار نہیں ہوا کرتا۔ پس یہاں بھی قیدیوں کا قتل تو مباح تھا، لیکن ان سے معاوضہ لے کر رہا کر دینا ایک طرح کے دنیاوی لالچ ہونے اور ستر صحابہؓ کو بھینٹ چڑھا دینے پر آمادگی کی وجہ سے ظاہر ہے کہ غیر مباح کہا جائے گا۔ غرضیکہ اس مباح اور غیر مباح کے مجموعہ میں اگر چہ صورۃً صیغہ اختیار کا رہا، لیکن فی الحقیقت ایک طرح سے ناپسندیدہ جانب پر مطلع کر کے ان کو آزمائش میں ڈالنا تھا۔ اس لئے عتاب ہوا کہ تم نے تامل سے کیوں نہیں کام لیا؟

آنحضرت ﷺ عتاب سے کیوں محفوظ رہے: .... اور جس چیز کو صحابہؓ کے شایان شان نہیں سمجھا گیا۔ یعنی مالی نفع وہ چونکہ صحابہؓ کے حق میں تو اپنی ذوات کے لئے ہونے کی وجہ سے نامحمود تھا، لیکن آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ پہلو نامحمود نہیں رہا، کیونکہ آپ ﷺ تو دوسروں کو مالی فائدہ پہنچانے کے لئے اس مشورہ کو قبول کر رہے تھے اور یہ بات بری نہیں بلکہ اچھی ہے۔ اس لئے آپ عتاب سے بچ گئے۔ البتہ آپ کا یہ فرمانا کہ عذابِ الٰہی سے کوئی نہ بچتا، یعنی صحابہؓ میں سے کوئی نہ بچتا۔ یہ مطلب نہیں کہ میں خود بھی نہ بچتا۔ باقی آپ کا رونا یا تو جلال الٰہی کی ہیبت کی وجہ سے ہوگا یا اپنے صحابہؓ کے خیال سے کہ ان کو عذاب الٰہی سے نقصان پہنچتا۔ بہر حال اس تقریر سے سب اشکالات صاف ہو گئے۔ (من البیان مسهلا)

اجتہاد میں خطا ہونے پر اکہرا اور درستگی پر دُوہرا ثواب ملتا ہے: .... اس اجتہاد میں اگر چہ فاروق اعظمؓ کی رائے کا درست ہونا معلوم ہوا جو ان کی عظمت میں چار چاند لگاتا ہے اور ایسی کتنے ہی موقعوں پر ان کا جوہر کمال کھلا ہے۔ تاہم دوسروں کی خطاء اجتہاد پر بھی اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر سے اگر اجتہادی غلطی ہو جائے تو وہ اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ فوراً متنبہ کر دیا جاتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جنگی قیدیوں کو مفت یا تاوان لے کر رہا کرنا دونوں ناجائز ہیں، بلکہ ان کو یا قتل کر دیا جائے یا غلام بنا لیا جائے اور یا ذمی رعایا بنا لیا جائے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک سورۂ محمد کی آیت فاما منا الخ بھی منسوخ نہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک امام وقت کو اختیار ہے کہ دونوں آیتوں کی روشنی میں خود ان کو مفت رہا کر دے یا معاوضہ لے کر یا غلام بنا لے یا ذمی رعایا میں داخل کر دے اور یا پھر قتل کر ڈالے۔

لطائف آیات: .... آیت لو انفقت الخ سے معلوم ہوا کہ کسی اچھی صفت کا دل میں پیدا کر دینا شیخ کے اختیار میں نہیں

ہوتا اور آیت الئٰن خفف اللّٰہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ کمزور سالک کے لئے سخت مجاہدہ تجویز نہ کرے۔

اور آیت ما کان للنبی الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی معصوم سے اجتہادی خطا ہوسکتی ہے تو مشائخ معصوم سے بدرجہ اولیٰ خطائے اجتہادی ممکن ہے۔ آیت لولا کتاب من اللہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطائے اجتہادی جس پر ایک طرف اجر و ثواب کا وعدہ ہے جب اس پر بھی عتاب ہوگا تو اس سے اس مقولہ کی تائید نکل آئی۔ **حسنات الابرار سیئات المقربین** (نیکوں کی اچھائیاں مقربین کی برائیوں کے برابر ہیں۔)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسَارٰىٓ وَفِي قِرَاءَةٍ مِنَ الْاَسْرٰى **اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا** اِيْمَانًا وَاِخْلَاصًا **يُّؤْتِكُمْ** اللّٰهُ **خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ** مِنَ الْفِدَاءِ بِاَنْ يُضَعِّفَهُ لَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَيُثِيْبُكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ **وَيَغْفِرْ لَكُمْ** ذُنُوْبَكُمْ **وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** ﴿۷۰﴾ **وَاِنْ يُّرِيْدُوْا** اَيِ الْاَسْرٰى **خِيَانَتَكَ** بِمَا اَظْهَرُوْا مِنَ الْقَوْلِ **فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ** قَبْلَ بَدْرٍ بِالْكُفْرِ **فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ** بِبَدْرٍ قَتْلًا وَاَسْرًا فَلْيَتَوَقَّعُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ اِنْ عَادُوْا **وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ** بِخَلْقِهِ **حَكِيْمٌ** ﴿۷۱﴾ فِي صُنْعِهِ **اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ** وَهُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ **وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا** النَّبِيَّ **وَّنَصَرُوْٓا** وَهُمُ الْاَنْصَارُ **اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ** فِي النُّصْرَةِ وَالْاِرْثِ **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ** بِكَسْرِ الْوَاوِ وَفَتْحِهَا **مِّنْ شَيْءٍ** فَلَا اِرْثَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ وَلَا نَصِيْبَ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ **حَتّٰى يُهَاجِرُوْا** وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِاٰخِرِ السُّوْرَةِ **وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ** لَهُمْ عَلَى الْكُفَّارِ **اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ** عَهْدٌ فَلَا تَنْصُرُوْهُمْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَنْقُضُوْا عَهْدَهُمْ **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ** ﴿۷۲﴾ **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ** فِي النَّصْرِ وَالْاِرْثِ فَلَا اِرْثَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ **اِلَّا تَفْعَلُوْهُ** اَيْ تَوَلِّي الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَطْعَ الْكُفَّارِ **تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ** ﴿۷۳﴾ بِقُوَّةِ الْكُفْرِ وَضُعْفِ الْاِسْلَامِ **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ** ﴿۷۴﴾ فِي الْجَنَّةِ **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ** اَيْ بَعْدَ السَّابِقِيْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ وَالْهِجْرَةِ **وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ** اَيُّهَا الْمُهٰجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ **وَاُولُوا الْاَرْحَامِ** ذَوُو الْقَرَابَاتِ **بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ** فِي الْاِرْثِ مِنَ التَّوَارُثِ بِالْاِيْمَانِ وَالْهِجْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْاٰيَةِ السَّابِقَةِ **فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ** اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ **اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ** ﴿۷۵﴾ ع ۶

وَمِنْهُ حِكْمَةُ الْمِيْرَاثِ

ترجمہ: .... اے نبی ﷺ! لڑائی کے قیدیوں میں سے جو لوگ تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے کہہ دو (اور ایک قرأت میں اساوئ کی بجائے اسریٰ ہے) اگر اللہ نے تمہیں دلوں میں کچھ بھلائی (ایمان واخلاص کی) پائی تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے کہیں بہتر چیز تمہیں عطا فرمائے گا۔ (یعنی جو کچھ فدیہ لیا ہے اس کو دنیا ہی میں تمہارے لئے کئی گنا بڑھا دے گا اور اخروی ثواب الگ عطا فرمائے گا) اور تمہارے (گناہ) بخش دے گا۔ اور اللہ بڑی مغفرت والے، بڑی رحمت والے ہیں اور اگر ان لوگوں نے چاہا (یعنی قیدیوں نے) کہ تمہیں دغا دیں (اپنی چکنی چپڑی باتوں سے) تو یہ اس سے پہلے خود اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں (بدر سے پہلے کفر کر کے اور اسی کی سزا ہے) کہ تمہیں ان پر قدرت دے دی گئی ہے (بدر میں ان کو قتل اور قید کرنے کی۔ پس اگر پھر انہوں نے ایسا ہی کیا تو تم بھی ایسے ہی کی امید رکھو) اور اللہ (اپنی مخلوق کو) خوب جاننے والے (اور اپنے کاموں میں) بڑی حکمت والے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا (یعنی مہاجرین) اور جن لوگوں کو رہنے کی جگہ دی (یعنی نبی کریم ﷺ کو) اور ان کی مدد کی (یعنی انصار) تو یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے رفیق ہوں گے (مدد اور میراث میں) اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تو تمہارے لئے ان کی رفاقت میں سے (ولایت کسر واو اور فتحہ واو کے ساتھ ہے) کچھ نہیں ہے (لہذا تمہارے اور ان کے درمیان نہ میراث جاری ہوگی اور نہ ان کو مال غنیمت میں حصہ ملے گا) جب تک وہ اپنے وطن سے ہجرت نہ کریں (یہ حکم اس سورت کے آخری حکم کی وجہ سے منسوخ ہو گیا) ہاں اگر دین کے بارے میں مدد چاہیں تو بلاشبہ تم پر ان کی مدد لازم ہے (کفار کے مقابلہ میں) الا یہ کہ کسی ایسی قوم کے مقابلہ میں مدد چاہی جائے جس سے تمہارا عہد و پیمان ہے (بس اب تم اس قوم کے برخلاف اپنے بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتے اور نہ عہد شکنی کر سکتے ہو اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ بھی ایک دوسرے کے رفیق ہیں (مدد اور میراث میں۔ لہذا تمہارے اور ان کے درمیان میراث جاری نہیں ہو سکتی) اگر تم ایسا نہیں کرو گے (یعنی مسلمانوں سے دوستی اور کافروں سے کٹی) تو ملک میں فتنہ پیدا ہو جائے گا اور بڑا فساد پھیلے گا (کفر طاقتور اور اسلام کمزور ہو جائے گا) جو ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی تو فی الحقیقت یہی مومن ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی (جنت میں) اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے (یعنی اول ایمان لانے والوں اور ہجرت کے بعد) اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو وہ بھی تمہارے ہی میں شمار ہیں (اے مہاجرین وانصار!) اور رشتہ دار (قرابت دار) ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں (بہ نسبت اس ایمان وہجرت کی وجہ سے یہ میراث پانے کے جس کا ذکر ابھی پچھلی آیت میں گزرا ہے) اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (منجملہ ان کے میراث کی حکمت بھی ہے)۔

تحقیق وترکیب: .... **فليتوقعوا الخ** اشارہ ہے ان **يريدوا** کے جواب شرط کی طرف **ان الذين امنوا** ۔ اس سے مراد مہاجرین اولین ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انصار کے ساتھ مواخات کرادی تھی۔ جس کی وجہ سے اجنبی ہونے کے باوجود میراث میں بھی ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے تھے، لیکن بعد میں آیت **اولوا الارحام** نے اس جز کو منسوخ کر دیا۔ **ولاية** ۔ حمزہؒ کی قرأت میں مکسور اور باقی قراء کے نزدیک مفتوح ہے۔ اول کے معنی غلبہ اور سنت کے ہیں اور دوسری صورت میں مددگاری کے معنی ہیں۔

ولا نصيب لهم ۔ اس عبارت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جب قتال نہیں کیا تو غنیمت میں شرکت کیسی؟ **الا تفعلوه اى ان لاتفعلوه** ۔ نون ان شرطیہ کا ادغام لا نافیہ میں کر دیا گیا ہے۔

والـذيـن امـنـوا۔ بظاہر اس میں تکرار معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے، لیکن ایسا نہیں۔ بلکہ پہلی آیت میں ایک دوسرے کی ولایت کو اور مومنین کی تین قسموں کو بیان فرمایا گیا تھا اور یہاں صرف تعریف و بزرگی اور خصوصیت بیان کرنی ہے اور ساتھ ہی مغفرت اور عزت کی روزگاری جیسے انجام کی خبر دینی ہے۔

من بعد. یعنی صلح حدیبیہ کے بعد مگر فتح مکہ سے پہلے کیونکہ فتح مکہ کے بعد پھر ہجرت کا حکم نہیں رہا تھا۔

فـاولئك۔ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ اول مہاجرین افضل تھے، بعد کے مہاجرین سے۔ في كتب الله۔ یعنی اللہ کا حکم اور اس کی طرف سے تقسیم ہے یا قرآن کریم کی آیات میراث مراد ہیں اور یا لوح محفوظ یہ آیت حنفیہ کی دلیل ہے ذوی الارحام کی میراث کے متعلق۔ لیکن امام شافعیؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ في كتب الله کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ نساء میں میراث کی بیان کی ہوئی تقسیم مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل فرائض کو فرائض دیئے جائیں گے اور باقی مال عصبات کو ملے گا ذوی الارحکام کو نہیں۔

ربط آیات:............ آیت يـاايهـا النبي الخ حضرت عباسؓ کے ادائیگی فدیہ کے بعد افلاس کی شکایت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور پچھلی آیات میں کفار کو قتل کرنے، قید کرنے اور ان سے صلح کرنے کا بیان تھا اور یہ تینوں باتیں ظاہر ہے کہ غلبہ ہی کی صورت میں ہوسکتی ہیں۔ کفار کو قتل و قید کرنے کی صورت میں تو مسلمانوں کا غلبہ کھلا ہوا ہے، اسی طرح دشمن صلح بھی جب ہی کرے گا جب دبا ہوا ہوگا۔ غرضیکہ وہ احکام غلبہ کی صورت کے تھے، لیکن دوسری صورت مسلمانوں کے مغلوب ہونے کی ہے۔ جس میں وہ ہجرت پر مجبور ہوں گے۔ اس لئے اگلی آیات ان الذين امنوا میں ہجرت کے بعض احکام بیان کئے گئے ہیں۔

شانِ نزول:............ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے قیدیوں کا معاوضہ فی کس چار سو درہم مقرر فرمایا تھا۔ لیکن حضرت عباسؓ نے عذر کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم نے اور تمہاری بیوی ام فضل نے روپیہ دفن کر رکھا ہے وہ کہاں ہے؟ جس کے بارے میں تم گھر والی کو یہ وصیت کر کے آئے ہو کہ اگر میں سفر میں کسی مصیبت کا شکار ہوگیا تو یہ میرے بیٹوں فضل، عبداللہ اور قثم کے کام آئے گا۔ حضرت عباسؓ یہ سن کر حیران و ششدر رہ گئے اور بول اٹھے کہ خدا کی قسم! مجھے یقین ہوگیا تم خدا کے رسول ہو۔ کیونکہ ان مخفی باتوں کی بجز میرے اور میری بیوی ام فضل کے کسی کو خبر نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت عباسؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ نے يـوتـكـم خيـرا ممـا اخذمنكم کا وعدہ تو اس طرح پورا فرمادیا کہ اس وقت مجھے بیس اوقیہ سونا یعنی تقریباً دو سو روپے دینے پڑے تھے اور اب میرے پاس بیس غلام ہیں اور سب سے کم درجہ کے غلام سے بیس ہزار روپیہ کی مضاربت کر رکھی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اتنا مال دیا کہ اٹھایا نہیں اٹھا۔ گود بھر کر لے جارہے تھے، مگر چلا نہیں جارہا تھا اور اللہ کے دوسرے وعدہ ويغفر لكم کا مجھے انتظار ہے، امید ہے کہ وہ بھی پورا ہوجائے گا۔

﴿تشریح﴾:............ **اسلام کا بے نظیر بھائی چارہ:**............ اسلام کی دعوت نے آپس میں میل جول اور محبت والفت کی جو روح پھونک دی تھی اس کا عجیب وغریب منظر تاریخ نے آج تک محفوظ رکھا ہے یہ نومسلموں کا بھائی چارہ مواخات کہلاتا تھا۔ یعنی اسلامی رشتہ سے ایک نومسلم دوسرے نومسلم کا بھائی ہوجاتا تھا اور پھر ساری باتوں میں دونوں ایک دوسرے کی شرکیت وملکیت کے ویسے ہی حق دار ہوجاتے جیسے حقیقی بھائی ہوتے ہیں۔ حتی کہ اگر ایک مرجاتا تو دوسرا اس کا وارث ہوجاتا تھا۔ یہ مواخات دو مرتبہ ہوئی۔ ایک دفعہ مکہ میں۔ جو صرف مہاجرینؓ کے درمیان ہوئی تھی اور دوسری دفعہ مدینہ میں اور یہ مہاجرینؓ اور انصارؓ کے درمیان ہوئی تھی۔ ایک قول

کے مطابق یہ نوے اشخاص تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سو آدمی تھے۔ مسلمانوں میں اسلامی بھائی چارگی کا ایسا ولولہ پیدا ہوگیا تھا کہ خون کے عزیزوں سے کہیں زیادہ ان کو اپنا سمجھنے لگے تھے۔ حتی کہ اگر ایک مرجاتا تو اس رشتہ میں پرویا ہوا بھائی اس کا وارث سمجھا جاتا۔ انہوں نے سارے اپنے پچھلے رشتے بھلا دیتے تھے۔ صرف ایک ہی رشتہ کی لگن باقی رہ گئی تھیں۔ یعنی سب اللہ کے رسول ﷺ کے فدائی اور سب اسی کے حسن جہاں آرا پر اپنا سب کچھ نثار کردینے والے ہیں۔

مسلمانوں کا غلبہ یقینی ہے:............ آیت ان یریدوا سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو اپنے ایمان میں شبہ تھا؟ یا خدا ہی کو نعوذ باللہ ان دونوں باتوں کا احتمال معلوم ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تسلی کے لئے اور شرط اخلاص کی تاکید کے لئے اصل زور خیانت کی صورت میں " امکن منھم" یعنی قابو میں آجانے پر دینا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ ان کی خیانت کی صورت میں تم اپنا غلبہ یقینی سمجھو۔

ہجرت اور میراث کے احکام:............ ہجرت کے صورت میں میراث کے احکام کا حاصل یہ ہوگا کہ انسان دو حال سے خالی نہیں مسلمان ہوگا یا کافر۔ کافر کا حکم یہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی میراث پانے کے حق دار ہیں۔ البتہ مسلمان ان کا وارث نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ مسلمان کے وارث ہوں گے۔ یہ احکام اب بھی باقی ہیں۔

البتہ مسلمان دو طرح کے ہیں۔ ایک فتح مکہ سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مہاجرؓ اور دوسرے غیر مہاجر۔ فتح مکہ کی قید اس لئے لگائی کہ اس کے بعد تو سارا عرب دارالاسلام بن گیا تھا۔ اس لئے سب جگہ رہنا پھر یکساں ہوگیا تھا۔ کسی جگہ کی کوئی خصوصیت نہیں رہ گئی تھی۔

بہر حال مہاجرینؓ خواہ بالکل اول کے ہوں یا بعد کے ان میں باہمی تفاضل اور فرق مراتب تو خیر ایک علیحدہ بات ہے اور وہ اپنی جگہ مسلم ہے مگر اس بارے میں دونوں برابر تھے کہ مدینہ کے رہنے والے جن انصاریوںؓ سے ان کی مواخات ہوگئی تھی ان سے رشتہ داروں کی طرح آپس میں ایک دوسرے کے لئے میراث کے احکام جاری ہوتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے۔

اور غیر مہاجر کا پہلے یہ حکم تھا کہ اس میں اور اس کے مہاجر رشتہ دار میں بھی احکام میراث جاری نہیں ہوتے تھے۔ لیکن یہ حکم بھی اب منسوخ ہوگیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اب دار مختلف ہونے کی وجہ سے بھی میراث نہیں روکی جائے گی۔ بلکہ جاری رہے گی۔ البتہ کفار میں دار مختلف ہونے کی صورت میں باہمی میراث جاری نہیں ہوگی۔ مگر غیر مہاجرین کو میراث سے محروم رکھنے کے باوجود اتنا حق ضرور دیا گیا تھا۔ کہ وہ کفار کے مقابلہ میں کسی مذہبی جنگ کے متعلق مہاجرینؓ سے امداد مانگے تو اس کی امداد واجب تھی۔

ہاں اگر ایسے کفار کے مقابلہ میں مہاجرینؓ سے امداد طلب کر رہا ہو کہ خود مہاجرینؓ کا پہلے سے ان کفار کے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہو تو جب تک یہ عہد باقی رہے گا مسلمان مہاجر دوسرے غیر مہاجر مسلمان کو امداد نہیں دے سکے گا۔

البتہ اگر مہاجر مسلمان کافر سے کئے ہوئے عہد کو باقاعدہ توڑ دے تو پھر غیر مہاجر مسلمان کی مدد کرنا جائز ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے وقت میں خود عہد کو توڑنا جائز ہوگا یا ناجائز؟ اس کی تفصیل فقہ و تفسیر کی بڑی کتابوں میں ملے گی۔

مہاجرینؓ و انصارؓ کے درمیان جو میراث کا سلسلہ تھا آخری آیت میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مورث کی طرح دوسرے مہاجرؓ یا ناصریؓ رشتہ دار کے موجود نہ ہونے کی شرط ہوگی۔ ورنہ اولوا الا رحام بعضھم الخ کی رو سے رشتہ دار مقدم

ہوتا ہوگا اور یہ حکم اگر چہ بعد کے مہاجرین کے ساتھ خاص نہیں تھا۔لیکن مہاجرین اولین میں یہ شرط زیادہ پائی جاتی ہوگی۔ بعد میں جب لوگ بکثرت مسلمان ہونے لگے اور ہجرت بھی عام ہوگئی تو اکثر رشتہ دار یک جا ہوگئے اور کسی دوسرے رشتہ دار کے پائے جانے کی شرط ہونا اور وہ نہ ہوتو ہجرت اور نصرت کی وجہ سے میراث جاری ہونے کا حکم دونوں کے لئے عام تھا حتی کہ فتح مکہ کے بعد سورۂ احزاب کی آیت النبی اولیٰ بالمؤمنین الخ سے منسوخ ہوگیا۔اب مسلمان رشتہ دار خواہ دارالحرب میں ہو یا دارالاسلام میں بہرصورت وارث ہوگا۔(من البیان مسهلاً بعض بیانات سہل اور آسان ہوتے ہیں۔

لطائفِ آیات: .... آیت ان یعلم اللّٰہ سے معلوم ہوا کہ اطاعت اور فرمانبرداری کی بعد دولت دنیا وآخرت کی برکات نصیب ہوتی ہیں۔خواہ مالی اور مادی یا باطنی۔

سُوْرَةُ التَّوبَةِ مَدَنِيَّةٌ اِلَّا الْاٰيَتَيْنِ اٰخِرِهَا مِائَةٌ وَّثَلٰثُوْنَ اَوْ اِلَّا اٰيَةً

وَلَمْ تُكْتَبْ فِيْهَا الْبَسْمَلَةُ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَاْمُرْ بِذٰلِكَ كَمَا يُؤْخَذُ مِنْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَاُخْرِجَ فِيْ مَعْنَاهُ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ الْبَسْمَلَةَ اَمَانٌ وَهِيَ نَزَلَتْ لِرَفْعِ الْاَمْنِ بِالسَّيْفِ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّكُمْ تُسَمُّوْنَهَا سُوْرَةَ التَّوْبَةِ وَهِيَ سُوْرَةُ الْعَذَابِ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّهَا اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ هٰذِهٖ **بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ** وَاصِلَةٌ **اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱﴾** عَهْدًا مُطْلَقًا اَوْ دُوْنَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ اَوْ فَوْقَهَا وَنَقْضُ الْعَهْدِ بِمَا يُذْكَرُ فِيْ قَوْلِهٖ **فَسِيْحُوْا** سِيْرُوْا اٰمِنِيْنَ اَيُّهَا الْمُشْرِكُوْنَ **فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ** اَوَّلُهَا شَوَّالٌ بِدَلِيْلِ مَا سَيَاْتِيْ وَلَا اَمَانَ لَكُمْ بَعْدَهَا **وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ** اَيْ فَائِتِيْ عَذَابَهٗ **وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲﴾** مُذِلُّهُمْ فِي الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْاُخْرٰى بِالنَّارِ **وَاَذَانٌ** اِعْلَامٌ **مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ** يَوْمَ النَّحْرِ **اَنَّ** اَيْ بِاَنَّ **اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ** وَعُهُوْدِهِمْ **وَرَسُوْلُهٗ** بَرِيْٓءٌ اَيْضًا وَقَدْ بَعَثَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا مِنَ السَّنَةِ وَهِيَ سَنَةُ تِسْعٍ فَاَذَّنَ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى بِهٰذِهِ الْاٰيَاتِ وَاَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ **فَاِنْ تُبْتُمْ** مِنَ الْكُفْرِ **فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ** عَنِ الْاِيْمَانِ **فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ** اَخْبِرِ **الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳﴾** مُؤْلِمٍ وَهُوَ الْقَتْلُ وَالْاَسْرُ فِي الدُّنْيَا وَالنَّارُ فِي الْاٰخِرَةِ **اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا** مِنْ شُرُوْطِ الْعَهْدِ **وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا** يُعَاوِنُوْا **عَلَيْكُمْ اَحَدًا** مِنَ الْكُفَّارِ **فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى** اِنْقِضَاءِ **مُدَّتِهِمْ** الَّتِيْ عَاهَدْتُّمْ عَلَيْهَا **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۴﴾** بِاِتْمَامِ الْعُهُوْدِ **فَاِذَا انْسَلَخَ** خَرَجَ **الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ** وَهِيَ اٰخِرُ مُدَّةِ التَّاْجِيْلِ **فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ**

وَجَدْتُّمُوْهُمْ فِی حِلٍّ اَوْ حَرَمٍ **وَخُذُوْهُمْ** بِالْاِسْرِ **وَاحْصُرُوْهُمْ** فِی الْقِلَاعِ وَالْحُصُوْنِ حَتّٰی یَضْطَرُّوْا اِلَی الْقَتْلِ اَوِالْاِسْلَامِ **وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ** طَرِیْقٍ یَسْلُكُوْنَهٗ وَنَصْبُ كُلَّ عَلٰی نَزْعِ الْخَافِضِ **فَاِنْ تَابُوْا** مِنَ الْكُفْرِ **وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ** وَلَاتَتَعَرَّضُوْا لَهُمْ **اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴿۵﴾** لِمَنْ تَابَ **وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ** مَرْفُوْعٌ بِفِعْلٍ یُفَسِّرُهٗ **اسْتَجَارَكَ** اِسْتَامَنَكَ مِنَ الْقَتْلِ **فَاَجِرْهُ** اٰمِنْهُ **حَتّٰی یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ** الْقُرْاٰنَ **ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ** اَیْ مَوْضَعَ اَمْنِهٖ وَهُوَ دَارُ قَوْمِهٖ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنْ لِیَنْظُرَ فِیْ اَمْرِهٖ **ذٰلِكَ** الْمَذْكُوْرُ **بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ﴿۶﴾** دِیْنَ اللّٰهِ فَلَا بُدَّ لَهُمْ مِنْ سِمَاعِ الْقُرْاٰنِ لِیَعْلَمُوْا

ترجمہ: .... پوری سورۂ توبہ مدنی ہے۔ یا بجز دو آخری آیتوں کے مدنی ہے۔ اس کی کل آیات ایک سو تیس ۱۳۰ ہیں یا بجائے دو آیتوں کے ایک آیت مدنی ہونے سے مستثنیٰ ہے۔

(اور اس سورت کے شروع میں بسم اللہ اس لئے نہیں لکھی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ حاکمؒ کی روایت کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کے ہم معنی حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ "بسم اللہ" پروانہ امن ہے اور سورۂ توبہ جہاد کے ذریعہ امان کو اٹھا دینے کے لئے نازل ہوئی ہے اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ یہ لوگ اس کو "سورۂ توبہ" کہتے ہیں حالانکہ یہ سورۂ عذاب ہے اور امام بخاریؒ نے براءؓ سے روایت کی ہے کہ سورۂ توبہ آخری سورۃ ہے یہ ہے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بری الذمہ ہونے کا اعلان، ان مشرکین کے لئے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا (خواہ بلا تعیین مدت کے ہو یا چار مہینے سے کم یا زیادہ کا۔ اور پھر انہوں نے عہد شکنی بھی کر دی ہو۔ اس دست برداری کا ذکر اس قول میں ہے) کہ چل پھر لو (اے مشرکین! امن کے ساتھ گھوم، پھر لو) ملک میں چار مہینے تک (جس کی ابتداء شوال سے ہوگی۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اس کے بعد ان کے لئے کوئی امان نہیں ہے) اور یاد رکھو تم کبھی اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے (یعنی ان کے عذاب سے بچ کر نہیں نکل سکو گے) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کر کے رہیں گے (دنیا میں تو قتل کی ذلت میں مبتلا کر کے اور آخرت میں جہنم کی آگ میں جھونک کر) اور اللہ اور رسول کی طرف سے حج کے بڑے دن (قربانی کے دن) کی تاریخوں میں منادی (اعلان) کیا جاتا ہے کہ اللہ بری الذمہ ہے اور اس کا رسول (بھی) مشرکین (اور ان کے عہد) سے (چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اسی سال حضرت علیؓ کو مامور فرمایا یعنی ۹ھ میں انہوں نے قربانی کے روز ان آیات کا اعلان فرمایا اور بتلایا کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج کے لئے نہیں آ سکے گا اور نہ کوئی ننگا ہو کر طواف کر سکے گا۔ جیسا کہ بخاری نے روایت کی ہے) پھر اگر تم توبہ کر لو (کفر سے) تو تمہارے لئے اس میں بہتری ہے اور اگر نہ مانو گے (ایمان لانے کو) تو جان رکھو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور خوشخبری سنا دیجئے (خبر دے دیجئے) ان کافروں کو دردناک عذاب کی (جو تکلیف دہ ہوگا۔ دنیا میں تو قتل وقید کی صورت میں اور آخرت میں آگ کی شکل میں) ہاں مگر وہ مشرکین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ جن سے تم نے عہد لیا۔ پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی (سرائط عہد کی رو سے) اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی (کافر) کی مدد (اعانت) کی۔ سو چاہئے کہ ان کے معاہدہ کو میعاد کے ختم ہونے تک پورا کر دو (جو تم نے مقرر کی تھی) واقعی اللہ تعالیٰ دوست رکھتے ہیں (عہد پورا کرنے میں) احتیاط برتنے والوں کو۔ پھر جب حرمت کے مہینے گزر (ختم ہو) جائیں۔ (جو میعاد کی آخرت مدت ہوگی) تو ان مشرکین کو مارو جہاں پاؤ (حرم ہو یا غیر حرم) اور گرفتار کر لو (قید کر لو) اور گھیر لو (قلعوں میں اور محاصرہ کر لو۔ یہاں تک کہ جنگ یا اسلام کے لئے مجبور ہو جائیں) اور داؤ گھات کی جگہوں میں ان کی تاک میں بیٹھ جاؤ (عام چالو راستوں میں اور لفظ کل منصوب ہے مگر حذف جار کے ساتھ) پھر اگر توبہ کر لیں (کفر سے) اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (ان سے تعرض نہ کرو) واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں (جو توبہ کرے) اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص (لفظ احد

مرفوع ایسے فعل سے جس کی تفسیر آگے ہے) آپ ﷺ سے پناہ چاہے (یعنی قتل ہونے سے امان طلب کرے) تو آپ ﷺ اسے پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی (قرآن پاک) سن سکے۔ پھر اسے اس کے ٹھکانے پہنچادو (یعنی امن کی جگہ اور وہ جگہ وہ ہے جہاں اس کے قرابت دار ہوں۔ تاکہ اگر ایمان نہ لایا ہو تو غور کا موقعہ مل سکے) یہ بات اس لئے ضروری ہے کہ یہ لوگ پوری طرح باخبر نہیں ہیں (اللہ کے دین سے۔ پس ان کے جاننے کے لئے ان کا قرآن سننا ضروری ہوا۔)

تحقیق وترکیب:.........سورۃ التوبۃ. اس سورت میں مسلمانوں کی توبہ کا بیان ہے اس لئے یہ نام ہوا۔ الا الأیتین. یعنی لقد جاء کم الخ سے دوآخری آیتیں مکی ہیں اور یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہیں۔ یا صرف ایک آیت لقد جاء کم الخ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ لم تکتب. اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کے متعلق پانچ قول ہیں سب سے اصح رائے وہی ہے جس کو مفسر جلالؒ ذکر کر رہے ہیں کہ اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کی یہ وجہ بیان کی کہ میں نے اس کو "سورۂ انفال" کے ساتھ سمجھا اور دونوں سورتوں میں یکسانیت ومناسبت ظاہر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ چونکہ اس میں کفار کے نقض عہد اور منافقین کی رسوائی کا بیان ہے۔ اس لئے گویا یہ سورہ عذاب ہے جس کے ساتھ بسم اللہ الخ بے جوڑ ہے۔ کیونکہ بسم اللہ میں رحمت کا بیان ہے اور رحمت اور عذاب میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اسی لئے اس سورت کو سورۃ الفاضحہ اور سورۃ العذاب اور سورۃ التوبۃ جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ صحابہؓ کے اختلاف کی وجہ سے کہ سورۂ انفال اور یہ سورۃ دونوں ایک ہیں یا دو؟ پس دونوں سورتوں کے ایک ہونے کے خیال سے تو بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہے۔ لیکن دو سورتیں ہونے کے خیال سے دونوں سورتوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ یہ اس وقت کے جنگی اصول ورواج کے مطابق ایسا کیا گیا ہے۔ کیونکہ نقض عہد کے وقت مراسلت کی صورت میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی تھی۔ یہاں بھی مشرکین کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے ایسا ہی کیا گیا ہے۔

ھٰذہ. یہ اشارہ ہے مبتداء محذوف کی طرف اور واصلۃ کہہ کر مفسر علامؒ نے من کے ابتدائیہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا جس کا تعلق محذوف کے ساتھ ہے۔ ای براء ۃ واصلۃ من اللّٰہ ورسولہ. (براءت جو پہنچنے والی ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے) یا الی الذین کے متعلق محذوف ہونے کی طرف اشارہ ہے اور من اللّٰہ کا متعلق بھی محذوف ہو۔ ای ھذہ براء ۃ مبتدأ ۃ من جھۃ اللّٰہ ورسولہ واصلۃ الی الذین الخ (یہ برائت شروع ہونے والی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے پہنچے والی ہے ان لوگوں کی طرف)

نوقض العھد. اس کا تعلق پہلی تینوں صورتوں سے ہے یعنی مشرکین نے عہد توڑ دیا ہو۔ اس صورت میں اس کا عطف عاھدتم. پر ہوگا۔ لیکن اس کو حال بنانا زیادہ بہتر ہے۔ بما یذکر. اس کا تعلق "براۃ" سے ہے خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جس کافر نے عہد توڑ دیا ہو اس کو چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے اور جس نے عہد نہیں توڑا تو تم بھی اس کے وفائے عہد تک پابند رہو۔

زید بن تبیعؒ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ حجۃ الوداع سے پہلے کیا پیغام لے گئے تھے؟ فرمایا چار دفعات تھیں۔ ۱۔ برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کیا جائے گا۔ ۲۔ جس نے آنحضرت ﷺ سے کوئی معاہدہ کیا ہوگا تو وہ اپنی میعاد تک باقی رہے گا۔ ۳۔ اور جس عہد کی کوئی میعاد نہیں ہوگی اس کو چار مہینے کی مہلت ہے۔ ۴ جنت میں بجز مسلمان کے کوئی نہیں داخل ہوگا۔ آئندہ سال مسلمان اور مشرک ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکیں گے۔

اولھا شوال. یہ رائے زہریؒ کی ہے اور دوسروں کی رائے یہ ہے کہ ان مہینوں کی ابتداء "حج اکبر" کے دن سے ہے اور دس ربیع الثانی تک ختم ہے۔ بغویؒ اس کو اصوب کہتے ہیں اور اکثر کی رائے یہی ہے۔

سیاتی. اس سے مراد آیت فاذا انسلخ الا شھر الحرم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امان کے پورا ہونے کی مدت

حرام مہینوں کے پورا ہونے تک ہے جس میں آخری مہینہ محرم ہے۔اس طرح شوال سے محرم تک چار مہینے ہوتے ہیں۔**اذان فعال** بمعنی افعال ہے۔جیسے امان اور عطاء۔اس کا عطف لفظ براءۃ پر ہورہا ہے۔**حج الا کبر**۔ترمذی حضرت علیؓ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ''یوم حج اکبر'' کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔قربانی کا دن۔دوسری آحادیث بھی اس کی شواہد ہیں۔

وقد بعث۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھی ان پیغامات پہنچانے کے لئے بھیجا۔حضرت ابوبکرؓ پہلے روانہ ہوگئے اور حضرت علیؓ عرج میں ان سے جا کر ملے۔علماء نے اس پر کلام کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی روانگی پر کیوں اکتفاء نہیں کیا اور حضرت علیؓ کی ہمراہی کیوں ضروری سمجھی؟

بات دراصل یہ تھی کہ عرب اپنی عادت کے مطابق کسی عہد کی پابندی یا عہد شکنی بغیر کسی خاندانی معتبر شخص کے لائق اعتناء نہیں سمجھتے تھے۔چنانچہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کے ناطہ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔اس لئے آپ کی شمولیت ضروری سمجھی گئی۔

ربط آیات:............اس سورت سے پچھلی آیات میں جہاد اور اس کے احکام کا بیان تھا۔اس سورت میں بھی چند غزوات اور ان سے متعلق کچھ واقعات کا بیان ہے۔مثلاً: مشرکین سے کئے ہوئے عہد کے ختم ہونے کا اعلان۔فتح مکہ۔غزوۂ حنین۔کفار کو حرم سے نکال دینا۔غزوہ تبوک اور واقعہ ہجرت۔

شانِ نزول و ﴿تشریح﴾:............واقعات کی ترتیب اس طرح ہوئی کہ اول ۸ھ میں مکہ معظمہ فتح ہوا۔پھر اسی سن میں غزوۂ حنین ہوا۔پھر رجب ۹ھ میں غذوہ تبوک پیش آیا۔

پھر ذی الحجہ ۹ھ میں عہد کے ختم کرنے اور کفار کو باہر نکالنے کا اعلان ہوا۔

آیات نازل ہونے کی ترتیب:............جو آیتیں فتح مکہ سے متعلق ہیں۔ان کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتح سے پہلے نازل ہوئیں تھیں۔البتہ غزوہ حنین سے جو آیتیں متعلق ہیں وہ غزوہ کے بعد کی ہیں۔چنانچہ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں سورۂ براءت کی آیات۔ےمقدم ہیں۔باقی غزوہ تبوک اور اعلان سے متعلق آیتوں کے متعلق تفسیر اتقان میں عامرؒ سے منقول ہے کہ پہلے **انفروا خفافاً** الخ آیات ترغیب نازل ہوئیں۔پھر تبوک کی واپسی کے بعد آخر کی وہ آیتیں نازل ہوئیں۔جن میں ملامت و عتاب کا مضمون ہے۔اس کے بعد اول کی وہ آیتیں جن میں اعلان ہے نازل ہوئیں۔

بعض روایت میں جو اس پوری سورت کا نازل ہونا آیات ہے اس سے مراد اکثر حصہ ہے۔رہا یہ شبہ کہ مذکورہ تفصیل سے تو اکثر حصہ کا نزول بھی ایک دم معلوم نہیں ہوتا۔جواب یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت بہت لمبی تھی اب چوتھائی رہ گئی ہے۔باقی سورت کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے۔پس ممکن ہے وہ تین چوتھائی سورت دفعۃً نازل ہوئی ہو۔

معاہدہ حدیبیہ:............عہد اور اس کے ختم کر دینے کا ماحصل یہ ہے کہ ۶ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور کفار نے مکہ میں جانے نہ دیا۔جس کے نتیجہ میں ''صلح حدیبیہ'' کے نام سے ایک عہد نامہ فریقین کی رضامندی سے مرتب ہوگیا۔جس کے دفعات کی پابندی دس سال کے لئے ضروری قرار دی گئی تھی اور عرب کے مختلف قبائل کے متعلق یہ طے پایا کہ وہ کسی بھی فریق کے ساتھ ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ قبیلہ خزاعہ تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوگیا اور بنوبکر قریش کی طرف ہوگئے۔غرض کہ سال بھر کوئی نئی بات پیش نہیں آئی اور ۷ھ میں قرارداد کے مطابق۔آنحضرت ﷺ عمرہ قضا کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے اور فراغت کے بعد مدینہ طیبہ واپس ہوگئے۔چھ سات مہینے کے بعد یعنی ''صلح حدیبیہ'' کے سترہ اٹھارہ مہینے گزرنے پر قریش کے حلیف بنوبکر نے رات کو اچانک مسلمانوں

کے حلیف خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے بھی یہ سمجھ کر کہ اول تو رات کا وقت ہے کون دیکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ یا مسلمانوں کو کیا خبر ہوگی۔ اپنے حلیفوں کا ساتھ دیا اور ہتھیاروں اور جوانوں سے ان کی مدد کی۔ اس طرح گویا اپنا کیا ہوا عہد توڑنے میں خود انہوں نے پہل کر دی۔ چنانچہ جب اس کی اطلاع خزاعہ نے آنحضرت ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے بھی پوشیدہ طریقہ پر تیاری کر کے ۸ھ میں قریش پر لشکر کشی کر دی۔ مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔ بہت سے روئے ساء قریش مسلمان ہو گئے۔

چار جماعتیں: ....شروع سورت میں جماعتوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ عہد شکنی کرنے والے قریش بھی ان میں داخل ہیں۔ بنو ضمرہ اور بنو کنانہ کے دو قبیلوں نے آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا تھا اور سورہ براءۃ نازل ہونے کے وقت ان کے معاہدہ کی مدت نو مہینے باقی رہ گئی تھی۔ تیسری جماعت عام قبائل عرب کی وہ تھی جن سے بلا تعیین مدت معاہدہ ہوا تھا اور چوتھی جماعت عام قبائل عرب میں سے ان کی تھی جن سے کچھ بھی عہد نہیں ہوا تھا۔

بہر حال سورت کے شروع میں ان چاروں جماعتوں کے احکام ذکر کئے جا رہے ہیں۔ پہلی جماعت کا حکم فتح مکہ سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو اور جب یہ عہد توڑ ڈالیں۔ تم بھی ان سے جنگ کرو۔ دوسرے تیسرے رکوع میں اسی جماعت کا ذکر چل رہا ہے۔ البتہ چونکہ انہوں نے خود عہد شکنی کی تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ کسی مہلت کے مستحق نہیں رہے اور اس لحاظ سے نزول براءت کے بعد ان کے ساتھ فوراً اعلان جنگ ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر حرام مہینوں کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا۔ کہ جب یہ مہینے گزر جائیں تو ان سے جنگ کی اجازت ہے۔

ایک شبہ کا جواب: ....رہا یہ شبہ کہ فتح مکہ سے پہلے اگرچہ ان لوگوں نے عہد توڑ ڈالا تھا۔ مگر فتح مکہ کے بعد تو امن عام ہو گیا تھا۔ پھر ان کے غیر مامون ہونے کا کیا مطلب؟

جواب یہ ہے کہ براءت نازل ہونے کے وقت ان کا غیر مامون ہونا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ بلا مہلت ان سے امن اٹھانے کی وجہ بتلانا مقصود ہے۔ یعنی چونکہ یہ لوگ بہت بڑے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں اس لئے دوسروں کے برابر ان کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔

دوسری جماعت نے چونکہ عہد نہیں توڑا اس لئے آیت **الا الذین عاھدتم من المشرکین** الخ میں ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی مدت پوری ہونے دو۔ البتہ تیسری اور چوتھی جماعت کا ایک ہی حکم ہے کہ اعلان ہونے کے بعد ان کو چار مہینے کی مہلت ہے۔ جہاں چاہیں یہ لوگ چلے جائیں۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ لوگ قتل کے مستحق ہو جائیں گے۔ شروع کی آیتوں میں ان کا ذکر ہے۔ نیز نو مہینے گزر جانے کے بعد دوسری جماعت کا حکم بھی تیسری اور چوتھی جماعت کی طرح ہو جائے گا کہ ان کے لئے امن نہیں رہے گا۔

غرض کہ سال بھر کے اندر اندر یہ سرزمین مقدس کفار کے وجود سے پاک کر دی جائے گی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ۹ھ کے حج کے موقعہ پر حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ کے ذریعہ مکہ معظمہ عرفات و منیٰ میں عام اعلانات کرا دیئے اور حضرت علیؓ کے ذریعہ خصوصیت سے یمن میں بھی اعلان کرا دیا اور مقصود اگرچہ صرف ان ہی آیتوں کا اعلان تھا۔ مگر بعض روایتوں میں پوری سورت سنا دینے کے متعلق جو آیا ہے سو ممکن ہے کفار کے زیادہ مرعوب کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہو۔

چاروں جماعتوں کے احکام: ....بہر حال پہلی جماعت کو حرام مہینوں یعنی محرم کے ختم تک اور دوسری جماعت کو دسویں رمضان ۱۰ھ تک اور تیسری، چوتھی جماعت کو دسویں ربیع الثانی تک حدود سے باہر ہو جانا چاہئے۔ پس **لا یقربوا المسجد الحرام** الخ کی رو سے اگلے حج تک کوئی کافر بھی حدود میں داخل نہیں رہنے پائے گا۔ حدیث **لا یحجن بعد العام مشرک** کا مطلب بھی یہی ہے اور مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے۔ چنانچہ اگلے سال ذی الحجہ ۱۰ھ میں آنحضرت ﷺ بنفس نفیس ایسی حالت میں حج کے لئے تشریف لے گئے کہ کسی مخالف کا غل و غش باقی نہ رہا۔ آپ ﷺ کا ارادہ پورے جزیرۃ العرب کو کفار سے خالی کرنے کا

تھا۔لیکن ربیع الاول ۱۱ھ میں چونکہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی اس لئے یہ ارادہ پورا نہیں ہوسکا۔تاہم صحابہؓ نے آپ ﷺ کے اس عزم کی تکمیل فرمادی۔

حضرت عثمانؓ کا تحقیقی جواب:............ترمذی کی روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا۔کہ سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ براءت کو جو مئین میں سے ہے دونوں کو آپ ﷺ نے پاس پاس کیوں رکھا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہیں لکھی اور سورۂ انفال کو سبع طوال میں کیوں رکھ دیا ہے؟

جواب میں آپؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ پر چونکہ بعض دفعہ کئی کئی سورتوں کا نزول ہوتا تھا۔اس لئے کسی آیت کے نازل ہونے پر آپ کاتب کو بلا کر فرمادیتے کہ اس آیت کو فلاں فلاں سورت میں لکھ دیا جائے۔پس سورۂ انفال مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورتوں میں سے اور سورۂ برأت آخر قرآن میں سے ہے اور دونوں سورتوں میں چونکہ باہمی مناسبت تھی۔جس کی وجہ سے دونوں کا مضمون ملتا جلتا تھا اس لئے میں نے یہ سمجھا کہ سورۂ براءت سورۂ انفال کا جزء ہے۔ادہر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوچکی تھی اور آپ ﷺ نے اس کی کوئی تصریح بھی نہیں فرمائی تھی۔اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو پاس پاس رکھ دیا اور دونوں کے بیچ میں بسم اللہ نہیں لکھی اور سورۂ انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا اور بقول بیضاوی اختلاف صحابہؓ کی وجہ سے دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔

قرآن پاک میں سورتوں کی ترتیب:............قرآن کریم کی ترتیب میں خاص طور پر اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ بڑی بڑی سورتیں اول میں رکھی گئی ہیں اور ان سے چھوٹی سورتیں ان کے بعد۔اور سب سے چھوٹی سورتیں سب سے آخر میں رکھی گئی ہیں۔اس طرح سورۂ بقرہ سے سورۂ براءت کے بعد تک علاوہ سورۂ انفال کے سات سورتوں میں سوسو ۱۰۰ آیات سے زائد ہونے کی وجہ سے سات سورتوں کو ''سبع طوال'' اور ''مئین'' کہا جاتا ہے اور سورۂ انفال کو اور سورۂ یوسف کے بعد کی سورتوں کو سو ۱۰۰ آیات سے کم ہونے کی وجہ سے ''مثانی'' کہتے ہیں اور بالکل اخیر کی سورتیں ''مفصل'' کہلاتی ہیں۔

حاصل سوال:............پس حضرت عثمانؓ سے جو سوال کیا گیا ہے اس کا ماحصل تین باتیں نکلتی ہیں۔۱۔سورۂ براءت کے ''مئین'' میں سے اور سورۂ ''انفال'' کے ''مثانی'' میں سے ہونے کی وجہ سے باہم کوئی مناسبت نہیں ہے۔پھر ان دونوں سورتوں کو ایک جگہ کیوں رکھ دیا گیا ہے؟ ۲۔جب سورۂ انفال اور سورۂ توبہ الگ الگ دو سورتیں ہیں تو پھر دوسری سورتوں کی طرح ان کے بیچ میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ ۳۔سورۂ انفال سے چونکہ سورۂ توبہ بڑی تھی۔اس لئے سورۂ توبہ کو ''سبع طوال'' میں شمار کرنا چاہئے تھا نہ کہ سورۂ انفال کو؟

حاصل جواب:............حضرت عثمانؓ کے جواب کا حاصل یہ نکلا کہ بسم اللہ کا نازل ہونا چونکہ کسی سورت کے مستقل ہونے کی علامت تھی اور آنحضرت ﷺ کا کسی آیت کے متعلق یہ فرمانا کہ یہ آیت فلاں سورت میں داخل ہے۔اس آیت کے جزء ہونے کی علامت تھی۔لیکن سورۂ براءت میں نہ تو بسم اللہ نازل ہوئی اور نہ آپ ﷺ نے صراحۃً کچھ ارشاد فرمایا۔جس کی وجہ سے اس سورت کا حال مشتبہ رہا کہ آیا یہ سورت مستقل ہے یا کسی دوسری سورت کا جزو ہے؟ اس لئے حضرت عثمانؓ کو دونوں پہلوؤں کی رعایت کرنی پڑی۔استقلال کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے تو بسم اللہ نہیں لکھی اور جزئیت کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں سورتوں کے بیچ میں خالی جگہ چھوڑ دی جس سے سوال کے دوسرے جزاء کا جواب بھی نکل آیا۔پھر چونکہ سورۂ توبہ میں کسی سورت کے جز ہونے کا بھی احتمال تھا۔سورۂ انفال کے معانی و مضامین سے اس کو زیادہ مناسبت و مشابہت معلوم ہوئی۔اس لئے دونوں سورتوں کو پاس پاس لکھ دیا۔جس سے سوال کے پہلے جزاء کا جواب نکل آیا۔باقی یہ مصلحت سورۂ توبہ کو اول اور سورۂ انفال کو بعد میں رکھنے کی صورت میں بھی حاصل ہوسکتی تھی؟

تو اس کی ایک وجہ تو اسی اول جز کے جواب سے نکل آئی کہ اس صورت میں سورۂ توبہ کے سورۂ انفال کی جزئیت کے احتمال والی

جانب اشارہ نہ ہوتا۔ بلکہ سورۂ توبہ جس سورت کے بعد رکھی جاتی۔ اس کے جزاء ہونے کا احتمال ہو جاتا۔ جو مطلوب نہیں ہے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے ظاہر و باہر ہونے کی وجہ سے اس توجیہ کو ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ مستقل جواب یہ دیا کہ سورۂ انفال چونکہ پہلی سورتوں کے ساتھ نازل ہوئی۔ اور سورۂ براءت آخر کی سورتوں کے ساتھ۔ اس لئے سورۂ انفال کو پہلے اور سورۂ توبہ کو بعد میں رکھا گیا ہے اور چونکہ اس میں کوئی رکاوٹ کی وجہ نہیں ہوئی۔ اس لئے سورۂ براءت کا سبع طوال میں داخل ہونا۔ سورۂ انفال کی نسبت زیادہ مناسب ہوا۔

سُورت براءت کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ:............اور بسم اللہ نہ لکھنے کے سلسلہ میں جلال محققؒ نے جو حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے کہ بسم اللہ اللہ کی طرف سے امان کا پروانہ ہے اور اس سورۃ میں امان کا اٹھانا ہے۔ سو یہ بسم اللہ نہ لکھنے کی علت نہیں بلکہ ایک نکتۂ حکمت ہے اصل علت حضرت عثمانؓ کا ارشاد مذکورہ ہے۔

سورۂ براءت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ جب اس کے جزو سورت ہونے کا احتمال ہوا تو معلوم ہو گیا کہ جو شخص اسی سورت سے پڑھنا شروع کرے یا اس سورت کے درمیان میں کہیں سے۔ تو ان دونوں حالتوں میں اسے بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ البتہ اگر کوئی اوپر سے پڑھتا چلا آ رہا ہے اس کو بغیر بسم اللہ پڑھے اس سورت کو شروع کر دینا چاہئے۔ پہلی دونوں حالتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنا بلکہ تینوں حالتوں میں۔ ایک مشہور عبارت اعوذ باللہ من النار و من شر الکفار و من غضب الجبار۔ پڑھنا بدعت اور ترک سنت ہے۔ ایسا کرنے سے ایک حالت میں ایک بدعت اور دو حالتوں میں دو بدعت اور تینوں حالتوں میں تین بدعتوں کا ارتکاب لازم آتا ہے۔

پندرہ تنبیہات:............اب ان آیتوں سے متعلق کچھ ضروری تنبیہیں قابل ملاحظہ ہیں:

۱:............پہلی آیت میں لفظ عاھدتم کے ساتھ کسی مدت کی قید نہ لگانا قرینہ ہے کہ اس سے تیسری جماعت مراد ہے۔ اس طرح اس جماعت کا حکم عبارت النص سے اور چوتھی جماعت کا حکم دلالۃ النص سے ثابت ہو جائے گا۔

۲:............تیسری آیت میں مشرکین کا لم ینقصوکم کے مقابلہ میں آنا اس کا قرینہ ہے کہ یہ مشرکین کی پہلی جماعت ہے جو عہد توڑنے والی ہے۔

۳:............چوتھی آیت میں لم ینقصوکم اور الی مدتھم کے الفاظ دوسری جماعت مراد لینے کا قرینہ ہیں۔

۴:............پہلی جماعت کے متعلق براءت کے ساتھ چار مہینے کی مدت نہ ہونا۔ اس بات کا قرینہ ہے کہ ان کے لئے کوئی مدت نہیں۔

۵:............پھر آگے چل کر پانچویں آیت میں ایک رکاوٹ کو ذکر بھی کر دیا کہ اگرچہ ان کے لئے امن کی کوئی میعاد نہیں ہے۔ لیکن حرام مہینوں کی وجہ سے سر دست اجازت نہیں ہے۔ یا تو اس لئے کہ اس وقت تک ان کی حرمت باقی ہوگی جو بعد میں منسوخ ہو گئی۔ اگرچہ متعین طور پر ناسخ ہمارے علم میں نہ ہو۔ لیکن حدیث لا یجتمع امتی علی الضلالۃ (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی) کی رو سے کسی گمراہی پر امت کا اجماع چونکہ شرعاً محال ہے اس لئے یہ اجماع نسخ کی دلیل ہوگا اور یا اس لئے سر دست اجازت نہیں کہ اگرچہ اس وقت بھی ان کی حرمت باقی نہ ہو۔ تاہم اس مصلحت سے کہ تمام عرب میں پہلے سے ان مہینوں کی حرمت مشہور و معروف چلی آ رہی ہے اور عنقریب حدود سے ان لوگوں کا اخراج تجویز ہو ہی چکا تھا۔ پس تھوڑے دن کے لئے مسلمان کیوں بدنام کئے جائیں۔ نیز جس طرح دوسری جماعتیں کچھ نہ کچھ میعاد سے فائدہ اٹھائیں گی۔ استحقاق نہ ہونے کے باوجود ان کو بھی اگر کچھ موقع مل جائے تو مناسب ہوگا۔

۶:............پہلی جماعت کے جو دو حکم بیان کئے گئے ہیں یعنی رکاوٹ دور ہونے کے بعد قید اور قتل کا جائز ہونا اور اسلام لے آنے کی صورت میں آزادی۔ یہ دونوں حکم باقی جماعتوں میں بھی مشترک ہیں۔ چنانچہ دوسری اور تیسری آیات میں غیر معجزی اللہ سے اس ترہیب و ترغیب کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ البتہ چوتھی آیت میں ترغیب و ترہیب اس لئے ذکر نہیں کی گئی کہ کلام استثنائی ہو رہا ہے

جس کا پہلے کلام سے تعلق ہوتا ہے اور پہلے کلام میں ترغیب وترہیب آ ہی چکی ہے۔ اس لئے دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں رہی۔

۷: .... دو جگہ ترغیب وترہیب کا اشارۃً اور ایک جگہ صراحۃً ذکر ہونا ممکن ہے اس لئے ہو۔ کہ عہد توڑنے کی وجہ سے یہ لوگ تصریح کے زیادہ محتاج ہیں۔

۸: .... یہاں صرف اسلام اور اعراض کو بیان کرنا اور جزیہ کا ذکر نہ کرنا اس لئے ہے کہ کفار عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ پس لفظ اخذ اور حصر سے مراد ان شرکاء جنگ کو غلام بنانا نہیں ہوگا۔ ہاں عرب کے علاوہ دوسرے کفار کو غلام بنالینا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔

۹: .... جن لوگوں کو چار مہینے کی مہلت تھی۔ عہد توڑنے والوں کی طرح ان کے لئے چونکہ حاجت نہیں تھی اس لئے چار مہینے گزرنے کی تصریح نہیں کی۔ کیونکہ اربعۃ اشھر کی قید سے خود یہ چیز معلوم ہو رہی ہے۔ برخلاف عہد توڑنے والوں کے کہ مہلت نہ ملنے کا مطلب ان سے فوری قتال ہوتا۔ اس لئے وہاں مانع کی حد بتلا دی غرض کہ مطلق تقیید کا محتاج ہے نہ کہ مقید۔

۱۰: .... پہلی آیت میں اگرچہ براءت کا اعلان عام مقصود ہے مگر پھر تیسری آیت میں شاید اس کی تصریح اس لئے کر دی کہ اس میں عہد توڑنے والوں کا بیان ہو رہا ہے۔ پس یہاں اس عام اعلان کی تصریح لفظاً بھی مناسب معلوم ہوئی۔ تاکہ کفار کا عذر اور مسلمانوں کا عذر پورے طور پر مشہور ہو جائے۔

۱۱: .... اسلام قبول کرنے میں اگرچہ قیام نماز شرط نہیں ہے، تاہم یہ کنایہ ہے اظہار اسلام سے جو بندوں کے نزدیک مدار احکام ہے اور نماز کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی بطور مثال کے ہے۔

۱۲: .... عہد کا تعلق اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ لیکن اللہ ورسول ﷺ کی طرف براءت کی نسبت کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دوسرے احکام مقصودہ کی طرح یہ عہد کا پھینک دینا بھی واجب ہے۔ عام عہود کی طرح صحابہؓ کو اس میں اختیار نہیں ہے۔

۱۳: .... کفار کو قرآن سننے کے لئے پناہ دینا اور پھر ان کو ان کی قیام گاہ تک پہنچانے کا حکم اب علماء کے نزدیک بقول سعیدؒ بن ابی عروبہ منسوخ ہے جس کا ناسخ قاتلوا المشرکین کافتہ بتلایا ہے اور ذلک بانھم سے اس کی تائید ہو رہی ہے۔ چنانچہ اب تبلیغ اسلام عام ہو چکی ہے۔ اب قانون اور حکم نہ جاننے کا عذر باقی نہیں رہا۔ البتہ مہلت دینا مستحب ہے اور مقدار مہلت کی تعیین امام کی رائے پر ہے۔

۱۴: .... حج اکبر سے مراد یہ ہے کہ عمرہ نہ ہو۔ کیونکہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔

۱۵: .... حرام مہینوں کی یہ تفسیر متبادر معنی پر بے تکلف ہوگی۔ لیکن اگر لغوی معنی مراد لے کر ربیع الثانی کی دسویں تاریخ پر اس کو ختم سمجھا جائے یا متبادر معنی ہی لے کر اس کی ابتداء زمانہ نزول یعنی شوال سے لی جائے تو پہلی صورت میں تکلف کرنا پڑے گا اور دوسری صورت میں اربعۃ اشھر کے لفظ سے اس کا مراد ہونا مخفی ہوگا۔ جو اعلان کی وضع کے خلاف ہے۔ (مسہلاً من البیان)

كَيْفَ اَیْ لَا **يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ** وَهُمْ كَافِرُوْنَ بِهِمَا غَادِرِيْنَ **اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَهُمْ قُرَيْشٌ الْمُسْتَثْنَوْنَ مِنْ قَبْلُ **فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ** اَقَامُوْا عَلَى الْعَهْدِ وَلَمْ يَنْقُضُوْهُ **فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ** عَلَى الْوَفَاءِ بِهٖ وَمَا شَرْطِيَّةٌ **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴿۷﴾** وَقَدِ اسْتَقَامَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَهْدِهِمْ حَتّٰى نَقَضُوْا بِاِعَانَةِ بَنِيْ بَكْرٍ عَلٰى خُزَاعَةَ **كَيْفَ** يَكُوْنُ لَهُمْ عَهْدٌ **وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ** يَظْفَرُوْا بِكُمْ **لَا يَرْقُبُوْا** يُرَاعُوْا **فِيْكُمْ اِلًّا** قَرَابَةً **وَّلَا ذِمَّةً** عَهْدًا بَلْ يُؤْذُوْكُمْ

مَا اسْتَطَاعُوْا وَجُمْلَةُ الشَّرْطِ حَالٌ **يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ** بِكَلَامِهِمُ الْحَسَنِ **وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ** الْوَفَاءَ بِهٖ **وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸﴾** نَاقِضُوْنَ لِلْعَهْدِ **اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ** الْقُرْاٰنِ **ثَمَنًا قَلِيْلًا** مِنَ الدُّنْيَا اَيْ تَرَكُوْا اِتِّبَاعَهَا لِلشَّهَوَاتِ وَالْهَوٰى **فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ** دِيْنِهٖ **اِنَّهُمْ سَآءَ** بِئْسَ **مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾** عَمَلُهُمْ هٰذَا **لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ** اَيْ فَهُمْ اِخْوَانُكُمْ **فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ** نُبَيِّنُ **الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾** يَتَدَبَّرُوْنَ **وَاِنْ نَّكَثُوْا** نَقَضُوْا **اَيْمَانَهُمْ** مَوَاثِيْقَهُمْ **مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ** عَابُوْهُ **فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ** رُؤَسَاءَهٗ فِيْهِ وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضَعَ الْمُضْمَرِ **اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ** عُهُوْدَ **لَهُمْ** وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْكَسْرِ **لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾** عَنِ الْكُفْرِ **اَلَا** لِلتَّحْضِيْضِ **تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا** نَقَضُوْا **اَيْمَانَهُمْ** عُهُوْدَهُمْ **وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ** مِنْ مَكَّةَ لَمَّا تَشَاوَرُوْا فِيْهِ بِدَارِ النَّدْوَةِ **وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ** بِالْقِتَالِ **اَوَّلَ مَرَّةٍ** حَيْثُ قَاتَلُوْا خُزَاعَةَ حُلَفَاءَكُمْ مَعَ بَنِيْ بَكْرٍ فَمَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُقَاتِلُوْهُمْ **اَتَخْشَوْنَهُمْ** اَتَخَافُوْنَهُمْ **فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ** فِيْ تَرْكِ قِتَالِهِمْ **اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ** بِقَتْلِهِمْ **بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ** يُذِلُّهُمْ بِالْاَسْرِ وَالْقَهْرِ **وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾** مِمَّا فُعِلَ بِهِمْ هُمْ بَنُوْ خُزَاعَةَ **وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ** كَرْبَهَا **وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ** بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْاِسْلَامِ كَاَبِيْ سُفْيَانَ **وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ** بِمَعْنٰى هَمْزَةِ الْاِنْكَارِ **حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا** لَمْ **يَعْلَمِ اللّٰهُ** عِلْمَ ظُهُوْرٍ **الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ** بِاِخْلَاصٍ **وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً** بِطَانَةً وَاَوْلِيَاءَ الْمَعْنٰى وَلَمْ يَظْهَرِ الْمُخْلِصُوْنَ وَهُمُ الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذُكِرَ مِنْ غَيْرِهِمْ **وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾**

ع ۱۰ / ۸

ترجمہ: .... یہ کیسے ہوسکتا ہے (یعنی نہیں ہوسکتا) کہ ان مشرکوں کا عہد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک عہد ہو؟ (وہ کافر مراد ہیں جنہوں نے اللہ ورسول ﷺ سے غداری کی) ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے قریب عہد و پیان باندھا تھا (صلح حدیبیہ کے موقعہ پر) اس سے مراد قریش ہیں جن کا پہلے استثناء ہو چکا ہے تو جب تک وہ تمہارے ساتھ قائم رہیں (عہد پر جمے رہیں اور اس کو نہ توڑیں) تو تم بھی ان کے ساتھ قائم رہو (عہد پورا کرنے پر ماشرطیہ ہے) اللہ انہیں دوست رکھتے ہیں جو متقی ہیں (چنانچہ آنحضرت ﷺ اپنے عہد پر برقرار رہے۔ حتی کہ مشرکین نے خزاعہ کے مقابلہ میں بنوبکر کی مدد کر کے خود ہی اس عہد کو توڑ کر رکھ دیا) کیسے (ان مشرکین کا عہد ہوسکتا ہے) جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر کہیں آج تم پر غلبہ پا جائیں (تمہارے مقابلہ میں کامیاب ہو جائیں) تو نہ تو تمہارے لئے رشتہ (قرابت) کا پاس (لحاظ) کریں اور نہ کسی عہد و پیان کا (بلکہ جہاں تک ہو سکے تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔ جملہ شرطیہ حال ہے) وہ اپنی باتوں (اچھے کلام) سے تمہیں راضی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کے دل نہیں مانتے (ان وعدوں کو پورا کرنا) اور ان میں زیادہ تر لوگ شریر ہیں (عہد کو توڑنے والے) ان لوگوں نے اللہ کی آیتیں (قرآن پاک) ایک بہت ہی حقیر قیمت پر بیچ ڈالیں ۔

(دنیا کے بدلے۔ یعنی شہوات اور خواہشات میں پڑ کر ان لوگوں نے آیات الٰہی کو چھوڑ دیا ہے) اس لئے لوگوں کو اللہ کی راہ (دین) سے یہ روکتے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ بہت ہی برے ہیں (اپنے اس عمل کے اعتبار سے) یہ لوگ کسی مسلمان کے لئے نہ تو قرابت کا پاس کرتے ہیں اور نہ قول و قرار کا۔ یہی لوگ ہیں جو ظلم میں حد سے گزر گئے ہیں۔ بہر حال اگر یہ لوگ باز آ جائیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے اور ہم سمجھ دار (تدبر کرنے والے) لوگوں کے لئے احکام کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور اگر توڑ ڈالیں یہ لوگ اپنی قسموں (عہد و پیمان) کو عہد کرنے کے بعد اور تمہارے دین کو برا بھلا کہیں (اس میں عیب لگائیں) تو پھر کفر کے سرداروں سے جنگ کرو (جو ان میں مذہ ہیں یہاں بجائے اسم ظاہر کے ضمیر لائی گئی ہے) ان لوگوں کی قسمیں قسمیں نہیں ہیں (ایک قراءت میں لفظ ایمان کسرہ کے ساتھ ہے) تا کہ یہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں۔ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے (لفظ الا ابھارنے اور آمادہ کرنے کے لئے ہے) جنہوں نے اپنی قسموں (عہد و پیمان) کو توڑ ڈالا اور رسول کو ان کے وطن سے نکال باہر کر دینے کا منصوبہ باندھا (مکہ سے جلاوطن کرنے کا جس وقت دار الندوہ میں مشورہ کر رہے تھے) پھر انہوں نے (تمہارے برخلاف لڑائی کرنے میں) پہل بھی کر دی؟ (جب مسلمانوں کے حلیف خزاعہ سے ان کے حریف بنو بکر کا ساتھ دے کر جنگ کر دی۔ اس لئے تمہیں ان کے ساتھ جنگ کرنے سے کیا چیز روک رہی ہے) کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ (خوف کھاتے ہو) سو اللہ اس بات کے زیادہ سزاوار ہیں کہ ان کا ڈر تمہارے دلوں میں بسا ہو۔ (جہاد سے باز رہنے کے سلسلہ میں) اگر تم ایمان رکھتے ہو ان سے جنگ کرو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں (قتل کر کے) عذاب دیں گے اور انہیں رسوا کریں گے (قید و غصہ میں مبتلا کر کے) اور ان پر تمہیں فتح دیں گے اور مسلمانوں کے دلوں کو شفا دیں گے (ان کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا گیا ہے اور اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں) اور ان کے دلوں کے غصہ (دکھ درد) کو دور فرما دیں گے اور جس پر اللہ کو منظور ہو گا اللہ تعالیٰ توجہ فرما دیں گے۔ (اسلام کی طرف پھر جانے کی توفیق بخش کر۔ جیسے کہ ابو سفیان وغیرہ کو) اللہ سب کچھ جانتے ہیں اور بڑی حکمت والے ہیں کیا تم (لفظ ام ہمزہ انکار کے معنی میں ہے) یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تو اللہ نے ان لوگوں کو (ظاہری طور پر) پوری طرح آزمائش میں ڈالا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے (اخلاص کے ساتھ) جہاد کیا ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کو چھوڑ کر کسی کو اپنا جگری دوست نہ بنایا ہو۔ (خالص و مخلص دوست حاصل یہ ہے کہ ابھی تو مخلصین جن کا ذکر ابھی آیا ہے وہ غیر مخلصین سے ممتاز بھی نہیں ہوئے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی سب کچھ خبر ہے۔

تحقیق و ترکیب:......... **لا یکون**۔ یعنی کیف اسم ہے استفہام تعجب کے لئے نفی کے معنی میں اسی لئے اس کے بعد الا آیا ہے جو استثناء متصل کے لئے ہے اور کیف خبر ہے یکون کی۔ جو اس کے اسم عہد پر صدارت کلام کی وجہ سے مقدم کر دی گئی ہے اور للمشرکین محذوف کے متعلق ہو کر عہد سے حال واقع ہو رہا ہے اگر یہ لفظ بعد میں ہوتا تو پھر اس کی صفت بنتا۔

وھم قریش۔ جن کا ذکر پہلی آیت **الا الذین عاھدتم الخ** میں آ چکا ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے ہے ان کو چار مہینے کی مہلت دی گئی تھی۔ لیکن یہ لوگ پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ البتہ سدی اور کلبی اور ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ اس سے بنو حمزہ مراد ہیں۔ جنہوں نے قریش کی طرح عہد نہیں توڑا۔ بلکہ اپنے عہد پر فتح مکہ کے بعد تک برقرار رہے۔ جلال مفسرؒ ان دونوں قولوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ پہلے استثناء میں بنو حمزہ سے اور دوسرے استثناء میں قریش سے تفسیر کی ہے۔ قریش مراد لینے کی صورت میں ان آیات کا نزول فتح مکہ سے پہلے ماننا ہو گا۔

الاً۔ یہ لفظ الٌّ سے ماخوذ ہے دعا میں آواز بلند کرنے کے معنی ہیں۔ حلف اٹھانے کے وقت شہرت دینے کے لئے آواز بلند کی جاتی تھی۔ اس لئے حلف کے معنی ہو گئے۔ پھر قرابۃ کے معنی کے لئے مستعار لے لیا۔ اور قاموس میں ہے کہ الٌّ کے معنی عہد، حلف، جگہ، آواز بلند کرنے، قرابۃ، معدن، کینہ، عداوت، ربوبیت، اللہ کے نام کے آتے ہیں۔

تر کوا۔ یہ اشتروا کی تفسیر ہے۔ بایت اللہ میں با متروک پر داخل ہو رہی ہے۔ بدار الندوۃ۔ یہ عمارت پارلیمنٹ کا کام دیتی تھی۔ قصیٰ بن کلاب نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آج کل میزاب رحمت اور حطیم کے سامنے مصلی حنفی ہے۔ ولیجۃ۔ ولوج سے مشتق ہے بمعنی داخل ہونا۔

ربط و ﴿تشریح﴾:............ پہلی آیات سے ان آیتوں کا ربط ظاہر ہے۔ فتح مکہ سے متعلق پہلی جماعت کا یہ حکم بیان کیا جارہا ہے۔ آیت الا الذین عاھدتم الخ کی تفسیر در منثور میں دوسری جماعت بنوحمزہ اور بنو کنانہ سے کی گئی ہے۔ ممکن ہے حدیبیہ کے موقعہ پر ان سے بھی گفتگوئے مصالحت ہوئی ہو۔

چند نکات:............ غرض کہ اس صورت میں دونوں جگہ مستثنیٰ کا مصداق ایک ہی ہوگا اور چونکہ پہلی آیت میں استقامت ظاہر ہونے کے بعد کا اور اس آیت میں استقامت سے پہلے کا حال مذکور ہے۔ اس لئے اس کو تکرار نہیں کہا جائے گا اور قاتلوھم یعذبھم الخ کے متعلق گزر چکا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلی آیت الا تقاتلون قوما الخ کے مضمون سے بھی فتح مکہ سے پہلے اور عہد توڑنے کے بعد نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس سے پہلی آیت ان نکثوا میں نکث سے پہلے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پس فتح مکہ سے پہلے اس کا نازل ہونا بدرجہ اولی معلوم ہوا اور اس سے اوپر کی آیتوں کا مضمون بھی اسی کے مناسب ہے جس سے مکہ کے فتح کرنے سے پہلے نازل ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

آیات براءت کے نازل ہونے سے پہلے صلح کے طور پر کفار عرب سے عہد کر لینا جائز تھا۔ لیکن ان آیتوں سے اس کی اجازت بھی ختم ہوگئی۔ اب ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا یا تلوار۔ ان دونوں باتوں میں سے جس کو چاہیں وہ پسند کر لیں۔ ان کے لئے جزیہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد کسی سے تازہ عہد نہیں کیا۔ بلکہ پہلے عہد کے متعلق بھی صاف جواب دے دیا اور قریش نے آنحضرت ﷺ کے صرف جلاوطن کرنے ہی کی تجویز پیش نہیں کی تھی۔ بلکہ اخیر رائے قتل کی ٹھہری تھی۔ لیکن چونکہ جلاوطن کرنا سب سے ہلکی تجویز تھی۔ اس لئے اس پر اکتفاء کر کے یہ بتلا دیا کہ جب یہ ہلکی تجویز ہی ہمیں سخت ناگوار ہے تو پھر قتل جیسی بدترین چیز کی برائی کا تو کیا ہی پوچھنا۔

لطائف آیات:............ آیت اشتروا۔ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوتوں کی پیروی اور لذتوں کی طرف میلان۔ گناہ اور سرکشی کا سبب بھی ہوجاتا ہے۔ آیت ویشف صدور الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طبعی باتیں کاملین میں بھی پائی جاتی ہیں اور ان میں سے بعض کے آثار مطلوب بھی ہیں ورنہ حضرات صحابہؓ میں غصہ وغیرہ نہ پایا جاتا۔ آیت ولما یعلم اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ مجاہدات کے بعد ثمرات عطا فرمانا عادت الٰہی ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ بِالْاِفْرَادِ وَالْجَمْعِ بِدُخُوْلِهٖ وَالْقُعُوْدِ فِيْهِ **شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ** بَطَلَتْ **اَعْمَالُهُمْ** لِعَدَمِ شَرْطِهَا **وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ** اَحَدًا **اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ**

الْحَرَامِ اَیْ اَھْلَ ذٰلِکَ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ فِی الْفَضْلِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلْکَافِرِیْنَ نَزَلَتْ رَدًّا عَلٰی مَنْ قَالَ ذٰلِکَ وَھُوَ الْعَبَّاسُ اَوْ غَیْرُہٗ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَۃً رُتْبَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ؕ مِنْ غَیْرِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَلظَّافِرُوْنَ بِالْخَیْرِ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ﴿۲۱﴾ دَائِمٌ خٰلِدِیْنَ حَالٌ مُقَدَّرَۃٌ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۲﴾ وَنَزَلَ فِیْمَنْ تَرَکَ الْھِجْرَۃَ لِاَجْلِ اَھْلِہٖ وَتِجَارَتِہٖ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا اخْتَارُوْا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ اَقْرِبَاؤُکُمْ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ عَشِیْرَاتُکُمْ وَاَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْھَا اِکْتَسَبْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا عَدَمَ نَفَاقِھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَقَعَدَ تُمْ لِاَجْلِہٖ عَنِ الْھِجْرَۃِ وَالْجِھَادِ فَتَرَبَّصُوْا اِنْتَظِرُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ تَھْدِیْدٌ لَھُمْ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ لِلْحَرْبِ کَثِیْرَۃٍ ۙ کَبَدْرٍ وَقُرَیْظَۃَ وَالنَّضِیْرِ وَّ اُذْکُرْ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ وَادٍ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالطَّائِفِ اَیْ یَوْمَ قِتَالِکُمْ فِیْہِ ھَوَازِنَ وَذٰلِکَ فِیْ شَوَّالٍ سَنَۃَ ثَمَانٍ اِذْ بَدَلٌ مِنْ یَوْمٍ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَقُلْتُمْ لَنْ نُغْلَبَ الْیَوْمَ مِنْ قِلَّۃٍ وَکَانُوْا اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفًا وَالْکُفَّارُ اَرْبَعَۃَ اٰلَافٍ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ مَا مَصْدَرِیَّۃٌ اَیْ مَعَ رُحْبِھَا اَیْ سَعَتِھَا فَلَمْ تَجِدُوْا مَکَانًا تَطْمَئِنُّوْنَ اِلَیْہِ لِشِدَّۃِ مَالَحِقَکُمْ مِنَ الْخَوْفِ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ مُنْھَزِمِیْنَ وَثَبَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَغْلَتِہِ الْبَیْضَاءِ وَلَیْسَ مَعَہٗ غَیْرُ الْعَبَّاسِ وَاَبُوْ سُفْیَانَ اٰخِذٌ بِرِکَابِہٖ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ طَمَانِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ فَرَدُّوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَادَاھُمُ الْعَبَّاسُ بِاِذْنِہٖ وَقَاتَلُوْا وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا مَلَائِکَۃً وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ بِالْقَتْلِ وَالْاِسْرِ وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰہُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ مِنْھُمْ بِالْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۷﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ قَذَرٌ لِخُبْثِ بَاطِنِھِمْ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اَیْ لَا یَدْخُلُوا الْحَرَمَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا ۚ عَامَ تِسْعٍ مِنَ الْھِجْرَۃِ وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَقْرًا بِانْقِطَاعِ تِجَارَتِھِمْ عَنْکُمْ فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ وَقَدْ اَغْنَاھُمْ بِالْفُتُوْحِ وَالْجِزْیَۃِ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۸﴾

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اِلَّا لَاٰمَنُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ** كَالْخَمْرِ **وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ** الثَّابِتِ النَّاسِخِ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَدْيَانِ وَهُوَ الْاِسْلَامُ **مِنَ** بَيَانٌ لِلَّذِيْنَ **الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ** اَيِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى **حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ** اَلْخَرَاجَ الْمَضْرُوْبَ عَلَيْهِمْ كُلَّ عَامٍ **عَنْ يَّدٍ** حَالٌ اَيْ مُنْقَادِيْنَ اَوْ بِاَيْدِيْهِمْ لَا يُوَكِّلُوْنَ بِهَا **وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ**﴿۲۹﴾ اَذِلَّاءُ مُنْقَادُوْنَ لِحُكْمِ الْاِسْلَامِ

ع ۵ ۱۰

ترجمہ:......... مشرکوں کو یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں (لفظ مساجد مفرد اور جمع دونوں طرح آیا ہے یعنی مشرکوں کو مسجد میں داخل ہونے اور بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے) ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کفر کا اقرار کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ کہ ان کے سارے اعمال (بیکار گئے) اکارت گئے (شرط قبولیت نہ پائے جانے کی وجہ سے) اور وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ فی الحقیقت اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔ نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہیں ڈرتے۔ ایسے ہی لوگوں سے توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے لئے سبیل لگادی اور مسجد حرام کو آباد رکھنا (ان کاموں کے کرنے والوں کو) ایک درجہ میں رکھ رکھا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک تو (مرتبہ میں) یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ بے انصاف لوگوں کو سمجھ نہیں دیا کرتے (جو کافر ہیں۔ یہ آیت ان لوگوں کی تردید میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے ایسا کہا تھا۔ یعنی حضرت عباسؓ وغیرہ) جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ تو یقیناً اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ (رتبہ) ہے (دوسروں کی نسبت) اور یہی لوگ پورے کامیاب (بامراد) ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی بڑی رحمت اور کامل خوشنودی کی بشارت سناتا ہے اور ایسے باغوں کی جہاں ان کے لئے دائمی نعمت ہوگی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (یہ حال مقدرہ ہے) بلاشبہ اللہ میاں کے پاس بہت بڑا اجر ہے (اگلی آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جنہوں نے اپنے بال بچوں اور تجارت کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔) مسلمانو! اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بھائی بند ایمان کے مقابلہ میں کفر کو عزیز رکھیں (پسند کریں) تو انہیں اپنا رفیق مت بناؤ اور جو کوئی بنائے گا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو بڑے نافرمان ہیں۔ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی اور تمہاری بیویاں برادری (رشتہ دار اور ایک قراءت میں عشیراتکم آیا ہے) اور تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے (حاصل کیا ہے) اور تمہارے کاروبار جس کے مندا پڑ جانے (نکاسی نہ ہونے) کا تمہیں کھٹکا لگا رہتا ہے اور تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں حد درجہ دل پسند ہیں۔ یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے، اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں (جن کی وجہ سے تم ہجرت وجہاد چھوڑ کر بیٹھ رہو) تو انتظار کرو (ٹھہرے رہو) یہاں تک کہ جو کچھ اللہ کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لے آئے (یہ ان کو دھمکی دی جارہی ہے) اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو مقصود تک پہنچنے نہیں دیتے۔ یہ واقعہ ہے کہ اللہ تمہاری مدد کر چکے ہیں۔ بہت سے (جنگ کے) موقعوں پر (جیسے جنگ بدر، قریظہ ونضیر کے موقعہ پر) اور (یاد کیجئے) جنگ حنین کا واقعہ (حنین ایک میدان کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے درمیان تھا۔ یعنی جب قبیلہ ہوازن کے ساتھ وہاں تمہاری لڑائی ہو رہی تھی شوال ۸ھ میں) جب کہ (یہ لفظ یوم سے بدل ہے) تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے (اور کہنے لگے تھے کہ آج ہم تعداد کی کمی کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ مسلمان بارہ ہزار اور کفار صرف چار ہزار تھے) مگر پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی ساری کشادگی کے باوجود بھی تمہارے لئے تنگ ہوگئی (مارحبت میں ما مصدریہ ہے بمعنی مع رحبھا یعنی زمین کی وسعت کے باوجود تمہیں اس میں کہیں قابل اطمینان جگہ نہیں مل رہی تھی۔ خوف ودہشت پیش آنے کی وجہ سے) بالآخر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے (شکست کھا کر لیکن نبی کریم ﷺ اپنے سفید خچر پر ثابت قدمی کیا ساتھ سوار رہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت عباسؓ اور حضرت ابوسفیانؓ آپ ﷺ کی رکاب تھامے

کھڑے تھے۔) پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور دوسرے مومنوں پر اپنی طرف سے سکون (اطمینان) نازل فرمایا (چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے جب حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو آواز دی تو سب حضور ﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور شریک جنگ ہوگئے) اور ایسی فوجیں اتار دیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں (فرشتے) اور کفر کی راہ اختیار کرنے والوں کو (قتل اور قید کے) عذاب میں مبتلا کر دیا اور کافروں کی سزا ایسی ہوتی ہے۔ پھر (ان میں سے) جس کو چاہیں اللہ توبہ (اسلام) نصیب کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے، بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔

مسلمانو! مشرک نرے ناپاک ہیں (اپنی اندرونی خباثت کی وجہ سے نجس ہیں) اس لئے چاہئے۔ کہ اب مسجد حرام کے پاس ہی بھٹکنے نہ پاویں (مسجد حرام میں داخل نہ ہونے پائیں) اس برس کے بعد سے ۹ھ کے بعد سے) اور اگر تمہیں مفلسی کا اندیشہ ہو (کہ تجارت ٹھپ ہو جانے سے فقر و فاقہ ہو جائے گا۔) تو ...... اگر اللہ چاہیں گے تو عنقریب تمہیں اپنے فضل سے تونگر کر دیں گے (چنانچہ فتوحات اور جزیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حال بنا دیا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں۔ ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر (ورنہ تو یہ لوگ حضور ﷺ پر ایمان نہ لے آتے) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے اور ان کے رسول ﷺ نے حرام ٹھہرا دیا ہے (جیسے شراب) اور نہ سچے دین ہی کو قبول کرتے ہیں (جو ثابت ہے اور تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کر دینے والا ہے یعنی مذہب اسلام) یعنی (یہ الـــذیـــن کا بیان ہے) اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے لڑو یہاں تک کہ وہ جزیہ دینا منظور کر لیں (سالانہ وہ ٹیکس جو ان پر لگایا جائے) اپنی خوشی سے (یہ حال ہے یعنی رعیت اور ماتحت بن کر یا خود اپنے ہاتھوں سے پیش کریں۔ کسی دوسرے کی معرفت نہ بھجوادیں) اور حالت ایسی ہو جائے کہ ان کی سرکشی ٹوٹ چکی ہو (اسلامی حکم کے سامنے سرنگوں ہو کر جھک چکے ہوں۔)

تحقیق و ترکیب: ....**شــاهــديـن.** ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کعبہ سے باہر بت رکھے تھے اور قریش ہر طواف پر انہیں سجدہ کرتے اور تلبیہ اس طرح پڑھتے۔ **لبيک لا شريک لک الا شريکاً هو لک تملک و ملک.**

پس یہی شاہد اور دلیل ہے ان کے شرک کی۔ **اهل ذلک۔** چونکہ سقایۃ اور عمارۃ مصادر ہیں جن کا حمل کَمَنْ اٰمَنَ پر دشوار تھا۔ اس کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ حذف مضاف کے ساتھ مشبہ اہل سقایۃ اور اہل عمارۃ ہیں۔ **نزلت.** حضرت عباسؓ تو اپنی سقایۃ کی خدمت پر اور شیبہ خدمت عمارۃ پر اور حضرت علیؓ اسلام و جہاد پر فخر کر رہے تھے۔ لیکن قرآن نے حضرت علیؓ کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ بقول ابن عباسؓ جنگ بدر کے موقعہ پر جب حضرت عباسؓ قید ہوئے تو ان کے الفاظ یہ تھے۔ **لـئـن كـنـتـم سـبـقـتـمـو نـا بـالا سلام والهجرة لقد كذانعمر المسجد الحرام ونسقى الحاج** (یعنی اگر تم سبقت لے گئے ہم سے اسلام قبول کرنے میں اور ہجرت کرنے میں ایسے ہی ہم تعمیر کرتے ہیں مسجد حرام میں اور پانی پلاتے ہیں حاجیوں کو)

اور حسن و شعبی کا بیان ہے کہ طلحہ بن شیبہ تو **انـا صـاحـب البـيـت بيدى مفاتيحه** (یعنی میں گھر والا ہوں میرے ہاتھ میں اس کی کنجیاں ہیں) سے دعویٰ انانیت کر رہے تھے اور حضرت عباسؓ تو **انـا صـاحـب السقاية و القائم عليها** (میں پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگران ہوں) سے شیخی کا اظہار کر رہے تھے اور حضرت علیؓ **لـقـد صـلـيـت الـى القبلة ستة اشهر قبل الناس و انا صـاحـب الـجـهـاد** (یعنی میں نے قبلہ کی طرف لوگوں سے پہلے چھ مہینے نماز پڑھی اور میں جہاد کا ماہر ہوں) سے اظہار واقعہ کر رہے تھے۔ چنانچہ وحی الٰہی سے اسی کی تائید ہوئی۔

اعـظـم درجة. بظاہر شبہ ہوسکتا ہے کہ کفار بھی کسی درجہ کے مستحق ہیں۔ اگر چہ وہ بڑا درجہ نہ ہو۔ تاہم چھوٹا ہی سہی؟ جواب یہ ہے کہ یا تو بلحاظ ان کے اعتقاد اور خیال کے برتقدیر تسلیم کلام کیا جا رہا ہے اور یا اسم تفضیل کا یہ صیغہ صرف ان مسلمانوں کے اعتبار سے ہے جن میں یہ تینوں خوبیاں نہیں تھیں اور **اولئک هم الفائزون** میں کمال فوز بھی اسی لحاظ سے کہا گیا ہے۔

عدم نفاقها. نفاق فتح نون کے ساتھ بمعنی رواج۔ یوم حنین بحذف المضاف ہے۔ ھوازن. یہ حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ ہے۔ لیس معه۔ ایک روایت میں حضرت عباسؓ وابوسفیانؓ کی طرح صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، علیؓ، فضلؓ واسامہؓ کا ہونا بھی مذکور ہے۔ حضرت عباسؓ چونکہ بلند آواز تھے آٹھ آٹھ میل ان کی آواز جاتی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ کے حکم سے[1] یا اصحاب الشجرة یا عباد الله یا اصحاب السمرة یا اصحاب البقرة فاجتمعوا (اے درخت والوں! اے اللہ کے بندو، اے کیکر کے درخت والو، اے گائے ذبح کرنے والو، پس سب جمع ہوگئے۔) کہہ کر آواز دی۔ لوگ جمع ہوئے۔ آپ ﷺ نے پھر مٹھی بھر مٹی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا۔ انهزموا ورب الكعبة (یعنی وہ لوگ شکست کھا گئے کعبہ کے رب کی قسم۔)

لم تروها. یہ فرشتے پانچ ہزار یا آٹھ ہزار یا سولہ ہزار تھے۔ جن پر سرخ عمامے تھے اور ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔

بالقتل والاسر. چھ ہزار عورتیں بچے گرفتار ہوئے۔ بارہ ہزار اونٹ اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ لا یدخل الحرم۔ مسجد حرام میں مطلقاً داخلہ کی رکاوٹ امام شافعیؒ کی رائے پر ہے اور احنافؒ کے نزدیک حج وعمرہ کی نیت سے داخلہ پر پابندی ہے اور نجس مبالغہ کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ کفار خنزیر کی طرح پلید ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں۔ من صافح مشركاً فليو ضاء او يغسل كفيه. (جس شخص نے مصافحہ کیا مشرک سے پس چاہئے کہ وضو کرے یا دھوئے اپنے دونوں ہاتھ۔)

والا لا منوا. قیاس استثنائی کی طرف اشارہ ہے۔ پورا شرطیہ اس طرح ہے۔ لو امنوا بهما لا منوا يالنبى لكنهم لم يو منوا بالنبى فلم يو منوا بهما. پس چونکہ لازم باطل ہے اس لئے ملزوم بھی باطل ہوا۔ دراصل یہ جواب ہے اس شبہ کا۔ اہل کتاب تو اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ پھر کیسے ایمان کا انکار کیا گیا ہے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ ایمان بالنبی ﷺ کے بغیر ایمان باللہ بھی معتبر نہیں ہے۔ دین الحق. دین اسلام بھی مراد ہوسکتا ہے اور حق سے مراد حق سبحانہ وتعالیٰ بھی ہوسکتے ہیں۔

ربط آیات:............ پچھلی آیات میں کفار کی برائیوں کا ذکر تھا۔ آیت ما كان للمشركين الخ سے بعض اچھے کاموں پر ان کے گھمنڈ کی مذمت کی جارہی ہے۔ اسی سلسلہ میں مسلمانوں کے اس اختلافی مسئلہ کا فیصلہ بھی سنایا جارہا ہے جس میں ایک موقعہ پر گفتگو ہورہی تھی کہ سب سے بڑھ کر نیک کام کیا ہے۔ اس میں چونکہ ہجرت کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس لئے آگے آیت یا ایها الذین اٰمنوا میں دنیا داری کے اس درجہ تعلقات بڑھا لینے کی برائی کی جارہی ہے۔ جس سے ہجرت جیسی بہترین نیکی چھوٹ جائے اور چونکہ ابتدائے سورت سے براءت کے اعلان اور فتح مکہ کا ذکر ہوا تھا۔ اس لئے آیت لقد نصر کم الله الخ سے غزوہ حنین کا ذکر مناسب معلوم ہوا اور آیت یا ایها الذین اٰمنوا انما المشركون الخ میں اعلان براءت کی تکمیل کی جارہی ہے کہ سال بھر میں مشرکین سے حرم خالی ہوجانا چاہئے اور اس سلسلہ میں کاروبار کے ٹھپ ہوجانے کا اندیشہ اور اقتصادی پراگندگی کا خطرہ ہو تو اس کا سد باب کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد آیت قاتلوا الذین الخ سے غزوہ تبوک کی تمہید بیان کی جارہی ہے جس میں اہل کتاب سے جنگ کا حکم ہوا۔

شان نزول:............ بدری قیدیوں کے ساتھ جب حضرت عباسؓ گرفتار ہوکر آئے تو عام مسلمانوں سے زیادہ حضرت علیؓ نے ان کو عار دلائی۔ جس پر حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ تذكرو ن مساوينا وتكمون محاسننا (یعنی تم ہماری برائیوں کو بیان کرتے ہو اور اچھائیوں کو چھپاتے ہو۔)

کسی نے کہا کہ آپ کے کچھ محاسن بھی ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا ہاں! انا لنعمر المسجد الحرام و نحجب الكعبة ونقرى الحجيج ونفك العانى (یعنی بے شک ہم مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اور کعبہ کو غلاف پہناتے ہیں اور حج کرنے

---

[1] درخت والوں، کیکر والوں اور گائے ذبح کرنے والوں سے صحابہؓ کی بعض خصوصیات مراد ہیں ۱۲۔

والوں کی مہمانداری کرتے ہیں اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی دور کرتے ہیں۔)

اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور بعض روایات سے اسلام لانے کے بعد حضرت عباسؓ کا اظہار مفاخرت کرنا معلوم ہوتا ہے اور نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں منبر کے پاس چند صحابہ گفتگو میں مشغول تھے۔(۱) ایک نے کہا۔ ما ابالی ان لا اعمل عملاً للّٰہ تعالیٰ بعد الا سلام الا ان اسقی الحاج. (یعنی مجھے کیا ہوگیا۔کہ نہ کروں میں کوئی کام اللہ کے لئے اسلام لانے کے بعد۔لیکن یہ کہ میں پانی پلاں حجاج کو)

(۲) دوسرا بولا۔ بل عمارۃ المسجد الحرام ۔(بلکہ مسجد حرام کی تعمیر کرنا۔)

(۳) تیسرے صحابیؓ نے کہا۔ بل الجهاد فی سبیل اللّٰہ خیر مما قلتم (بلکہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا بہتر ہے اس چیز سے جو تم کہہ رہے ہو۔)

لیکن حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر سب کو ڈانٹا کہ منبر رسول ﷺ کے سامنے شور کیوں مچاتے ہو۔تاہم نماز جمعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس گفتگو کا فیصلہ چاہا۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

بہر حال سبب نزول عام ہی رکھنا بہتر ہے۔آیت یا ایها الذین کے متعلق مجاہدؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی حضرت عباسؓ کے قصہ ہی سے متعلق ہے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہجرت کا جب حکم ہوا تو لوگوں نے عرض کیا۔ ان ھاجرنا قطعنا اباء نا وابناءنا وعشیر تنا و ذھب تجاراتنا وھلکت اموالنا وخربت دیار نا وبقینا ضائعین (یعنی اگر ہم نے ہجرت کی تو چھوڑ دیں گے ہم اپنے آباء اور اولاد کو اور اپنے خاندان والوں کو اور ہماری تجارت چلی جائے گی یعنی ختم ہوجائے گی اور ہمارا مال ہلاک ہوجائے گا اور ہمارے گھر ویران ہوجائیں گے۔اور ہم ان کو ضائع کرنے والے ہوجائیں گے۔)

اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور مقاتلؒ کی رائے یہ ہے کہ نو آدمی جو مرتد ہوکر مکہ چلے گئے تھے۔ان سے تعلق نہ رکھنے کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔تاہم ان آیتوں کو ہجرت سے وابستہ کرنا اس لئے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت فتح مکہ کے بعد بلکہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔اس لئے کہا جائے گا کہ مسلمانوں کو کفار سے بالکل الگ ہوجانے کا جب حکم ہوا تو مسلمانوں کو مالی مشکلات کا اندیشہ ہوا۔اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾:.........**کسی کافر کا مسجد بنانا:**.........آیت ما کان للمشرکین کا حاصل یہ ہے کہ کفار کے نیک اعمال مقبول نہیں ہیں۔باقی کسی کافر کا مسجد بنانا یا اس کی خدمت کرنا۔یہاں اس سے بحث نہیں کی گئی۔دوسرے دلائل کی روشنی میں کہا جائے گا کہ اگر وہ کافر اپنی مذہبی رو سے اسے اچھا سمجھتا ہے تو اجازت دے دی جائے گی ورنہ نہیں۔البتہ ثواب سمجھنے کے باوجود اگر کسی اسلامی مصلحت کے لحاظ سے اجازت دینا نامناسب ہو تو اجازت نہیں دی جائے گی۔

دنیا و آخرت کی محبت:.........ہجرت کرنے میں رشتہ داروں کے چھوٹ جانے کا، مال واملاک کے تلف ہوجانے اور کاروبار درہم برہم ہوجانے کا اور گھر جیسا آرام نہ ملنے کا خطرہ لگا رہتا تھا اور من اللّٰہ ورسولہ کا مطلب اللہ ورسول ﷺ کے حکم سے نیک کام ہیں جن میں ہجرت بھی آ گئی۔البتہ جہاد کو صراحۃً بیان کرنے سے مقصد مبالغہ ہے کہ ہجرت تو ایک درجہ میں پھر آسان کام ہے۔جہاد جس میں جان و مال دونوں دینے پڑتے ہیں۔ان مذکورہ کاموں سے برتر ہونا چاہئے۔ان استحبوا الکفر الخ کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر سے مسلمان ہونے کی امید پر تعلق رکھنا جائز ہے اور ان چیزوں کی طبعی محبت ومیلان قابل ملامت نہیں ہاں اگر احکام الٰہیہ میں فرق آنے لگے تو وہ محبت بری ہے۔

غزوۂ حنین کی فتح وشکست:............ فتح مکہ سے دو ہفتہ بعد مکہ اور طائف کے درمیان حنین نامی ایک جگہ میں قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے مسلمانوں کی لڑائی ہوئی۔ مشرکین چار ہزار تھے اور مسلمان ان سے تین گنے۔ مسلمانوں کو اپنی کثرت تعداد پر کچھ گھمنڈ ہوا اور کہنے لگے کہ آج ہمیں کون پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ شروع میں مسلمانوں کو کچھ کامیابی بھی ہوئی۔ لیکن جب مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو کفار جو تیر اندازی میں یکتا تھے۔ تیر برسانے لگے۔ جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کچھ مخصوص حضرات رہ گئے۔ حضرت عباسؓ کے ذریعہ آواز دلوانے پر لوگ جمع ہوئے دوبارہ لڑائی شروع کی۔ فرشتوں کی کمک سے امداد ہوئی۔ بالآخر کفار نے شکست کھائی۔ بہت سے قتل وقید ہوئے۔ بعد میں بہت سوں نے حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ نے ان کے گرفتار بال بچوں کو رہا فرما دیا۔

غزوہ حنین کا ابتدائی حصہ اگرچہ مغلوبیت کا تھا۔ اور اس لحاظ سے مسلمانوں کی گویا نصرت اور مدد نہ ہوئی۔ لیکن **لقد نصر کم اللہ** مجموعی واقعہ کے لحاظ سے ہے۔ جس میں تائید غیبی ظاہر ہے اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی تسلی سے مراد عام تسلی نہیں ہے کہ وہ پہلے سے حاصل تھی۔ جس کی وجہ سے یہ ثابت قدم رہے۔ بلکہ خاص تسلی مقصود ہے جو غلبہ کا باعث بنی اور جو مسلمان چلے جانے کے بعد دوبارہ واپس آئے ان پر تسلی بھی ہے کہ انہیں ثابت قدمی نصیب ہوئی اور فرشتوں کو نہ دیکھنا عمومی لحاظ سے ہے۔ کسی ایک آدھ نے اگر دیکھ لیا ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے اور کفار کا قتل اور گرفتاری واقع ہونے کے بعد سزا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ فی نفسہ خود ان دونوں کا یا کسی ایک کا واقع ہونا ضروری نہ ہو۔

اسلام میں چھوت چھات کی ممانعت:............ کفار اہل کتاب کا حکم باتفاق مشرکین کی طرح ہے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے یہود کے ہاتھ کو مشرک کے ہاتھ کی طرح فرمایا ہے۔ لیکن نجاست سے مراد یہاں عقائد کی نجاست ہے کفار کی ذوات اور بدنوں کا ناپاک ہونا مراد نہیں ہے۔ اسی لئے اسلام نے چھوت چھات کی ہر قسم اور ہر شکل کو ناجائز رکھا ہے۔ چنانچہ کفار کے وفد ثقیف کو مسجد نبوی میں ٹھہرانے کی روایت ابوداؤد میں موجود ہے۔ یہاں تو یہ بتلانا ہے۔ کہ ایسے مقدس مقام میں ایسے ناپاک دلوں کا کیا کام! اور مسجد حرام سے مراد تمام مسجد حرام ہے۔ بلکہ درمنثور کی روایتوں سے تمام مشرکین اور یہود ونصاریٰ کے حق میں پورے جزیرۃ العرب کا بھی حکم معلوم ہو رہا ہے۔ اسی لئے فاروق اعظمؓ نے آنحضرت ﷺ کی وصیت کے مطابق اپنے دور خلافت میں اس قانون کا نفاذ فرما دیا تھا۔

عام مساجد یا مسجد حرام میں کفار کا داخل ہونا:............ اور امام اعظمؒ کے نزدیک حرم یا عرب کو وطن بنانا یا بطور غلبہ کے اس میں داخل ہونا کفار کے لئے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مسافرانہ حیثیت سے وہاں کوئی جانا چاہے اور امام وقت اس کو خلاف مصلحت بھی نہ سمجھے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ بعض علماء نے آیت **ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین**۔ کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ قتادہؒ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ **فلیس لا حد من المشر کین ان یقرب المسجد الحرام بعد عا مھم ذلک الا صاحب الجزیۃ او عبد الرجل من المسلمین.** (یعنی نہیں جائز ہے مشرکین میں سے کسی کے لئے کہ وہ قریب ہوں مسجد حرام کے اس سال کے بعد لیکن جزیہ ادا کرنے والا یا مسلمانوں میں سے کسی کا غلام۔

البتہ حدیث **الا لا یحجن بعد العام مشرک.** (یعنی آگاہ ہو جاؤ نہ حج کرے اس سال کے بعد کوئی مشرک) کی وجہ سے حج یا عمرہ کرنے کی ان کو اجازت نہیں دی جائے گی اور مشرک سے مصافحہ کرنے کی صورت میں ہاتھ دھونے کی روایت بطور تغلیظ کے ہے اور اس آیت میں جو مسلمانوں کو غنی بنانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ سو تاجروں کو تو اللہ نے اسلام کی توفیق بخش کر اس وعدہ کو پورا فرما دیا اور **ان شاء** کی قید وعدہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس وعدہ کے پورا کرنے کی توقع کرنے کے لئے ہے کہ اللہ کو کسی لمبے

چوڑے سامان کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف چاہنے اور ارادہ کرنے کی دیر ہے۔

کفار عرب کا حکم:............آیت حتی یعطوا الجزیۃ میں اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی تخصیص کل کفار کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف مشرکین عرب کے مقابلہ میں ہے۔ کیونکہ ان سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان کو صرف اسلام یا تلوار میں سے کسی ایک کو اپنے لئے اختیار کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ عورتوں اور بچوں کو چونکہ قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ اس لئے ان کو غلام بنا کر رکھا جائے گا۔ مجوس سے جزیہ لینا احادیث سے ثابت ہے اور کفار عجم مجوس کی طرح ہیں۔ بلکہ آیت من الذین او توا الکتب کے من بیانیہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بدرجہ اول جزیہ لینا چاہئے۔ کیونکہ تمام اہل کتاب میں لا یؤمنون الخ وغیرہ صفات پائی جاتی ہیں۔ مشرکین میں بدرجہ اولیٰ یہ صفات پائی جائیں گی۔ کیونکہ اہل کتاب کسی نہ کسی درجہ میں توحید وغیرہ کو مانتے تو ہیں۔ گو غلط سہی۔ لیکن کفار و مشرکین تو سرے سے ان عقائد ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ اس قانون کی زد میں آئیں گے۔ البتہ مشرکین عرب اس عام حکم سے ایک مخصوص دلیل سے خاص کر لئے گئے ہیں۔ حنیفہ کی اس رائے کی تائید ابن شہاب کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ کا حکم تو کفار عرب کے بارے میں نازل ہوا اور آیت قاتلوا الذین الخ اہل کے بارے میں اتری ہے۔

کفار سے جزیہ لینا انہیں کفر کی اجازت دینے کے لئے نہیں ہے:............بعض لوگوں نے جزیہ کو اسلام کا بدلہ سمجھ کر جو یہ اعتراض کر دیا ہے کہ ایک معمولی سی رقم لے کر اسلام سے پھر جانے اور کفر پر باقی رہنے کی کس طرح اجازت دے دی گئی ہے؟ تو یہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے ایک غلط بات کی بنیاد رکھنا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جزیہ دیا جاتا۔ تو اسلام نے کس درجہ رعایت فرمائی ہے۔ جس سے اس کی عظمت وقوت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ عورتیں اور بچے اور انتہائی بڈھے اور اپاہج یا تارک الدنیا اور راہب جن کو اسلام نے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ان میں سے کسی سے بھی جزیہ نہیں لیا جاتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جزیہ قتل کا بدلہ ہے۔ اگر کفر پر باقی رہنے کا بدلہ ہوتا تو ان سے بھی جزیہ لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ کفر تو سب میں برابر پایا جاتا ہے۔ اگرچہ قتل کرنے نہ کرنے کے لحاظ سے ان میں فرق ہے۔

عن ید کی قید کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی شوکت نہ رہے اور لفظ صاغرون کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرعی معاملات اور سیاسیات کے قوانین کی پابندی کریں۔ ورنہ اس کے بغیر ان کو قتل سے معاف نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ امام شافعیؒ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

لطائف آیات:............آیت یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الخ سے معلوم ہوا کہ بہ نسبت مخلوق کے اللہ سے زیادہ تعلق ہونا چاہئے۔ آیت اذ اعجبتکم کثرتکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کی نظر غیر اللہ پر نہیں ہونی چاہئے اور عجب نہیں کرنا چاہئے۔ نیز عجب نہ کرنے پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دل مطمئن رہتا ہے اور قضائے الٰہی پر راضی اور اپنی خواہشات کو مرضیات الٰہیہ میں گم کر دیتا ہے جس سے حق کی معیت کا مقام عطا ہوتا ہے۔

آیت انما المشرکون الخ سے مفہوم ہو رہا ہے کہ جس میں غیر اللہ کی طرف میلان کی آلائش ہوگی۔ وہ حضرت حق کے لائق نہیں ہو سکتا۔ نیز جس طرح مشرکین کے ملنے جلنے سے روکا گیا ہے اسی طرح دنیادار لوگوں اور اہل حق کے مخالفین کی صحبت سے بچنا بھی ضروری ہے۔ آیت وان خفتم عیلۃ الخ سے معلوم ہوا کہ دنیاوی مصالح دینی مصلحتوں کے پورا کرنے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئیں اور دونوں مصلحتوں میں اگر ٹکراؤ ہونے لگے تو توکل سے علاج کرنا چاہئے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ نِ **ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ** عِيسٰى **ابْنُ اللهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ** لَا مُسْتَنَدَ لَهُمْ عَلَيْهِ بَلْ **يُضَاهِئُوْنَ** يُشَابِهُوْنَ بِهِ **قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ** مِنْ اٰبَائِهِمْ تَقْلِيْدًا لَهُمْ **قَاتَلَهُمُ** لَعَنَهُمُ **اللهُ اَنّٰى** كَيْفَ **يُؤْفَكُوْنَ﴿۳۰﴾** يُصْرَفُوْنَ عَنِ الْحَقِّ مَعَ قِيَامِ الدَّلِيْلِ **اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَهُمْ** عُلَمَاءَ الْيَهُوْدِ **وَرُهْبَانَهُمْ** عُبَّادَ النَّصٰرٰى **اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ** حَيْثُ اتَّبَعُوْهُمْ فِيْ تَحْلِيْلِ مَاحَرَّمَ وَتَحْرِيْمِ مَا اُحِلَّ **وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْآ** فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ **اِلَّا لِيَعْبُدُوْآ** اَيْ بِاَنْ يَعْبُدُوْا **اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ** تَنْزِيْهًا لَهٗ **عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴿۳۱﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ** شَرْعَهٗ وَبَرَاهِيْنَهٗ **بِاَفْوَاهِهِمْ** بِاَقْوَالِهِمْ فِيْهِ **وَيَاْبَى اللهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ** يُظْهِرَ **نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴿۳۲﴾** ذٰلِكَ **هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ** مُحَمَّدًا **بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ** يُغَلِّبَهٗ **عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** جَمِيْعِ الْاَدْيَانِ الْمُخَالِفَةِ لَهٗ **وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴿۳۳﴾** ذٰلِكَ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ** يَاْخُذُوْنَ **اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ** كَالرُّشٰى فِي الْحُكْمِ **وَيَصُدُّوْنَ** النَّاسَ **عَنْ سَبِيْلِ اللهِ** دِيْنِهٖ **وَالَّذِيْنَ** مُبْتَدَأٌ **يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا** اَيِ الْكُنُوْزَ **فِيْ سَبِيْلِ اللهِ** اَيْ لَا يُؤَدُّوْنَ مِنْهَا حَقَّهٗ مِنَ الزَّكٰوةِ وَالْخَيْرِ **فَبَشِّرْهُمْ** اَخْبِرْهُمْ **بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴿۳۴﴾** مُؤْلِمٍ **يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى** تُحْرَقُ **بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ** تُوَسَّعُ جُلُوْدُهُمْ حَتّٰى تُوْضَعَ عَلَيْهِ كُلُّهَا وَيُقَالُ لَهُمْ **هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَاكُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴿۳۵﴾** اَيْ جَزَاؤُهٗ **اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ** الْمُعْتَدِّبِهَا لِلسَّنَةِ **عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ** اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ **يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ** اَيِ الشُّهُوْرِ **اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ** مُحَرَّمَةٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَرَجَبُ **ذٰلِكَ** اَيْ تَحْرِيْمُهَا **الدِّيْنُ الْقَيِّمُ** الْمُسْتَقِيْمُ **فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ** اَيِ الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ **اَنْفُسَكُمْ** بِالْمَعَاصِيْ فَاِنَّهَا فِيْهَا اَعْظَمُ وِزْرًا وَقِيْلَ فِي الْاَشْهُرِ كُلِّهَا **وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً** اَيْ جَمِيْعًا فِيْ كُلِّ الشُّهُوْرِ **كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴿۳۶﴾** بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ **اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ** اَيِ التَّاْخِيْرُ لِحُرْمَةِ شَهْرٍ اِلٰى اٰخَرَ كَمَا كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ تَفْعَلُهٗ مِنْ تَاْخِيْرِ حُرْمَةِ الْمُحَرَّمِ اِذَا اَهَلَّ وَهُمْ فِي الْقِتَالِ اِلٰى صَفَرٍ **زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ** لِكُفْرِهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ فِيْهِ **يُضَلُّ** بِضَمِّ الْيَاءِ وَفَتْحِهَا **بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ** اَيِ النَّسِيْءَ **عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا** يُوَافِقُوْا بِتَحْلِيْلِ شَهْرٍ وَتَحْرِيْمِ اٰخَرَ بَدَلَهٗ **عِدَّةَ** عَدَدَ **مَاحَرَّمَ اللهُ** مِنَ الْاَشْهُرِ فَلَا يَزِيْدُوْنَ عَلٰى تَحْرِيْمِ اَرْبَعَةٍ وَلَا يَنْقُصُوْنَ وَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى اَعْيَانِهَا **فَيُحِلُّوْا مَاحَرَّمَ اللهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ** فَظَنُّوْهُ حَسَنًا **وَاللهُ**

لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:...... اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا مسیح (عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کی باتیں ہیں محض ان کی زبان سے نکالی ہوئی (جس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے) ان لوگوں نے بھی ان ہی کی سی بات کہی جو ان سے پہلے کفر کی راہ اختیار کر چکے ہیں (یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید کرتے ہوئے) خدا انہیں غارت کرے (ان پر لعنت ہو) یہ کدھر کو بھٹکے جارہے ہیں (دلیل کے ہوتے ہوئے حق سے پھرے جارہے ہیں) ان لوگوں نے اپنے علماء (علمائے یہود) اور مشائخ (مشائخ نصاریٰ) کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر (کیونکہ کسی چیز کے حلال حرام کرنے میں یہ لوگ ان ہی کا کہا مانتے ہیں) اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی۔ حالانکہ ان کو (تورات وانجیل میں) صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک خدا کی بندگی کریں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ان کے شرک سے وہ پاک (منزہ) ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں اللہ کی روشنی (شریعت اور دلائل شریعت) اپنی پھونکوں (باتوں) سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ یہ روشنی پوری کئے بغیر رہنے والے نہیں اگر چہ کافر کیسے ہی ناخوش ہوں (اس بارے میں) وہی ہے جس نے اپنے رسول (محمد ﷺ) کو حقیقی ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔ تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر (جو اس کے مخالف ہوں) غالب کر دے۔ گو مشرک کیسے ہی (اس کو) ناگوار سمجھیں۔

مسلمانو! علماء اور مشائخ میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال کھاتے (اڑاتے) ہیں۔ ناروا طریقہ پر (جیسے مقدمات میں رشوت لینا) اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ) (دین) سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی اپنے ذخیروں میں ڈھیر کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں (ان خزانوں کو) خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ وخیرات کے ذریعہ مالی حقوق ادا نہیں کرتے) تو ایسے لوگوں کو دردناک (تکلیف دہ) عذاب کے خوشخبری (خبر) سنا دیجئے۔ دردناک عذاب کا وہ دن جب کہ سونے چاندی کا ڈھیر دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے داغی جائیں گی (تپائی جائیں گی) ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں (ان کی کھالوں کو اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ وہ سب روپیہ اس پر آسکے اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے اپنے لئے ذخیرہ کیا تھا۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو (یعنی اس کا بدلہ) اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی (جس سے سال شمار ہوتا ہے) بارہ مہینے کی ہے۔ کتاب الٰہی (لوح محفوظ) میں ایسا ہی لکھا گیا۔ جس دن آسمانوں کو اور زمین کو اللہ نے پیدا کیا ان بارہ مہینوں میں سے چار خاص مہینے حرمت کے مہینے ہوئے (جو محترم ہیں ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔ رجب) یہ (ان مہینوں کی حرمت) دین کی سیدھی راہ ہے۔ پس (ان حرمت کے مہینوں میں) اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو (گناہ کر کے۔ کیونکہ ان دنوں میں گناہ کرنا زیادہ برا ہے اور بعض کے نزدیک پورے بارہ مہینے مراد ہیں) اور چاہئے کہ تمام مشرکوں سے بلا استثناء جنگ کرو (یعنی سب سے اور سب مہینوں میں لڑو) جس طرح وہ تم سب سے بلا استثناء جنگ کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ ان ہی کا ساتھ ہے (بلحاظ تائید ومدد کے) جو تقویٰ والے ہیں۔ یہ مہینوں کی ہیر پھیر (یعنی حرام مہینوں کو ایک دوسرے کی طرف ردوبدل کر دینا۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر عین جنگ کی حالت میں محرم کا چاند ہو جاتا تو اس کی حرمت صفر کے مہینہ کی طرف منتقل کر دیتے تھے) کفر میں اور زیادہ بڑھ جانا ہے (کیونکہ اس صورت میں اللہ کے حکم کا انکار کرنا ہوا) جس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں (لفظ یضل ضم یا اور فتح یا کے ساتھ دونوں طرح ہے) کہ ایک ہی مہینہ کو ایک برس حلال سمجھ لیتے ہیں اور اسی کو دوسرے برس حرام کر لیتے ہیں۔ تاکہ مطابق کرلیں (موافق کرلیں اس طرح کہ ایک مہینہ کو حلال کر کے دوسرے مہینہ کو اس کی جگہ حرام کر دیں) اپنی گنتی سے اللہ کے حرمت کے مہینوں کی گنتی کو (غرض کہ حرمت کو چار مہینوں سے زیادہ بڑھنے نہیں دیتے تھے اور نہ گھٹنے دیتے تھے۔ لیکن متعین طور پر ان کا لحاظ نہیں رکھتے تھے) پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کو حلال کرلیں ان کی نگاہوں میں انکے برے کام خوشنما ہو کر دکھائی دیتے ہیں (اور وہ ان کو اچھا سمجھتے ہیں) اور اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتے۔

تحقیق وترکیب:...... یضاهئون. قبیلہ ثقیف کا لغۃ ہمزہ کے ساتھ ہے اور عاصم کی قراءت بھی ہے اور بعض کے نزدیک یا

ہمزہ کی فرع ہے۔ جیسے قرات اور قریت اور توضئت اور توضیت تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یضاهی قولهم قول الذین.

انّٰی یؤفکون. یہ کلام تعجب انسانی عادت کے مطابق ہے۔ یا آنحضرت ﷺ کو تعجب دلانا مقصود ہے۔ اتخذوا. عدیؓ بن حاتم کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کو تلاوت فرما کر کہا کہ وہ لوگ اگرچہ اپنے علماء ومشائخ کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ تاہم ان کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھتے تھے۔ کثیرا. اس قید سے عبداللہ بن سلامؓ جیسے لوگوں کو بچانا مقصود ہے کہ ان میں یہ خرابیاں نہیں تھیں اور یاکلون سے مراد صرف کھانا ہی نہیں بلکہ عام استعمال مراد ہے۔

ای الکنوز. یعنی لا ینفقونها کی ضمیر مفرد ذہب وفضہ کی طرف کس طرح راجع ہے؟ اس کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ ضمیر معنی کی طرف راجع ہے نہ کہ لفظ کی طرف جیسے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا یا کہا جائے کہ لفظ ہی کی طرف راجع ہے۔ لیکن صرف ایک پر اکتفاء جائز ہے۔ جیسے اذا راوا تجارۃ اولهوا ۱ انفضوا الیها میں ضمیر تجارت کی طرف لوٹ رہی ہے۔ لایردون. حدیث میں ہے۔ ما ادی زکوۃ فلیس بکنز۔ یعنی جس مال کی زکوۃ ادا کردی گئی ہو تو کنز نہیں رہتا۔ (بلکہ مال مذکی بن جاتا ہے۔)

یحیی علیها۔ یہ نار حامیة سے ماخوذ ہے۔ یہاں بھی علیها کی ضمیر مفرد کی توجیہ وہی ہوگی جو ابھی ذکر کی گئی ہے۔ البتہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ محاورہ میں احمیت علی الحدید نہیں بولا جاتا۔ بلکہ احمیت الحدیث کہا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ دراہم ودنانیر کو آگ پر تپانا مراد نہیں۔ بلکہ خود آگ کو ان پر رکھ کر تپانا مراد ہے۔

اثنا عشر شهرا. قمری سال مراد ہے جو تین سو چپن دن کا ہوتا ہے جو چاند کے منازل کے لحاظ سے عرب میں اور دوسری بہت سی قوموں میں رائج تھا۔ اسلامی اکثر احکام کا تعلق اس سے ہے۔ شمسی حساب جس میں آفتاب کا پورا دورہ تین سو پینسٹھ روز اور چوتھائی دن میں ہوتا ہے۔ چونکہ ہر سال قمری حساب میں شمسی حساب کے اعتبار سے دس روز کی کمی رہتی ہے۔ اسی لئے روزوں اور حج کا موسم بدلتا رہتا ہے۔

وقیل. ابن عباسؓ کی رائے یہی ہے اور اول رائے اکثر مفسرین کی ہے۔ کافة. یہ مصدر ہے بمعنی مفعول ہے یا بمعنی فاعل ہے۔ ترکیب میں یہ مفعول سے اور فاعل سے حال بنایا جاتا ہے تو جہاد کا فرض عین ہونا لازم آتا ہے یا کہا جائے کہ پہلے جہاد فرض نہیں تھا جو بعد میں منسوخ ہوگیا۔ لیکن ابن عطیہ اس کا انکار کرتے ہیں بہرحال فی کل الشهور کہہ کر مفسر اشارہ کررہے ہیں۔ اشہر حرم میں جہاد کی حرمت منسوخ ہوگئی۔ جیسا کہ قتادہؒ عطاءؒ، خراسانیؒ، زہریؒ، نوویؒ کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حنین میں ہوازن سے جہاد کیا اور طائف میں ثقیف سے جہاد کرتے ہوئے شوال اور ذیقعدہ میں ان کا محاصرہ فرمایا۔ اگرچہ عطاءؒ ابن ابی رباح حرام مہینوں میں جہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔ النسی۔ یہ مصدر ہے نساہ نساءً، نساءً انسیانا بولتے ہیں۔ مسءً مساً مساساً مسیساً کی طرح۔ بقول زمخشری ان سب طریقوں سے پڑھا بھی گیا ہے اور جوہریؒ کہتے ہیں کہ فعیل بمعنی مفعلو ہے اور مضاف مقدر ہوگا۔

ربط آیات:.......... پچھلی آیات میں اہل کتاب کے متعلق لایؤمنون فرمایا تھا۔ آیت وقالت الیهود الخ سے ان کی زبانی اور عملی کفریات کی تفصیل ہے اور آیت یا ایها الذین أمنوا الخ سے خواص اہل کتاب کی گمراہیاں ذکر کی جارہی ہیں اور اہل کتاب کے ذکر سے پہلے چونکہ کفار ومشرکین کے نقض عہد کا ذکر تھا۔ اس لئے آیت ان عدة الشهور الخ سے ان کی بعض جہالتوں اور کفریات کا بیان ہے۔

شانِ نزول:.......... اپنی جنگی ضرورت اور مصالح کے پیش نظر جاہلان عرب ان مہینوں میں ان تین طریقوں سے تبدیلیاں کرتے رہتے تھے۔ جن کا اثر حرام مہینوں پر بھی پڑتا تھا۔ جن میں ان کے اعتقاد کے لحاظ سے بھی اگرچہ قتل وقتال برا تھا۔ لیکن اپنی مصالح کی وجہ سے یہ ہیر پھیر کرلیتے تھے۔ جس سے کوئی مہینہ اور تاریخ بھی اپنی جگہ محفوظ نہیں رہی تھی۔ اس پر آیت ان عدة الشهور نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:.......... **اسلام کا غلبہ:**.......... دین اسلام کے اتمام کے معنی اگر دلائل کے ذریعہ مضبوط کرنا اور ثابت کرنا

ہے تب تو یہ معنی ہر زمانہ کے لئے عام ہیں اور اس لحاظ سے اسلام ہمیشہ پورا اترا اور اس کے بالمقابل اطفاء کے معنی لئے جائیں گے۔ تفسیر کی صحت کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ البتہ سلطنت کے ساتھ اسلام کی تکمیل کے لئے اہل دین کی اصلاح شرط ہے اور اسلام کے علاوہ تمام مذاہب وادیان کا مٹ جانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے وقت ہوگا اور اہل کتاب کو انکار نبوت کی وجہ سے کافر اور ابنیت کے اعتقاد اور علماء ومشائخ کو رب گردانے کی وجہ سے مشرک کہا گیا ہے۔

ایک شبہ کا جواب:.......... جہنم میں مال کے ذریعہ داغ دینے پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ تمام مال سے ایک دم داغ دیا جائے گا یا روپیہ کو آگے پیچھے کر کے داغا جائے گا۔ پہلی صورت اگر ہے تو زیادہ روپیہ ہونے کی حالت میں تو اس کے بدن پر اتنی گنجائش کہاں ہوگی؟ اور دوسری صورت میں کم اور زیادہ روپے والوں کا عذاب یکساں اور برابر ہوگا۔ کیونکہ نئے اور پرانے روپیہ کا داغ برابر ہوگا۔

جلال محققؒ اشارہ کرر ہے ہیں کہ پہلی صورت ہوگی اور اس جہنمی کا جسم زیادہ سے زیادہ پھیلا دیا جائے گا۔ لیکن دوسری صورت بھی اس طرح ممکن ہے کہ ایک روپیہ کا داغ ایک ہی دفع کیا جائے۔ پس اس طرح تھوڑے روپیہ کا داغنا جلد ختم ہوجائے گا اور زیادہ مالدار کا داغنا زیادہ دیر تک رہے گا۔ دونوں جگہ کے اثر میں امتداد تو ہوگا ہی۔ مگر دونوں کی تکلیف کے اشتداد میں نمایاں فرق رہے گا۔

مہینوں اور تاریخ کی تبدیلی:.......... عرب میں مہینوں اور تاریخوں کی تبدیلیاں تین طرح کرتے تھے۔ ایک صورت تو یہ ہوتی کہ اگر کبھی اپنی نفسانی اغراض کی وجہ سے ان مہینوں میں قتل وقتال کی نوبت آجاتی یا پہلے سے جنگ جاری ہوتی اور محرم کا مہینہ مثلاً آجاتا تو کہہ دیتے کہ اس دفعہ محرم یہ مہینہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلا مہینہ محرم میں لگے گا اور صفر کے مہینہ میں بھی اگر ضرورت پیش آجاتی تو ربیع الاول کو حرام مہینہ قرار دے لیتے۔ غرض کہ اس طرح سال بھر میں چار مہینے پورے کر لیتے اور مہینوں کی تعیین وتخصیص باقی نہ رہتی۔

دوسری صورت:.......... دوسری صورت یہ تھی کہ بعض دفعہ لڑتے لڑتے اگر دس مہینے مسلسل گزر جاتے اور سال پورا ہونے میں صرف دو مہینے باقی رہ جاتے تو ایسی حالت میں چار حرام مہینوں کی کمی پوری کرنے کے لئے اس دفعہ بارہ مہینے کی بجائے چودہ مہینے کا سال قرار دے لیتے۔ ان کی اس ہیرا پھیری کی وجہ سے حج بھی اپنے صحیح وقت پر باقی نہیں رہا تھا۔

چنانچہ ۹ھ میں صدیق اکبرؓ جب حج کرنے تشریف لے گئے اور براءت کا اعلان فرمایا تو حساب سے تو وہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا۔ لیکن ان کے حساب سے ذیقعدہ پڑ رہا تھا اور اس غلطی کو نباہنے کے لئے انہوں نے ایک دوسری گڑبڑ کر رکھی تھی کہ دوسال وہ ایک ہی مہینہ میں حج کرتے۔ پھر دوسرے دوسال تک دوسرے مہینہ میں حج رکھ لیتے۔ اس طرح ۹ھ میں جو مہینہ فی الواقع ذی الحجہ کا تھا وہ ان کے اعتبار سے ذیقعدہ تھا۔ اس لئے کفار خود بھی حج کے لئے آگئے۔ غالباً اسی وجہ سے اس سال اول حضرت صدیق اکبرؓ کو بھیجا گیا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے اور اسی لئے بعض روایات میں اعلان براءت کے اختتام کی تاریخ دسویں ربیع الثانی آئی ہے۔ اگرچہ بعض روایات میں دسویں ربیع الاول ہے جس کی صورت یہی ہوئی ہوگی کہ ان کے حساب سے تو وہ ربیع الاول کی دسویں تھی۔ مگر واقع میں ربیع الثانی کی دسویں تھی۔ چنانچہ اس حساب سے ۱۰ھ میں جو مہینہ واقع میں ذی الحجہ کا تھا وہ ان کے حسابی اعتبار سے بھی ذی الحجہ ہی پڑتا تھا۔ گویا ہر لحاظ سے وہ حج کا صحیح اور ٹھیک وقت تھا۔ غالباً اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ای شهر هذا کہہ کر حاضرین سے سوال کیا لوگوں نے جب اللہ ورسوله اعلم کا نعرہ بلند کیا تو آپ نے تعیین فرماتے ہوئے جواب دیا۔ لیس ذی الحجة (کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے) اور الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ. فرمان نبوی ﷺ کا مطلب بھی یہی تھا کہ آگاہ ہوجاؤ زمانہ اپنی اصل رفتار پر آگیا ہے۔

تیسری صورت:.......... تیسری صورت یہ تھی کہ محرم کو صفر کرنا جو بعض روایات میں آیا ہے۔ اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ یوں کہہ دیتے ہوں گے کہ اس دفعہ صفر کا مہینہ پہلے آ گیا۔ اس لئے اس میں جنگ کی اجازت ہے اور محرم بعد میں آئے گا۔ اس لئے اس میں جنگ کی اجازت نہیں ہوگی اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ محرم کے صفر ہونے کے معنی مثل صفر ہونے کے ہوں۔ یعنی اگرچہ محرم محرم ہے اور صفر صفر۔ لیکن محرم کو حرام نہ ہونے میں صفر جیسا کرلیا گیا ہے اور صفر حرام ہونے میں محرم جیسا ہو گیا۔

اصلاح رسوم کا غیر معمولی اہتمام:......... ان آیتوں میں ان کی ان ہی جہالتوں کی اصلاح کی جارہی ہے اسی لئے شروع میں مہینوں کا عدد بتلا دیا تاکہ دوسری صورت کی اصلاح ہوجائے اور پھر حرمت یا حرام مہینوں کی تاخیر کا انکار فرما کر پہلی اور تیسری صورت کی اصلاح فرمادی اور حدیث ثلاث متوالیات ذو القعدة ذو الحجة ز محرم میں حرام مہینوں کو بڑے اہتمام سے بیان فرمایا۔ اسی طرح رجب کے مہینہ کے متعلق فرمایا رجب مضر الذی بین جماعی الاخرٰی و شعبان کیونکہ قبیلہ ربیعہ والے رمضان کو رجب کہتے تھے اور اس کو حرام مہینہ سمجھتے تھے۔ غرضکہ مقصد اس سارے اہتمام کا اس غلطی کا ازالہ تھا۔

موسموں کے حساب کی تصحیح کے لئے بارہ مہینوں پر جو لوند کا مہینہ بڑھالیا جاتا ہے وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح دوسرے حساب جن سے شرعی احکام میں کوئی فرق اور نقصان نہیں پڑتا وہ بھی اس آیت کے تحت میں نہیں آتے۔ بلکہ مقصود ان حسابوں کی تردید کرنی ہے۔ جن سے شرعی احکام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

چاند کی تاریخیں:......... قمری حساب پر چونکہ بہت سے شرعی احکام کا مدار ہے اس لئے اس کی حفاظت فرض علی الکفایہ ہے۔ اگر سب مسلمان اس کو چھوڑ کر کسی اور حساب کو اپنالیں جس سے قمری حساب ضائع ہوجائے تو سب گنہگار ہوں گے۔ ہاں اس کو باقی رکھتے ہوئے اور دوسرے حسابات کا استعمال جائز رہے گا۔ مگر خلاف سنت سلف کہلائے گا۔ تاہم پھر بھی قمری حساب کے مستحسن ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

ایک ہی بات کو نسیئ، یحلونہ، یحلوا ما حرم مختلف عنوانات سے تاکیداً ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی کئی وجہ سے ان کا یہ طرز عمل غلط ہے۔ اول تو اس لئے کہ بلا استثناء سب مہینوں کا آگے پیچھے کرنا لازم آتا ہے۔ خواہ حرام مہینے ہوں یا دوسرے۔ اور مطلقاً ایسا کرنا حرام ہے دوسرے ایک مہینہ کا ایک سال کا ایک حکم اور دوسرے سال دوسرا حکم ہوجاتا ہے۔ بس یہ بدنظمی بھی ہواء نفس کی علامت ہے تیسرے سب سے بڑھ کر حرام کو حلال کرنے کی خرابی ہے اور اسی لئے اس کو ترقی کفر قرار دیا گیا ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے وقت اگر مہینوں کی حرمت اس معنی سے باقی تھی کہ ان میں جنگ کرنا ناجائز تھا۔ تب تو کوئی اشکال نہیں لیکن اگر جنگ کی ممانعت منسوخ ہوچکی تھی تو پھر ان باتوں کا ذکر کرنا جاہلیت کی اس ہیرا پھیری سے بچنے اور حسابات میں پوری احتیاط برتنے کے لئے ہے۔ اگرچہ جنگ کی رکاوٹ اب نہیں رہی لیکن جمعہ اور رمضان کی طرح برکت وفضیلت کے لحاظ سے تو حرمت اب بھی باقی ہے۔

لطائفِ آیات:......... آیت قاتلھم اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ مستحق کے لئے بددعا کرنا حلم اور حسن خلق کے خلاف نہیں ہے۔ آیت اتخذوا الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی شریعت کی بجائے علماء یا مشائخ کا اتباع کرنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ آجکل جاہل لوگ غلط رسموں میں اپنے مشائخ کی آڑ لیتے ہیں۔

آیت یریدون ان یطفئوا الخ سے معلوم ہوتا ہے مخالفین پر زیادہ نظر نہیں رکھنی چاہئے بلکہ خدائے کارساز پر نظر رہنی چاہئے۔ آیت یا ایھا الذین اٰمنوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہل مریدوں سے نذرانے لینا اور اپنے منافع چھوٹنے کے خیال سے حق چھپانا یہودی کی برائیوں کو اپنانا ہے۔

آیت والذین یکنزون الخ سے معلوم ہوا کہ مال جمع کرنا اور بخل کرنا نہایت برا ہے۔ آیت فلا تظلموھن الخ سے معلوم ہوا کہ مبارک زمانہ کی طرح مبارک جگہ میں گناہ کرنا بھی بدترین جرم ہے۔ مزاراتِ اولیاء پر جو لوگ منکرات وبدعات کرتے ہیں بالخصوص عُرسوں کے موقعہ، پر اُن کا کیا حال ہوگا۔

وَنَزَلَ لَمَّا دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ اِلٰى غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانُوْا فِيْ عُسْرَةٍ وَشِدَّةِ حَرٍّ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ** بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الْمُثَلَّثَةِ وَاجْتِلَابِ هَمْزَةِ الْوَصْلِ اَيْ تَبَاطَئْتُمْ وَمِلْتُمْ عَنِ الْجِهَادِ **اِلَى الْاَرْضِ** وَالْقُعُوْدِ فِيْهَا وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّوْبِيْخِ **اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا** وَلَذَّاتِهَا **مِنَ الْاٰخِرَةِ** اَيْ بَدَلَ نَعِيْمِهَا **فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِيْ** جَنْبِ مَتَاعِ **الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾** حَقِيْرٌ **اِلَّا** بِاِدْغَامِ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِيَّةِ فِيْ لَا فِي الْمَوْضِعَيْنِ **تَنْفِرُوْا** تَخْرُجُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْجِهَادِ **يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا** مُؤْلِمًا **وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ** اَيْ يَاْتِ بِهِمْ بَدَلَكُمْ **وَلَا تَضُرُّوْهُ** اَيِ اللّٰهَ اَوِ النَّبِيَّ **شَيْئًا** بِتَرْكِ نَصْرِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ نَاصِرُ دِيْنِهٖ **وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾** وَمِنْهُ نَصْرُ دِيْنِهٖ وَنَبِيِّهٖ **اِلَّا تَنْصُرُوْهُ** اَيِ النَّبِيَّ **فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ** حِيْنَ **اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا** مِنْ مَكَّةَ اَيْ اَلْجَأَهُ اِلَى الْخُرُوْجِ لَمَّا اَرَادُوْا قَتْلَهُ اَوْ حَبْسَهُ اَوْ نَفْيَهُ بِدَارِ النَّدْوَةِ **ثَانِيَ اثْنَيْنِ** حَالٌ اَيْ اَحَدُ اثْنَيْنِ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ بَكْرٍ الْمَعْنٰى نَصَرَهُ فِيْ مِثْلِ تِلْكَ الْحَالَةِ فَلَا يَخْذُلُهُ فِيْ غَيْرِهَا **اِذْ** بَدَلٌ مِنْ اِذْ قَبْلَهُ **هُمَا فِي الْغَارِ** نَقْبٌ فِيْ جَبَلِ ثَوْرٍ **اِذْ** بَدَلٌ ثَانٍ **يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ** اَبِيْ بَكْرٍ وَقَدْ قَالَ لَهٗ لَمَّا رَاٰى اَقْدَامَ الْمُشْرِكِيْنَ لَوْ نَظَرَ اَحَدُهُمْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَاَبْصَرَنَا **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا** بِنَصْرِهٖ **فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ** طُمَانِيْنَتَهٗ **عَلَيْهِ** قِيْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيْلَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ **وَاَيَّدَهٗ** اَيِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا** مَلٰئِكَةٍ فِي الْغَارِ وَمَوَاطِنِ قِتَالِهٖ **وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا** اَيْ دَعْوَةَ الشِّرْكِ **السُّفْلٰى** الْمَغْلُوْبَةَ **وَكَلِمَةُ اللّٰهِ** اَيْ كَلِمَةُ الشَّهَادَةِ **هِيَ الْعُلْيَا** الظَّاهِرَةُ الْغَالِبَةُ **وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ** فِيْ مُلْكِهٖ **حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾** فِيْ صُنْعِهٖ **اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا** نِشَاطًا وَغَيْرَ نِشَاطٍ وَقِيْلَ اَقْوِيَاءَ وَضُعَفَاءَ اَوْ اَغْنِيَاءَ وَفُقَرَاءَ وَهِيَ مَنْسُوْخَةٌ بِاٰيَةِ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ الخ **وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾** اَنَّهٗ خَيْرٌ لَّكُمْ فَلَا تَثَاقَلُوْا وَنَزَلَ فِي الْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْنَ تَخَلَّفُوْا **لَوْ كَانَ** مَا دَعَوْتَهُمْ اِلَيْهِ **عَرَضًا** مَتَاعًا مِنَ الدُّنْيَا **قَرِيْبًا** سَهْلَ الْمَاخَذِ **وَّسَفَرًا قَاصِدًا** وَسَطًا **لَّاتَّبَعُوْكَ** طَلَبًا لِلْغَنِيْمَةِ **وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ** الْمَسَافَةُ فَتَخَلَّفُوْا **وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ** اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ **لَوِ اسْتَطَعْنَا** الْخُرُوْجَ **لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ** بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ **وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾** فِيْ قَوْلِهِمْ ذٰلِكَ

ترجمہ: .... (اگلی آیات اس وقت نازل ہوئیں جبکہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو غزوۂ تبوک کی طرف دعوت دی۔ اس وقت لوگ بڑی تنگی میں تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا، جس کی وجہ سے کچھ تامل ہوا) اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قدم اٹھاؤ تو تمہارے پاؤں بوجھل ہو کر (دراصل اس لفظ میں تا تھی جو ثاء بن کر ثاء میں ادغام ہو گئی اور ہمزہ وصل لگ گیا۔

مطلب یہ کہ تم جہاد کا نام سن کر منہ موڑنے لگے اور کنارہ کش ہو گئے) زمین پکڑے لیتے ہیں (اور زمین میں بیٹھے جاتے ہو۔ اس میں استفہام توبیخ کے لئے ہے) کیا دنیا کی زندگی (اور اس کی لذتوں) پر ہی ریجھ گئے ہو آخرت چھوڑ کر (یعنی آخرت کی نعمتوں کے بدلہ میں) تو دنیاوی زندگی کی متاع تو آخرت (کی نعمتوں) کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے مگر بہت ہی تھوڑی کے بدلہ میں) تو دنیاوی زندگی کی متاع تو آخرت (کی نعمتوں) کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے مگر بہت ہی تھوڑی (معمولی) اگر (لفظ الا میں دونوں جگہ ان شرطیہ کے نون کا لام میں ادغام ہو رہا ہے) تو نہیں نکلو گے (نبی کریم ﷺ کی ہمرکابی میں جہاد کے لئے) تو وہ تمہیں دردناک (تکلیف دہ) عذاب میں ڈالے گا اور وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا (یعنی تمہارے بدلہ وہ دوسری جماعت پیدا کر دے گا) اور اللہ ہر بات پر پوری قدرت رکھتے ہیں (اپنے دین اور نبی کی مدد بھی اس میں داخل ہے) اگر تم لوگ آپ کی (رسول اللہ کی) مدد نہیں کرو گے تو اللہ نے ان کی مدد اس وقت کی ہے جب کافروں نے اس حال میں گھر سے نکالا (یعنی کفار مکہ نے آپ ﷺ کو نکلنے پر مجبور کر دیا۔ دارالندوہ میں آپ ﷺ کے قتل یا قید اور جلا وطن کرنے کی سازشیں کر کے) دو آدمیوں میں ایک آپؐ تھے (یہ حال ہے یعنی ہجرت کرنے والوں میں ایک آپؐ تھے اور دوسرے ابوبکرؓ۔ حاصل یہ ہے کہ اس نازک حالت میں بھی جب اللہ نے آپ کی مدد فرمائی تو دوسری حالتوں میں کیوں نہیں مدد فرمائیں گے؟) جس وقت (لفظ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہو رہا ہے) دونوں غار میں چھپے ہوئے تھے (اس سے مراد غار ثور ہے) اس وقت (یہ دوسرا بدل ہے) اللہ کے رسولؐ نے اپنے ساتھی سے کہا تھا (ابوبکرؓ جبکہ ان کی نظر مشرکین کے قدموں پر پڑی اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر انہوں نے نیچے دیکھ لیا تو ہم نظر آ جائیں گے) کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں (اپنی مدد سے) پس اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ (اطمینان) ان پر نازل فرمایا (یعنی آنحضرت ﷺ پر یا حضرت ابوبکرؓ پر) اور آپ کی (نبی کریم ﷺ کی) ایسے لشکروں سے مدد کی جنہیں تم نہیں دیکھتے (فرشتے، جو غار میں اور میدان جنگ میں رہے) بالآخر اللہ نے کافروں کی بات (شرک کی دعوت) نیچی کر دی (جھکا دی) اور اللہ تعالیٰ ہی کا بول (کلمہ شہادت) بالا ہے (ظاہر اور غالب ہے) اور اللہ زبردست ہیں (اپنے ملک میں) حکمت والے ہیں (اپنی صفت میں) نکل کھڑے ہو جس حال میں بھی ہو ہلکے ہو یا بوجھل (خوش ہو یا ناخوش اور بعض نے طاقتور اور کمزور یا مالدار اور غریب کے معنی بیان کئے ہیں۔ یہ حکم ایت لیس علی الضعفاء الخ سے منسوخ ہے) اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو (کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو تمہیں زمین سے چپکنا نہیں چاہئے۔ اگلی آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو شریک جہاد نہیں ہوئے تھے) اگر تمہارا بلاوا (جس بات کی طرف آپؐ ان کو بلا رہے ہیں) لگے ہاتھ ملنے والی چیز کی طرف ہوتا (دنیا کے ایسے نفع کی طرف جس کا حاصل کرنا آسان ہوتا) اور سفر بھی معمولی سا ہوتا (درمیانی درجہ کا) تو بلا تامل تمہارے پیچھے ہو لیتے (مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے) لیکن انہیں تو مسافت ہی دور دراز کی دکھائی دینے لگی (جس کو دیکھ کر یہ پیچھے ہٹ گئے) اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جائیں گے (تمہاری واپسی کے وقت) کہ اگر (نکلنا) ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ اپنے کو تباہ کر رہے ہیں (جھوٹی قسمیں کھا کر) اور اللہ جانتے ہیں کہ قطعاً یہ جھوٹے ہیں (اپنے ان بیانات میں)

تحقیق وترکیب:

.... ونزل. یا ایھا الذین امنوا سے انما الصدقات الخ تک تمام آیات غزوۂ تبوک سے متعلق ہیں۔ اس میں چونکہ بڑی تنگی پیش آئی حتیٰ کہ ایک ایک کھجور دو دو آدمیوں کے حصہ میں آئی تھی۔ اس لئے اس کا نام غزوۂ عسرۃ اور غزوۃ الفاضحہ ہو گیا۔

انفروا اس کا اسم نفیر ہے کہا جاتا ہے استنفر الامام الناس جبکہ جہاد پر آمادہ کیا جائے۔

اثا قلتم چونکہ اس کا صلہ الٰی کے ساتھ ہے۔ اس لئے میلان اور اخلاد کے معنی ہو گئے۔ من الاخرۃ من کی معنی بدلہ کے ہیں۔

ویستبدل قوما سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فارس کے لوگ ہیں اور بعض نے اس کا مصداق اہل یمن کو بتلایا ہے۔ حال یعنی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ ای اذا خرجه الذین کفروا حال کونه منفرداً عن جمیع الناس الا ابابکر اس جملہ سے حضرت

صدیق اکبرؓ کی جلالت قدر اور ان کا مستحق خلافت بلا فصل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا تھا انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض حسین بن فضلؒ کہتے ہیں کہ جو شخص صدیق اکبرؓ کے صاحب رسولؐ ہونے کا انکار کرے وہ منکر نص ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔ لیکن دوسرے صحابہؓ کی صحابیت کے انکار سے مبتدع کہلائے گا کافر نہیں ہوگا۔

لاتحزن صدیق اکبرؓ کو اپنا غم نہیں تھا۔ بلکہ جو کچھ فکر تھی وہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ان مت انا فانا رجل واحد وان مت انت هلكت الامة والدين (یا رسول اللہ اگر میں مرگیا تو میں ایک ہی مرد ہوں اور اگر آپؐ مر گئے تو پوری امت اور دین ہلاک ہو جائے گا)

چنانچہ سفر ہجرت میں کبھی آنحضرت ﷺ سے پیچھے رہتے اور کبھی حفاظت کے لئے آپؐ سے آگے ہو جاتے۔ غار پر پہنچے تو اول خود داخل ہو کر اس کو صاف کر کے ٹھہرنے کے قابل بنایا۔ آنحضرت ﷺ نے استراحت فرمائی اسی لئے فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے والذی نفسی بیدہ التلک اللیلۃ خیر من عمرو من ال عمر (اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ یہ رات بہتر ہے عمرؓ اور اس کی اولاد سے)

• پس جہاد اس جملہ سے صدیق اکبرؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے کمال تعلق کا پتہ چلتا ہے وہیں آنحضرت ﷺ کی کمال قوت اور قلبی طاقت کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر ایسے نازک مرحلہ پر بھی حزن کا کوئی اثر نہیں رہا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ صاحبہ کی ضمیر کا مرجع آنحضرت ﷺ ہیں اور صاحب کا مصداق صدیق اکبرؓ ہیں۔

ان الله معنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصائب میں گھر جاتے تو ان معی ربی فرماتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر ان الله معنا کے الفاظ جاری ہوتے ہیں۔ ان جملوں سے دونوں حضرات کے مقامات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک کی نظر اول خدا پر، پھر خود پر جاتی ہے اس لئے اللہ کو پہلے اور معنا کو بعد میں لایا جاتا ہے اور دوسرے کا حال برعکس ہے۔ بجنود فرشتوں کی مدد ہجرت کے موقعہ پر بھی شامل رہی کہ کفار آپ کو پا نہیں سکے اور بدر اور احزاب اور حنین کے مواقع پر بھی رہی اور مواطن قتال سے مراد یہی مواقع ہیں۔ کلمة الله جمہور کے نزدیک مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ھی مبتداء العلیا خبر سے مل کر جملہ اول مبتداء کی خبر ہوگی۔

منسوحة یعنی اقویا اور ضعفاء یا اغنیاء اور فقراء کے معنی لینے کی صورت میں آیت لیس علی الضعفاء الخ منسوخ ہے۔ لیکن نشاطاً اور غیر نشاطاً کے معنی لینے کی صورت میں منسوخ نہیں ہے۔ نیز محل نسخ ثقالاً ہے نہ خفافاً۔ اور صاحب ہدایہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کو اگر نفیر عام پر محمول کر لیا جائے تو پھر منسوخ نہیں رہتی کیونکہ اس وقت جہاد میں شرکت فرض عین ہے۔ لیکن صاحب اتقان اس آیت کو منسوخ مان رہے ہیں۔ تندرستی کی حالت ہو یا بیماری کی یا دوسری کوئی حالت نفیر عام ہو یا خاص امر وجوب کے لئے ہو یا نہ ہو۔ ابن عباسؓ کی رائے بھی نسخ کی ہے۔ لیکن اگر استطاعت کی قید لگا دی جائے۔ جیسا کہ سیحلفون بالله لو استطعنا الخ سے معلوم ہوتا ہے تو پھر منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

سیحلفون تبوک کی واپسی سے پہلے چونکہ یہ آیت نازل ہوئی اس لئے اس کی پیشگوئی اور اخبار غیب پر محمول کیا جائے گا۔

ربطِ آیات:......... پچھلی آیات میں جس طرح مختلف غزوات کا ذکر ہوا تھا۔ آیات یا ایھا الذین امنوا سے لے کر انما الصدقات الخ تک غزوۂ تبوک کے حالات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ آیت لو کان عرضا الخ سے اخیر سورت تک ان منافقین کے ان احوال واقوال بیان کئے جا رہے ہیں جو اس غزوہ سے بلا وجہ کنارہ کش رہے۔

شانِ نزول:......... مکہ اور حنین کے معرکوں سے فراغت کے بعد ۹ ھ میں آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ روم کا نصرانی بادشاہ مدینہ پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے جس کے لئے اپنی مملکت شام کی حدود میں مقام تبوک پر چھاؤنی بنا رہا ہے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ

نے خود پیش قدمی کر کے اس مقام تک پہنچنا مناسب سمجھا اور اس کا اعلان فرمادیا۔ چونکہ موسم سخت اور سفر دور دراز کا تھا اس لئے یہ جہادی مہم بڑی کٹھن سمجھی گئی اور غیر معمولی ترغیب اور اہتمام سے کام لیا گیا اور ساتھ ہی منافقین کو سخت وست کہہ کر جھنجھوڑا گیا ہے۔ غرضیکہ آپ ﷺ نے اپنی فوج ظفر موج کو لے کر تبوک کا مورچہ سنبھال لیا۔ اور ایک عرصہ تک انتظار کرتے رہے لیکن نصاریٰ کی فوجیں اس درجہ مرعوب ہوئیں کہ سامنے نہیں آئیں اور آپ ﷺ بسلامتی مدینہ واپس چلے آئے۔

﴿ تشریح ﴾:......**تبوک کی مہم میں چھ قسم کے لوگ ہو گئے تھے**:......اس غزوہ میں لوگوں کے حالات مختلف تھے۔ (۱) بعض حضرات تو بلا تامل ساتھ ہو لیئے۔ (۲) بعض حضرات کچھ تردد کے بعد ساتھ ہوئے۔ آیت **الذین اتبعوہ فی ساعة العسرة من بعد ما کادیزیغ قلوب فریق منهم** میں ان دونوں کے قسم کے حضرات کا ذکر ہے۔ (۳) بعض حضرات کسی عذر واقعی کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے جیسا کہ آیت **لیس علی الضعفاء الخ** سے معلوم ہوتا ہے۔ (۴) بعض لوگ محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے نہیں جاسکے۔ آیت **اٰخرون اعترفوا** اور **اٰخرون مرجون** اور **علی الثلاثة الخ** میں ان ہی مسلمانوں کا بیان ہے۔ (۵) اکثر منافق محض منافقت اور شرارت کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے جن کا ذکر اکثر آیات میں آیا ہے۔ (۶) بعض منافق جاسوسی اور شرارت کے ارادہ سے ساتھ ہو لیئے تھے۔ آیت **وفیکم سماعون الخ** اور **ولئن سالتهم لیقولون الخ** اور **وھموا بمالم ینالوا الخ** میں بعض کی رائے پر ان کا ذکر ہے۔ غرضیکہ آیت **یا ایها الذین الخ** میں دوسری قسم کا ذکر ہو رہا ہے۔

واقعۂ ہجرت:......آیت **اذ اخرجه الذین کفروا الخ** میں واقعۂ ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ غارِ ثور جو مکہ معظمہ سے تھوڑے فاصلہ پر منیٰ کے راستہ میں پڑتا ہے آپؐ یہاں رفیق غار صدیق اکبرؓ کی رفاقت میں تین روز تک چھپے رہے۔ کفار آپ ﷺ کے متلاشی تھے ایک قائف اور نشان بتانے والے کی مدد سے کچھ لوگ غار کے منہ تک پہنچ بھی گئے اور غار میں چھپے ہوئے صدیق اکبرؓ نے ان کو دیکھ کر فکر کا اظہار کیا جس پر آپ ﷺ نے کلمات تشفی سے تسلی فرمادی۔ حسن اتفاق کہ مکڑیوں نے غار کے دہانہ پر جالے تن دیئے تھے اس لئے لوگوں کو آپ ﷺ کی موجودگی کا یقین نہیں ہوا اور الٹا قائف کو بے وقوف بنایا۔ اس طرح یہ لوگ ناکام واپس ہوئے اور آپ ﷺ بخیریت مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

لکن کے بعد جو مسافت کی دوری بیان کی گئی ہے اس سے فوری فائدہ کی نفی بھی ہوگئی کیونکہ دوری کی وجہ سے ایسا فائدہ حاصل کرنا آسان نہیں ہوتا اور معمولی سفر کی نفی بھی ہوگئی۔ غرضیکہ جب دونوں باتیں نہیں تو یہ لوگ آپ ﷺ کا اتباع بھی نہیں کرتے لیکن اگر مسافت کی دوری کی وجہ سے صرف ایک ہی چیز کی نفی ہوتی تب بھی مقصد حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی اتباع کرنے کو دو چیزوں پر رکھا گیا ہے فوری فائدہ یا معمولی سفر، لیکن ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے مجموعہ کی نفی ہوگئی اور مجموعہ کے نہ ہونے سے اتباع کی نفی ہوگئی۔

لطائف آیات:......آیت **فانزل اللہ سکینته الخ** میں علیہ کی ضمیر خواہ ابوبکرؓ کی طرف لوٹائی جائے یا آنحضرت ﷺ کی طرف۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں صدیق اکبرؓ پر بلا واسطہ سکینہ کا نازل ہونا معلوم ہوگا اور دوسری صورت میں آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے۔ بہر حال ان دونوں صورتوں میں شیخ کے ساتھ رہنے کی برکات کا ہونا معلوم ہوا۔

آیت **لو کان عرضاً الخ** سے اللہ کی محبت کے امتحان کا طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ جس دینی کام میں کوئی دنیاوی نفع نہ ہو بلکہ مشقت ہو اس میں طبیعت کا رنگ دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ دنیاوی نفع کی ساتھ کسی کام کو کرنا دلیل محبت نہیں ہے۔ آیت **وسیحلفون الخ** سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس اگر جھوٹے دعووں سے دھوکہ دینے لگے اور اطاعت بجالانے میں غلط عذر پیش کرنے لگے یا صلاح وتقویٰ اور تقدس کے جھوٹے مدعی اگر ملمع سازیاں کرنے لگیں تو ان سب کو اس آیت کے مضمون میں غور کر کے وہی جواب دینا چاہئے جو اللہ نے **یهلکون انفسهم** کہا ہے۔

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِجَمَاعَةٍ فِى التَّخَلُّفِ بِاجْتِهَادٍ مِنْهُ فَنَزَلَ عِتَابًا لَهُ وَقَدَّمَ الْعَفْوَ تَطْمِينًا لِقَلْبِهِ **عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ** فِى التَّخَلُّفِ وَهَلَّا تَرَكْتَهُمْ **حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا** فِى الْعُذْرِ **وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ﴿۴۳﴾** فِيْهِ **لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ** فِى التَّخَلُّفِ عَنْ **اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ** فِى التَّخَلُّفِ **الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ** شَكَّتْ **قُلُوْبُهُمْ** فِى الدِّيْنِ **فَهُمْ فِىْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ﴿۴۵﴾** يَتَحَيَّرُوْنَ **وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ** مَعَكَ **لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً** اُهْبَةً مِنَ الْاٰلَةِ وَالزَّادِ **وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ** اَىْ لَمْ يُرِدْ خُرُوْجَهُمْ **فَثَبَّطَهُمْ** كَسَّلَهُمْ **وَقِيْلَ** لَهُمْ **اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴿۴۶﴾** اَلْمَرْضٰى وَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ اَىْ قَدَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ **لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا** فَسَادًا بِتَخْذِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ **وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ** اَىْ اَسْرَعُوْا بَيْنَكُمْ بِالْمَشْيِ بِالنَّمِيْمَةِ **يَبْغُوْنَكُمْ** اَىْ يَطْلُبُوْنَ لَكُمْ **الْفِتْنَةَ** بِاِلْقَاءِ الْعَدَاوَةِ **وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ** مَا يَقُوْلُوْنَ سِمَاعَ قُبُوْلٍ **وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ** لَكَ **مِنْ قَبْلُ** اَوَّلَ مَا قَدِمْتَ الْمَدِيْنَةَ **وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ** اَىْ اَجَالُوا الْفِكْرَ فِىْ كَيْدِكَ وَاِبْطَالِ دِيْنِكَ **حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ** النَّصْرُ **وَظَهَرَ** عَزَّ **اَمْرُ اللّٰهِ** دِيْنُهُ **وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴿۴۸﴾** لَهُ فَدَخَلُوْا فِيْهِ ظَاهِرًا **وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّىْ** فِى التَّخَلُّفِ **وَلَا تَفْتِنِّىْ** وَهُوَ الْجَدُّ بْنُ قَيْسٍ قَالَ لَهُ النَّبِىُّ هَلْ لَّكَ فِىْ جِلَادِ بَنِى الْاَصْفَرِ فَقَالَ اِنِّىْ مُغْرَمٌ بِالنِّسَاءِ وَاَخْشٰى اِنْ رَاَيْتُ نِسَاءَ بَنِى الْاَصْفَرِ اَنْ لَّا اَصْبِرَ عَنْهُنَّ فَاَفْتَتِنَ قَالَ تَعَالٰى **اَلَا فِى الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا** بِالتَّخَلُّفِ وَقُرِئَ سَقَطَ **وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ﴿۴۹﴾** لَا مَحِيْصَ لَهُمْ عَنْهَا **اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ** كَنَصْرٍ وَغَنِيْمَةٍ **تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ** شِدَّةٌ **يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا** بِالْحَزْمِ حِيْنَ تَخَلَّفْنَا **مِنْ قَبْلُ** قَبْلَ هٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ **وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ﴿۵۰﴾** بِمَا اَصَابَكَ **قُلْ** لَهُمْ **لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا** اِصَابَتَهُ **هُوَ مَوْلٰىنَا** نَاصِرُنَا وَمُتَوَلِّىْ اُمُوْرِنَا **وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ** فِيْهِ حُذِفَ اِحْدَى التَّائَيْنِ فِى الْاَصْلِ اَىْ تَنْتَظِرُوْنَ اَنْ يَّقَعَ **بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى** الْعَاقِبَتَيْنِ **الْحُسْنَيَيْنِ** تَثْنِيَةُ حُسْنٰى تَانِيْثُ اَحْسَنَ النَّصْرُ اَوِ الشَّهَادَةُ **وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ** نَنْتَظِرُ **بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ** بِقَارِعَةٍ مِّنَ السَّمَاءِ **اَوْ بِاَيْدِيْنَا** بِاَنْ يَاْذَنَ لَنَا بِقِتَالِكُمْ **فَتَرَبَّصُوْا** بِنَا ذٰلِكَ **اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴿۵۲﴾** عَاقِبَتَكُمْ **قُلْ اَنْفِقُوْا** فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ **طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ** مَا اَنْفَقْتُمُوْهُ **اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴿۵۳﴾** وَالْاَمْرُ هُنَا بِمَعْنَى الْخَبَرِ **وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ** بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ **مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ** فَاعِلُ مَنَعَهُمْ وَاَنْ تُقْبَلَ مَفْعُوْلُهٗ **كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى** مُتَثَاقِلُوْنَ **وَلَا يُنْفِقُوْنَ**

اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ ﴿۵۴﴾ النَّفقَةَ لِاَنَّھُم یَعُدُّونَھَا مَغرَمًا فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ اَی لَا تَستَحسِنُ نِعَمَنَا عَلَیھِم فَھِیَ اِستِدرَاجٌ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ اَی اَنْ یُعَذِّبَھُم بِھَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا بِمَا یَلقَونَ فِی جَمعِھَا مِنَ المَشَقَّةِ وَفِیھَا مِنَ المَصَائِبِ وَتَزْھَقَ تَخرُجَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَیُعَذِّبُھُم فِی الاٰخِرَةِ اَشَدَّ العَذَابِ وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنَّھُمْ لَمِنْكُمْ اَی مُؤمِنُونَ وَمَا ھُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّھُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ یَخَافُونَ اَنْ تَفعَلُوا بِھِم کَالمُشرِکِینَ فَیَحلِفُونَ تَقِیَّةً لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً یَلجَاُونَ اِلَیہِ اَوْ مَغٰرٰتٍ سَرَادِیبَ اَوْ مُدَّخَلًا مَوضِعًا یَدخُلُونَہٗ لَّوَلَّوْا اِلَیْہِ وَھُمْ یَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ یُسرِعُونَ فِی دُخُولِہٖ وَالاِنصِرَافِ عَنکُم اِسرَاعًا لَا یَرُدُّہٗ شَیئٌ کَالفَرَسِ الجَمُوحِ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ یَعِیبُكَ فِی قَسْمِ الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْھَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْھَآ اِذَا ھُمْ یَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنَ الغَنَائِمِ وَنَحوِھَا وَقَالُوْا حَسْبُنَا كَافِینَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ مِن غَنِیمَةٍ اُخرٰی مَا یَکفِینَا اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَن یُغنِیَنَا وَجَوَابُ لَوْ لَکَانَ خَیرًا لَّھُم

ع ۱۷ ۱۳

ترجمہ:.......... (آنحضرت ﷺ سے جب ایک جماعت نے جہاد میں جانے سے رخصت چاہی تو آپ ﷺ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ان کو رخصت دے دی۔ اس سلسلہ میں اظہار ناراضگی کرتے ہوئے یہ آیات اتریں۔ لیکن آپ ﷺ کے قلب کو اطمینان دلانے کے لئے معافی کے الفاظ سے مضمون شروع کیا) اللہ آپ کو معاف کرے۔ آپؐ نے ان کو کیوں اجازت دی تھی (جہاد میں نہ شریک ہونے کی اور آپ ﷺ نے کیوں چھٹی دے دی) تاوقتیکہ آپ ﷺ پر نہ کھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور آپ ﷺ معلوم کر لیتے کون لوگ جھوٹے ہیں؟ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی آپ ﷺ سے رخصت نہیں مانگیں گے، اپنے مال اور جان سے جہاد (نہ کرنے) کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتے ہیں البتہ (جہاد میں نہ جانے کی) آپؐ سے وہی لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں (دین کے متعلق) سو وہ شکوک میں سرگرداں (حیران) ہیں اور اگر واقعی ان لوگوں نے (آپ کے ساتھ) نکلنے کا ارادہ کیا ہوتا تو اس کے لئے کچھ نہ کچھ سروسامان کی تیاری ضرور کرتے (جنگی ہتھیاروں یا رسد کی فراہمی کے ساتھ) لیکن اللہ نے ہی ان کے اٹھنے کو پسند نہیں کیا (یعنی ان کے جانے کو نہیں چاہا) اس لئے انہیں توفیق نہیں بخشی (انہیں بوجھل کر دیا) اور (ان سے) کہہ دیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہیں دھرے رہو (بیماروں، عورتوں، بچوں کے ساتھ۔ یعنی اللہ نے یوں ہے مقدر کر دیا) اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو کر جاتے تو سوائے اس کے کہ دوگنا فساد کرتے اور کیا ہوتا (مسلمانوں کو ذلیل کر کے خرابی برپا کرتے) اور تمہارے درمیان ضرور گھوڑے دوڑا دیتے (یعنی لگائی بجھائی کرنے کے لئے دوڑے دوڑے پھرتے) اس فکر میں ہیں (تلاش میں ہیں) کہ تمہارے لئے فتنہ پردازی کر سکیں (دشمنی پھیلا کر) اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں (جو باتیں سنتے رہتے ہیں) اور اللہ ان ظالموں کو خوب سمجھیں گے۔ یہ واقعہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلے بھی فتنہ انگیزی کی کوششیں کی تھیں (جب شروع شروع میں آپ ﷺ مدینہ میں آئے) اور آپؐ کے خلاف کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے (یعنی آپؐ کے خلاف سازش کرنے میں اور آپؐ کے دین کو برباد کرنے میں، یہ لوگ لگے رہتے تھے) یہاں تک کہ سچائی (اللہ کی مدد) نمایاں ہوگئی اور اللہ کا حکم (دین) غالب (عزت مند) رہا اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا (اس لئے وہ ظاہراً اس میں داخل ہوگئے) اور ان منافقین میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو کہتا مجھے اجازت دے دیجئے (جہاد میں نہ جانے کی) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے

(وہ شخص جد بن قیس تھا جس سے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا تھا کہ رومیوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں عورتوں پر فریفتہ ہو جاتا ہوں اس لئے مجھے ڈر ہے کہ رومیوں کی عورتیں دیکھ کر ضبط نہ کر سکوں اور اس طرح کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں) سو سن رکھو یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے ہیں (جہاد سے باز رہ کر۔ اور ایک قرأت میں سقط بھی ہے) اور بلاشبہ دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (جس سے ان کو چھٹکارہ نہیں مل سکتا)، اگر آپ ﷺ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے (جیسے غیبی مدد اور مال غنیمت) تو انہیں بری لگتی ہے اور آپؐ پر کوئی حادثہ آپڑتا ہے تو کہتے ہیں ہم نے اپنا بچاؤ کیا تھا (بطور احتیاط جنگ میں شریک نہیں ہوئے) پہلے ہی (اس مصیبت سے پہلے) اور پھر گردن موڑ کر خوش خوش چلے جاتے ہیں (آپ کی مصیبت دیکھ کر) فرما دیجئے آپؐ (ان سے) ہمیں کچھ پیش نہیں آسکتا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے (جس مصیبت کا پہنچنا صرف وہی پہنچے گی) وہی ہمارے مالک (مددگار اور کارساز) ہیں اور مسلمانوں کو تو اپنے سب کام اللہ ہی کے سپرد رکھنے چاہئیں۔ کہہ دو تم تو انتظار کرتے رہا کرو (دراصل اس میں دو تا تھیں۔ ان میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یعنی تم تو منتظر رہو) ہمارے حق میں دو بہتریوں (انجاموں) میں سے ایک بہترائی کے (لفظ حسنین تثنیہ حسنی کا جو احسن کا مؤنث ہے مراد اس سے امداد الٰہی ہے یا شہادت) اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ اللہ تم پر کوئی عذاب واقع کر دے اپنی طرف سے (آسمانی آفت) یا ہمارے ہاتھوں سے (تمہارے قتل کی ہمیں اجازت دیکر) انتظار کرو (ہمارے بارے میں مصیبت کا) ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں (تمہارے انجام کے متعلق) کہہ دو (اللہ کی راہ میں) خوشی سے خرچ کرو، یا ناخوش ہو کر تمہارا خرچ کرنا کبھی قبول نہیں کیا جائے گا (جو تم نے خرچ کیا ہے) بلاشبہ تم حکم عدولی کرنے والے ہو (یہاں امر بمعنی خبر ہے) اور ان کی خیر خیرات قبول ہونے سے (یہ لفظ تا اور یا کے ساتھ ہے) اور کوئی چیز مانع نہیں بجز اس کے کہ انہوں نے (یہ منعھم کا فاعل ہے اور ان تقبل مفعول ہے) اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور یہ لوگ نماز کے لئے نہیں آتے مگر تھکے ہارے جی سے (کاہلی کے ساتھ) اور مال خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ (کیونکہ وہ اس خرچ کو ڈانڈ سمجھتے ہیں) سو ان کے پاس مال و دولت اور اولاد ہونا آپ کو تعجب میں نہ ڈالے (یعنی ہماری نعمتیں دینے کو آپؐ للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیں کیونکہ بطور ڈھیل کے ان کے ساتھ ایسا کیا جارہا ہے) اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان کو گرفتار عذاب رکھیں (یعنی ان کو عذاب دیں) ان چیزوں کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں (جو کچھ دنیا کو جمع کرنے میں انہیں مشقت ہوتی ہے اور مصائب پہنچتے ہیں) اور ان کی جان کفر کی حالت میں نکلے گی جس کی وجہ سے انہیں آخرت میں بھی بدترین عذاب ہوگا) اور یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ البتہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں (اس بات سے گھبراتے رہتے ہیں کہ کہیں تم ان کے ساتھ مشرکین کا سا سلوک نہ کرنے لگو۔ اس لئے تقیہ کرتے ہوئے یہ لوگ قسمیں کھا رہے ہیں) (ان لوگوں کو اگر کوئی بھی پناہ کی جگہ مل جائے (جس میں یہ لوگ پناہ حاصل کر لیں) یا غار (سرنگ) یا گھس کر بیٹھنے کی کوئی ذرا سی جگہ (جس میں یہ لوگ سر چھپالیں) تو ضرور یہ فوراً اس کا رخ کریں اور حالت یہ ہو کہ گویا رسی توڑ کر بھاگے جارہے ہیں (کہیں گھسنے کے لئے یا تم سے پیچھا چھڑا کے ایسے سرپٹ دوڑے چلے جارہے ہیں جیسے بےلگام گھوڑا) اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو زکوٰۃ کا مال بانٹنے میں آپ ﷺ پر عیب لگاتے ہیں لیکن اگر انہیں اس میں سے کچھ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور نہ دیا جائے تو بس اچانک بگڑ بیٹھتے ہیں اور ان کے لئے بہتر ہوتا کہ اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسولؐ نے دیا تھا (مال غنیمت وغیرہ) اور کہتے ہمارے لئے اللہ کافی ہے (اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا اور اس کے رسول بھی (اور زیادہ مال غنیمت جو ہمارے لئے کافی ہو جائے ہمیں تو بس اللہ ہی چاہئے (وہی ہمیں غنی بنا سکتا ہے اور لو کا جواب لکان خیراً لھم محذوف ہے)

تحقیق وترکیب: .... **باجتھاد** اس میں اختلاف ہے کہ جن احکام میں اللہ کی طرف سے کوئی صریح حکم نہیں تو کیا ان میں آنحضرت ﷺ کو اجتہاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ صحیح یہی ہے کہ جائز ہے جیسے بقول مفسرؒ آپؐ نے یہاں اجتہاد سے فرمایا۔ باقی پر عتاب

ہونا حسنات الابرار سیئات المقربین کے لحاظ سے ہے۔ تاہم معافی کے لفظ نے اس عتاب کو لطف آمیز کردیا اور قاضی عیاضؒ اپنی شفا میں فرماتے ہیں کہ یہ عتاب نہیں تھا کیونکہ جب پہلے ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہوا تو پھر گناہ نہیں اور جب گناہ نہیں تو عتاب کیسا؟ پس یہاں عفا بمعنی غفر نہیں ہے بلکہ ارشاد نبوی عفا الله عنکم عن صدقة الخلیل و الرقیق ولم تجب علیهم قط کی طرح ہے یعنی تم پر لازم نہیں ہے۔

اور قشیریؒ کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ معافی کا لفظ گناہ کے بغیر بولا نہیں جاتا وہ کلام عرب سے ناواقف ہے اور مکیؒ کہتے ہیں کہ اصلحک الله واعزک کی طرح عفا الله بھی ابتداء کلام کے لئے آتا ہے۔

اور سمرقندیؒ کی رائے عفا الله کے معنی عافاک الله کے ہیں اور تفسیر کبیر میں ہے کہ اس سے تو آپ ﷺ کی اور زیادہ تعظیم و توقیر ہورہی ہے کیونکہ کسی محترم شخص کیلئے کہا جاتا ہے کہ عفا الله عنک ماصنعت فی امری.

حتـــی یتبیـــن ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سورۂ توبہ نازل ہونے سے پہلے منافقین کا حال نہیں جانتے تھے۔

لایستـــاذنک یعنی جہاد میں جانے سے ان کا جی چرانا خود ان کے نفاق کی کھلی دلیل تھی کیونکہ مخلص مسلمان خود شوق سے آگے بڑھتے ہیں چہ جائیکہ رخصت مانگیں۔

لو ارادوا منافقین کے ساتھ نہ جانے کی ایک تکوینی مصلحت بتلا کر آپ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔

ای قــدر الله یعنی قیل سے مقصود واقعی قول نہیں بلکہ اللہ کا ان کے حق میں مقدر کردینا ہے اور اقعدوا سے مقصود اعــمــلــوا مــاشــئتم الخ کی طرح توبیخ ہے۔ یا آنحضرت ﷺ کے اجازت دینے کو اس لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور یا بعض نے واقعۃً ایسا کہا ہوگا اور شیطان نے پٹی پڑھائی ہوگی یا اللہ نے جو ان کے دلوں میں جہاد کی کراہت بٹھادی ہے وہ مراد ہے۔

لــو خــرجــوا یہاں سے منافقین کے جہاد میں ساتھ جانے کے مفاسد بتلاتے ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی اجازت دینے میں آپ ﷺ پر عتاب کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ عتاب اس پر ہے کہ آپؐ نے اجازت دے کر ان کو نفاق پر پردہ ڈالنے کا موقعہ دے دیا۔ آپؐ ان کو ذلیل ہونے دیتے ان کا جانا گو خلاف مصلحت سہی مگر آپؐ نفاق کھلنے دیتے۔ ولا أو ضــعــوا اونٹ کا دوڑنا اس میں استعارہ بالکنایہ ہے یہ الف صرف رسم الخط میں آئے گا پڑھا نہیں جائے گا۔

جــد بن قــیــس کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بعد میں توبہ کرلی تھی اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا (اصابہ) جلاد بمعنی قتال کہا جاتا ہے۔ جــلدته بالسیف و السوط چنانچہ ایک نسخہ میں جلاد کی بجائے جہاد کا لفظ ہے۔ رومیوں کا جد اعلیٰ روم بن اسحٰق بن ابراہیم زرد رنگ ہوگا یا چونکہ ان کا کوئی جد اعلیٰ روم بن عیص تھا جس نے کسی حبشی شہزادی سے شادی کرلی تھی جس سے اولاد درمیانی رنگ کی پیدا ہوئی۔ (مجمع البحار) اور قاموس کی رائے ہے کہ بنو الاصفر سے مراد صفر بن عیصو بن اسحٰق کی اولاد ہے جو شاہان روم ہوئے یا حبشہ کا لشکر جب روم پر غالب آیا اور ان کی عورتوں سے مباشرت کی تو زرد رنگ کی اولاد پیدا ہوئی۔

النصرا و الشهادة یہ لفظ حسنین سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

والامر ههنا یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ پہلے قل سے انفاق کا حکم دیا۔ پھر کہہ دیا گیا جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ امر بمعنی خبر ہے۔ بنا یلقون یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ مال و اولاد تو مسرت کا باعث ہوتا ہے نہ کہ باعث مشقت۔ جواب یہ ہے کہ ان چیزوں کے فراہم کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ مراد ہے رہی یہ بات کہ مشقت ہونا تو مومن و منافق دونوں کے لئے ہے پھر منافق کی تخصیص کیسی؟ جواب یہ ہے کہ مومن کے لئے جو اخروی ثواب ہوگا اس کی وجہ سے یہ مشقت ہیچ ہے۔ لیکن منافق کے لئے تو صرف مشقت ہی مشقت ہوگی۔ یــلــمــزک لمز کے معنی تنقیص کے ارادہ سے آنکھ کا اشارہ کرنا اور غمز آنکھ سے مطلق اشارہ کرنے کو کہتے ہیں لمز خاص ہے اور غمز عام ہے۔

ربطِ آیات:......... بعض منافقین نے جھوٹے بہانے تراش کر آپ ﷺ سے جہاد میں نہ جانے کی رخصت چاہی آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ عفا اللہ الخ سے اظہار ناپسندیدگی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آیت لو ارادوا الخ سے ان کے جھوٹے عذروں کا قرینہ بیان کر کے ان کے نہ جانے کی حکمت سے آپ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔ اور لقد ابتغوا الفتنۃ الخ میں پچھلے واقعات سے اس کی تائید کی جارہی ہے۔

آگے آیت ومنھم من یقول الخ سے منافقین کے بعض مخصوص حالات بیان کئے جارہے ہیں اور آیت قل انفقوا الخ سے ان کی مالی پیش کش کو ٹھکرا دیا گیا ہے اس کے بعد آیت ویحلفون الخ سے ان کے جھوٹے دعویٰ ایمان کا پول کھولا جارہا ہے۔

شانِ نزول:......... آیت عفا اللہ الخ اور ومنھم من یقول الخ کے شان نزول کی طرف جلال محقق نے اشارہ کر دیا ہے۔ جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ جو منافقین مدینہ میں رہ گئے تھے انہوں نے جھوٹی خبریں اڑانی شروع کیں کہ ان محمداً و اصحابہ قد جھدوا فی سفرھم وھلکوا لیکن جب آنحضرت سے ﷺ اور اصحاب کا بخیریت وسلامت واپس ہونا معلوم ہوا تو رنجیدہ ہوئے اس پر آیت ان تصبک حسنۃ نازل ہوئی۔

جد بن قیس نے بعد میں آنحضرت ﷺ کو خوش کرنے کے لئے کچھ مالی پیش کش کرنا چاہی تو اس پر آیت قل انفقوا الخ نازل ہوئی اور آیت ومنھم من یلزملک الخ کے سلسلہ میں ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ مال تقسیم فرمایا تو ذوالخویصرہ جس کا نام حرقوص بن زہیر ہے اور جو فرقہ خارجیہ کا رأس رئیس ہوا ہے وہ آیا اور اس نے اعتراض کیا کہ یہ تقسیم غیر منصفانہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لیکن ابومسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب غزوۂ حنین کے غنائم تقسیم فرمائے تو ایک شخص نے اعتراض کیا ان ھذہ القسمۃ ما ارید بھا وجہ اللہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ابن جریر نے جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں صدقات آئے تھے آپ ﷺ نے ان کو تقسیم فرمادیا تو پیچھے کھڑے ہوئے انصاری نے اس کو غیر عادلہ تقسیم کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بہرحال بعض روایات میں مال غنیمت کی تصریح ہے اور بعض میں صدقہ کی تصریح ہے اور بعض میں کچھ تصریح نہیں۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ مال غنیمت تھا جس کے پانچویں حصہ کی تقسیم صدقہ کی طرح فرمائی۔

﴿**تشریح**﴾:......... معافی کے لفظ سے گناہ کا شبہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ خلاف اولیٰ پر بھی یہ لفظ بول دیا جاتا ہے اور لم اذنت میں آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی تعلیم ہے۔ پچھلی بات پر عتاب نہیں ہے پس اس سے بھی کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے اور اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اگر آپ ﷺ اجازت نہ دیتے تو یہ ضرور جاتے۔ یا ان کا جانا مفید یا ضروری تھا بلکہ منشاء یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ بھی روکتے ان کی نیت نہ جانے کی تھی۔ البتہ ان کی رخصت منظور ہونے سے جو انہیں ایک گونہ بے فکری ہوگئی وہ نہ ہوتی اور ان کی خباثت ونفاق کی ذرا قلعی کھل جاتی۔

اور الذین صدقوا کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے سچے مخلصین مسلمانوں سے ان کی حالت ممتاز ہو جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ ان میں بھی کچھ لوگ اچھے ہیں اور چونکہ اس آیت میں بلا عذر اجازت لینے پر انکار کرنا ہے۔

اور سورۂ نور کی آیت لم یذھبوا حتی یستاذنوہ الخ میں عذر کے ساتھ اجازت کو بیان کیا گیا ہے اس لئے دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ وفیکم سماعون الخ میں جن جاسوسوں کا ذکر ہے وہ اگرچہ منافق ہی تھے تاہم چونکہ ذی رائے نہیں تھے اس لئے ان کے ساتھ رہنے میں فساد کا اتنا اندیشہ نہیں تھا بلکہ ایک لحاظ سے کچھ مفید ہی تھا کہ ان کے ذریعہ مسلمانوں کا استقلال اور غلبہ اور کفار کے ضعف واضمحلال کی خبریں دشمنوں کو پہنچیں گی۔ تو ان کی خبروں کا زیادہ اثر ہوگا اور وہ جلیں مریں گے اور ان کی ہمتیں ہمیشہ کے لئے پست ہو جائیں گی۔

آیت قل لن یصیبنا الخ میں پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مالکانہ حقوق اور حاکمانہ تصرفات حاصل ہیں۔ اس لئے ان کے ہر فیصلہ پر ہم خوش اور مطمئن ہیں اور دوسرے جواب کا ماحاصل یہ ہے کہ چونکہ وہ حکیم ہیں اس لئے ان کی بھیجی ہوئی مصیبت میں بھی یقیناً ہمارے لئے کوئی حکمت و مصلحت ہوگی جس میں ہمارا فائدہ ہی ہے۔ بہر حال ہم ہر طرح کامیاب ہیں خواہ تم دیکھو کہ ہر طرح خسارہ میں ہو۔

دنیا میں جب بھی کوئی فرد یا جماعت کسی مقصد کے لئے جدوجہد کرتی ہے تو اس کے سامنے امید بھی ہوتی ہے، مایوسی بھی کامیابی بھی ہوتی ہے اور ناکامی بھی لیکن قرآن کہتا ہے کہ مومن وہ ہے جس کی جدوجہد میں جو کچھ ہے امید و کامرانی ہے۔ مایوسی و ناکامی کی تو اس پر چھائیں نہیں پڑسکتی۔ کیونکہ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے اور اس کے لئے یہی بات کامیابی نہیں کہ کسی خاص منزل تک پہنچ جائے۔ بلکہ اس کی راہ میں چلتے رہنا بجائے خود بڑی کامیابی ہے وہ جب اپنا سفر شروع کرتا ہے تو اس لئے نہیں کرتا کہ کسی خاص منزل تک ضرور ہی پہنچ جائے بلکہ صرف اس لئے کہ کسی کی راہ میں چلتا ہے اور یہی اس کے لئے منزل مقصود ہوتی ہے دوسرے اگر جدوجہد کرتے ہوئے مرجائے تو یہ ان کی ناکامیابی ہوتی ہے لیکن مومن اگر مرجائے تو یہ اس کی بڑی سے بڑی فتح مندی ہے ایسی فتح مندی جس سے بڑی فتح مندی کی وہ اپنی ذات کے لئے آرزو ہی نہیں کرسکتا۔

دوسرے اگر لڑکر دشمنوں پر غالب نہ آسکیں تو یہ ان کی ہار ہوتی ہیں لیکن مومن وہ ہے جو ہار کے معنی ہی سے ناآشنا ہوتا ہے وہ اگر کسی میدان میں غالب نہ آئے جب بھی جیت اسی کی ہے کیونکہ اس کی ہار جیت کا معیار میدان جنگ نہیں ہوتا خود اس کی طلب وسعی ہوتی ہے اگر وہ اپنی طلب وسعی میں پورا نکلا تو اس نے میدان مارلیا اگرچہ میدان جنگ میں اس کی لاش ہزاروں لاشوں کے نیچے دبی پڑی ہو یہی وجہ ہے کہ اس راہ میں وہ کبھی مر نہیں سکتا اس کی موت بھی زندگی ہوتی ہے۔

قرآن نے جابجا زور دیا ہے کہ مومن کا مقصد سعی صرف اللہ اور اس کی سچائی ہے اور مومن کی جدوجہد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے جس میں یہی حقیقت پنہاں ہے کہ وہ ساری منزلوں سے جو دنیا میں پیش آسکتی ہیں بلند کردیا گیا ہے اب یہاں کوئی منزل اس کی منزل مقصود نہیں ہوسکتی کہ اس تک پہنچ سکنا اس کی کامیابی کا فیصلہ کردے اس کے لئے منزل مقصود تو صرف یہی ہے کہ حق کی راہ میں چلتا رہے اور رکے نہیں اس کا ہر وہ قدم جو چلتا رہا فتح مندی ہے اور جو قدم رک گیا نامرادی ہے پھر دو خوبیوں سے مقصود یہی حقیقت ہے یعنی فتح مندی یا شہادت اور شہادت بھی فتح مندی ہے۔

دنیا کی تحصیل میں کیسی کیسی جسمانی اور روحانی تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں اور پھر بھی حاصل نہیں ہوتی اور اگر حاصل بھی ہوجائے تو اس کے تھامنے میں کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں ذرا سا کچھ نقصان ہوجائے پھر دیکھئے کہ کیا کیفیت ہوتی ہے اور بالفرض سب باتیں اور حالتیں منشاء کے موافق بھی ہوجائیں تو ہر وقت یہ کھٹکا رہتا ہے کہ کہیں یہ حالت چھن نہ جائے اور کوئی ناگوار بات پیش نہ آجائے پھر دنیا چھننے پر کس درجہ حسرت اور بلا کا صدمہ ہوتا ہے اس کے علاوہ کافر کے لئے دنیا جتنی بڑھے گی اس کا کفر دوگنا ہوگا جو آخرت کی زیادہ سے زیادہ تباہی کا باعث ہوگا۔

آیت فان اعطوا الخ پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ منافقین کو بھی صدقات میں سے کچھ ملا کرتا تھا؟ پس اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) ممکن ہے کہ یہ صدقہ نفلی ہو جس کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ (۲) منافق سے مراد اعتقادی منافق نہ ہو بلکہ عملی منافق ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں۔ (۳) البتہ اگر فرضی صدقہ مراد لیا جائے اور منافق بھی اعتقادی ہو تو پھر کہا جائے گا کہ اس وقت ابتدائی حالت تھی اس لئے مسلمانوں کی طرح منافقین کو بھی دیا جاتا ہوگا تمام احکام میں دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا تھا۔

لطائف آیات:...... آیت عفا اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ کاملین مقبولین پر عتاب بھی لطف آمیز ہوتا ہے تاکہ ان کو بالکل وحشت نہ ہوجائے اور اس میں محترم لوگوں سے خطاب کا ادب بھی معلوم ہوگیا۔ آیت الم اذنت الخ سے معلوم ہوا کہ مریدین کے

اعذار قبول کرنے میں مشائخ کو پوری بیداری سے کام لینا چاہئے کہیں وہ دھوکہ نہ دے جائیں۔

آیت لایستأذنك الخ سے معلوم ہوا کہ مومن کو خیر کی طرف طبعی رغبت وشوق ہوتا ہے۔

آیت لو ارادوا الخ سے معلوم ہوا کہ سامان وتدابیر کئے بغیر محبت واطاعت کا دعویٰ فضول ہے۔

آیت ومنھم من یقول الخ سے معلوم ہوا کہ نفس بھی انسان کو یہی سمجھاتا ہے کہ فلاں نیکی میں فلاں فلاں خطرات ہیں جن کی آفت اس نیکی کی خیریت سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے اس نیکی کو چھوڑ دینا چاہئے۔

آیت وان جھنم الخ سے اشارہ اس طرف ہے کہ برے اعمال آخوت میں نار کی شکل وصورت میں ظاہر ہوں گے۔

آیت قل لن یصیبنا الخ میں توکل کا صریح حکم بھی ہے اور اس کو آسان بنادینے کے مراتب کا ذکر بھی ہے۔

آیت ولا یاتون الصلوٰۃ الخ سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ عبادت کی لذت سے محروم اور جمال محبوب کا مشاہدہ سے محجوب ہوتے ہیں۔ بقول محمد بن فضل حکم کی تعمیل میں وہی کسل کرے گا جسے حاکم سے بے خبری ہوگی اور جو حاکم کی عظمت سے باخبر ہوگا وہ تعمیل حکم میں کس مندی نہیں دکھلائے گا۔

آیت فلا تعجبك الخ سے معلوم ہوا کہ دنیاداروں کی رونق پر حریفانہ نظر کرکے آخرت سے محروم نہیں ہونا چاہئے بلکہ دنیاوی لحاظ سے اپنے سے کمتر شخص پر نظر رکھنی چاہئے اور اخروی اعتبار سے اپنے سے بالاتر شخص پر نظر رہنی چاہئے۔ آیت یرید اللہ لیعذبھم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ محجوب ہوتے ہیں وہ راحت کے لئے جن چیزوں کو جمع کرتے ہیں وہ ان کی راحت سے تو محروم رہتے ہیں البتہ سارا وقت مصائب کے جھیلنے کی نذر ہوتا ہے۔ آیت لو انھم رضوا الخ سے معلوم ہوا کہ سچے مریدین اور عارفین کو ان آداب سے آراستہ ہونا چاہئے اور اہل رضا کی پہچان یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو مصائب پیش آئیں وہ ان پر شاداں فرحاں رہیں اور بلاؤں سے لذت اندوز۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ اَلزَّکٰوٰاتُ مَصْرُوْفَةٌ **لِلْفُقَرَآءِ** الَّذِیْنَ لَایَجِدُوْنَ مَایَقَعُ مَوْقِعًا مِنْ کِفَایَتِهِمْ **وَالْمَسٰکِیْنِ** الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَایَکْفِیْهِمْ **وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا** اَیِ الصَّدَقَاتِ مِنْ جَابٍ وَ قَاسِمٍ وَکَاتِبٍ وَحَاشِرٍ **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ** لِیُسْلِمُوْا اَوْیَثْبُتُ اِسْلَامُهُمْ اَوْ یَسْلِمُ نُظَرَاؤُهُمْ اَوْیَذُبُّوْا عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ اَقْسَامٌ وَالْاَوَّلُ وَالْاَخِیْرُ لَایُعْطَیَانِ الْیَوْمَ عِنْدَ الشَّافِعِیِّ لِعِزِّالْاِسْلَامِ بِخِلَافِ الْاٰخِرِیْنَ فَیُعْطَیَانِ عَلَی الْاَصَحِّ **وَفِی** فَكِّ **الرِّقَابِ** اَیِ الْمُکَاتَبِیْنَ **وَالْغٰرِمِیْنَ** اَهْلِ الدَّیْنِ اِنْ اِسْتَدَانُوْا لِغَیْرِمَعْصِیَةٍ اَوْ تَابُوْا وَلَیْسَ لَهُمْ وَفَاءٌ اَوْ لِاِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَیْنِ وَلَوْ اَغْنِیَاءَ **وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ** اَیِ الْقَائِمِیْنَ بِالْجِهَادِ مِمَّنْ لَافَیْءَ لَهُمْ وَلَوْاَغْنِیَاءَ **وَابْنِ السَّبِیْلِ** اَلْمُنْقَطِعِ فِیْ سَفَرِهٖ **فَرِیْضَةً** نُصِبَ لِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ **مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ** بِخَلْقِهٖ **حَکِیْمٌ**﴿۶۰﴾ فِیْ صُنْعِهٖ فَلَایَجُوْزُ صَرْفُهَا لِغَیْرِ هٰٓؤُلَاءِ وَلَا مَنْعُ صِنْفٍ مِنْهُمْ اِذَا وُجِدَ فَیُقَسِّمُهَا الْاِمَامُ عَلَیْهِمْ عَلَی السَّوَاءِ وَلَهٗ تَفْضِیْلُ بَعْضِ اٰحَادِ الصِّنْفِ عَلٰی بَعْضٍ وَاَفَادَتِ اللَّامُ وُجُوْبَ اِسْتِغْرَاقِ اَفْرَادِهٖ لٰکِنْ لَایَجِبُ عَلٰی صَاحِبِ الْمَالِ اِذَا قَسَمَ لِعُسْرِهٖ بَلْ یَکْفِیْ اِعْطَاءُ ثَلَاثَةٍ مِنْ کُلِّ صِنْفٍ وَلَا یَکْفِیْ دُوْنَهَا کَمَا اَفَادَتْهُ صِیْغَةُ الْجَمْعِ وَبَیَّنَتِ السُّنَّةُ اَنَّ شَرْطَ الْمُعْطٰی مِنْهَا الْاِسْلَامُ وَاَنْ لَا یَکُوْنَ هَاشِمِیًّا وَلَا مُطَّلِبِیًّا **وَمِنْهُمْ** اَیِ

الْمُنَافِقِيْنَ **الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ** بِعَيْبِهِ وَنَقْلِ حَدِيْثِهِ **وَيَقُوْلُوْنَ** إِذَا نُهُوْا عَنْ ذٰلِكَ لِئَلَّا يَبْلُغَهُ **هُوَ أُذُنٌ** أَيْ يَسْمَعُ كُلَّ قِيْلٍ وَيَقْبَلُهُ فَإِذَا حَلَفْنَا لَهُ إِنَّا لَمْ نَقُلْ صَدَّقَنَا **قُلْ** هُوَ **أُذُنُ** مُسْتَمِعُ **خَيْرٍ لَّكُمْ** لَا مُسْتَمِعُ شَرٍّ **يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ** يُصَدِّقُ **لِلْمُؤْمِنِيْنَ** فِيْمَا أَخْبَرُوْهُ بِهِ لَا لِغَيْرِهِمْ وَاللَّامُ زَائِدَةٌ لِلْفَرْقِ بَيْنَ إِيْمَانِ التَّسْلِيْمِ وَغَيْرِهِ **وَرَحْمَةٌ** بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلٰى أُذُنٌ وَالْجَرِّ عَطْفًا عَلٰى خَيْرٍ **لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۚ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ** أَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ فِيْمَا بَلَغَكُمْ عَنْهُمْ مِنْ أَذَى الرَّسُوْلِ أَنَّهُمْ مَا أَتَوْهُ **لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَقُّ أَنْ يُّرْضُوْهُ** بِالطَّاعَةِ **إِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾** حَقًّا وَتَوْحِيْدُ الضَّمِيْرِ لِتَلَازُمِ الرِّضَائَيْنِ أَوْ خَبَرُ اللّٰهِ أَوْ رَسُوْلِهِ مَحْذُوْفٌ **أَلَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّهٗ** أَيِ الشَّأْنُ **مَنْ يُّحَادِدِ** يُشَاقِقِ **اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَأَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ** جَزَاءً **خَالِدًا فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ** يَخَافُ **الْمُنٰفِقُوْنَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ** أَيِ الْمُؤْمِنِيْنَ **سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ** مِنَ النِّفَاقِ وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ يَسْتَهْزِءُوْنَ **قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ** أَمْرُ تَهْدِيْدٍ **إِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ** مُظْهِرٌ **مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾** إِخْرَاجَهُ مِنْ نِفَاقِكُمْ **وَلَئِنْ** لَامُ قَسَمٍ **سَأَلْتَهُمْ** عَنِ اسْتِهْزَائِهِمْ بِكَ وَالْقُرْاٰنِ وَهُمْ سَائِرُوْنَ مَعَكَ إِلٰى تَبُوْكَ **لَيَقُوْلُنَّ** مُعْتَذِرِيْنَ **إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۚ** فِي الْحَدِيْثِ لِيَنْقَطِعَ بِهِ الطَّرِيْقَ وَلَمْ نَقْصُدْ ذٰلِكَ **قُلْ** لَهُمْ **أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا** عَنْهُ **قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ ۚ** أَيْ ظَهَرَ كُفْرُكُمْ بَعْدَ إِظْهَارِ الْإِيْمَانِ **إِنْ نَّعْفُ** بِالْيَاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُوْلِ وَالنُّوْنِ مَبْنِيًّا لِلْفَاعِلِ **عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ** بِإِخْلَاصِهَا وَتَوْبَتِهَا كَمَخْشِيِّ بْنِ حُمَيْرٍ **نُعَذِّبْ** بِالتَّاءِ وَالنُّوْنِ **طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾** مُصِرِّيْنَ عَلَى النِّفَاقِ وَالْاِسْتِهْزَاءِ

ع ۸ / ۷ / ۱۴

ترجمہ:............صدقہ کا مال (زکوۃ) تو صرف غریبوں کا ہے (جن کے پاس کچھ نہ ہو، فقیر کہلاتے ہیں) اور محتاجوں کا ہے (جن کے پاس کچھ تھوڑا سا پیسہ ہو) اور ان کارندوں کا ہے جو اس کی وصول یابی پر مقرر ہوں (یعنی صدقات کی وصول یابی کرنے والے ہوں خواہ وہ روپیہ پیسہ کو اکٹھا کر کے لائیں یا تقسیم کرنے والے ہوں یا کلرک اور گماشتے ہوں) اور جو دلجوئی کے لائق ہو (تاکہ وہ دیرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں یا اسلام پر جم جائیں یا ان کو دیکھ کر دوسرے کے مسلمان ہونے کی توقع ہو یا مسلمانوں کے کام آتے ہوں۔ یہ مختلف قسمیں ہیں لیکن ان میں سے اول و آخر کی قسموں کو امام شافعیؒ کے نزدیک اب دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسلام کو عزت حاصل ہو گئی ہے۔ البتہ اصح قول کے مطابق اور قسموں کو دیا جائے گا) اور (مکاتبوں کی) گردن (چھڑانے) میں اور قرضداروں کے قرضہ میں (جنہوں نے گناہوں کے علاوہ کاموں کے لئے قرضہ لیا ہو یا لیا تھا برے کاموں کے لئے لیکن پھر توبہ کر لی اور ان میں ادائیگی کی سکت نہ ہو یا باہمی اصلاح کے لئے اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں) اور اللہ کی راہ میں (یعنی جہادی مہم پر جانے والے کو جن کے پاس مال فئے نہ ہو اگرچہ وہ مالدار ہوں) اور مسافروں کے لئے صرف ہونا چاہئے (جو سفری ساتھیوں سے بچھڑ گئے ہوں) یہ حکم (فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے) اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ (اپنی مخلوق کو) بہت جاننے والے اور (اپنی صفت میں) بڑی حکمت والے ہیں (غرضکہ ان لوگوں کے

علاوہ میں وہ مال خرچ نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی موجود ہونے کی صورت میں ان میں سے کسی قسم کو محروم کرنا چاہئے بہر حال امام کو چاہئے کہ ان سب کو برابر تقسیم کرڈالے۔ البتہ امام کو یہ ضرور حق ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دے لے اور لام استغراقیہ سے معلوم ہوا کہ ان تمام افراد کا بلا استثناء لینا ضروری ہے۔ لیکن مالدار پر اس کی پابندی اس لئے ضروری نہیں کہ اس کی رعایت کرنا بڑا دشوار ہے۔ تاہم ہر قسم میں سے تین تین آدمیوں کو دینا کافی ہے اس سے کم کو دینا کافی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ جمع کے صیغہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو زکوٰۃ دیجائے اس کا مسلمان ہونا اور ہاشمی اور مطلبی سید نہ ہونا ضروری ہے) اور ان ہی (منافقین) میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کے نبی کو تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں (ان میں عیب لگا کر یا ان کی باتیں نقل کرکے) اور کہتے ہیں کہ (جب انہیں اس حرکت سے روکا جاتا ہے کہ کہیں آپ کو خبر نہ ہوجائے) آپ کانوں کے کچے ہیں (یعنی ہر بات سن کر مان لیتے ہیں چنانچہ جب ہم حلفیہ کہیں گے کہ ہم نے یہ نہیں کہا تو آپ ہمیں بھی سچا مان لیں گے) آپ فرمادیجئے کہ (وہ نبی) کان دے کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہو (کسی بری بات کو اس طرح نہیں سنتے) وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کی بات پر بھی یقین رکھتے ہیں (جس بات کی آپ کو اطلاع دیتے ہیں اس میں انہیں سچا سمجھتے ہیں دوسروں کو ایسا نہیں سمجھتے اور للمؤمنین میں لام زائد ہے جس سے ایمان اعتقادی اور ایمان بمعنی تسلیم میں فرق واضح ہوجاتا ہے) اور آپ سرتا سر رحمت ہیں (یہ لفظ رفع کے ساتھ ہو تو اس کا عطف اذن پر ہوگا اور جر کے ساتھ ہونے کی صورت میں خیر پر عطف ہوگا) ان لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا پہنچانا چاہتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں (اے مسلمانو! ان کی طرف سے رسول اللہ کو تکالیف پہنچانے کی جو اطلاع تمہیں ملتی ہیں ان کی یہ تردید کرتے ہیں) تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اللہ ورسولؐ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ یہ ان کی (اطاعت کرکے) خوشنودی حاصل کریں اگر یہ لوگ (واقعی) مومن ہیں (اور ضمیر مفرد لانا یا تو اس لئے ہے کہ اللہ ورسول کی رضا آپس میں لازم وملزوم ہوکر ایک ہی ہیں اور یا کہا جائے کہ اللہ یا رسولؐ میں سے کسی ایک کی خبر محذوف ہے) کیا انہیں معلوم نہیں کہ (تحقیق شان یہ ہے کہ) جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت (مقابلہ) کرے گا تو یہ بات طے ہوچکی ہے کہ اس کے لئے دوزخ کی آگ اس طرح ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ جلے گا۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے، منافق اس بات سے ڈرتے (خائف) ہیں کہ ان (مسلمانوں) پر کوئی ایسی صورت ان کے بارے میں نازل نہ ہوجائے کہ جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہے وہ برملا ظاہر کردے (یعنی ان کا نفاق۔ لیکن اس کے باوجود پھر بھی۔ یہ لوگ استہزاء کرتے ہیں) تم ان سے کہہ دو "اچھا تم تمسخر کرتے رہو (یہ تہدیدی حکم ہے) یقیناً اب اللہ وہ بات نکال (ظاہر) کرکے رہیں گے جس سے تم ڈرتے رہتے ہو (کہ کہیں تمہارا نفاق نہ کھل جائے) کہ ہم نے تو یوں ہی جی بہلانے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور ہنسی مذاق کررہے تھے (تاکہ اس طرح باتیں کرتے ہوئے راستہ طے ہوجائے اور یہ مقصد نہیں تھا) آپؐ (ان سے) کہیئے کہ کیا تم اللہ کے ساتھ، اس کی آیتوں کے ساتھ، اس کے رسولؐ کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ، حقیقت یہ ہے کہ تم نے ایمان کا اقرار کرکے پھر کفر کیا (یعنی ایمان ظاہر کرنے کے بعد پھر تم نے کفر ظاہر کردیا) اگر ہم چھوڑ بھی دیں (اگر یا کے ساتھ ہے تو مجہول ہے اور نون کے ساتھ ہے تو معروف ہے) تم میں سے کچھ لوگوں کو (ان کے خلوص اور توبہ کی وجہ سے جیسے مخشی بن حمیر) تاہم بعض کو تو سزا دینی ہے (تا اور نون کے ساتھ) کیونکہ انہوں نے جرم کیا ہے (نفاق اور تمسخر پر ڈٹے ہوئے ہیں)

تحقیق وترکیب: ....**انما الصدقات** قصر موصوف علی الصفۃ ہے یعنی صفات صرف ان آٹھ قسموں میں صرف ہونے کے ساتھ متصف ہیں۔ فقیر اور مساکین کی جو تعریف جلال محقق نے کی ہے اس کے اعتبار سے فقیر ابتر ہے یہی رائے امام شافعیؒ کی ہے، لیکن حنفیہؒ کے نزدیک برعکس ہے۔ **اومسکینا ذامتربۃ** سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ تاہم یہ اختلاف لفظی ہے۔ عاملین کو ان کے اخراجات کے مطابق بطور کام کی اجرت کے دیا جائے گا۔ اگرچہ مالدار ہو۔ صدقہ اور زکوٰۃ کی نیت سے نہیں دیا جائے گا لیکن چونکہ اس میں صدقہ کا شبہ بھی ہے اس لئے اگر ہاشمی عامل ہو تو اسے سید ہونے کی وجہ سے نہیں لینا چاہئے۔ ہاں مالدار ہو تو لینے میں مضائقہ نہیں اس کے حق میں اس شبہ کا

اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ جاب اور حاشر میں یہ فرق ہوگا کہ حاشر تو صاحب زکوٰۃ لوگوں کو جمع کرے گا اور جاب کہتے ہیں زکوٰۃ وصول کر کے اپنے پاس جمع کرنے والے کو (مؤلفۃ القلوب) صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانہ میں بالا جماع مصارف زکوٰۃ سے ان کو خارج کر دیا گیا ہے۔ عیینہ بن حصین، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس وغیرہ مؤلفۃ قلوب میں داخل تھے جو اپنے قبائل کے سردار تھے۔ مفسرؒ نے مؤلفۃ القلوب کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ علی الاصح یعنی امام شافعیؒ کے اصح قول پر، لیکن امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، اسحٰقؒ، ایک جماعت کے نزدیک ان کا حصہ ساقط ہے۔ حضرت عمرؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ المکاتبین ابراہیم نخعیؒ، سعیدؒ بن جبیر، زہریؒ، شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ ابوحنیفہؒ وغیرہ اکثر کی رائے یہی ہے۔ لیکن ابن عباسؓ غلام خرید کر آزاد کرنے کو کہتے ہیں اور بعض نے قیدیوں کے بدلہ فدیہ دینے کے معنی لئے ہیں۔

غارمیں اصلاح ذات البین کی صورت یہ ہے کہ دو خاندانوں میں کسی مقتول کے بارے میں اگر نزاع ہو اور رفع نزاع کے لئے کوئی دیت کا ذمہ لے کر زکوٰۃ کے روپیہ سے ادائیگی کردے۔ تا کہ فتنہ دب جائے تو جائز ہے۔ والاغنیاء حدیث میں ہے۔ **لاتحل الصدقة لغني الا لخمسة لغاز في سبيل الله اولغارم او رجل اشتراها بماله او رجل له جار مسكين فتصدق علي المساكين فاهدى المسكين للغني اول للعامل عليها** (ترجمہ) نہیں حلال ہے صدقہ غنی مالدار کے لئے۔ البتہ پانچ کے لئے جائز ہے۔ (۱) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے (۲) قرض دار کے لئے (۳) یا ایسے شخص کے لئے جو خریدے صدقہ کو اپنے مال سے (۴) یا ایسے شخص کے لئے کہ اس کے پڑوسی مسکین ہوں اور مسکین کو صدقہ دے۔ پس بطور ہدیہ مسکین غنی کو دے یا (۵) جو شخص صدقہ پر کام کر رہا ہو اللہ کے راستہ میں بغیر تنخواہ کے۔

في سبيل الله ابو یوسفؒ تو غازیوں سے بچھڑنیوالے کے معنی لیتے ہیں اور امام محمدؒ حجاج سے بچھڑنے والے کے معنی لیتے ہیں۔ لیکن اول صورت میں اگر غازی مالدار ہے تو ہمارے نزدیک اس کو نہیں دینا چاہئے۔ امام شافعیؒ اجازت دیتے ہیں اور بعض نے جنگی سامان خریدنا اور سرحدی حفاظت کرنا اور مسافر خانے بنانا بھی اس میں مانا ہے۔ بہر حال یہ مصارف کا بیان ہے اور صدقات سے مراد زکوٰۃ ہے ان میں سے اخیر کی چار قسموں میں بجائے لام کے فی لانے میں ان کے مزید استحقاق کی طرف اشارہ ہے۔

اس مسئلہ میں شوافعؒ اور احنافؒ کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک تو مؤلفۃ القلوب کے علاوہ سب قسموں کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے اور کسی ایک قسم کو بھی۔ لیکن شوافعؒ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ سب قسموں کو دینا ضروری ہے بلکہ ہر قسم میں سے کم از کم تین تین اشخاص کو دینا ضروری ہوگا کیونکہ لام استحقاق کے لئے ہے اور جمع کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جس کا تقاضہ اصلی یہ ہے کہ ان قسموں کے تحت تمام دنیا کے لوگوں کو زکوٰۃ ادا کی جائے گی مگر ناممکن ہونیکی وجہ سے صرف تین تین اشخاص پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ حنفیہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اضافت مصارف زکوٰۃ بیان کرنے کے لئے ہے نہ کہ استحقاق کے لئے کیونکہ زکوٰۃ وصدقات فی الحقیقت تو اللہ کے پاس پہنچنے والے ہیں ضرورت اور تنگدستی کی وجہ سے ان کو مصارف بنا دیا گیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ان مواقع کے علاوہ تعمیر مساجد کے لئے یا کفن دفن وغیرہ کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی جائز نہیں ہے۔ رہے جمع کے صیغے تو الف لام کے ذریعہ ان کی جمعیت باطل ہوگئی۔ الف لام جنس کے لئے ہے کیونکہ استغراقیہ لینا محال ہے ہر قسم میں تین تین اشخاص لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جمع کا مقابلہ جمع سے ہونے کی وجہ سے احاد کا انقسام احاد پر ہو رہا ہے اور صدقہ کو ان سب پر تقسیم کرنا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ ہر فقیر کے حصہ میں جو کچھ بھی آئے گا وہ بھی آخر صدقہ ہی ہوگا۔ اس کی بھی تقسیم ہونی چاہئے۔ پھر جتنے فقیروں کے پاس پیسے جائیں گے ان کی بھی تقسیم ہونی چاہئے اس طرح یہ تقسیم کا سلسلہ جاری رہا تو کسی کے پاس بچے گا کیا۔ اس کے علاوہ ایک ایک فرد کو دینے سے بھی جنسیت کے معنی متحقق ہو سکتے ہیں اسی لئے قاضی بیضاویؒ نے شافعیؒ ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کو یہ کہہ کر تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمرؓ، حذیفہؓ، ابن عباسؓ وغیرہ تمام صحابہؓ اور تابعینؒ ساری زکوٰۃ کو ایک ہی قسم کے دینے کو جائز تسلیم کرتے رہے ہیں اور یہی تینوں ائمہ کا مسلک ہے۔

اذن مبالغہ کے لئے کہہ دیا گیا گویا مجسم کان ہیں یہ مجاز مرسل ہے۔ جزبول کر کل مرادلیا گیا ہے جیسے عین کے معنی جاسوس کے آتے ہیں۔

توحید الضمیر ضمیر اور مرجع میں چونکہ مطابقت نہیں ہے اس لئے مفسر علام اس شبہ کے تین جواب دے رہے ہیں جیسا کہ عبارت سے واضح ہے۔ قاضی بیضاویؒ اللہ کی خبر ہونے کو ترجیح دے رہے ہیں متبوع ہونے کی وجہ سے اور سیبویہ قریب ہونے کی وجہ سے رسول کی خبر مان رہے ہیں۔ اس صورت میں مبتداء خبر میں فصل بھی لازم نہیں آئے گا۔

تنبیھم ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ستر (۷۰) منافقین کی نشان دہی مع ان کے اور ان کے ماں باپ کے نام کے کی تھی لیکن بعد میں ناموں کو حذف کر دیا تا کہ ان کی مسلمان اولاد کی رسوائی کا باعث نہ ہو۔

مخشی بن حمیر یہ بھی ابتداء میں تمسخر کرتے تھے لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تائب ہو گئے اور دعا کی **اللّٰھم اجعل وفاتی قتلاً فی سبیلک** (اے اللہ! بنادے میری موت مقتول ہو کر تیرے راستہ میں) چنانچہ دعا قبول ہوئی اور جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ طائفہ کا لفظ ایک شخص پر بولنا باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

ربط آیات: .... پچھلی آیات میں دوبارہ صدقات معترضین کا جواب دیا تھا۔ آگے اسی کی تائید کے لئے مصارف اور مستحقین کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ ان مواقع کا لحاظ رکھتے ہیں اس لئے آپ پر کسی کی تہمت نہیں آتی۔ صدقات خواہ فرضی ہوں یا نفلی آپ ﷺ سب میں مواقع اور مصالح کی رعایت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد آیت **ومنھم الذین الخ** سے بھی منافقین کی حرکتوں کا تذکرہ ہے اس کے بعد آیت **یحلفون الخ** سے منافقین کا مشترکہ حال بیان کیا جا رہا ہے۔

شانِ نزول: .... کچھ منافقین کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ صدقات کا مال خود کھا لیتے ہیں اور اپنے متعلقین پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اس کی تردید میں آیت **انما الصدقات الخ** نازل ہوئی جس میں مصارف بیان کر دیئے گئے ہیں اسی طرح کچھ منافقین نے آپ کی شان میں کچھ گستاخی کے کلمات کہے کسی دوسرے منافق نے منع کیا کہ کہیں آپ کو خبر ہو گئی تو ہماری خبر لیں گے۔ جلاس بن سوید بولا کہ آپ کانوں کے کچے ہیں۔ اس لئے کوئی فکر کی بات نہیں بعد میں ہم باتیں بنا کر ٹھیک کر لیں گے اور بری ہو جائیں گے اس پر آیت **ومنھم الذین الخ** نازل ہوئی۔ جلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت ایک مرتبہ کہنے لگے **ان کان مایقول محمد حقاً فنحن اشر من الحمیر** (جو محمدؐ فرماتے ہیں اگر حق ہو تو ہم گدھے سے زیادہ بدتر ہیں)

ان کے پاس عامر بن قیس کھڑے تھے انہوں نے جا کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کر دی۔ آپؐ نے انہیں بلا کر دریافت کیا تو صاف مکر گئے اور حلفیہ کہنے لگے کہ عامر کذاب ہے اور عامرؓ نے بھی حلفیہ کہا کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں۔ مگر آپؐ نے ان دونوں کی بات کو سچا جانا جس سے عامرؓ دل گیر ہوئے اور انہوں نے دعا کی **اللھم صدق الصادق و کذب الکاذب** اس پر آیت **یحلفون الخ** نازل ہوئی۔

آیت **ومن یحادد اللہ الخ** کے متعلق ابن کیسان کہتے ہیں کہ یہ آیت ان بارہ (۱۲) منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو آنحضرت ﷺ کی تبوک سے واپسی کے وقت ایک گھاٹی میں چھپ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ کو ہلاک کرنے کی نیت سے۔ لیکن جبریلؑ نے آپؐ کو آ کر اطلاع دی اور ان کی مدافعت کا حکم دیا۔ چنانچہ عمار بن یاسرؓ کو جو آپ ﷺ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور حذیفہؓ کو جو آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے دونوں کو منافقین کی مدافعت کا حکم دیا۔ چنانچہ ان دونوں نے مار کر ہٹا دیا بعد میں جب آپ ﷺ ایک مقام پر فروکش ہوئے تو فرمایا اے حذیفہؓ! تم جانتے ہو یہ کون لوگ تھے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، آپؐ نے ایک ایک کا نام لے کر بتلا دیا۔ حذیفہؓ نے عرض کیا پھر ہمیں قتال کی اجازت دیجئے فرمایا نہیں عرب کے لوگ کہیں گے محمدؐ نے کامیابی کے بعد اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ **بل یکفینا ھم اللہ بالدبیلۃ** بلکہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دبیلہ کے اعتبار سے کافی ہیں۔

آیت **ولئن سالتھم الخ** کا شان نزول یہ ہے کہ تبوک کی واپسی پر کچھ منافقین کہنے لگے **ایرجو ھذا الرجل ان یفتح لہ**

قصور الشام وحصونها هيهات هيهات "آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے بلا کر مواخذہ فرمایا کہنے لگے یا نبی اللہ انما کنا نخوض ونلعب اور کہنے لگے واللہ ما کنا فی شیئ من امرک ولا امر اصحابک ولکن کنا فی شیئ یخوض فیه الرکب لیقصر بعضنا علی بعض السفر اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: .... **زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک قسم منسوخ ہوگئی:** .... مصارف کی ان آٹھ قسموں میں ایک قسم مؤلفۃ القلوب ہے۔ جو صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں بالا جماع منسوخ اور ساقط ہوگئی ہے اور باقی قسموں کا مسلمان ہونا اور صاحب نصاب نہ ہونا ضروری ہے۔ البتہ زکوٰۃ کی وصول یابی پر جو کارندے مقرر ہیں وہ اس غنی نہ ہونے کی شرط سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کو تو عمل کی اجرت اور تنخواہ دی جائے گی خواہ مالدار ہوں یا غریب، پس دوسری قسموں میں صرف فقیر کہہ دینا کافی تھا۔ لیکن دوسرے عنوانات ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ ان کے استحقاق کے اسباب فقر کے علاوہ اور بھی ہیں اس طرح ان سب قسموں میں سید نہ ہونا بھی ضروری ہے۔ فقیر و مسکین کی تعریف میں اگرچہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے وصیت کے احکام میں فرق پڑے گا فقیر کے لئے وصیت کرنے کی صورت میں مساکین کو مال نہیں ملے گا اور مساکین کو وصیت کرنے کی صورت میں فقراء کو مال نہیں دیا جانا چاہئے لیکن اس سے زکوٰۃ کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا، دونوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

مالدار اگر اتنا مقروض ہو کہ قرضہ کی ادائیگی کے بعد بقدر نصاب اس کے پاس روپیہ نہیں بچتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ ان تمام قسموں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ جن کو زکوٰۃ دی جائے ان کو اس قسم کا مالک بنا دیا جائے۔ اس کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ نیز یہ سب شروط زکوٰۃ کے لئے ہیں نفلی صدقات کے لئے یہ قیدیں نہیں ہیں۔

منافقین کی چالاکیوں پر آنحضرت ﷺ کی خاموشی مروت اور حسن اخلاق کی وجہ سے تھی: .... آیت ومنهم الذين الخ کا یہ منشاء نہیں کہ منافقین کی سخن سازی کبھی بھی آپؐ پر مخفی نہیں رہی۔ بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ ہمیشہ آپ کی خاموشی کی وجہ یہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ آیت ولتعرفنهم فی لحن القول الخ نازل ہونے کے بعد تو پھر ہمیشہ کے لئے ان کا پول کھل گیا تھا اور مومن کی بات کی تصدیق کرنا بلحاظ اس کے ایمان واخلاص کے مراد ہے جن میں شرائط عدالت بھی آجاتی ہیں ورنہ ہر مومن کی ہر بات کا یقینی یا سچی ہونا ضروری نہیں ہے۔

رفع تعارض: .... آیت ویحلفون الخ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانے سے منافقین کا مقصد صرف مسلمانوں کو خوش کرنا تھا آنحضرت ﷺ کی رضا مقصود نہیں تھی۔ لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کو خوش رکھنے کے لئے آپؐ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھالیا کرتے تھے؟ جواب یہ ہے کہ آپؐ کے خوش ہونے کے دو پہلو ہیں ایک تو کسی کے درپے نہ ہونا اور دوسرے دل سے راضی ہو جانا۔ پہلی صورت میں آپ کی خوشنودی کو مسلمانوں کی خوشی قرار دیا گیا ہے اور روایت میں یہی مراد ہے اور دوسری صورت میں آپ کی خوشی اللہ کی رضا جیسی ہے اور آیت میں یہی مطلوب ہے۔

دین کے ساتھ جان بوجھ کر استہزاء کرنا بد اعتقادی کے ساتھ ہو یا بد اعتقادی کے بغیر کفر ہے اور اللہ و رسولؐ اور آیتوں کے ساتھ تمسخر کرنا ایک دوسرے کو لازم ہے۔

لطائف آیات: .... آیت ومنهم الذين يؤذون الخ میں آنحضرت ﷺ کی شان کریم کا بیان ہے۔

واذا الكريم اتيته بخديعة	فرأيته فيما تروم يسارع
فاعلم بانک لم تخادع جاهلا	ان الكريم لفضله متخادع

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ اَیْ مُتَشَابِهُوْنَ فِی الدِّیْنِ کَاَبْعَاضِ الشَّیْءِ الْوَاحِدِ **یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ** الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ **وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ** الْاِیْمَانِ وَالطَّاعَةِ **وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ** عَنِ الْاِنْفَاقِ فِی الطَّاعَةِ **نَسُوا اللّٰهَ** تَرَكُوْا طَاعَتَهٗ **فَنَسِیَهُمْ** تَرَكَهُمْ مِنْ لُطْفِهٖ **اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا هِیَ حَسْبُهُمْ** جَزَاءً وَعِقَابًا **وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ** اَبْعَدَهُمْ عَنْ رَحْمَتِهٖ **وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۶۸﴾** دَائِمٌ اَنْتُمْ اَیُّهَا الْمُنَافِقُوْنَ **كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا** تَمَتَّعُوْا **بِخَلَاقِهِمْ** نَصِیْبِهِمْ مِنَ الدُّنْیَا **فَاسْتَمْتَعْتُمْ** اَیُّهَا الْمُنَافِقُوْنَ **بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ** فِی الْبَاطِلِ وَالطَّعْنِ فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ **كَالَّذِیْ خَاضُوْا** اَیْ كَخَوْضِهِمْ **اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ** خَبَرُ **الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ** قَوْمِ هُوْدٍ **وَّثَمُوْدَ** قَوْمِ صَالِحٍ **وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ** قَوْمِ شُعَیْبٍ **وَالْمُؤْتَفِكٰتِ** قُرٰی قَوْمِ لُوْطٍ اَیْ اَهْلِهَا **اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ** بِالْمُعْجِزَاتِ فَكَذَّبُوْهُمْ فَاُهْلِكُوْا **فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ** بِاَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِغَیْرِ ذَنْبٍ **وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾** بِارْتِكَابِ الذُّنُوْبِ **وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ** لَا یُعْجِزُهٗ شَیْءٌ عَنْ اِنْجَازِ وَعْدِهٖ وَوَعِیْدِهٖ **حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾** لَا یَضَعُ شَیْئًا اِلَّا فِیْ مَحَلِّهٖ **وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ** اِقَامَةٍ **وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ** اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ **ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۷۲﴾**

ع ۱۵

ترجمہ:........ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں (یعنی دین میں سب کا حال یکساں ہے جیسا کہ ایک چیز کے اجزاء کا حال یکساں ہوتا ہے) کہ برائی (کفر اور گناہ) کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور اچھی بات (ایمان وطاعت) سے روکتے ہیں اور (بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے سے) اپنی مٹھیاں بند رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا (اس کی فرمانبرداری چھوڑ دی) نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بھی اللہ کے حضور بھلا دیئے گئے (یعنی اپنی مہربانی سے انہوں نے نظر انداز کر دیا) بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔ منافق مردوں اور منافق عورتوں کے لئے اور کفر کرنے والوں کیلئے اللہ کی طرف سے دوزخ کی آگ کا وعدہ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لئے بس کافی ہے (سزا اور عذاب کی رو سے) اللہ نے ان پر لعنت کی (انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا) اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے (برقرار رہنے والا) تمہاری حالت (اے منافقو!) ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں جو طاقت وقوت، مال واولاد کی کثرت میں تم سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ پس ان کے حصہ میں جو کچھ دنیا کے فوائد آئے وہ برت گئے (کما

گئے) سوتم نے بھی (اے منافقو!) اپنے حصہ کا فائدہ اسی طرح برت لیا جس طرح انہوں نے برتا تھا اور جس طرح وہ کر گئے (بری باتوں میں گھسے تھے) تم نے بھی کرلیں (برائیوں میں اور نبی کریم ﷺ پر طعن کرنے میں گھسے رہے) یہی لوگ تھے جن کے سارے کام دنیا و آخرت میں اکارت گئے اور یہی ہیں گھاٹے ٹوٹے میں رہنے والے کیا انہیں ان لوگوں کی خبر (اطلاع) نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور قوم ابراہیم اور اہل مدین (قوم شعیب) اور وہ جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں (یعنی قوم لوط کی بستیاں مراد وہاں کے باشندے ہیں) ان سب کے رسول ان کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ آئے تھے (معجزات لے کر لیکن لوگوں نے جھٹلایا۔ اس لئے تباہ کر دیئے گئے) سو اللہ نے تو ان پر ظلم کیا (کہ انہیں بلاقصور سزا دے دی ہو) بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے (نافرمانیاں کر کے) اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحمت کریں گے یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہیں (انہیں ان کے وعدہ یا وعید پورا کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی) اور حکمت رکھنے والے ہیں (کوئی کام بے محل نہیں کرتے) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے اللہ کی طرف سے ایسے باغوں کا وعدہ ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا جو ان دائمی باغوں میں ہوں گے (قیام کریں گے) اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان سب سے بڑھ کر ہے (یعنی ان سب سے زیادہ بڑی نعمت ہے) یہ بڑی کامیابی ہے۔

تحقیق وترکیب:............ **المنافقون والمنافقات** تقریباً تین سو (۳۰۰) مرد اور ایک سوستر (۱۷۰) عورتیں منافق تھیں۔

من بعض من اتصالیہ ہے۔ نسواء نسیان حقیقی پر بندوں کی مذمت جس طرح قابل اشکال ہے اسی طرح حقیقۃً اللہ کی طرف سے اس کی نسبت بھی مشکل ہے اسی لئے دونوں جگہ جلال محققؒ نے لازمی معنی ترک کے لئے ہیں۔ گویا مجاز مرسل ہے۔ **کالذین** یہ جار مجرور محذوف کی خبر ہے۔ مفسرؒ نے انتم اسی لئے مقدر مانا ہے **المؤتفکات** ائتکاف کے معنی اختلاف کے ہیں۔

وعدہ و وعیدہ ریف و نشر غیر مرتب ہے۔ عدن اس کے معنی دوام کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے مساکن طیبہ جنت عدن کے بارے میں پوچھا گیا آپؐ نے فرمایا **قصر من لؤلؤۃ** اور اس "موتی محل" میں ستر (۷۰) مکان یاقوت سرخ کے ہوں گے، ہر مکان میں سبز زمرد کے ستر کمرے اور ہر کمرے میں ستر تخت اور ہر تخت پر ستر مختلف رنگ کے فرش اور ہر فرش پر حور عین اور دستر خوان نعمت ہوگا۔

رضوان تنوین تقلیل کی ہے۔ روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ جنتیوں سے پوچھیں گے۔ **ھل رضیتم**؟ عرض کیا جائے گا آپ نے ہر چیز عطا کی ہے پھر ہم کیسے راضی نہیں ہوں گے؟ کہا جائے گا کہ **انا اعطیکم افضل من ذالک** لوگ عرض کریں گے اور ان سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے؟ جواب مرحمت ہوگا **احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابدًا**.

ربط آیات:............ منافقین کے برے حالات کا تذکرہ چل رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں ان کا باہمی گٹھ جوڑ اور پچھلے کفار سے ملے جلے حالات کا ہونا اور پھر ان برائیوں پر وعید اور پچھلے سزا یافتہ لوگوں کے حالات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ آیت **والمؤمنون الخ** میں ان کے بالمقابل مؤمنین کا ذکر ہے۔

﴿ تشریح ﴾:............ ان قوموں کی تفصیل آٹھویں پارہ کے اخیر میں گزر چکی ہے۔ البتہ قوم ابراہیم کا واقعہ یہ ہوا کہ نمرود مردود کے دماغ میں ایک مچھر گھس گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اس کے سر پر اگر مار پڑتی رہتی تو قدرے سکون رہتا ورنہ مضطرب رہتا اسی عذاب الٰہی میں گرفتار رہا۔ اس نے عالی شان عمارت بھی بنائی تھی جس کے اچانک گر جانے سے قوم کے بہت سے لوگ دب کر مر گئے تھے۔

لطائف آیات: .... آیت رضوان من اللہ اکبر سے معلوم ہوا کہ دین ودنیا کی تمام سعادتوں اور کرامتوں اور خود جنت کا اصل سرچشمہ رضاء الٰہی ہی ہے اور عشاق کا انتہائی مقصد بھی یہ ہی رضاء باری ہوتی ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ بِالسَّيْفِ **وَالْمُنٰفِقِيْنَ** بِاللِّسَانِ وَالْحُجَّةِ **وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** بِالْاِنْتِهَارِ وَالْمَقْتِ **وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾** اَلْمَرْجِعُ هِيَ **يَحْلِفُوْنَ** اَيِ الْمُنَافِقُوْنَ **بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا** مَا بَلَغَكَ عَنْهُمْ مِنَ السَّبِّ **وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ** اَظْهَرُوا الْكُفْرَ بَعْدَ اِظْهَارِ الْاِسْلَامِ **وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا** مِنَ الْفَتْكِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ عِنْدَ عَوْدِهٖ مِنْ تَبُوْكَ وَهُمْ بِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَضَرَبَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وُجُوْهَ الرَّوَاحِلِ لِمَا غَشُوْهُ فَرُدُّوْا **وَمَانَقَمُوْا** اَنْكَرُوْا **اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ** بِالْغَنَائِمِ بَعْدَ شِدَّةِ حَاجَتِهِمُ الْمَعْنٰى لَمْ يَنَلْهُمْ مِنْهُ اِلَّا هٰذَا وَلَيْسَ مِمَّا يُنْقَمُ **فَاِنْ يَّتُوْبُوْا** عَنِ النِّفَاقِ وَيُؤْمِنُوْا **يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا** عَنِ الْاِيْمَانِ **يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا** بِالْقَتْلِ **وَالْاٰخِرَةِ** بِالنَّارِ **وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ** يَحْفَظُهُمْ مِنْهُ **وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾** يَمْنَعُهُمْ **وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ** فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الصَّادِ **وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾** وَهُوَ ثَعْلَبَةُ بْنُ حَاطِبٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّدْعُوَلَهٗ اَنْ يَرْزُقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَيُؤَدِّيَ مِنْهُ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَدَعَالَهٗ فَوُسِّعَ عَلَيْهِ فَانْقَطَعَ عَنِ الْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَةِ وَمَنَعَ الزَّكٰوةَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى **فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا** عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى **وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ** اَيْ فَصَيَّرَ عَاقِبَتَهُمْ **نِفَاقًا** ثَابِتًا **فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ** اَيِ اللّٰهَ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ **بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَاوَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾** فِيْهِ فَجَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاتِهٖ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ مَنَعَنِيْ اَنْ اَقْبَلَ مِنْكَ فَجَعَلَ يَحْثُو التُّرَابَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَلَمْ يَقْبَلْهَا ثُمَّ اِلٰى عُمَرَ فَلَمْ يَقْبَلْهَا ثُمَّ اِلٰى عُثْمَانَ فَلَمْ يَقْبَلْهَا ثُمَّ مَاتَ فِيْ زَمَانِهٖ **اَلَمْ يَعْلَمُوْا** اَيِ الْمُنَافِقُوْنَ **اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ** مَا اَسَرُّوْهُ فِيْ اَنْفُسِهِمْ **وَنَجْوٰهُمْ** مَاتَنَاجَوْابِهٖ بَيْنَهُمْ **وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾** مَاغَابَ عَنِ الْعِيَانِ وَلَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الصَّدَقَةِ جَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ مُرَاءٍ وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا فَنَزَلَ **اَلَّذِيْنَ** مُبْتَدَأٌ **يَلْمِزُوْنَ** يَعِيْبُوْنَ **الْمُطَّوِّعِيْنَ** الْمُتَنَفِّلِيْنَ **مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ** طَاقَتَهُمْ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ **فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ** وَالْخَبَرُ **سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ** جَازَاهُمْ عَلٰى سُخْرِيَتِهِمْ **وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ** يَا مُحَمَّدُ **لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ**

تَخْيِيْرٌ لَهٗ فِي الْاِسْتِغْفَارِ وَتَرْكِهٖ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ يَعْنِي الْاِسْتِغْفَارَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ **اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ** قِيْلَ الْمُرَادُ بِالسَّبْعِيْنَ الْمُبَالَغَةُ فِي كَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ وَفِي الْبُخَارِيِّ حَدِيْثُ لَوْ اَعْلَمُ اِنِّيْ لَوْزِدْتُّ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَ لَزِدْتُّ عَلَيْهَا وَقِيْلَ الْمُرَادُ الْعَدَدُ الْمَخْصُوْصُ لِحَدِيْثِهٖ اَيْضًا وَسَاَزِيْدُ عَلَى السَّبْعِيْنَ فَبَيَّنَ لَهٗ حَسْمَ الْمَغْفِرَةِ بِاٰيَةِ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ **ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴿۸۰﴾**

۱۰ ع ۸ ۱۶

ترجمہ:.........اے نبیؐ! کفار سے (تلوار کے ذریعہ) جہاد کیجئے اور منافقین سے (زبان اور دلیل کے ذریعہ) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (جھڑکی دے کر اور خفا ہو کر) بالآخر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے (وہ ٹھکانہ) یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں (یعنی منافقین) کہ ہم نے کچھ نہیں کیا (یعنی جو گالی آپ کو ہماری طرف سے پہنچائی گئی ہے) اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ضرور کفر کی بات کہی ہے اور وہ اسلام قبول کر کے پھر کفر کی چال چلے (اسلام ظاہر کرنے کے بعد کفر ظاہر کرنے لگے) اور ایسی بات کا منصوبہ باندھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی (یعنی تبوک سے واپسی کے وقت عقبہ کی رات۔ آنحضرت ﷺ کے قتل کی اسکیم بنائی یہ لوگ دس سے اوپر تھے جب یہ لوگ ڈھاٹیں باندھ کر آپؐ پر ہجوم کر آئے تو عمار بن یاسرؓ نے، رمار کران کی سواریوں کے منہ پھیر دیئے اور انہیں ہٹا دیا) اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ انہیں اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے رزق خداوندی سے مالا مال کر دیا (مال غنیمت دے کر حالانکہ یہ محتاج تھے حاصل یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ صلہ ملا ہے حالانکہ یہ انتقام کی بات نہیں تھی) بہر حال اگر یہ لوگ ابھی باز آ جائیں (نفاق سے اور ایمان لے آئیں) تو ان کے لئے بہتر ہے اور اگر انہوں نے گردن موڑی (ایمان لانے سے) تو پھر یاد رکھیں اللہ ضرور انہیں دنیا میں (قتل کے ذریعہ) اور آخرت میں (جہنم کی آگ کے ذریعہ) دردناک عذاب دیں گے اور روئے زمین پر نہ ان کا کوئی کارساز ہوگا (کہ وہ ان کی حفاظت کر سکے) اور نہ کوئی مددگار ہوگا (کہ روک سکے) اور ان منافقین میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خوب خیرات کریں گے (دراصل اس میں تا کا صاد میں ادغام ہو رہا ہے) اور خوب نیک کام کیا کریں گے (اس سے مراد ثعلبہ بن حاطب ہے جس نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے مال و دولت کی دعا کر دیں میں اس میں سے اس کے سب حقوق ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی جس کی برکت سے وہ مالدار ہو گیا لیکن اس کا جمعہ اور جماعت بھی چھوٹ گئے اور زکوۃ دینے سے بھی بھاگ گیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما دیا تو وہ اس میں کنجوسی کرنے لگے اور اپنے عہد سے پھر گئے (اللہ کی اطاعت کرنے سے) اور وہ تو اس بدعہدی کے عادی ہیں پس اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا (یعنی ان کی سزا میں اللہ نے ایسا کر دیا) دائمی (جب تک اللہ کے پاس حاضر ہوں قیامت کا دن مراد ہے) اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہیں کیا اور اس وجہ سے کہ یہ جھوٹ بولتے تھے (اس سلسلہ میں چنانچہ اس کے بعد پھر جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زکوۃ لے کر حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے اس کے لینے سے منع فرما دیا ہے پس پھر تو وہ اپنے سر پر دو ہتھڑ مارتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں پھر آیا مگر انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے بعد فاروق اعظمؓ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا انہوں نے بھی ٹھکرا دی، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی آیا مگر انہوں نے بھی رد فرما دیا، پھر ان ہی کے زمانہ میں یہ شخص مر گیا) کیا انہیں (منافقین کو) پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز (جو کچھ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں) اور ان کی سرگوشی (جو کچھ آپس میں چپکے چپکے کرتے ہیں) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ غیب کی تمام باتوں کو خوب جانتے ہیں (جو نگاہوں سے اوجھل ہوں، صدقہ کے سلسلہ میں جب حکم

نازل ہوا تو ایک صحابی بہت سا صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے لیکن منافقین کہنے لگے یہ شخص ریا کار ہے اس کے بعد ایک دوسرے صحابیؓ ایک صاع کھجور صدقہ کی لے کر حاضر خدمت ہوئے تو منافق بولے کہ اللہ کو اتنے صدقہ کی ضرورت نہیں اس پر اگلی آیات نازل ہوئیں) یہ ایسے ہیں (مبتداء ہے) کہ عیب لگاتے ہیں (طعن کرتے ہیں) نفلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر اور ان مومنین پر بھی جنہیں اپنی محنت ومشقت کی کمائی کے سوا اور کچھ میسر نہیں (اسی کو لے کر وہ حاضر ہو جاتے ہیں) چنانچہ ان سے بھی تمسخر کرتے ہیں (آگے مبتداء کی خبر ہے) اللہ تعالیٰ انہیں اس تمسخر کا بدلہ دیں گے (ان کے مذاق کی سزا انہیں ملے گی) اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (اے محمدؐ!) آپ ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں (آپ کو استغفار کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ چونکہ مجھے اختیار دیا گیا ہے اس لئے میں استغفار کو اختیار کرتا ہوں۔ بخاری) تم ستر دفعہ بھی ان کے لئے مغفرت کی اگر دعا کرو گے جب بھی اللہ انہیں کبھی نہیں بخشے گا (بعض کی رائے میں ستر کے عدد سے مراد کثرت استغفار میں مبالغہ کرنا ہے اور بخاری کی روایت ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرنے سے ان کی نجات ہو سکتی تو میں زیادہ بڑھانے کے لئے بھی تیار ہوں لیکن بعض کے نزدیک خاص یہ عدد ہی مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ کر دوں گا لیکن اللہ نے آیت **سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم** میں آپ کو ان کی بخشش کا قطعی طریقہ پر نہ ہونا بتلا دیا ہے) یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ ایسے سرکش لوگوں کو کبھی ہدایت نہیں دیا کرتے۔

تحقیق وترکیب: .... **وماوٰهم** یہ واو حالیہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی **اغلظ علیهم فی حال استحقاقهم جهنم** دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ واؤ کا مدخول فعل محذوف ہو۔ **ای واعلم ان ماواهم جهنم**. تیسری صورت یہ ہے کہ کلام کو معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا جائے کہ **قد اجتمع لهم عذاب الدنیا بالجهاد والغطة عذاب الاخرة** لیکن ان سب تکلفات سے بہتر یہ ہے کہ جملہ مستانفہ قرار دے دیا جائے۔

کلمة الکفر چنانچہ عبداللہ بن ابی نے تو یہ الفاظ کہے تھے **لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعزمنها الاذل** اور جلاس بن سوید نے کہا تھا **ان کان محمد صادقا فیما یقول فنحن اشر من الحمیر**.

اظهروا یعنی یہ منافق حقیقۃً مومن نہیں ہوئے تھے بلکہ اظہار ایمان مراد لیا۔ **لیلة العقبة** تبوک کے راستہ میں گھاٹی پر جس رات میں یہ واقعہ پیش آیا وہ مراد ہے۔ **بضعة عشر** بارہ یا چودہ یا پندرہ تھے۔

ومانقموا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ ٹکڑے تک کو محتاج تھے لیکن مال غنیمت سے ان کی کایا پلٹ گئی تو بجائے اطاعت کے اسلام کی بیخ کنی میں لگ گئے۔

الا ان اغناهم یہ استثناء مفرغ ہے۔ **لنصدقن** یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط محذوف ہے اس میں لام جواب قسم کے لئے ہے۔ ثعلبہ ایک شخص کے لئے ضمیر جمع استعمال کرنا اس لئے ہے کہ اس طرح کے سب لوگ اس میں داخل ہو جائیں۔ جب زکوٰۃ دینے کا وقت آیا تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ اور جزیہ میں کیا فرق ہے؟

فتصدق بشیء کثیر عبدالرحمٰن بن عوفؓ مراد ہیں جو آٹھ ہزار روپیہ میں سے چار ہزار کی رقم صدقہ کے لئے لائے۔

فتصدق له الخ ابو عقیل انصاریؓ مراد ہیں جو ایک غریب مزدور تھے دو صاع کھجوروں میں سے ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ **استغفر** یہ کلام امر کی صورت میں واقع ہو گیا۔ لیکن مراد یہ ہے کہ **استغفارک لهم وعدمه سواء**. دونوں صورتوں کو یکسانیت میں مبالغہ کے لئے امر کا صیغہ لایا گیا ہے۔ **سبعین مرة** اس سے تحدید مقصود نہیں ہوتی بلکہ محاورہ میں تکثیر کے لئے ہوتا ہے۔

ربط آیات: .... پچھلی آیات کی طرح ان آیات **یاایها النبی الخ** میں بھی کفار و منافقین سے سنانی اور لسانی جہاد کا

حکم دیا جارہا ہے اور اخروی سزا کی اطلاع مزید برآں ہے اس کے بعد آیت یحلفون الخ میں احسان کے بدلہ میں منافقین کی ناشکری کا ذکر ہے۔ پھر اسی کی تائید میں آیت ومنھم من عاھد اللہ الخ سے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور پھر اس کے دو مخلص مسلمان جماعتوں کے ایثار مالی کے واقعات کو اپنی منافقانہ آنکھ سے دیکھ کران پر طعن کرنے کا ذکر اور اس کا جواب ہے اور آگے آیت استغفر لہم سے ان کے قصوروں کے ناقابل معافی ہونے کا اعلان کیا جارہا ہے۔

شانِ نزول:............ تبوک کی واپسی پر آپ ایک گھاٹی سے گزر رہے تھے کہ بارہ (۱۲) یا چودہ (۱۴) منافقین نے مل کر آپ کو کسی کھڈ میں دھکیل کر قتل کردینے کی سازش کی اور اسکیم کو بروئے کار لانے کے لئے ڈھاٹیں باندھ کر اور تیار ہوکر آگے بڑھے۔ آنحضرت ﷺ اونٹنی پر سوار سوئے ہوئے تھے اور عمار بن یاسرؓ اور حذیفہؓ مہار اور رکاب تھامے ہوئے چلے جارہے تھے کہ انہوں نے خطرے کے کلمات سن کر آپ کو بیدار کیا اور پھر آپؐ کے ایماء سے حملہ آوروں کو ایسی ڈانٹ بتائی اور آنحضرت ﷺ نے بھی ایسا للکارا کہ انہیں بھاگتے ہی بن پڑی۔ آنحضرت ﷺ نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ تم نے انہیں پہچانا بھی ہے؟

عرض کیا نہیں فرمایا فلاں فلاں تھے؟ نام بنام سب کو بتلا دیا منزل پر پہنچ کر آپ نے بلا کران سے مواخذہ فرمایا لیکن سب صاف مکر گئے اور جھوٹی قسمیں کھا بیٹھے کہ نہ ایسا مشورہ ہوا اور نہ ایسا ارادہ ہوا۔ حالانکہ بعض کی مالی اعانت بھی آپؐ نے فرمائی تھی۔ چنانچہ جلاس بن سوید کا ایک بڑا قرضہ آپؐ نے چکایا تھا اور یوں بھی مدینہ طیبہ میں آپؐ کی تشریف آوری سے قبل اکثر لوگ افلاس کے مارے ہوئے تھے لیکن غنائم کی کثرت سے انہوں نے کینچلی ہی بدل لی تھی۔ غرضکہ اس سلسلہ میں آیت یحلفون الخ نازل ہوئی جس کے بعد جلاسؓ نے صدق دل سے ایمان قبول کیا تھا۔

آیت ومنھم من عٰھد اللہ الخ کے شان نزول کی طرف جلال محقق خود اشارہ کررہے ہیں۔

آیت الذین یلمزون الخ عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور ابوعقیل انصاریؓ کے متعلق منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اول نے چار ہزار درہم خیرات کیا، تب بھی منافقین نے اعتراض کیا اور دوسرے نے ایک صاع کھجوریں پیش کیں تب بھی ان بے ایمانوں نے معاف نہ کیا۔

﴿تشریح﴾:............ **ایمان سے نورانیت اور کفر سے ظلمت بڑھتی ہے:**............ ومانقموا الخ محاورہ کے لحاظ سے ایسا ہی ہے جیسے ہماری بول چال میں کہہ دیا جاتا ہے کہ "بس مجھ سے یہ خطا ہوگئی کہ وقت پر تمہارے کام آگیا" یہ تاکید الشئ بخلافہ کہلاتی ہے اور اعقبھم کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح طاعت سے ایمان کی نورانیت بڑھتی ہے اسی طرح گناہوں سے کفر کی ظلمت بڑھ جاتی ہے پس وعدہ خلافی اور جھوٹ سے ان کے کفر میں جس کی طرف ھم معرضون سے اشارہ ہورہا ہے اضافہ ہوگیا۔ جس کا مبتداء مرتے دم تک کردیا گیا ہے۔ جس کے لئے جہنم لازم ہے پس اصل سزا گویا دائمی جہنم ہوئی۔

ثعلبہ کا واویلا کرنا توبہ نہیں تھا:............ پھر بعد میں ثعلبہ کا زکوٰۃ لے کر حاضر ہونا اور قبول نہ کرنے پر واویلا کرمچانا بربنائے اخلاص نہ تھا بلکہ بدنامی اور عار سے بچنے کے لئے تھا کیونکہ لفظ اعقبھم سے جب اس کے کفر کا دائمی ہونا معلوم ہورہا ہے پھر احتمال اخلاص کہاں رہا اور بہت ممکن ہے کہ قبول کرنے کو منع کرنے سے آنحضرت کی یہی مراد ہو کہ چونکہ صدقہ قبول کرنے کیلئے ایمان شرط ہے اور نص سے اس شرط کی نفی ہورہی ہے پھر مشروط کیسے صحیح ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ الم یعلموا میں اسی طرف اشارہ ہو کہ کیا اس زکوٰۃ لانے والے کو اس کا پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ دل کا حال جانتے ہیں جب دل میں ایمان نہیں تو صدقہ کیسے قبول کیا جائے۔ باقی اگر اخلاص ہوتو وہ خود بھی مساکین کو صدقہ دے سکتا تھا لیکن اس کا از خود ادا کرنا کہیں منقول نہیں۔ یہ بھی خلوص نہ ہونے کی دلیل ہے اور جب آنحضرت ﷺ

نے اس کی زکوٰۃ کو ٹھکرا دیا تو ظاہر ہے کہ خلفاءؓ کیسے قبول کر سکتے تھے۔

اور لفظ اعـقبهم میں ضمیر کی جمع کا تقاضا بظاہر اگر چہ یہ ہے کہ اور منافقین کی زکوٰۃ بھی ٹھکرا دی جاتی لیکن ممکن ہے کہ اوروں کی تعیین نہ ہو یا بانی کار ہونے کی وجہ سے ثعلبہ کی تخصیص پیش نظر ہو جیسا کہ بعض احکام نصوص بھی ہو جایا کرتے تھے اس لئے دوسروں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ کے بعد چونکہ کسی کا چھپا ہوا کفر یقینی نہیں اس لئے اب اسلام ظاہر کرنے والے کے ساتھ مسلمان ہی کا سا برتاؤ کیا جائے گا۔

تمسخر سے چونکہ زیادہ دل دُکھتا ہے اس لئے اس کے واقع ہونے اور سزا میں دونوں جگہ خصوصیت ہے اس کو ذکر کیا گیا ہے نیز یہاں نفلی صدقہ کی تخصیص واقعہ کے لحاظ سے ہے ورنہ فرضی صدقہ (زکوٰۃ) میں بھی تمسخر کی سزا ہوگی بلکہ بدرجۂ اولیٰ کیونکہ فرض نفل سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

لطائف آیات:.......... آیت ومنهم من عاهد الله الخ سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی حالت بھی اسی طرح ہوتی ہے جن میں ذوق محبت تو ہوتا نہیں لیکن خود کو اونچے مقامات پر سمجھ جاتے ہیں اور جب امتحان کا وقت آتا ہے تو آزمائش میں پورے نہیں اترتے۔

آیت الذین یلمزون الخ سے معلوم ہوا کہ منکرین اولیاء کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے ہر کام اور ہر حال پر نکتہ چینی اور عیب گیری کرتے ہیں۔ خواہ بڑے درجہ کا ہو یا چھوٹے درجہ کا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ عَنْ تَبُوْكَ **بِمَقْعَدِهِمْ** بِقُعُوْدِهِمْ **خِلٰفَ** اَیْ بَعْدَ **رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا** اَیْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ **لَا تَنْفِرُوْا** لَا تَخْرُجُوْا اِلَی الْجِهَادِ **فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ** مِنْ تَبُوْكَ فَالْاَوْلٰی اَنْ تَتَّقُوْهَا بِتَرْكِ التَّخَلُّفِ **لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾** يَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ مَا تَخَلَّفُوْا **فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا** فِی الدُّنْیَا **وَّلْيَبْكُوْا** فِی الْاٰخِرَةِ **كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾** خَبَرٌ عَنْ حَالِهِمْ بِصِيْغَةِ الْاَمْرِ **فَاِنْ رَّجَعَكَ** رَدَّكَ **اللّٰهُ** مِنْ تَبُوْكَ **اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ** مِمَّنْ تَخَلَّفَ بِالْمَدِيْنَةِ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ **فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ** مَعَكَ اِلٰی غَزْوَةٍ اُخْرٰی **فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ** اَلْمُتَخَلِّفِيْنَ عَنِ الْغَزْوِ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ وَلَمَّا صَلَّی النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَی ابْنِ اُبَيٍّ نَزَلَ **وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ** لِدَفْنٍ اَوْ زِيَارَةٍ **اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾** كَافِرُوْنَ **وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ** تَخْرُجَ **اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ** اَیْ طَائِفَةٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ **اَنْ** اَیْ بِاَنْ **اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ** ذَوُوا الْغِنٰی **مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ** جَمْعُ خَالِفَةٍ اَیِ النِّسَاءِ اللَّاتِیْ تَخَلَّفْنَ فِی الْبُيُوْتِ **وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾** اَلْخَيْرَ **لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ**

اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِى الْاَصْلِ فِى الذَّالِ اَىِ الْمُعْتَذِرُوْنَ بِمَعْنَى الْمَعْذُوْرِيْنَ وَقُرِئَ بِهٖ مِنَ الْاَعْرَابِ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ فِى الْقُعُوْدِ لِعُذْرِهِمْ فَاَذِنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗؕ فِىْ اِدِّعَاءِ الْاِيْمَانِ مِنْ مُنَافِقِى الْاَعْرَابِ عَنِ الْمَجِىْءِ لِلْاِعْتِذَارِ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ كَالشُّيُوْخِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى كَالْعَمْىِ وَالزَّمْنٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ فِى الْجِهَادِ حَرَجٌ اِثْمٌ فِى التَّخَلُّفِ عَنْهُ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖؕ فِىْ حَالِ قُعُوْدِهِمْ بِعَدَمِ الْاِرْجَافِ وَالتَّثْبِيْطِ وَالطَّاعَةِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ بِذٰلِكَ مِنْ سَبِيْلٍؕ طَرِيْقٍ بِالْمُؤَاخَذَةِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ لَهُمْ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ بِهِمْ فِى التَّوْسُعَةِ فِىْ ذٰلِكَ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ مَعَكَ اِلَى الْغَزْوِ وَهُمْ سَبْعَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَقِيْلَ بَنُوْ مُقَرِّنٍ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ حَالٌ تَوَلَّوْا جَوَابُ اِذَا اَىِ انْصَرَفُوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ تَسِيْلُ مِنَ لِلْبَيَانِ الدَّمْعِ حَزَنًا لِاَجْلِ اَنْ لَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فِى الْجِهَادِ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ فِى التَّخَلُّفِ وَهُمْ اَغْنِيَآءُۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهٗ

ع ۹ / ۱۷

ترجمہ:......... جو منافق (تبوک میں جانے سے) پیچھے چھوڑ دیئے گئے وہ اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کی خواہش کے خلاف (آپ کے تشریف لے جانے کے بعد) اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور انہیں یہ بات ناگوار ہوئی کہ اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا تھا (یعنی آپس میں ایک دوسرے سے) کہ تم ایسی گرمی میں مت نکلو، تم کہو! کہ دوزخ کی آگ کی گرمی تو کہیں زیادہ گرم ہوگی (تبوک کی گرمی سے اس لئے پہلے تو اس سے بچنا چاہئے جہاد میں شریک ہوکر) کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے (اسے جانتے تو پیچھے نہ رہ جاتے) اچھا یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں۔ پھر انہیں (آخرت میں) اپنی ان بدعملیوں کی پاداش میں بہت کچھ رونا ہے جو یہ کماتے رہے ہیں (امر کے صیغہ سے یہ ان کے حال کی اطلاع ہے) پس اگر اللہ نے آپ کو ان کے کسی گروہ کی طرف (تبوک سے) واپس کردیا (مدینہ میں رہ جانے والے منافقین کی طرف) اور پھر یہ لوگ (کسی دوسرے غزوہ میں آپؐ کے ساتھ) چلنے کی اجازت مانگیں تو (ان سے) کہہ دینا تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور نہ کبھی میرے ہمراہ ہوکر دشمن سے لڑو۔ تم نے پہلے ہی بیٹھے رہنا پسند کیا تو اب بھی ان لوگوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جانے کے لائق ہیں بیٹھے رہو (جو لوگ شریک جہاد نہیں ہوئے عورتیں بچے وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ نے جب عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی تو یہ آیت نازل ہوئی) اور ان میں سے کوئی مرجائے تو آپؐ کبھی اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوجیئے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمانی (کفر) کی حالت میں مرے ہیں اور ان کے مال و اولاد تمہارے لئے باعث تعجب نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ انہیں ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں مبتلائے عذاب رکھا جائے اور ان کا دم کفر ہی کی حالت

میں نکل جائے اور جب بھی کوئی سورت (قرآن کا کچھ حصہ) اس بارے میں اترتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے (مالدار) آپؐ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اجازت دے دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔ یہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر خوش ہیں (خوالف خالفۃ کی جمع ہے یعنی گھروں میں بیٹھ رہنے والی مستورات) اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی پس یہ سمجھتے ہی نہیں (بھلائی کو) ہاں مگر اللہ کے رسولؐ نے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے (دنیا و آخرت میں) خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر دیئے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ہے بہت بڑی فیروزمندی اور کچھ بہانہ باز لوگ آئے ہیں (دراصل اس لفظ میں تا کا ادغام ذال ہو رہا ہے یعنی معتذرون جس کے معنی معذورین کے ہیں۔ بلکہ ایک قرأت میں یہی لفظ آیا ہے) دیہاتیوں میں سے (آنحضرت ﷺ کی خدمت میں) تاکہ انہیں اجازت مل جائے (کسی بہانہ سے بیٹھ رہنے کی۔ چنانچہ انہیں اجازت مل گئی) اور جنہوں نے اللہ و رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی گھروں میں بیٹھ رہے (دیہاتی منافقین میں سے جو لوگ دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں وہ جھوٹ سے بھی عذر کرنے نہیں آئے) سو ان میں سے جو کافر بنے رہیں گے انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ ناتوانوں پر (جیسے بڈھے لوگ) بیماروں پر (جیسے اندھے اور اپاہج لوگ) اور ایسے لوگوں پر جنہیں (جہاد میں) خرچ کرنے کے لئے کچھ میسر نہیں، کچھ گناہ نہیں ہے (جہاد میں نہ جانے کا کچھ گناہ نہیں) بشرطیکہ اللہ و رسول کی خیر خواہی میں کوشاں رہیں (گھر رہنے کی صورت میں فتنہ پردازی اور شرکت جہاد سے لوگوں کو باز رکھنے میں نہ لگے رہیں۔ بلکہ اطاعت کرتے رہیں) ان نیکوں کاروں پر کسی قسم کا الزام نہیں (اس بارے میں ان کو سہولت و آسانی بہم پہنچا دی) اور ان لوگوں پر بھی کچھ گناہ نہیں ہے کہ جو آپؐ کے پاس اس لئے آئے کہ آپؐ انہیں کوئی سواری دے دیں۔ (تاکہ وہ آپؐ کے ہمراہ غزوہ میں شریک ہو جائیں یہ سات انصاری تھے اور بعض کہتے ہیں بنو مقرن تھے) اور آپؐ نے فرمادیا کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جو تمہیں سواری کے لئے دے دوں تو وہ اس حال میں واپس ہوئے (اذا کا جواب ہے یعنی لوٹ گئے) کہ ان کی آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں (آنسو بہہ رہے تھے من بیانیہ ہے) اس غم میں (اس لئے) کہ افسوس ہمیں کچھ میسر نہیں کہ اس راہ (جہاد) میں خرچ کرسکیں پس الزام تو دراصل ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود (نہ جانے کی) اجازت مانگتے ہیں وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے جس سے وہ کچھ جانتے بوجھتے ہی نہیں (پہلے بھی اسی طرح کی آیت گزر چکی ہے)

تحقیق و ترکیب:............**المخلفون** یہ بارہ شخص تھے۔ خلاف اس کے معنی جلال مفسرؒ نے بعد کے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے اقام **زید خلاف الحی** یعنی ان کے جانے کے بعد کھڑا ہوا۔ چنانچہ ابوحیوۃ کی قرأت خلف رسول اللہ بھی اس کی تائید کرتی ہے پس یہ منصوب علی الظرفیۃ ہوگا۔ اخفش اور ابوعبیدہ بھی کہتے ہیں کہ خلاف بمعنی خلف آتا ہے اور زجاج اور طبری کی رائے میں اس کے معنی مخالفت کے ہیں پس یہ منصوب بنا بر علت کے ہوگا۔

لو کانو یفقھون مفسر علامؒ نے ماتخلفوا کہہ کر اس کی جزاء کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بصیغۃ الامر اس کے وقوع کے قطعی ہونے کے لئے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے **من المنافقین** یہ قید اس لئے لگائی کہ اس سے مدینہ میں رہنے والے غیر منافقین نکل جائیں۔ **ولما صلی** عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہؓ کی درخواست پر جو ایک مخلص مسلمان تھے آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنا پیراہن مبارک اس کے کفن کے لئے بھی مرحمت فرمایا۔

ولا تعجل اس سے پہلے کی آیت میں یہ لفظ فا کے ساتھ آیا ہے ماقبل سے تعلق کی وجہ سے برخلاف یہاں کے، اس لئے یہاں واؤ کے ساتھ لایا گیا ہے نیز پہلے لفظ لا لایا گیا ہے اولاد کی مستقل نفی کرنے کیلئے اور یہاں نہیں لایا گیا ہے مال و اولاد کو یکساں قرار دینے

کے لئے نیز وہاں لیعذبھم اور یہاں ان یعذبھم کہا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ لام بمعنی ان ہے لام تعلیلیہ نہیں ہے۔ نیز وہاں لفظ حیوۃ لایا گیا ہے اور یہاں نہیں لایا گیا تاکہ دنیا کی دناءت اور نا قابل ذکر ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے اور یہاں کافرون کہا گیا اور وہاں کارھون بولا گیا ہے تاکہ اشارہ ہو جائے کہ کفر کی وجہ سے انہیں دنیا ہی میں اپنا انجام چونکہ معلوم ہے اس لئے موت سے کراہیت کرتے ہیں برخلاف مومن کے کہ وہ دنیا سے غافل اور آخرت کی طرف راغب ہوتا ہے۔

سورۃ مفسرؒ نے اشارہ کر دیا کہ پوری سورت مراد نہیں ہے بلکہ عام معنی ہیں کم ہو یا زیادہ۔

ان ای بان تقدیر با سے اشارہ کر دیا۔ ان مصدریہ ہونے کی طرف اور ان مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔

الخیرات بعض نے اس کے معنی حور کے لئے ہیں۔

من الاعراب شہری منافقین کے بعد دیہاتی منافقین کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ قبیلہ اسد وغطفان کے آدمی تھے اور بعض نے عامر بن طفیل کے لوگوں کو کہا ہے۔ ولا علی الذین قبیلہ جھینہ اور حزینہ اور بنی عذرہ کے لوگ مراد ہیں۔ بعدم الارجاف بولتے ہیں ارجف القوم فتنہ اور شرارت کے کام میں تو م گھسی اور تثبیط کے معنی میں جہادی مہم سے روکنے کے۔ والطاعۃ اس کا عطف عدم الارجاف پر ہو رہا ہے۔

ما علی المحسنین من سبیل صاحب ہدایہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ناصح پر کوئی تاوان اور غرم نہیں ہے چنانچہ صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر محرم کے ہاتھ سے کوئی شکار کا جانور لے کر چھوڑ دے تو اس پر ضمان نہیں آئے گا کیونکہ اس نے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح لہو ولعب کھیل کود کے آلات اگر کسی کے کوئی ضائع کر دے تو صاحبینؒ کے نزدیک ضمان نہیں آئے گا۔ البتہ امامؒ صاحب مالک ہونے کی وجہ سے ضمان مانتے ہیں۔

وھو سبعۃ بکائین معقل بن یسار، صخر بن خنسا، عبداللہ بن کعب، علیۃ بن زید، سالم بن عمری، ثعلبہ بن غنم، عبداللہ بن معقل مدنی مراد ہیں اور بعض نے بنو مقرن کو کہا ہے یہ تین بھائی تھے۔ معقل، سوید، نعمان اور بعض نے ابوموسیٰ اور ان کے رفقاء کا نام لیا ہے حال یعنی جملہ قلت لا اجد ما احملکم یہ حال ہے اتوک کے کاف سے اور بعض نے اس کو جواب مانا ہے اور تولو کو جملہ مستانفہ مانا ہے۔ پہلی صورت میں مفسر کی رائے کے مطابق علیہ پر وقف نہیں ہوگا البتہ دوسرے احتمال پر وقف درست ہوگا۔

ربط آیات:............ پہلے سے منافقین کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ ان دونوں رکوع میں بھی زیادہ تر ان ہی کا ذکر ہے۔ آیت ولا تصل الخ میں مرنے کے بعد ان کے ساتھ معاملہ کرنے کا بیان ہے۔

آیت ولا تعجبك الخ میں یہ بتلانا ہے کہ ان کے پاس مال واولاد کا ہونا دلیل مقبولیت نہیں بلکہ یہ بھی ان کی مغضوبیت کا ایک اثر ہے۔ اس کے بعد آیت واذا استاذنك میں ان کی دائمی عادت کا بیان ہے کہ ہمیشہ ایسے موقعوں میں یہ پھسڈی رہتے ہیں لیکن ان کے برعکس مسلمان ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

شہری منافقین کے بعد آیت وجاء المعذرون الخ سے دیہاتی منافقین کی بہانہ بازیوں کا ذکر ہے۔

آگے آیت لیس علی الضعفاء سے واقعی معذرت کرنے والوں کا بیان ہے۔ اسی کی تائید کے لئے مؤاخذہ کا انحصار جھوٹے بہانہ بازوں کے ساتھ کر کے بتلانا ہے کہ سچے معذور مواخذہ سے بری رہیں گے۔

شانِ نزول:............ ان تمام آیات کے شانِ نزول کی طرف جلال محققؒ اپنے اپنے موقعہ پر اشارات کر رہے ہیں۔

﴿ تشریح ﴾:............ آیت وقالوا لا تنفروا الخ میں یا تو مسلمانوں کو بھی بہکانا مراد ہوگا اگرچہ ان پر اثر نہ ہوتا ہو اور یا اس قسم کی باتیں اپنے ہم مشربوں ہی سے کہتے ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہیں بہکانے کی ضرورت نہ ہو۔ وہ پہلے ہی سے ان کے ہم

خیال ہوں۔ لیکن اپنی رائے کے توافق سے خوشی ہوتی ہوگی اور یہی آیت میں مقصود ہے اور فلیضحکم الخ اگر چہ امر کا صیغہ ہے لیکن اس سے خبر مراد ہے اور مجموعہ کا مرتب کرنا مقصود ہے اس لئے یہ شبہ نہیں رہے گا کہ رونے کو تو اعمال کی جزاء کہنا صحیح ہے مگر ہنسنے کے جزائے اعمال ہونے کے کیا معنی؟

ابن اُبی کی نماز جناہ پر تو اعتراض کیا گیا مگر کفن میں قمیص یا جبہ دینے پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا:.........

آیت ولا تصل الخ کے متعلق بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود عبداللہ بن اُبی نے بیماری کی حالت میں آنحضرت کو بلا کر استغفار کی درخواست کی تھی اور قمیص مبارک کے کفن میں شامل کرنے اور نماز جنازہ پڑھانے کی استدعا کی تھی چنانچہ اس کے انتقال کے بعد آپؑ نے قمیص مبارک بھجوادی تھی اور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بھی تشریف لے جارہے تھے کہ نماز پڑھانے سے پہلے آیت نازل ہوئی یا بعد میں نازل ہوئی۔ لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی کے بیٹے عبداللہؓ کی درخواست پر آپ نے یہ سب کچھ کیا۔ جو ایک مخلص مسلمان تھے۔

اور آیت میں نماز پڑھانے یا قبر پر کھڑے ہونے کے بارے میں تو نکیر کی گئی لیکن جبہ مبارک کے شامل کفن ہونے پر کچھ اعتراض نہیں کیا گیا۔ غالباً یہ ابن ابی کے اس حسن سلوک کی مکافات کرنی ہوگی جو اس نے بدر کے موقعہ پر حضرت عباسؓ کو لباس دے کر کیا تھا۔

یا آنحضرت ﷺ کی شان کریمی اور بخشش وعطا کے خلاف ہونے کی وجہ سے کفن دینے کے متعلق تعرض نہیں کیا گیا اور بقول قاضی بیضاویؒ صلوٰۃ سے مراد یہاں دعاء واستغفار ہے کہ کافر ومنافق کے حق میں اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے نماز جنازہ پڑھانے پر فاروق اعظمؓ کا اعتراض:

.........بہر حال واقعہ کا باقی حصہ یہ ہے کہ آپؑ جب نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے آپ کا پلہ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے جب آپؑ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا ہے پھر آپؑ اُن کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت استغفر لھم الخ میں مجھے اختیار دیا ہے منع نہیں فرمایا اور ستر مرتبہ استغفار کے بارے میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس سے زیادہ استغفار کروں گا۔ غرض اس کے بعد آپؑ نے نماز پڑھائی۔ اس پر آیت ممانعت لاتصل الخ نازل ہوئی۔ اس لئے پھر کبھی آپؑ نے منافقین کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

پس اس میں یہ شبہ ہے کہ آیت استغفر لھم الخ دو حال سے خالی نہیں۔ اس سے استغفار کی ممانعت معلوم ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر پہلی صورت ہے تو پھر آپؑ نے نماز کیوں پڑھائی؟ جس سے استغفار ہی مقصود ہوتا ہے حالانکہ اس کی ممانعت تھی۔ پھر اس ممانعت کو آپؑ نے اختیار کیسے سمجھا؟ اور دوسری صورت اگر تھی تو پھر حضرت عمرؓ نے اہل زبان ہونے کے باوجود ممانعت کیوں سمجھی اور آپؑ پر اعتراض کیسے کر دیا؟

شبہ کا حل:......... جواب یہ ہے کہ اصل میں تو یہ صیغہ برابری کے معنی ادا کرنے کے لئے آتا ہے۔ کسی چیز کی ممانعت کرنے یا اختیاری غیر اختیاری طور پر حکم دینے کے لئے نہیں آتا۔ اگر اس قسم کی بات ثابت کرنے کے لئے ہو تو کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہوا کرتی ہے جیسے آیت سواء علیھم ء انذر تھم الخ سے ڈرانے اور نہ ڈرانے دونوں کی برابری معلوم ہوئی لیکن دوسری آیت بلغ ما انزل الخ سے ڈرانے کا حکم معلوم ہو رہا ہے جو ایک دوسری دلیل خارجی ہے۔

چنانچہ اس واقعہ میں خارجی دلیل کے بارے میں دو رائے ہوگئیں۔ حضرت عمرؓ نے لن یغفر اللہ الخ پر نظر کرتے ہوئے یہ سمجھا کہ آپ کا نماز جنازہ وغیرہ پڑھانا فضول ہے جو آنحضرت ﷺ جیسے حکیم الشان حکیمانہ سے بعید ہے۔ اس لئے نھاک ربک

کہہ کہ توجہ دلائی لیکن آنحضرت ﷺ کی دُوررس نظر میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں مثلاً آپ نے ارشادفرمایا: **مایغنی عنه قمیصی و الله انی لارجوا ان یسلم به اکثر من الف بنی الخزرج** یعنی میرا کرتا اگرچہ اس کے لئے کارآمدومفید نہیں۔ لیکن میرے پیش نظر یہ امید کی جھلک ہے کہ دشمنوں کے ساتھ میرے اس طرز عمل کو دیکھ کر شاید بنی خزرج کے ہزار سے زیادہ لوگ اسلام کے دامن شفقت میں پناہ لیں۔ بہرحال اس طرح کی مصلحتوں کے پیش نظر آپ نے اپنے طرز عمل کو فضول نہ سمجھا اور حکم الٰہی کو اختیار پر محمول کرلیا۔ غرضیکہ اب نہ آنحضرت ﷺ کے فعل وعمل پر اشکال رہا ہے اور نہ حضرت عمرؓ کے طرز عمل کو گستاخی اور بے ادبی کہا جاسکتا ہے۔

ستر (۷۰) مرتبہ استغفار کرنے سے کیا مراد ہے؟:......... رہا آپ کا یہ فرمانا کہ میں ستر (۷۰) مرتبہ سے زیادہ استغفار کرلوں گا تو کلام عرب میں اس سے معین عدد تو مراد ہوتا نہیں۔ بلکہ کسی چیز کی کمی یا زیادتی بیان کرنی ہوتی ہے۔ پس آپ ﷺ کا منشاء استغفار کو مشروط طور پر بیان کرنا ہے۔ جس کو آپ نے جملہ کی صورت میں بیان فرمایا۔ گویا آپ یوں فرمانا چاہتے تھے **فلو اعلم انی ان زدت علی السبعین غفرله بزدت علیها** کہ اگر مجھے معلوم ہوجاتا کہ ستر دفعہ سے زیادہ استغفار کرنا اس کے لئے مفید ہوگا تو میں یہ بھی کرکے دیکھ لیتا اور اپنے اختیار کی حد تک کوئی کمی نہ چھوڑتا۔ مگر چونکہ زیادہ سے زیادہ استغفار کو بھی اس کے لئے بے فائدہ قرار دیا گیا ہے اس لئے زیادہ نہیں کروں گا۔ تاہم بعض اہم مصالح کی بناء پر صرف استغفار پر اکتفاء کروں گا جو نماز جنازہ پڑھنے سے حاصل ہوگیا۔ دوسری بات ہے کہ ان مصالح کے علاوہ بعض مفاسد اور خرابیوں پر نظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعد میں ممانعت کردی گئی۔ مثلاً آپ کے اس طرز عمل سے جہاں ایک طرف آپ کے مخلص خدام اور جانثار صحابہؓ کا دل ٹوٹتا کہ یہاں تو اچھے برے سب ایک ہی لائن میں لگتے ہیں وہاں مخالفین کو بھی عبرت آموز تنبیہ نہ ہوتی۔ بلکہ ایک طرح ان کی ہمت افزائی ہوتی جس سے ان میں دلیری اور آزادروی کا خطرہ تھا۔ جس کا سدِّ باب کرنا ضروری ہوا۔

نماز جنازہ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے:......... ان آیات سے جہاں کفار کے جنازہ کی نماز کا اور ان کے لئے استغفار کرنا جائز ہونا معلوم ہوا وہیں مسلمانوں کیلئے نماز جنازہ کا جواز بھی معلوم ہوا کیونکہ ناجائز ہونے کی وجہ کفر پر مرنا ہی تھی۔ البتہ نماز جنازہ کی فرضیت بطور کنایہ یہ سنت مشہورہ سے ثابت ہے کیونکہ قرآن کریم میں نماز جنازہ کے سلسلہ میں اس کے علاوہ دوسری کوئی آیت نہیں ہے۔

رہی آیت **وصل علیهم ان صلوتك سكن لهم** سو اس سے نماز جنازہ مراد نہیں بلکہ زندگی میں دعائے خیروبرکت کرنا مراد ہے۔ کیونکہ اس سے صحابہؓ کی ایک خاص جماعت مراد ہے جس کی طرف آپ نے توجہ نہیں فرمائی تھی۔ اور ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی تھی ان کی تالیف قلب کے لئے ان کے حق میں آپ کو دعاء استغفار کا حکم ہوا ہے وہاں نماز جنازہ مراد نہیں ہے۔

رہا یہ شبہ کہ آیت **لاتصل الخ** میں بھی قاضی بیضاویؒ کی رائے کے مطابق دعاء واستغفار ہی کے معنی ہیں اس لئے یہاں سے ہی کفار کے حق میں دعاء واستغفار کا ناجائز ہونا معلوم ہوا نہ کہ نماز جنازہ کی ممانعت؟ جواب یہ ہے کہ ان کے لئے دعاء واستغفار تک کی ممانعت ہے تو نماز جنازہ کی ممانعت بدرجۂ اولیٰ ہوگی کہ اس میں بھی دعاء واستغفار ہی ہوتا ہے اس لئے یہ بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ اس صورت میں حقیقت عرفیہ اور مجاز کا جمع کرنا لازم آرہا ہے۔ بلکہ کہا جائے گا کہ استغفار کی ممانعت ہے۔ نماز جنازہ ہی چونکہ اس کے افراد میں سے ہے اس لئے اس کی بھی ممانعت سمجھ میں آگئی۔

بہرحال کافر کے جنازہ کی نماز کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے خواہ اس کا ولی مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کا مسلمان یا کافر ہونا مشتبہ ہوجائے تب بھی اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ کافر کی نماز جنازہ تو کسی حال میں جائز نہیں ہے اور مسلمان کی نماز جنازہ فی الجملہ چھوڑی جاسکتی ہے۔ البتہ اگر کافر کا ولی کوئی مسلمان ہو تو غسل مسنون اور باقاعدہ کفن دفن تو

نہیں کیا جاتا لیکن نہلا دھلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں دبا سکتا ہے تاکہ انسانیت کے ناطہ سے اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ باقی آیت **وهم فاسقون** کے معنی کافر کے ہیں۔ متعارف فاسق مراد ہے کیونکہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا اجماع ہے کہ فاسق کی نماز جنازہ ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہی ہے روافض البتہ اس کے خلاف ہیں اور کافر بہر حال فاسق ہوتا ہے قرآن کریم میں بھی یہ استعمال رائج ہے جیسے **افمن کان مؤمنا کان فاسقاً**

کافر کی ارتھی کو کندھا دینا یا سمادھی پر جانا:............اسی طرح کافر کی قبر پر اس کے اکرام واعزاز کی نیت سے کھڑا ہونا جائز نہیں۔ خواہ دفن کے لئے ہو یا زیارت کے لئے البتہ اگر عبرت حاصل کرنے کے لئے کھڑا ہو یا کسی مسلمان رشتہ دار پر کافر میت کا انتظام آپڑے تو مذکورہ بالا طریقہ پر کفن دفن میں شریک ہو سکتا ہے باقاعدہ مسنون طریقہ پر کفن دفن نہیں ہونا چاہئے لیکن اگر عبرت کے لئے قبر پر کھڑے ہونے میں کسی دینی فتنہ کا اندیشہ ہو تو یہ کھڑا ہونا بھی ناجائز ہو جائے گا۔

آیت **ولا تعجبك** الخ چار رکوع پہلے بھی آچکی ہے لیکن وہاں زندگی میں نفقات قبول نہ کرنے کے ساتھ اس مضمون کا تعلق تھا اور یہاں مرنے کے بعد نجات نہ ہونے کے ساتھ اس کا تعلق ہے اس لئے تکرار نہیں رہا یا مضمون کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے تاکید ضروری سمجھی گئی ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا نیا فائدہ ہے۔ **اولو الطول** الخ کی قید ولایت کی ہے کہ جب صاحب مقدرت لوگ جھوٹے حیلے بہانے کر رہے ہیں تو جو مقدور والے نہیں وہ بدرجۂ اولیٰ عذر پیش کرتے ہوں گے مسلمانوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا ذکر ان کی تعریف وتوصیف کے لئے کیا گیا ہے ورنہ کوئی خاص ضرورت نہیں تھی اگرچہ تمام منافقین دعویٰ ایمان میں جھوٹے تھے لیکن جو لوگ عذر ومعذرت کے لئے آگئے انہوں نے کچھ تو ظاہر داری کی رعایت رکھی مگر جو لوگ نڈر اور بے باک تھے اس کی بھی تکلیف گوارا نہیں کر سکے وہ تو جیسے فی الحقیقت جھوٹے تھے ظاہر میں بھی ان کا پول کھل گیا بالکل جھوٹ بولنے کا یہی مطلب ہے۔

لفظ **رضوا** پہلے تو مطلقاً غزوات کے لئے آیا ہے اور یہاں صرف غزوۂ تبوک کے لئے ہے اس لئے تکرار نہیں رہا تاکید کے لئے اگر تکرار بھی ہو تو تاسیس ہی کہلائے گا۔

لطائف آیات:............آیت **لاتنفروا** الخ سے ان لوگوں کا حال بھی معلوم ہوتا ہے جو سلوک شدائد کا ہوا اور لذائذ چھوٹنے کا غم بیان کر کے لوگوں کو سلوک سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں آیت **فليضحكوا** الخ میں اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن مقصود خبر ہے کہ قیامت میں ان کو ہنسنا کم اور رونا زیادہ نصیب ہوگا۔ جیسا کہ **جزاء بما كانو**ا **يكسبون** سے معلوم ہو رہا ہے۔ پس بعض لوگوں کا اس کو امر کا صیغہ اور حکم سمجھتے ہوئے رونے کو مطلوب و مامور سمجھنا اور پھر رونا نہ آنے کی شکایت کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حکم کا تعلق اختیاری فعل سے ہوا کرتا ہے اور رونا اختیاری ہے۔ البتہ اللہ کی محبت یا خوف سے رونا محمود و مستحسن ضرور ہے۔ آیت **ولا تقم علیٰ قبره** الخ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی طرح قبر پر کھڑا ہونا بھی میت کے لئے مفید ہوتا ہے تب ہی تو نااہل کی قبر پر کھڑے ہونے کو روکا جا رہا ہے۔ اسی لئے قبر پر حاضر ہو کر دعاء کرنا بہ نسبت غائبانہ دعاء کے زیادہ نافع اور مفید ہے۔ آنحضرت ﷺ کا کسی کی نماز جنازہ پڑھانا یا کسی کے کفن میں آپؐ کے ملبوس کا شامل ہو جانا یا کسی کی قبر پر آپ کا کھڑا ہونا کس درجہ شرف کا باعث ہے اور کسی کو یہ تینوں دولتیں حاصل ہو جائیں تو اس کی قسمت کا تو کیا ہی پوچھنا مگر ایمان کے بغیر عبداللہ بن ابی کو کیا کچھ ادنیٰ سا بھی فائدہ ہو سکا ہے؟ پس کہاں ہیں ایمان وعمل کی پونجی بغیر تبرکات پر تکیہ رکھنے والے نادان اہل تصوف آیت **ليس على الضعفاء** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نیک کام کی نیت ہو لیکن کسی واقعی عذر کی وجہ سے وہ کام نہ ہو سکے تو اس کی برکات سے پھر بھی محروم نہیں رہے گا۔